العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

فتاوی رضویہ

۹

امام اہلسنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضا فاؤنڈیشن

لاہور، پاکستان

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشین مفتیٔ اعظم ہند، جگر گوشۂ مفسرِ اعظم، شیخ الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ، تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

Contents

فتاوٰی رِضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّہْهُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الْفَتَاوٰی الرِّضْوِیَّۃِ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد نہم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان

فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ـــــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ـــــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور نمبر (۸) پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون ۶۷۷۵۲

کتاب__________فتاوی رضویہ جلد نہم

تصنیف__________شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ

ترجمہ عربی عبارات__________حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی (بھارت)

پیش لفظ__________حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تخریج و تصحیح__________(۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد رب نواز

باہتمام و سرپرستی__________مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلی تنظیم المدارس اہلسنت، پاکستان

ترتیبِ فہرست__________حافظ محمد عبدالستار سعیدی

کتابت__________محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پروف ریڈنگ__________(۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد عارف سعید ہمدمی

پیسٹنگ__________

صفحات__________۹۴۸

اشاعت__________اپریل ۱۹۹۶ء

مطبع__________

ناشر__________رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت__________روپے

ملنے کے پتے

* مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
* مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
* مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

پیش لفظ

الحمدُللہ اعلیٰ حضرت امام المسلمین مولٰینا الشاہ احمد رضاخان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائن علمیہ وذخائر فقہیہ کو جدیدانداز میں عصرحاضر کے تقاضوں کے مطابق منظرعام پرلانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور"رضا فاؤنڈیشن"کے نام سے جوادارہ چندسال قبل قائم ہواتھاوہ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہاہے۔کتاب الطہارۃاورکتاب الصلوٰۃچارچارخوبصورت مجلدات میں آپ تک پہنچ چکی ہیں اب بفضلہٖ تعالٰی جل مجدہ وبعنایۃ رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم نویں جلد پیش کی جارہی ہے۔

جلد نہم

یہ جلد فتاوٰی رضویہ (قدیم) کی جلدچہارم کے شروع باب الجنائز سے کتاب الزکوٰۃ تک ۲۷۳ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی وفارسی عبارات کاترجمہ فاضل جلیل، محقق شہیر، صاحب تصانیف کثیرہ، ماہرعلوم قدیمہ وجدیدہ حضرت علامہ مولٰینا محمداحمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الادب جامعہ اشرفیہ مبارکپور (بھارت) نے فرمایا۔ باب التیمم (جوجلدسوم وچہارم میں شائع ہوچکاہے) کاترجمہ بھی انہی کے رشحات قلم کانتیجہ ہے۔ جلدچہارم قدیم میں باب الجنائز کی ترتیب چونکہ طبعی نہ تھی لہٰذااس جلد کی کتابت سابق ترتیب سے ہٹ کر طبعی ترتیب کے مطابق کرائی گئی ہے۔
باب الجنائز کے مسائل کو سابقہ ترتیب غیر طبعی سے موجودہ ترتیب طبعی کی طرف منتقل کرنا بھی علامہ مصباحی صاحب کی محنت شاقہ کاثمرہے۔علاوہ ازیں اس جلد میں شامل رسائل کی مفصل فہرست بھی افادۂ قارئین کے لئے دے دی گئی ہے

جلداول سے لے کر جلد ہشتم کے آخر تک مسئلوں کے نمبر مسلسل چلے آرہے تھے مگر حوالہ کی سہولت کیلئے اس جلد میں یہ سلسلہ پھر نئے سرے سے شروع کیا گیا ہے اور آئندہ بھی ہر جلد میں مسئلہ نمبر نئے سرے سے شروع ہوا کرے گا۔ احکام قبور مسلمین سے متعلق رسالہ جلیلہ "اھلاك الوھابیین" بھی پیش نظر جلد میں شامل کردیا گیا ہے جو کہ فتاوٰی رضویہ (قدیم) میں شامل ہونے سے رہ گیا تھا۔ متعدد ضمنی مسائل وفوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل سترہ مستقل عنوانات زیر بحث ہیں:

(۱) احکام واحوال قرب موت (۲) احکام واحوال بعدِ موت (۳) غسل میت
(۴) کفن میت (۵) جنازہ لے کر جانا (۶) نمازِ جنازہ
(۷) امامت نمازِ جنازہ (۸) نمازِ جنازہ کی ادائیگی (۹) موضع نماز جنازہ
(۱۰) تکرارِ نمازِ جنازہ (۱۱) دفنِ میّت (۱۲) جائے دفن
(۱۳) تعزیّت وغیرہ (۱۴) احکام قبور ومقابر (۱۵) زیارتِ قبور
(۱۶) فاتحہ وایصالِ ثواب (۱۷) دعوتِ میّت

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تیرہ ۱۳ رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں:

(۱) الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن (۱۳۰۸ھ)

قبروں میں شجرہ رکھنے اور کفن پر کلمہ طیّبہ اور عہد نامہ وغیرہ لکھنے کا بیان

(۲) المنّۃ الممتازۃ فی دعوات الجنازۃ (۱۳۱۸ھ)

جنازہ کی دعائیں اور قبر پر تلقین کا طریقہ

(۳) بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلٰوۃ الجنائز (۱۳۱۱ھ)

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا ثبوت اور منکرین کا رَد

(۴) النھی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز (۱۳۱۵ھ)

نماز جنازہ کی تکرار ناجائز ہے

(۵) الهادی الحاجب عن جنازة الغائب (۱۳۲۶ھ)

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں

(۶) اهلاك الوهابیین علٰی توهین قبور المسلمین (۱۳۲۲ھ)

احکامِ قبور مومنین

(۷) بریق المنار بشموع المزار (۱۳۳۱ھ)

مزارات پر روشنی کرنے کا ثبوت

(۸) جمل النّور فی نهی النساء عن زیارة القبور (۱۳۳۹ھ)

عورتوں کو قبر پر جانا جائز نہیں

(۹) الحجة الفائحة لطیب التعیین والفاتحة (۱۳۰۷ھ)

مروجہ فاتحہ، سوم، چہلم، برسی اور عرس وغیرہ کا ثبوت

۱۰) اتیان الارواح لدیارهم بعد الرواح (۱۳۲۱ھ)

روحوں کا اپنے گھروں پر آنا

(۱۱) جلی الصوت لنهی الدعوة امام موت (۱۳۰۹ھ)

میّت کے گھر کے کھانے کا بیان

(۱۲) حیاة الموات فی بیان سماع الاموات (۱۳۰۵ھ)

مُردوں کے زائروں کو دیکھنے اور ان کے کلام کو سننے کا مدلل بیان

(۱۳) الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین (۱۳۱۶ھ)

مسئلہ یمین سے سماعِ موتٰی کے خلاف پر استدلال کا رد

۱۹/ شوال المکرم ۱۴۱۶ھ — حافظ محمد عبدالستار سعیدی

۱۰/ مارچ ۱۹۹۶ء — ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

رموز

محقق: علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر

ح: علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحب غنیۃ المستملی

ش: علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحبِ ردالمحتار

ط: علامہ سید احمد الطحطاوی صاحب حاشیۃ الدرالمختار وحاشیہ مراقی الفلاح

الدر: الدرالمختار، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی

الدرر: الدرر شرح الغرر، ملا خسرو علامہ محمد بن فراموز

بحر: البحر الرائق، علامہ زین الدین ابن نجیم

ہندیہ: فتاوٰی عالمگیری، جماعت علمائے احناف

نہر: النہر الفائق، سراج الدین عمر بن تمیم

فتح: فتح القدیر، علامہ کمال الدین ابن ہمام

غنیہ: غنیۃ المستملی، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی

حلیہ: حلیۃ المحلّی، ابن امیر الحاج

فہرست مضامین

مقبول بندوں کی نماز جنازہ پڑھنے والوں کی مغفرت ہوجاتی ہے۔	۲۷۱	جو تم میں فتوٰی دینے پر زیادہ جری ہے آتش دوزخ پر زیادہ جرات رکھتا ہے۔	۲۸۰
مومن صالح کی نماز جنازہ پڑھنے والوں کو عذاب دینے سے اللہ تعالٰی حیا فرماتا ہے۔	۲۷۱	نماز کا قبل فرضیت وقوع ہوا بعد کو فرضیت اتری۔	۲۸۰
جب سلامت وعدم سلامت میت مشکوک ہو تو قبر پر نماز جنازہ نا جائز ہوگی۔	۲۷۱	اہل مدینہ نے قبل فرضیت جمعہ جمعہ پڑھا۔	۲۸۰
بیشک اللہ تعالٰی نے انبیاء علیہم السلام کے بدن کو کھانا زمین پر حرام فرمادیا۔	۲۷۱	حضور اقدس صلی تعالٰی علیہ وسلم نے جماعت تراویح اس خیال سے ترک فرمادی کہ مداومت سے فرض نہ ہوجائے۔	۲۸۱
تکرار نماز جنازہ کے عدم جواز پر چالیس کتب معتبرہ کی اکاون عبارات۔	۲۷۲	نماز جنازہ بالاجماع فرض کفایہ ہے۔	۲۸۱
اگر بادشاہ اسلام یا امیر المومنین یا قاضی شرع یا اسلامی حاکم مصر یا امام الحہ نماز جنازہ پڑھ چکا ہو تو اب ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں۔	۲۷۳	صلٰوۃ علی فلاں بمعنی دعا نصوص شرعیہ میں شائع وذائع ہے۔	۲۸۱
ناواقفی مانع گناہ نہیں کہ مسائل سے ناواقف رہنا خود گناہ ہے۔	۲۷۷	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمہارے امام ہیں دنیاوی زندگی میں بھی اور بعد از وصال بھی۔	۲۸۴
عالم کا گناہ ایک گناہ اور جاہل کا گناہ دو گناہ۔	۲۷۷	حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ عرض کرتے تھے اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔	۲۸۴
فرقہ غیر مقلدین گمراہ وبدمذہب ہے۔	۲۷۷	مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ دعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے۔	۲۸۵
جو کسی ضلالت کی طرف بلائے سب ماننے والوں کے برابر گناہ اس پر ہے۔	۲۷۷	تکفین کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں صدیق وفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما نے سلام عرض کیا۔	۲۸۵
نماز جنازہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھ لی تو دوبارہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھنی مکروہ ہے۔	۲۷۸	صدیق وفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے سامنے کھڑے ہوکر دعا کرتے اور لوگ آمین کہتے رہے۔	۲۸۵
قائلین تکرار نماز جنازہ کو مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی طرف سے چیلنج کہ کوئی حدیث تقریری یا قولی یا فعلی پیش کرو۔	۲۷۹	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے صلٰوۃ کی۔	۲۸۶

○رسالہ جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور (عورتوں کو قبروں پر جانا جائز نہیں)	۵۴۱	دس ہزار بریانی کی دیگیں مردار مینڈھے کی اور دس ہزار مذبوح جانوروں کی مختلط ہوں تو تمام بیس ہزار حرام ہیں۔	۵۵۴
مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب مدرس اول مدرسہ قادریہ احمدآباد گجرات نے ایک رجسٹری مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی خدمت میں بھیجی جس میں بحرالرائق اور تصحیح المسائل کے حوالے سے عورتوں کے لیے زیارت قبور کو جانے کی اجازت پر زور دیا گیا۔ آپ نے رجسٹری کا مختصر جواب دیا جس میں اس اجازت سے اختلاف فرمایا۔ مولانا موصوف نے دوبارہ رجسٹری بھیجی جس میں اپنے موقف پر شدید اصرار کیا، جس کے جواب میں مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مباحث جلیلہ پر مشتمل یہ رسالہ تحریر فرمایا۔	۵۴۱	عورتوں کے لیے زیارت قبور کو جانے کی ممانعت عام ہے صرف فاسقات کے ساتھ خاص نہیں۔	۵۵۶
تابعین کے زمانے ہی سے ائمہ نے عورتوں کو مسجد جانے کی ممانعت شروع فرمادی، پہلے جوان عورتوں کو، پھر بوڑھیوں کو بھی، پہلے دن میں، پھر رات میں بھی، یہاں تک کہ حکم ممانعت عام ہوگیا۔	۵۴۹	حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اپنی زوجہ مطہرہ کو مسجد سے روکنے کا واقعہ۔	۵۵۸
ہر بعد والا سال پہلے سے بدتر ہے۔	۵۴۹	عورت کے لیے زیارت قبور کی ممانعت کی دو علتیں ہیں: خوف فتنہ اور خوف فسّاق۔	۵۵۹
ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ارشاد ہے کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عورتوں کی موجودہ حالت دیکھتے تو انہیں مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔	۵۴۹	خروج زن کے سات مواضع ہیں، ان کے علاوہ اس کے لیے خروج ناجائز، اگر شوہر اجازت دے تو دونوں گنہگار ہیں۔	۵۶۱
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا۔	۵۴۹	خروج کے بغیر عورت کے لیے اگر زیارت قبر ممکن ہو تو چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔	۵۶۳
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما جمعہ کے دن کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے۔	۵۵۰	نادر پر حکم نہیں ہوتا۔	۵۶۳
حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی مستورات کو جمعہ وجماعات میں نہ جانے دیتے۔	۵۵۰	ائمہ باطن کا اجماع ہے کہ عورت داعی الی اللہ نہیں ہوسکتی، ہاں تدابیر ارشاد کردہ مرشد بتانے میں سفیر محض ہو تو حرج نہیں۔	۵۶۴
سلب مفسدہ جلب مصلحت پر مقدم واہم ہے۔	۵۵۱	حضرت مریم بنت عمران اور حضرت آسیہ تقوٰی میں کمال رکھتی تھیں۔	۵۶۴

ضلالت پر اجماع امت ناممکن ہے۔	۹۴۰	جب تک ضروریات دین سے کسی شیئ کاانکار نہ ہو کفر نہیں۔	۹۴۲
سواد اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔	۹۴۰	جواب ششم: بالفرض یہ اقوال مشائخ قابل احتجاج ہوں بھی تاہم تطبیق کیجئے یا ترجیح لیجئے ہر طرح میدان اہلسنت کے ہاتھ میں ہے۔	۹۴۲
محتاط محققین فتوی مشائخ پر عمل کرکے اس وقت تک کسی کو کافر نہ کہیں گے جب تک تکفیر پر اجماع مشائخ نہ ہولے۔	۹۴۱	تطبیق اولٰی ہے ترجیح سے۔	۹۴۳
فقہ کا دائرہ حیثیت حلال وحرام تک منتہی ہوجاتا ہے۔	۹۴۲	اگر باب ترجیح کھلے تو بھی دس ۱۰ وجوہ سے میدان ہمارے ہاتھ میں ہے۔	۹۴۳
کفر واسلام فقہ کا نہیں بلکہ عقائد وکلام کا مسئلہ ہے۔	۹۴۲		

فہرست ضمنی مسائل

بقیہ بن ولید مدلّس ہے۔	۳۵۴	ام الدرداء دوخاتونوں کی کنیت ہے دونوں ہی صحابی رسول حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیویاں ہیں پہلی کبرٰی کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام ہے اور دوسری صغرٰی تابعیہ ثقہ فقیہہ مجتہدہ رواۃ صحاح ستہ سے ہیں، ہجیمۃ نام ہے۔	۷۱۰
ابن حبان نے نوح بن عمرو کو حدیث کا چور بتایا۔	۳۵۴	امام مجاہد جلیل الشان تابعی، مجتہد، مفسر، ثقہ علماء مکہ سے ہیں، سب صحاح میں ان سے روایت ہے۔	۷۱۰
محبوب بن ھلال مجہول ہے۔	۳۵۷	عمرو بن دینار تابعی جلیل ثقہ ثبت علماء مکہ سے ہیں۔ اور رجال صحاح ستہ سے ہیں۔	۷۱۱
امام نووی نے علاء بن یزید ثقفی کو ضعیف، امام بخای نے منکر الحدیث،	۳۵۷	بکر بن عبداللہ مزنی امام اجل تابعی ثقہ ثبت اور رجال صحاح ستہ سے ہیں۔	۷۱۱
ابوحاتم ودار قطنی نے متروک الحدیث اور امام علی بن مدینی نے دل سے حدیثیں گھڑنے والا کہا۔	۳۵۷	امام سفیان ثقہ، حجت، محدث، مجتہد، عارف باللہ، تبع تابعین، مجتہدان کوفہ اور رجال صحاح ستہ سے ہیں۔	۷۱۲
صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام کا معلوم نہیں۔	۳۵۷	عبدالرحمٰن ابن ابی لیلٰی تابعی عظیم القدر رجال صحاح ستہ سے ہیں۔	۷۱۲
ابوالولید طیالسی نے کہا کہ علاء ابن یزید ثقفی کذاب تھا۔	۳۵۷	ابن ابی نجیح تبع تابعین وعلماء مکہ اور رواۃ صحاح ستہ سے ہیں۔	۷۱۲
عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں اور یہ قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابی کے پوتے ہیں۔	۳۶۰	ابوقلابہ بصری تابعی ثقہ، فاضل رواۃ صحاح ستہ سے ہیں۔	۷۱۵
عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم صغار تابعین سے ہیں اور یہ عمرو بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابی کے پرپوتے ہیں۔	۳۶۰	ابو عثمان نہدی اکابر تابعین سے ہیں، زمانہ رسالت پائے ہوئے تھے، ثبت عمائد رجال صحاح ستہ سے ہیں۔	۷۱۵
شیخ واقدی عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے۔	۳۶۱	امام قاسم بن مخیمرہ تابعی ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستہ سے ہیں۔	۷۱۶
حبان بن ابی حیلہ تابعی ثقہ ہیں اور رجال بخاری سے ہیں۔	۷۰۸	علاء بن لجلاج تابعی ثقہ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن تبع تابعین مقبول الروایۃ سے ہیں۔ دونوں رجال جامع ترمذی سے ہیں۔	۷۱۸
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ عظیم الشان جلیل القدر صحابی ہیں، ان چاروں میں سے ہیں جن کی طرف جنت مشتاق ہے۔	۷۰۹	محمد بن واسع تابعی ثقہ عابد عارف باللہ کثیر المناقب رجال صحاح ستہ سے ہیں،	۷۲۳

مومنوں کی قبروں کو توڑ کر رہائش کے لیے مکان بنانا اہل قبور کے لیے ایذا و اہانت ہے۔	۴۳۱	تازہ تعظیمیں جو سلف صالحین کے وقت میں مکروہ تھیں اب حالات زمانہ کے پیش نظر علماء نے ان کی اجازت دی ہے۔	۴۹۵
قبور پر رہائشی مکان بنانا یا قبر پر بیٹھنا یا سونا یا اس کے قریب بول وبراز کرنا اشد مکروہ قریب بہ حرام ہیں۔	۴۳۶	نماز میں حجرۂ مطہرۂ مزار اطہر کو پیٹھ نہ کی جائے۔	۵۱۷
قبر میں میت گل کر مٹی بھی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے۔	۴۳۷	خاص لحد میں پکی اینٹیں لگانا ممنوع ہے ورنہ بالائے قبر اس میں حرج نہیں۔	۵۱۸
پرانی قبروں کو کھود کر ان میں دوسرے اموات دفن کرنا ضرورت شدیدہ کے باعث جائز ہے۔	۴۳۸	تعظیم قبر سے جدا ہو کر تعظیم روح کریم کی برکت لینا سنت صحابہ ہے۔	۵۲۱
قبرستان سے سبز گھاس کاٹنا ناجائز اور خشک گھاس کاٹنا جائز ہے۔	۴۴۳	اللہ تعالٰی کی نذر سے اغنیاء کے لیے کھانا جائز نہیں۔	۵۷۵
قبرستان میں جانوروں کو چرنے کے لیے چھوڑنا ممنوع ہے۔	۴۴۳	اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی گئی ہو تو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں۔	۵۷۵
زیارت قبور مستحب ہے۔	۴۵۰	عوام جہلاء نے ایصال ثواب کے بارے میں جو ناپسندیدہ امور پیدا کر رکھے ہیں مثلاً دکھاوا، چرچا، تفاخر، مالداروں کو جمع کرنا اور فقراء کو منع کرنا وغیرہ سب ممنوع و مکروہ ہیں۔	۵۹۲
مزارات پر لوبان وغیرہ سلگانا۔	۴۸۲	کسی مستحسن عمل میں اگر کوئی خرابی پیدا کرے تو علماء کو وہ خرابی ختم کرانی چاہئے نہ کہ چرب زبانی سے کام لے کر اصل عمل بند کرادیں۔	۵۹۲
مصحف شریف کو مطلّا و مذہّب کرنا جائز و دلیل تعظیم ہے۔	۴۹۲	اگر کوئی نماز بلا تعدیل ارکان ادا کرے تو اس کو اس کوتاہی سے روکا جائے نہ کہ نماز ہی سے منع کر دیا جائے گا۔	۵۹۲
اولیاء و علماء کے مزارات پر عمارتیں بنانا مباح ہے۔	۴۹۴	مزارات پر شامیانے لگانا، چراغ جلانا، شیرینی وغیرہ پر فاتحہ دینا اور عشرۂ محرم میں شربت پلانا۔	۵۹۸
ائمہ دین نے عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرمادیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اجازت دی تھی۔	۴۹۵	امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام کا شربت کرنا اور پینا۔	۶۰۱
ائمہ دین نے نظر بہ حال زمانہ جو حکم فرمایا اسے مخالف حدیث کہنے والا احمق و کج فہم ہے۔	۴۹۵	چٹکی کے طور پر نکالے ہوئے آٹے سے گیارہویں شریف کرنا۔	۶۰۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب الجنائز

مسئلہ نمبر ۱: از جس پور، محلّہ پہاڑ گنج چوکڑی توپ خانہ، متصل سورج پول، مرسلہ حکیم اللہ بخش، غنیہ ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

(۱) جس وقت آدمی علیل ناقابلِ صحت مثلاً مدقوق ہوجائے، اُمید زیست نہ رہے تو اس کو شرعاً کیا کرنا چاہیئے؟ اور عزیز واقارب کو کیا کرنا چاہیئے؟

(۲) جنازے اٹھانے میں کس طرف سے سبقت کی جائے؟

الجواب:

(۱) آدمی ہر وقت موت کے قبضہ میں ہے، مدقوق اچھا ہوجاتا ہے اور وہ جو اس کے تیمار میں دوڑتا تھا اُس سے پہلے چل دیتا ہے، ہر قت وصیّت تیار رہنی چاہیئے جس میں اپنے پسماندوں کو توحیدِ الٰہی عزوجل رسالت پناہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واستقامت عقائدِ اہلسنّت واتباعِ شریعت واصلاح ذات بین، وحدت وقربِ اولیاء، ودوری وتنفر از کفار وضلال وفسق کی ہدایت ہو اور بعد کو کچھ ترکہ چھوڑے تو اس کا شرعی کافی انتظام جس میں نزاع نہ رہے اور اپنی تجہیز وتکفین میں اتباعِ سنّت کی ہدایت، اور ان پر لازم ہے کہ اس پر عمل کریں۔ اور سب سے پہلے خود اپنی اصلاح، گناہوں سے توبہ، اللہ اور رسول کی طرف رجوع، موت کا خوشی کے ساتھ انتظار کرنا کہ آتے وقت ناگواری نہ ہو، اس وقت کی ناگواری معاذاللہ بہت سخت ہے، عیاذاً باللہ اس میں سوءِ خاتمہ کا

خوف ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ لقاءہ[1]۔	جو اللہ سے ملنا پسند کرے گا اللہ اس کا ملنا پسند فرمائے گا اور جو اللہ سے ملنے کو مکروہ رکھے گا اللہ اسکا ملنا مکروہ رکھے گا۔

صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں کون ایسا ہے کہ موت کو مکروہ نہ رکھے۔ فرمایا: یہ مراد نہیں بلکہ جس وقت دَم سینہ پر آئے اُس وقت کا اعتبار ہے اُس وقت جو اللہ سے ملنے کو پسند رکھے گا اللہ تعالٰی اس سے ملنے کو دوست رکھے گا۔ اور ناپسند تو ناپسند اپنے ذمہ نماز یا روزہ یا زکوٰۃ جو کچھ باقی ہو فوراً بقدرِ قدرت اس کی ادا میں مشغول ہو حج نہ کیا ہو اور فرض تھا تو دیر نہ لگائے۔ بوجہ مرض طاقت نہ رہی توحج بدل کرادے اگر اخیر دم تک طاقت نہ پائے گا ادا ہو جائے گا، ورنہ جب قوت پائے خود ادا کرے، حقوق العباد جس قدر ہوں جو ادا کرنے کے ہیں ادا کرے، جو معافی چاہنے کے ہیں معافی چاہے اور اس میں اصلاً تاخیر کو کام میں نہ لائے کہ یہ شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتے، معافی چاہنے میں کتنی ہی تواضع کرنی پڑے اُس میں اپنی کسرِ شان نہ سمجھے اس میں ذلت نہیں ذلت اس میں ہے کہ جس روز بارگاہِ عزّت میں حاضر ہو، اس طور پر کہ، اُس کا حق دبایا ہے، اُسے بُرا کہا ہے، اُس کی غیبت کی ہے، اسے مارا ہے، اور غنیہ وہ حقدار اس سے لپٹیں، اُس کی نیکیاں اُن کو دی جائیں، اُن کے گناہ اُس پر رکھے جائیں اور جہنم میں پھینک دیا جائے **والعیاذ باللہ تعالٰی**، جب تک زیست ہے آیات واحادیثِ خوف کے ترجمے اکثر سُنا اور دیکھا کرے، اور جب وقت برابر آجائے، اُسے آیات واحادیث رحمت مع ترجمہ سُنائیں کہ جانے کہ کس کے پاس جارہا ہوں تاکہ اپنے رب کے ساتھ نیک گمان کرتا اُٹھے **رزقنا اللہ تعالٰی بجاہ حبیبہ الاکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم** (اللہ تعالٰی اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل اسے نصیب کرے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) جنازہ کو یوں لے چلیں کہ سرہانہ آگے کی جانب ہو اور پہلے سرہانے کا داہنا پایہ اپنے داہنے شانے پر لے، پھر پائینتی کا دہنا، پھر سرہانے کا بایاں پھر پائینتی کا بایاں، اور ہر بار کم از کم دس قدم چلے، یہ ایک دَور ہُوا۔ اس پر چالیس گناہ کبیرہ معاف ہونے کی بشارت ہے، حسب طاقت وحالت جتنے دورے ممکن ہو کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۲: از پٹنہ ڈاکخانہ گلزاری باغ محلّہ ترپولیہ متصل ہسپتال زنانہ، مرسلہ باقر علی حکاک۔ ۹ رجب ۱۳۲۹ھ

مع فتوائے عبدالحکیم پٹنوی کہ وقتِ مرگ صرف لا الٰہ الّا اللہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مرنے والوں کو لا الٰہ الّا اللہ کی تلقین کرو **محمد رسول اللہ** ملانے کو نہیں فرمایا اور فرمایا۔

---

[1] صحیح بخاری باب من احب لقاء اللہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳، صحیح مسلم باب من احب لقاء اللہ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۴۳

جس کا پچھلا کلام لا الٰہ الاّ اللہ ہو تو وہ جنّت میں گیا، یہاں بھی محمد رسول اللہ نہیں فرمایا، تو اگر لا الٰہ الاّ اللہ کے بعد غنیہ محمد رسول اللہ کا لفظ بڑھایا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہونے کے سبب بُرا اور منع ہو۔ المجیب عبدالحکیم صادق پوری۔

اس کے رَد میں مولٰنا عبدالواحد صاحب مجددی رام پوری کا رسالہ "وثیقہ بہشت" اس ساتھ تھا، تحریر فقیر بر "وثیقہ بہشت"۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ اللھم لك الحمد۔ اللہ عزّوجل خیر کے ساتھ شہادتین پر موت نصیب کرے۔ وقتِ مرگ بھی پورا کلمہ طیبہ پڑھنا چاہئے۔ جو اسے منع کرتا ہے مسلمان اس کے اغوا واضلال پر کان نہ رکھیں کہ وہ شیطان کی اعانت چاہتا ہے۔ امام ابن الحاج مکی قدس سرہ الملکی مدخل میں فرماتے ہیں کہ دمِ نزع دو۲ شیطان آدمی کے دونوں پہلو پر آکر بیٹھتے ہیں ایک اُس کے باپ کی شکل بن کر دوسرا ماں کی۔ ایک کہتا ہے وہ شخص یہودی ہو کر مرا تو یہودی ہو جا کہ یہود وہاں بڑے چین سے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے وہ شخص نصرانی گیا تو نصرانی ہو جا کہ نصارٰی وہاں بڑے آرام سے ہیں[1]۔ علمائے کرام فرماتے ہیں شیطان کے اغوا کے بچانے کے لئے محتضر کو تلقینِ کلمہ کا حکم ہوا۔ ظاہر ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ اس کے اغوا کا جواب نہیں، لا الٰہ الا اللہ تو یہود و نصارٰی بھی مانتے ہیں، ہاں وہ کہ جس سے اس ملعون کے فتنے مٹتے ہیں محمد رسول اللہ کا ذکر کریم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ یہی اس کے ذریات کے بھی دل میں چُبھتا جگر میں زخم ڈالتا ہے، مسلمان ہرگز ہرگز اسے نہ چھوڑیں اور جو منع کرے اُس سے اتنا کہہ دیں کہ "گر بتو حرام است حرامت بادا" (اگر یہ تجھ پر حرام ہے تو حرام رہے۔ت) مجمع بحار الانوار میں ہے:

سبب التلقین انه یحضر الشیطان لیفسد عقده، والمراد بلا اله الا الله الشهادتان[2]۔	تلقین کا سبب یہ ہے کہ اُس وقت شیطان آدمی کا ایمان بگاڑنے آتا ہے، اور لا الٰہ الاّ اللہ سے پورا کلمہ طیّبہ مراد ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

المقصود منه التذکیر فی وقت تعرض الشیطان[3]۔	تلقین سے مقصود تعرض شیطان کے وقت ایمان یاد دلانا ہے۔

[1] المدخل لابن الحاج فتنۃ المحتضر مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت ۳/۲۴۱
[2] مجمع بحار الانوار تحت لفظ "لقن" مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۳/۲۶۲
[3] فتح القدیر باب الجنائز مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۶۸

اسی طرح تبیین الحقائق اور فتح اللہ مبین وغیرہ میں ہے۔ مرقاۃ شرح، شکوۃ میں علامہ میرک سے ہے:

من کان اٰخر کلامه لا الٰه الّا اللّٰه المراد مع قرینته فانه بمنزلة علم لکلمة الایمان[1]۔	حدیث میں جو فرمایا کہ جس کا پچھلا کلام لا الٰہ الّا اللہ ہو اُس سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہے کہ لا الٰہ الّا اللہ گویا اس کلمہ ایمان کا نام ہے۔

دُرر غرر میں ہے:

یلقن بذکر شهادتین عنده لان الاولی لا تقبل بدون الثانیة[2]۔	کلمہ طیّبہ کے دونوں جُز میّت کو تلقین کئے جائیں اس لئے کہ لا الٰہ الّا اللہ بے محمد رسول اللہ کے مقبول نہیں۔

غنیہ ذوی الاحکام میں اس پر تقریر فرمائی، تنویر الابصار میں ہے: یلقن بذکر الشهادتین[3] دونوں شہادتیں تلقین کی جائیں۔ دُرمختار میں ہے: لان الاولی لاتقبل بدون الثانیة[4] کہ پہلی بے دوسری کے مقبول نہیں۔ المختصر القدوری میں ہے: لقن الشهادتین[5] پورا کلمہ سکھایا جائے۔ جوہرہ نیرہ میں ہے:

لقوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لقنوا موتاکم شهادة ان لا اله الا اللّٰه وهوصورة التلقین ان یقال عنده فی حالة النزع جهراً وهویسمع اشهدان لااله الااللّٰه واشهدان محمدا رسول اللّٰه[6]۔	اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اموات کو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت یاددلاؤ اور اس یاد دلانے کی صورت یہ ہے کہ اس نزع میں اس کے پاس ایسی آواز سے کہ وہ سنے اشهدان لااله الااللّٰه واشهدان محمدا رسول اللّٰه پڑھیں۔

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ باب مایقال عند من حضرۃ الموت فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۱۵

[2] درر شرح غرر ملّاخسرو باب الجنائز غنیہ مطبوعہ مطبعۃ احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت بیروت ۱/ ۱۶۰

[3] تنویر الابصار متن الدر المختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۹

[4] درمختار شرح تنویر الابصار غنیہ باب صلوٰۃ الجنائز غنیہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلیغنیہ ۱/ ۱۱۹

[5] المختصر للقدوری غنیہ باب الجنائز غنیہ مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور بھارت ص ۴۴

[6] جوہرہ نیرہ باب الجنائز مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۱۲۳

مجمع الانہر میں ہے:

(ویلقن الشھادۃ) فیجب علی اخوانہ واصدقائہ ان یقولوا عندہ کلمتی الشھادۃ قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان اٰخر کلامہ لاالٰہ الا اللہ دخل الجنۃ[1]۔	میّت کو شہادت سکھائیں اس حکم سے اُس کے عزیزوں دوستوں پر واجب (نہایت مؤکد) ہے کہ دونوں شہادتیں اس کے پاس پڑھیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کا اخیر کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنّت میں جائے۔

بحر الرائق میں ہے:

(لقن شھادۃ) بان یقال عندہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ[2]۔	میّت کو شہادت کی تلقین یُوں کہ اُس کے پاس لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں۔

شرح الکنز للملّا مسکین میں ہے:

(لقن) المحتضر (الشھادۃ) وھی ان یقول اشھدان لاالٰہ الا اللہ واشھدان محمد عبدہ، ورسولہ[3]۔	دمِ نزع شہادت کی تلقین کریں اور شہادت یہ ہے کہ اشھد ان لاالٰہ الا اللہ واشھدان محمدا عبدہ، ورسولہ کہیں۔

کافی شرح وافی میں ہے:

لقن الشھادۃ ای قول اشھدان لاالٰہ الا اللہ واشھدان محمدا عبدہ، ورسولہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقنوا موتاکم شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ[4]۔	شہادت کی تلقین کریں اور شہادت یہ کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھدان محمدا عبدہ، ورسولہ،اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میت کو تلقینِ شہادت کا حکم فرمایا ہے۔

جامع الرموز میں ہے:

اشار فی الکافی والمضمرات الی ان المراد	غنیہ کافی و مضمرات میں اشارہ فرمایا کہ شہادت سے مراد

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۷۹
[2] بحر الرائق کتاب الجنائز مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۷۰
[3] شرح الکنز لملّا مسکین علی حاشیۃ فتح المعین باب الجنائز مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۲
[4] کافی شرح وافی

من الشھادۃ"اشھدان لاالٰہ الااللہ واشھدان محمد عبدہ، ورسولہ"[1]۔	پورا کلمہ شہادت ہے۔

حلیہ امام ابن امیر الحاج میں ہے:

ولقن شھادۃ ان لاالٰہ الااللہ وان محمدارسول اللہ بان یقال عندہ وھو یسمع ولایقال لہ قل واذاقالھما لایلح علیہ بتکریرھما اذالم یخض فی کلام اٰخر لمخافۃ تبرمہ[2]۔	میّت کو لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کریں یوں کہ خود اس کے پاس پڑھیں کہ وُہ سُن کر پڑھے، اور یوں نہ کہیں کہ کہہ، اور جب دونوں جُز کلمہ کے کہہ لے تو اُس سے دوبارہ کہنے کا اصرار نہ کریں کہ کہیں اکتانہ جائے، ہاں کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات اس نے کی تو پھر تلقین کریں کہ آخر کلام لا الٰہ الااللہ محمد رسول اللہ ہو۔

مستصفی میں ہے:

لقن الشھادتین لا الٰہ الااللہ محمد رسول اللہ[3]۔	دونوں شہادتیں تلقین کی جائیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

لقنواموتاکم لا الٰہ الااللہ تلقین کنید مردہائے خود را یعنی آنہا کہ نزدیک بمردن رسیدہ اند کلمہ طیبہ را[4]۔	اپنے مُردوں کو جو مرنے کے قریب پہنچ گئے انہیں کلمہ طیبہ یاد دلاؤ۔ (ت)

غرض نقل مستفیض سے ہے، اور مسئلہ واضح اور اسلامی نگاہ میں شیطانی قول اپنے قائل کا فاضح، ہاں بعض متاخرین شافعیہ نے یہ کہا کہ صرف لاالٰہ الااللہ کہنے پر ثواب موعود مل جائے گا، معاذاللہ وہ بھی یہ نہیں کہتے کہ مرتے وقت محمد رسول کہنا منع ہے یہ ممانعت محض مردود ومطرود وخلافِ اجماع ہے۔

فالعلامۃ الشرنبلالی من متاخری علمائنا مع تقریرہ الدرر علی ماقدمناہ اجاب عن تعلیلھا ان الاولی لاتقبل	ہمارے علمائے متاخرین میں سے علامہ شرنبلالی نے دُرر میں مذکورہ حکم۔دونوں شہادتوں کی تلقین۔کو تو برقرار رکھا مگر اس میں حکم کی جو علّت ذکر

[1] جامع الرموز غنیہ فصل الجنائز مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۷۸
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[3] ردالمحتار بحوالہ المستصفی باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۲۷
[4] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب مایقال عند من حضرہ الموت مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۶۰)

بدون الثانیة تبعاًلابن الحجر المکی من متاخری الشافعیة ان الکلام فی المسلم **اقول:** انه مسلم ولاتطلب منه انشاء ایمان لم یکن، بل تکذکیرماکان وحفظه عن افساد الشیطان وتلك الشهادتان یجب ان تصان لان الاولٰی لاتقبل بدون الثانیة قال الشافعی قلت وقد یشیر الیه ای الی الافراد تعبیر الهدایة والوقایة والنقایة الکنز بتلقین الشهادة[1] اھ

اقول: الشهادة اسم جنس فیشمل الشهادتین الاتری الی الامام النسفی صاحب الکنز عبرفی اصله الوافی بماعبرفیه ثم فسره فی شرحه الکافی بالشهادتین وکذلك فی البحرالرائق و المضمرات وجامع الرموز ومجمع الانهر ولملا مسکین کماسمعت ومن الدلیل علیه ان نقل فی البدایة نظم القدوری وقد ثنی فعلم ان المفرد فیه کالمثنی۔

کی گئی ہے کہ "لا الٰہ الااللہ بے محمد رسول اللہ کے مقبول نہیں"اس کا شافعی متاخر عالم ابن حجر مکی کی تبعیت میں جواب دیا کہ "کلام مسلمانوں کے بارے میں ہے۔**اقول:** ہمیں تسلیم ہے کہ وہ مسلمان ہے اوراس سے مطالبہ نہیں کہ تیرے پاس ایمان نہ تھا، تو ایمان لا، بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ اس کے پاس جو ہے اسی کی یاددہانی کی جائے اور شیطان کے فساد کاری سے بچایا جائے اوردونوں شہادتوں کا تحفظ ضروری ہے اس لئے کہ پہلی، دوسری کے بغیر مقبول نہیں۔ابن حجر شافعی کہتے ہیں : میں کہتا ہوں ہدایہ، وقایہ، نقایہ اور کنزالدقائق میں تلقینِ"شہادت"کے الفاظ ہیں"شہادتین"نہیں۔اس سے اشارہ ملتا ہے کہ ایک ہی شہادت سے کام ہوجائے گا۔غنیہ

اقول: لفظِ شہادۃ اسم جنس ہے اس لئے یہ شہادتین کو بھی شامل ہے۔ دیکھئے کنزالدقائق کے مصنف امام نسفی نے جس طرح کنز میں شہادۃ بلفظ مفرد لکھا اسی طرح اس کی اصل"وافی"میں بھی لکھا مگر اس کی شرح"کافی"میں اس کی تفسیر"شہادتین"سے فرمائی۔اسی طرح البحرالرائق، مضمرات، جامع الرموز، مجمع الانہر اور شرح مُلّا مسکین میں بھی شہادت کی تفسیر میں پوراکلمہ ذکر ہو اجیساکے ان سب کی عبارتیں گزریں۔اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہدایہ میں قدوری ہی کی عبارت نقل ہوئی ہے،قدوری میں"شہادتین"تھا۔ہدایہ میں"شہادۃ"رکھنے سے یہ معلوم ہواکہ اس میں مفرد بھی تثنیہ(دو ۲) ہی کا معنی رکھتا ہے۔

[1] ردالمحتار بحوالہ ابن حجر الشافعی باب صلٰوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۷۰

یہاں علامہ محقق محمد سنوسی پھر علامہ ابراہیم بجوریری رحمہما اللہ تعالٰی کا ایک نفیس و جلیل کلام قابلِ حفظ ہے۔علامہ باجوری شرح رسالہ فضالیہ میں فرماتے ہیں:

اعلم انه لابدبعد قول الذاکر لا اله الاالله ان یقول محمدرسول الله لاجل ان یحفظ بذلك مایحصل له من نورالتوحید [1] وعبارةالسنوسی من شرح الصغری مصرحة بذلك حیث قال،ولما ابتهج قلبه بنور الحقیقة وکان الانتفاع بها موقوفاعلی القیام برسوم الشریعة ،وذٰلك لایکون الابالادمان علی ذکر صاحبها المبلغ لهاعن الله تعالٰی سیدنا محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم احتاج الذاکر بعد کلمة التوحید الدالة علی الحقیقة باثبات رسالة سیدنا محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم لیحفظ نور توحیده بادخاله فی منیع حرزالشریعة فلهذایقول الذاکر لااله الاالله محمدرسول الله وهکذاینبغی فی کل ذکر من اذکارالله تعالٰی ان لا یغفل المؤمن فیه عن ذکر سیدنا محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم فاما ان یصلی علیه اثره اویقر برسالة مع الصلٰوة علیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم وتعظیمه و	یہ ذہن نشین رہے کہ ذاکر جب لا اله الاالله کہے تو اسے محمد رسول الله کہنا بھی ضروری ہے تاکہ اسے جو نورِ توحید حاصل ہوا وہ محفوظ ہوجائے۔ شرح صغری میں علامہ سنوسی کی عبارت اس سلسلے میں صاف اور صریح ہے،ان کے الفاظ یہ ہیں :لااله الاالله کہنے سے ذاکر کے دل میں نورِ حقیقت کی بہجت توآگئی مگر اس سے نفع یابی آدابِ شریعت کی بجاآوری پر موقوف ہے۔اور اس ادب کی بجاآوری کی صورت یہی ہے کہ اس کلمہ والے آقا جو اسے خدائے برتر کے پاس لے کر تبلیغ فرمانے والے ہیں،سیّدنا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ،ان کا ذکر پاک جاری رکھے۔اس لئے حقیقت پر دلالت کرنے والے کلمہ توحید کو کہہ لینے کے بعد ضرورت ہے کہ ذاکر ہمارے آقا محمد محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رسالت کا بھی اثبات کرے تاکہ شریعت کی مضبوط پناہ میں لاکر اپنے نورِ توحید کو محفوظ رکھ سکے۔اسی لئے ذاکر کہتا ہے لا اله الاالله محمدرسول الله۔اسی طرح اللہ تعالٰی کے اذکار میں سے کسی بھی ذکر میں مومن کو سیدنا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔خدا کے ذکر کے بعد سرکار پر درود بھیجے،یا ان کی رسالت کا اقرار کرے،ساتھ ہی آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود کی ادائیگی،تعظیم کی بجاآوری،اور سرکار

[1] شرح رسالہ فضالیہ

التمسك باذياله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذھو صلی الله تعالٰی علیه وسلم باب الله الاعظم الذی لا ینال کل خیر دینا واخری الابالتعلق به صلی الله تعالٰی علیه وسلم فمن غفل ذکرہ صلی الله تعالٰی علیه والتمسك به صلی الله تعالٰی علیه وسلم لم ینل مقصودہ وکان مرمیا به فی سجن القطعیة محروما به من خیرالدنیا والأخرة وسیدنا محمد لھودلیل الخلق الی الله تعالٰی فکیف یصل الی الله تعالٰی من غفل عن دلیله ـوقد قال بعض من طبع الله علٰی قلبه ممن یعاطی التصوف ولیس ھومن اھله مقالة قریبة من الکفراوھی الکفربعینه ان الاکثار من ذکر النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم حجاب عن الله تعالٰی وسبك بعض الضالین مثل ھذہ العبارة فقال اذا افرد التھایل عن اثبات الرسالة کان ابلغ واسرع فی تاثیر معنی التوحید واحتج لضلاله وتسویل شیطانه بان قال للتھلیل معنی والاثبات الرسالة معنی واذااختلف المعانی علی الباطن ضعف التاثیر وبعدت الثمرة

اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دامنِ پاک سے وابستگی بھی رکھے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خدائے برتر عظیم ترین باب اور ذریعہ ہیں کہ دنیا وآخرت کی کوئی بھلائی ان سے وابستگی کے بغیر دستیاب نہ ہوگی۔اس لئے جو سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر پاک اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دامن تھامنے سے غافل ہوا وہ نامراد رہا اور اُسے دنیا وآخرت کی بھلائی سے محروم کرکے بے تعلّقی کے قید خانے میں ڈال دیا گیا-ہمارے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی تو خدائے برتر کی جانب مخلوق کے رہبر ہیں، جو اپنے رہبر ہی سے غافل ہوا اسے خدا تعالٰی تک رسائی کیسے حاصل ہوگی! ایک ایسے شخص نے-جس کے دل پر خدا نے مُہر کردی ہے،جو تصوف کا شغل رکھتا ہے حالانکہ وہ اہلِ تصوف سے نہیں-کفر سے قریب یا بعینہٖ کفر کی بات کہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا زیادہ ذکر کرنا خدائے تعالٰی سے حجاب بن جاتا ہے--اور ایک گمراہ نے اسی طرح کی بات تراشتے ہوئے کہا کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کہا جائے محمد رسول اللہ نہ کہا جائے تو یہ معنیٰ توحید کی تاثیر میں زیادہ بلیغ اور زیادہ تیز ہوتا ہے--وہ اپنی اسی گمراہی اور شیطان کی ملمع کاری پر یوں استدلال کرتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کا معنیٰ اور ہے اور محمد رسول اللہ کا معنیٰ اور۔ جب باطن پر مختلف معانی کا ورود ہوتا ہے تو تاثیر کمزور ہوجاتی ہے اور ثمرہ

قال وانما یحتاج الی وصل الذکرین عندالدخول فی الاسلام۔قال بعض الائمۃ الراسخین فی العلم رضی اللہ تعالٰی عنھم وھذاالمقالۃ والعیاذباللہ من الفتن التی لامورد لھا الا النار ولاعقبی لھاسوی دارالبوار وماذلك الامکر واستدراج الی رفض الشریعیۃ و الانحلال من رقبتھا وتعطیل رسومھا ولوعلم ھذا الضال ماتحت قول محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الاسرارالتوحیدیۃ والحکم الالوھیۃ لانفشح عن ذلك العمی فاصاب المرمی[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	دور جانا پڑتا ہے--توحید واثباتِ رسالت دونوں کوملانے کی ضرورت صرف اس وقت ہے جب اسلام میں داخل ہورہا ہو۔علم میں راسخ بعض ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کافرمان ہے کہ خدا کی پناہ! یہ کلام ان فتنوں سے ہے جن کا ٹھکانہ صرف دوزخ ہے اور ان کا انجام صرف تباہی وبربادی ہے۔یہ شریعت کو چھوڑنے،اس کا قلادہ گردن سے باہر پھینکنے، اور آدابِ شرع سے بے قیدی کی جانب شیطان کی مکّاری اوراستدراج کے سوا کچھ بھی نہیں--اگراس گمراہ کو خبر ہوتی کہ کلمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تحت توحید کے اسرار اورالوہیت کے رموزِ حکمت کیا کیا ہیں تو وُہ اس اندھے پن سے نکلتا اور گوہرِ مراد کا ہاتھ میں لیتا اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۳: (۱) میّت کے پاس زمین پر بیٹھنا افضل ہے، چارپائی پر کیا منع ہے؟

(۲) میّت والے کے یہاں کیا روٹی پکانا منع ہے؟

الجواب:

(۱) کوئی ممانعت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

(۲) موت کی پریشانی کے سبب وُہ لوگ پکاتے نہیں ہیں، پکانا کوئی شرعاً منع نہیں، یہ سنت ہے کہ پہلے دن صرف گھر والوں کے لئے کھانا بھیجا جائے اور انہیں بااصرار کھلایا جائے، نہ دوسرے دن بھیجیں، نہ گھر سے زیادہ آدمیوں کے لئے بھیجیں، واللہ تعالٰی اعلم

[1] شرح الصغری للسنوسی

مسئلہ نمبر۴: ۲۹ جمادی الاٰخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کو نہلانے کے لئے جو تختے پر لٹائیں تو شرقاً غرباً لٹائیں کہ پاؤں قبلے کو ہوں، یا جنوباً شمالاً کہ دہنی کروٹ قبلہ کو ہو۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

سب طرح درست ہے، مذہبِ اصح میں اس باب میں کوئی تعیین وقید نہیں، جو صورت میسر ہو اُس پر عمل کریں۔

فی الھندیہ عن الظھیریۃ کیفیۃ الوضع عند بعض اصحابنا الوضع طولا کما فی حالۃ المرض اذا ارادالصلٰوۃ بایماء، ومنھم من اختار الوضع کما یوضع فی القبر والاصح انما یوضع کماتیسر[1] اھ	ہندیہ میں ظہیریہ سے منقول ہے: ہمارے بعض علماء کے نزدیک لِٹانے کی صورت یہ ہے کہ طول میں لِٹایا جائے جیسے بیماری کی حالت میں جب اشارے سے نماز پڑھنا چاہے تو یہی صورت ہے، اور بعض حضرات نے عرض میں لٹانا پسند کیا ہے جیسے قبر میں لٹایا جاتا ہے، اور اصح یہ ہے کہ جیسے میسر ہو لٹایا جائے اھ (ت)

اس طرح بحرالرائق و درمختار وغیرہما میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر۵: ۴ صفر ۱۳۲۰ھ

کاٹنا مرد کے بال مرنے کے بعد جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ناجائز ہے،

فی الدرلایسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولایقص ظفرہ الاالمکسور ولاشعرہ ولایختتن[2]۔ وفی ردالمحتار عن النھر	درمختار میں ہے: میّت کے بالوں میں کنگھانہ کیا جائے یعنی یہ مکروہِ تحریمی ہے، اور اس کے ناخن نہ تراشے جائیں مگر جو ٹوٹا ہُوا ہے، نہ ہی بال تراشے جائیں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فی الغسل من الجنائز مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۵۸

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز غنیہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۰

عن القنیة، التزیین بعد موتها والامتشاط وقطع الشعر لایجوز[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	نہ ختنہ کیا جائے۔ ردالمحتار میں نہر سے، اس میں قنیہ سے منقول ہے: اس کے مرنے کے بعد زینت کرنا، کنگھا کرنا بال کاٹنا ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت مر جائے تو شوہر کو اسے غسل دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

ناجائز ہے،

فی تنویر الابصار، یمنع زوجها من غسلها[2] اھ	تنویرالابصار میں ہے: خاوند کو بیوی کے غسل سے منع کیا جائے گا اھ (ت)

اور وہ جو منقول ہُوا کہ سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ، نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کو غسل دیا،

اوّلاً اسکی ایسی صحت ولیاقت حجّیت محلِ نظر ہے۔

ثانیاً دوسری روایت یوں ہے کہ اُس جناب کو حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ تعالٰی عنہا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دائی نے غسل دیا۔

ثالثاً بمعنی امر، شائع،

یقال قتل الامیر فلانا" وقاتل الملك القوم الفلانی" اذن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم "ای امر بالتاذین۔	کہا جاتا ہے "امیر نے فلاں کو قتل کیا--" بادشاہ نے فلاں قوم سے جنگ کی "--حدیث میں آیا: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اذان دی" یعنی اذان کا حکم دیا۔ (ت)

رابعاً اضافت فعل بسوئے مسبّب غیر مستنکر اور حدیثِ علی ان وجوہ پر محمول کرنے سے تعارض مرتفع یعنی ام ایمن نے اپنے ہاتھوں سے نہلایا اور سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ، نے حکم دیا یا اسبابِ غسل کو مہیّا فرمایا۔

---

[1] ردالمحتار غنیہ باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۵

[2] تنویر الابصار متن الدر المختار غنیہ باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

خامساً مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے لئے خصوصیت تھی اوروں کا قیاس اُن پر روا نہیں۔ ہمارے علماء جو غسلِ زوجہ سے منع فرماتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ موت بسبب انعدام محل، ملک نکاح ختم ہو جاتی ہے، تو شوہر اجنبی ہو گیا،

كما افاده ملك العلماء فی البدائع والمحقق حيث الطلق فی الفتح وغيرهما فی غيرهما۔	جیساکہ ملک العلماء نے بدائع میں، محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور دوسرے حضرات نے دوسری کتابوں میں افادہ فرمایا۔(ت)

مگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رشتہ ابدالآباد تک باقی ہے کبھی منقطع نہ ہوگا۔

فقد خرج الحاكم وصححه والبيهقی عن امن عمر والطبرانی فی الكبير عنه وعن ابن عباس وعن المسود رضی الله تعالٰی عنهم عن النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم انه قال كل سبب ونسب ومنقطع يوم القٰی مة الاسببی ونسبی[1] واخرج البيهقی والدار قطنی بسند، قال ابن حجر المكی رجاله من اكابر اهل البيت فی حديث طويل فيه عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه انه سمع النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم يقول كل صهرا وسبب اونسب ينقطع يوم القيٰمة الاصهری وسببی ونسبی[2] وقد روی نحوه من حديث عبدالله بن زبير رضی الله تعالٰی عنها قال ابن حجر قال الذهبی واسناده صالح[3] اه ونقل	حاکم بافادہ تصحیح اور بیہقی حضرت ابن عمر سے راوی ہیں--اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت مِسوَر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے وُہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی ہیں۔ سرکار نے فرمایا: ہر رشتہ اور ہر نسب قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا مگر میرا رشتہ اور نسب باقی رہے گا۔ بیہقی اور دارقطنی ایک طویل حدیث-- جس کی سند سے متعلق امام ابن حجر مکی نے فرمایا کہ اس کے رجال، اکابرِ اہل بیت سے ہیں--حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہر رشتہ نکاح یا قرابت یا نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتۂ نکاح وقرابت ونسب باقی رہے گا اسی کے ہم معنی حضرت عبداللہ بن زبیر

1 المستدرک علی الصحیحین کل نسب وسبب ینقطع الخ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۴۲
2 در منثور تحت فلاانساب بینھم مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۵/ ۱۵
3 در منثور تحت فلاانساب بینھم مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۵/ ۱۵

المنادی من الذھبی انہ قال غیر منقطع قلت ان ثبت عندنا الصحۃ وقد قال ابن حجر انہ صح عن عمر کیف وقد تعدد طرقہ وجاء عن جماعۃ من الاصحاب رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے--ابن حجر لکھتے ہیں کہ ذہبی نے کہا: اس کی سند صالح ہے اھ اور مناوی ناقل ہے کہ ذھبی نے کہا: اس کی سند غیر منقطع ہے۔ میں کہتا ہوں اگر ہمارے نزدیک صحت ثابت ہو۔ ابن حجر نے حضرت عمر سے مروی حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ اقل صحت کیوں نہیں جبکہ اس کے طریق متعدد ہیں اور ایک جماعتِ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہے (ت)

اسی لئے منقول ہوا کہ سیّدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس امر پر اعتراض کیا، حضرت مرتضٰی نے جواب میں ارشاد فرمایا:

اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان فاطمۃ زوجتك فی الدنیا والاٰخرۃ[1]۔	کیا تمہیں خبر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ تیری بی بی ہے دنیا وآخرت میں۔

تو دیکھو اس خصوصیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ رشتہ منقطع نہیں۔ یہ جواب نہ فرمایا کہ شوہر کو اپنی عورت کو نہلانا روا ہے۔ اس سے اور بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک صورتِ مذکورہ میں مذہب عدم جواز تھا۔ جب تو حضرت ابنِ مسعود نے انکار فرمایا اور حضرت مرتضٰی نے اسے تسلیم فرما کر اپنی خصوصیات سے جواب دیا۔

وھذا خلاصۃ مافی الدر المختار وردالمحتار عن شرح المجمع مع زیادات النفائس۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	یہ اس کا خلاصہ ہے جو دُرِ مختار اور ردالمحتار میں شرح مجمع الانہر سے منقول ہے مزید برآں کچھ نفیس افادات بھی ہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۷: از شہر کہنہ بریلی ۲۲ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالتِ زندگی میں خاوند اپنی بی بی کا ولی ہوتا ہے مانند ماں باپ کے یا نہیں؟ جو ہوتا ہے تو بعد موت کے ولایت قائم رہتی ہے یا نہیں؟ اگر رہتی ہے تو ہاتھ لگانا، منہ دیکھنا، اجازت نماز کی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور نکاح رہتا ہے یا نہیں؟ اور ایک صاحب فرماتے ہیں کہ بعد وفاتِ فاطمہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا، اگر یہ بات حق

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۶

ہے تو ہم لوگ بھی اپنی عورتوں کو غسل دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**۔

الجواب:

شوہر ولی نہیں، نہ حیات میں نہ بعد موت۔ نہ موتِ زوجہ سے نکاح قائم رہے۔ اور یہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا، اور بالفرض ہو بھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاقے موت سے قطع نہیں ہوتے اور سب کے علاقے قطع ہوجاتے ہیں، یہ مضمون خود حدیث میں وارد ہے تو اوروں کو اُن پر قیاس جائز نہیں، مرد اپنی عورت کو غسل نہیں دے سکتا۔ **کما فی الدر وعامۃ الاسفار** (جیسا کہ دُرمختار اور عامہ کتب میں ہے۔ت) **واللہ تعالیٰ اعلم**

مسئلہ نمبر ۸: مرسلہ محمد اکرم حسین از ہردوئی بوساطت مولٰنا حامد حسین صاحب مدرس اوّل مدرسہ اہلسنت ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نے رو بَرو یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر کسی شخص کی عورت یا عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے تو شوہر عورت کو اور عورت شوہر کو غسل نہیں دے سکتی ہیں، غسل کیا معنی بلکہ چھو نہیں سکتے ہیں خواہ غسل دینے والے موجود ہوں یا نہ ہوں، کیونکہ نکاح دنیا تک ہے جب دو[۲] میں سے کسی کا انتقال ہوگیا نکاح فسخ ہوگیا۔ جب نکاح فسخ ہوگیا تو عورت مرد کو اور مرد عورت کو نہیں چھو سکتا ہے اُس پر چھونا حرام ہوگیا، آیا ایسا ہوسکتا ہے؟ مکلّف ہوں کہ بہت جلد جواب سے سرفراز فرمایا جاؤں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ مسئلہ مرد کے بارہ میں صحیح ہے کہ وُہ بعد وفاتِ زن اُسے غسل نہیں دے سکتا، نہ اُس کے بدن کو ہاتھ لگا سکتا ہے کہ موت سے عورت اصلاً محلِ نکاح نہ رہی۔ چھُونے کا جواز صرف بربنائے نکاح تھا ورنہ زن وشوہر اصل میں اجنبی محض ہوتے ہیں، اب کہ نکاح زائل ہوگیا، چھونے کا جواز بھی جاتا رہا۔ اور عورت کے بارے میں بھی صحیح ہے اُس حالت میں کہ وقتِ غسل عورت زوجیتِ زوج میں نہ ہو۔ مثلاً مرد نے طلاق بائن دے دی تھی یا بعدِ وفات شوہر عدت گزر گئی، مثلاً عورت حاملہ تھی شوہر کے انتقال ہوتے ہی بچہّ پیدا ہوگیا کہ اب عدّت نہ رہی اور زوجیت سے یکسر نکل گئی، اسی طرح عورت معاذاللہ بعد وفات شوہر مرتدہ ہوگئی، پھر اسلام لے آئی یا پسرِ شوہر کو شہوت کے ساتھ چھولیا کہ ان سب صورتوں میں نکاح زائل ہوگیا، بخلاف اس کے کہ شوہر مرگیا اور عورت عدّتِ وفات میں ہے، یا شوہر نے طلاق رجعی دی تھی اور ہنوز عدت باقی تھی کہ اس کا انتقال ہوا، ان صورتوں میں عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے کہ

ہنوز حکمِ زوجیّت باقی ہے۔

فی الدرالمختار یمنع زوجھا من غسلھا ومسھا لامن النظر الیھا علی الاصح وھی لاتمنع من ذلك ولو ذمیة بشرط بقاء الزوجیة والمعتبر فی الزوجیة صلاحیتھا لغسله حالة الغسل لاحالة الموت فتمنع من غسله لوبانت قبل موته او ارتدت بعده ثم اسلمت اومست ابنه بشھوت لزوال النکاح وجازلھا غسله لو اسلم زوج المجوسیة فمات فاسلمت بعده فحل مسھا حینئذٍ اعتبارا بحالت الحیٰوۃ[1] اھ مختصراً۔	درمختار میں ہے شوہر کے لئے عورت کو غسل دینا اور چھُونا منع ہے، دیکھنا منع نہیں۔ یہی اصح ہے، اور عورت کے لئے یہ سب ممنوع نہیں اگرچہ ذمّیہ ہو بشرطیکہ زوجیت باقی ہو۔ اور اعتبار اس کا ہے غسل دینے کے وقت اس قابل ہو، مرنے کے وقت کا اعتبار نہیں۔ تو اسے شوہر کو غسل دینا منع ہوگا اگر اس کے مرنے سے پہلے بائن ہو گئی یا مرنے کے بعد مرتد ہو گئی پھر اسلام لائی یا اس کے بیٹے کو شہوت سے چُھودیا کیونکہ ان صورتوں میں نکاح باقی نہ رہا۔ اور اگر مجوسیہ کا شوہر مسلمان ہو کر مر گیا اس کے بعد عورت مسلمان ہوئی تو شوہر کو غسل دینا جائز ہے اس وقت اس کو چھونے کا جواز حالتِ حیات کا اعتبار کرکے ہے اھ مختصراً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

طلقھا رجعیاثم مات فی عدتھافانھاتغسله لانه لایزل ملك النکاح بدائع[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم	عورت کو طلاق رجعی دی پھر عدت میں انتقال کرگیا تو عورت اُسے غسل دے سکتی ہے اس لئے کہ اس سے ملک نکاح ختم نہیں ہوتی، بدائع (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۹: از سرونج مسئولہ عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

مدرسہ دیوبند سے ایک رسالہ مشہور کیا گیا ہے جس میں یہ مسئلہ تحریر ہے مرد حالتِ جنابت میں یا عورت حیض کی حالت میں مر جائے تو اس کے حلق سے کوئی کپڑا اتر کرکے تین مرتبہ حلق صاف کیا جائے اور ناک

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

[2] ردالمحتار غنیہ باب الصلوۃ الجنازہ ادارۃ الطباعۃ المریۃ مصر ۱/۵۷۶

میں اُس کی پانی ڈالا جائے۔ آیا یہ مسئلہ درست ہے یا نادرست؟

الجواب:

یہ مسئلہ غلط و خلافِ متون و شروح و فتاوٰی و عامہ کتب مذہب ہے۔ ناک میں پانی ڈالنا تو اس رسالہ والے کی اپنی گھڑت ہے، اور ترکیپڑا اسے بھی صاف کرنا مذہب کے خلاف ہے۔ کنزالد قائق میں ہے: **وضی بلا مضمضة واستنشاق**[1] (میّت کو بے کلی کرائے اور ناک میں پانی ڈالے، وضو کرائے۔ت) تبیین الحائق میں ہے:

لانه لایمکن اخراج الماء منه فیترکان ویخاف الجنب فیهماوفی غسل الید فان الجنب یبداء بغسل یدیه والمیت یبداء بغسل وجهه[2]۔	اس سے پانی باہر نہیں جاسکتا اس لئے یہ دونوں ترک کردئے جائیں گے۔ غسلِ میت اور غسل جنب میں ایک فرق مضمضہ واستنشاق کا ہے دوسرے ہاتھ دھونے میں، کیونکہ جنب پہلے اپنے ہاتھ دھوئے گا اور میت کا پہلے چہرہ دھویا جائے گا۔ (ت)

شرح الکنز للعلامۃ احمد الشلبی پھر فتح اللہ المعین للسیّد ابی السعود الازہری پھر طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

فما ذکره الخلخالی ای فی شرح القدوری من ان الجنب یمضمض ویستنشق غریب مخالف لعامة الکتب[3]۔	خلخالی نے شرح قدوری میں جو ذکر کیا ہے کہ جنابت والے مُردے کو کلی کرائی جائے گی اور ناک میں پانی ڈالا جائے گا، یہ غریب اور عامہ کتب کے برخلاف ہے۔ (ت)

دیوبند کے رسالہ میں بہت کثرت سے مسائل غلط ہیں، اُس پر عمل جائز نہیں بلکہ اُسے دیکھنا اُسے گھر میں رکھنا مسلمانوں کو نہ چاہئے، بلکہ دیوبندیوں کی نسبت تمام علمائے کرام کہ معظّمہ ومدینہ منورہ فتوی تکفیر دے چکے ہیں اور یہ کہ **من شاك فی کفره وعذابه فقد کفر**[4] جو اُن کے عقائد پر مطلع ہو کر اُن کے عذاب و

---

[1] کنزالد قائق باب الجنائز مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۲

[2] تبیین الحقائق باب الجنائز مطبوعہ مطبعۃ کبرٰی مصریۃ مصرغنیہ ۱/۲۳۶

[3] فتح المعین بحوالہ الشبلی باب الجنائز مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۴، حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۶۶

[4] درمختار باب المرتد غنیہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۵

کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی ۔واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر۱۰: موضع سرنیا ضلع بریلی مرسلہ شیخ امیر علی قادری ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) کوئی سنّی اگر ناپاکی کی حالت میں فوت ہوجائے اُسے ایک غسل دیا جائے گا یا دو؟ اور ساری ناک میں پانی اور غرارہ کیونکر کیا جائے گا

(۲) بعد نہلانے کے میّت کے پانی یا دوا یا پاخانہ مُنہ یا پاخانہ کی جگہ سے نکلے تو غسل دوبارہ دیا جائے گا یا جگہ پاک کی جائے گی؟

(۳) میّت نہلاتے وقت کس طرح سر پیر ہونا بہتر ہے؟

الجواب:

(۱) غسل ایک دیا جائے گا، اور میّت کے ناک اور منہ میں پانی نہیں ڈالتے۔

(۲) غسل دوبارہ دینے کی مطلّقاً کسی حال میں حاجت نہیں۔ اگر نجاست برآمد ہو دھودی جائے۔

(۳) جدھر ہو اس کے لئے شرع نے کوئی خاص صورت معین نہیں کی۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر۱۱: از شہر علی گڑھ، محلّہ مدار دروازہ، مسئولہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاوّل ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھڑے بدھنے میّت کو غسل دینے کے بعد پھوڑ ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

گناہ ہے کہ بلاوجہ تضییع مال ہے کہ اگر وہ ناپاک بھی ہوجائیں تاہم پاک کرلینا ممکن۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **ان اللہ کرہ لکم ثلثا** اللہ تعالٰی تین باتیں تمہارے لئے ناپسند رکھتا ہے **قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال** فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت[1] ۔**رواہ الشیخان وغیرھما۔**

اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان سے مُردے کو نہلایا ہے تو ان میں نحوست آگئی تو یہ خیال اوہامِ کفارِ ہند سے بہت ملتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۰

مسئلہ نمبر ۱۲: از موضع سیسونہ ڈاکخانہ شیش گڑھ ضلع بریلی مرسلہ عنایت اللہ خاں ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

اکثر دیہات میں میّت نہلانے کے واسطے جو گھڑا باندھنا صَرف میں لایا جاتا ہے اس کو قبر کے اوپر سرہانے یا پائنتی رکھ آتے ہیں، اور بعض جگہ غسلِ میّت وہ گھڑا بدھنا مسجد میں رکھ آتے ہیں اس خیال سے کہ نمازیوں کے وضو وغیرہ کے صرف میں آئے تو اچھا ہے، امید ہے کہ اس کا جواب جو بہتر اور موافقِ شرع ہو اس سے مطلع کیا جائے۔

الجواب:

قبر کی پائنتی سرہانے رکھ آنے کے کوئی معنی نہیں، اور مسجد میں دینا ثواب ہے جبکہ ان پر ناپاک پانی کی کوئی چھینٹ نہ پڑی ہو، ورنہ پاک کرکے دئے جائیں، اور اپنے استعمال میں رکھے جب بھی جائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۱۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو کفن کے (کتنے) پارچے کا دینا چاہئے اور عورت کو کے (کتنے) پارچے کا چاہئے؟ اور میّت نابالغ کو کتنا کفن دینا لازم ہے؟۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

سنّت مرد کے لئے تین کپڑے ہیں ایک تہ بند کہ سر سے پاؤں تک ہو، اور کفن گردن کی جڑ سے پاؤں تک، اور چادر کہ اُس کے قد سے سر اور پاؤں دونوں طرف اتنی زیادہ ہو جسے لپیٹ کر باندھ سکیں۔ پہلے چادر بچھائیں اُس پر تہبند، پھر میّت مغسول کا بدن ایک کپڑے سے صاف کریں پھر اس پر رکھ کر کفنی پہنا کر تہبند لپیٹیں، پہلے بائیں پھر دہنی طرف لپیٹیں تاکہ دہنا حصہ بائیں کے اوپر رہے۔ پھر اسی طرح چادر لپیٹ کر اوپر نیچے دونوں جانب باندھ دیں۔

اور عورت کے لئے پانچ کپڑے سنّت ہیں، تین یہی، مگر مرد وعورت کے لئے کفنی اتنا فرق ہے کہ مرد کی قمیص عرض میں مونڈھوں کی طرف چیرنا چاہئے اور عورت کا طول میں سینے کی جانب۔ چوتھے اوڑھنی جس کا طول ڈیڑھ گز یعنی تین ہاتھ ہو۔ پانچواں سینہ بند کہ پستان سے ناف بلکہ افضل یہ ہے کہ رانوں تک ہو۔ پہلے چادر اور اس پر تہ بند بدستور بچھا کر کفنی پہنا کر تہ بند پر لٹائیں اور اس کے بال دو حصّے کرکے بالائے سینہ کفنی کے اوپر لاکر رکھیں اُس کے اوپر اوڑھنی سر سے اُڑھا کر بغیر منہ لپٹے ڈال دیں، پھر تہ بند اور اس پر چادر بدستور لپیٹیں اور چادر اُسی طرح دونوں سمت باندھ دیں، ان سب کے اوپر سینہ بند

بالائے پستان سے ناف یا ران تک باندھیں، یہ کفن سنّت ہے، اور کافی اس قدر ہے کہ مرد کے لئے دو ۲ کپڑے ہوں تہبند اور چادر۔ اور عورت کے لئے تین، کفنی و چادر اور تیسرے اوڑھنی، اسے کفن کفایت کہتے ہیں۔ اگر میت کا مال زائد اور وارث کم ہوں تو کفن سنّت افضل ہے، اور عکس ہو تو کفن کفایت اولٰی اور اس سے کمی بحالتِ اختیار جائز نہیں۔ ہاں وقتِ ضرورت جو میسر آئے صرف ایک ہی کپڑا کہ سر سے پاؤں تک ہو، مرد و عورت دونوں کے لئے بس ہے۔ جاہل محتاج جب اُن کا مورث محتاج مرتا ہے لوگوں سے پورے کفن کا سوال کرتے ہیں، یہ حماقت ہے، ضرورت سے زیادہ سوال حرام اور ضرورت کے وقت کفن میں ایک کپڑا کافی، بس اسی قدر مانگیں اس سے زائد مانگنا جائز نہیں۔ ہاں ان کو بے مانگے جو مسلمان بہ نیّتِ ثواب پُورا کفن محتاج کے لئے دے گا اللہ عزوجل سے پُورا ثواب پائے گا۔ نابالغ اگر حدِ شہوت کو پہنچ گیا ہے جب اس کا کفن جوان مرد و عورت کی مثل ہے، اور یہ حکم یعنی حدِ شہوت کو پہنچنا پسر میں بارہ ۱۲ اور دختر میں نو ۹ برس کی عمر کے بعد نہیں رکتا، اور ممکن کہ کبھی اس سے پہلے بھی حاصل ہو جائے جبکہ جسم نہایت قوی اور مزاج گرم اور حرارت جوش پر ہو۔ لڑکوں میں یہ اُس کا عورتوں کی طرف رغبت کرنے لگے اور لڑکیوں میں یہ کہ اُسے دیکھ کر مردوں کو اس کی طرف میل پیدا ہو۔ جو بچّے اس عمر و حالت کو نہ پہنچیں اُن میں بستر مرگ ایک اور دختر کو دو کپڑوں میں کفن دیں تو کوئی حرج نہیں، اور پسر کو دو ۲، دختر کو تین ۳ دیں تو اچھا ہے۔ اور دونوں کو پورا کفن مرد و عورت کا دیں تو سب سے بہتر اور جو بچّہ مردہ پیدا ہو یا کچّا گر گیا اُسے بہر طور ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہئے کفن نہ دیں۔ درمختار میں ہے:

یسن فی الکفن له ازار وقمیص ولفافة، ولها درع ای قمیص وازار وخمار ولفافة وخرقة تربط بها ثدیاها وبطنها وکفایة له ازار ولفافة فی الاصح ولها ثوبان وخمار ویکره اقل من ذلك وکفن الضرورة لهما مایوجد واقله مایعم البدن، تبسط اللفافة اولا ثم یبسط الازار علیها ویقمص ویوضع علی الازار ویلف یساره ثم یمینه ثم اللفافة کذلك لیکون الایمن علی الایسر وهی تلبس الدرع ویجعل شعرها	کفن میں مرد کے لئے ازار (تہبند) قمیص اور لفافہ (چادر) مسنون ہے، اور عورت کے لئے درع یعنی قمیص، تہبند، خِمار (اوڑھنی)، چادر اور ایک کپڑا جو پستان اور شکم پر باندھا جائے-- اور کفن کفایت مرد کے اصح قول پر تہبد اور چادر -- عورت کے لئے دو کپڑے اور اوڑھنی-- کفنِ کفایت سے کم دینا مکرہ ہے۔ اور کفنِ ضرورت مرد و عورت دونوں کے لئے وُہ ہے جو مل جائے۔ کم سے کم اتنا کہ پُورے بدن کو چُھپالے پہلے چادر بچھائی جائے پھر اس پر تہبند بچھایا جائے اور قمیص پہنائی جائے اور تہبند پر

صغیرتین علی صدرھا فوقه الدرع والخمار فوق الشعر ثم یفعل کما مرویعقد الکفن ان خیف انتشارہ والمراھق کالبالغ ومن لم یراھق ان کفن فی واحد جاز، والسقط یلف ولایکفن[1] اھ ملخصا۔	رکھا جائے، پھر تہبند لپیٹا جائے پہلے بایاں پھر دایاں، پھر اسی طرح چادر لپیٹی جائے تاکہ دایاں بائیں کے اوپر رہے-- عورت کو قمیص پہنا کر اس کے بال دو حصہ کرکے سینے پر قمیص کے اوپر ڈال دیے جائیں اور اوڑھنی بال کے اوپر ہو، پھر ویسے ہی کیا جائے جیسے مرد کے بارے میں بیان ہوا--اور اگر کفن منتشر ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے تہبند باندھ دیا جائے--مراھق (جو بلوغ کے قریب ہو) کا حکم بالغ کی طرح ہے جو مراہق نہیں اسے اگر ایک کفن دیا جائے تو جائز ہے۔اور ناتمام بچّہ کس کپڑے میں لپیٹ دیا جائے، کفن نہ دیا جائے اھ بہ تلخیص (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله ازار ھو من القرن الی القدم والقمیص من اصل العنق الی القدمین، واللفافة تزید علی مافوق القرن والقدم لیلف فیه المیت وتربط من الاعلی الاسفل، امداد.قوله ای قمیص، اشارالی ترادفھما، کماقالو اوقدفرق بینھما بان شق الدرع الی الصدروالقمیص الی المنکب قھستانی، قوله وخماربکسر الخاء ماتغطی به المرأة رأسھا قال الشیخ اسمٰعیل مقدارحالت الموت ثلثة اذرع بذراع الکرباس یرسل علی وجھھاولایلف کذا فی الایضاح والعتابی، قوله وخرقة، الاولی ان	قولہ ازار--یہ سر سے پاؤں تک ہوگا--اور قمیص گردن کی جڑ سے قدم تک--اور چادر سروقدم سے اس قدر زائد ہو کہ میت کو پہنا کر اوپر اور نیچے سے باندھ دی جائے--امداد۔قولہ درع یعنی قمیص کا معنی ایک ہے جیسا کہ علماء نے فرمایا، بعض نے دونوں میں یہ فرق بتایا ہے کہ درع کا چاک سینہ کی طرف ہوتا ہے اور قمیص کا شانہ کی طرف، قہستانی۔قولہ خِمار---خا پرزیر--جس سے عورت کا سر چھپایا جائے۔ شیخ اسمٰعیل نے فرمایا: میّت کے لئے اس کی مقدار کرباس کے گز سے تین ہاتھ ہے۔اسے چہرے پر ڈالا جائے گا، لپیٹا نہ جائے گا۔ایسا ہی ایضاح اور عتابی میں ہے۔قولہ وخرقہ (اور ایک کپڑا) بہتر ی ہے کہ

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۱

تکون من الثديين الی الفخذين نهرعن الخانية قوله وكفاية هوادنى مايكفيه بلاكراهة فهودون كفن السنة، قال فی البحر قالوا اذكان بالمال قلة والورثة كثرة فكفن الكفاية اولٰی، وعلى القلب كفن السنة اولٰی، قوله ولها ثوبان لم يعينهما كالهداية وفسرهما فی الفتح بالقميص واللفافة وعينهما فی الكنز بالازار واللفافة قال فی البحرالظاہرعلامه التعين بل اماقميص وازار وازار ان والثانی اولٰی لان فيه زيادة فی سترالراس والعنق، قوله ويكره ای عندالاختيار، قوله ويقمص ای يلبس القميص بعد تنشيفه بخرفة، قوله ثم يفعل كمامرای بان توضع بعد الباس الدرع والخمار علی الازار ويلف يساره الخ قال فی الفتح ولم يذكر الخرفة وفی شرح الكنز فوق الاكفان كيلا تنتشر وعرضها مابين شدی المرأة الی السرة وقيل مابين الثدی الی الركبة كيلا ينتشرالكفن عن الفخذين وقت المشی، وفی التحفة تربط الخرقة فوق الاكفان عندالصدرفوق الثديين اھ قوله والمراهق كالبالغ الذكر كالذكر

سینہ بند پستانوں سے رانوں تک ہو نہر از خانیہ قولہ کفنِ کفایت--یہ کم سے کم اس قدر ہے جو بلا کراہت کافی ہو تو اس کا درجہ کفنِ سنّت سے کم ہے۔ اور بحر میں ہے کہ علماء نے فرمایا جب مال کم ہو اور ورثہ زیادہ ہوں تو کفنِ کفایت بہتر ہے اور برعکس ہو تو کفنِ سنّت بہتر ہے۔ قولہ عورت کے لئے دو۲ کپڑے--دو کون؟ اس کی تعیین نہ فرمائی جیسے ہدایہ میں تعیین نہیں۔ فتح القدیر کے اندر اس کی تفسیر میں قمیص اور چادر کو بیان کیا--اور کنز الد قائق میں تہبند اور چادر معیین کیا--بحر میں کہا ظاہر عدمِ تعین ہے بلکہ قمیص اور تہبند ہو یا دو تہبند--اور ثانی بہتر ہے اس لئے کہ اس میں سر اور گردن چھپانے کے بقدر زیادہ ہوتا ہے۔ قولہ کفن کفایت سے کم مکروہ ہے--یعنی جب مجبوری نہ ہو۔ قولہ قمیص پہنائی جائے یعنی میّت کا بدن کسی کپڑے سے خشک کر لینے کے بعد قمیص پہنائی جائے۔ قولہ پھر ویسے ہی کیا جائے--یعنی یہ کہ قمیص اور اوڑھنی پہنانے کے بعد ازار پر رکھا جائے اور پہلے بایاں لپیٹا جائے الخ--فتح القدیر میں ہے خرقہ کی جگہ نہ بتائی۔ شرح کنز میں ہے کہ سینہ بند کفن کے اوپر ہوتا کہ کفن منتشر نہ ہو۔ اس کی چوڑائی پستان سے ناف تک اور کہا گیا کہ گھٹنے تک ہوگی تاکہ چلتے وقت رانوں سے کفن منتشر نہ ہو۔ تحفہ میں ہے: سینہ بند کفن کے اوپر سینہ کے پاس پستان کے اوپر باندھا جائے۔ قولہ مراہق بالغوں کی طرح ہے--مذکر، مذکر کی طرح اور مونث،

والانثٰی کالانثٰی، قوله ومن لم یراهق الخ هذا لوذکرا قال الزیلعی وادنی مایکفن به الصبی الصغیر ثوب واحد والصبیة ثابان اه وقال فی البدائع وان کان صبیا لم یراهق فان کفن فی خرقتین ازار و رداء فحسن، وان کفن فی ازار واحد جاز، واما الصغیرة فلاباس ان تکفن فی ثوبین اه اقول فی قوله فحسن اشارة الی انه لوکفن بکفن البالغ یکون احسن، لما فی الحلیة عن الخانیة والخلاصة، الطفل الذی لم یبلغ حد الشهواة، الاحسن ان یکفن فیما یکفن فیه البالغ اه وفیه اشارة الی ان المراد بمن لم یراهق من لم یبلغ حد الشهوة، قوله والسقط یلف وکذا من ولد میتا بدائع [1] اه ملتقطا۔	مونث کی طرح۔قولہ جو مراہق نہیں بالخ--یہ حکم مذکر کا ہے۔زیلعی نے فرمایا: چھوٹے بچّہ کو کم سے کم ایک اور بچّی کو دو کپڑے دیئے جائیں گے اھ۔ بدائع میں ہے اگر ایسا بچّہ ہے جو قریب البلوغ نہیں اسے اگر دو کپڑے-- تہبند اور چادر--میں کفن دیا تو اچھا ہے اور اگر ایک تہبند میں کفن دیں تو جائز ہے مگر کمسن لڑکی کو دو کپڑے دیئے جائیں تو حرج نہیں اھ-- میں کہتا ہوں بچّہ کو دو کپڑے دینے کو "اچھا" کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر اسے بالغ کا پورا کفن دے دیا تو "زیادہ اچھا" ہے کیونکہ حلیہ میں خانیہ اور خلاصہ سے نقل ہے جو بچّہ حدِّ شہوت کو نہ پہنچا ہو اسے بالغوں کا کفن دینا بہتر ہے اھ اس عبارت میں یہ اشارہ ہے کہ غیر مراہق سے مراد وہ ہے جو حدِّ شہوت کو نہ پہنچا ہو۔ قولہ ناتمام بچہ۔۔۔۔۔۔یہی حکم اس کا بھی ہے جو مُردہ پیدا ہوا۔ بدائع، اھ (ت)

عالمگیری میں ہے:

اما المراة فتبسط لها اللفافة والازار علی نحو ما بینا للرجل ثم توضع علی الازار و تلبس الدرع ویجعل شعرها ضفیرتین علی صدرها فوق الدرع ثم یجعل الخمار فوق ذلك ثم یعطف الازار واللفافة کمابینا فی الرجل ثم الخرقة بعد ذلك تربط فوق الاکفان فوق الثدیین۔	عورت کے لئے چادر اور تہبند کو اسی طرح بچھایا جائے جیسے تم نے مرد کے لئے بتایا پھر ازار پر اسے رکھ کر قمیص پہنائی جائے اور بالوں کے دو جوڑے کرکے سینے پر لاکر قمیص کے اوپر ڈال دئے جائیں، پھر اس کے اوپر اوڑھنی پہنائی جائے، پھر ازار اور چادر کو اسی طرح لپیٹا جائے جیسے مرد کے بارے میں ہم نے بتایا۔ پھر اس کے بعد کفنوں کے بعد پستانوں پر سینہ بند باندھا جائے۔

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۸ تا ۵۸۰

كذا فی المحیط[1] اھ قال العبد الضعیف غفراللہ تعالٰی لہ وھذا كماترٰی نص صریح لایقبل التاویل فی ان الخرقۃتربط فوق الاكفان جمیعا حتی اللفافۃ وھو الذی قدمنا عن الشامی عن الفتح عن التبیین والتحفۃ فعلیہ فلیكن التعویل وان استظھرفی الجوھرۃ كونھا تحت اللفافۃ قائلا،ان قولھم فوق الاكفان یحتمل ذلك وھومنازع فی ھذاالاحتمال كمالایخفی فان الاكفان تشتمل اللفافۃ قطعا واین المخصص واین وجہ لظھور ذلك اماما فی الاختیار ثم تربط الخرقۃ فوق القمیص[2] اھ فاقول لیس نصا فی كونھا تحت الاكفان ماخلا القمیص فان ما فوقھن جمیعا یصدق علیہ انہ فوق القمیص فلا یعارض ان النص الصریح الذی قدمنا مع انہ ھوصرح بہ فی اكثر الكتب فلذا عولنا علیہ وباللہ التوفیق۔واللہ تعالٰی اعلم

اسی طرح محیط میں ہے اھ۔ بندہ ضعیف --خدائے برتر اس کی مغفرت فرمائے-- کہتا ہے: یہ عبارت اس بارے میں صریح ناقابل تاویل نص ہے کہ سینہ بند سارے کفن یہاں تک کہ چادر کے بھی اوپر ہوگا--یہی حکم ہم نے شامی از فتح از تبیین وتحفہ سے پہلے نقل کیا تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے۔ اگرچہ جوہرہ میں کہا جبکہ ظاہر یہ ہے کہ سینہ بند چادر کے نیچے ہو، اس کی وجہ یہ بتائی کہ علماء کا اسے کفنوں کے اوپر کہنا اسی معنی کا احتمال رکھتا ہے۔ مگر صاحبِ جوہرہ سے اس کا احتمال کے بارے میں اختلاف کیا جائے گا، جیسا کہ ظاہر ہے--اس لئے کہ "کفنوں" کا لفظ چادر کو بھی قطعاً شامل ہے کوئی دلیل تخصیص موجود نہیں، اور اس کے "ظاہر" ہونے کی بھی کوئی وجہ نہیں-- رہی اختیار کی یہ عبارت، پھر سینہ بند کو قمیص کے اوپر باندھا جائے گا اھ تو میں کہتا ہوں یہ اس بارے میں صریح نہیں کہ سینہ بند قمیص کے علاوہ سارے کفنوں کے نیچے ہوگا اس لئے کہ جو سارے کفنوں کے اوپر ہو اس کے حق بھی یہ کہنا صادق ہے کہ وہ قمیص کے اوپر ہے۔ اسی طرح یہ عبارت ہمارے پیش کردہ نص صریح کے معارض نہیں مزید یہ کہ جو ہم نے نقل کیا اس کی تصریح اکثر کتابوں میں موجود ہے اسی لئے ہم نے اس پر اعتماد کیا۔ اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے(ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی التکفین مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۱

[2] الاختیار لتعلیل المختار فصل فی تکفین المیت مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۳

مسئلہ نمبر ۱۴: از ملک مالوا شہر اندور چھینپہ باکھل مرسلہ اسمٰعیل قادری احمد آباد والا

یہاں میت ہوگئی تھی اُس کے کفنانے کے بعد پھولوں کی چادر ڈالی گئی، اس کو ایک پیش امام افغانی نے اتار ڈالا اور کہا یہ بدعت ہے ہم نہ ڈالنے دیں گے۔ دوسرے جو غلاف کا پارچہ سیاہ کعبہ شریف سے لاتے ہیں وہ ٹکڑا ڈالا ہُوا تھا اسے ہٹادیا اور کہا یہ روافض کا رواج ہے ہم نہ ڈالیں گے اسے الگ ہٹاکے اس نے نماز جنازہ پڑھائی۔

الجواب:

پھولوں کی چادر بالائے کفن ڈالنے میں شرعاً اصلاً کوئی حرج نہیں بلکہ نیتِ حسن سے حسن ہے جیسے قبور پر پھول ڈالنا کہ وہ جب تک تر ہیں تسبیح کرتے ہیں اس سے میّت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اترتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن[1]۔	قبروں پر گلاب اور پھولوں کا رکھنا اچھا ہے۔(ت)

فتاوٰی امام قاضی خان وامداد الفتاح شرح المصنف لمراقی الفلاح وردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے:

انہ مادام رطبایسبح فیؤنس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ[2]۔	پھول جب تک تر رہے تسبیح کرتا رہتا ہے جس سے میت کواُنس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔(ت)

یونہی تبرک کے لئے غلافِ کعبہ معظّمہ کا قلیل ٹکڑا سینے یا چہرے پر رکھنا بلاشبہہ جائز ہے اور اسے رواج روافض بتانا محض جھوٹ ہے۔ اسد الغابہ وغیرہا میں ہے:

لما حضرہ الموت اوصی ان یکفن فی قمیص کان علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام کساہ ایاہ، وان جعل ممایلی جسدہ، وکان عندہ قلامۃ اظفارہ علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام فاوصی ان تسحق وتجعل فی عینیہ وفمہ، وقال افعلوا ذلك وخلو بینی	جب حضرت امیر معاویہ کا آخری وقت آیا وصیت فرمائی کہ اُنہیں اُس قمیص میں کفن دیا جائے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں عطافرمائی تھی، اور یہ ان کے جسم سے متصل رکھی جائے، ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ناخن پاک کے کچھ تراشے بھی تھے ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

[2] ردالمحتار مطلب فی وضع الجرید ونحوالآس علی القبور مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر

بینی وبین ارحم الراحمین[1]۔	باریک کرکے ان کی آنکھوں اور دہن پر رکھ دئے جائیں ۔ فرمایا یہ کام انجام دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کردینا(ت)۔

ان باتوں کو بدعت ممنوعہ ٹھہرانا اگر محض بربنائے جہل ہو تو جہالت ہی ہے اور اگر بربنائے وہابیت یعنی غیر مقلدی یا دیوبندیت ہو تو وُہ نماز کہ اس نے پڑھائی باطل محض ہوئی، مسلمان بغیر نماز کے دفن کیا گیا، اور جو جو اُس امام کی حالت سے آگاہ تھے سب ترک فرض نماز جنازہ کے مرتکب و مستحق عذاب رہے، جبکہ خود وہابی یا وہابیہ کو صالح امام جاننے والے نہ ہوں ، ورنہ بالاتفاق علمائے حرمین شریفین کا فتوی ہوچکا ہے کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو وہابیہ کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ باب المیم والعین مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض الشیخ ۴ /۳۸۷

رسالہ

الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن ۱۳۰۸ھ

(کفن پر لکھنے کے بارے میں عمدہ گفتگو)

مسئلہ نمبر ۱۵: ازمارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سیّد محمد ابراہیم ۹ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پارچہ کفن جو اماکنِ متبرکہ سے آئے اور اس پر آیاتِ کلام اللہ واحادیث وغیرہ لکھی ہوں وہ میّت کو پہنانا کیسا ہے اور شجرہ قبر میں رکھنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی سترنابذیل کرمہ فی حیاتنا وبعد الممات وفتح علینا فی التوسل بایاتہ وشعائرہ ابواب البرکات والسلام علی من تبرک بأثارہ الکریمۃ الاحیاء والاموات وحی ویحیی بامطار فیوضہ العظیمۃ کل موات وعلی اٰلہ وصحبہ واھلہ وحزبہ	سب خوبیاں اللہ کے لئے جس نے اپنے دامنِ کرم سے ہمیں ہماری زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی چھپایا، اور اپنی آیات وشعائر سے توسّل میں ہمارے اوپر برکتوں کے دروازے کھولے ــــ اور درود وسلام ہو ان پر جن کے آثار گرامی سے زندے اور مردے سبھی نے برکت حاصل کی اور جن کے عظیم فیوض کی بارشوں سے ہر بے جان کو زندگی ملی اور ملتی ہے اور (درود وسلام ہو) ان کی آل، اصحاب، اہل اور جماعت پر،

عدد کل ماض واٰت۔	ہر گزشتہ کی تعداد کے برابر۔(ت)

یہاں چار مقام ہیں:

اول: فقہ حنفی سے کفن پر لکھنے کا جزئیہ کہ بدرجہ اولٰی قبر میں شجرہ رکھنے کا جزئیہ ہوگا۔اور اُس کے مؤید احادیث وروایات۔

دوم: احادیث سے اس کا ثبوت کہ معظمات دینیہ میں کفن دیا گیا یا بدن میّت پر رکھی گئیں اور اسے مخلِ تعظیم نہ جانا۔

سوم: بعض متاخرین شافعیہ نے جو کفن پر لکھنے میں بے تعظیمی خیال اس کا جواب۔

چہارم: قبر میں شجرہ رکھنے کا بیان۔ وباللہ التوفیق

مقامِ اوّل: ہمارے علماءِ کرام نے فرمایا کہ میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کے لئے امیدِ مغفرت ہے۔

(۱) امام ابوالقاسم صفار شاگرد امام نصیر بن یحیٰی تلمیذ شیخ المذہب سیدنا امام ابویوسف ومحرر المذہب سید امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی نے اس کی تصریح وروایت کی۔

(۲) امام نصیر نے فعلِ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کی تائید وتقویت کی۔

(۳) امام محمد بزازی نے وجیز کردری **(۴)** علامہ مدقق علائی نے در مختار میں اُس پر اعتماد فرمایا۔

(۵) امام فقیہ ابن عجیل وغیرہ کا بھی یہی معمول رہا۔

(٦) بلکہ امام اجل طاؤس تابعی شاگرد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ انہوں نے اپنے کفن میں عہد نامہ لکھے جانے کی وصیّت فرمائی اور حسب وصیّت ان کے کفن میں لکھا گیا۔

(۷) بلکہ حضرت کثیر بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور صحابی ہیں خود اپنے کفن پر کلمہ شہادت لکھا۔

(۸) بلکہ امام ترمذی حکیم الٰہی سیّدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ خود حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من کتب ھذا الدعاء وجعله بین صدر المیت وکفنه فی رقعة لم ینله عذاب القبر ولا یری منکرا ونکیرا وھو ھذا لاالٰه الااللّٰه واللّٰه اکبر لاالٰه الااللّٰه	جو یہ دُعا کسی پرچہ پر لکھ کر میّت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے اُسے عذابِ قبر نہ ہو نہ منکر نکیر نظر آئیں، اور وہ دعا یہ ہے: لاالٰہ الااللہ واللہ اکبر لاالٰہ الااللہ وحدہ،

وحدہ، لاشریك لہ لاالٰہ الااللہ لہ الملك ولہ الحمد لاالٰہ الااللہ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم[1]۔	لاشریك لہ لاالٰہ الااللہ لہ الملك ولہ الحمد لاالٰہ الااللہ ولاحول ولاقوۃ الّاباللہ العلی العظیم۔

نیز ترمذی میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہر نماز میں سلام کے بعد یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّھَادَۃِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنِّیْ اَعْھَدُ اِلَیْكَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَیَاۃ الدنیا بانك انتَ اللہ الذی لآ اِلٰہَ اِلّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ فَلَاتَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ فَاِنَّكَ اِن تَکِلْنِی الٰی نَفسی تُقَرِّبنی مِنَ الشِّر وتُبَاعِدنی من الخیر وَاِنِّیْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ لِیْ عَھْدًا عِنْدَكَ تُؤَدِّیْہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَادِ[2]۔ فرشتہ اسے لکھ کر مُہر لگا کر قیامت کے لئے اُٹھا رکھے، جب اللہ تعالٰی اُس بندے کو قبر سے اُٹھائے، فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لائے اور ندا کی جائے عہد والے کہاں ہیں، انہیں وُہ عہد نامہ دیا جائے۔ امام نے اسے روایت کرکے فرمایا:

وعن طاؤس انہ امر بھذہ الکلمات فکتبت فی کفنہ[3]۔	امام طاؤس کی وصیّت سے عہد نامہ اُن کے کفن میں لکھا گیا۔

امام فقیہ ابن عجیل نے اسی دعائے عہد نامہ کی نسبت فرمایا:

اذا کتب ھذا الدعاء وجعل مع المیت فی قبرہ وقاہ اللہ فتنۃ القبر وعذابہ[4]۔	جب یہ لکھ کر میّت کے ساتھ قبر میں رکھ دیں تو اللہ تعالٰی اُسے سوالِ نکیرین وعذابِ قبر سے امان دے۔

(۹) یہی امام فرماتے ہیں:

من کتب ھذاالدعاء فی کفن المیت رفع	جو یہ دُعا میّت کے کفن میں لکھے اللہ تعالٰی قیامت تک

[1] فتاوٰی کبرٰی بحوالہ ترمذی باب الجنائز مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۶

[2] نوادرالاصول اصول الرابع والسبعون والمائۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۱۷

[3] الدرالمنثور غنیہ بحوالہ حکیم الترمذی تحت الامن اتخذ عندالرحمٰن عھدا منشورات مکتبہ آیۃ اللہ قم ایرانغنیہ ۲۸۶/۴

[4] فتاوٰی کبرٰی بحوالہ ابن عجیل باب الجنائز مطبوعہ رالکتب العلمیۃ بیروتغنیہ ۶/۲

الله عند العذاب الٰی یوم ینفخ فی الصور وھو ھذا :	اس سے عذاب اٹھالے اور وہ یہ ہے :

اللھم انی اسألك یاعالم السریا یاعظیم الخطر یاخالق البشر یاموقع الظفر یامعروف الاثر یا ذاالطول والمن یاکاشف الضر والمحن یااله الاولین و الاٰخرین فرج عنی ھمومی وا کشف عنی غمومی وصل اللھم علٰی سیدنا محمد وسلم [1] ۔

(۱۰) ابن حجر مکّی نے اپنے فتاوٰی میں ایک تسبیح کی نسبت جسے کہا جاتا ہے کہ اُس کا فضل اُس کی برکت مشہور و معروف ہیں، بعض علمائے دین سے نقل کیا کہ :

من کتبه وجعله بین صدر المیت وکفنه لاینال عذاب القبر ولاینالہ منکر ونکیر وله شرح عظیم وھو دعاء الانس، (وھو ھذا)	جو اسے لکھ کر میّت کے سینہ اور کفن کے بیچ میں رکھ دے اُسے عذابِ قبر نہ ہو، نہ منکر نکیر اُس تک پہنچیں اور اس دعا کی شرح بہت عظمت والی ہے اور وُہ چین وراحت کی دعا ہے۔ (وہ دعا یہ ہے :)

سبحٰن من ھو بالجلال موحد بالتوحید معروف وبالمعارف موصوف وبالصفة علٰی لسان کل قائل رب بالربوبیة للعالم قاھر وبالقھر للعالم جبار وبالجبروت علیم حلیم وبالحلم والعلم رؤف رحیم، سبحٰنه کما یقولون وسبحنه کما ھم یقولون تسبیحا تخشع له السمٰوٰت والارض ومن علیھا ویحمدنی من حول عرشی اسمی الله وانا اسرع الحاسبین [2] ۔

مصنّف عبدالرزاق اور ان کے طریق سے معجم طبرانی اور ان کے طریق سے حلیہ ابو نعیم میں ہے :

اخبرنا معمر بن عبدالله بن محمد بن عقیل ان فاطمة رضی الله تعالٰی عنھا لما حضرتھا الوفاة امرت علیا فوضع لھا غسلا فاغتسلت وتطھرت، ودعت بثیاب اکفانھا	معمر بن عبداللہ بن محمد بن عقیل نے ہمیں خبر دی کہ حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا نے انتقال کے قریب امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے اپنے غسل کے لئے پانی رکھوادیا پھر نہائیں اور کفن منگا کر پہنا

[1] فتاوٰی کبرٰی بحوالہ ابن عجیل باب الجنائز مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۶
[2] فتاوٰی کبرٰی بحوالہ ابن عجیل باب الجنائز مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۶

فلبستھا ومست من الحنوط ثم امرت علیا ان لاتکشف اذاھی قبضت وان تدرج کما ھی فی اکفانھافقلت لہ ھل علمت احدا فعل نحو ذلك قال نعم کثیر بن عباس، وکتب فی اطراف اکفانا یشھد کثیر بن عباس ان لا الٰہ الااللّٰہ[1]۔	اور حنوط کی خوشبو لگائی، پھر مولٰی علی کو وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے اور اسی کفن میں دفن فرمادی جائیں۔ میں نے پوچھا کسی اور نے بھی ایسا کیا، کہاہاں کثیر بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہمانے اور انہوں نے اپنے کفن کے کناروں پر لکھا تھا: کثیر بن عباس گواہی دیتا ہے کہ لا الٰہ الّااللّٰہ۔

وجیز امام کردری کتاب الاستحسان میں ہے:

ذکر الامام الصفار لوکتب علی جبھۃ المیت اوعلٰی عمامۃ اوکفنہ عھد نامہ، یرجی ان یغفر اللّٰہ تعالٰی للمیّت، ویجعلہ اٰمنامن عذاب القبر[2]۔	امام صفار نے ذکر فرمایا کہ اگر میّت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے توامید ہے کہ اللہ تعالٰی اسے بخش دے اور عذابِ قبر سے مامون کرے۔

پھر فرمایا:

قال نصیر ھذہ روایۃ فی تجویز وضع عھدنامہ مع المیّت وقدروی انہ کان مکتوبا علی افخاذ افراس فی اصطبل الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ، حبس فی سبیل اللّٰہ[3]۔	امام نصیر نے فرمایا: یہ میّت کے عہد نامہ رکھنے کے جواز کی روایت ہے اور بیشک مروی ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اصطبل میں کچھ گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا وقف فی سبیل اللّٰہ۔

(۱۱) دُرمختار میں ہے:

کتب علی جبھۃ المیت وعمامۃ اوکفنہ عھدنامہ یرجی ان یغفر اللّٰہ للمیّت اوصی بعضھم ان یکتب فی جبھۃ وصدرہ بسم اللّٰہ	مُردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اُس کے لئے بخشش کی امید ہے۔ کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ ان کی پیشانی اور سینے پر بسم اللہ الرحمٰن

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۱۳۳ فاطمہ بنت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۲/ ۴۳
[2] فتاوٰی بزازیہ علی ھامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الاحسان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۷۹
[3] فتاوٰی بزازیہ علی ھامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الاحسان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۷۹

الرحمٰن الرحیم ففعل ثم رؤی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاء تنی ملٰئکۃ العذاب فلما رأوا مکتوبا علی جبھتی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللہ [1]۔	الرحیم لکھ دیں، لکھ دی گئی، پھر خواب میں نظر آئے حال پوچھنے پر فرمایا جب میں قبر میں رکھا گیا عذاب کے فرشتے آئے میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی دیکھی کہا تجھے عذابِ الٰہی سے امان ہے۔

(۱۲) فتاوٰی کبرٰی للمکی میں ہے:

بقل بعضھم عن نوادرالاصول للترمذی مایقتضی ان ھذاالدعاء لہ اصل وان الفقیہ ابن عجیل کان یأمر بہ ثم افتی بجواز کتابتہ قیاسا علٰی کتابۃ للہ فی نعم الزکٰوۃ [2]۔	بعض علماء نے نوادر الاصول امام ترمذی سے وہ حدیث نقل کی جس کا مقتضٰی یہ ہے کہ یہ دُعا اصل رکھتی ہے، نیز ان بعض نے نقل کیا کہ امام فقیہ ابن عجیل اس کے لکھنے کا حکم فرمایا کرتے، پھر خدا انہوں نے اس کے جوازِ کتابت پر فتوٰی دیا اس قیاس پر کہ زکوٰۃ کے چوپایوں پر لکھا جاتا ہے للہ (یہ اللہ کے لئے ہیں)۔

(۱۳) اُسی میں ہے:

واقرہ بعضھم بانہ قیل یطلب فعلہ لغرض صحیح مقصود، فابیح وان علم انہ یصیبہ نجاسۃ [3]۔ ھذا ما اثر، ثم نظر و فیہ نظر کما سیأتی وباللہ توفیق۔	اس فتوے کو بعض دیگر علماء نے برقرار رکھا **(۱۴)** اور اس کی تائید میں بعض اور علماء سے نقل کیا کہ غرض صحیح کے لئے ایسا کرنا مطلوب ہوگا اگرچہ معلوم ہو کہ اسے نجاست پہنچے گی۔ یہ انہوں نے نقل کیا پھر اس پر کلام کی اور اس پر کلام ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ (ت)

مقامِ دوم: احادیث مؤیدہ

اقول: (۱۵) حدیث صحیح میں ہے بعض اجلۂ صحابہ نے کہ غالبًا سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف یا

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

[2] فتاوٰی ابن حجر مکی باب الجنائز دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۲

[3] فتاوٰی ابن حجر مکی باب الجنائز دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۲

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تہبند اقدس (جو کہ ایک بی بی نے بہت محنت سے خوبصورت بُن کر نذر کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کی ضرورت تھی) مانگا۔ حضور اجود الاجودین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عطا فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے انہیں ملامت کی کہ اُس وقت اس ازار شریف کے سوا حضور اقدس صلوات اللہ سلامہ علیہ کے پاس اور تہبند نہ تھا، اور آپ جانتے ہیں حضور اکرم الاکرمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کبھی کسی سائل کو رَد نہیں فرماتے، پھر آپ نے کیوں مانگ لیا؟ انہوں نے کہا واللہ! میں نے استعمال کو نہ لیا بلکہ اس لئے کہ اس میں کفن دیا جاؤں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کی اس نیت پر انکار نہ فرمایا، آخر اسی میں کفن دئے گئے--- صحیح بخاری میں ہے:

باب من استعد الكفن فی زمن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم ینکر علیہ حدثنا عبداللہ بن مسلمۃ فذکر باسنادہ عن سھل رضی اللہ تعالٰی عنہ ان امراۃ جاءت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ببردۃ منسوجۃ فیھا حاشیتھا اتدرون ما البردۃ قالوا الشملۃ قال نعم قالت نسجتھا بیدی فجئت لاکسوکھا فاخذھا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محتاجًا الیھا فخرج الینا وانھا ازارہ، فحسنھا فلان فقال اکسنیھا ما احسنھا، قال القوم ما احسنت لبسھا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محتاجًا الیھا ثم سألتہ وعلمت انہ لا یرد قال انی واللہ ماسألتہ وعلمت انہ لایرد قال انی واللہ ماسألتہ وعلمت انہ لایرد قال انی واللہ ماسألتہ لالبسھا وانما سألتہ لتکون کفنی قال سھل فکانت کفنہ[1]۔	باب، حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے زمانہ میں جس نے کفن تیار کیا اور آپ نے منع نہ فرمایا، حضرت عبداللہ بن سلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سہل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث بیان کی ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں خوبصورت بُنی ہوئی حاشیہ والی چادر لائی، تمہیں معلوم ہے کہ کون سی چادر تھی، انہوں نے جواب دیا وہ تہبند ہے، کہا ہاں، اُس عورت نے عرض کیا کہ میں نے خود یہ چادر بُنی ہے آپ کو پہننے کے لئے پیش کرتی ہوں تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے بڑی خوشی سے قبول فرمائی تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اس کو تہبند کی صورت میں پہن کر باہر تشریف لائے تو فلاں صحابی نے اس تہبند کی تحسین کی اور عرض کیا یہ کتنی اچھی ہے مجھے عطا فرما دیجئے۔ اس پر حاضرین نے اسے کہا تو نے اچھا نہیں کیا، حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے خود اپنے لئے پسند فرمائی تھی، تو نے یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کسی سائل کو مایوس نہیں فرماتے سوال کر لیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم میں نے اسے پہننے کے لئے نہیں اپنے کفن کے لئے طلب کیا ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ وہ چادر مبارک اس سائل صحابی کا کفن بنی۔ (ت)

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۰

(۱۶) بلکہ خود حضور پُر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب یا حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالٰی عنہما کے کفن میں اپنا تہبند اقدس عطا کیا اور غسل دینے والی بیبیوں کو حکم دیا کہ اُسے ان کے بدن کے متصل رکھیں۔ صحیحین میں اُم عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

قالت دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونحن نغسل ابنته فقال اغسلنها ثلثا او خمسا او اکثر من ذٰلك ان رأیتن ذلك بماء وسدر واجعلن فی الاٰخرۃ کافورا او شیئا من کافور فاذا فرغتن فاٰذننی فلما فرغنا اذناہ فالقی الینا حقوہ فقال اشعر نہا ایاہ۔[1]	فرماتی ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے جب ہم ان کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں، فرمایا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ، یا اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ، اور آخری بار کافور ملا لینا، فارغ ہونے کے بعد مجھے اطلاع دینا۔ ہم نے جب غسل دے لیا تو حضور کو خبر دی۔ سرکار نے اپنا تہبند دیا اور فرمایا اسے اس کے بدن سے متصل رکھنا۔(ت)

(۱۷) علماء فرماتے ہیں یہ حدیث مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کی اصل ہے۔ لمعات میں ہے:

ھذا الحدیث اصل فی التبرك باٰثار الصالحین ولباسھم، کمایفعله بعض مریدی المشائخ من لبس اقمصتھم فی القبر[2]۔	یہ حدیث صالحین کے آثار اور ان کے لباس سے برکت حاصل کرنے کے سلسلے میں اصل ہے جیسا کہ مشائخ کے بعض ارادت مند اُن کی قمیصوں کا کفن پہنتے ہیں۔(ت)

(۱۸) یونہی حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ ماجدہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ، رضی اللہ تعالٰی عنہا کو اپنی قمیص اطہر میں کفن دیا[3]۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابن حبان والحاکم وصححه وابونعیم فی الحلیة عن انس۔ **(۱۹)** وابوبکر بن ابی شیبة فی مصنّفه	اسے معجم کبیر و معجم اوسط میں طبرانی نے اور ابن حبان اور حاکم نے بافادہ تصحیح، اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت) اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنّف میں حضرت

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۸

[2] لمعات التنقیح باب غسل میت فصل اول مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۴/ ۳۱۸

[3] مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب مناقب فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۹/ ۲۵۷

عن جابر۔	جابر سے (ت)
(۲۰) وابن عساکر عن علی۔	ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے (ت)
(۲۱) والشیرازی فی الالقاب وابن عبدالبر وغیرھم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	القاب میں شیرازی نے ابن عبدالبر وغیرہم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ (ت)

(۲۲) اور ارشاد فرمایا کہ میں نے انہیں اپنا قمیص مبارک اس لئے پہنایا کہ یہ جنّت کے لباس پہنیں۔ ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی:

قال لما ماتت فاطمۃ اُمّ علی رضی اللہ تعالٰی عنھا، خلع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قمیصہ والبسھا ایاہ، واضطجع فی قبرھا فلما سوی علیھا التراب قال بعضھم یارسول اللہ رأیناك صنعت شیئا لم تصنعہ باحد، فقال انی البستھا قمیصی لتلبس من ثیاب الجنۃ واضطجعت معھا فی قبرھا لاخفف عنھا من ضغطۃ القبر، انھا کانت احسن خلق اللہ نیعا الیّ بعد ابی طالب۔[1]	فرمایا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا کا انتقال ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا کُرتا اتار کر انہیں پہنایا اور ان کی قبر میں لیٹے، جب قبر پر مٹی برابر کردی گئی تو کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! آج ہم نے آپ کو وہ عمل کرتے دیکھا جو حضور نے کسی کے ساتھ نہ کیا۔ فرمایا اسے میں نے اپنا کُرتا اس لئے پہنایا کہ یہ جنت کے کپڑے پہنے اور اس کی قبر میں اس لئے لیٹا کہ قبر کے دبانے میں اس سے تخفیف کروں یہ ابوطالب کے بعد خلقِ خدا میں سب سے زیادہ میرے ساتھ نیک سلوک کرنے والی تھی۔ (ت)

(۲۳) بلکہ صحاح ستّہ سے ثابت کہ جب عبداللہ بن اُبی منافق کہ سخت دشمن حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھا جس نے وہ کلمہ ملعونہ لئن رجعنا الی المدینۃ (جب ہم مدینہ کو لوٹیں گے الخ۔ت) کہا، جہنم واصل ہوا، حضور پُر نور حلیم غیور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُسکے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابن عبداللہ بن اُبی کی درخواست سے کہ صحابی جلیل ومومن کامل تھے، اُس کے کفن کے واسطے اپنا قمیص مقدس عطا فرمایا،

[1] معرفۃ الصحابۃ حدیث ۲۸۸ غنیہ مکتبہ الدار مدینہ منورہ ۱/ ۷۹۔ ۲۷۸

پھر اس کی قبر پر تشریف فرما ہوئے، لوگ اُسے رکھ چکے تھے، حضور طیب وطاہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُس خبیث کو نکلوا کر لعابِ دہن اس کے بدن پر ڈالا اور قمیص مبارک میں کفن دیا، اور یہ بدلا اس کا تھا کہ روزِ بدر جب سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما گرفتار آئے برہنہ تھے، بوجہ طول قامت کسی کا کُرتا ٹھیک نہ آتا اس مردک نے انہیں اپنا قمیص دیا تھا۔ حضور عزیز صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چاہا کہ منافق کا کوئی احسان حضور کے اہلبیت کرام پر بے معاوضہ نہ رہ جائے لہٰذا اپنے دو قمیص مبارک اس کے کفن میں عطا فرمائے، ونیز مرتے وقت وہ ریاکار، نفاق شعار، خود عرض کرگیا کہ حضور مجھے اپنے قمیص مبارک میں کفن دیں، پھر اس کے بیٹے رضی اللہ تعالٰی عنہ نے درخواست کی، اور ہمارے کریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم کا ادب قدیم ہے کہ کسی کا سوال رَد نہیں فرماتے۔

یارسول اللہ یاکریم یارؤف یارحیم اسألك الشفاعة عندالمولی العظیم والوقایة من نار الجحیم والامان من کل بلاء الیم لی ولکل من اٰمن بك بکتابك الحکیم علیك من ولاك افضل الصلٰوۃ واکمل تسلیم۔	اے اللہ کے رسول، اے کریم، اے رؤف، اے رحیم! آپ سے ربِ عظیم کے حضور شفاعت، نارِ جہنم سے حفاظت اور ہر دردناک بلا سے امان کا سوال کرتا ہوں اپنے لئے اور ہر اس شخص کے لئے جو آپ پر آپ کی حکمت والی کتاب پر ایمان لایا، آپ پر اور آپ سے محبت رکھنے والوں پر بہتر درود اور کامل تر سلام ہو۔ (ت)

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ شانِ رحمت دیکھ کر کہ اپنے کتنے بڑے دشمن کو کیسا نوازا ہے ہزار آدمی قوم ابن اُبی سے مشرف باسلام ہوئے کہ واقعی یہ حلم ورحمت وعفو ومغفرت نبیِ برحق کے سوا دوسرے سے متصور نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین وبارک وسلم، صحیحین وغیرہما صحاح وسنن میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنه ان عبداللہ بن اُبی لما توفی جاء ابنه الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فقال یارسول اللہ اعطنی قمیصك اکفنه فیه وصل علیه استغفرله فاعطاہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قمیصه الحدیث[1]۔	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا اس کے فرزند نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ! اپنا کُرتا عطا فرمائیں میں اسے اس میں کفن دوں گا اور اسے اپنی صلٰوۃ واستغفار سے نوازیں، تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں اپنا کُرتا عطا کردیا۔ الحدیث (ت)

[1] صحیح بخاری کتاب الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۹

(۲۴) نیز صحیح بخاری وغیرہ میں ہے:

عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنه قال اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عبداللہ بن اُبی بعد مادفن فنفث فیه من ریقه والبسه قمیصه [1]	حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبداللہ بن اُبی کے پاس دفن کے بعد تشریف لائے اس کے منہ میں اپنالعابِ اقدس ڈالااور اسے اپناکُرتا پہنایا۔(ت)

(۲۵) امام ابوعمریوسف بن عبدالبر کتاب الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا:

انی صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فخرج لحاجة فاتبعته باداوة فکسانی احد ثوبیه الذی یلی جسده فخبأته لهذا الیوم، واخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من اظفاره وشعره ذات یوم فاخذته، فخبأته لهذا الیوم فاذا انامت فاجعل ذلك القمیص دون کفنی ممایلی جسدی وخذ ذلك الشعر والاظفار فاجعله فی فمی وعلی عینی ومواضع السجود منی [2]۔	یعنی میں صحبتِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے شرف یاب ہواایک دن حضور اقدس صلی للہ تعالٰی وسلامہ علیہ، حاجت کے لئے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ میں لوٹا لے کر ہمراہ رکاب سعادت مآب ہُوا۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جوڑے سے کُرتا کہ بدنِ اقدس سے متصل تھا مجھے انعام فرمایا، وہ کُرتا میں نے آج کے لئے چھپار کھا تھا۔اور ایک روز حضورِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ناخن ومُوئے مبارک تراشے وہ میں نے لے کر اس دن کے لئے اٹھا رکھے، جب میں مرجاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا، وموئے مبارک وناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا۔

(۲۶) حاکم نے مستدرک میں بطریق حمید بن عبدالرحمٰن رواسی روایت کی:

قال حدثنا الحسن بن صالح عن هارون بن سعید عن ابی وائل قال کان عند علی	(انہوں نے کہا ہم نے حسن بن صالح نے حدیث بیان کی وُہ ہارون بن سعید سے، وہ ابووائل سے راوی

[1] صحیح بخاری کتاب الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶۹/۱

[2] کتاب الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب علی ہامش الاصابۃ ترجمہ معاویہ بن سفیان مطبوعہ دار صادر بیروت ۳۹۹/۳

رضی اللہ تعالٰی عنہ مسک، فاوصی ان یحنط بہ، وقال علی وھوفضل حنوط رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [1] سکت علیہ الحاکم، ورواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ قال حدثنا حمید بن عبدالرحمٰن بہ، ورواہ البیہقی فی سننہ، قال النووی اسنادہ حسن [2]۔ذکرہ فی نصب الرایۃ من الجنائز۔	ہیں انہوں نے کہا۔ت) کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے پاس مشک تھا وصیت فرمائی کہ میرے حنوط میں یہ مشک استعمال کیا جائے،اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حنوط کا بچا ہُوا ہے۔(اور اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا، کہا ہم سے حمید بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی آگے سند دی ہے،اور اسے بیہقی نے سنن میں روایت کیا۔امام نووی نے فرمایا اس کی سند حسن ہے۔اسے نصب الرایہ کتاب الجنائز میں ذکر کیا۔ت)

(۲۷) ابن السکن نے بطریق صفوان بن ہبیرہ عن ابیہ روایت کی:

قال قال ثابت البنانی قال لی انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ ھذہ شعرۃ من شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضعھا تحت لسانی، قال فوضعتھا تحت لسانہ فدفن وھی تحت لسانہ [3]. ذکرہ فی الاصابۃ۔	یعنی ثابت بنانی فرماتے ہیں مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: یہ موئے مبارک سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے،اسے میری زبان کے نیچے رکھ دو، میں نے رکھ دیا، وہ یوں ہی دفن کئے گئے کہ موئے مبارک اُن کی زبان کے نیچے تھا(اسے اصابہ میں ذکر کیا گیا۔ت)

(۲۸) دلائل النبوۃ بیہقی وابن عساکر امام محمد بن سیرین سے راوی:

عن انس بن مالك انہ کان عندہ عصیۃ لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمات فدفنت معہ بین جیبہ وبین قمیصہ [4]۔	انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایک چھڑی تھی وہ ان کے سینہ پر قمیص کے نیچے اُن کے ساتھ دفن کی گئی۔

اُن کے سوا ہنگام تتبع اور نظائر ان وقائع کے کتب حدیث میں ملیں گے۔ظاہر ہے کہ جیسے نقوش

1 المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۳۶۱
2 نصب الرایۃ باب الجنائز فصل فی الغسل المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہ الریاض ۲/ ۲۵۹
3 اصابہ فی تمیز الصحابہ ترجمہ نمبر ۲۷۷ انس بن مالک رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/ ۷۲
4 مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ترجمہ انس ابن مالک دارالفکر بیروت ۵/ ۷۵

کتابت آیات واحادیث کی تعظیم فرض ہے یونہی حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ردا و قمیص خصوصًا ناخن و موئے مبارک کی کہ اجزائے جسم اکرم حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی کل جزء جزء وشعرۃ شعرۃ منہ وبارک وسلم تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا ان طریقوں سے تبرک کرنا اور حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسے جائز ومقرر رکھنا بلکہ بنفس نفیس یہ فعل فرمانا جوازِ مانحن فیہ کے لئے دلیل واضح ہے اور کتابت قرآن عظیم کی تعظیم زیادہ ماننا بھی ہرگز مفید تفرقہ نہیں ہوسکتا کہ جب علت منع خوف تجنیس ہے تو وُہ جس طرح کتابت فرقان کے لئے ممنوع ومحظور، یونہی لباس واجزائے جسم اقدس کے لئے قطعًا ناجائز ومحذور، پھر صحاح احادیث سے اسکا جواز بلکہ ندب ثابت ہونا بحکم دلالۃ النص اس کے جواز کی دلیل کافی وللہ الحمد۔

مقام سوم: کفن پر آیات اسماء ادعیہ لکھنے میں جو شبہہ کیا جاسکتا تھا وہ یہی تھا کہ میّت کا بدن شق ہونا، اس سے ریم وغیرہ نکلنا ہے، تو نجاست سے تلوث لازم آئے گا۔ اس کا نفیس ازالہ امام نفیس نے فرمادیا کہ اصطبلِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا: **حبس فی سبیل اللہ تعالٰی**[1] (وقف فی سبیل اللہ تعالٰی ہے۔ت) جو احتمالِ نجاست یہاں ہے وہاں بھی تھا تو معلوم ہوا کہ ایک امر غیر موجود کا احتمال نیت صالحہ وغرض صحیح موجود فی الحال سے مانع نہیں آتا۔ مگر ایک متاخر عالم شافعی المذہب امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی نے اس جواب میں کلام کیا کہ ان اسپ پر لکھنا صرف پہچان کے لئے تھا اور کفن پر لکھنے سے تبرک مقصود ہوتا ہے، تو یہاں کلماتِ معظّمہ اپنے حال پر باقی ہیں انہیں معرض نجاست پر پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی[2]۔

ذکرہ فی فتاواہ الکبرٰی واثرہ العلامۃ الشامی فتبعہ علی عادتہ فانی رأیتہ کثیرا مایتبع ھذاالفاضل الشافعی کمافعل ھھنا مع نص ائمۃ مذھبہ الامام نصیر والامام الصفار وتصریح البزازیۃ والدرالمختار وکذا فی	اسے امام ابن حجر مکی نے اپنے فتاوٰی کبرٰی میں ذکر کیا اور علّامہ شامی نے اسے نقل کرنے کے بعد اس کی پیروی کی، جیسا کہ ان کی عادت ہے اس لئے کہ میں نے بہت جگہ دیکھا کہ وہ اس شافعی فاضل کی پیروی کرتے ہیں جیسے یہاں کی باوجودیکہ ان کے ائمہ مذہب امام نصیر، امام صفار کی تصریح اور بزازیہ و درمختار کی عبارت سامنے ہے۔ اسی طرح خطبہ میں ذکر سلاطین

[1] ردالمحتار علی الدرالمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۶۰۷

[2] ردالمحتار علی الدرالمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۶۰۷

مسئلة نزول الخطیب درجة عندذکر السلاطین وفی مسئلة اذان القبر وفی نجاسة رطوبة الرحم بالاتفاق مع ان الصواب ان طهارة رطوبة الفرج عند الامام یشمل الفرج الخارج والرحم والفرج الداخل جمیعا کما بینة فی جدالممتار۔	کے وقت خطیب کے ایک سیڑھی نیچے اُتر آنے کے مسئلے میں اور مسئلہ اذان قبر میں اور رطوبت رحم کی نجاست کے بارے میں کہا جبکہ صحیح یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک رطوبتِ فرج کی طہارت فرج خارج، رحم اور فرج داخل سبھی کو شامل ہے۔ جیساکہ جدالممتار میں اسے میں نے بیان کیا ہے (ت)

اقول: قطع نظر اس سے کہ یہ فارق یہاں اصلاً نافع نہیں کما بینة فیما علقت علی ردالمحتار (جیساکہ میں نے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں اسے بیان کیا ہے۔ت) مقام ثانی میں جو احادیثِ جلیلہ ہم نے ذکر کیں وہ توخاص تبرک ہی کے واسطے تھیں تو فرق ضائع اور امام نصیر کا استدلال صحیح وقاطع ہے۔

ثم اقول: بلکہ خود قرآنِ عظیم مثل سورہ فاتحہ وآیاتِ شفاء وغیرہا بغرضِ شفاء لکھ کر دھو کر پینا سلفاً خلفاً بلانکیر رائج ہے [عہ]۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہمانے دردِزہ کے لئے فرمایا:

تکتب لها شیئ من القراٰن وتسقی۔[1]	قرآن مجید میں سے کچھ لکھ کر عورت کو پلائیں۔

امام احمد بن حنبل اس کے لئے حدیثِ ابن عباس، دعائے کرب اور دو آیتیں تحریر فرمایا کرتے: لا اله الاالله الحلیم الکریم سبحٰن الله رب العرش العظیم الحمدلله رب العٰلمین کَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾

عــہ: بلکہ دیلمی نے مسندالفردوس میں اُن سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اذاعسرت علی المرأة ولادتها خذ اناء نظیفا فاکتب علیه قوله تعالٰی، کَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَ لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلٰغٌ فَهَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ کَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾ لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ، ثم یغسل وتسقی منه المرأة وینضح علی بطنها وفرجها۔[2] جس عورت کو جننے میں دشواری ہو پاکیزہ برتن پر آیتیں لکھ کر اُسے پلائیں اور اس کے پیٹ اور فرج پر چھڑکیں۔ ذکرہ فی نزهة الاسرار معزی التفسیر بحرالعلوم ۱۲

---

[1] کنزالعمال بحوالہ السنی عن ابن عباس حدیث ۲۸۳۸۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۶۴

[2] قول عبداللہ ابن عباس

مَایُوۡعَدُوۡنَ ۙ لَمۡ یَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا سَاعَۃً مِّنۡ نَّہَارٍ ؕ [1]

ان کے صاحبزادہ جلیل امام عبداللہ بن احمد اسے زعفران سے لکھتے۔ امام حافظ ثقہ احمد بن علی ابوبکر مروزی نے کہا: میں نے ان کو بارہا اسے لکھتے دیکھا[2] رواہ الامام الثقۃ الحافظ ابوعلی الحسن بن علی الخلال المکی (اسے امام، ثقہ، حافظ ابوعلی حسن بن علی خلال مکی نے روایت کیا۔ت) حالانکہ معلوم ہے کہ پانی جزوِ بدن نہیں ہوتا اور اسکا مثانہ سے گزر کر آلاتِ بول سے نکلنا ضرور ہے بلکہ خود زمزم شریف کیا متبرک نہیں، ولہٰذا اس سے استنجا کرنا منع ہے، درمختار میں ہے:

یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال[3]۔	آبِ زم زم سے استنجاء مکروہ ہے غسل نہیں۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

وکذا ازالۃ النجاسۃ الحقیقۃ من ثوبہ او بدنہ حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذلک[4]۔	اسی طرح اپنے کپڑے یا بدن سے نجاستِ حقیقیہ آبِ زم زم سے زائل کرنا یہاں تک کہ بعض علماء نے اسے حرام بتایا ہے۔(ت)

اور اس کا پینا اعلیٰ درجہ کی سنت، بلکہ کوکھ بھر کر پینا ایمان خالص کی علامت۔ تاریخ بخاری وسنن ابن ماجہ و صحیح مستدرک میں بسندِ حسن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اٰیۃ ما بیننا وبین المنافقین انھم لایتضلعون من زمزم[5]۔	ہم میں اور منافقوں میں فرق کی نشانی یہ ہے کہ وہ کوکھ بھر کر آبِ زمزم نہیں پیتے۔

بلکہ بحمد اللہ تعالیٰ ہماری تقریر سے امام ابن حجر شافعی اور ان کے متبع کا خلاف ہی اُٹھ گیا، اول نے اسے حدیث سے ثبوت پر موقوف رکھا تھا،

---

[1] مواہب اللدنیہ کتابات الاٰلام اخری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۶۳، مدارج النبوّۃ باب ششم معجزات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (رقیہ عسرولادت) مکتبہ نوریہ رضویہ سکّھر ۱/ ۲۳۵

[2] مدارج النبوّۃ بحوالہ خلال مکی باب ششم معجزات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (رقیہ عسرولادت) مکتبہ نوریہ رضویہ سکّھر ۱/ ۲۳۵

[3] درمختار باب الہدٰی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۴

[4] ردالمحتار باب الہدٰی مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۲/ ۲۵۶

[5] المستدرک علی الصحیحین کتاب المناسک مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۴۷۲

قال والقول بانه قیل یطلب فعله الخ مرد ود لان مثل ذلك لا یحتج به وانما كانت تظهر الحجة لوصح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم طلب ذلك ولیس كذلك [1]۔	ان کا کلام یہ ہے "یہ کہنا کہ "غرض صحیح کے لئے ایسا کرنا مطلوب ہوگا اگرچہ معلوم ہو کہ اسے نجاست پہنچے گی" نا قابل قبول ہے کیونکہ اس طرح کی بات سے حجت قائم نہیں ہوتی، اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کی طلب صحت کے ساتھ ثابت ہوتی تو حجت ظاہر ہوتی اور ایسا نہیں"۔(ت)

دوم نے حدیث یا قولِ مجتہد پر،

قال فالمنع هنا بالاولی مالم یثبت عن المجتهد اوینقل فیه حدیث ثابت [2]۔	انہوں نے کہا: تو یہاں ممانعت بدرجہ اولٰی ہوگی جب تک کہ مجتہد سے اس کا ثبوت نہ ہو یا اس بارے میں کوئی حدیث منقول نہ ہو(ت)

ہم نے متعدد احادیثِ صحیحہ سے اُسے ثابت کردیا اور امام نصیر وامام قاسم صفار نے خود ہمارے مذہب کے ائمہ مجتہدین سے ہیں، بالجملہ حکم جواز ہے اور اگر بلحاظ زیادت احتیاط کفن پر لکھنے یا لکھا ہوا کفن دینے سے اجتناب کرے تو جادارد۔ اس بحث کی تکمیل وتفصیل فقیر نے تعلقیات ردالمحتار میں ذکر کی، اُس کا یہاں ذکر خالی از نفع نہیں، امام حجر مکی نے بعد عبارت مذکورہ نمبر ۱۲ فرمایا تھا:

قیاسه علی مافی نعم الصدقة ممنوع لان القصد ثم التمیز لاالتبرك وهنا القصد التبرك فالاسماء المعظمة باقیة علی حالها فلا یجوز تعریضها للنجاسة [3] اھ واقرہ ش	صدقہ کے جانوروں کے بارے میں جو آیا ہے اس پر اس کا قیاس ممنوع ہے اس لئے کہ وہاں امتیاز مقصود ہے تبرک نہیں، اور یہاں برکت لینا مقصود ہے تو عظمت والے اسماء اپنے حال پر باقی رہیں گے انہیں معرض نجاست میں لانا جائز نہ ہوگا اھ، علامہ شامی نے اسے برقرار رکھا۔(ت)

فقیر نے اس پر تعلیق کی:

[1] فتاوٰی ابن حجر مکی باب الجنائز دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۳

[2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۶۰۷

[3] فتاوٰی ابن حجر مکی باب الجنائز دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۳

اقول: ھذاالفرق لایجدی نفعاوکیف یسلم ان قصدالتمیز یسقط تعظیم ماوجب تعظیمہ شرعا افتبدل بہ اعیان الاسماء العظمۃ فھو باطل عیانا ام لایراد بھامعانیھا بل تکون الفاظ مستعملۃ فی معان اخری او من دون معنی وھذا ایضا باطل قطعافان قولنااللہ اوحبیس فی سبیل اللہ انمایفیدالتمیز ویفھم الصدقۃ بالنظر الی معانیھا الموضوعۃ لھا لاغیر ام اذااستعملت الکلمات المعظمۃ فی معانیھا وکان الغرض ھنالك افھام امرما سوی نحوالتبرك یخرجھا ذلك عن کونھا معظمۃ وای دلیل من الشرع علی ذلك بل الدلائل بل البداھۃ ناطقۃ بخلافہ ولوان مجرد قصد غرض اٰخرغیرنحو التبرك کان یسقط التعظیم فلیجز توسد القراٰن العظیم بل اولٰی لان الغرض ثم لایتم الاباسم الجلالۃ من حیث ھواسم الجلالۃ اماھھنافنظر المتوسد لیس الی قراٰنیتہ من حیث ھی ھی بل الٰی حجمہ وضخامۃ جلدہ واذاجاز ذلك لذلك جاز

اقول: یہ تفریق بے سُود ہے، یہ کیسے تسلیم کیاجاسکتا ہے کہ امتیاز کا قصد ایسی چیز کی تعظیم ساقط کردے جس کی تعظیم شرعًا واجب ہو--اگر یہ کہیں کہ اس قصد کی وجہ سے عظمت والے اسماء کی حقیقت ہی بدل جاتی ہے تو اس کا بطلان عیاں ہے اور یہ کہیں کہ ان سے ان کی معانی مراد نہیں ہوتے بلکہ یہ دوسرے معانی میں مستعمل الفاظ ہوجاتے ہیں یا معنی سے خالی ہوجاتے ہیں -- تو یہ قطعًا باطل ہے کیونکہ کلمہ "للّٰہ" (خدا کے لئے) یا "حبیس فی سبیل اللہ" (اللہ کی راہ میں وقف) امتیاز ونشان کا فائدہ بھی دیتا ہے اور اپنے وضعی معنی کے لحاظ سے مال صدقہ ہونے کو بھی بتاتا ہے کوئی اور معنی نہیں دیتا--اور اگر یہ کہیں کہ عظمت والے کلمات جب اپنے معانی میں مستعمل ہوں اور وہاں تبرک کے سوا کوئی اور بات سمجھانی بھی مقصود ہو تو وہ باعظمت نہیں رہ جاتے--تو اس پر کون سی دلیل شرعی ہے؟ بلکہ دلائل بلکہ بداہت اس کے خلاف ناطق ہے تبرک جیسے امر کے سوا کسی اور غرض کا محض قصد ہوجانا اگر تعظیم کو ساقط کردیتا ہے تو چاہئے کہ قرآنِ عظیم کا تکیہ لگانا جائز ہو بلکہ بدرجہ اولٰی، اس لئے کہ وہاں جو غرض ہے وہ اسم جلالت بحیثیت اسم جلالت کے بغیر پوری نہیں ہوتی--اور یہاں تو تکیہ لگانے والے کی نظر اس کی قرآنیت بحیثیت قرآنیت کی جانب نہیں ہوتی بلکہ اس کے حجم اور جلد کی ضخامت کی جانب ہوتی ہے--اور اس بنیاد پر جب وہ جائز ہوجائیگا۔

ایضاً والعیاذباللہ تعالٰی ان یضع المصحف الکریم علی الارض ویجلس علیہ توقیالثیابہ من التراب فانہ لیس باعظم من التعریض للابوال والارواث الی غیر ذلک مما لایجیزہ احد ۔ ولعل متعلا یعتل بجوازقراءۃامثال الفاتحۃ للجنب واختیہ اذاقصدواالثناء والدعاء دون التلاوۃ۔

اقول: نازعہ المحقق الحلبی فی الحلیۃ وخصّ الجواز بمالا یقع بہ التحدی ای مادون قدر ثلث اٰیات ولی فی ھذا ایضا کلام والحق عندی ان الجواز بنیۃ الدعاء والثناء ورد علی خلاف القیاس توسعۃ من اللہ تعالٰی بعبیدہ رحمۃ منہ و فضلا فلا یجوز القیاس علیہ علا ان منع الجنب لم یکن لنفس الالفاظ بل لکونھا قراٰنا ای کلام اللہ عزوجل النازل علی نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المثبت بین الدفتین من حیث ھوکذلك حتی لو فرض ان تلك الالفاظ کانت حدیثالم یحرم علیہ قراءتہ فاذا قرأت علی جھۃ انشاء کلامن عند نفسہ

تو معاذاللہ یہ بھی جائز ہو جائے گا کہ مصحف شریف زمین پر رکھ کر اس پر بیٹھ رہے اس غرض سے کہ اس کے کپڑے مٹّی سے محفوظ رہیں۔۔ کیونکہ یہ لید اور پیشاب وغیرہ پڑنے کی جگہ لانے سے بڑھ کر نہیں، جسے کوئی جائز نہیں کہہ سکتا۔ ہو سکتا ہے کوئی یوں علت پیش کرے کہ جنب وحائض ونفساء کے لئے دعا وثنا کے ارادے سے سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھنا جائز ہے اور بقصدِ تلاوت جائز نہیں۔

اقول: محقق حلبی نے حلیہ میں اس سے اختلاف کیا ہے اور جواز صرف اتنی مقدار سے خاص کیا ہے جس سے تحدّی واقع نہیں ہوتی، یعنی تین آیات سے کم ہی پڑھنے کا جواز ہے۔۔ مجھے اس میں بھی کلام ہے۔۔ میرے نزدیک حق یہ ہے کہ دعا یا ثنا کی نیت سے جواز کا حکم ۔۔اللہ تعالٰی کی جانب سے بطور رحمت و فضل بندوں پر وسعت دینے کے لئے۔۔خلافِ قیاس وارد ہے تو اس پر قیاس روا نہیں۔۔ علاوہ ازیں جنب کے لئے ممانعت نفس الفاظ کے باعث نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ قرآن ہیں یعنی اللہ عزوجل کا وُہ کلام جو اس کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نازل ہے دو دفتیوں کے درمیان ثبت ہے اس لحاظ سے کہ وہ قرآن ہیں، یہاں تک کہ اگر فرض کیا جائے کہ وہ الفاظِ حدیث ہیں تو جنب کے لئے ان کی قرأت حرام نہ ہو گی۔۔تو جب ان کی قرأت اس طور پر ہو کہ خود اپنی جانب سے

لم تبق النسبة المانعة ملحوظة امّاھٰھنا فالتعظیم لنفس تلك الالفاظ الموضوعة لتلك المعانی المعظمة وھی باقیة فی الکتابة علی حالھا فافھم، مع ان العلامة سیّدی عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی نص علیه ان النیة تعمل فی تغییر المنطوق لا المکتوب [1] کمانقله العلامة ش قبیل المیاہ واقرہ۔

ایک کلام انشا کر رہا ہے تو جو نسبت باعثِ ممانعت تھی وہ ملحوظ نہ رہ گئی-- لیکن یہاں تو تعظیم خود ان ہی الفاظ کے باعث ہے جو ان معانی عظمت کے لئے وضع ہوئے ہیں۔ اور کتابت میں یہ اپنے حال پر باقی ہیں۔ تو اسے سمجھو-- اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ نے صراحت فرمائی ہے کہ نیت منطوق کو بدلنے میں اثر انداز ہوتی ہے مکتوب میں نہیں-- جیسا کہ علّامہ شامی نے باب المیاہ سے ذرا قبل اس کو نقل کیا اور برقرار رکھا ہے۔

ثم اقول: علی التسلیم لامحیص عن کونه اعنی ماکتب علی افخاذ الا بل حروفا و حروف الھجاء المعظمة بانفسھا لایجوز تعریضھا للنجاسة کیف وانھا علی ماذکر الزرقانی فی شرح المواھب قراٰن انزل علی سیدناھود علی نبینا الکریم و علیه الصلوٰۃ والتسلیم [2] وکذا نقله فی ردالمحتار عن بعض القراء وقدمه عن سیّدی عبدالغنی عن کتاب الاشارات فی علم القراءات للامام القسطلانی وقال اعنی الشامی فیه ان الحروف فی ذاتھا لھا احترام [3] اھ، و

ثم اقول: بر تقدیر تسلیم — اونٹوں کی ران پر جو لکھا جاتا اُس کو حروف ماننے سے مفر نہیں — اور حروفِ تہجی خود باعظمت ہیں، انہیں معرضِ نجاست میں لانا جائز نہیں — ایسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ وُہ قرآن ہے جو سیّدنا ہود علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر نازل ہوا، جیسا کہ علّامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ذکر کیا ہے — اسی طرح ردالمحتار میں اسے بعض قراء سے نقل کیا ہے اور اس سے پہلے امام قسطلانی کی کتاب "الاشارات فی علم القراءات" کے حوالے سے سید عبدالغنی نابلسی سے نقل کیا- اور اسی میں علامہ شامی نے بھی یہ لکھا ہے خود یہ حروف محترم ہیں اھ — یہ بھی

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۱۱۹
[2] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۲۲۷
[3] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۱۱۹

قال ایضاًنقلوا عندنا ان للحروف حرمۃ ولو مقطعۃ[1] اھ۔ وفی الھندیۃ لوقطع الحروف فی الحرف او خیط علی بعض الحروف فی البساط اوالمصلی حتی لم تبق الکلمۃ متصلۃ لم تسقط الکراھۃ وکذلک لوکان علیہ، الملک ،لاغیر وکذلک الالف و حدھاً واللام وحدھاًکذا فی الکبری، اذا کتب اسم فرعون اوکتب ابو جھل علی غرض یکرہ ان یرموا الیہ لان لتلک الحروف الحرمۃ کذافی السراجیۃ[2] اھ بل صرح فی الدرالمختار وغیرہ انہ یجوز رمی برایۃ القلم الجدید ولا ترمی برایۃ القلم المستعمل لاحترامہ کحشیش المسجد وکناستہ لایلقی فی موضع یخل بالتعظیم[3] اھوفی ردالمحتار ورق الکتابۃ لہ احترام ایضالکونہ آلۃ لکتابۃ العلم ولذاعللہ فی التاتارخانیہ بان تعظیمہ من ادب الدین[4] اھ فاذا کان ھذا فی برایۃ القلم وبیاض الورق الغیر المکتوب

لکھا ہے کہ علماء نے نقل فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک حروف کی عزت وحرمت ہے اگرچہ یہ الگ الگ ہوں اھ۔ ہندیہ میں ہے اگر حرف کو حرف سے جدا کردیا، یافرش یا جانماز میں بعض حروف پر اس طرح سلائی کردی گئی کہ پُورا لفظ مستعمل نہ رہاتو بھی کراہت ختم نہ ہوئی۔۔اسی طرح اگر اس پر صرف الملک ہو،اسی طرح اگر صرف الف اور صرف لام ہو، ایساہی کبرٰی میں ہے۔۔اگر نشانہ لگانے کی جگہ فرعون کا نام لکھ دیا گیا یا ابوجہل لکھا گیاتو اس پر تیر مارنا مکروہ ہے اس لئے کہ ان حروف ہی کی عزّت و حرمت ہے، ایسا ہی سراجیہ میں ہے اھبلکہ درمختار وغیرہ میں تصریح ہے کہ نئے قلم کا تراشا پھینکنا جائز ہے اور مستعمل قلم کا تراشہ پھینکنا جائز نہیں کیونکہ وہ محترم ہے، جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑا ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جہاں بے حرمتی ہو اھ۔ردالمحتار میں ہے : کتابت کے کاغذ کا احترام ہے اس لئے کہ وہ کتابتِ علم کا سامان ہے۔۔اسی لئے تاتارخانیہ میں اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم دین کے آداب سے ہے اھ ـــ توجب یہ حکم قلم کے تراشے اور بغیر لکھے کاغذ کی بیاض کے بارے میں ہے توحروف کے

---

[1] ردالمحتار فصل فی الاستنجاء مطبوعہ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۲۲۷

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس فی آداب المسجد مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۲۳

[3] درمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴

[4] ردالمحتار فصل فی الاستنجاء مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۲۲۷

فما ظنك بالحروف فاذن لاشك فی صحة الاستنادولابد من اخراج كتابات الابل عن الاخلال بالتعظیم۔

بارے میں کیا ہوگا--اس سے ظاہر ہوا کہ صحتِ استناد میں کوئی شک نہیں ــــاور اونٹوں والی تحریروں کو بے حرمتی سے خارج ماننا ضروری ہے۔

واقول: یظھر لی فی النظر الحاضر ان لیس الامتھان من لازم تلك الكتابة ولاھو موجود حین فعلت ولاھومقصود لمن فعل وانما اراد التمیز وانماالاعمال بالنیات وانمالكل امرء مانوی[1]۔

واقول: (اور میں کہتا ہوں) بنظرِ حاضر مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ اہانت اس تحریر کو لازم نہیں، نہ ہی بوقتِ تحریر اہانت کا وجود ہے، نہ ہی یہ لکھنے والے کا مقصود ہے-- اس کا مقصد صرف امتیاز پیدا کرنااور نشان لگانا ہے--اور اعمال کامدار نیتوں پر ہےاور ہر انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی--

قال فی جواھر الاخلاطی ثم الفتاوی الھندیة لاباس بكتابة اسم اللهتعالٰی علی الدراھم لان قصد صاحبه العلامة لاالتھاون[2]اھ وھذ الاشك انه جارفیما نحن فیه فلیس التجنیس من لازم الكتابة ولاھو موجود لامقصود وانما المراد التبرك الی اٰخر مامر فان قنع بھذا فذاك والا فایاما ابدیتم من الوجه فی ذالك فانه یجری فیما ھنالك ولایظھر فرق یغیر المسالک۔

جواہر اخلاطی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے: دراہم پرالله کا نام تحریر کرنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ تحریر کرنے والے کا مقصود صرف نشان ہوتا ہے، اہانت نہیں اھ--یہ بات بلاشبہہ تحریر کفن میں بھی جاری ہےاس لئے کہ نجاست آلود کرنااس تحریر کولازم نہیں، نہ ہی بر وقت اس کاوجود ہے نہ ہی مقصود ہے، مقصود صرف برکت حاصل کرنا ہے--وُہ ساری باتیں جو گزر چکیں۔ اگر مخالف اسے مان لے تو ٹھیک ہے ورنہ اُس میں آپ جو بھی وجہ بتائیں وُہ یہاں بھی جاری ہوگی اور کوئی ایسافرق رونمانہ ہوگا جس سے راہیں مختلف ہوجاتیں۔

---

1 صحیح بخاری باب کیف بدإالوحی مطبوعہ قدیمی قطب خانہ کراچی ۲/۱

2 فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس فی آداب المسجد مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۳/۵

فان قلت التجنیس فی الابل غیر مقطوع بہ حتی فی اجانب الانسی من افخاذھا لانھا تتفاج حین تبول فکیف بالوحشی المکتوب علیہ **قلت** لاقطع فی التکفین ایضا فلیس کل جسد یبلی فان الاولیاء والعلماء العالمین والشھداء والمؤذن المحتسب وحامل القراٰن العامل بہ والمرابط والمیت بالطاعون صابرا محتسبا والمکثر من ذکر اللہ تعالٰی لاتتغیر ابدانھم[1] نقلہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المؤطا من جامع الجنائز وجعلھم عشرۃ کاملۃ بذکر الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام ثم الصدیقین والمحبین للہ تعالٰی وجمعت ھذین فی قول الاولیاء۔ ثم تقیید المؤذن بالمحتسب ھو نص حدیث اخرجہ الطبرانی عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال المؤذن المحتسب کالشھید (المتشحط) فی دمہ و اذا مات لم یدود فی قبرہ[2]

اگر یہ کہیے کہ اونٹوں میں آلودگیِ نجاست کا یقین نہیں خواہ پالتو اونٹ کی ران کے پہلو پر لکھائی ہو کیونکہ اونٹ پیشاب کرتے وقت اپنی ٹانگوں کو کھول لیتا ہے تو کھلے جنگل میں رہنے والے جانوروں پر لکھائی میں کیسے یقین ہوسکتی ہے-- میں کہوں گا کفن دینے میں بھی یہ یقینی نہیں، اس لئے کہ ہر جسم بوسیدہ نہیں ہوتا اولیاء، باعمل علماء، شہداء، طالبِ ثواب مؤذن، باعمل حافظِ قرآن، سرحد کا پاسبان، طاعون میں صبر کے ساتھ اور اجر چاہتے ہوئے مرنے والا، کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا، ان کے بدن بگڑتے نہیں اسے علامہ زرقانی نے شرح مؤطا میں جامع الجنائز سے نقل کیا اور انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام پھر صدیقین اور خدا کے محبین کو ذکر کرکے ان کی تعداد کامل دس کردی ہے-- اور میں نے ان دونوں قسموں کو لفظ اولیاء میں شامل کردیا۔ مؤذن کے ساتھ محتسب (طالب ثواب) کی قید بتصریح حدیث ثابت ہے۔ طبرانی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ سرکار نے فرمایا: مؤذنِ محتسب اپنے خون میں آلودہ شہید کی طرح ہے جب وہ مرتا ہے تو قبر کے

---

[1] شرح زرقانی علی المؤطا باب جامع الجنائز مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر ۲/ ۸۴

[2] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی باب المؤذن المحتسب مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲/ ۳

وھو محمل اثرمجاھد، المؤذنون اطول الناس اعناقا یوم القیٰمۃ ولایدودون فی قبورھم[1] رواہ عبدالرزاق وذلک بدلیل الجزء الاول اطول الناس الخ۔

اندر اس کے بدن میں کیڑے نہیں پڑتے--اور یہی حضرت مجاہد کے اس اثر کی بھی مراد ہے کہ اذان دینے والے روزِ قیامت سب لوگوں سے زیادہ گردن دراز ہوں گے اور قبروں کے اندر ان کے جسم میں کیڑے نہ پڑیں گے۔اسے عبدالرزاق نے روایت کیا--اس کی (یہاں بھی محتسب کی قید ملحوظ ہونے کی) دلیل جزء اول اطول الناس (سب لوگوں سے زیادہ گردن دراز) الخ ہے۔

اماحامل القراٰن فحدیث ابن مندۃ عن جابربن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما انہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اذامات حامل القراٰن اوحی اللّٰہ الی الارض ان لاتاکلی لحمہ، فتقول الارض ای رب کیف اٰکل لحمہ وکلامک فی جوفہ[2] قال ابن مندۃ وفی الباب عن ابی ھریرۃ وابن مسعود۔و زاد فیہ الشیخ قید العامل بہ **اقول:** بہ ولکن العامل بہ مرجولہ ذلک وان لم یکن حاملہ فقد اخرج المروزی عن قتادۃ قال بلغنی ان الارض لاتسلط علی جسد

حافظ قرآن سے متعلق ابن مندہ کی حدیث ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جب حافظ قرآن مرتا ہے خدا زمین کو حکم فرماتا ہے اس کا گوشت نہ کھانا، زمین عرض کرتی ہے: اے رب! میں اس کا گوشت کیسے کھاؤں گی جب تیرا کلام اس کے سینے میں ہے"۔ابن مندہ نے کہا اس باب میں حضرت ابوہریرہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی روایت ہے۔ شیخ نے اس پر "قرآن پر عامل" کی قید کا اضافہ کیا--

اقول: مگر عاملِ قرآن اگر حافظِ قرآن نہ ہو تو بھی اس کے لئے یہ امید ہے--مروزی نے قتادہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ زمین اس کے جسم پر مسلّط نہیں

[1] المصنف لعبدالرزاق باب فصل فی الاذان مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۸۳

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۱۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۸۴

الذی لم یعمل خطیئة الا ان یقال ان وصف العامل به حامل للخطّاء التواب ایضا ثم الذی لم یعمل خطیئة ھوالصالح المحفوظ ولایشمل الصبی فیما اظن [1] واللہ تعالٰی اعلم وبضم ھذا تمواعشرة وللہ الحمد نبی ۱، ولی ۲، عالم ۳، شھید ۴، مرابط ۵، میت طاعون ۶، مؤذّن محتسبین ۷، ذکار ۸، حامل القراٰن ۹، من لم یعمل ۱۰ خطیئة۔فان کان من نکفنه احدھٰؤلاء فذالك والا فمایدریك ان ھذاالمسلم لیس من اولیاء اللہ تعالٰی او لم ینل منازل الشھداء بل من الاشرار من لایتغیر جسدہ تشدیدا للتعذیب والعیاذ باللہ القریب المجیب۔

کی جاتی جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عاملِ قرآن کا وصف اس پر بھی صادق ہے جو خطاکار اور تائب ہو پھر، وہ جس نے کوئی گناہ نہ کیا ایسا صالح ہوگا جو گناہ سے بالکل محفوظ رہا ہو--اور یہ وصف میرے خیال میں بچّے کو شامل نہیں، اور زیادہ علم خدائے برتر کو ہے--اب اسے ملا کر پورے دس ہوگئے۔(۱) نبی (۲) ولی (۳) عالم (۴) شہید (۵) مرابط (سرحد کا پاسبان) (۶) میّت اعون، محتسب (۷) موَذن محتسب (۸) بہت ذکر کرنے والا (۹) حافظِ قرآن (۱۰) وہ جس نے کوئی گناہ نہ کیا۔تو جسے ہم کفن دے رہے ہیں مذکورین میں سے کوئی ایک ہے تو حال واضح ہے-- ورنہ کیا معلوم کے یہ مسلمان اللہ تعالٰی کے اولیاء سے نہیں یا اسے شہداء کا درجہ حاصل نہیں--بلکہ اشرار میں بھی ایسے ہیں جن کا جسم اس لئے متغیر نہیں ہوتا کہ عذاب زیادہ سخت ہو-- پناہ خدائے قریب مجیب کی۔

ھذا و اما ما ایدہ به المحشی ماقدم عن الفتح انه تکرہ کتابة القراٰن واسماء اللہ تعالٰی علی الدراھم والمحاریب والجدران ومایفرش [2] اھما فی الفتح قال المحشی ما ذلك الا لاحترامه و خشیئة وطئه ونحوہ ممافیه اھانة،

اب رہا وہ کلام جو اس کی تائید میں علّامہ شامی نے فتح القدیر کے حوالے سے پیش کیا کہ درہم، محراب اور دیوار اور بچھائی جانے والی چیز پر قرآن اور اسماءِ الٰہی لکھنا مکروہ ہے (فتح کی عبارت ختم ہوئی) اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں: اس کی وجہ یہی احترام اور پامالی وغیرہ سے اہانت کا اندیشہ ہے، تو یہاں

---

[1] مروزی مسانید فی الحدیث

[2] ردالمحتار مطلب فیما یکتب علٰی کفن المیت مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۷

فالمنع ھنا بالاولی مالم یثبت عن المجتھد اوینقل فیه حدیث ثابت [1] اھ وھذا الذی حمله علی العدول عن قول امام مذھبه الصفار الحنفی الی قول الامام ابن ا لصلاح من متاخری الشافیعة

مما نعت بدرجہ اولٰی ہوگی جب تک کہ مجتہد سے ثبوت نہ ہو یا اس بارے میں کوئی حدیثِ ثابت منقول نہ ہو اھ ۔یہی وہ بات ہے جو ان کے لئے اپنے مذہب کے امام صفار حنفی کے قول سے عدول کرکے ایک شافعی متاخر امام ابن الصلاح کا قول لینے پر باعث ہوئی۔

فاقول: امّاالکتابة علی الفراش فامتھان حاضر اوقصدمالا ینفك عن التھاون فلیس ممانحن فیه ولاکلام فی کراھته واما علی البواقی فالمسئلة مختلف فیھا وقداسمعناك اٰنفاما فی جواھر الاخلاطی فی حق الدراھم وقال الامام الاجل قاضی خان فی فتاواہ لوکتب القراٰن علی الحیطان والجدران بعضھم قالوا یرجی ان یجوز وبعضھم کرھواذلك مخافة السقوط تحت اقدام الناس [2] اھ فقد قدم رجاء الجواز وھو کما صرح به فی دیباجة فتاواہ لایقدم الا الاظھر الاشھر ویکون کما نص علیه العلامة السید الطحطاوی ثم السید المحشی ھو المعتمد فاذن فلتکن الکتابة المعھودة علی افخاذ الابل من لدن سیدنا الفاروق الاعظم رضی الله

فاقول: (تو میں کہتا ہوں) بچھونے پر لکھا تو بروقت اہانت ہے یا ایسے کام کا قصد ہے جو بے حرمتی سے جُدا ہونے والا نہیں۔ یہ تو ہمارے مبحث سے خارج ہے اور اس کے مکروہ ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ رہا باقی چیزوں پر لکھنا تو ان کے بارے میں مسئلہ اختلافی ہے---دراہم سے متعلق توجواہر اخلاطی کی عبارت ابھی ہم پیش کر آئے (دیوار و محراب سے متعلق ملاحظہ ہو)امام اجل قاضی خاں اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں: "اگر دیواروں پر قرآن لکھا تو بعض نے کہا امید ہے کہ جائز ہوگا" اور بعض نے لوگوں کے پاؤں تلے پڑنے کے اندیشے کی وجہ سے اس کو مکروہ کہا اھ --اس عبارت میں امیدِ جواز کو انہوں نے مقدم رکھا ہے-- اور جیسا کہ اپنے فتاوٰی کے دیباچے میں وہ تصریح فرماچکے ہیں جسے وہ مقدم رکھتے ہیں وہی "اظہر اشہر" ہوتا ہے-- اور جیسا کہ علامہ سید طحطاوی پھر خود علّامہ شامی نے تصریح فرمائی ہے وہی "معتمد" ہوتا ہے-- ایسی صورت میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے سے اونٹوں کی ران پر

[1] ردالمحتار مطلب فیما یکتب علی کفن المیت مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۷

[2] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح من الحظر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۹۲

تعالٰی عنه مرجحة لقول الجواز ان فرضنا المساواة والا فلانسلمها من الاصل فان الكتابة على المحاريب والجدران انما يكون المقصود بهاغالبا الزينة وليست من الحاجة فی شیئ فالمنع ثمه لايستلزم المنع حيث الحاجة ماسة كالتمييز والتبرك والتوسل للنجاة باذن الله تعالٰی فافهم والله سبحانه وتعالٰی اعلم۔	لکھی جانے والی تحریر معہود و معلوم سے قولِ جواز کو ترجیح ہونی چاہئے -- اگر دونوں تحریروں میں ہم مساوات مانیں -- ورنہ اسے ہم سرے سے نہیں مانتے اس لئے کہ محرابوں اور دیواروں پر لکھنے سے عموماً زینت مقصود ہوتی ہے۔ یہ کوئی حاجت کی چیز ہی نہیں — تو اگر اس میں ممانعت ہے تو یہ اس کو مستلزم نہیں کہ وہاں بھی ممانعت ہو جہاں حاجت ہے جیسے امتیاز پیدا کرنا، برکت حاصل کرنا، باذنِ الٰہی نجات کا وسیلہ بنانا — تو اسے سمجھو -- اور خدائے پاک بزرگ و برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

مقام چہارم: جب خود کفن پر ادعیہ وغیرہ تبرگًا لکھنے کا جواز فقہًا و حدیثًا ثابت ہے تو شجرہ شریف رکھنا بھی بداہۃً اسی باب سے بلکہ بالاولٰی، اوّل تو اسمائے محبوبانِ خدا علیہم التحیۃ والثناء سے توسل و تبرک بلاشبہہ محمود و مندوب ہے۔ تفسیرِ طبری پھر شرح مواہبِ لدنیہ للعلامۃ الزرقانی میں ہے:

اذا كتب اسماء اهل الكهف فی شیئ والقی فی النار اطفئت[1]۔	جب اصحابِ کہف کے نام لکھ کر آگ میں ڈالے جائیں تو آگ بجھ جاتی ہے۔

تفسیر نیشاپوری علامہ حسن محمد بن حسین نظام الدین میں ہے:

عن ابن عباس ان اسماء اصحاب الكهف يصلح للطلب والهرب واطفاء الحريق تكتب فی خرقه ويرمى بهافی وسط النار ، ولبكاء الطفل تكتب و توضع تحت راسه فی المهد ، وللحرث تكتب على القرطاس وترفع علٰی خشب منصوب فی وسط الزرع و للضربان وللحمى المثلثة والصداع	یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ اصحابِ کہف کے نام تحصیل نفع ودفع ضرر اور آگ بجھانے کے واسطے ایک پرچی پر لکھ کر آگ میں ڈال دیں، اور بچّہ روتا ہو لکھ کر گہوارے میں اس کے سر کے نیچے رکھ دیں، اور کھیتی کی حفاظت کے لئے کاغذ پر لکھ کر بیچ کھیت میں ایک لکڑی گاڑ کر اُس پر باندھ دیں، اور رگیں تپکنے اور باری والے بخار اور دردِ سر

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثامن مطبوعہ معرفۃ بیروت ۷/۱۰۸

والغنی والجاہ والدخول علی السلاطین تشد علی الفخذ الیمنی والعسر الولادۃ تشد علی فخذھا الا یسر، ولحفظ المال و الرکوب فی البحر والنجاہ من القتل[1]۔	اور حصول تونگری ووجاہت اور سلاطین کے پاس جانے کے لئے دہنی ران پر باندھیں، اور دشواری ولادت کے لئے عورت کی بائیں ران پر، نیز حفاظت مال اور دریا کی سواری اور قتل سے نجات کے لئے۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں نقل فرماتے ہیں: جب امام علی رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ نیشاپور میں تشریف لائے، چہرہ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا، حافظانِ حدیث امام ابوذراعہ رازی وامام محمد بن اسلم طوسی اوران کے ساتھ بیشمار طالبانِ علم وحدیث حاضرِ خدمتِ انور ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کیا اپنا اجمالِ مبارک ہمیں دکھایئے اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمایئے، امام نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا پردہ ہٹالیں خلقِ خدا کی آنکھیں جمال مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں۔ دو۲ گیسو شانہ مبارک پر لٹک رہے تھے۔ پردہ ہٹتے ہی خلق خدا کی وہ حالت ہوئی کہ کوئی چلّاتا ہے، کوئی روتا ہے، کوئی خاک پر لوٹتا ہے، کوئی سواری مقدس کا سُم چومتا ہے۔ اتنے میں علماء نے آواز دی: خاموش سب لوگ خاموش ہورہے۔ دونوں امام مذکور نے حضور سے کوئی حدیث روایت کرنے کو عرض کی حضور نے فرمایا:

حدثنی ابوموسی الکاظم عن ابیہ جعفر الصادق عن ابیہ محمدن الباقر عن ابیہ زین العابدین عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہم قال حدثنی حبیبی وقرۃ عینی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال حدثنی جبریل قال سمعت رب العزۃ یقول لا الٰہ الااللہ حصنی فمن قال دخل حصنی امن من عذابی[2]۔	یعنی امام علی رضا امام موسٰی کاظم وہ امام جعفر صادق وہ امام محمد باقر وہ امام زین العابدین وہ امام حسین وہ علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی کہ ان سے جبریل نے عرض کی کہ میں نے اللہ عزوجل کو فرماتے سنا کہ لا الٰہ الااللہ میرا قلعہ ہے تو جس نے اسے کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا، میرے عذاب سے امان میں رہا۔

[1] تفسیر غرائب القرآن ذکر اسماء اہل کہف مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱۵/۱۱۰

[2] الصواعق المحرقۃ الفصل الثالث مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۰۵

یہ حدیث روایت فرما کر حضور رواں ہوئے اور پردہ چھوڑ دیا گیا، دواتوں والے جو ارشاد مبارک لکھ رہے تھے شمار کئے گئے، بیس ۲۰ ہزار سے زائد تھے۔امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

لو قرأت ھذاالاسناد علی مجنون لبریٔ من جننه [1]۔	یہ مبارک سنداگر مجنون پر پڑھوں تو ضرور اسے جنون سے شفا ہو۔

اقول فی الواقع جب اسمائے اصحاب کہف قدست اسرارہم میں وُہ برکات ہیں، حالانکہ وُہ اولیائے عیسویین میں سے ہیں تو اولیاء محمدیین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کا کیا کہنا، اُن کے اسمائے کرام کی برکت کیا شمار میں آسکے۔اے شخص! تو نہیں جانتا کہ نام کیا ہے۔ مسمّی کے انحائے وجود سے ایک نحو ہے۔امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء نے فرمایا کہ وجودِ شیئ کی چار ۴ صورتیں ہیں: وجود ادعیان میں، علم میں، تلفظ میں، کتابت میں، توان دوشق اخیر وجود اسم ہی کو وجود مسمّی قرار دیا ہے بلکہ کتبِ عقائد میں لکھتے ہیں: الاسم عین المسمی نام عین مسمّٰی ہے۔امام رازی نے فرمایا: المشھور عن اصحابنا ان الاسم ھوالمسمی مقصود اتنا ہے کہ نام کا مسمّٰی سے اختصاص کپڑوں کے اختصاص سے زائد ہے اور نام مسمّٰی پر دلدلت تراشہ ناخن کی دلالت سے افزوں ہے تو خالی اسماء ہی ایک اعلٰی ذریعہ تبرک وتوسل ہوتے نہ کہ اسامی سلاسل علیہ کی اسناد اتصال بمحبوب ذوالجلال وبحضرت عزت وجلال ہیں جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور اللہ ومحبوب واولیاء کے سلسلہ کرام وکرامت میں انسلاک کی سند تو شجرہ طیبّہ سے بڑھ کر اور کیا ذریعہ توسل چاہئے: پھر کفن پر لکھنا کہ ہمارے ائمہ نے جسے جائز فرمایا اور امید گاہِ مغفرت بنایا، اور بعض شافعیہ کو اس میں خیالِ تجنیس آیا، شجرہ طیبہ میں اس کا خیال بھی لزوم نہیں۔ کیا ضرور کہ کفن ہی میں رکھیں بلکہ قبر میں طاق بنا کر خواہ سرہانے کہ نکیرین پائینتی کی طرف سے آتے ہیں اُن سے پیشِ نظر ہو، خواہ جانبِ قبلہ کہ میّت کے پیش رو رہے اور اس کے سکون واطمینان واعانت جواب کا باعث ہو، باذنہٖ تعالٰی ولہ الحمد۔شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی رسالہ "فیض عام" میں شجرہ قبر میں رکھنے کو معمولِ بزرگانِ دین بتا کر سرہانے طاق میں رکھنا پسند کیا۔ یہ امر واسع ہے بلکہ ہماری تحقیق سے واضح ہوا کہ کفن میں رکھنے میں جو کلامِ فقہاء بتایا گیا وُہ متاخرینِ شافعیہ ہیں، ہمارے ائمہ کے طور پر یہ بھی روا ہے، ہاں خروج عن الخلاف کے لئے طاق میں رکھنا زیادہ مناسب وبجا ہے، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

---

[1] الصواعق المحرقۃ الفصل الثالث فی الاحادیث الواردۃ فی بعض اہل البیت مطبوعہ مکتبہ مجددیہ ملتان ص ۲۰۵

مسئلہ نمبر ۱۶: از چھاؤنی اشرف خان ۳۰ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنازہ لے کر چلیں تو سرہانہ آگے کریں یا پائینتی؟ ایک شخص کہتا ہے کہ پائینتی آگے کرنے کا حکم ہے میں نے علمائے دین سے پوچھ لیا ہے۔ اور قبر پر اذان کہنے کو ایک شخص حرام و ناجائز کہتا ہے اس میں کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اُس شخص نے محض غلط کہا، جنازہ لے کر چلنے میں سرہانے آگے کرنے کا حکم ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

فی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الراس کذافی المضمرات[1]۔	جنازہ لے کر چلنے میں سر آگے ہوگا۔ ایسا ہی مضمرات میں ہے۔ (ت)

قبر پر اذان دینے کو جس نے حرام کہا محض غلط کہا، اگر سچّا ہے تو بتائے کہ کس آیت یا حدیث میں اس کو حرام فرمایا ہے اگر نہ بتائے تو ہرگز نہ بتاسکے گا تو خدا اور رسول پر افتراء کرنے کا اقرار کرے۔ حرام وُہ ہے جسے خدا اور رسول نے حرام فرمایا اور واجب وہ ہے جسے خدا اور رسول نے واجب کہا حکم دیا، لیکن وہ چیزیں جن کا خدا اور رسول نے حکم دیا نہ منع کیا وہ سب جائز ہیں انہیں حرام کہنے والا خدا اور رسول پر افتراء کرتا ہے، فقیر کا خاص اس باب میں رسالہ طبع ہوگیا ہے اُسے دیکھ کر اس اذان کے فوائد معلوم کریں اس میں پندرہ ۱۵ دلیلوں سے اس کی اصل جواز کا ثبوت دیا گیا ہے، جو مدعی حرمت کا ہے پہلے اس کے حرام ہونے کا آیت وحدیثوں سے ثبوت دے جب نہ دے سکے تو اپنے کذب کا اقرار اور اذان کے جائز ہونے کا اعتراف کرے، اس کے بعد جو بیان ہوئے سب ہوجائے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۱۷: از ملک مالوا شہر اندور چھینپہ باکھل مرسلہ اسمٰعیل قادری احمد آباد والا

یہاں میّت ہوگئی تھی، اس کے کفنانے کے بعد پھولوں کی چادر ڈالی گئی، اس کو ایک پیش امام افغانی نے اتار ڈالا اور کہا یہ بدعت ہے ہم نہ ڈالنے دیں گے، دوسرے جو غلاف کا پارچہ سیاہ کعبہ شریف سے لاتے ہیں وہ ٹکڑا ڈالا ہوا تھا اُس ہٹادیا اور کہا یہ روافض کا رواج ہے ہم نہ ڈالیں گے، اُسے الگ ہٹاکے اس نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

الجواب:

پھولوں کی چادر بالائے کفن ڈالنے میں شرعاً اصلاً حرج نہیں بلکہ نیتِ حسن سے حسن ہے جیسے قبور پر

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۲

پھول ڈالنا کہ وہ جب تک تر ہیں تسبیح کرتے ہیں اس سے میّت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اترتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

ضع الورد والریاحین علی القبور حسن[1]۔	قبروں پر گلاب اور پھولوں کا رکھنا اچھا ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان و امداد الفتاح شرح المصنف لمراقی الفلاح و ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے:

انه مادام رطبا یسبح فیؤنس المیت وتنزل بذکرہ الرحمة[2]۔	پھول جب تک تر رہے تسبیح کرتا رہتا ہے جس سے میت کو اُنس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ (ت)

یونہی تبرک کے لئے غلافِ کعبہ معظّمہ کا قلیل ٹکڑا سینے یا چہرے پر رکھنا بلاشبہہ جائز ہے اور اسے رواج روافض بتانا محض جھوٹ ہے۔ اسد الغابہ وغیرہا میں ہے:

لما حضرہ الموت اوصی ان یکفن فی قمیص کان علیه افضل الصلٰوة والسلام کساہ ایاہ، وان جعل ممایلی جسدہ، وکان عندہ قلامة اظفارہ علیه افضل الصلٰوة والسلام فاوصی ان تسحق وتجعل فی عینیه وفمه، وقال افعلوا ذلك وخلوبینی وبین ارحم الراحمین[3]۔	جب حضرت امیر معاویہ کا آخری وقت آیا وصیت فرمائی کہ اُنہیں اُس قمیص میں کفن دیا جائے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں عطافرمائی تھی، اور یہ ان کے جسم سے متصل رکھی جائے، ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ناخن پاک کے کچھ تراشے بھی تھے ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ باریک کرکے ان کی آنکھوں اور دہن پر رکھ دئے جائیں۔ فرمایا کہ یہ کام انجام دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کردینا (ت)۔

مسئلہ نمبر ۱۸: از سورت اسٹیشن سائن، موضع کٹھور، مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب ۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یہاں رواج ہے کہ شخص میت کو بعد تغسیل و تکفین کے جنازے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

[2] ردالمحتار مطلب فی وضع الجرید ونحو الآس علی القبور مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۶۰۶

[3] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ باب المیم والعین مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴/ ۳۸۷

میں رکھتے ہیں، اور جنازہ کی چھتری پر غلاف ڈال کے مُردے کے واسطے شال اور عورت کے واسطے دامنی ڈالا کرتے ہیں اور پھر اس شال یا دامنی کو پھولوں کی ایک چادر بنا کر ڈالتے ہیں تو آیا یہ امر واسطے مرد کے کرنا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب

جنازہ زنان پر چھتری یا گہوارہ بنا کر غلاف وپردہ ڈالنا مستحب وماثور ہے، ایسا ہی چاہئے، اور جنازہ مرداں میں نہ اس کی حاجت نہ سلف سے عادت۔ ہاں بارش یا دھوپ وغیرہ کی شدت سے بچانے کو بنائیں تو کچھ حرج نہیں، فی کشف الغطاء (کشف الغطاء میں ہے):

اولٰی آنست کہ پوشیدہ شود جنازہ زنان را و مستحسن داشتہ اند گرفتن صندوق رابرائے وے نہ بروئے مرد۔ مگر آن کہ ضرورتے داعی باشد چون خوفِ باران وبرف وشدّتِ گرماو نحوآن[1]۔	عورتوں کے جنازہ کو چھپادینا بہتر ہے اور اس کے لئے صندوق بنانا علماء نے مستحسن قرار دیا ہے مرد کے لئے نہیں، مگر یہ کوئی ضرورت داعی ہو بارش اور برف کا اندیشہ ہو یا سخت گرمی وغیرہ ہو۔ (ت)

اور دوشالہ وغیرہ بیش بہا کپڑے ڈالنے سے اگر ریاء وتفاخر ہو تو وہ حرام ہے نہ کہ خاص معاملہ میت واولین منازل آخرت میں، اور اگر زینت مراد ہو تو وہ بھی مکروہ۔

فی الشامیہ عن الطحطاویۃ ویکرہ فیہ کل ماکان للزینۃ[2]۔	شامی میں طحطاوی کے حوالے سے ہے:- اس میں وُہ سب مکروہ ہے جو زینت کے لئے ہو۔ (ت)

ہاں تصدق منظور ہو تو بے شک محمود۔ مگر تصدق کچھ اس طرح اس پر موقوف نہیں کہ جنازہ پر ڈال ہی کر دیں۔ یونہی پھولوں کی چادر بہ نیتِ زینت مکروہ، اور اگر اس قصد سے ہو کہ وہ بحکم احادیث خفیف الحل وطیب الرائحہ و مسبّحِ خدا و مونسِ میّت ہے تو حرج نہیں۔

کما فی القبور ففی الھندیۃ وغیرھا وضع الورد والریاحین علی القبور حسن[3] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔	جیسے قبروں میں کہ ہندیہ وغیرہا میں ہے: قبروں پر گلاب وغیرہ کے پھول رکھنا اچھا ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] کشف الغطاء فصل پنجم مطبع احمدی دہلی ص ۳۲

[2] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۵۷۸/۱

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر زیارۃ القبور مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵۱/۵

مسئلہ نمبر ۱۹: از مانا دور ملک کاٹھیاواڑ مرسلہ ماسٹر اسمٰعیل صاحب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

تمام لوگ بوجہ رسم کے بالوجہ اس امر کے ملّا صاحب فرماتے ہیں ہم نہیں آئیں گے، ریشمی کپڑا یا رنگ برنگ کی چادریں میت پر ڈالتے ہیں اور جب اُن سے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں تم لوگ ہم پر حسد کرتے ہو، مجبورًا ڈلوانا کہاں تک جائز ہے؟

الجواب:

جبر حرام ہے اور بخوشی بھی نہ ہو اگر ملّا فقیر نہیں یعنی چھپن روپے کے مال کا مالک ہے جو قرض وغیرہ میں مشغول نہیں، نیز ایک رسم بے ثبوت کا ایسا التزام نہ چاہئے جبر کرنے والا ملّا نہیں گھٹیا ہے **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۲۰: از دلگیر گنج پرگنہ جہاں آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ

اگر عورت مر جائے تو شوہر اس کے جنازے کو ہاتھ لگائے یا نہیں؟

الجواب:

جنازے کو محض اجنبی ہاتھ لگاتے، کندھوں پر اُٹھاتے، قبر تک لے جاتے ہیں، شوہر نے کیا قصور کیا ہے۔ یہ مسئلہ جاہلوں میں محض غلط مشہور ہے۔ ہاں شوہر کو اپنی زنِ مردہ کا بدن چھونا جائز نہیں، دیکھنے کی اجازت ہے **کما نص علیہ فی التنویر والدر وغیرھما** (جیسا کہ تنویر الابصار اور درمختار وغیرہما میں اسکی تصریح ہے۔ت) اجنبی کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ محارم کو پیٹ، پیٹھ اور ناف سے زانو تک کے سوا چھونے کی بھی اجازت ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۲۱: زوجہ کا جنازہ شوہر کو چھونا کیسا ہے؟ چھونا چاہئے یا نہیں؟ شوہر کا اپنی زوجہ کا منہ قبر میں رکھنے کے بعد دیکھنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

شوہر کو بعد انتقال زوجہ قبر میں خواہ بیرونِ قبر اس کا منہ یا بدن دیکھنا جائز ہے، قبر میں اتارنا جائز ہے، اور جنازہ تو محض اجنبی تک اٹھاتے ہیں، ہاں بغیر حائل کے اس کے بدن کو ہاتھ لگانا شوہر کو ناجائز ہوتا ہے۔ زوجہ کو جب تک عدت میں رہے شوہر مردہ کا بدن چھونا بلکہ اسے غسل دینا بھی جائز رہتا ہے۔ یہ مسئلہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۲۲: ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ

ہندوستان کے لوگوں کا دستور ہے کہ جب عورت کی حالتِ نزع ہوتی ہے تب اُس کے شوہر کو اُس کے پاس نہیں جانے دیتے اور اس کا شوہر حالتِ نزع میں اُس کے پاس نہیں جاتا اُس عورت کی تکفین وتدفین

میں بھی شوہر کو شریک نہیں کرتے اور کہتے ہیں اب اس کا رشتہ ٹوٹ گیا، آیا یہ فعل ان کا جائز ہے یا ناجائز؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جب تک جسمِ زن میں روح باقی ہے اگرچہ حالتِ نزع ہو بلاشبہ اس کی زوجہ ہے، اور اس وقت شوہر کو پاس نہ آنے دینا ظلم ہے اور اسی وقت سے رشتہ منقطع سمجھ لینا سخت جہل، اور بعد موتِ زن بھی شوہر کو دیکھنے کی اجازت ہے البتہ ہاتھ لگانا منع ہے **کمانص علیه فی التنویر والدر وغیرهما** (جیسا کہ تنویر الابصار اور دُرمختار وغیرہما میں اس کی تصریح ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۲۳: از پنجاب ضلع جہلم ڈاکخانہ وریلوے اسٹیشن ترقی موضع غازی ناڑہ مرسلہ محمد مجید الحسن صاحب۔ ۵ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

مشہور خدمت جناب صاحب حجتِ قاہرہ مجددِ مائۃ حاضرہ مولٰنا مولوی احمد رضا خان صاحب دام ظلکم علٰی راس المسترشدین بعد سلام سنۃ الاسلام عرض ہے کہ اس ملک میں جنازہ کے آگے مولود خوانی میں اختلاف اور جھگڑا ہے ایک طائفہ بحرالرائق و مراقی الفلاح و قاضی خان و عالمگیری وغیرہا کی عبارات سے مکروہ تحریمی کہتے ہیں، اور دوسری جماعت جائز و مستحب کہتی ہے، آپ کی تحریر پر جملہ مسلمانوں کا فیصلہ ہے کئی ماہ کے تنازع کا فیصلہ ہوگا۔ عبارات فریق قائل کراہت۔ ردالمحتار:

قیل تحریما وقیل تنزیها کمافی البحر عن الغایة وفیه عنها وینبغی لمن تبع الجنازة ان یطیل الصمت وفیه عن الظهیریة فان اراد ان یذکر اللہ تعالٰی یذکر فی نفسه لقوله تعالٰی انه لایحب المعتدین ای الجاهرین بالدعاء قلت اذاکان هذا فی الدعاء والذکر فماظنك بالغناء الحادث فی هذاالزمان[1]۔	کہا گیا کہ مکروہِ تحریمی ہے اور کہا گیا کہ تنزیہی جیسا کہ بحر میں غایہ سے منقول ہے، اور اُس میں اسی سے یہ بھی ہے: جنازہ کے پیچھے چلنے والے کو برابر سکوت رکھنا چاہئے، اور اسی میں ظہیریہ سے ہے: اگر اللہ تعالٰی کا ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے اس لئے کہ باری تعالٰی کا ارشاد ہے: وُہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا--یعنی دُعا میں جہر کرنے والوں کو-- میں کہتا ہوں یہ جب دعا وذکر کا حکم ہے تو اُس نغمہ اور گانے کا کیا حال ہوگا جو اس زمانے

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۹۸

بحرالرائق ینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت ویکرہ رفع الصوات بالذکر وقراءۃ القراٰن[1] الخ	کی پیداوار ہے--البحرالرائق میں ہے جنازہ کے پیچھے چلنے والے کو طول سکوت اختیار کرنا چاہئے اور بلند آواز سے ذکر وتلاوت قرآن مکروہ ہے الخ (ت)

عبارت فریق قائل بحلت

عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما لم یکن یسمع من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو یمشی خلف الجنازۃ الاقول لا الٰہ الااللہ اخرجہ ابن عدی فی ترجمۃ ف براہیم بن ابی حمید وضعفہ. تخریج احادیث الھدایۃ لابن حجر[2]۔	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنازہ کے پیچھے چلتے تو حضور سے کلمہ لا الٰہ الااللہ کے سوا کچھ نہ سُنا جاتا --ابن عدی نے ابراہیم بن ابی حمید کے حالات میں اس کی تخریج کی ہے اور اسے ضعیف کہا ہے۔ تخریج احادیث ہدایہ از علامہ ابن حجر (ت)

یعنی اس سے ادنٰی جہر ثابت ہوتا ہے وغیرہ۔ بینوا توجروا

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہاں کتبِ حنفیّہ میں جنازے کے ساتھ ذکرِ جہر کو مکروہ لکھا ہے جس طرح خود نفسِ ذکرِ جہر کو بکثرت کتبِ حنفیّہ میں مکروہ بتایا حالانکہ وہ اطلاعات قرآن عظیم واحادیثِ حضور سید المرسلین صلی تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے اور عندالتحقیق کراہت کا عروض نظر بعوارض خارجہ غیر لازمہ ہے جیسا کہ علامہ خیرالدین رملی استاد صاحبِ درِمختار وغیرہ محققین نے تحقیق فرمایا اور ہم نے اپنے فتوٰی میں اُسے منقح کیا، یہاں بھی اُس کا منشاء عوارض ہی ہیں قلب ہمراہیاں کا مشوش ہونا یادِ موت سے دوسری طرف توجہ کرنا انصاف کیجئے تو یہ حکم اس زمانِ خیر کے لئے تھا جبکہ ہمراہیانِ جنازہ تصوّرِ موت میں ایسے غرق ہوتے تھے کہ گویا میّت ان میں ہر ایک کا خاص اپنا کوئی جگر پارہ ہے بلکہ گویا خود ہی میت ہیں، ہمیں کو جنازہ پر لئے جاتے ہیں اور اب

---

[1] بحرالرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوتہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۲/۲

[2] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ ابراہیم بن احمد کے تحت مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲۶۹/۱، صحیح بخاری کتاب الحیض مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۴/۱

ف: ھو ابراھیم بن احمد الحرانی الضریر، انظر حاشیۃ نصب الرایۃ ۲/ ۲۹۲، ابراھیم الحرانی ھو ابن ابی حمید متھم بوضع الحدیث، انظر اللسان ۲۸/۱ *نذیر احمد سعیدی*

قبر میں رکھیں گے، ولہٰذا علماء نے سکوتِ محض کو پسند کیا تھا کہ کلام اگرچہ ذکر ہی ہو اگرچہ آہستہ ہو، اس تصور سے کہ (بغایت نافع اور مفید اور برسوں کے زنگ دل سے دھودینے والا ہے) روکے گا یا کم از کم دل بٹ تو جائے گا تو اس وقت محض خاموشی ہی مناسب تر ہے، ورنہ خاموش للہ ذکرِ خدا اور سول نہ کسی وقت منع ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتی ہیں:

كان رسول اللهصلى اللهتعالى عليه وسلم يذكر اللهتعالى على كل احيانه [1]۔ رواه مسلم وابو داؤد والترمذي وابن ماجة وَعَلّقَهُ البخاري۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر وقت خدا کا ذکر کیا کرتے۔ اسے مسلم، احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کیا اور بخاری نے تعلیقاً روایت کیا۔ (ت)

نہ کوئی چیز اس سے بہتر، قال اللہ عزوجل وَلَذِكْرُ اللهِ أَكْبَرُ [2] (اللہ عزوجل نے فرمایا اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔ ت) اب کہ زمانہ منقلب ہُوا، لوگ جنازہ کے ساتھ اور دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر لغویات وفضولیات اور دنیوی تذکروں بلکہ خندہ ولہو میں مشغول ہوتے ہیں تو انہیں ذکرِ خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف مشغول کرنا عین صواب وکارِ ثواب ہے معہذا جنازہ کے ساتھ ذکرِ جہر کی کراہت میں اختلاف ہے کہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے، اور ترجیح بھی مختلف آئی۔ قنیہ میں کراہت تنزیہ کو ترجیح دی اور اسی پر فتاوٰی تتمہ میں جزم فرمایا اور یہی تجرید ومجتبی وحاوی وبحر الرائق وغیرہا کے لفظ ینبغی کا مفاد ہے اور ترک ادنی اصلاً گناہ نہیں کما نصوا علیہ وحققناہ فی جمل مجلیۃ (جیسا کہ علماء نے اس کی صراحت فرمائی اور ہم نے رسالے جُمَل مجلّیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ ۱۳۰۴ھ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بد خواہی عام مسلمین ہے اور اس کا مرتکب نہ ہوگا مگر متقشف کہ مقاصدِ شرع سے جاہل وناواقف ہو یا متصلف کہ مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت وشہرت چاہتا ہو، بلکہ ائمہ ناصحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ منع کرنا اُس منکر سے ضرور ہے جو بالاجماع حرام ہو، بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یادِ خدا میں مشغول ہوں ہرگز منع نہ کئے جائیں اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو، مثلاً سُورج نکلتے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو نہ روکے جائیں کہ کسی طرح وہ خدا کا نام تو لیں اسے سجدہ تو کریں اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اس کی صحت ہوسکے امام علّامہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحیض مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۲

[2] القرآن ۲۹/۴۵

عارف باللہ ناصح الامہ سید عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کتاب مستطاب الحدیقۃ الندیۃ فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں فرماتے ہیں:

قال فی شرح الطحطاوی علی مشیع الجنازۃ الصمت وعبرفی المجتبی والتجدید والحاوی ینبغی ان یطیل الصمت وسنن المرسلین الصمت معھا کذافی منیۃ المفتی ویکرہ لھم رفع الصوت کراھۃ تحریم وقیل تنزیہ، قنیۃ، وھو یکرہ علی معنی انہ تارك الاولی کماعزاہ فی التتمۃ الی والدہ وفی شرح شرعۃ الاسلام المسمی بجامع الشروح یستکثرمن التسبیح والتھلیل علی سبیل الاخفاء خلف الجنازۃ ولایتکلم بشیئ من امرالدنیا لکن بعض المشائخ جوزوا الذکر الجھری ورفع الصوت بالتعظیم بغیر التغییر بادخال حرف فی خلالہ قدام الجنازۃ وخلفھا لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبیہ الغفلۃ والظلمۃ و ازالۃ صداء القلوب وقساوتھا یجب الدنیا وریاستھا وفی کتاب العھود المحمدیۃ للشیخ الشعرانی قدس اللہ تعالٰی سرہ ینبغی لعالم الحارہ ان یعلم من یرید المشی مع الجنازۃ عدام اللغو فیھا وذکر من تولی وعزل عن

شرح طحطاوی میں ہے: جنازہ کے ساتھ چلنے والے پر خاموشی لازم ہے--مجتبی، تجرید اور حاوی کے الفاظ یہ ہیں کہ: اسے طول سکونت اختیار کرنا چاہئے حضرت رُسل علیہم السلام کی سنت یہی ہے کہ جنازہ کے ساتھ خاموش رہیں۔ اسی طرح منیۃ المفتی میں ہے--لوگوں کا آواز بلند کرنا مکروہ تحریمی ہے اور کہا گیا کہ تنزیہی ہے، مبتغی-- کراہت تنزیہ ہے اور کہا گیا کہ کراہت تحریم ہے، قنیہ --آواز بلند کرنا مکروہ ہے یعنی ترک اولٰی ہے، جیسا کہ تتمہ میں اسے اپنے والد کے حوالے سے ذکر کیا۔ اور شرعۃ الاسلام کی جامع الشروح نامی شرح میں یہ ہے کہ: جنازہ کے پیچھے سرّی طور پر زیادہ سے زیادہ تسبیح و تہلیل کرے، کوئی دنیاوی بات نہ بولے، لیکن بعض مشائخ نے جہری ذکر کو بھی جائز کہا ہے اس طرح کہ درمیان میں کوئی بات ڈالے بغیر جنازہ کے آگے اور پیچھے تعظیم کے ساتھ بآوازِ بلند ذکر کریں تاکہ میت اور دوسرے زنداں کو تلقین ہو، غافلوں ظالموں کو تنبیہ ہو، دنیا کی محبت و ریاست سے دلوں میں جو زنگ اور درشتی ہے وہ دور ہو--علامہ شعرانی قدس سرہ، کی کتاب العھود المحمدیہ میں ہے کہ عالمِ محلّہ کو چاہئے کہ جو لوگ جنازہ کے ساتھ چلنا چاہتے ہیں انہیں تعلیم دے کر لغو سے پرہیز کریں اس طرح کی باتوں میں نہ پڑیں کہ فلاں حکمران بنا، فلاں والی

الولاۃ اوسافر ورجع من التجار ونحوذلك كان السلف الصالح لايتكلمون فی الجنازۃ الابماورد وكان الغريب لايعرف لغلبۃ الحزن علی الحاضرين كلهم وكان سيدی علی الخواص رضی اللہ تعالٰی عنه يقول اذاعلم من الماشين مع الجنازۃ انهم لايتركون اللغوفی الجنازۃ و يشتغلون باحوال الدنيا فينبغی ان يامرهم بقول لا الٰه الااللہ محمدرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی عليه وسلم فان ذلك افضل من تركۃ ولاينبغی لفقيه ان ينكر ذٰلك الابنص او اجماع فان مع المسلمين الاذن العام من الشارع بقول لاالٰه الااللہ محمدرسول اللہ فی كل وقت شاؤا ويااللہ العجب من عمی قلب من ينكر مثل هذا و ربماعزم عند الحكام الفلوس حتی يبطل قول المؤمنين لاالٰه الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی عليه وسلم فی طريق الجنازۃ وهويری للحشاش حرم عليك بل رأيت فقيها منهم ياخذ معلوم امامۃ من فلوس بائع الحشيش فنسأل اللہ العافيۃ۔

معزول ہوا، فلاں تاجر سفر میں گیا، فلاں واپس آیا۔ سلف صالحین کی روش یہ تھی کہ جنازہ میں کچھ نہ بولتے مگر وُہ جو حدیث میں وارد ہے۔ سارے حاضرین پر حزن وغم کا ایک ایسا غلبہ رہتا کہ اجنبی اور پردیسی شخص کو جب تک بتایا نہ جائے یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ میّت کا قریبی کون ہے--سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ لغو سے باز نہ آئیں گے اور دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے تو انہیں لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پڑھنے کا حکم دینا چاہئے کیونکہ ایسی حالت میں اسے پڑھنا نہ پڑھنے سے افضل ہے۔ اور کسی فقیہ کو بغیر نص اجماع کے اس سے انکار مناسب نہیں--اس لئے کہ مسلمانوں کے لئے شارع کی جانب سے وُہ جب بھی چاہیں لا الٰہ الااللہ محمدرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پڑھنے کو باطل کہہ کے حکام کے یہاں مال حاصل کرنا چاہتا ہو، دُوسری طرف یہ حال ہو کہ بھنگ بکتی دیکھے تو بھنگ فروش سے یہ کہنے کی زحمت گوارا نہ ہو یہ تجھ پر حرام ہے-- بلکہ اس طبقے کے فقیہ کو میں نے دیکھا کہ وہ بھنگ فروش کے مال سے اپنی امامت کی تنخواہ وصول کرتا--تو خدا ہی سے عافیت کا

وذکر الشعرانی ایضارحمۃ اللہ تعالٰی فی کتابہ عہودالمشائخ قال لا نمکن احدامن اخواننا ینکر شیئا ابتدعہ المسلمون علی جہۃ القربۃ الی اللہ تعالٰی وراؤہ حسنالا سیماکان متعلقا باللہ تعالٰی ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قرائۃ القرآن امامہا ونحوذلك فمن حرم ذلك فہوقاصرعن فہم الشریعۃ لانہ ماکل مالم یکن علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون مذموماولوفتح ھذاالباب لردت اقوال المجتہدین فی مجیع ما استحبوامن المحاسن ولاقائل بہ قد فتح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعلماء امتہ ھذا الباب واباح لہم ان یسنوا کل شیئ استحسنوہ ویلحقوہ بشریعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہ من یعمل بہا وکلمۃ لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکبر الحسنات فکیف یمنع منہا وتأمل احوال غالب الخلق

سوال ہے۔علامہ شعرانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی دینی کتاب عہود المشائخ میں فرمایا کہ اپنے ہم دوستوں میں سے کسی کو ایسے امر پر نکیر کی اجازت نہ دیں گے جسے مسلمانوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تقرب کے طور پر ایجاد کیا ہو اور اسے اچھا جانتے ہوں۔ خصوصًا ایساکام جسکا تعلق خداتعالٰی اور اسکے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جیسے جنازہ کے آگے لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پڑھنا اور اس کے سامنے قرآن کی تلاوت کرنا، یا ایسے دوسرے کام--جو اسے حرام کہے وُہ فہمِ شریعت سے قاصر ہے، اس لئے کہ ہر وہ کام جو عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نہ رہا ہو بُرا نہیں، اگر یہ دروازہ کھولا جائے تو مجتہدین کرام کے وہ سارے اقوال مردود ٹھہریں جو انہوں نے اپنی پسند کردہ اچھی چیزں کے بارے میں فرمائے ہیں--اور اس کا کوئی قائل نہیں--خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کے لئے یہ دروازہ کھول رکھا ہے اور انہیں اجازت دی ہے کہ جو طریقہ بھی اچھا سمجھیں اسے جاری کریں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت میں شامل کریں یہ اجازت رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے ثابت ہے: جو شخص کوئی اچھاکام ایجاد کرے اسے اس ایجاد کا ثواب ملے گا اور اس طریقے پر ائندہ سارے عمل کرنے والوں کا بھی ثواب ملے گا--

الاٰن فی الجنازۃ تجدھم مشغولین بحکایت الدنیالم یعتبروابالمیت وقلبھم غافل عن جمیع ماوقع لہ بل رأیت منھم من یضحك واذا تعارض عندنا مثل ذٰلك وکون ذٰلك لم یکن فی عھدرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدمنا ذکر اللہ عزوجل لوصاح کل من فی الجنازۃ لاالٰہ الااللہ فلااعتراض ولم یاتنا فی ذلك شیئ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلوکان ذکر اللہ تعالٰی فی الجنازۃ منھیا عنہ لبلغنا ولوفی حدیث کمابلغنا فی قراءۃ القراٰن فی الرکوع وشیئ سکت عنہ الشارع صلی اللہ تعالٰہ وسلم اوائل الاسلام لایمنع منہ اواخرالزمان [1] اھ باختصار قلیل	کلمہ لاالٰہ الااللہ محمدرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توسب سے بڑی نیکی ہے پھر اس سے کیوں کر روکا جائے گا؟--اس زمانے میں جنازے کے اندر اکثر لوگوں کے احوال پر نظر کرو دنیا کی باتوں میں مشغول ملیں گے جنہیں میت کے حال سے کوئی عبرت نہیں، ان کا دل اس سارے واقعے سے غافل ہے، بلکہ ان میں ہنسنے والے بھی نظر آئیں گے--ذکر نہ کریں تو یہ حالت اور ذکر میں مشغول ہوں تو یہ اعتراض ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا۔ ہمارے نزدیک جب ایسا تعارض درپیش ہے تو ہم اللہ کے ذکر کو مقدم رکھیں گے--اب اگر سارے شرکاءِ جنازہ پکار کر لاالٰہ الااللہ کہیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس سے ممانعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کوئی ارشاد وارد نہیں۔ اگر جنازے میں ذکر الٰہی ممنوع ہوتا تو کسی نہ کسی حدیث میں تو یہ حکم وارد ہوتا، جیسے رکوع میں قرآن شریف پڑھنا ممنوع ہے تو اس بارے میں حدیث آئی ہے۔ تو جس چیز سے ابتدائے اسلام میں شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام نے سکوت فرمایا وہ ہمارے آخر زمانے میں ممنوع نہیں ہوسکتی اھ باختصار قلیل (ت)

اس کلام جمیل امام جلیل رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کاخلاصہ ارشادات چندافادات:

(ا) سلف صالح کی حالت نماز جنازہ میں یہ ہوتی کہ ناواقف کو نہ معلوم ہوتا کہ ان میں اہلِ میت کون ہے۔ اور باقی ہمراہ کون، سب ایک سے مغموم و محزون نظر آتے ہیں، اور اب حال یہ ہے کہ جنازے میں دنیاوی باتوں

[1] حدیقہ شرح طریقہ محمدیہ الصنف الثالث کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ ۲/۴۰۸-۴۰۹

میں مشغول ہوتے ہیں، موت سے انہیں کوئی عبرت نہیں ہوتی، ان کے دل اس سے غافل ہیں کہ میّت پر کیا گزری، فرماتے ہیں: بلکہ میں نے لوگوں کو ہنستے دیکھا، تو ایسی حالت میں ذکر جہر کرنا اور تعظیم خدا اور رسول جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلند آواز سے پڑھنا عین نصیحت ہے کہ ان کے دلوں کے زنگ چھوٹیں اور غفلت سے بیدار ہوں۔

(۲) نیز اُس میّت کو تلقین ذکر کا فائدہ ہے کہ وہ سن سن کر سوالات نکیرین کے جواب کے لئے تیار ہو۔

(۳) سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام کی طرف مسلمانوں کو ذکرِ خدا اور رسول جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اذنِ عام ہے تو جب تک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو انکار کیا مناسب ہے؟

(۴) نیز انہی امام عارف نے فرمایا: الٰہی جو اس سے منع کرے اس کا دل کس قدر سخت اندھا ہے، جنازے کے ساتھ ذکر خدا و رسول جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بند کرنے کی تو یہ کوشش اور بھنگ بکتی دیکھیں تو اُس سے اتنا نہ کہیں کہ یہ تجھ پر حرام ہے، فرماتے ہیں بلکہ میں نے انہی میں ایک کو دیکھا کہ اس سے تو منع کرتا اور خود اپنی پیش نمازی کی تنخواہ بھنگ فروش کے حرام مال سے لیتا۔

(۵) امام عارف باللہ سیّدی شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں: اکابر کرام کے یہاں عہد ہے جو اچھی بات مسلمانوں نے نئی نکالی ہو اُسے منع نہ کریں گے خصوصًا جب وُہ اللہ ورسول عزجلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہو، جیسے جنازے کے ساتھ قرآن مجید یا کلمہ شریف یا اور ذکر خدا اور سول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۶) نیز امامِ ممدوح فرماتے ہیں: جو اُسے ناجائز کہے اسے شریعت کی سمجھ نہیں۔

(۷) نیز فرماتے ہیں: ہر وہ بات کہ زمانِ برکت تو اماں حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نہ تھی مذموم نہیں ہوتی، ورنہ اس کا دروازہ کھلے تو ائمہ مجتہدین نے جتنی نیک باتیں نکالیں اُن کے وُہ سب اقوال مردود ہوجائیں۔

(۸) فرماتے ہیں: بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اُس ارشاد سے کہ (جو شخص دینِ اسلام میں نیک بات نکالے اُسے اس کا اجر ملے اور قیامت تک جتنے لوگ اس نیک بات کو بجالائیں سب کا ثواب اُس کی ایجاد کنندہ کے نامہ اعمال میں لکھا جائے) علمائے امت کے لئے اس کا دروازہ کھول دیا ہے کہ نیک طریقے ایجاد کریں اور انہیں شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ملحق کریں، یعنی جب حضورِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ عام اجازت فرمائی ہے جو نیک نئی بات نئی پیدا ہوگئی وہ نئی

نئ نہیں بلکہ حضور کے اس اذنِ عام سے حضور ہی کی شریعت ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۹) فرماتے ہیں کہ شرح مطہر میں اُس سے ممانعت نہ آنا ہی اس کے جواز کی دلیل ہے۔ اگر جنازے کے ساتھ ذکر الٰہی منع ہوتا تو کم از کم ایک حدیث تو اس کی ممانعت میں آتی، جیسے رکوع میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے، تو اسکی ممانعت کی حدیث موجود ہے، تو جس چیز سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سکوت فرمایا وہ کبھی ہمارے زمانے میں منع نہیں ہوسکتی۔

(۱۰) نتیجہ یہ نکلا کہ اگر جنازے کے تمام ہمراہی بلند آواز سے کلمہ طیبّہ وغیرہا ذکرِ خدا و رسول عزوعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرتے چلیں تو کچھ اعتراض نہیں بلکہ اس کا کرنا نہ کرنے سے افضل ہے۔ نیز امام نابلسی ممدوح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں:

لاینبغی ان ینھی الواعظ عما قال بہ امام ائمۃ المسلمین بل ینبغی ان یقع النھی عما اجمع الائمۃ کلھم علی تحریمہ[1]۔	یہ نہ چاہئے کہ واعظ ایسی چیز سے روکے جسے ائمہ مسلمین میں سے کسی امام نے جائز کہا ہو بلکہ ممانعت ایسے کام سے ہونا چاہئے جس کی حرمت پر سب ائمہ کا اجماع ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

تحریما صلوۃ مع شروق الاالعوام فلا یمنعون من فعلھا لانھم یترکونھا والاداء الجائز عندالبعض اولی من الترک کما فی القنیۃ وغیرھا[2]۔ اھ **قلت** ونقلہ سیّدی عبدالغنی فی الحدیقۃ عن شرح الدرر لابیہ عن المصفی شرح النسفیۃ عن الشیخ الامام الاستاذ حمدالدین عن شیخہ الامام الاجل جمال الدین	سورج نکلتے وقت نماز مکروہِ تحریمی ہے مگر عوام کو اس سے منع نہ کیا جائے گا اس لئے کہ وہ نماز ہی ترک کردیں گے۔۔ جبکہ ترک سے وہ ادائیگی بہتر ہے جو بعض کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے اھ۔ **میں کہتا ہوں** اسے سیدی عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں اپنے والد کی شرح درر سے نقل کیا ہے اُس میں نسفیہ کی شرح مصفی سے۔ اس میں شیخ امام استاذ حمیدالدین نقل ہے۔ انہوں نے اپنے شیخ امامِ اجل جمال الدین محبوبی سے

[1] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ الخلق الثامن والاربعون من الاخلاق الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۵۱

[2] دُرمختار کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۱

المحبوبی وایضاعن شمس الائمة الحلوانی وعن القنیة عن النسفی والحلوانی وایضافی ردالمحتار البحرعن المجتبی عن الامام الفقیه ابی جعفر فی مسئلة التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر، الذی عندی انه لاینبغی ان تمنع العامة عنه لقلة رغبتهم فی الخیر وبه ناخذ[1] اھ وفی الحدیقة الندیة، ومن هذا القبیل نهی الناس عن صلوة الرغائب بالجماعة وصلوة لیلة القدر و نحو ذلك وان صرح العلماء بالکراهة بالجماعة فیها فلا یفتی بذلك العوام لئلا تقل رغبتهم فی الخیرات[2] واللہ تعالٰی اعلم۔	نقل کیا ہے۔اور شمس الائمہ حلوانی سے اور قنیہ سے اُس میں نسفی وحلوانی سے بھی نقل کیا ہے--اور ردالمحتار میں بحر سے، اس میں مجتبٰی سے، اس میں امام فقیہ ابوجعفر سے عشرہ ذی الحجہ میں بازاروں کے اندر تکبیر کہنے کے مسئلہ میں نقل ہے کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ عوام کو اس سے نہ روکا جائے کہ اس کی وجہ سے نیکیوں میں ان کی رغبت کم ہو جائے گی، اور ہم اسی کو لیتے ہیں اھ --حدیقہ میں ہے: اسی قبیل سے جماعت کے ساتھ صلوٰۃ الرغائب اور نماز شب قدر اور اس جیسے افعال سے نہی کا معاملہ ہے کہ اگرچہ علماء نے جماعت کے ساتھ یہ نماز مکروہ ہونے کی صراحت فرمائی ہے مگر عوام کو اس کا فتوٰی نہ دیا جائے گا کہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو جائے--اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔(ت)

مسئلہ نمبر ۲۴: از احمد آباد گجرات محلّہ جمال پور مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

ہمارے یہاں شہر احمد آباد میں جنازہ کے ہمراہ کلمہ طیّب کا ذکر احبابِ اہلسنّت درمیانی آواز سے کرتے ہیں اسے بعض مکروِ تحریمی و تنزیہی کہتے ہیں ان کی تردید میں علمائے اہلسنّت نے چار ۴ رسالے تصنیف کرکے شائع کئے ہیں اور وُہ اہل حق کے پاس موجود ہیں، الحمدللہ علٰی ذلک، اب ضرورت اس مسئلہ کی اہلسنّت کو ہے، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز نے اپنے جنازہ میں فارسی کے اشعار اور حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جنازہ میں عربی اشعار پڑھنے کی مریدوں کو وصیّت کی--- مقاماتِ مظہریہ ص ۱۵۷ میں ہے:

می فرمودند کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

[1] ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۶۴

[2] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ الخلق الثامن والاربعون مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۵۰

فرمودند کہ فاتحہ خواندن پیشِ جنازہ ماوکلمہ طیب و آیت شریفہ بے ادبی است ایں دو بیت بخوانیدہ:	نے فرمایا: ہمارے جنازہ کے سامنے فاتحہ، کلمہ طیب اورآیت شریفہ پڑھنا بے ادبی ہے یہ دو شعر پڑھنا:
(۱) مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاللہ از جمال روئے تو	(۱) ہم مفلس آپ کی گلی میں آئے ہیں، خدا کے لئے اپنے جمالِ رُخ کا کچھ صدقہ عطا ہو۔
(۲) دست بکشا جانبِ زنبیل ما آفریں بر دست و بر پہلوئے تو	(۲) ہماری جھولی کی طرف ہاتھ بڑھائیں، آپ کے ہاتھ اور آپ کے پہلو پر آفرین ہو۔
من ہم میگویم پیش جنازہ من ہمیں اشعار بخوانند:	میں بھی کہتا ہوں میرے جنازہ کے سامنے یہی اشعار پڑھنا:
(۱) وفدت علی الکریم بغیر زاد من حسنات والقلب السلیم	(۱) کریم کے دربار میں قلبِ سلیم اور نیکیوں کا کوئی توشہ لئے بغیر جارہا ہوں۔
(۲) فحمل الزاد اقبح کل شیئ اذا کان الوفود علی الکریم [1]	(۲) کہ جب کسی کریم کے دربار میں حاضری ہو تو توشہ لے کر جانا بہت بُری بات ہے۔(ت)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ العزیز مولانا خالد کردی کے مرشد برحق ہیں ضمیمہ مقاماتِ مظہریہ کے ص۲۹ میں مولانا خالد کردی اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں:

(۱) وانالنی اعلی المأرب والمعنی اعنی لقاء المرشد المفضال	(۱) مجھے سب سے بلند مقصد وآرزو عطافرمائی۔ یعنی بڑے فضل وکرم والے مرشد کی صحبت نصیب کی۔
(۲) من نور الآفاق بعد ظلامہا وھدی جمیع الخلق بعد ضلال	(۲) وہ جس نے تاریک آفاق روشن کردئے اور ساری گمراہ مخلوق کو ہدایت فرمائی۔
(۳) اعنی غلام علی القرم الذی من لحظہ یحیی الرمیم البالی [2]	(۳) یعنی وُہ سردار عظیم غلام علی جس کی نظر سے بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑجاتی ہے۔

اور یہ مولانا خالد کردی علامہ شامی کے مرشد ہیں، اس کا ثبوت ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۴۵۲ کی اس عبارت سے ہے:

---

[1] مقاماتِ مظہریہ

[2] ضمیمہ مقاماتِ مظہریہ

وقد بسطنا الکلام فی رسالتنا سل الحسام الھندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبدی[1]۔	اور ہم نے اپنے رسالہ "سل الحسام الھندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی۔" میں تفصیل سے کلام کیا ہے۔(ت)

علامہ شامی کے دادا مرشد کے جنازہ میں عربی اشعار اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمہ اللہ تعالٰی کے جنازہ میں فارسی اشعار پڑھے گئے، ان اشعار کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جائز ہے تو دلائل کیا ہیں؟ جو مکروہ تحریمی کہتے ہیں وہ علامہ شامی کی ردالمحتار ج۱ص ۹۳۲ کے اس قول کو پیش کرتے ہیں:

(قولہ کما کرہ الخ) قیل تحریما وقیل تنزیھا کما فی البحر عن الغایۃ وفیہ عنھا و ینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت وفیہ عن الظھیریۃ فان ارادان یذکراللہ تعالٰی یذکرہ فی نفسہ لقولہ تعالٰی انہ لایحب المعتدین ای الجاھرین بالدعاء وعن ابراھیم انہ کان یکرہ اذیقول الرجل وھو یمشی معھا استغفروالہ غفراللہ لکم اھ قلت واذاکان ھذا فی الدعاء والذکر فماظنك بالغناء الحدث فی ھذا الزمان[2]۔	(جیسا کہ مکروہ ہے) کہا گیا تحریمی، اور کہا گیا تنزیہی، جیسا کہ بحر میں غایہ کے حوالے سے ہے اور اسی میں اس کے حوالے سے یہ بھی ہے: جنازہ کے ساتھ چلنے والے کو طول سکوت اختیار کرنا چاہئے، اور اس میں ظہیریہ کے حوالے سے ہے۔ اگر اللہ کا ذکر کرنا چاہے تو آہستہ کرے اس لئے کہ ارشادِ باری ہے: بے شک وُہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ یعنی وُہ جو بلند آواز سے دُعا کرتے ہیں۔۔حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ جب وُہ جنازے کے ساتھ چلتے اور کوئی بولتا "اس کے لئے استغفار کرو خدا تمہاری مغفرت فرمائے" تو نہیں ناگوار ہوتا اھ میں کہتا ہوں جب دُعا وذکر کا یہ حکم ہے تو اس نغمہ زنی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو اس زمانے میں پیدا ہوگئی ہے۔(ت)

اس عبارت سے حضرت شاہ غلام علی وخواجہ بہاء الدین قدس سرہما نے جو فارسی وعربی کے اشعار اپنے جنازوں میں پڑھوائے اُن کی کراہت ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور عدم کراہت وجواز اُن اشعار کی کیا وجہ ہے اور غناء حادثات کی کراہت کی کیا وجہ ہے، دونوں کا حکم بیان فرمائیں، اور یہاں جنازہ کے ہمراہ یہ اشعار اردو کے بھی حضرات خوش الحانی سے پڑھتے ہیں اس اشعار کو

[1] ردالمحتار کتاب النکاح قبیل فصل فی المحرمات ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۲/۲۷۶

[2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۹۸

پڑھیں یا نہیں۔

یا پنجتن بچانا جب جان تن سے نکلے	نکلے تو یا محمد کہہ کر بدن سے نکلے
آوے گا میرا پیارا باجے گی دھن کی مُرلی	جب وُہ مرا سنوریا جوبن کے بن سے نکلے
میرے مریضِ دل کی امید ہے تو یہ ہے	زانو پہ اُس کے سر ہو اور جان تن سے نکلے
نکلے جنازہ میرا اُس یار کی گلی سے	تو کلمہ شہادت سب کے دہن سے نکلے
کیا لایا تھا سکندر دنیا سے لے گیا کیا	تھے دونوں ہاتھ خالی باہر کفن سے نکلے

الجواب:

اللہ عزوجل کا ذکر اصل مقصود واجل مقاصد ومغز جملہ عبادت ہے اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۝۱۴ [1] (میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ت) وُہ ہر حال میں مطلوب،

یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ [2] اھ کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل احیانہ [3]۔	وہ کھڑے بیٹھے، کروٹوں پر لیٹے اللہ تعالٰی کا ذکر کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبھی اوقات میں خدا کا ذکر کیا کرتے۔(ت)

بلاتقیید اُس کی تکثیر کا حکم:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰ [4]۔ اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون [5]۔(الحدیث)	اللہ کا ذکر زیادہ کرو تاکہ فلاح پاؤ(ت) خدا کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ مجنون ہے۔(ت)

ذکر کے لئے انحاء کثیرہ ہیں، قلبی ولسانی وخفی وجلی وتلاوت وثناء ودرود ودعا وعبادات وطاعات۔ باوصف اطلاق بعض مقامات کو بعض انحاء سے خصوصیت ہوتی ہے۔ محلِ جنازہ مقامِ تفکر ہے ذکر قلبی ہے۔ تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الثقلین (گھڑی بھر کا تفکر انسانوں اور

---

[1] القرآن ۲۰/۱۴

[2] القرآن ۳/۱۹۱

[3] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۴۹۹

[4] القرآن ۶۲/۱۰

[5] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید دارالفکر بیروت ۳/۶۸ و ۷۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ دراج بن سمعان المصری داراحیاء التراث العرابی بیروت ۵/ ۲۲۴

جنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ت) ولہٰذا فقہائے ذکر ذکر لسانی پر ترجیح دی گئی ورنہ ذکر پر تفصیل محال ہوتی وذکر اللہ اکبر (اور اللہ تعالٰی کاذکر سب سے بڑھا ہوا ہے۔ت) اس نحو ذکر کے لئے صمت یعنی خاموشی بہتر ہوتی ہے، ولہٰذا فقہاء نے **ینبغی ان یطیل الصمت** (طویل سکوت اختیار کرنا چاہئے۔ت) فرمایا، صدرِ اول میں غالبًا یہی معمول تھا یہاں تک کہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں یہ نہ معلوم ہوتا کہ ہمارے دہنے ہاتھ پر کون اور بائیں ہاتھ پر کون، ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہوتا اور اپنے لئے یہ وقت آنا، اور پھر اس وقت کیا ہوگا؟ کیسے گزرے گی؟ اپنے اعمال کی حالت کیا ہے؟ اس دھن میں مستغرق ہونا گویا ہر شخص اس جنازہ کو اپنا ہی جنازہ جانتا، بلاشبہ اُس وقت کیا مناسب یہی حالت ہے اور اس حالت کے مناسب وہی صمتِ مطلق کہ سانس کے سوا اصلًا آواز نہ ہو۔ جب زمانہ بدلا اور صدرِ اوّل کا ساخوف عام مسلمانوں میں نہ رہا، صمت محض بہتوں کو باعث پریشانی خیالی ہوا، اطبائے قلوب نے ذکر لسانی خفی کا اضافہ فرمایا کہ **ان اراد ان یذکر اللہ یذکر فی نفسه** (اگر اللہ تعالٰی کا ذکر کرنا چاہے توآہستہ کرے۔ت)

اقول: اس میں حکمت یہ تھی فی نفسہٖ کوئی شئ مطلوب نہیں قولِ خیر عدم قول مطلق سے قطعًا افضل ہے ولہٰذا ارشاد ہوا:

ان لا یزال لسانك رطبا من ذکر اللہ [1]۔	ہمیشہ تمھاری زبان خدا کے ذکر سے تر رہے۔(ت)

اگر شرائع نے اُسے صوم میں رکھا تھا۔ ہماری شریعت عزا نے اُسے منسوخ فرمادیا۔ مجوس کے یہاں وقت اکل صمت ہے۔ ہماری شریعت میں وہ مکروہ ولازم احتراز ہے۔ یہاں ایک ذریعہ بعد معین مقصود ہو کر مطلوب ہُوا تھا کہ عمل لسان وجہ انقسام توجہ نہ ہو۔ اب کہ دیکھنا زمانہ بدلا، اب وہ معین ہونے کے عوض بہتوں کے لئے مخل مقصود ہونے لگا، تحصیل اصل مقصود کے لئے ذکر لسانی بتایا اور خفی رکھا سب تو ایسے پریشان خیال نہیں جہر سے اہلِ تفکر کا ذہن نہ ہٹے۔ جب زمانہ اور بدلا اور عامہ ناس غالبًا اسی قسم کے رہ گئے اور فقہ میں اکثر ہی کا اعتبار ہے۔

ان درمستثنٰی ولایفرد بحکم [2] کما فی فتح القدیر وردالمحتار وغیرھما۔	نادر مستثنٰی ہے اور اس کا الگ حکم بیان نہیں ہوتا، جیسا کہ فتح القدیر اور ردالمحتار وغیرہما میں ہے(ت)

اطبائے روحانی نے جہر بالذکر کی اجازت دی کہ وہ اوقع فی النفوس وادفع للوساوس وانفع للناس ہے۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۷۳/۲، مسند احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن بسر المازنی الخ دارالفکر بیروت ۱۸۸/۴

[2] ردالمحتار کتاب النکاح باب النفقہ مصطفی البابی مصر ۷۳۰/۲، منتقی شرح ملتقی علٰی ھامش مجمع الانہر کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۵۰۰/۱

ذاکرین کی زبانوں اور سامعین کے کانوں کو مشغول کرتا اور غافلین کو جگا کر لغویات سے باز رکھ کر ذکر و سماع کی طرف لاتا ہے، اور یہ سمجھ لینا کہ مسلمان ایسے ہوگئے کہ باوجود قرع و قوت قرع و تکرر بھی متاثر نہ ہوں گے، جہل و صوئے ظن ہے، تو اب ذکرِ جہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے افراد سے ہے جس سے منع عکس و نقیض مقصود شرع ہے علامہ عارف باللہ سیّدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ اور امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی عہود محمدیہ میں فرماتے ہیں:

ينبغي لعالم الحارة او شيخ للفقراء في الحارة ان يعلم من يريد المشي مع الجنازة اٰداب المشي معها من عدم اللغو فيها وذكر من تولى وعزل من الولاة اوسافر اورجع من التجارة و نحوذلك فان ذكر الدنيا في ذلك المحل ماله محل وكان سيّدي علي الخواص رضي الله تعالٰى عنه يقول اذاعلم من الماشين مع الجنازة انهم لا يتركون اللغو في الجنازة ويشتغلون بأحوال الدنيا فينبغي ان يامرهم بقول لااله الاالله محمدرسو ل الله فان ذٰلك افضل من تركه، ولاينبغي لفقيه ان ينكر ذٰلك لابنص اواجماع فان مع المسلمين الاذن العام من الشارع بقول لااله الاالله محمدرسول اللهكل وقت شاءوا ياالله العجب من عمى قلب من ينكر مثل هذاو ربما عزم عندالحكام الفلوسي حتى يبطل قول المومنين (كلمة طيبة) في طريق الجنازة، وهو يرى الحشيش يباع فلايكلف خاطره ان يقول للحشاش حرام عليك بل رأيت فقيها منهم ياخذ معلوم امامة من فلوس بائع الحشيش والبرش	عالمِ محلّہ یا فقرائے محلّہ کے بزرگ کو چاہئے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو اس کے ساتھ چلنے کے آداب سکھائے کہ اس میں لغو باتیں نہ ہوں، کون حاکم ہوا، کون معزول ہوا، کون تاجر سفر سے آیا کون گیا، اس طرح کی باتیں نہ ہوں اس لئے کہ اس جگہ دُنیا کی باتوں کا کوئی موقع نہیں۔-سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے تھے کہ جب جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ جنازہ میں لغو سے باز نہ آئیں گے اور دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے تو انہیں حکم دینا چاہئے کہ کلمہ لاالٰہ الااللہ محمدرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پڑھیں کہ اسے پڑھنا اس کے ترک سے افضل ہے۔ اور کسی فقیہ کو بغیر نص یا اجماع کے اس سے منع نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ مسلمانوں کو شارع کی جانب سے لا الٰہ الااللہ محمدرسول اللہ پڑھنے کا اذنِ عام ہے وہ جب چاہیں پڑھیں، الٰہی اس دل کے اندھے پن سے تعجب ہے جو اس طریقے کے عمل سے روکتا ہے، شاید جنازہ کے راستے میں کلمہ طیبہ پڑھنے کو باطل قرار دے کر حکام سے مالِ دنیا کی طمع رکھتا ہے جبکہ وُہ راستے

فنسأل اللّٰه العافیة واللّٰه یهدی من یشاء الی صراط مستقیم[1]	میں بھنگ بکتے دیکھے تو بھنگ فروش سے اتنا کہنے کی زحمت نہ اُٹھائے کہ یہ کام حرام ہے، بلکہ میں نے ان میں ایسے فقیہ کو بھی دیکھا ہے جو بھنگ فروش کے مال سے اپنی پیش نمازکی تنخواہ وصول کرتا ہے۔ -تو خدا ہی سے عافیت کا سوال ہے---اور اللہ جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے (ت)

کتاب عہود المشائخ امام شعرانی پھر حدیقہ مبارکہ میں ہے:

| ولانمکن احدامن اخواننا ینکر شیئا ابتدعه المسلمون علی جهة القربة الی اللّٰه تعالٰی و رأوه حسنا کما مر تقریره مرارا فی هذه العهود لاسیما ماکان متعلقا باللّٰه تعالٰی ورسوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کقول الناس امام الجنازة لااله الااللّٰه محمد رسول اللّٰه او قرائة احدالقرأن امامها و نحو ذلك فمن حرم ذلك فهو قاصر عن فهم الشریعة لانه ماکل مالم یکن علی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یکون مذموما وقدرجح النوی رحمه اللّٰه تعالٰی ان الکلام خلاف اولی فقط ۔واعلم انه لوفتح هذاالباب لردت اقوال المجتهدین فی جمیع ما استحنبوا من المحاسن ولاقائل به وقد فتح رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم العلماء امته هذاالباب و اباح لهم ان یسنوا کل شی | ہم اپنے دوستوں کو کسی ایسی چیز سے روکنے کی اجازت نہ دیں گے جو مسلمانوں نے خدا کی بارگاہ میں تقرب کے طور پر ایجاد کی ہو اور اسے اچھا جانتے ہوں، جیسا کہ بارہا اس کی تقریر اسی کتاب عہود میں گزر چکی ہے، خصوصًا وُہ چیز جس کا تعلق رب تعالٰی اور اسکے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہو، جیسے لوگوں کا جنازہ کے سامنے لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھنا، یا وہاں پر قرآن کی تلاوت کرنا اور اس طرح کی باتیں، اسے جو حرام کہے وہ شریعت کے فہم سے قاصر ہے۔اس لئے کہ ہر وہ چیز جو عہدِ رسالت میں نہ رہی ہو بری نہیں۔امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی نے تو اسے ترجیح دی ہے کہ کلام صرف خلافِ اولٰی ہے۔یہ جان لو اگر اس کا دروازہ کھولا جائے تو مجتہدین کرام کے وُہ تمام اقوال مردود ہو جائیں جو انہوں نے اپنے پسند کردہ محاسن کے بارے میں استخراج فرمائے ہیں اور کوئی اس کا قائل کیوں ہوگا جبکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کے لئے یہ دروازہ کُھلا رکھا ہے اور انہیں |

[1] الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ الصنف الثالث مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۴۰۹

استحسنو ویلحقوہ بشریعۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من یعمل بھا وکلمۃ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ اکبر حسنات فکیف یمنع منھا وتأمل احوال غالب الخلق الاٰن فی الجنازۃ تجدھم مشغولین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبھم غافل عن جمیع ما وقع لہ بل رأیت منھم من یضحك واذا تعارض عندنا مثل ذلك وکون ذلك لم یکن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدمنا ذکر اللہ عزوجل بل کل حدیث لغو اولٰی من حدیث انباء الدنیا فلوصاح کل من فی الجنازۃ بلاالٰہ الااللہ فلااعتراض ولم یاتنا فی ذلك شیئ عن رسول اللہ تعالٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلوکان ذکر اللہ فی الجنازۃ منھیاعنہ لبلغنا ولو فیحدیث کما بلغنا فی قراءۃ القراٰن فی الرکوع فافھم وشیئ سکت عنہ الشارع

اجازت دی ہے کہ ایسے طریقے ایجاد کریں جن کو وُہ اچھا جانیں اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت میں شامل کریں۔ یہ اجازت اس ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کے لئے اس ایجاد کا ثواب اور آئندہ اس پر تمام عمل کرنے والوں کا ثواب ہے۔ کلمہ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ تو سب سے بڑی نیکی ہے پھر اس سے کیونکر روکا جائے گا؟ اس وقت نماز جنازہ میں اکثر لوگوں کے حالات کا جائزہ لو انہیں دنیاوی باتوں میں مشغول پاؤ گے میّت کے حال سے کوئی عبرت نہیں، دل اس سارے واقعے سے جو اسے درپیش ہے غافل ہے بلکہ ان میں ہنسی والے بھی نظر آئیں گے، جب ایک طرف یہ حال ہو اور دوسری طرف یہ کہ اس وقت کلمہ پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھا تو عمل کیا ہو، ایسے وقت ہم اللہ عزوجل کے ذکر کو مقدم رکھیں گے، بلکہ ہر لغو بات جنازے کے اندر دنیا کی باتوں کی بہ نسبت اچھی ہے، تو اگر جنازہ میں کوئی بلند آواز سے لاالٰہ الااللہ پڑھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ہمیں اس سے ممانعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ ملی۔ اگر اللہ کا ذکر ممنوع ہوتا تو کوئی نہ کوئی حدیث اس بارے میں آتی، جیسے رکوع میں تلاوتِ قرآن ممنوع ہے تو حدیث میں وارد بھی ہے۔۔ تو اسے سمجھو۔۔ وُہ چیز جس سے شارع

اوائل الاسلام لایمنع منه اواخر الزمان[1]۔	علیہ السلام نے اسلام کے ابتدائی زمانے میں سکوت فرمایا ہے وُہ آخر زمانے میں ممنوع نہیں ہوسکتی(ت)

بالجملہ بجائے صمت، اقامت جہر بالذکر، تحصیل مقصود کے لئے تبدیل ذریعہ بمصلحت حالیہ ہے نہ کہ تفویت مقصود، جاہل وُہ جو خاموشی کو مقصود جانے، مطلوب ذکر ہے، جب خاموشی میں اور جہر بالذکر میں، خادمِ فقہ جانتا ہے تحصیلِ مقصود کے لئے بعض مکروہات سے کراہت زائل ہوجاتی ہے، جیسے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اور خشوع یونہی ملتا ہے تو آنکھیں بند کرنا ہی اولٰی،

کمافی الدرالمختار کرہ تغمیض عینیه للنهی الالکمال الخشوع[2]، وفی ردالمحتار بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤیة مایفرق الخاطر فلایکرہ بل قال بعض العلماء انه الاولی ولیس ببعید حلیة وبحر[3] اھ **اقول**: ولعل التحقیق ان بخشیة فوات شوع تزول الکراهة وبتحققه یحصل الاستحباب واللہ تعالٰی اعلم۔	جیسا کہ درمختار میں ہے: نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس بارے میں ممانعت آئی ہے لیکن اگر کمالِ خشوع کے لئے ہو تو مکروہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: اس طرح طبیعت کو منتشر کرنے والی چیزیں دیکھنے کے سبب خشوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ نہیں بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ اولٰی ہے، اور یہ کوئی بعید نہیں--حلیہ وبحر--اھ **اقول**: شاید تحقیق یہ ہے کہ خشوع فوت ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے کراہت زائل ہوجاتی ہے اور آنکھ بند کرلینے پر خشوع متحقق ہوجانے سے استحباب حاصل ہوجاتا ہے اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔(ت)

تو یہاں یہ کہ ذکر اعظم مطلوبات سے تھا اور منع ایک وجہ بعید کے لئے کہ ذریعہ مقصود میں مخل نہ ہو، اور اب وہ ذریعہ ہی نہ رہا، بلکہ منعکس ہوگیا۔ تو وُہ منع اگرچہ تنزیہی باقی رہنا کس قدر فقاہت سے دور، بلکہ عقل سے مہجور ہے۔ پھر ذکر کہ عرض عریض ہے۔ ذکرِ موت وذکرِ قبر وذکرِ آخرت وذکرِ انبیاء وذکرِ اولیاء علیہم افضل الصلٰوۃ والثناء سب ذکرِ الٰہی ہیں۔ ہم نے اپنی تعلقیات کتاب مستطاب اذاقۃ الاثام میں اس پر بارہ۱۲ دلائل قائم کئے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت سیّدنا حسّان ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ الصنف الثالث الخ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۴۰۹

[2] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۹۲

[3] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۴۳۴

مشرکین کے اشعار کا اشعار میں جواب دینا اُن شعروں کو پڑھنا اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا سُننا ثابت ہے اگرچہ یہ اشعار ذکر الٰہی نہ ہوتے، مسجد میں ان کے لئے منبر بچھانے کی اجازت کیونکر!

فانما بنیت المساجد لذکر اللہ والصّلٰوۃ[1]۔	کہ مسجدیں خدا کے ذکر اور نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہیں۔(ت)

اور جب یہ ذکر نہ ہوتا تو اس کے لئے اہتمام فرمانا معاذاللہ غفلت کے لئے اہتمام ہوتا۔ اور یہ محال ہے لاجرم اشعارِ حمد، نعت وثناء ودُعاء ووعظ وپند ذکرِ الٰہی ہیں، اور غناوہ کہ ان سے جُدا ہو کہ غنا کو آیہ کریمہ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَہۡوَ الۡحَدِیۡثِ[2] (لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو لہو کی بات خرید تا ہے۔ت) میں داخل کرتے ہیں اور بداہۃً معلوم کہ حمد ونعت ودعا وعظ ہرگز لہوالحدیث نہیں، ولہذا جوہرہ ودرمنتقی وردالمحتار میں ہے:

ما نقل انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم سمع الشعر لم یدل علٰی اباحة الغناء ویجوز حمله علی الشعر المباح المشتمل علی الحکمة والواعظ[3]۔	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شعر سُننا جو منقول ہے اس سے غنا کی اباحت ثابت نہیں ہوتی اسے ایسے شعر پر محمول کیا جاسکتا ہے جو جائز اور حکمت ونصیحت پر مشتمل ہو۔(ت)

تو ثابت ہوا کہ قول علامہ شامی: فما ظنك بالغناء الحادث فی ھٰذا الزمان[4] (اس زمانے میں پیدا شدہ نغمہ زنی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ت) خود بشہادت علّامہ شامی اُن اشعار کے بارے میں ہے جو حکمت ووعظ پر مشتمل نہ ہوں، جیسے میّت کا مرثیہ یا اُس کی تعریف، مدح بافراط یا اشعار مہیجہ مکروہ، حزن مزیلہ صبر داعی نوحہ گریبان دری کہ یہ بلاشبہ حکمت ووعظ سے خالی، بلکہ اُس کے خلاف اور اپنے احوال پر حرام، مکروہ وگزاف ہیں بخلاف اُن اشعار فارسی وعربی مذکورہ سوال کا کہ ذکر الٰہی سے جدا نہیں، البتہ اشعار اردو میں حاجت ترمیم وتبدیل ہے، شعرِ اوّل میں نام پاک لے کر ندا ہے اور صحیح یہ کہ جائز نہیں

---

[1] مرقاۃ المفاتیح باب المساجد مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۹۷

[2] القرآن ۳۱/ ۶

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۵/ ۲۲۲

[4] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۹۸

بلکہ اوصاف کریمہ کے ساتھ ہو، مثلاً یارسول اللہ، یاحبیب اللہ۔ دوسرا شعر مہمل ہو بے معنی، اور حیثیتِ شعری سے بھی مختل ہے اور بعض جُہّال سنّوریا سے ذات اقدس مراد رکھتے ہیں، اس وقت وہ قریب بہ کلمہ کفر ہو جائے گا۔ تیسرا شعر بھی کچھ مفید نہیں، ہاں چوتھے اور پانچویں میں حرج نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۲۵: از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگال مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی مرشدی کرمانی ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

جنازہ کے ہمراہ بلند آواز سے کلمہ طیّبہ یا وظیفہ غوثیہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ پڑھتے چلنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر میں حرج نہیں **کما حققه السیّد عبدالغنی النابلسی قدس سره القدسی فی الحدیقة الندیة** (جیسا کہ سید عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۲۶ : بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ جنازہ کے ساتھ غزلیں نعتیہ پڑھتے جاتی ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب:

جائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۲۷: از موضع شرشدی جونیر مدرسہ ڈاکخانہ فیسنی ضلع نواکھالی مرسلہ مولوی عبدالکریم ۲۶ جمادی الاُخری ۱۳۳۸ھ

ماقول علمائنا رحمهم الله (ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ کیا فرماتے ہیں۔ت) ایک حنفی عالم کہتا ہے کہ بے نمازی کافر و مرتد ہے اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا چاہئے۔ اس عالم کا قول مردود ہے یا نہیں؟ تین شخصوں کے بے نمازِ جنازہ دفن کرادیا ہے اس پر شرعاً کیا وعید عاءد ہو سکتی ہے؟ دُنیا میں ایسا مسلمان نہیں جو گاہ بگاہ پنجگانہ و عید نہ پڑھتا ہو۔

الجواب:

ایمان و تصحیح عقائد کے بعد جملہ حقوق اللہ میں سب سے اہم و اعظم نماز ہے۔ جمعہ و عیدین یا بلا پابندی پنجگانہ پڑھنا ہرگز نجات کا ذمہ دار نہیں۔ جس نے قصداً ایک وقت کی نماز چھوڑی ہزاروں برس جہنم میں رہنے کا مستحق ہوا، جب تک توبہ نہ کرے اور اس کی قضا نہ کرلے، مسلمان اگر اُس کی زندگی میں اُسے یکلخت

چھوڑ دیں اُس سے بات نہ کریں، اُس کے پاس نہ بیٹھیں، تو ضرور اس کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾ [1]۔	اگر شیطان تجھے بُھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھنا۔ (ت)

مگر بعد موت ہر سنّی صحیح العقیدہ کو غسل وکفن دینا، اس کے جنازے کی نماز پڑھنا الّا ما استثنٰی ولیس ھذا منھم (اگر وہ جن کا استثناء کیا گیا ہے اور یہ ان میں سے نہیں۔ت) فرض قطعی علی الکفایہ ہے۔ اگر سب چھوڑ دیں جن جن کو اطلاع تھی سب گنہگار وتارک فرض و مستحق عذاب ہوں گے۔ جس نے تین مسلمانوں جو بے نماز دفن کرادیا فاسق، مرتکبِ کبیرہ، مستوجب سزائے شدید ہوا، بے نماز کے نماز کو فرض جانتا ہو اس کی تحقیر نہ کرتا اگرچہ نفس وشیطان کے پھندے میں آکر نہ پڑھتا ہو مرتکب کبائر ہے، مستحقِ عذابِ نار ہے، مگر کافر نہیں، باغی نہیں، ڈاکو نہیں، ایک تباہ کار مسلمان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلٰوۃ واجبۃ علیکم علٰی کل مسلم یموت براکان اوفاجرا وان ھو عمل الکبائر [2]۔	تم پر ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ فرض ہے سوا چار کے، باغی، رہزن جب کہ یہ جنگ میں قتل ہوں۔ اسی طرح رات کو شہر کے اندر ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والا گلا دبا کر مارنے والا، اپنے ماں باپ میں سے کسی کا قاتل، نہر میں اسے باغیوں سے بھی لاحق کیا ہے (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الدواوین ثلثۃ فدیوان لایغفراللہ منہ شیئا، ودیوان لایعبأ اللہ منہ شیئا، ودیوان لایترك اللہ منہ شیئا، فامّا الدیوان الذی لایغفراللہ منہ شیئا، فلاشراك اللہ باللہ، واماالدایون الذی لا یعباء اللہ منہ شیئاا فظلم العبد	دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالٰی کچھ معاف نہ فرمائے گا، اور دوسرے کی اللہ کو کچھ پرواہ نہیں، اور تیسرے میں اللہ کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں اللہ تعالٰی کچھ معاف نہ فرمائے گا دفترِ کفر ہے۔ اور جس کی اللہ کو کچھ پرواہ نہیں وہ بندے کا اپنے رب کے معاملے میں اپنی جان پر

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

[2] سنن ابوداؤد کتاب الجہاد مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۱/ ۳۴۳

نفسه فيما بينه وبين ربه من صوم يوم ترك اوصلاة تركها فان الله تعالٰى يغفرذلك ان شاؤيتجاوز، واماديوان الذى لايترك الله منه شيئافمظالم العباد بينهم القصاص لامحالة[1] رواه الامام احمد والحاكم فى المستدرك عن ام المؤمنين الصديقة رضى الله تعالٰى عنها۔	ظلم کرنا کہ کسی دن کا روزہ چھوڑ دیا یا نماز چھوڑ دی اللہ تعالٰی چاہے گا تو معاف فرمادے گا اور در گزر فرمائیگا۔ اور وُہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا وُہ بندوں کے باہم ایک دوسرے پر ظلم ہیں ان کا بدلہ ضرور ہونا۔ اسے امام احمد نے اور مستدرک میں حاکم نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

خمس صلوات کتبهن الله على العباد، فمن جاء بهن فلم يضع منهن شيئا استخفافابحقهن كان له عندالله عهد ان يدخل فى الجنة، ومن لم يات بهن فليس له عندالله عهد، ان شاء عذبه وان شاء ادكله الجنة[2]۔ رواه الائمة مالك واحمد وابوداؤد والنسائى وابن ماجة وابن حبان والحاكم والبيهقى بسندصحيح عن عبادة بن الصامت رضى الله تعالٰى عنه۔	پانچ نمازیں اللہ تعالٰی نے بندوں پر فرض ہیں جو انہیں بجالائے اور اُن کے حق کو ہلکا جان کر اُن میں سے کچھ ضائع نہ کرے اللہ کے پاس عہد ہو کہ اُسے جنّت میں داخل فرمائے اور جو انہیں بجانہ لائے اُس کے لئے اللہ کے پاس عہد نہیں کہ چاہے اسے عذاب کرے چاہے اسے جنّت میں داخل کرے۔ اسے امام مالک، امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ، ابنِ حبان، حاکم اور بیہقی نے بسندِ صحیح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

دُرمختار میں ہے:

هى فرض على كل مسلم مات خلا اربعة	ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ فرض ہے سوائے چار کے،

[1] مسند احمد بن حنبل مروی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ دارالفکر بیروت ۶/ ۲۴۰، المستدرک علی الصحیحین کتاب الاھوال مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۵۷۵

[2] سنن ابوداؤد باب فیمن لم یوتر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۰۱، مسند احمد بن حنبل مروی از عبادہ بن الصامت مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۳۱۵

بغاۃ وقطاع طریق اذاقتلوافی الحرب وکذا مکابرفی مصرلیلابسلاح وخناق وقاتل احد ابویه الحقق فی النهر بالبغاۃ [1] (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم۔	باغی، رہزن، جبکہ یہ لڑائی میں مارے گئے ہوں۔ اسی طرح رات کو شہر کے اندر ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والا، گلاد باکر مارنے والا، اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قتل کرنے والا، نہر میں اسے بھی باغیوں سے لاحق کیا ہے (ملخصًا) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۲۸: از بنگلہ ضلع سلہٹ موضع قاسم نگر مرسلہ مولوی محمد اکرم صاحب یکم ربیع الاوّل ۱۳۲۰ھ

بے نمازی کی نمازِ جنازہ چاہئے یا نہیں۔ اگر چاہئے تو کیا دلیل، جواب بالتفصیل بحوالہ کتبِ معتبرہ تحریر فرمائے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

صحیح یہ ہے کہ ترک نماز سخت کبیرہ گناہ اشد کفرانِ نعمت ہے، مگر کفر وارتداد نہیں، جبکہ انکارِ فرضیت یا استخفاف واہانت نہ کرے، اور نماز ہر مسلمان کے جنازے کی فرض کفایہ ہے، اگر سب چھوڑیں گے سب گنہگار رہیں گے، نماز پنجگانہ اُس پر فرض تھی اُس نے چھوڑی، نماز جنازہ ہم پر فرض ہے ہم کیوں چھوریں، اُس نے وہ فرض چھوڑا جو خالص حق اللہ کریم غنی و عزوجل کا تھا، ہم وہ فرض چھوڑ دیں جس میں اللہ عزوجل کا بھی حق اور اس محتاج باشدّ الاحتیاج کا بھی حق العبد، یہ محض نادانی اور خود اپنی بھی بدخواہی ہے، علمائے کرام نے فرضیتِ نمازِ جنازہ سے صرف چند شخصوں کا استثناء فرمایا۔ باغی اور آپس کے بلوائی کہ فریقین بطور جاہلیت لڑیں اور اُن کے تماشائی اور ڈاکو، اور وُہ کہ لوگوں کا گلہ دبا کر، پھانسی دے کر مار ڈالا کرتا ہو، اور وُہ جس نے اپنے ماں باپ کو قتل کیا۔ ظاہر ہے کہ بے نمازی ان سے خارج ہے تو اس کی نمازِ جنازہ مثل عام مسلمانوں کے فرض ہے۔

فی الدرالمختار ھی فرض علٰی مسلم مات خلا بغاۃ وقطاع طریق اذاقتلوافی الحرب واھل عصبة ومکابرفی مصر لیلاوخناق وقاتل احدابویه اھ ملخصاً [2] وفی ردالمحتار فی شرح	درمختار میں ہے: ہر مرنے والے مسلمان کی نماز جنازہ فرض ہے سوا باغی، رہزن کے جب لڑائی می مارے جائیں، اور جو براہ عصبیت آپس میں لڑیں، رات کو ہتھیار لے کر شہر میں لوٹ مار کرنے والا گلا دبا کر مار ڈالنے والا، اپنے والدین میں سے کسی کا

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲

دررالبحار فی النوازل جعل مشائخنا المقتولین فی العصبیة فی حکم اهل البغی وکذاالواقفون الناظرون الیهما ان اصابهم حجرا وغیره وماتوافی تلك الحالة ولوماتوابعد تفرقهم یصلی علیهم [1] اهمختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔	قاتل اھ بتلخیص۔ ردالمحتار میں ہے: شرح دررالبحار میں نوازل کے حوالے سے ہے کہ ہمارے مشائخ نے عصبیت میں مارے جانے والوں کو باغیوں کے حکم میں رکھا ہے ایسے ہی ان کے پاس کھڑے تماشا دیکھنے والے، اگرانہیں کوئی پتھر وغیرہ لگااوراسی حالت میں مرگئے، ہاں اگر جُدا ہونے کے بعد مرے توان کی نماز پڑھی جائے گی اھ مختصراً۔واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر۲۹: ازآرہ، مدرسہ فیض الغرباء مرسلہ مولوی رحیم بخش صاحب قادری برکاتی رضوی ۲۷ جمادی الاُخری ۱۳۳۴ھ

زید تمام ضروریاتِ دین کو تسلیم کرتا ہے کسی ایک کے انکار کو کفر جانتا ہے محض سستی وغفلت سے بے نماز ہے۔ پس ایسے بے نمازوں کے جنازے کی نماز ناجائز ہے یا نہیں؟ کوئی نہ پڑھے نہ پڑھائے؟

الجواب:

لاالٰہ الااللہ مسلمان اگرچہ بے نماز ہو اس کے جنازے کی نماز مسلمانوں پر فرض ہے۔ اگر کوئی نہ پڑھے گا جتنوں کو خبر ہو سب گنہگار وتارک فرض رہیں گے۔ ہاں اگر زجر کے لئے علماء خود نہ پڑھیں دوسروں سے پڑھوادیں تو بیجا نہیں، اور اگر اُن کے نہ پڑھنے سے اور بھی کوئی نہ پڑھے یا اُن کو بھی منع کریں تو یہ علماء بھی مستحق عذابِ نار ہوں گے، بلکہ جہال سے زیادہ فانما علیك اثم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصّلٰوۃ واجبة علیکم علٰی کل مسلم یموت براکان اوفاجرا وان هو عمل الکبائر [2]۔ رواه ابو داؤد وابویعلی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح علٰی اصولنا۔	تم پر ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض ہے نیک ہو یابد اگرچہ اُس نے کبیرہ گناہ کئے ہوں۔ اسے ابوداؤد اور ابویعلی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہمارے اصول پر بسندِ صحیح روایت کیا۔

درمختار میں ہے:

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ علی الجنازۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۴۲

[2] سنن ابوداؤد کتاب الجہاد مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۹۰

هی فرض علٰی کل مسلم مات، خلا اربعة بغاة وقطاع طریق اذاقتلوا فی الحرب وکذامکابر فی مصرلیلا بسلاح خناق وقاتل احد ابویه الحقه فی النهر بالبغاة[1] ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم	ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ فرض ہے سوا چار کے ، باغی، رہزن جبکہ یہ جنگ میں قتل ہوں۔اسی طرح رات کو شہر کے اندر ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والا، گلاد با کر مارنے والا، اپنے ماں باپ میں سے کسی کا قاتل ، نہر میں اسے بھی باغیوں سے لاحق کیا ہے۔ملخصًا۔واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰: از موضع بکہ جیبی والا، علاقہ جاگل، تھانہ ہری پور، ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خان، مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کبھی نماز پڑھے اور کبھی نہ پڑھے اُس کا جنازہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بے نمازی کے لڑکے نابالغ کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

بے نمازی اگرچہ فاسق ہے مگر مسلمان ہے، اور اس کی نابالغ اولاد کا غسل وکفن اور نماز ودفن میں وہی حکم ہے جو اور مسلمانوں کا حدیث میں ارشاد ہوا: **صلّوا علٰی کل بروفاجر**[2] (ہر نیک وبد کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۳۱: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک طالب علم موضع فرید پور میں مولوی یٰسین کا شاگرد وہاں کی مسجد میں مقیم ہے اور وُہ یہ کہتا ہے کہ بے نمازی کے جنازے کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور قبر پر اذان دینا جائز نہیں ہے، اور فاتحہ وغیرہ اور گیارھویں شریف کی نیاز کرنا جائز نہیں ہے، اور یہاں پر سب گاؤں کے مسلمانوں کو گمراہ کئے دیتا ہے، لہٰذا یہ باتیں تحریر کردیں جائز ہیں یا نہیں، بموجب شرع شریف کے جواب سے مشرف فرمایئے گا۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اس شخص کے یہ مسئلے محض غلط اور بے سند ہیں۔جنازے کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے **الا مااستثناہ العلماء ولیس هذا منهم** (مگر وہ جس کا علماء نے استثناء کیا ہے اور یہ ان میں سے نہیں۔ت)

---

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲

[2] سنن الدار قطنی باب صفۃ من تجوز الصلٰوۃ معہ والصلٰوۃ علیہ نشر السنّۃ ملتان ۲/۵۷، سنن ابی داؤد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۳

قبر پر اذان دینا جائز ہے کما ھو مبین فی ایذان الاجر فی اذان القبر (جیسا کہ ہمارے رسالہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" میں اسکا واضح بیان ہے۔ت) اور فاتحہ گیارھویں شریف کی نیاز وایصالِ ثواب اہلسنّت کے نزدیک جائز و بہتر ہے کما فی الھدایۃ وفتح القدیر والدرمختار وردالمحتار وغیرھما (جیسا کہ ہدایہ، فتح القدیر، درمختار اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت) ان چیزوں کو جو شخص ناجائز کہے اس سے ایک ہی بات دریافت کرنا کافی ہے وُہ یہ کہ تو جو ناجائز کہتا ہے آیا اللہ ورسول نے انہیں ناجائز کہا ہے یا تو اپنی طرف سے کہتا ہے؟ اگر اللہ ورسول نے ناجائز کہا تو دکھا کون سی آیت یا حدیث میں ہے کہ اذان جو مسلمان کی قبر پر دفع شیطانِ ودفعِ وحشت وحصول اطمینان ونزول برکت کے لئے کہی جائے وہ ناجائز ہے اور فاتحہ اور گیارھویں شریف کو بغرض ایصال ثواب کی جائے ناجائز ہے، اور اگر اللہ ورسول نے ناجائز نہ کہا تو خود اپنی طرف سے کہتا ہے تو تیرا قول تیرے منہ پر مردود ہے۔ بغیر خدا اور رسول کے منع فرمائے کوئی چیز ناجائز نہیں ہو سکتی۔ ہمیں قرآن وحدیث نے یہ قاعدہ کلیہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول جس بات کا حکم دیں وُہ واجب ہے جس سے منع فرمائیں وہ ناجائز ہے اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمائیں وُہ معافی ہے وُہ اگر واجب نہیں تو ناجائز بھی نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۳۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مر گیا بکر نے کہا زید نماز نہیں پڑھتا تھا اُس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے مگر اس شرط پر کہ اس کو کھنچوانا چاہئے، پھر زید کو بیلوں سے پاؤں باندھ کر کھنچوایا۔ یہ بات قرآن وحدیث سے درست ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو بکر پر کیا حکم ہے؟ فرمائیے کتاب اور حدیث رسول سے۔

الجواب:

بکر گنہگار ہوا اور اُس نے مردے پر ظلم کیا۔ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے تو میت کے کنگھی کرنے سے منع فرمایا کہ اُسے تکلیف ہوگی، فرمایا:

علام تنصون میتکم۔ رواہ الامام محمد فی کتاب الاٰثار قال اخبرنا ابوحنیفۃ و رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ قال اخبرنا سفیٰن عن الثوری کلاھما عن حماد بن ابی سلیمٰن عن ابراہیم النخعی	کاہے پر اپنے مُردے کے موئے پیشانی کھینچتے ہو۔ اسے امام محمد نے کتاب الاٰثار میں روایت کیا -- فرمایا ہمیں خبر دی امام ابو حنیفہ نے، اور اسے عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا -- کہا ہمیں خبر دی سفیان نے، وُہ راوی ہیں سفیان ثوری سے -- دونوں حضرات

عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہارأت امرأۃ یکدّون راسہا بمشط(ف)فقالت علامہ تنصون میتکم[1] ورواہ ابوعبیدالقاسم بن سلام، وابراہیم الحربی وکتابیہا فی غیریب الحدیث عن ابراہیم عن عائشۃ انہا سئلت عن المیّت بسرح راسہ فقالت علامہ تنصون میتکم[2]۔	راوی ہیں حماد بن ابی سلیمان سے--وہ ابراہیم نخعی سے--وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے انہوں نے دیکھا کہ ایک عورت کے سر میں کنگھا کر رہے ہیں تو فرمایا: کیوں اپنے مُردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو--اور اسے ابوعبید قاسم بن سلام اور ابراہیم حربی نے اپنی اپنی کتاب غریب الحدیث میں حضرت ابراہیم نخعی سے، انہوں نے حضرت صدیقہ سے روایت کی کہ ان سے میّت کے سر پر کنگھا کرنے سے متعلق پوچھا تو فرمایا: کیوں اپنے مُردے کی موئے پیشانی کھینچتے ہو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان کسر عظم المسلم میتا ککسرہ حیا[3] رواہ الائمۃ مالك واحمد وسعید بن منصور وعبد الرزاق و ابوداؤد وابن ماجۃ بسند حسن عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔	بیشک مردہ مسلمان کی ہڈی توڑنی ایسی ہے جیسے زندہ مسلمان کی ہڈی توڑنی۔اسے امام مالک، امام احمد، سعید بن منصور، عبدالرزاق، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بسندِ احسن ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔

سزادینا تو حاکمِ شرح کاکام ہے ہر کس وناکس کو اُس کا اختیار نہیں اور موت کے بعد تو سزادینے کے کوئی معنی ہی نہیں، سزادر کنار موت کے بعد بُرا بھلا کہنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا۔فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتسبواالاموات فانہم قدافضواالی ماقدموا[4]۔ رواہ احمدوالبخاری والنسائی	مُردوں کو بُرامت کہو کہ وُہ اپنے کئے کو پہنچ چکے۔اسے امام احمد اور نسائی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ

[1] المصنف لعبدالرزاق باب شعر المیت واظفارہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۳۷، کتاب الاثار باب الجنائز وغسل المیت مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۶

[2] غریب الحدیث

[3] سنن ابی داؤد کتاب الجنائز مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۲

[4] سنن النسائی کتاب الجنائز المکتبہ السلفیہ لاہور ۱/ ۲۲۲

ف ا: کتاب الاثار اور مصنف عبدالرزاق دونوں کتابوں میں ''بمشط'' کا لفظ نہیں ہے بلکہ ''کتاب الاثار'' میں ''رأیت میتا یسرح رأسہ'' اور ''مصنف'' میں ''رأیت امرأۃ یکدّون راسہا'' ہے۔(نذیر احمد)

عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللّٰه تعالٰی عنها۔	تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتذکروا هلکاکم الابخیر ان یکونوا من اهل الجنة تأثمون وان یکونوا من اهل النار فحسبهم ماهم فیه [1]۔ رواه النسائی عنها رضی اللّٰه تعالٰی عنها بسند جیّد۔	اپنے مُردوں کو یاد نہ کرو مگر بھلائی کے ساتھ کہ اگر وہ جنتی ہیں تو برا کہنے سے تم گنہ گار ہوگے اور اگر دوزخی ہیں تو انہیں وہ عذاب ہی بہت جس میں وہ ہیں۔ اسے نسائی نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بسندِ جیّد روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتسبوا الاموات فتؤذوا به الاحیاء [2]۔ رواه احمد والترمذی عن المغیرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه بسند صحیح۔	مُردوں کو بُرا نہ کہو اس کے باعث زندوں کو ایذا دو۔ اسے امام احمد اور ترمذی نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ صحیح روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذامات صاحبکم فدعوه ولاتقعوا فیه [3]۔ رواه ابوداؤد عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللّٰه تعالٰی عنها۔	جب تمہارا ساتھی مرجائے تو اسے معاف رکھو اور اس پر طعن نہ کرو۔ اسے ابوداؤد نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بسند صحیح روایت کیا۔

عمرو بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لاتؤذ صاحب هذا القبر [4]۔ رواه الامام احمد۔	مردے کو ایذا نہ دے۔ اسے امام احمد نے روایت کیا۔

سبحان اللہ! جب قبر پر تکیہ لگانے سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے تو ایسے ظلم شدید سے کس قدر

---

1 سنن النسائی کتاب الجنائز مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۲۲۲

2 مسند احمد بن حنبل حدیث مغیرہ بن شعبہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/۲۵۲

3 سنن ابوداؤد باب فی النہی عن سب الموتی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۱۵

4 مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد باب دفن المیت مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴۹

ایذائے عظیم ہوگی ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۳۳: سیّد محمد شاہ (پتا انگریزی میں پڑھا نہ گیا) ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے نو مسلم عورت سے عقد کیا تھا، دو۲ برس کے بعد ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ کو دنیائے فانی سے ملک عدم کو رخصت ہوئی۔ اس مسلمان کا یہاں کوئی وارث اور نہ تھا اس نے مسلمانوں کو اطلاع دی، انہوں نے جواب دیا ہم تمہاری عورت کا جنازہ نہیں اُٹھائیں گے نہ قبرستان میں جگہ دیں گے کیونکہ تم نماز نہیں پڑھتے ہو اور مسجد کمیٹی وخلافت کمیٹی وغیرہ میں چندہ بھی نہیں دیتے کبھی ہماری کمیٹیوں میں شرکت نہیں کرتے، لہٰذا تم اور کوئی انتظام کرو۔ اس شخص نے جواب دیا اگر میرا عذر قابلِ اعتماد ہو تو مجھ کو معافی دیجئے جو سزا میرے لئے آپ لوگ قرار دیں قبول کرتا ہوں۔ اگر میرا قصور ہے تو مجھے سزا دیں اور معافی دے کر میّت کو اٹھائیں۔ ان لوگوں نے مطلق انکار کردیا جو خلافت کمیٹی کے ممبران وسیکریٹری وپریزیڈنٹ ہیں۔ تب اُس نے ہندو سے التجا کی، اسکی بیکسی بے بسی دیکھ کر ہنود اس محلّہ میں آئے اور مسلمانوں کو سمجھایا، بمشکل تمام راضی ہوئے مگر غسل دینے والی عورت کو روک دیا۔ مجبورًا اس نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور کفن پہنایا۔ بعد اس کے چار پانچ مسلمان، انہوں نے کہا ہم تم پر آٹھ روپیہ جُرمانہ کرتے ہیں، اگر منظور ہو تو ہم میّت اُٹھائیں ورنہ ہم اپنے اپنے گھر جاتے ہیں۔ وُہ چونکہ مصیبت زدہ تھا راضی ہوا۔ غرض صبح آٹھ بجے کی میت بارہ ۱۲ بجے شب اُٹھائی گئی۔ اب عرض ہے کہ آیا حدیث شریف میں یہی فرمان ہے اور خدا اور اسکے رسول کا یہی حکم ہے تو مجھے مطلع فرمائیں، اور اگر یہ حرکت مطابقِ شرع نہ ہو تو ان کی کیا سزا شرعًا وقانونًا؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اُن لوگوں نے سخت ظلم کیا اور شدید جرم کیا، اگر سلطنتِ اسلام ہوتی حاکمِ اسلام اُن میں ایک ایک کو کوڑے لگاتا، قید کرتا، اور وُہ آخرت میں عذابِ جہنم کے مستحق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلٰوۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم براکان اوفاجرا وان عمل الکبائر [1]۔ (ملخصًا)	ہر مسلمان کے جنازے کی نماز تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے گناہِ کبیرہ کئے ہوں۔

خصوصًا جس مسلمان نے رمضان مبارک میں انتقال کیا تو وہ بحکمِ حدیث شہید ہے۔ خلافت کمیٹی میں چندہ نہ دینا یا اُس میں شریک نہ ہونا کوئی جرم نہیں، بلکہ مسجد میں چندہ نہ دینا بھی گناہ نہیں، نہ کہ جہاں امر بالعکس ہو، نماز

[1] سنن ابوداؤد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۳، مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ابی داؤد باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۰۰

نہ پڑھنا ضرور کبیرہ شدیدہ ہے مگر اس کا گناہ اس کی بی بی کے سر باندھنا کون سی شریعت ہے۔اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی[1]۔ (کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اُٹھاتی۔ت) آٹھ روپے کہ انہوں نے لئے سخت حرام اور اُن کے حق میں مثل سُوئر کے ہیں۔اُن پر فرض ہے اُسے واپس کردیں۔

قال اللہ تعالٰی لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ[2]۔ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الید ما اخذت حتی تودیہ[3]۔رواہ احمد والاربعۃ والحاکم عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند احسن۔	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔(ت) حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہاتھ نے جو لیا اس کے ذمہ ہے یہاں تک کہ اسے ادا کردے۔اسے امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے سَمُرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بہ سند حسن روایت کیا۔(ت)

اور اُس شخص نے عورت کو غسل دیا یہ اُسے جائز نہ تھا، شوہر عورت کے بدن کو بعد انتقال ہاتھ نہیں لگا سکتا، اُسے چاہئے تھا کہ کسی سمجھ والی لڑکی یا لڑکے کو نہلانے کا طریقہ بتاتا اور اپنے سامنے اُس سے نہلواتا، یا کوئی اور عورت اگرچہ اُجرت پر ملتی اس سے غسل دلاتا۔اور اگر کچھ ممکن نہ ہوتا تو اپنے ہاتھوں میں کپڑے کی تھیلیاں چڑھا کر اُس کے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھوں کا تیمّم کرادیتا۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۳۴: از ضلع اعظم گڑھ ڈاکخانہ اندارا موضع ادری حافظ عبدالشکور خاں ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید مسلمان حنفی، بکر نصرانی کے یہاں ملازم تھا اور اس کا جھوٹا کھالیا کرتا تھا، مسلمانوں نے اُس سے منع کیا، حتی کہ بکر نے بھی، مگر زید باز نہ آیا اور اس کے مرنے پر جمیع مسلمانوں نے اس کی تجہیز و تکفین و نمازِ جنازہ سے انکار کیا، بالآخر چند مسلمانوں نے نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کیا، اگر ایسا موقع آئندہ آئے تو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔زید کے گھر والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے کیونکہ زید کے

[1] القرآن ۶/ ۱۶۴ و ۱۷/ ۱۵ و ۳۵/ ۱۸ و ۳۹/ ۷

[2] القرآن ۲/ ۱۸۸

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۸

یہاں کا کھانا وغیرہ بند کردیا گیا ہے۔

الجواب:

مسلمان کو نصرانی کا جھوٹا کھانا بہت شنیع وبد ہے **کما بیّناہ فی فتاوٰنا** (جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاوی میں بیان کیا ہے۔ت) لیکن اگر مذہب میں کچھ فرق نہ تھا تو اس بدحرکت سے کافر نہ ہوا۔ مسلمانوں پر اس کی تجہیز وتکفین اور جنازہ کی نماز لازم تھی، مگر یہ کام فرض کفایہ ہے بعض نے کرلیا سب پر سے اُتر گیا۔ ہر مسلمان کا اُن میں شریک ہونا ضروری نہیں، اگر کوئی نہ کرتا تو سب گنہگار ہوتے۔ آئندہ کے لئے بھی یہی احکام ہیں، اس فعل میں اس کے گھر والوں کا کوئی قصور نہ تھا ان پر تعزیر بیجا ہے۔

قال الله تعالٰی وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی[1] والله تعالٰی اعلم۔	الله تعالٰی کا ارشاد ہے: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اُٹھائے گی۔ (ت) والله تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۳۵: ازاوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اہلِ اسلام سے آخر عمر تک تارک صلوٰۃ والصیام ومشارب الخمر باللیل والایام ملحق دین نصارٰی رہا حتی کہ بہ تحقیق بدون توبہ ڈاک بنگلہ پر منتقل ہُوا، پھر ورثاء اس کے مکان پر لائے، معاذاللہ اور بخوف عدم شرکتِ دفن اہل اسلام کے ایک حجام اور خرادی اور کنجڑا پرورش یافتہ خود کو مصنوعی شاہد مقرر کرکے توبہ پر اس میت کی قائم کئے۔ عیاذًا باللہ۔ تب جنازہ اُٹھا اور ہمراہ جنازہ کے عیسائی بھی تھے۔ تب بھی چند کس نے دیدہ ودانستہ نمازِ جنازہ پڑھی اور اسقاط لے کر قبر پر قرآن پڑھا۔ بعد دخول قبر عیسائیوں نے ٹوپی اتار کر سلامی لی، پس مسلمانوں کو بحکم شرع میت کے اسلام پر خدشہ صادقہ تھا اور یقین کامل ہوا، اور بحمیت اسلامی اُن سے رَوکش ہوئے کہ اوروں کو عبرت ہو، کیونکہ بعملداری ہنود اور تعزیر غیر ممکن، اس خیال سے اُن لوگوں سے مرتدین کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں جب تک توبہ نہ کریں اُن کے پیچھے نماز جماعت درست ہے یا ممنوع، اس کے، حق میں اور اُن کے مشترک کے حق میں شرعًا کیا حکم ہے؟ مشرح بعبارت کتب بیان فرمائیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب:

ترک صوم صلوٰۃ وشربِ خمار گناہانِ کبیرہ ہیں جن کا مرتکب فاسق وفاجر اور عذابِ دوزخ کا مستحق ہے مگر حرام جان کر بشامتِ نفس کرے تو کافر نہیں۔ پس اگر شخص مذکور نے مذہب نہ بدلا تھا صرف باغوائے شیطان

---

[1] القرآن ۶/ ۱۶۴ و ۱۷/ ۱۵ و ۳۵/ ۱۸ و ۳۹/ ۷

دنیا پرستان خدا ناترس کی طرح ان امور کا مرتکب ہوتا اور عیسائیوں سے میل جول رکھتا تھا تو اس پر کفر کا فتوٰی نہیں دیا جاسکتا، بلکہ جب وُہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا مسلمان ہی ٹھہرائیں گے اور اس تقدیر پر اس کے تجہیز و تکفین اور جنازہ کی نماز بیشک ضروری ولازم تھی، اگر بجانہ لاتے گنہگار رہتے۔

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الصلٰوۃ واجبة علیکم کل مسلم براکان اوفاجراوان هو عمل اکبائر [1]۔ (ملخصًا)	نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے: ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ تم پر فرض ہے نیک ہو یابد، اگرچہ اس نے گناہِ کبیرہ کئے ہوں۔ اسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا۔ (ت)

اور نصرانیوں کا معاذاللہ جنازہ کے ساتھ ہونا یا بعد دفن ٹوپی اتار کر سلامی دینا اُن کا اپنا فعل تھا جس کے سبب مسلمان کو کافر نہیں ٹھہرا سکتے۔ اور یہ بدگمانی کہ اگر یہ اُن کا ہم مذہب نہ ہوتا تو وُہ جنازہ میں کیوں شرکت کرتے، محض مردود ہے۔ ایسے اوہام پر بنائے احکام نہیں، نہ کہ معاذاللہ معاملہ کفر واسلام جس میں انتہادرجہ کی احتیاط لازم، بلکہ اس کا عکس دُوسرا گمان قوی تر ہے کہ اگر وُہ اسے اپنا ہم مذہب جانتے، اپنی روش پر تجہیز و تکفین کرتے۔ مسلمانوں کو اس کا جنازہ کیوں دیتے، غرض اس صورت میں نماز پڑھنے والوں نے فرضِ خدا ادا کیا اُن پر اصلًا الزام نہیں۔ الزام اُن پر اُن سے معاملہ مرتدین کرنا چاہیں اور اگر بہ ثبوتِ شرعی ثابت ہو کہ میّت عیاذًا باللہ تبدیل مذہب کرکے عیسائی ہوچکا تھا تو بیشک اُس کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح اس کی جہیز و تکفین سب حرام قطعی تھی۔

قال اللہ تعالٰی وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِهٖ [2]۔	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ان میں سے جو بھی مرے نہ کبھی ان کی نمازِ جنازہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو (ت)

مگر نماز پڑھنے والے اگر اس کی نصرانیت پر مطلع نہ تھے اور بربنائے علم سابق اسے مسلمان سمجھتے تھے نہ اس کی تجہیز و تکفین و نماز تک اُن کے نزدیک اس شخص کا نصرانی ہوجانا ثابت ہوا، تو ان افعال میں وہ اب بھی معذور و بے قصور ہیں کہ جب اُن کی دانست میں وہ مسلمان تھا اُن پر یہ افعال بجالانے بزعمِ خود شرعًا لازم تھے، ہاں اگر یہ بھی اس کی عیسائیت سے خبردار تھے پھر نماز و تجہیز و تکفین کے مرتکب ہوئے قطعًا سخت گنہگار اور وبالِ کثیر میں گرفتار ہوئے، جب تک توبہ نہ کریں نماز ان کے پیچھے مکروہ،

---

[1] سنن ابی داؤد باب الغزو مع ائمۃ الجور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۳، سنن الدار قطنی باب صفتہ الصلٰوۃ مع الصلٰوۃ علیہ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۵۶

[2] القرآن ۹/ ۸۴

کما حکم ھوالفاسق المصرح بہ فی غیر ما کتاب المحرر المنقح فی الغنیۃ وغیرھا۔	جیسا کہ یہ فاسق کا حکم ہے جس کی صراحت متعدد کتابوں میں موجود ہے اور جس کی توضیح و تنقیح غنیہ وغیرہا میں ہوچکی ہے۔(ت)

مگر معاملہ مرتدین پھر بھی برتنا جائز نہیں کہ یہ لوگ بھی اس گناہ سے کافر نہ ہوں گے۔ ہماری شرع مطہر صراطِ مستقیم ہے، افراط و تفریط کسی بات میں پسند نہیں فرماتی، البتہ اگر ثابت ہوجائے کہ اُنہوں نے اُسے نصرانی جان کر نہ صرف بوجہ حماقت وجہالت کسی غرض دُنیوی کی نیّت سے بلکہ خود اسے بوجہ نصرانیت مستحق تعظیم و قابل تجہیر و تکفین و نمازِ جنازہ تصور کیا تو بیشک جس جس کا ایسا خیال ہوگا وہ سب بھی کافر و مرتد ہیں اور ان سے وہی معاملہ برتنا واجب جو مرتدین سے برتا جائے اور ان کی شرکت کسی اور طرح روا نہیں، اور شریک و معاون سب گنہگار۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۳۶: از کھیم پور کھیری مکان حافظ محمد حسین سوداگر، مرسلہ حکیم محمد تفضل حسین صاحب ماہ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہل شیعہ کی نمازِ جنازہ پڑھنا اہلسنّت وجماعت کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی قومِ سنّت والجماعت نے نماز کسی شیعہ کی جنازہ کی پڑھی تو اس کے لئے شرع میں کیا حکم ہے۔

الجواب:

اگر رافضی ضروریاتِ دین کا منکر ہے، مثلاً قرآن کریم میں کُچھ سُورتیں یا آیتیں یا کوئی حرف صرف امیر المومنین عثمان ذی النورین غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ یا اور صحابہ خواہ کسی شخص کا گھٹایا ہوا مانتا ہے۔ یا مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم خواہ دیگر ائمہ اطہار کو انبیائے سابقین علیہم الصلٰوۃ والتسلیم میں کسی سے افضل جانتا ہے۔ اور آجکل یہاں کے رافضی تبرائی عموماً ایسے ہی ہیں اُن میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے جو ان عقائدِ کفریہ کا معتقد نہ ہو جب تو وہ کافر مرتد ہے اور اس کے جنازہ کی نماز حرام قطعی وگناہ شدید ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝[1]۔	کبھی نماز نہ پڑھ اُن کے کسی مردے پر، نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو، انہوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا اور مرتے دم تک بے حکم رہے۔

[1] القرآن ۸۴/۹

اگر ضروریاتِ دین کا منکر نہیں مگر تبرائی ہے تو جمہور ائمہ وفقہا کے نزدیک اس کا بھی وہی حکم ہے۔

كما فى خلاصة وفتح القدير وتنوير الابصار والدر المختار والهداية وغيرها عامة الاسفار۔	جیسا کہ خلاصہ، فتح القدیر، تنویر الابصار، در مختار، ہدایہ وغیرہا عام کتب میں ہے۔

اور اگر صرف تفضیلیہ ہے تو اُس کے جنازے کی نماز بھی نہ چاہئے، متعدد حدیثوں میں بدمذہبوں کی نسبت ارشاد ہوا:

ان ماتوا فلا تشهدوهم[1] وُہ مریں تو ان کے جنازہ پر نہ جائیں۔ **ولا تصلوا عليهم**[2] انکے جنازے کی نماز نہ پڑھو۔ نماز پڑھنے والوں کو توبہ استغفار کرنی چاہئے۔ اور اگر صورت پہلی تھی یعنی وہ مُردہ رافضی منکرِ بعض ضروریاتِ دین تھا اور کسی شخص نے باآں کہ اُس کے حال سے مطلع تھا دانستہ اس کے جنازے کی نماز پڑھی اُس کے لئے استغفار کی جب تو اُس شخص کی تجدید اسلام اور اپنی عورت سے از سر نو نکاح کرنا چاہئے۔

فى الحلية نقلا عن القرا فى واقره الدعاء بالمغفرة للكافر كفر لطلبه تكذيب الله تعالٰى فيما اخبربه[3]۔	حلیہ میں قرافی سے نقل کیا اور اسے برقرار رکھا کہ: کافر کے لئے دُعائے مغفرت کفر ہے کیونکہ یہ خبر الٰہی کی تکذیب کا طالب ہے (ت)

مسئلہ نمبر ۳۷: از ثمن برج وزیرآباد ضلع گوجرانوالا، پنجاب۔ مرسلہ محمد خلیل اللہ صاحب پنشنر رسالدار، ۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل صُورت میں ایک شخص جو شیعہ اثناء عشری مذہب رکھتا ہے اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی خلیفۃ بلا فصل وغیرہ اعتقاداتِ مذہبِ شیعہ کا معتقد ہے فوت ہوا ہے اُس کا جنازہ ہمارے امام حنفی المذہب جامع مسجد نے پڑھایا اور اس کو غسل دیا، نیز اس کے ختم میں شامل ہوا، شیعہ جماعت نے امام مذکور کے نمازِ جنازہ پڑھانے کے بعد دوبارہ

[1] تاریخ بغداد ترجمہ ۴۲۴۰ الحسین بن الولید الخ دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۱۴۴، سنن ابن ماجہ الحسین بن الولید الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰، مسندِ امام اعظم بیان ذم القاریۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۱۴

[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۲۵۲۹ مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۵۴۰

[3] حلیہ المحلی شرح منیۃ المصلی

شیعہ امام سے متوفی مذکور کی نماز جنازہ پڑھائی۔ کیاامام مذکور حنفی المذہب کا یہ فعل ائمہ احناف کے نزدیک جائز ہے۔ اگر ناجائز ہے تو کیاامام صاحب مذکور کا یہ فعل شرعًا قابلِ تعزیر ہے اور کیا تعزیر ہونی چاہئے؟

الجواب:

صورتِ مذکورہ میں وُہ امام سخت اشد کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا، اُس نے حکمِ قرآنِ عظیم کا خلاف کیا،

قال اللہ تعالٰی وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا[1]۔	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ان کے کسی مُردے کی نمازِ جنازہ کبھی نہ پڑھو۔ (ت)

تعزیر یہاں کون دے سکتا ہے، اس کی سزا حاکمِ اسلام کی رائے پر ہے، وُہ چاہتا تو پچھتّر کوڑے لگاتا اور چاہتا تو قتل کرسکتا تھا کہ اُس نے مذہب کی توہین کی۔ اُس کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب، تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[2]۔	اس لئے کہ اسے امام بنانے میں تعظیم ہے جبکہ شرعًا ان پر اس کی اہانت واجب ہے (ت)

فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے: لوقدموا فاسقا یاثمون[3] (اگر لوگوں نے کسی فاسق کو امام بنایا تو گنہگار ہوں گے۔ت) یہ سب اس صورت میں ہے کہ اس نے کسی دنیوی طمع سے ایسا کیا ہو، اگر دینی طور پر اسے کارِ ثواب اور رافضی تبرائی کو مستحق غسل ونماز جان کر یہ حرکاتِ مردودہ کیں تو وُہ مسلمان ہی نہ رہا۔ اگر عورت رکھتا ہو اس کے نکاح سے نکل گئی کہ آجکل رافضی تبرائی عمومًا مرتدین ہیں کما حققناہ فی ردالرفضۃ (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "ردالفضہ" میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) اور بحکم فقہائے کرام تو نفسِ تبرا کفر ہے کما فی الخلاصۃ وفتح القدیر وغیرہا کتب کثیرۃ (جیسا کہ خلاصہ اور فتح القدیر وغیرہ بہت سی کتابوں میں ہے۔ت) نہ کہ نمازِ جنازہ کما فی الاعلام وغیرہ وبیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ الاعلام بقواطع الاسلام میں ہے اور ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۹/ ۸۴

[2] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلٰوۃ مطبوعہ مطبعہ کبرٰی امیریہ مصر ۱/ ۱۳۴

[3] غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

مسئلہ نمبر ۳۸: از چتور گڑھ محلّہ چھیپیان مسئولہ جمیع مسلمان گنگرار ۱۵محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اگر ہجڑہ مر جائے اُس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟ اور اگر پڑھی جائے تو نیّت مرد کی جائے یا عورت کی؟

الجواب:

ہجڑہ اگر مسلمان ہے تواُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے،اور نیت میں مرد عورت کی تخصیص کی کوئی حاجت نہیں۔ مرد وعورت دونوں کی ایک ہی دعا ہے، خصوصًا یہ ہجڑے جو یہاں ہوتے ہیں مرد ہی ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو عورت بناتے ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۳۹: از مین پوری مسئولہ مجیب اللہ صاحب ۲۹جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ نمازِ جنازہ کے لئے امامت میں احق افضل کون ہے؟ کیاامام جامع مسجد یا قاضی اس معنٰی میں نکاح خوانی کرتا ہواور لیاقت کچھ نہیں رکھتا، صرف معمولی اردو کی کتابیں دیکھے ہوئے ہو وُہ بلااذن طلب کئے میّت کے ورثاء یااولیاء سے نمازِ جنازہ پڑھا سکتا ہے؟اور بموجودگی کئی افضل واعلم بالسنۃ عالم واحق بالامامۃ اُس کا نماز پڑھنا کیسا ہے؟ یہ جو عام طور پر رائج کہ اوّل وارث یا ولی میت سے اذن لیتے ہیں نماز پڑھانے کا یہ کیا کچھ ضروری چیز ہے؟ اور کون امام بلااذن طلب کئے بھی نماز پڑھاسکتا ہے؟ **بینوا توجّروا۔**

الجواب:

نمازِ جنازہ ولیِ میّت کا حق ہے، دوسرا کہ اس کے اذن کا محتاج ہے، اگر بے اُس کے اذن کے پڑھائے اُسے اعادہ نماز جائز ہے حالانکہ نمازِ جنازہ کی تکرار مشروع نہیں۔ نکاح خوانی کا قاضی کوئی عہدہ شرعی نہیں وہ بے اذنِ ولی ہر گز نہیں پڑھاسکتا۔ یونہی جامع مسجد کا امام اگر میّت جمعہ وغیرہ اُس کے پیچھے نہ پڑھتا ہو یا وُہ علم و فضل میں ولی میّت سے زائد نہ ہو۔ اسی طرح امام الحہ یعنی مسجد محلّہ کا امام، ہاں اگر میّت اُن کے پیچھے نماز پرھا کرتا تھا۔ اور یہ فضل دینی میں ولی سے زائد ہیں تو بے اذنِ ولی پڑھا سکتے ہیں،اور اصحابِ ولایت عامہ مثلًا سلطانِ اسلام یااس کا نائب، حاکم شہر یااس نائب، قاضی شرع جسے سلطانِ اسلام نے فصلِ مقدمات پر مقرر کیا یااس کا نائب، یہ لوگ ولی پر مقدم ہیں،انہیں ولی سے اجازت لینے کی مطلقًا حاجت نہیں، اور صورتِ مذکورہ کے علاوہ دونوں امام اور یہ والیانِ عام اگر نماز پڑھادیں توولی کو حقِ اعادہ نہیں مگر فرضِ کفایہ اداہو جائے گا، ولی نے اگر ان کی اقتدا کرلی فبہا کہ اذن ابتدامیں نہ تھاتواب ہوگیا

اور اگر اقتدا نہ کی تو اُسے جائز ہے کہ دوبارہ پڑھے، اور جو پہلی جماعت میں شریک نہ ہولئے تھے انہیں اس جماعتِ ولی میں شرکت کی اجازت ہے۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

یقدم فی الصلوۃ علیہ السلطان اونائبہ (الاولی ثم نائبہ کمافی الفتح وغیرہ ش) ثم القاضی (ثم خلیفۃالولی ثم خلیفۃ القاضی امداد عن زیلعی ش) ثم امام الحی وتقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی کما فی المجتبٰی (قلت عن البقالی) وشرح المجمع للمصنف (قلت عن العتابی)(وامام الحی وامام المسجد الخاص بالمحلۃ وانما کان اولٰی لان المیت رضی بالصّلٰوۃ خلفہ فی حال حیاتہ فینبغی ان یّصلی علیہ بعد وفاتہ ش) وفی الدرایۃ امام الجامع (عبرعنہ فی شرح المنیۃ بامام الجمعۃ ش) اولٰی من امام الحی (قلت والظاہر ان تقدیمہ ایضاًندبی بشرط کونہ افضل من الولی والعلۃ فیہ ایضاًکون المیت رضیہ امام لہ فی حیاتہ فلو لم یکن من یصلی الجمعۃ کالمرأۃ مثلااوکان یصلی خلف غیرہ لم یقدم علی امام الحی اذالم یکن المیت یصلی خلفہ لایقدم علی الولی قال ش	نمازِ جنازہ میں مقدم سلطان ہے یا اس کا نائب (بہتر یہ کہنا ہے کہ: پھر اس کا نائب، جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں ہے--شامی) پھر قاضی (پھر حاکم شہر کا نائب، پھر قاضی ک نائب--امداد --از زیلعی --شامی) پھر امامِ محلّہ اور حکام کی تقدیم واجب ہے اور امامِ محلّہ کی تقدیم مستحب ہے بشرطے کہ ولی سے افضل ہو، ورنہ ولی بہتر جیسا کہ مجتبٰی میں (میں کہتا ہوں: بقالی سے منقول) ہے اور مصنّف کی شرح مجمع میں (میں کہتاہوں: عتابی سے منقول) ہے (امام محلّہ سے مُراد وہ کو جو مسجدِ محلّہ کا امام ہو، اس کے اولٰی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مرنے والے نے زندگی میں اس کی اقتداء پسند کی تو بعد وفات اس کی نماز جنازہ اسی کو پڑھانا چاہئے--شامی) درایہ میں ہے کہ امام جامع مسجد (شرح منیہ میں اسے امامِ جمعہ سے تعبیر کیا--شامی) امامِ محلّہ سے بہتر ہے۔ (میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ اس کی تقدیم بھی استحبابی ہے بشرطے کہ ولی سے افضل ہو۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ مرنے والے نے زندگی میں اسے اپنا امام پسند کیا، تومیّت اگر جمعہ پڑھنے والا نہیں، جیسے عورت، یا دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے والا اُس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تو وہ بھی ولی پر مقدم نہ ہوگا۔ شامی

لما یأتی من ان الاصل ان الحق للولی وانما قدم علیه الولاة وامام الحی لمامرمن التعلیل وهوغیرموجودهنا) ثم الولی بترتیب عصوبة الانکاح، فان صلے غیرالولی ممن لیس له حق التقدم علی الولی ولم یتابعه عادالولی ولوهی قبره ان شاء لاجل حقه لا لاسقاط الفرض ولذا لیس لمن صلی علیها ان یعید من الولی لان تکرارها غیرمشروع[1] انتهی مزید امنی کل مصدر بلفظة قلت مختومابهلال۔ واللّٰه سبحٰنه تعالٰی اعلم۔	نے کہااس لئے کہ آگے آرہا ہے کہ اصل میں حق ولی کا ہے، اس پر حکام اور امام محلّہ کی تقدیم تعلیل مذکور کے باعث تھی وہ علت ہی یہاں موجود نہیں) پھر ولی جو نکاح کرانے میں عصبہ ہونے کی ترتیب کے اعتبار سے ہے تو اگر ولی کے علاوہ کسی ایسے نے نماز پڑھی جسے ولی پر حق تقدم حاصل نہیں اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی پھر پڑھ سکتا ہے اگرچہ قبر، اگر چاہے۔ یہ اجازت اس کے حق کے سبب ہے، اس وجہ سے نہیں کہ فرض جنازہ ادانہ ہوا۔ اسی لئے پہلے جو لوگ پڑھ چکے ہوں انہیں ولی کے ساتھ اعادہ کی اجازت نہیں اس لئے کہ نمازِ جنازہ کی تکرار غیر مشروع ہے۔ عبارت ختم ہوئی۔ درمیان میں ہلالین کے اندر **قلت** (میں کہتا ہوں) کے ساتھ حوالوں کا میری جانب سے اضافہ ہے، اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۴۰: از ملک بنگال ضلع سلہٹ ڈاکخانہ آدم پور، گھوڑ مرا مرسلہ حافظ عبدالحمید صاحب امام مسجد ۱۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

ما قولکم رحمکم اللّٰه تعالٰی اندریں مسئلہ کہ خدیجہ بی بی زوجہ مولوی عبدالحکیم صاحب رحلت نمود در حق صلٰوۃ جنازہ ولی زن شوہرش باشد یا پدرش وبراداران وعمام اومگر پدر وغیرہ اقارب مذکورین جاہلان بے علم اند بخلاف شوہر، نیز از جانب شوہر عم او حافظ عبدالحہ امام الحہ موجود ست	آپ رحمکم اللّٰه تعالٰی کا اس مسئلہ میں کیا قول ہے کہ خدیجہ بی بی زوجہ عبدالحکیم صاحب کا انتقال ہوا، نماز جنازہ کے حق میں عورت کا ولی اس کا شوہر ہوگا یا باپ، بھائی، چچا؟ مگر باپ وغیرہ اقارب مذکورین جاہل بے علم ہیں، جب کہ شوہر صاحب علم ہے اور شوہر کی جانب سے اس کے چچا حافظ

[1] درمختار شرح تنویرالابصار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۲-۱۲۳، ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۹۰

پس ولایتِ نماز دو رصورت مذکورہ ازیناں کراست مخفی مبادکہ ازدو۲ سال علمائے سلہٹ دریں مسئلہ باہم اختلافہا دارند۔اُمید کہ رفع شک فرمایند۔**بینوا توجروا**	عبدالحمید امامِ محلّہ بھی موجود ہی۔ں، توصورت مذکورہ میں نماز کی ولایت ان میں سے کس کے لئے ہے۔واضح ہو کہ دو۲ سال سے سلہٹ کے علماء اس مسئلہ میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔امید ہے کہ شک دور فرمائیں گے۔بیان فرمائیں اجر پائیں۔

الجواب:

درولایتِ نمازِ جنازہ شوہر از ہمہ اقارب موخرست ایں ولایت ہمچو ولایت نکاح بترتیب عصوبت و قرابت اقرب فالاقرب رارسد اگر زیناں ہیچکس نباشد شوہر مقدم بود۔ وجہل آناں مانع حق آناں نیست، ایشاں را رواست کہ ہر کراخواہند بامامت امر کنند۔مامور ایشاں ہمچوایشاں مقدم برزوج بود کہ متاخر را اگرچہ خود عصبہ باشد بامامور متقدم حقِ منازعت نیست گو اجنبی باش۔ وآں کہ امام الحہ را استحبابًا تقدیم دادہ اند بحکم تعلیل و نظر برمانِ خاص درجنازہ مردان ست۔زنان را بامسجد وامام چہ کار کہ ایشاں نہ حاضر جماعت می شوند نہ شرعًا اجازتش دادند پس درصورت مستفسرہ ولایتِ نماز پدرِ خدیجہ را بود۔ آرے اگر خدیجہ از مولوی عبدالحکیم پسرے عاقل بالغ داشتے حقِ تقدم مراورا بودے کہ پسر بر پدر در عصوبت مرجح است وآں پسر را	نمازِ جنازہ کی ولایت شوہر تمام اقارب کے بعد ہے۔یہ ولایت ،ولایتِ نکاح کی طرح عصبہ ہونے اور قریبی ہونے کی ترتیب پر قریب تر پھر قریب تر کے لئے ہوتی ہے--اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو اُس وقت شوہر مقدّم ہوگا۔ اور ان کا جہل ان کے حق سے مانع نہیں، ان کے لئے روا ہے کہ جسے چاہیں امامت کا حکم دے دیں، ان کا مامور بھی ان ہی طرح شوہر پر مقدم ہوگا کہ متاخر کو--اگرچہ عصبہ ہو--مامور کے ساتھ نزاع کا حق نہیں گو وُہ اجنبی ہو۔ اور امامِ محلّہ کو جو تقدیم دی گئی ہے اس کی علت اور زمانہ حال پر نظر کرتے ہوئے--وہ مردوں کے جنازے سے خاص ہے۔عورتوں جو مسجد اور امام سے کیاکام کہ یہ حاضر جماعت ہوتی ہیں نہ ان کو شرعًا اس کی اجازت ہی ہے--تو صورت مسئولہ میں نماز کی ولایت خدیجہ کے والد کو ہوگی۔ ہاں اگر خدیجہ کا مولوی عبدالحکیم سے کوئی عاقل بالغ لڑکا ہوتا تواسے حق تقدّم ہوتا کیونکہ عصبہ ہونے میں بیٹے کو باپ پر ترجیح حاصل ہے--اور اس لڑکے کو

شرع فرمود کہ پدرِ خود مولوی عبدالحکیم راتقدیم دہ وبپاسِ ادب پیش او پامنہ بایں صورت مولوی عبدالحکیم راتقدم بودے۔

شریعت حکم دیتی ہے کہ اپنے باپ مولوی عبدالحکیم کو آگے کر، اور ادب کا لحاظ کرکے اس کے آگے قدم نہ رکھ۔ اس طرح مولوی عبدالحکیم کو تقدم ہو جاتا۔

فی الدرالمختار یقدم فی الصلٰوۃ علیہ السلطان ان حضر اونائبہ وھوامیرالمصر (ثم القاضی) ثم صاحب الشرط ثم خلیفۃ ثم خلیفۃ القاضی (ثم امام الحی) فیہ ایھام وذلك ان تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والافالولی اولٰی (ثم الولی) بترتیب عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الاان یکون عالماوالاب جاھلافالابن اولٰی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم الجیران ولہ ای للولی ومثلہ کل من یقدم علیہ (الاذن لغیرہ فیھا) لانہ حقہ فیملك ابطالہ (الا) انہ (ان کان ھناك من یساویہ فلہ) ای لذلك المساوی ولواصغرسنا (المنع) لمشارکتہ فی الحق امالبعیدفلیس لہ المنع[1] اھ باختصار۔ وفی ردالمحتار قولہ (ثم امام الحی)

درمختار میں ہے: نماز جنازہ پڑھانے میں مقدم سلطانِ اسلام ہے اگر وہ موجود ہو یا اس کا نائب، یہ شہر کا حاکمِ اسلام ہے۔ پھر قاضی، پھر کوتوال، پھر اس کا خلیفہ پھر قاضی کا خلیفہ، پھر امام محلّہ۔ اس میں برابری کا ایہام ہے اور حکم یہ ہے کہ حکّام کی تقدیم واجب ہے اور امام محلّہ کی تقدیم صرف مندوب ہے بشرطیکہ ولی سے افضل ہو، ورنہ ولی بہتر ہے۔ پھر ولی۔ نکاح کرانے میں عصبہ ہونے کی جو ترتیب ہے وہی یہاں بھی ہوگی مگر باپ کہ وہ بیٹے پر یہاں بالاتفاق مقدم ہے لیکن اگر بیٹا عالم اور باپ جاہل تو بیٹا اولٰی ہے۔ اگر کوئی نہ ہو تو شوہر پھر ہمسائے۔ ولی کو اور اسی کی طرح ہر اُس شخص کو جسے دوسروں پر تقدم ہے یہ حق حاصل ہے کہ کسی اور کو اذن دے دے کیونکہ یہ اس کا حق ہے تو اسے باطل کرنے کا اختیار ہوگا۔ لیکن وہاں اگر کوئی اس کے مساوی ہو تو اسے اگرچہ وُہ عمر میں چھوٹا ہی ہو۔ دوسرے کو روکنے کا حق حاصل ہے کیونکہ حق میں وہ اس کا شریک ہے ہاں بعید کو روکنے کا اختیار نہیں اھ باختصار۔

ردالمحتار میں ہے: امامِ محلّہ اس لئے اولٰی ہے

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲

وانما کان اولی لان المیت رضی بالصّلٰوۃ خلفہ فیہ حال حیاتہ فینبغی ان یصلی علیہ بعد وفاتہ قال فی شرح المنیۃ فعلی ھذالوعلم انہ کان غیر راض بہ حال حیاتہ ینبغی ان لایستحب تقدیمہ اھ قلت ھذامسلم ان کان عدم رضاہ بہ لوجہ صحیح والافلا تامل[1] ھ مافی ردالمحتار ورأیتنی کتبت علی ھامشہ مانصہ۔

اقول: سیأتی بعد سطران الحق انما ھوللولی وانما یستحب تقدیم امام الحی لاجل التعلیل المذکور فاذافاتت العلۃ فلیفت المعلول ولادخل فی ذلك لکون عدم رضاہ بوجہ صحیح فلیتامل۔ثم قال فی ردالمحتار واما امام مصلی الجنازۃ الذی شرطہ الواقف وجعل لہ معلوما من وقفہ فھل یقدم علی الولی کامام الحی ام لاللقطع بان علۃ الرضا بالصلٰوۃ خلفہ فی حیاتہ خاصۃ بامام المحلۃ واستظھر المقدسی انہ کالاجنبی مطلقالانہ انما یجعل للغرباء ومن لاولی لہ۔

کہ مرنے والا اپنی زندگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھنے پر راضی تھا تو بعد وفات بھی اسی کو پڑھانا چاہئے--شرح منیہ میں ہے: اس تعلیل کے پیش نظر اگر وُہ زندگی میں اس سے راضی نہ تھا تو اس کی تقدیم مستحب نہ ہونی چاہئے اھ--میں کہتا ہوں یہ اُس صورت میں مسلّم ہے جب اُس کی ناراضی کی صحیح وجہ تحت ہو ورنہ نہیں--تامل کرو--ردمحتار کی عبارت ختم ہوئی--میں نے دیکھا اور اسکے حاشیہ پر میں نے یہ لکھا ہے:

اقول: چند سطور بعد آرہا ہے کہ حق ولی ہی کا ہے اور امامِ محلّہ کی تقدیم تعلیلِ مذکور کے باعث مستحب ہے تو جب یہ علّت فوت ہو تو معلول بھی فوت ہوگا اور اس میں کسی وجہ صحیح کے تحت اس کی ناراضی ہونے کو کوئی دخل نہیں--تامل کرنا چاہئے۔آگے ردالمحتار میں ذکر ہے کہ: اب سوال یہ ہے کہ وہ امام جو جنازہ پڑھانے کے لئے مقرر ہو، جس کی وقف کرنے والے نے شرط کی ہے اور وقف سے اس کے لئے تنخواہ مقرر کردی ہے کیا امام محلّہ کی طرح وُہ بھی ولی پر مقدم ہوگا یا مقدم نہ ہوگا؟ کیونکہ قطعی بات ہے زندگی میں اقتدا سے راضی ہونے کے علت صرف امام محلّہ کے حق میں ہے--امام مقدسی نے اظہار فرمایا کہ وہ بالکل اجنبی کی طرح ہے کیونکہ اس کا تقرر مسافروں اور ایسے مُردوں کے لئے ہوتا جن کا کوئی ولی نہ ہو۔

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۴۹

اقول: وھذا اولی لمایأتی من ان الاصل ان الحق للولی وانماقدم علیه الولاۃ وامام الحی لمامر من التعلیل وھوغیرموجودھنا، والفرق بینه وبین الامام الراتب ظاہر لانه لم یرضه للصلٰوۃ خلفه فی حیاته بخلاف الراتب، قال فی شرح المنیۃ الاصل ان الحق فی الصلٰوۃ للولی ولذاقدم علی الجمیع فی قول ابی یوسف و روایۃ عن ابی حنیفۃ لان ھذاحکم یتعلق بالولایۃ عن ابی حنیفۃ لان ھذا حکم یتعلق بالولایۃ کالانکاح الا ان الاستحسان وھو ظاہر الروایۃ تقدیم السلطان ونحوہ لمامر من الوجه قوله(بترتیب عصوبۃ الانکاح) فلاولایۃ للنساء ولاللزوج الا انه احق من الاجنبی قلت والظاہر ان ذوی الارحام داخلون فی الولایۃ، والتقیید بالعصوبۃ لاخراج النساء فقط فھم اولی من الاجنبی وھو

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ بہتر ہے اس لئے کہ آگے آرہا ہے کہ اصل یہ حق ولی کا ہے اس پر حُکّام اور امام محلّہ کی تقدیم تعلیل مذکور کے سبب ہے اور وہ علت یہاں موجود نہیں-- اور اس امامِ جنازہ اور پنجگانہ کے امام مقرر کے درمیان فرق ظاہر ہے اس لئے اس نے زندگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا ارادہ نہ کیا جبکہ امام مقرر کا حال یہ نہیں، شرح منیہ میں ہے کہ اصل یہ ہے کہ نماز کا حق ولی کو ہے۔ اسی لئے امام ابویوسف کے نزدیک اور امام ابوحنیفہ سے ایک روایت میں وُہ سب سے مقدم ہے۔ اس لئے کہ یہ ایسا حکم ہے جس کا تعلق ولایت سے ہے جیسے نکاح کرانے کا معاملہ ہے، مگر استحسان یہ ہے کہ یہاں سلطان وغیرہ مقدم ہوں جس کی وجہ بیان ہوچکی۔ اور یہی ظاہر الروایہ ہے __ عبارت درمختار (نکاح کرانے میں عصبہ ہونے کی جو ترتیب ہے وہی ہوگی) اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے ولایت نہیں، اور شوہر کے لئے بھی نہیں مگر وُہ اجنبی سے زیادہ حقدار ہے-- میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ ذوی الارحام بھی ولایت میں داخل ہیں اور عصبہ ہونے کی قید صرف عورتوں کو خارج کرنے کے لئے ہے

ظاھر یؤید تعبیرالھدایة بولایة النکاح، قولہ(فیقدم علی الابن اتفاقا) ھوالاصح وقیل ھذاقول محمد وعندھمالابن اولی،قال فی الفتح انماقدمنا الاسن بحدیث القسامة لیتکلم اکبرھما وھذایفید ان الحق للابن عندھما وھذا یفید ان الحق للابن عندھما الا ان السنة عن یقدم اباہ ویدل علیہ قولھم سائر القرابات اولی من الزوج ان لم یکن لہ منھا ابن فان کان فالزوج اولی منھم لان الحق للابن وھویقدم اباہ ولا یبعد ان یقال ان تقدیمہ علی نفسہ واجب بالسنة اھ،وفی البدائع وللابن فی حکم الولایة ان یقدم غیرہ لان الولایة ان یقدم غیرہ لان الولایة لہ وانما منع عن التقدم لئلا یستخف بابیہ فلم تسقط ولایتہ بالتقدیم قولہ (الاان یکون الخ)قال فی البحر ولو کان الاب جاھلاوالابن عالماینبغی ان یقدم الابن الاان یقال ان صفة العلم لاتوجب التقدیم فی صلٰوة

تو وہ اجنبی سے اولٰی ہوں گے۔اور یہ ظاہر ہے جس کی تائید ہدایہ کے الفاظ "ولایت نکاح" سے ہوتی ہے --عبارت در مختار (باپ بیٹے پر یہاں بالاتفاق مقدم ہے) یہی اصح ہے۔اور کہا گیا کہ یہ امام محمد کا قول ہے اور شیخین (امام اعظم و امام ابویوسف) کے نزدیک بیٹا اولٰی ہے-- فتح القدیر میں ہے: ہم نے زیادہ عمر والے کو مقدم کیا حدیثِ قسامت کے پیشِ نظر جس میں ہے کہ "دونوں میں جو زیادہ بڑا ہے وُہ کلام کرے"--اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ شیخین کے نزدیک حق بیٹے کا ہے۔مگر سنّت یہ ہے کہ وُہ اپنے باپ کو آگے کرے، اس پر علماء کا یہ کلام دلالت کررہاہے: دیگر اہلِ قرابت شوہر سے اولٰی ہیں اگر شوہر کا اس عورت سے کوئی بیٹا نہ ہو، اگر ہو تو شوہر اُن سے اولٰی ہے۔اس لئے کہ حق بیٹے کا ہے اور وُہ اپنے باپ کو آگے کرے گا--اور یہ کہنا بعید نہ ہوگا کہ بیٹے کا باپ کو اپنی ذات پر مقدم کرنا ازروئے حدیث واجب ہے اھ ــــ بدائع میں ہے: حکم ولایت کے تحت بیٹے کو یہ اختیار حاصل ہے اور خود آگے بڑھنے سے اس کو اس لئے روکا گیا کہ اپنے باپ کی بے ادبی کا مرتکب نہ ہو، تو دوسرے کو آگے بڑھانے کا حق اُس سے نہ گیا۔عبارتِ دُرمختار (مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو) بحر میں ہے: اگر باپ جاہل اور بیٹا عالم ہو تو بیٹے کو آگے کرنا چاہئے۔ مگر یہ کہا جائے کہ علم نماز جنازہ میں

الجنازۃ لعدم احتیاجھالہ واعترضہ فی النھر بمامرمن ان امام الحی انما یقدم علی الولی اذاکان افضل قال نعم علل القدوری کراھۃ تقدم الابن علی ابیہ بان فیہ استخفافابہ وھذایقتضی وجوب تقدیمہ مطلقااھ قلت وھذامؤید لمامر عن الفتح [1] اھ مافی ردالمحتار ملخصا ملتقطا،وفی الخانیۃ ثم الھندیۃ من الصلٰوۃ، رجل بنی مسجدا وجعلہ للّٰہ تعالٰی فھو احق الناس بمرمتہ وعمارتہ والاذان والاقامۃ والامامۃ ان کان اھلالذلک، فان لم یکن فالرای فی ذٰلک الیہ [2] اھ(ملخصا) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	تقدم کا موجب نہیں کیونکہ اس میں علم کی ضرورت نہیں، اس پر نہر میں یہ اعتراض ہے کہ امامِ محلّہ ولی پر اُسی وقت تقدّم پاتا ہے جب اُس سے افضل ہو۔ہاں قدوری نے باپ پر بیٹے کا تقدم مکروہ ہونے کی علّت یہ بتائی کہ اس میں باپ کی تقدیم مطلقًا ضروری ہے اھ-- میں کہتا ہوں اس سے اس کلام کی تائید ہورہی ہے جو فتح القدیر کے حوالے سے گزرا۔ تلخیص وانتخاب کے ساتھ ردالمحتار کا مضمون ختم ہوا۔ خانیہ پھر ہندیہ کتاب الصلٰوۃ میں ہے: کسی شخص نے مسجد تعمیر کی اورا سے خداکے لئے وقف کردیاتو اس کی مرمت ، عمارت، اذان ،اقامت اور امامت کا وہ سب لوگوں سے زیادہ حقدار ہے اگر وہ اس کا اہل ہو ورنہ اس بارے میں رائے اُسی کی لی جائے گی اھ (یعنی دوسرے کو مقرر کرنے کا حق اسی کو ہوگا) اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔(ت)

مسئلہ نمبر ۴۱: موضع بکہ جیبی والا، علاقہ جاگل، تھانہ ہری پور ڈاک خانہ نجیب اللہ خان مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۱۴ جمادی الاخرہ ۱۳۱۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت اگرچہ بالغ ہو یا نابالغ ہو اُس کے جنازہ میں ولی داخل نہیں ہوا تواس کا جنازہ ہوا یا نہیں:

الجواب:

نماز ہوگئی جو نماز بے اجازت ولی پڑھی جائے ولی کو اختیار ہے کہ دوبارہ پڑھے۔ مگر جو پہلے پڑھ

[1] ردالمحتار باب الصلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۶۴۹-۵۰

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیمایکرہ فی الصلٰوۃ الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۰

چکے ہیں وُہ دوبارہ نہیں پڑھ سکتے۔ پھر یہ بھی اس صورت میں ہے کہ پہلی نماز کسی ایسے نے پڑھی جس پر ولی کو ترجیح تھی، ورنہ اگر مثلاً بادشاہ اسلام یا قاضی شرع یا امام حی نے نماز پڑھادی تو ولی کو اعادہ کا اختیار نہیں کہ وہ اس بات میں ولی سے مقدم ہیں۔

فی الدرالمختار یقدم فی الصلٰوۃ علیه السلطان اوامیر المصر ثم القاضی ثم امام الحی ثم الولی فان صلی غیرالولی من لیس له حق التقدم علی الولی ولم یتابعه الولی اعادالولی ولوعلی قبرہ ان شاء لاجل حقه لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلی علیها ان یعید مع الولی لان تکرارھاغیرمشروع وان صلی من له حق التقدم کقاض اونائبه اوامام الحی اومن لیس له حق التقدم وتابعه الولی لایعید [1] اھ مختصرًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے: میّت کی نماز پڑھنے میں مقدم بادشاہ یا ولیِ شہر ہے پھر قاضی پھر امامِ محلّہ پھر ولی۔۔اگر ولی کے علاوہ ایسے شخص نے جس کو ولی پر تقدم کا حق حاصل نہیں، نمازِ جنازہ پڑھ لی اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی اگر چاہے تو دوبارہ پڑھ سکتا ہے خواہ قبر پر ہی پڑھے اسے یہ اختیار اپنے حق کے سبب ہے اس لئے نہیں کہ فرضِ جنازہ ادا نہ ہوا تھا، اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ پہلے جو پڑھ چکے تھے وہ ولی کے ساتھ ہو کر دوبارہ نہیں پڑھ سکتے۔۔ اس لئے کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔۔اور اگر پہلے ایسے شخص نے پڑھی جسے ولی پر تقدم کا حاصل ہے جیسے قاضی یا نائب قاضی یا امامِ محلّہ یا ایسے شخص نے پڑھ لی جسے حقِ تقدم حاصل نہیں مگر ولی نے اس کی متابعت کرلی تھی تو دوبارہ نہیں پڑھ سکتا اھ مختصراً (ت)

مسئلہ نمبر ۴۲: ازبریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی ۳رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چے می فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ بوقت نمازِ مغرب جنازہ بیاید تقدیم نمازِ فرض باید یا نمازِ میّت۔	اس مسئلہ میں علمائے کرام کیافرماتے ہیں کہ مغرب کے وقت جنازہ آئے تو پہلے نمازِ فرض کی ادائیگی ہو یا نمازِ جنازہ کی؟

الجواب:

نمازِ مغرب راتقدیم باید کما فی ردالمحتار بلکه سنن راتبه نیز به یفتی کما فی البحر وغیرہ	پہلے نمازِ مغرب ادا کرنا چاہئے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے بلکہ مقررہ سُنتوں کو بھی ادا کرلینا چاہئے۔اسی پر

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳--۱۲۲

اقول: آرے اگر ضرورت داعیہ بتقدیم جنازہ است مثلاً شکمِ مُردہ منتفخ شد واندیشہ است کہ اگر دیر کنند منشک شود وہنوز در وقت سعتے ست کہ بتقدیم جنازہ فوت نہ شود آنگاہ لاجرم تقدیم جنازہ مے شاید بالاتفاق کما لا یخفی، واللہ تعالٰی اعلم۔	فتوٰی ہے جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے **اقول:** ہاں اگر ضرورت پہلے ادائے جنازہ کی طالب ہے مثلاً مُردہ کا پیٹ پھولا ہوا ہے اور اندیشہ ہے کہ اگر دیر کریں تو پھٹ جائے گا، اور ابھی وقت میں اتنی وسعت ہے کہ جنازہ پہلے ادا کرنے سے مغرب فوت نہ ہوگی تو ایسے وقت میں ناچار، بالاتفاق نماز جنازہ کی ادائیگی پہلے ہوگی، جیسا کہ پوشیدہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۴۳: ۸ شوال ۱۳۳۸ھ

ظہر کی نماز کا وقت ابھی شروع ہُوا پھر جنازہ بھی آیا، اور وقت بہت ہے، اب کون نماز مقدم ہو، اور سنّت کس وقت؟

الجواب:

جب وقتِ ظہر وسیع ہے جنازے کی تقدیم کریں، ہاں اگر جنازہ لے جانے والے بھی اسی جماعتِ ظہر میں شریک ہوں گے کہ اگر جنازہ کی نماز پہلے ہوجائے جب بھی جنازہ نمازِ ظہر سے فارغ ہونے کے لئے رکھا رہے گا اس کے تغیر کا اندیشہ نہ ہو تو ظہر کے فرض وسنّت پہلے پڑھیں اس دیر میں شاید اور نمازی بھی آجائیں اور جنازے پر تکثیر ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۴۴: از مراد آباد محلّہ گل شہید مرسلہ مولوی جمیل الدین احمد صاحب ۱۴ صفر ۱۹۱۶ھ

ماقولکم ایھا العلماء الراسخون والفقھاء الماھرون فی ان ولی المیت صلی علیہ او غیربانابتہ صلٰوۃ الجنازۃ اول وقت العصر قبل ان یصلی العصر ھل تجوز صلٰوۃ الجنازۃ قبل صلٰوۃ العصر ام لا وان تجز فمن اعادھا بعد صلوۃ العصر باعتقاد انھا لاتجوز قبلھا ھل یکون مبتدعا شرعا اولا۔ بینوہ بیانا شافیا توجروا عنداللہ اجرا وافیا۔	علمائے راسخین وفقہائے ماہرین کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے کہ اول وقت عصر میں ولی میّت نے یا اس کی اجازت سے دوسرے نے نمازِ جنازہ ادائے عصر سے پہلے پڑھ لی تو عصر سے پہلے یہ نماز جائز ہوئی یا نہیں؟ اگر جائز ہوئی تو بعد عصر جنازہ دوبارۃ پڑھے اس خیال سے کہ قبل عصر وہ جائز نہیں تو شرعاً مبتدع ہے یا نہیں؟ شافی طور پر بیان فرمائیں خدا کے یہاں وافی اجر پائیں۔

الجواب:

صلاۃ الجنازۃ مشروعۃ فی کل وقت حتی فی الاوقات الثلثۃ ان حضرت فیھا، فی الدر المختار ینعقد نفل بشروع فیھا بکراہۃ التحریم لا ینعقد الفرض وماہو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر و سجدۃ تلاوۃ وصلٰوۃ جنازۃ تلیت الاٰیۃ فی کامل و حضرت الجنازۃ قبل لوجوہ کاملا فلایتادی ناقصا فلو وجبتا فیھا لم یکرہ فعلھما ای تحریما وفی التحفۃ الافضل ان لاتؤخر الجنازۃ [1] اھ فی ردالمحتار مافی التحفۃ اقرہ فی البحر والنہر والفتح والمعراج لحدیث ثلث لایؤخرن منھا الجنازۃ اذاحضرت [2] اھ واعتقاد انھا لاتجوز قبل صلٰوۃ العصر جھل فاضح اوزیغ واضح وافتراء بلا امتراء علی الشریعۃ الغراء نعم ان ضاق الوقت یجب تقدیم العصر لکن قدمت صحت واذاصلاھا الولی اوغیرہ باذنہ فلاتجوز اعادتھا کماحققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی بما لامزید فی رسالتنا	نمازِ جنازہ ہر وقت مشروع ہے یہاں تک کہ تینوں اوقات مکروہہ میں بھی، اگر اُسی وقت آیا ہو۔ درمختار میں ہے: ان اوقات میں نماز نفل کراہت تحریم کے ساتھ ہوجائے گی، فرض نہ ہوگا اور وہ بھی جو اس سے ملحق ہے جیسے واجب لعینہ، جیسے وتر اور سجدہ تلاوت و نمازِ جنازہ جبکہ آیتِ سجدہ کامل وقت میں پڑھی گئی ہو اور جنازہ وقت مکروہ سے پہلے آگیا ہو اس لئے کہ ان کا وجوب کامل ہُوا تو ناقص طور پر ادائیگی نہ ہوگی، ہاں اگر ان دونوں کا وجوب ان ہی اوقات میں ہوا ہو تو ان اوقات میں ان کی ادائیگی مکروہِ تحریمی نہیں۔ تحفہ میں ہے: افضل یہ ہے کہ جنازہ میں دیر نہ کی جائے اھ۔ ردالمحتار میں ہے: تحفہ میں جو مذکور ہے اسے بحر، نہر، فتح اور معراج میں برقرار رکھا ہے کیونکہ حدیث میں ہے: ۳ تین چیزوں میں دیر نہ کی جائے ان میں سے ایک یہ جنازہ ہے جب آجائے اھ۔ اور یہ خیال ہے کہ نمازِ عصر سے پہلے جنازہ ناجائز ہے رسواکن جہالت ہے یا کھلی ہوئی گمراہی، اور شریعت مبارکہ پر قطعی افتراء -- ہاں اگر وقت تنگ ہو تو پہلے عصر پڑھنا ضروری ہے لیکن اگر نمازِ جنازہ پہلے پڑھ لی تو وہ بھی صحیح ہوگئی -- اور جب ولی نے یا اس کی اجازت سے دوسرے نے نمازِ جنازہ پڑھ لی تو دوبارہ پڑھنا جائز نہیں جیسا کہ ہم نے بتوفیقِ الٰہی اپنے رسالہ

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۱
[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ مصطفی البابی مصر ۱/۲۷۵

النھی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز۱۳۱۵ھ فی السراج الوھاج والبحرالرائق وردالمحتار و جامع الرموز الجوھرۃ النیرۃ والھندیۃ ومجمع الانھر وغیرھا ان صلی الولی علیه لم یجز ان یصلی احد بعدہ[1] اھ وفی الدر المحتار اومن لیس له حق التقدم وتابعه الولی لایعید[2] اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔	النھی الحاجز تکرار صلٰوۃ الجنائز میں اس کی بھرپور تحقیق کی ہے ـــ سراج وہاج، بحرالرائق، ردالمحتار، جامع الرموز، جوہرہ نیرہ، ہندیہ، مجمع الانہر وغیرہما میں ہے: اگر ولی نے جنازہ پڑھ لیا تو اس کے بعد کسی کو پڑھنا جائز نہیں اھ درمختار میں ہے: یا کسی ایسے شخص نے پڑھا جسے ولی پر حقِ تقدم حاصل نہیں مگر ولی نے اس کی متابعت کرلی تو دوبارہ نہیں پڑھ سکتا اھ مختصراً۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ نمبر ۴۵: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھانا تیار ہے جنازہ بھی تیار ہے تو پہلے کھانا کھائے یا مُردے کو دفن کرے؟

الجواب:

جنازہ آگیا تو پہلے اس کی نماز پڑھ لے اس کی نماز میں ایسی دیر نہیں ہوتی، پھر بھوک وغیرہ وہی عـــہ ضرورتیں لاحق ہیں تو دفن کے لئے بعد کھانا کھانے، کے جائے یا فقط نماز پر قناعت کرے، جبکہ لے جانیوالے موجود ہوں اور اس کے نہ جانے سے کوئی شرعی حرج شرعی نہ آتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۶: از ٹاہ اسٹیشن دیورنیا مرسلہ شیخ نیاز احمد صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جنازہ کی نماز میں کچھ لوگ بلاوضو و بلا تیمّم شریک ہوگئے اُن کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور ان کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور ایک شخص نے کہا کہ انہوں نے کچھ بُرا نہ کیا کہ نمازِ جنازہ میں صرف امام کی طہارت ضروری ہے مقتدیوں کی طہارت کی حاجت نہیں، اُس کا یہ قول کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

عـــہ: کھانا سامنے آیا اور کھانے کے بعد جنازہ مل جائیگا، یا پہلے جنازہ میں شرکت کرے تو بھوک کی وجہ سے دل کھانے کی طرف رہے کھانا ٹھنڈا ہو کر بے مزا ہو جائے گا، یا اس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہو جائے گی اور چبائی نہ جائے گی ۱۲ (م)

[1] البحرالرائق بحوالہ سراج الوہاج فصل السلطان احق بصلٰوتہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۷۲

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۳

الجواب:

جنازہ کی نماز مثل اور سب نمازوں کے بغیر طہارت کے ہر گز صحیح نہیں۔ وہ پڑھنے والے گنہگار ہوئے اور انہوں نے بہت سخت بُرا کیا اور اُن کی نماز ہر گز ادا نہ ہوئی۔ نمازِ جنازہ میں صرف طہارتِ امام شرط ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر ایسا ہو جب بھی اُس میت کی نمازِ جنازہ ادا ہو جائیگی اور وہ فرض کفایہ ساقط ہو جائے گا کہ جب امام طاہر تھا تو اس کی نماز صحیح ہو گئی، اس فرض کے ادا کرنے کو اتنا کافی ہے کہ اس میں جماعت شرط نہیں یہ معنی نہیں ہیں کہ فقط طہارت امام صحت نماز مقتدیان کے لئے بھی کفایت کرتی ہے مقتدیوں کو بے طہارت پڑھ لینی جائز ہے، یہ محض جہالتِ فاحشہ ہے، جس نے یہ فتوی بیہودہ دیا وہ شرعًا تعزیر دئے جانے کے قابل ہے کہ جاہل کو مفتی بننا حرام ہے۔

فی ردالمحتار اما الشروط التی ترجع الی المصلی فھی شروط بقیۃ الصلٰوۃ من الطھارۃ الحقیقۃ بدنا وثوبا ومکانا والحکمیۃ وستر العورت و لاستقبال والنیۃ سوی الوقت [1]۔	ردالمحتار میں ہے: نمازِ جنازہ پڑھنے والے سے متعلق شرطیں وہی ہیں جو بقیہ نمازوں سے متعلق کہ بدن، جامہ، جگہ نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہو، بدن نجاست حکمیہ سے بھی پاک ہو، سترِ عورت ہو، استقبالِ قبلہ اور نیّت ہو وقت کی شرط نہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے: لاصحۃ لھا بدون الطھارۃ [2]۔ بغیر طہارت کے نمازِ جنازہ صحیح نہیں۔ ت) درمختار میں ہے:

لو ام بلا طھارۃ والقوم بھا اعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضھا بواحد [3]۔	اگر امام بے طہارت ہے اور مقتدی باطہارت تو جنازہ پھر سے پڑھنا ہے اور اس کے برعکس ہے تو اعادہ نہیں، جیسے اگر کوئی عورت امامت کردے خواہ کنیز ہی ہو تو اعادہ نہیں اس لئے کہ ایک کے پڑھ لینے سے بھی فرض ادا ہو جاتا ہے (ت)

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۵۸۲
[2] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۵۸۲
[3] دُرمختار مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۱

ردالمحتار میں ہے:

ای لاتعاد لصحة صلوٰة الامام وان لم تصح صلوٰة من خلفه[1]۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	یعنی اعادہ اس لیئے نہیں کہ امام کی نماز صحیح ہوگئی اگرچہ پیچھے والوں کی نماز صحیح نہ ہوئی۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ نمبر ۴۷: از گوالیار مسئولہ مولوی محمد محمود الحسن صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک جنازے کی نماز میں زید نے لوگوں کو جنھوں نے جوتوں میں سے پیروں کو نکال کر اور جُوتے کے اوپر پَیر رکھ کر نماز پڑھنا چاہا، روکا کہ پَیر جوتوں سے مت نکالو جُوتے پہنے ہوئے نماز درست ہے۔ عمرو نے ایک شخصیّت کے الفاظ میں کہا کہ کوئی کہتا ہے جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھو، جوتے سب اتار ڈالیں۔ چنانچہ بعض نے زید کے کہنے پر عمل کیا بعض نے عمرو کے کہنے پر۔ بعد نماز بحث پیش آئی۔ زید نے تحریری جواب میں کہ رسول خدا نے نماز میں جوتا اتارا، مقتدیوں نے بھی اتارا، پیغمبر صاحب نے دریافت کیا تم نے جوتے کیوں اتارے؟ جواب دیا کہا اتباع کیا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جوتے میں ناپاکی ہے۔ پس معلوم کرلینا چاہیئے، عمرو کو ایسا کہنا خلاف تھا اس لئے کہ وہ کیسے بر جستہ الفاظ صدر کہہ سکتا تھا اس لئے ناپاکی کا ثبوت نہیں رکھتا تھا، مقامی حالت میں جہاں جوتے اتار کر نماز پڑھنے کے واسطے عمرو نے کہا تھا یہ تھی کہ وہاں گھوڑے وغیرہ پیشاب کرتے ہیں، جوتے پہنیے ہوئے جسقدر لوگ تھے اُن کے جوتے خشک تھے، پس اس حالت میں شرعًا عمرو کا کہنا صحیح سمجھا جائے گا یا زید کا؟

(۲) عمرو مذکور نے ایک مرتبہ ایسا بھی کیا کہ نمازِ جنازہ دوبار پڑھائی، زید نے اس کو مکروہ کہا، اور جب عمرو کی جانب سے لوگوں نے بحث کی تو اُس نے علاوہ مکروہ کے آثارِ فتنہ اور بدعت بھی ثابت کیا، کیا زید کا کہنا حق ہے؟

الجواب:

(۱) اگر وہ جگہ پیشاب وغیرہ سے ناپاک تھی یا جن کے جوتوں کے تلے ناپاک تھے اور اس حالت میں جوتا پہنے ہوئے نماز پڑھی اُن کی نماز نہ ہوئی، احتیاط یہی ہے کہ جوتا اتار کر اس پر پاؤں رکھ کر نماز پڑھ لی جائے کہ زمین یا تلا ناپاک ہو تو نماز میں خلل نہ آئے۔ ردالمحتار میں ہے:

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۵۸۲

قد توضع فی بعض المواضع خارج المسجد فی الشارع فیصلی علیھا ویلزم منه فسادھا من کثیر من المصلین لعموم النجاسة وعدم خلفھم نعالھم المتنجسة[1]۔	کبھی بعض مقامات مین بیرونِ مسجد سڑک پر جنازہ رکھ کر نماز پڑھی جاتی ہے اس سے بہت سے لوگوں کی نماز کا فسالازم آتاہے کیونکہ وہ جگہیں نجس ہوتی ہیں اور لوگ اپنے نجاست آلود جوتے اتارتے نہیں (ت)۔

اُسی میں ہے:

فی البدائع لوصلی علٰی مکعب اعلاہ طاھر وباطنه نجس عندمحمد یجوز لانه صلی فی موضع طاھر کثوب طاھر تحته ثوب نجس اھ وظاہرہ ترجیح قول محمد وھوالاشبه[2] (ملخصًا)	بدائع میں ہے: اگر کسی ایسے مکعب پر نماز پڑھی جس کا بالائی حصہ پاکہے اور اندرونی حصہ ناپاک ہے تو امام محمد کے نزدیک جائز ہے، اس لئے کہ نماز پاک جگہ اداہوئی جیسے کوئی پاک کپڑاہو جس کے نیچے دوسرا ناپاک کپڑا ہو اھ۔اس کا ظاہر امام محمد کے قول کی ترجیح ہےاور وہی اشبہ ہے (ملخصًا) (ت)

زید نے بیانِ حدیث میں غلطی کی، حدیث میں تو لفظ نجاست نہیں لفظ قذر ہے یعنی گِھن کی چیز، جیسے ناک کی آمیزش وغیرہ نجاست ہوتی ہے تو نماز سرے سے پڑھی جاتی کہ نماز کاایک جُز باطل ہوناساری نماز کو باطل کردیتاہے، واللہ تعالٰی اعلم

(۲) نمازِ جنازہ جب ولی پڑھائے یاباذنِ ولی ہوجائے تو دوبارہ پڑھنا جائز نہیں،

کما ھو مصرح فی جمیع الکتب وتفصیله فی رسالتنا النھی الغحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	جیسا کہ تمام کتابوں میں اس کی تصریح ہے اور اس کی تفصیل ہمارے رسالے النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۴۹: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جنازہ اس طرح ادا کرنا کہ میّت چارپائی پر ہو اور چارپائی کے پائے ایک ہاتھ سے زائد بلند ہوں جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس دلیل سے جائز ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

نماز کے وقت میت کا چارپائی پر ہونا صدرِ اولٰی معمولی مسلمانان ہے اس کے پائے حسبِ عادت

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۹۴

[2] ردالمحتار باب مفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیما مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۴۲۱

ہاتھ بھر یا کم یا کبھی زائد ہر طرح کے ہوتے ہیں، کبھی اس پر انکار نہیں ہوا۔ جو ہاتھ بھر سے تھوڑے زائد کو ناجائز بتائے وہ سند دے۔ جس نے ناجائز کہا جس نے ناجائز لکھا اور ہرگز سند نہ دے سکے گا، اُس وقت اُس پر کُھل جائے کہ اُس کا ناجائز کہنا شریعت مطہرہ پر افتراء تھا۔ ہاں اگر پلنگ اتنا اونچا ہو کہ قدِ آدم سے زائد، جس میں امام کی محاذات میت کے کسی جزو سے نہ ہو البتہ نماز ناجائز ہوگی کہ محاذات شرط ہے، مگر کوئی پلنگ اتنا اونچا نہیں ہوتا۔

فی ردالمحتار عن جامع الرموز عن تحفۃ الفقہاء ان رکنہا القیام ومحاذاتہ الٰی جزء من اجزاء المیت [1] اھ واللہ تعالٰی اعلم	ردالمحتار میں جامع الرموز سے، اس میں تحفۃ الفقہاء سے منقول ہے نماز جنازہ کا رکن قیام ہے اور نمازی کا میت کے کسی جز کے مقابل ہونا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۵۰: ازاجمیر شریف مرسلہ محمود الحسن ۲۳ محرم ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر جنازہ کو ایسی چارپائی پر رکھ کر نماز پڑھی کہ جس کے پائے ایک بالشت سے کم تھے تب تو نماز ہوگئی ورنہ نہیں۔ اور ثبوت میں شامی اور کبیری پیش کرکے کہتا ہے کہ جنازہ مثل امام کے ہے جس طرح امام کا ایک بالشت سے اوپر کھڑا ہونا مفسدِ صلٰوۃ ہے اس صورت میں بھی پائے ایک بالشت سے زائد ہونا مانع صلٰوۃ جنازہ ہے۔ کیا واقعی اگر پائے ایک بالشت سے زیادہ ہوں تو مفسدِ صلٰوۃ جنازہ ہیں یا ایک بالشت ہونا اولٰی۔ اور اس سے زائد مکروہ یا مطلقاً خواہ جس قدر بھی پائے لمبے ہوں جائز ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

زید کے اقوال سب باطل وبے اصل ہیں، نہ پایوں کی بلندی شرعاً کسی حد پر مخصوص رکھی گئی ہے، نہ ایک بالشت بلندی میں کچھ اولیت، نہ ایک بالشت یا ایک گز امام کی بلندی مفسدِ نماز، نہ ہر بات میں جنازہ مثل امام، یہ ہوساتِ عاطلہ و ادہامِ باطلہ ہیں، جنازہ کا زمین پر رضا ہونا ضرور شرط ہے اگرچہ پائے کتنے ہی بلند ہوں اور امام بقدرِ امتیاز سب مقتدیوں سے اونچا ہونا مکروہ ہے نہ مفسد نماز۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۱: نمازِ جنازہ میں امام کے نیچے جانماز ہوتی ہے اور مقتدی سب زمین پر، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ **بینوا توجروا**

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۰۸

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں جواز تو یقینی ہے۔ رہی کراہت اُس کے لئے بھی کوئی وجہ نہیں۔ نہ فقیر کو یاد کہ کسی کتاب میں اُسے منع لکھا ہو۔ دُرمختار میں جو اس مقدار کو جس سے امام و مقتدی میں امتیاز پایا جائے مکروہ لکھا وہاں بلندیِ موضع میں کلام ہے یعنی امام کو مقتدیوں سے اتنا اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے جس سے امتیاز واقع ہو اور وجہ اس کی حدیث میں نہی آنا اور اہلِ کتاب سے مشابہت پایا جانا ہے کہ یہود و عنود اپنے امام کے لئے جائے بلند مقرر کرتے ہیں یہاں تک کہ نہی و مشابہت ثابت نہیں تو کراہت پر بھی حکم نہیں دے سکتے۔

فی الدرالمختار وانفرادالامام علی الدکان للنھی وقدرالارتفاع بذراع ولابأس بمادونه وقیل مایقع به الامتیاز ھوالاوجه [1]۔ فی ردالمحتار قوله للنھی وھوما اخرجه الحاکم انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نھی ان یقوم الامام فوق ویبقی الناس خلفه وعللوه بانه تشبه باھل الکتاب فانھم یتخذون لامامھم دکانًا [2]۔ اھ واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم صلی اللہ تعالٰی علیه سیدنا ومولٰنامحمد وعلی اٰله وصحبه اجمعین وبارك وسلم اٰمین۔	دُرمختار میں ہے: امام کا تنہا کسی دُکان (اونچی جگہ) پر کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس سے ممانعت آئی ہے اونچائی کی مقدار ایک ہاتھ ہے اس سے کم ہو تو حرج نہیں اور کہا گیا کہ بس اتنی اونچائی جس کی وجہ سے وُہ ممتاز نظر آئے اور یہی اوجہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے: ممانعت کی حدیث وُہ ہے جسے حاکم نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ امام اوپر کھڑا ہو اور لوگ اسکے پیچھے نیچے رہیں۔ علماء نے اس کی علّت یہ بتائی ہے کہ اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہے اس لئے وُہ امام کے لئے کوئی اونچی جگہ بناتے ہیں، بحر، اھ۔ اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے، اللہ تعالٰی کی رحمت، برکت اور سلام ہو ہمارے آقا و مولو محمد رسول اللہ اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ الٰہی قبول فرما۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۵۲: ۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مُردہ کے نماز پڑھانے کے واسطے جو جانماز ملتی ہے اس سے کُرتا اور کچھ کپڑا بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں تو اس سے جو نمازِ مفروضہ پڑھی گئی ہو وُہ لوٹائی جائے گی یا نہیں؟ اور اس کفن سے یہ جانماز کے واسطے کپڑا نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

[2] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۴۳۴

الجواب:

اس جانماز سے دو۲ غرضیں لوگوں کی ہیں: ایک یہ اکثر نمازِ جنازہ راستے وغیرہا بے احتیاطی کے مقامات پر ہوتی ہے، مسجد کہ صاف وپاکیزہ رکھی جاتی ہے اُس میں نماز جنازہ منع ہے تو بغرض احتیاط امام کے نیچے جانماز بچھا دیجاتی ہے کہ سب مقتدیوں کے لئے اس کا مہیا کرنا دشوار ہوتا ہے اور اگر فرض کیجئے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ کسی کی نماز نظر بواقع نہ ہوسکے تو جانماز کے سبب امام کی تو ہو جائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے ادائے فرض وابرائے ذمّہ کے لئے کافی ہے کہ نمازِ جنازہ میں جماعت شرط نہیں، دوسرے نفعِ فقیر کہ وہ جانماز بعد نماز کسی طالب علم یا اور فقیر پر تصدیق کردی جاتی ہے، اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تو اس کے جواز میں کلام نہیں، اور جس فقیر پر وہ تصدق کی گئی اسکی مِلک ہے کُرتا وغیرہ جو چاہے بنائے اُس میں نماز مکروہ بھی نہیں، نہ اصلاً حاجتِ اعادہ۔ **کمالایخفی** (جیسا کہ واضح ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۵۳: از منڈی ہلدوانی، ضلع نینی تال، مرسلہ حفیظ احمد مستری ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

نماز جنازہ کے وقت امام کے سامنے جو جانماز بچھاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز ہے **وقد بینا الحکمۃ فیہ فی فتاونا** (اور اس کی حکمت ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کی ہے۔ت)

مسئلہ نمبر ۵۴: ۲۳ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بزرگ کے مزار پر چادریں چڑھائیں، اور زیارت کے مجاور نے اپنے قبضہ میں لاکر ان چادروں کو عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اور عمرو نے بکر کے ہاتھ، پس اس حالت میں بکر نے اس کا اوڑھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر تصریحاً عُرف ورواج سے یہ امر ثابت ہے کہ وہ چادریں مجاوروں کے لینے کے لئے چڑھائی جاتی ہیں تو مجاور مالک ہوگیا اور بیع جائز ہوئی اور اُسے اوڑھ کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں، اور اگر چادر اس لئے چڑھائی کہ مزار پر رہے تو وُہ ملک زید پر باقی ہے اور بیعین اس کی اجازت پر موقوف ہیں، اگر جائز کردے گا نافذ ہوجائیں گی ورنہ باطل۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۵: از کلی ناگر پرگنہ پُورن پور ضلع پیلی بھیت مکان علن خان نمبر دار مرسلہ اکبر علی شاہ ۱۶جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جنازہ میں مقتدی فقط سبحانپڑھ کر خاموش ہو جائیں اور کچھ نہ پڑھیں یا سبحان ،درود شریف، دعاجو کچھ امام پڑھے مقتدی بھی پڑھیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

مقتدی بھی سب کچھ پڑھیں کہ نمازِ جنازہ میں صرف ذکر و دُعا ہے قرائت قرآن نہیں، اور مقتدیوں کو صرف قراءت قرآن عظیم ہی منع باقی دُعا اذکار میں وہ امام کے شریک ہیں۔

فی الرحمانیه فی الطحطاوی یکبرون الافتتاح مع رفع الیدین ثم یقرؤن الثناء ثم یکبرون ویصلون علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ثم یکبرون ویستغفرون للمیت ثم یکبرون ویسلمون ولایرفعون ایدیھم فی التکبیرات الثلث ولاقرأة فیھا[1]۔	رحمانیہ میں ہے: طحطاوی میں ہے کہ کانوں تک ہاتھ لے جانے کے ساتھ تکبیر افتتاح کہیں، پھر ثناء پڑھیں، پھر تکبیر کہیں اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود پڑھیں، پھر تکبیر کہیں اور میت کے لئے استغفار کریں پھر تکبیر کہیں اور سلام پھیریں۔ بعد کی تینوں تکبیروں میں ہاتھ نہ اُٹھائیں۔ اور نمازِ جنازہ میں قراءتِ قرآن نہیں۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے:

وان کان المیت غیر بالغ فان الامام ومن خلفه یقولون اللھم اجعله لنا ذخرا شافعا ومشفعا[2] واللہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	اگر میّت نابالغ ہو تو امام اور مقتدی سب کہیں گے اے اللہ! اسے ہمارے لئے آگے جانے والا کردے اور اسے ہمارے لئے ذخیرہ بنادے، اور شفاعت کرنے والا، مقبول الشفاعۃ کردے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۵۶: از لشکر کانپور محلّہ توپخانہ بازار قدیم، چھوٹی مسجد، مرسلہ محمد یوسف علی صاحب ۲۰صفر مظفر ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جنازہ میں سلام ہاتھ چھوڑنے کے بعد پھیرنا چاہئے یا قبل ہاتھ چھوڑنے کے ،افضل کیا ہے؟

---

[1] رحمانیہ

[2] خزانۃ المفتین

الجواب:

ہاتھ باندھنا سُنّت اس قیام کی ہے جس کے لئے قرار ہو، **کما فی الدر المختار وغیرہا من الاسفار** (جیسا کہ درمختار وغیرہ کتابوں میں ہے۔ت) سلام وقتِ خروج ہے اُس وقت ہاتھ باندھنے کی طرف کوئی داعی نہیں، توظاہر یہی ہے کہ تکبیر چہارم کے بعد ہاتھ چھوڑ دیا جائے۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۷: از بنارس کچی باغ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

بہارِ شریعت جلد ۴ میں ہے چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ کھول کر سلام پھیرے (درمختار، ردمحتار) حالانکہ ان کتابوں میں ہاتھ کھولنے کا ذکر نہیں سخت اضطراب ہے رفع فرمائیے۔

الجواب:

جس روز آپ کا سوال آیا حسنِ اتفاق سے اُس کے دوسرے دن بریلی سے مولوی امجد علی صاحب میرے ملنے کے لئے یہاں آئے میں نے اُن سے پوچھا انہوں نے فرمایا یہ مسئلہ طویل متعدد مسائل پر مشتمل ہے اور اس کے آخر میں میں نے درمختار اور ردالمحتار وغیرہما لکھا ہے۔وغیرہما سے یہاں میری مراد فتاوٰی رضویہ ہے۔ وہاں جو کچھ مذکور ہے اس کا بعض درمختار سے لیا گیا اور بعض ردالمحتار سے اور کوئی ذکر مسنون، توہاتھ باندھے رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ تکبیر رابع کے بعد خروج عن الصلاۃ کا وقت ہے اور خروج کے لئے اعتماد کسی مذہب میں نہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ نمبر ۵۸: نمازِ جنازہ میں تکبیر اخیر کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ ایک بار کہا بعد یاد دہانی تکبیر کہی اور پھر سلام پھیرا۔

الجواب:

دوسری صورت میں نماز ہو جانا بھی اُسی صورت میں ہے کہ اس نے بھول کر سلام پھیرا ہو، اور اگر قصداً پھیرا یہ جان کر کہ نمازِ جنازہ میں تین تکبیریں ہیں، تو یہ نماز بھی نہیں ہوگی۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۹: از شہر مرادآباد محلّہ مغلپورہ حصہ اول۔ مرسلہ مولوی سید اولاد علی صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جنازہ کا مسبوق فوت شدہ تکبیروں کو پُورا کرے توان میں کس کس تکبیر میں کیا کیا پڑھے؟

الجواب:

اگر جنازہ اُٹھالیا جانے کا اندیشہ ہو جلد جلد تکبیریں بلادُعا کہہ کر سلام پھیر دے ورنہ ترتیب وار

پڑھے۔مثلاً تین تکبیریں فوت ہوئیں تو چوتھی امام کے ساتھ کہہ کر بعد سلام پہلی تکبیر کے ثناء پھر درود پھر دعاپڑھے اور دو ۲ فوت ہوئیں تیسری امام کے ساتھ دُعا، چوتھی کے بعد سلام، پھر اول کے بعد ثناء دوم کے بعد درود، اور ایک ہی فوت ہوئی تو بعد سلام ایک تکبیر کے بعد ثناء۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۶۰: ازکانپور بوچڑ خانہ مسجد رنگیاں مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن جلشانی طالبعلم مدرسہ فیض عالم ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

ماجوابکم ایھاالعلماء رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ مُردہ کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی ہو تو کتنے دن تک پڑھنا جائز ہے؟

الجواب:

جب تک بدن میت کاسالم ہونا مظنون ہواور یہ امر اختلاف موسم وحال زمین وحال میّت سے جلدی ودیر میں مختلف ہو جاتا ہے ، گرمی میں جلد بگڑ جاتا ہے سردی میں بدیر، زمین شور یا نمک میں جلد، سخت وغیر شور میں بدیر، فربہ مرطوب جلد، خشک والاغر بدیر، تو اس کے لئے معین نہیں کرسکتے۔

فی الدر، دفن واھیل علیہ التراب بغیر صلٰوۃ اوبھا بلاغسل صلی علی قبرہ مالم یغلب علی الظن تفسخہ من غیر تقدیر ھو الاصح[1]۔ فی ردالمحتار لانہ یختلف باختلاف الاوقات حرًا وبردًا والمیت سمنًا وھزالاوالامکنۃ بحر، وفی الحلیۃ نص الاصحاب علی انہ لایصلی علیہ مع الشک فی ذلک ذکرہ فی المفید والمزید وجوامع الفقہ وعامۃ الکتب، وعللہ فی المحیط بوقوع الشک فی الجواز اھ وتمامہ فیھا اھ ملخصین[2] واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے بغیر نماز کے، یابغیر غسل کے نماز پڑھ کر میّت کو دفن کردیاگیااوراس پر مٹی ڈال دی گئی تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے جب تک اس کے پھٹنے کا ظن غالب نہ ہو، اس میں کسی حد کی تعیین نہیں یہی اصح ہے۔ ردالمحتار میں ہے: اس لئے کہ اس میں سردی گرمی کے لحاظ سے مردے کے فرق سے، اور مقامات کے فرق سے فرق پڑتا ہے، بحر۔حلیہ میں ہے کہ ہمارے علماء نے صراحت فرمائی ہے کہ اس میں شک ہو تو نماز نہ پڑھی جائے گی۔ اسے مفید، مزید، جوامع الفقہ اور عامۂ کتب میں بیان کیا ہے۔ محیط میں اس کی علّت یہ بتائی کہ جواز میں شک ہوگیااھاورپُوری بات اسی میں ہے اھ بہ تلخیص۔**واللہ تعالٰی اعلم (ت)**

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

[2] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۲۴

مسئلہ نمبر ۶۱: از خیر آباد ضلع سیتاپور محلّہ میانسرائے مدرسہ عربیہ قدیم مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب رضوی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جنازہ میں جب ایک امام اور پانچ مقتدی ہوں تو بنظر حصولِ نعمتِ بشارت مغفرت تین صفوف اس طرح کرلی جائیں کہ صف اوّل ودوم میں دو دو نفر اور صف سوم میں ایک نفر ہو۔ کیونکہ عباراتِ فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ جنازہ میں ایک شخص کی صف کراہت سے مستثنٰی ہے جیسا کہ صاحب ردالمحتار بحوالہ کتاب محیط تحریر فرماتے ہیں۔

قال فی المحیط، ویستحب ان یصف ثلاثۃ صفوف حتی لوکانو اسبعۃ یتقدم احدھم للامامۃ ویقف وراء ثلاثۃ ثم اثنان ثم واحد اھ فلو کان الصف الاول افضل فی الجنازۃ ایضاً لکان الافضل جعلھم صفاواحداولکرہ قیام الواحد وحدہ کما کرہ [1] اھ۔	محیط میں تحریر کیا گیا کہ مستحب ہے کہ تین صفیں ہوں یہاں تک کہ اگر سات آدمی ہوں تو ایک امام ہوجائے تین اس کے پیچھے کھڑے ہوں پھر دو پھر ایک۔ تو اگر جنازہ میں پہلی صف افضل ہوئی تو ان سب کو ایک صف میں کردینا بہتر ہوتا ہے اور تنہا ایک کا کھڑا ہونا مکروہ ہوتا جیسے غیر نمازِ جنازہ میں مکروہ ہے اھ۔

اسی طرح عالمگیریہ میں ہے بحوالہ کتاب تاتارخانیہ اور قنیہ میں بحوالہ کتاب جامع التفاریق للبقالی وعین الہدایہ میں اور رسالہ تجہیز وتکفین میں یہی ترتیب درج ہے اس اتفاق عبارات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ طریقہ پسندیدہ فقہائے کرام یہی ترتیب مذکور ہے۔ فقط

الجواب:

جس حدیث میں یہ بشارت ہے اُس میں تین صفوف مروی ہیں پس جہاں تک ہر ایک صف میں کم از کم دو تین آدمی ہوسکیں ایسا کرنا عمدہ ہے کیونکہ ایک شخص کو صف نہیں کہتے ہیں۔ ورنہ پھر تین مقتدی ہوں تو تین صف کرنی چاہئے۔ حالانکہ یہ شاید کسی فقیہ کو پسندیدہ نہ ہو۔ اس حدیث کہ شرح میں مرقاۃ ملّا علی قاری میں یہ عبارت منقول ہے:

وفی جعلہ صفوفاًاشارۃ الی کراہۃ الانفراد [2]۔	اور اس کے چند صف بنانے میں اکیلے ہونے کی کراہت کی جانب اشارہ ہے۔ (ت)

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ دارالطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۸۶

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المشی الجنازۃ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۴

اس کا مطلب بظاہر یہی ہے کہ اکیلا نہ ہو تو یہ اشارہ ہے۔ محیط کی روایت الانفراد کے غیر صحیح ہونے پر، بہر حال پانچ مقتدیوں میں اس تکلف کی حاجت نہیں ہے۔ اور قاعدۂ کلیہ ہے کہ کراہت سے بچنا استحباب کے حاصل کرنے کا مقدم ہے اور روایات نہی عن انفراد سے استثنائے صلٰوۃ جنازہ موجہ نہیں معلوم ہوتا ہے، نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

واقل الصف ان یکون اثنین علی الاصح [1]۔	اصح یہ ہے کہ صف کم سے کم دو کی ہو۔ (ت)

پس کراہت انفراد اس عبارت سے خوب ظاہر ہو گئی۔ یہ تفریع تفریعاتِ مشائخ سے معلوم ہوتی ہے۔ ائمہ ثلاثہ سے منقول نہیں۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب نے اس میں یہ فرمایا کہ ایک شخص کی صف نہیں ورنہ تین کی تین صف کرنی چاہئے۔ وھو بعید۔ کتبہ عزیز الرحمان

اب کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین گزارش ذیل میں کہ کتاب فقہ سے دو امر بالہدایۃ ماخوذ ہوتے ہیں۔ صلاۃ جنازہ میں شخص واحد کی صف کا کراہت سے مستثنیٰ ہونا و نیز شخص واحد کو علی الاصح بہ تبعیت دیگر صفوف صف سے تعبیر کیا جانا، اولیٰ ہونا زیادتی صف اول کی بمقابلہ صف دوم اور صف دوم بمقابلہ صف سوم کی، حتی کہ واسطے زیادتی صف اوّل کے سات نمازی ہونے کی حالت میں صف اولیٰ میں تین اشخاص کا کھڑا کیا جانا اور صفِ سوم میں صرف ایک شخص کا رہنا پسند کیا گیا، حالانکہ ممکن تھا کہ ہر صف میں دو دو نفر کھڑے کئے جاتے۔ یہ پتا کسی کتاب سے نہیں چلتا ہے فقہائے کرام نے اس ترتیب پسندیدۂ خود کا استخراج کس حدیث یا نص سے کیا اور حضرت ملّا علی قاری نے کس بنا پر ان کی مخالفت پسند کی کہ شخص واحد کے صف کے وجود ہی سے انکار فرمادیا۔ جس سے ترتیب پسندیدہ فقہاءِ کرام بالکلیہ غلط وعبث ہوئی جاتی ہے۔ پس ہدایت خواہ ہوں کہ اس اختلاف ترتیب صفوف ثلاثہ کے متعلق جو کچھ تحقیق وتنقیح موافق ملتِ احناف رحمہم اللہ ہو بحوالہ کتب بخوبی صراحت سے تحریر فرماکر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں، نیز یہ بھی ہدایت فرمائی جائے کہ بحالت نفر اور صفِ سوم میں شخصِ واحد کا کھڑا ہو یا جملہ مقتدیوں کی ایک ہی جماعت کی جائے کہ صفوفِ ثلاثہ کی ترتیب کم از کم سات اشخاص کا ہونا سب کتب میں مرقوم ہے، اس سے کم کی نسبت کچھ ذکر نہیں ہے حالانکہ ترتیب چھ اشخاص کی بھی ممکن ہے۔

الجواب:

سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے استاد امامِ اجل عطاء بن ابی رباح تابعی جلیل تلمیذ

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المشی بالجنازہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۵

ام المومنین صدیقہ و ام المومنین ام سلمہ وابوہریرہ و ابوسعید خدری و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین روایت فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی جنازۃ فکانوا سبعۃ فجعل الصف الاول ثلثۃ والثانی اثنین والثالث واحدا۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی، صرف سات آدمی تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پہلی صف تین آدمیوں کی کی، دوسری صف دو کی اور تیسری صف ایک شخص کی۔

امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

| فی القنیۃ ثم ان کان القوم سبعۃ فاتموھا ثلثۃ صفوف یقدم احدھم وخلفہ ثلثۃ وخلفھم اثنان وخلفھا واحد انتھی قلت ویشھد لہ ان عطاء بن ابی رباح روی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہ وصحبہ وسلم صلی علی جنازۃ فکانو سبعۃ (وساق الحدیث وقال) ولو لاھذاالحدیث لقنا بکراھۃ جعل الواحد صفالامرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وصحبہ وسلم للمنتبذ وراء الصف فی الصلٰوۃ المطلۃ با عادتھا کما تقدم فی موضعہ، اللھم الاان یقال ان ذلک ایضااذالم یکن فیہ تحصیل مصلحۃ مقصودۃ من وھی السعی فی حصول المغفرۃ للمیت کما اخبرہ | قنیہ میں ہے: اگر سات آدمی ہوں تو پوری تین صف بنائیں، ایک آگے ہو، تین اس کے پیچھے، دو ان کے پیچھے ایک ان کے پیچھے (عبارت قنیہ ختم) میں کہتا ہوں اس کا ثبوت اس حدیث سے ہے کہ حضرت عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی صرف سات آدمی تھے (آگے حدیث ذکر کی، پھر کہا) اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو ایک شخص کی صف بنانے کو ہم مکروہ کہتے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم نے صلاۃ مطلقہ میں صف کے پیچھے الگ تھلگ کھڑے ہونے والے کو نماز لوٹانے کا حکم فرمایا جیسا کہ یہ اپنے موقع پر بیان ہوچکا ہے -- مگر یہ کہا جائے کہ وہ بھی اُس وقت ہے جب اس میں نماز کی مصلحت مقصودہ کہ بجاآوری نہ ہو،، اور یہاں نماز کی ایک مصلحت مقصودہ موجود ہے وہ ہے میت کے لئے |

الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]۔	احصولِ مغفرت کی کوشش، جیسا کہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔(ت)

غنیہ شرح منیہ میں ہے:

یستحب ان یصفوا ثلثة صفوف حتی لوکانوا سبعة یتقدم احدھم للامامة ویقف ورائه ثلثة دوراھم اثنان ثم واحد ذکرہ فی المحیط لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من صلی علیه ثلثه صفوف غفرله رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن والحاکم وقال صحیح علٰی شرط مسلم[2] اھ **قلت** رواہ احمد وابن ماجة وابن سعد فی الطبقات والبیھقی فی السنن وابن مندة فی المعرفة کلھم عن مالك بن ھبیرة رضی اللہ تعالٰی عنه بالفاظ شتی وکلھا فی نظری بحمد اللہ تعالٰی۔	تین کرنا مستحب ہے یہاں تک کہ اگر سات آدمی ہوں تو ایک شخص امامت کے لئے آگے ہو اور اس کے پیچھے تین کھڑے ہوں، ان کے پیچھے دو، پھر ایک۔ اسے محیط میں ذکر کیا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اس کی بخشش ہوجائے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے۔ اور حاکم نے روایت کیا اور کہا صحیح بر شرطِ مسلم ہے اھ **میں کہتا ہوں:** اسے امام احمد، ابنِ ماجہ، طبقات میں ابنِ سعد ، سنن میں بیہقی ، معرفہ میں ابن مندہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ان سبھی محدثین نے حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بالفاظِ مختلفہ روایت کیا اور بحمدہ تعالٰی سب میری نظر میں ہیں۔(ت)

رحمانیہ میں عقابیہ سے ہے:

لوکان القوم سبعاقاموا ثلثة صفوف یتقدم واحد وثلثة بعدہ واثنان بعدہ وواحد بعدہ لان فی الحدیث من صلی علیه ثلثة صفوف غفرله[3] اھ قلت وافرد	اگر سات آدمی ہوں تو تین صف میں کھڑے ہوں، ایک آگے ہو، تین اس کے بعد، دو اسکے بعد، اور ایک اسکے بعد۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے جس کا جنازہ تین صفیں پڑھیں اس کی مغفرت ہوجائے اھ

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] غنیۃ المستملی شرح منیہ فصل فی الجنائز مطبوعہ سہیل اکیڈمی چوک اردو بازار لاہور ص ۵۸۸
[3] رحمانیہ

الضمیر فی"بعدی"فی اخرین ارجاعالہ الی الصّف۔	میں کہتا ہوں دو اخیر والے "اس کے بعد" میں ضمیر واحد اس لئے رکھی کہ مرجع صف کو بنایا ہے(ت)

حلیہ وغنیہ وردالمحتار شروع معتمدہ میں اور جامع التفاریق ومحیط وعتابیہ وتاتارخانیہ وعالمگیریہ فتاوٰی مستندہ اور کتبِ مذہب میں ان کا کہیں خلاف نہیں۔ لاجرم امام ابن امیر الحاج نے جنازہ میں ایک شخص کے صف ہونے کی کراہت کو امام احمد بن حنبل سے ایک روایت کی طرف نسبت فرمایا:

حیث قال بعد ماقدمناعنہ ھذاوعن احمد انہ کرہ ان یکون الواحد صفا[1]۔	اس طرح کہ ہماری نقل کردہ عبارت کے بعد فرمایا: یہ محفوظ رکھو، اور امام احمد سے ایک روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کی صف کو مکروہ جانا۔(ت)

اپنے مذہب میں کراہت کی کوئی روایت ہوتی تو وہی احق بالذکر تھی، صرف مذہب غیر کی طرف نسبت پر اکتفانہ کی جاتی۔ غرض فقہ یہ ہے اور حدیث وہ، پھر مخالفت کیا معنی۔ رہا وہ اشارہ جو مرقاۃ میں استنباط کیا اور اس کے سبب جُہّال نے نصوصِ حدیث وفقہ کو بالائے طاق رکھ دیا۔

اقول: وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) نہ وہ استنباط مقبول ہے نہ اُس پر اعتماد جائز،

اوّلاً وہ علی قاری کی ایک بحث ہے اور منقول کے حضور بحث اصلاً قابلِ التفات نہیں

کما نص علیہ فی ردالمحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار وقداکثرنانقولہ فی فتاوٰنا۔	جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ معتمد کتابوں میں تصریح ہے اور بہت سی عبارتیں ہم نے اپنے فتاوٰی میں نقل کی ہیں۔(ت)

اور اُسے مرقاۃ میں منقول بتانا جہل صریح ہے یا افترائے قبیح، پھر جزئیہ منصوصہ کتب مذہب کو قول قاری سے غیر صحیح کردینا سخت جرات مردود ہے۔ فتاوائے اکثر منصوصاتِ ائمہ ومرسل بلاعزو لکھتے ہیں کما لایخفی علٰی خادم الفقہ (جیسا کہ خادمِ فقہ پر پوشیدہ نہیں۔ت) بلکہ قدمائے اہل فتاوٰے غالبًا اقوالِ مشائخ کو معزو لکھتے ہیں اور نصوصِ مذہب کو بلاعزو خصوصًا جبکہ ائمہ مذہب سے ان میں اختلاف نہ منقول ہو۔ شرنبلالی علٰی دررالحکام میں ہے:

صرح بہ قاضی خان من غیر اسنادہ	(قاضی خان نے کسی کی طرف اسناد کئے بغیر اس کی

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

لاحد فاقتضٰی کونه المذہب [1]۔	صراحت فرمائی صراحت فرمائی تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ مذہب ہو (ت)

اور بالفرض ارشاد ائمہ مجتہدین فی المسائل یا تخریجِ مسائل ہی ہو تو علی قاری کو اپنی بحث سے اس کے رد کا کیا اختیار ہے، کیا وُہ ان میں نہیں جن کو فرمایا گیا:

امانحن فعلینااتباع مارجحوه وماصححوه کمالوافتوافی حیاتھم [2]۔	مگر ہم پر اسی کی پیروی کرنی ہے جسے ان حضرات نے ترجیح دی اور جسے صحیح کہا جیسے اگر وُہ اپنی حیات میں فتوٰی دیتے تو ہمیں یہی کرنا تھا۔ (ت)

جیسا کہ تصحیح القدوری للعلامہ قاسم پھر ردالمحتار میں ہے: فانه لا یسعنامخالفتھم [3]۔ (کیونکہ ہمارے لئے ان کے خلاف جانے کی گنجائش نہیں۔ت)

ثانیًا اگر وہ منقول ہی ہوتی تو شروع حدیث کی نقول نصوص کتب معتمدہ فقہیہ کے خلاف مقبول نہیں، بلکہ نصوص تو نصوص کہ شروح حدیث کی تصریح صریح اشاراتِ کتب مذہب کے بھی معارض نہ مانی گئی۔ شرح مشارق الانوار علامہ ابن مالک سے کہ علامہ علی قاری سے اقدم واعظم ہیں ایک مسئلہ منقول ہوا اس پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا:

ان ھذاالکتاب لیس موضوعالنقل المذہب و اطلاق المتون والشرح یردہ [4]۔	اس کی تالیف نقلِ مذہب کے لئے نہیں اور اطلاق متون وشروح اسکو رد کررہی ہے۔ (ت)

ثالثًا اگر بالفرض کسی کتابِ فقہ ہی میں ایک نقل شاذ پائی جاتی تو نقل، مشہور کتبِ معتبرہ کثیرہ کے مقابل نہ مانی جاتی،

کمانص علیه فی الشرنبلالیة والعقود الدریة وردالمحتاروغیرھاواکثرناالنقول فیه فتاوٰنا و فی کتابنافی رسم المفتی۔	جیسا کہ شرنبلالیہ، العقود الدریہ، ردالمحتار وغیرہا میں اس کی تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اور رسم المفتی سے متعلق اپنی کتاب میں ان کی بہت سی عبارتیں نقل کی ہیں۔ (ت)

رابعًا اگر شاذ بھی نہ ہوتی جب بھی اُسی ترتیب مذکور جامع التفاریق و محیط و حلیہ وغنیہ وغیرہا پر اعتماد

---

[1] غنیہ ذوی الاحکام حاشیۃ علی درر الحکام نواقض الوضوء مطبعہ احمد کامل الکائنۃ فی دارالسعادت مصر ۱/ ۱۵
[2] دُرمختار خطبۃ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵
[3] ردالمحتار خطبۃ الکتاب مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۵۷
[4] ردالمحتار خطبۃ الکتاب مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۵۷

ہوتا کہ نص حدیث اُسی طرف ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں:

لایعدل عن درایة ماوافقتھاروایة [1] کمانص علیه فی الغنیة وردالمحتار وغیرھا۔	کسی درایت سے عدول نہ ہوگا جب تک کوئی روایت اس کی موافقت کرتی ہو جیسا کہ غنیہ اور ردالمحتار وغیرہما میں اس کی تصریح ہے (ت)

خامسًا اس بحث واستنباط کا سارا مدار اس پر ہے کہ روایت ابی داؤد میں **جزاھم ثلثة صفوف** [2] (انہیں تین صفوں میں تقسیم کیا۔ت) کا لفظ وارد ہے، اور ایک شخص کو صف نہ کہیں گے ترمذی کی اس حدیث میں **جزاھم ثلثة اجزا** [3]۔ (انہیں تین صفوں میں تقسیم کیا۔ت) ہے اور جز مطلق ہے اور ہم ابھی حدیثِ مرفوع سے نقل کرچکے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک صف ایک ہی صاحب کی کی، علامہ قاری نے روایتِ ترمذی کی جو شرح ٹھرائی کہ تین ۳ حصے کرنے سے مراد یہ ہے کہ بوڑھے اور اُدھیڑ اور جوان یا علماء وطلبہ وعوام،

حیث قال ای قسمھم ثلثة اقسام ای شیرخا وکھو لاوشباباًاوفضلاء وطلبة العلم والعامة [4]	انہوں نے کہا: ان کو تین ۳ حصوں میں تقسیم کیا یعنی بوڑھوں، ادھیڑوں اور جوانوں میں یا علماء، طلباء اور عوام میں تقسیم کیا۔ (ت)

یہ بھی نرا اجتہادِ علّامہ ہے جس پر نہ حدیث مرفوع میں دلالت نہ اُس کی فرع فعل صحابی میں، نہ اُسے اس کی شرط **اذا صلی علٰی جنازة فتقال الناس علیھا** [5] (جب نمازِ جنازہ پڑھی اور اس پر آدمی کم محسوس کئے۔ت) پر ترتب، یہ مقتضی تجزیہ ہیں، نہ طالبِ توزیع، تو یہ تفسیر بلا انشاء ہے، نہ شرع سے کہیں کسی نماز میں یہ تقسیم معہود کو بوڑھے الگ چھانٹے جائیں اور ادھیڑ جُدا اور جوان علیحدہ۔

سادسًا ہمیں مسلم کہ فی نفسہٖ مستقل صف کم از کم دو کی ہوگی، مگر صف یا صفوف کے ساتھ اگر ایک شخص صف جداگانہ ہو تو اُس پر بھی ضرور اطلاقِ صف ہے اور یہی ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

---

[1] ردالمحتار مطلب اذا تعارض التعمیم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۳

[2] سنن ابی داؤد باب فی الصفوف علی الجنازة آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۹۵

[3] جامع الترمذی ابواب الجنائز باب کیف الصلوٰة علی المیت الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۲۲

[4] مرقاة المفاتیح کتاب الجنائز (حدیث: ۱۶۸۷) المکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۴/۱۷۰

[5] جامع الترمذی ابواب الجنائز باب کیف الصلوٰة علی المیّت امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۲۲

تو اصل مبنائے انکار ہی ساقط و باطل ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا [1]	جس دن کھڑے ہوں گے روح اور ملائکہ صف باندھ کر۔

[1] ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

الروح ملك فی السماء السابعة و اعظم من السموات ومن الجبال ومن الملئكة يسبح كل يوم اثنی عشر الف تسبيحة يخلق الله من كل تسبيحة ملكا من الملئكة يجی يوم القيمة صفا وحده [2]	یہ روح فرشتہ آسمان ہفتم مىں ہے وہ آسمانوں اور پہاڑوں اور سب فرشتوں سے اعظم ہے، وہ روزانہ بارہ ہزار تسبیحیں کرتا ہے اللہ عزوجل ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بناتا ہے یہ روح (فرشتہ) روز قیامت اکیلا ایک صف ہوگا

[2] معالم التنزیل میں بروایت عطاء ابن ابی رباح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں ہے:

الروح ملك من الملئكة ما خلق الله تعالٰی مخلوقا اعظم منه فاذا كان يوم القيمة قام وحده صفام وقامت الملئكة كلهم صفا واحدا فيكون اعظم خلقة مثله۔ [3]	روح ایک فرشتہ ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق جسم میں اس سے بڑی نہ بنائی۔ جب قیامت کا دن ہوگا وُہ اکیلا ایک صف ہو کر کھڑا ہوگا اور تمام فرشتے ملکر ایک صف، تو اس کی جسامت ان سب کے برابر ہوگی۔

[3] امام ابوعمر ابن عبدالبر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا: المرأة وحدها صف [4] اکیلی عورت ایک صف ہے۔ [4] صحیح بخاری شریف میں: المرأة وحدها تكون صفا [5] تنہا عورت ایک صف ہوتی ہے۔ [5] حدیث عطاء سے گزرا جعل الصف الثالث واحد [6] نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تیسری صف میں کیا۔

---

[1] القرآن ۷۸/ ۳۸

[2] جامع البیان المعروف تفسیر ابن جریر تحت آیہ مذکورہ مطبوعہ مطبعۃ میمنیہ مصر ۳۰/ ۱۳

[3] معالم النزل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیہ مذکورہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۷/ ۲۰۳۔ ۲۰۲

[4] التمہید حدیث الخامس لاسحاق مطبوعہ المکتبۃ القدوسیۃ لاہور ۱/ ۲۶۸

[5] صحیح البخاری باب المراۃ وحدھا تکون صفاً مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۱

[6]

امام احمد کی روایت مذکورہ میں بھی ایک شخص کو صف کہا کہ کرہ ان یکون الواحد صفًا[1] (اسے ناپسند کیا کہ ایک آدمی صف ہو۔ت) نہ یہ کہ الصف لایقوم بواحد اصلا (ایک آدمی سے بالکل صف بنتی ہی نہیں۔ت) اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ تین آدمیوں کی صفیں نہ ہوسکنے سے اعتراض جہالت فاحشہ ہے۔ فکم من شیئ یصح ضمنا ولایصح قصدا (بہت سی چیزیں ضمناً ہوں تو صحیح ہیں اور قصداً صحیح نہیں۔ت)

سابعًا کراہت انفراد صلٰوۃ مطلقہ میں ارشاد ہوئی ہے، صلٰوۃ جنازہ کا اُس سے الحاق محلِ منع ہے، تبیین الحقائق میں فرمایا:

صلٰوۃ الجنازۃ لیست بصلٰوۃ من کل وجه وانما ھی دعاء للمیّت[2]۔	نمازِ جنازہ ہر لحاظ سے نماز نہیں، یہ تو بس میّت کے لئے دُعا ہے۔(ت)

امام نسفی کتاب کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

حتی لایحنث بصلاۃ الجنازۃ لوحلف ان لایصلی فصارت کسجدۃ التلاوۃ[3]۔	اگر نماز نہ پڑھنے کی قسم کھائی تو نماز جنازہ پڑھنے سے حانث نہ ہوگا، تو یہ سجدۂ تلاوت کی طرح ہوئی(ت)

اقول: بلکہ محل مقام میں صلاۃِ مطلقہ کا اُس سے بیّن تفاوت ہے۔ صلاۃ مطلقہ میں سب سے افضل صفِ اول ہے اور نماز جنازہ میں سب سے افضل صف اخیر۔ صلاۃ مطلقہ میں جب تک پہلی صف پُوری نہ ہوجائے دوسری صف ہرگز نہ کی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتمواالصف المقدم ثم الذی یلیه فماکان من نقص فلیکن فی الصف الموخر[4] رواہ احمد وابو داؤد والنسائی وابن حبان وابن خزیمة و الضیاء فی المختارۃ عن	اگلی صف پُوری کرو پھر وہ جو اس کے بعد ہے کہ جو کچھ کمی رہے پچھلی صف میں رہے۔ اسے امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور مختارہ میں ضیاء نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] تبیین الحقائق شرح کنزالد قائق باب الامامۃ والحدث فی الصلٰوۃ مطبوعہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۱۳۷

[3] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۸

[4] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۸

انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح۔	تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **الاتصفون کماتصف الملئکة عند ربھا** (کیا تم ویسے صف نہیں لگاتے جیسے ملائکہ اپنے رب کے حضور صف لگاتے ہیں۔ت) صحابہ نے عرض کی: **یا رسول اللہ وکیف تصف ملئکة عند ربھا** (یارسول اللہ ملائکہ اپنے رب کے حضور کیسے صف لگاتے ہیں؟ت) ارشاد فرمایا: **یتمون الصف الاول و یتراصون فی الصف**[1] (پہلی صف پُوری کرتے ہیں اور صف کے اندر خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ت) **رواہ مسلم وابوداؤد وابن ماجة عن جابر بن سمرة رضی اللہ تعالٰی عنه** (اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت) اور نمازِ جنازہ میں تفریقِ صفوف سب کو مسلّم۔ صلٰوۃ مطلقہ میں محاذاتِ زن حسب شرائط عشرہ مفسد نماز ہے اور نمازِ جنازہ میں اصلاً مفسد نہیں **کما نص علیه فی الکتب قاطبة** (جیسا کہ تمام کتابوں میں اس کی تصریح ہے۔ت) تو کیا بعید ہے کہ صف کے پیچھے انفراد صلاۃِ مطلقہ میں مکروہ ہو نہ نمازِ جنازہ میں **وبه یضعف ماوقع فی الحلیة ان لو لاالحدیث لقلنا بکراھته**[2] (اور اسی سے حلیہ میں واقع یہ کلام ضعیف ہو جاتا ہے کہ اگر حدیث نہ ہوتی تو ہم اس کی کراہت کے قائل ہوتے۔ت) بالجملہ مسئلہ واضح ہے اور بحث طائع اور برخلاف حدیث وفقہ اُس پر اعتماد جہل فاضح۔
اب رہا اصل سائل کہ یہ تفریق پانچ مقتدیوں میں بھی کی جائے یا صرف چھ سے مخصوص ہے۔
اقول: ہاں پانچ میں بھی کی جائے، ہمیں حدیث وفقہ نے بتایا کہ ارشادِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ما من مسلم یموت فیصلی علیه ثلثة صفوف من المسلمین الا اوجب[3]۔	مسلمانوں میں سے کوئی فوت ہوگیا اور اس پر مسلمانوں کی تین صفوں نے نماز جنازہ پڑھا تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔(ت)

[1] صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف واقامتہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۱، سنن ابی داؤد باب تسویۃ الصفوف آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷
[2] حلیہ المحلی شرح منیہ المصلی
[3] مشکوۃ المصابیح باب المشی بالجنازہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۷

کی برکت حاصل کرنے کو حتی الوسع حاضرین کی تین صفیں کی جائیں، اگر صفِ اخیر صرف ایک شخص کی ہو۔ یہ بات پانچ مقتدیوں میں یقینا حاصل۔ پہلی دو صفیں دو دو کی ہوں کہ دو آدمی صلوٰۃ مطلقہ میں بھی مستقل صف ہیں۔ موطائے امام مالک و مصنّف عبدالرزاق میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قام رسول الله صلی اللهتعالٰی علیه وسلم وصففت انا والیتیم من ورائه [1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے حضور کے پیچھے صف لگائی۔ (ت)

موطائے امام محمد میں عبداللہ بن عتبہ سے ہے: موطائے امام محمد میں عبداللہ بن عتبہ سے ہے:

قال دخلت علٰی عمر بن الخطاب بالهاجرة فو جدته یسبح فقمت ورائه فقربنی فجعلنی بحذائه عن یمینه فلما جاء یرفاء تاخرت فصففنا وراءہ [2]۔	میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے یہاں دوپہر کو آیا تو انہیں نفل پڑھتے ہوئے پایا، میں ان کے پیچھے کھڑا ہوگیا ،انہوں نے مجھے قریب کرکے اپنے برابر دائیں کرلیا، پھر جب یرفا آگیا تو میں پیچھے ہوگیا، ہم دونوں نے ان کے پیچھے صف بنالی (ت)

اور تیسری صف ایک کی، فقہائے کرام نے کہ چھ ہی مقتدیوں کی صورت لکھی،

اوّلًا بعض صور پر اقتصار بعض دیگر کا نافی نہیں، ردالمحتار میں ہے: **لا یلزم ان یکون ماسکت عنه مخالفا فی الحکم لماذکرہ کمالایخفی** [3] ضروری نہیں کہ جس سے سکوت ہو وہ حکم میں اس کے مخالف ہو جو مذکور ہے جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

ثانیًا اقول: اس کے لئے تین سبب ہیں: اوّل صورت مذکوہ حدیث کے ذکر سے تبرک۔

دوم اس پر تنبیہ کہ چھ مقتدیوں کی صورت میں اگرچہ ہر دو شخصوں کی ہوسکتی ہے مگر بہ اتباع سنت یونہی کریں کہ پہلی صف تین کی، دوسری دو کی، تیسری ایک کی۔

سوم کراہت انفراد کاکامل ازالہ کہ باوصف تیسر تعدد انفراد اختیار کیا، اگر کہیے چھ مقتدیوں کی اس ترتیب میں کوئی اور حکمت بھی، اقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے افعال کی حکمتیں خوب جانتے ہیں

[1] موطاء امام مالک جامع سبحۃ الضحٰی مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۳۷

[2] مؤطاامام محمد باب الرجلان یصلیان جماعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۱۲۴

[3] ردالمحتار

نظر ظاہر میں یہاں دو ۲ حکمتیں معلوم ہوتی ہیں :

اوّلاً جمع تام ہے اور جمع تام گویا صفتِ تام ہے ولہٰذا ایک روایت میں تین عورتوں کو جمیع صفوف مابعد کی نماز کا قاطع بتایا، اور ظاہر الروایۃ میں بھی اسے اس درجہ قوی بتایا کہ ایک صف کو دوسری کا حائل نہ جانا، اور ان کی محاذات میں آخر صفوف تک تین تین مردوں کی نماز پر حکمِ فساد فرمایا۔ فتح القدیر میں ہے :

الصحیح ان بالصلاۃ بالثلاث تفسد صلٰوۃ واحد عن یمینھن واٰخرعن شمالھن وثلثۃ ثلثۃ الٰی اٰخر الصفوف وفی روایۃ الثلث کالصف التام فتفسد صلٰوۃ جمیع الصوف التی خلفھن [1]۔	صحیح یہ ہے کہ تین عورتوں سے ایک ان کے دائیں والے مرد کی، ایک ان کے بائیں والے کی، اور آخری صف تک ہر صف سے تین تین مردوں کی نماز فاسد ہوجاتی ہے-- اور ایک روایت میں ہے تین گویا پوری صف ہے تو ان کے پیچھے کی تمام صفوں کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

اس معنوی کثرت وقوت کی تحصیل کو صفِ اوّل مین تین شخص رکھے۔

ثانیاً اس میں تعدیل فضل ہے کہ جمع میں برکت ہے ایک سے دو ۲ میں زائد، دو ۲ سے تین ۳ میں، اور صفوف جنازہ میں آخری فالاآخر افضل ہے۔ پہلی سے دوسری افضل، دوسری سے تیسری تو اس ترتیب سے ہر صف کے لئے چار فضل حاصل ہوگے۔ پہلی صف میں باعتبار صف ایک، بلحاظِ رجال تین دوسری صف میں صف اور رجل دونوں کے اعتبار سے دو دو تیسری میں بااعتبار صف تین بالحاظ رجل ایک، واللہ ذو لفضل العظیم ، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (اور اللہ بڑے فضل والا ہے--اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔ ت)

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکّھر ۱/۳۱۶

اَلْمِنَّۃُ الْمُمْتَازَۃ فِیْ دَعْوَاتِ الْجَنَازَۃ ۱۳۱۸ھ

(نمازِ جنازہ سے متعلق حدیث میں وارد شدہ دُعاؤں کا بیان اور تلقینِ میّت کا طریقہ)

مسئلہ نمبر ۶۲: مسئولہ حافظ حاجی قاری زائر سیّد محمد عبدالکریم صاحب ۲۵جمادی الاُخری ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ نمازِ جنازہ کی کے دعائیں ہیں؟

الجواب:

مولٰنا الحافظ القاری الحاج الزائر السید الصالح القادری البرکاتی ادام اللّٰہ تعالٰی کرامتکم فی الحاضرۃ والاٰتی، السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ،، وہ تیرہ ۱۳ دعائیں ہیں کہ نماز جنازہ کی احادیث میں وارد ہوئیں۔ فقیر نے انہیں جمع کرکے ایک اور کااضافہ کیاانہیں میں گزارش کرتا ہوں کہ حفظ فرمالیں اور بالحاظ معنی جنائز اہلسنّت پر پڑھا کریں، جن کلمات کو دو خط ہلالی میں لے کر اُن پر خط کھینچ کر بالائے سطر دوسرے الفاظ لکھے جاتے ہیں وہ لفظ عورت کے جنازے میں اُن کلمات کی جگہ پڑھے جائیں۔ فقیر آپ کو وصیّت کرتا ہے کہ میرا جنازہ پائیں تو نماز خود ہی پڑھائیں اور یہ سب دُعائیں اپنے خالص قادری قلب کے خضوع وخشوع سے پڑھیں اور قبرِ فقیر محتاج پر تلقین بھی کریں وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الاّ باللّٰہ العلی العظیم۔

ادعیہ بعد تکبیر سوم

(۱) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَ

وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَه مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَ (ہٗ) ھَا ، وَلَاتَفْتِنَّا بَعْدَ(ہٗ) ھَا عـــہ۱ ۔[1]

(۲) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ لھا ، وَارْحمهٗ ھا ، وَعَافِهٖ ھا وَاعْفُ عَنْهُ ھا وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ ھا وَاغْسِلْهُ ھا بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ ھا مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَابْدِلْهُ ھا دَارًا خَیْرًا مِنْ دَارِہٖ ھا وَاَهْلًا خَیْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ (وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ عـــہ۲) وَاَدْخِلْهُ ھا الْجَنَّةَ وَاَعِذْہٗ ھا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ

عـــہ۱ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم عن ابی ھریرۃ واحمد وابویعلی والبیھقی وسعیدبن منصور فی سنن عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما(م)

اسے امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے ابو ہریرہ سے۔ اور امام احمد، ابویعلی، بیہقی اور سنن میں سعید بن منصور نے حضرت ابوقتادہ سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔(ت)

عـــہ۲ یعنی یہ الفاظ عورت کے جنازہ پر نہ پڑھے جائیں ۱۲ کلھا منه رضی اللہ تعالٰی عنه۔(م)

[1] سنن ابوداؤد باب الدعاء للمیت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲- ۱۰۱، جامع الترمذی باب مایقول فی الصلٰوۃ علی المیت مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۲۱، المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۳۵۸، مسند ابویعلی حدیث ۵۹۸۳ مطبوعہ موسستہ علوم القرآن بیروت ۵/۳۷۶

وَعَذَابِ النَّارِ [1]۔ عـــہ۱

(۳) اَللّٰھُمَّ عَبْدُ كَ اَمَتُكَ وَابْنُ وَبِنْتُ اَمَتِكَ يشْهَدُ تشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ وَيَشْهَدُ تَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَصْبَحَ فَقِيْرًا اَصْبَحَتْ فَقِيْرَةً اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَصْبَحْتَ غَنِيًّا عَنْ عَذَابِهٖ) ھَا تَخَلّٰى تَخَلَّتْ مِنَ الدُّنْيَا وَاَهْلِهَا اِنْ كَانَ زَاكِيًا كَانَتْ زَاكِيَةً فَزَكِّهٖ) ھَا وَاِنْ كَانَ مَخْطِئًا كَانَتْ مُخْطِئَةً فَاغْفِرْ (لَهٗ) لَهَا اَللّٰهُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَ (هٗ) هَا وَلَاتُضِلَّنَا بَعْدَ (هٗ) هَا [2] عـــہ۲

(۴) اَللّٰھُمَّ (ھٰذَا عَبْدُكَ) هٰذِهٖ اَمَتُكَ بِنْتُ ابْنُ عَبْدٍ) بْنُ اَمَتِكَ مَاضٍ فِيْهِ) هَا حُكْمُكَ، خَلَقْتَهٗ ھا وَلَمْ يَكُ (تَكُ هِيَ) شَيْئًا مَّذْكُوْرًا، نَزَلَ لَتْ) بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُمَنْزُوْلٍ بِهٖ ط اللھم لقنه ھا حجته ھا و الحقه ھا بنبیه محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وَثَبِّتْه ھا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ

عـــہ۱: رواہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة وابوبکر بن شیبة عن عوف بن مالك الاشجعی رضی اللہ تعالٰی عنه۔(م)

اسے مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اورابوبکر بن ابی شیبہ نے حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا(ت)

عـــہ۲ :رواہ الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنه(م)

اسے حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔(ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۱، سنن النسائی الدعاء للمیت مطبوعہ طور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۸۱

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۳۵۹

فَاِنَّہٗ ھا اَفْتَقَرَ افتقرتْ اِلَیْكَ وَاسْتَغْنَیْتَ عَنْہُ ھا کَانَ یَشْھَدُ کانتْ تَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللہُ فَاغْفِرْلَہٗ ھا وَارْحَمْہُ ھا وَلاَ تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ ھا وَلَاتَفْتِنَّا بَعْدَہٗ ھا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَان زَاکِیًا کانَت زَاکِیَۃً فَزَکِّہٖ ھا وَاِنْ کَان خاطئا کانت خاطِئَۃً فَاغْفِرْلَہٗ ھا[1] عـــہ ۔

عـــہ: رواہ عن امیرالمومنین علی کرّم اللہ تعالٰی وجھہ (م)

اسے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ۱۲ (ت)

قال الامام ابن الجزری وشرح حصنہ (زاکیا) ای طاہرا من الذنوب فزکہ ای فطھرہ بالمغفرۃ ورفع الدرجات اھ وتعقبہ العلامۃ القاری بانہ لایخفی عدم المناسبۃ بین تفسیرہ زاکیا بطاھر ای من الذنوب وبین قولہ وطھرہ بالمغفرۃ اھ

امام ابن الجزری نے اپنی حصن حصین کی شرح میں فرمایا: زاکیا کا معنی گناہوں سے پاک، فزکہ کا معنی: اسے مغفرت فرماکر اور درجات بلند فرماکر خوب پاک کردے اھ اس پر علامہ قاری نے تنقید کی کہ زاکیا کی تفسیر (گناہوں سے پاک) اور (مغفرت فرماکر اسے گناہوں سے پاک کردے) ان دونوں میں مناسبت نہ ہونا واضح ہے اھ

اقول: لابدع فی سؤال المغفرۃ بالطاھرۃ من الذنوب قدکان سیّدالطاھرین امام المعصومین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم یستغفر الیہ کل یوم مائۃ مرّۃ و ذلك ان العبد وان جل ماجل لایبلغ عماعملہ شکر نعمۃ اللہ تعالٰی ابدا ولایخلو اعامۃ الصالحین عن

اقول: جوگناہوں سے پاک ہے اس کے لئے دعائے مغفرت کوئی اجنبی اور نامناسب چیز نہیں۔ پاکوں کے سردار، معصوموں کے امام حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روزانہ خدا کی بارگاہ میں سو بار استغفار کرتے۔ بات یہ ہے کہ بندہ جتنا بھی بزرگ ہوجائے اس کا عمل اللہ تعالٰی کی نعمتوں کے کامل شکر کی حد تک کبھی نہیں

(باقی اگلے صفحہ پر)

[1] کنزالعمال صلٰوۃ الجنائز حدیث ۴۲۸۶۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۷۱۸

(۵) اَللّٰھُمَّ عَبْدُكَ اَمَتُكَ وَا(بْنُ) بِنْتُ اَمَتِكَ (احتاجت) اِلٰی رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ غَنِیٌّ عَنْ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تقصیر مابالنظر الی ما ینبغی لجلال وجه الکریم فالمغفرۃ فی حقھم ان یتجاوز عن ذلك ولا یعاملھم قدر اعمالھم بل قدر افضاله والیه اشارۃ بقوله رحمۃ اللہ تعالٰی ورفع الدرجات قال القاری واغرب الحنفی بقوله، الاولی ان یقال ای زدفی زکاته وطھارته اھ۔

اقول: مرجعه الی ماذکرنا ای ان کان طاھرا من الذنوب فزدنی طھارته بمغفرۃ التقصیر فی شکرك الخطیر وقدفسرہ القاری نفسه بقوله ای فزد فی احسانه کما فی روایۃ اھ لایعبد عن قول الحنفی کثیرا وانا **اقول:** وباللہ التوفیق بل ھومن تزکیۃ الشھود ای ان کان زاکیا فاظھر فی ملکوتك انه ذاك واشھدله بذاك وھذا لیس بتاویل بخلاف ماتقدم وباللہ التوفیق کلھا منه رضی اللہ

پہنچ سکتا۔ رب کریم کی بزرگی شان کے لحاظ سے عامہ صالحین کسی نہ کسی کی کمی سے خالی نہ ہوں گے تو ان کے حق میں مغفرت یہ ہے کہ اس سے در گزر فرمائے اور ان کے ساتھ ان کے اعمال کے حساب سے نہیں بلکہ اپنے فضل و کرم کے لحاظ سے معاملہ فرمائے اور ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کی طرف اپنے قول (اور درجات بلند فرماکر) سے اشارہ فرمایا--علامہ علی قاری فرماتے ہیں: علامہ حنفی نے یہ عجیب وغریب بات لکھی کہ اس کی تفسیر میں یہ کہنا بہتر ہوگا کہ اس کی ستھرائی اور پاکی میں اضافہ فرما---

اقول: اسکا مآل بھی وہی ہے جو ہم نے بیان کی اگر گناہوں سے پاک ہے تو اس کی پاکی میں اضافہ فرما اس طرح کہ اپنے عظیم شکر کی بجا آوری میں اس کی تقصیر کو بخش دے--اور خود مولانا قاری نے اس کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے: یعنی اس کی نیکی میں اضافہ فرما جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے اھ---

اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی سے ہے) بلکہ یہ تزکیہ شہود سے ہے (گواہوں کا تزکیہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی باطنی عدالت وپرہیزگاری جانچ کر ظاہر (باقی برصفحہ آئندہ)

عَذَابِہٖ ھا اِنْ کَانَ کانَتْ مُحْسِنًا مُحْسِنَۃً فَزِدْفِیْ اِحْسَانِہٖ ھا وَاِنْ کَانَ کانَتْ مُسِیْئًا مُسِیْئَۃً فَتَجَاوَزْ عَنْہُ (عَنْھا) [1] عــہ۱۔

(۶) اَللّٰھُمَّ (عَبْدُکَ) اَمَتُكَ وَا(بْنُ) بِنْتُ عَبْدِكَ (کانَتْ) (یَشْھَدُ) تَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ ھا مِنَّا اِنْ کَانَ (کانَتْ) (مُحْسِنًا) مُحْسِنَۃً فَزِدْفِیْ اِحْسَانِہٖ ھا وَاِنْ (کانَتْ) (مُسِیْئًا) مُسِیْئَۃً فَاغْفِرْلَہٗ ھا وَلَاتَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ ھا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ ھا عــہ۲ [2]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تعالٰی عنہ۔(م)

عــہ ۱: رواہ الحاکم عن یزید بن رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔(م)

عــہ۲: رواہ ابن حبان عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کردی جائے) یعنی اگر وہ پاکیزہ ہے تو اپنی بادشاہت میں اس کی یہ حالت عیاں کردے اور اس کے لئے اس پر گواہ لے لے۔ یہ اس کا لفظی معنی ہے، تاویل نہیں کہ گزشتہ معانی تاویل تھے، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔(ت)

اسے حاکم نے یزید بن رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت) اسے ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۳۵۹

[2] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان حدیث ۳۰۶۲ مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت ۶/۳۰، موارد الظمان کتاب الجنائز مطبوعہ مطبعۃ سلفیہ مدینہ منورہ ۱/۱۹۲، مسند ابویعلٰی حدیث ۶۵۶۷ مطبوعہ موسستہ علوم القرآن بیروت ۶/۱۰۶

(۷) (اَصْبَحَ عَبْدُكَ هٰذَا) اَصْبَحَتْ اَمَتُكَ هٰذِهٖ قَدْ (تَخَلّٰى) تَخَلَّتْ عَنِ الدُّنْيَا وَ (تَرَكَهَا تَرَكَتْهَا) لِاَهْلِهَا وَ (افْتَقَر) افْتَقَرَتْ اِلَيْكَ وَاسْتَغْنَيْتَ عَنْه ھا وَقَدْ (كَانَ يَشْهَدُ) كَانَتْ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ (لَه،) ھا وَتَجَاوَزْ عَنْهُ ھا وَاَلْحِقْهُ ھا بِنَبِيِّهٖ ھا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عليه وسلم عــہ۱ [1]

(۸) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ ط وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا۔ عــہ۲ [2]

عــہ۱: رواہ ابو یعلی بسند صحیح عن سعید بن المسیب ان امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ، الحقنا بما قبلہ من المرفوعات للمناسبۃ ۱۲ کلھا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اسے ابویعلی نے بسند صحیح حضرت سعید بن مصیب سے، انہوں نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہی کے قول کے طور پر (یعنی موقوفا) روایت کیا اسے ماقبل کی مرفوع دعاؤں کی مناسبت کے باعث ہم نے لاحق کردیا ۱۲ کلہا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

عــہ۲: رواہ ابوداؤد والنسائی والبیہقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

---

[1] المصنف لعبدالرزاق باب القراۃ الصلوۃ علی المیت حدیث ۶۴۲۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۳/ ۴۸۷، المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجنائز مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/ ۲۹۲

[2] سُنن ابوداؤد باب الدعاء للمیت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۰

(۹) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاِخْوَانِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا اَللّٰھُمَّ (ھٰذَا عَبْدُکَ) ھٰذِہٖ اَمَتُكَ فَلَانُ (ابْنُ) بِنْتُ فُلَانٍ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ بِھَا مِنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَلَه لھا عـــہ۱ [1]

(۱۰) اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ (ابْنُ) بِنْتَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جَوَارِكَ فَقِهٖ ھَا مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَھْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ ط اَللّٰھُمَّ فَاغْفِرْلَه ھَا وَارْحَمْهُ ھَا اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ عـــہ۲ ۔ [2] ۔

عـــہ۱: رواہ ابونعیم عن عبداللہ بن الحارث بن نوفل عن ابیه رضی اللہ تعالٰی عنه ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علمھم الصلٰوۃ علی المیت اللھم اغفر، الحدیث قال فقلت انا اصغر القوم فلن لم اعلم خیر قال فلا تقل الّا ماتعلم کلھا منه رضی اللہ تعالٰی عنه۔(م)

اسے ابونعیم نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں نمازِ جنازہ سکھائی اللھم اغفر --آخر حدیث تک-- وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا میں لوگوں میں سب سے کم عمر ہوں اگر مجھے کوئی خیر معلوم نہ ہو؟ فرمایا: تو تم وہی کہو جو جانتے ہو ۱۲ کلہا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

عـــہ۲: رواہ ابو داود ابن ماجة عن واثلة بن اسقع رضی اللہ تعالٰی عنه (م)

اسے ابوداود اور ابن ماجہ نے واثلہ بن اسقاء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابونعیم حدیث ۴۲۸۴۴ مطبوعہ موسسہ الرسالۃ بیروت ۱۵/۷۱۴

[2] سنن ابی داؤد باب الدعاء للمیت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۰۱، سنن ابن ماجہ باب، اجاء فی الدعاء فی الجنازہ علی الجنازۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۹

(۱۱) اَللّٰھُمَّ اَجِرْھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ط اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْھَا وَصَعِّدْ رُوْحَھَا وَلَقِّھَا مِنْكَ رِضْوَانًا عـــہ۱۔[1]۔

(۱۲) اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ خَلَقْتَنَا وَنَحْنُ عِبَادُكَ ط اَنْتَ رَبُّنَا وَاِلَیْكَ مَعَادُنَا۔ عـــہ۲[2]۔

(۱۳) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا وَصَغِیْرِنَا وَكَبِیْرِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا اَللّٰھُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَ(ہ)ھَا وَلَاتَفْتِنَّا بَعْدَ(ہ)ھَا عـــہ۳[3]۔

اَللّٰھُمَّ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

عـــہ۱: رواہ ابن ماجة عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔(م)

اسے ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

عـــہ۲: رواہ البغوی وابن مندۃ والدیلمی فی مسند الفرود عن ابی حاصر رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اسے بغوی، ابن مندہ اور مسند الفردوس میں دیلمی نے ابو حاصر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

عـــہ۳ رواہ البغوی عن ابراہیم الاشہلی عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ(م)

اسے بغوی نے ابراہیم اشہلی سے، انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی سے روایت کیا۔(ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی ادخال المیت القبر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۲

[2] کنز العمال بحوالہ الدیلمی حدیث ۴۲۸۴۹ مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۷۱۵

[3] کنز العمال بحوالہ بغوی حدیث ۴۲۲۹۹ مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۵۸۶، شرح السنۃ باب فی صلوٰۃ الجنازۃ والدعاء للمیت مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۵۵

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَابَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّه، کُفُوًا اَحَدٌo اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ صَلَّی اللہ تعالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْکَرِیْمَ اِذَا اَمَرَ بِالسُّؤَالِ لَمْ یَرُدَّه اَبَدًا وَقَدْ اَمَرْتَنَا فَدَعَوْنَا وَاَذِنْتَ لَنَا فَشَفَعْنَا وَاَنْتَ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ فَشَفِّعْنَا فِیْهِ ھَا وَارْحَمْهُ ھَا فِیْ وَحْدَتِه ھَا فِیْ وَحْشَتِه ھَا وَارْحَمْهُ ھَا فِیْ غُرْبَتِھَا وَارْحَمْهُ ھَا فِیْ کُرْبَتِهٖ ھَا وَاَعْظِمْ لَه ھَا اَجْرَه ھَا ونَوِّرله ھَا قَبْرَه ھَا وَبَیِّضْ لَه ھَا وجهه ھَا وبَرِّدله ھَا مضجعه ھَا و عطّر له ھَا مَنْزِلَه ھَا وَاَکْرِمْ لَه ھَا نُزُلَه ھَا یَاخَیْرَ الْمُنْزِلِیْنَ یَاخَیْرَ الْغَافِرِیْنَ وَیَاخَیْرَ الرَّاحِمِیْنَ اٰمِیْن اٰمِیْن اٰمِین صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِك عَلٰی سَیِّدِ الشَّافِعِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ ط وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [عه]

عــه: زاده الفقیر غفرله الکریم القدیر کلها منه رضی اللہ تعالٰی عنه (م)

یہ دُعا فقیر نے زیادہ کی، رب کریم وقدیر اس کی مغفرت فرمائے ۱۲ کلہا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

ترجمہ ادعیہ منقولہ

(۱) الٰہی ! بخش دے ہمارے زندے اور مردے، اور حاضر اور غائب، اور چھوٹے اور بڑے، اور مرد اور عورت کو۔ الٰہی ! تو جسے زندہ رکھے ہم میں سے اُسے زندہ رکھ اسلام پر، اور جسے موت دے ہم میں سے اُسے موت دے ایمان پر۔ الٰہی ! ہمیں اس میّت کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال۔

(۲) الٰہی ! اس میّت کو بخش دے، اور اس پر رحم فرما، اور اسے ہر بلا سے بچا، اور اسے معاف کر، اور اسے عزّت کی مہمانی دے، اور اس کی قبر کو وسیع کر، اور اسے دھودے پانی اور برف اور اولوں سے، اور اسے پاک کردے گناہوں سے جیسے تو نے پاک کیا سپید کپڑا مَیل سے، اور اسے بدل دے مکان بہتر اس کے مکان سے، اور گھر والے بہتر اس کے گھر والوں سے، اور زوجہ بہتر اس کی زوجہ سے۔ اور اسے داخل فرما بہشت میں، اور اسے پناہ دے قبر کے سوال اور دوزخ کے عذاب سے۔

(۳) الٰہی ! یہ میّت تیرا بندہ اور تیری باندی کا بچّہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی سچّا معبود نہیں مگر ایک اکیلا تُو، تیرا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہے کہ محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں، یہ محتاج ہے تیری مہربانی کا اور تُو بے نیاز ہے اس کے عذاب سے، یہ اکیلا رہا دُنیا اور دُنیا کے لوگوں سے، اگر یہ سُتھرا تھا تُو اسے ستھرا فرمادے اور اگر خطاوار تھا تو اسے بخش دے۔ الٰہی ! ہمیں محروم نہ کر اسکے ثواب سے اور گمراہ نہ کر اس کے بعد۔

(۴) الٰہی ! یہ تیرا بندہ تیری بندی کا بیٹا تیری باندی کا بچّہ ہے، نافذ اس میں حکم تیرا، تو نے اسے پیدا کیا جن کے یہاں کوئی غریب الوطن اُترے۔ الٰہی ! اُسے اس کی حجت سکھادے اور اُسے اُس کے لئے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ملادے، اور اُسے ٹھیک بات پر ثابت رکھ کہ یہ تیرا محتاج ہے اور تو اس سے غنی ہے، یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچّا معبود نہیں سوائے اللہ کے، پس اُسے بخش دے اور اس پر رحم فرما، اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر، اور اس کے فتنے میں نہ ڈال۔ الٰہی ! اگر یہ سُتھرا تھا تو اسے ستھرا فرمادے اور اگر یہ خطاکار تھا اور اسے بخش دے۔

(۵) الٰہی ! تیرا یہ بندہ اور تیری باندی کا بچّہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اُسے عذاب کرنے سے غنی ہے، اگر نیک تھا اُس کی نیکیاں زیادہ کر اور اگر بد تھا تو اُس سے در گزر فرما۔

(۶) الٰہی ! تیرا یہ بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچّا معبود نہیں مگر اللہ، اور یہ کہ محمد تیرے

بندے اور تیرے رسول ہیں (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اور تُو اُس کا یہ حال زیادہ جاننے والا ہے ہم سے، اگر یہ نیک تھا تو اس کی نیکی بڑھا اور اگر بَد تھا تو اسے بخش دے، اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے فتنے میں نہ ڈال۔

(۷) تیرے اُس بندے نے صبح کی کہ الگ ہوآیا دنیا سے اور اسے چھوڑ دیا اس کے لوگوں کے لئے، اور تیرا محتاج ہُوا اور تُو اس سے غنی ہے۔ اور بیشک یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچّا معبود نہیں سوا اللہ کے اور محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، الٰہی ! اُسے بخش دے اور اس سے در گزر، فرما اور اُسے ملادے اس کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔

(۸) الٰہی ! تو اس جنازے کا پرور دگار ہے، اور تو نے اسے پیدا کیا، اور تو نے اسے اسلام کی راہ دکھائی، اور تو نے اس کی جان قبض کی، اور تو خوب جانتا ہے اُس کا چھُپا اور ظاہر حال، ہم حاضر ہوئے ہیں اور شفاعت کرنے تو اسے بخش دے۔

(۹) الٰہی ! بخش دے ہمارے سب بھائیوں بہنوں کو اور اصلاح کر دے ہمارے آپس میں، اور ملاپ کر دے ہمارے دلوں میں۔ الٰہی ! یہ تیرا بندہ فلاں بن فلاں ہے اور ہم تو اس کو اچھا ہی جانتے ہیں اور تجھے اس کا علم ہم سے زیادہ ہے تو ہمیں اور اُسے بخش دے۔

(۱۰) الٰہی ! بیشک فلاں بن فلاں تیری پناہ اور تیری امان کی رسی میں ہے تو اسے بچا سوالِ نکیرین اور عذابِ دوزخ سے کہ تو وعدہ پورا کرنے والا سب خوبیوں کا اہل ہے۔ الٰہی ! تو اسے بخش دے اور اس پر رحم کر بیشک تو ہی ہے بخشنے والا مہربان

(۱۱) الٰہی ! اسے پناہ دے شیطان سے اور قبر کے عذاب سے، الٰہی دُور کر زمین کو اس کی دونوں کروٹوں سے، اور آسمان پر لے جا اس کی روح کو، اور اسے اپنی خوشنودی عطا کر۔

(۱۲) الٰہی ! بیشک تو نے ہمیں پیدا کیا اور ہم تیرے بندے ہیں اور تُو ہمارا رب اور تیری ہی طرف ہمیں پھرنا ہے۔

(۱۳) الٰہی ! بخش دے ہمارے اگلے پچھلے اور زندہ اور مردہ اور خورد وکلاں اور حاضر اور غائب کو۔ الٰہی ! ہمیں محروم نہ کر اُس کے ثواب سے اور ہمیں فتنے میں ڈال اُس کے بعد۔

(۱۴) اے اللہ، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان، اے زندہ، اے پائندہ، اے نہا بنانیوالے آسمانوں اور زمینوں کے، اے بزرگی وعزت بخشنے والے ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی ہے اللہ یکتا بے نیاز کہ نہ کوئی اس کے اولاد نہ وہ کسی سے پیدا، نہ کوئی اس کے جوڑ کا۔

الٰہی ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف منہ کرتا ہوں وسیلے سے تیرے نبی محمد کے کہ رحمت کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ الٰہی ! بیشک کریم جب خود حکم سوال کا دیتا ہے تو اس سوال کو کبھی رَد نہیں کرتا۔ اور بیشک تونے ہمیں حکم دیا تو ہم نے دُعا کی، اور تو نے ہمیں اجازت دی تو ہم نے شفاعت کی، اور تو ہر کریم سے بڑھ کر کرم والا ہے، تو ہماری شفاعت اس میّت کے حق میں قبول فرما، اور اس پر رحم کر اس کی تنہائی میں، اور اس پر رحم کر اس کی گھبراہٹ میں، اور اس پر رحم کر اس کی بیکسی میں، اور اس پر رحم کر اس کی تکلیف میں، اور اسے بڑا ثواب دے، اور اس کی قبر نورانی کر، اور اس کا چہرہ پُر نور کر، اور اس کی خواب گاہ ٹھنڈی کر، اور اس کی جگہ معطر کرے، اور اسے عزّت والی مہمانی دے، اے سب میزبانوں سے بہتر، اے سب بخشنے والوں سے بہتر، اے سب مہربانوں سے بہتر ! قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما۔ درود و سلام و برکات اتار سب شفیعوں کے سردار محمد اور اُن کی آل اور اصحاب سب پر۔ اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا پروردگار۔

فائدہ: نویں اور دسویں دعاؤں میں اگر میّت کے باپ کا نام معلوم نہ ہو اس کی جگہ آدَمُ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام کہے سب آدمیوں کے باپ ہیں۔ اگر خود میّت کا نام بھی نہ معلوم ہو تو نویں دعا میں لفظ ھٰذَا عَبْدُكَ یا ھٰذِہٖ اَمَتُكَ پر قناعت کرے فلاں ابن فلاں یا بنت فلاں کو چھوڑ دے اور دسویں میں اُس کی جگہ عَبْدُكَ ھٰذَا (یہ تیرا بندہ) یا عورت ہو تو اَمَتُکَ ھٰذِہٖ (تیری یہ باندی) کہے۔

فائدہ: میت کا فسق وفجور اگر معاذاللہ معلوم ہو تو نویں دُعا میں لَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا کی جگہ قَدْ عَلِمْنَا مِنْهُمَا خَیْرًا کہے کہ اسلام ہر خیر سے بڑھ کر ہے وَاللہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

فائدہ: ان دعاؤں میں بعض مضامین مکرر بھی ہیں اور دُعا میں تکرار مفید و مستحسن ہے، جیسے جلدی ہو یا یاد کرنے میں دِقّت جانے تو دائے اول ودوم وسوم اور چہارم بالقول الثابت تک اور ہشتم اور دوازدہم تک پڑھے، ان شاء اللہ یہی کافی ووافی ہے، یہ نصف سے کم بھی کم رہ گیا اور چاہے تو چہارم دہم بھی ملا لے اب بھی نصف سے کچھ زائد رہے گا، اور وقت مساعدت کرے تو سب کا پڑھنا اولیٰ ہے، امام جتنی دیر میں یہ دعائیں پڑھے مقتدی دعائے مشہور کے بعد اگر ان ادعیہ سے کچھ یاد نہ ہو صرف آمین آمین کہتے رہیں۔

طریقہ تلقینِ قبر: حدیث میں [عـہ] ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تمہارا

عـــہ: عن رواہ الطبرانی المعجم الکبیر والضیاء فی الاحکام وابن شاہین فی ذکر الموت واٰخرون کما ذکرنا فی حیاۃ الموت ۱۲منہ(م)

اسے طبرانی نے معجم کبیر میں، ضیاء نے احکام میں، ابن شاہین نے ذکر الموت میں روایت کیا اور دوسرے حضرات نے بھی روایت کیا، جیسا کہ ہم نے رسالہ حیاۃ الموت میں بیان کیا ہے ۱۲منہ (ت)

کوئی بھائی مسلمان مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں سے ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یافُلَان ابۡنَ فُلَانَۃ کہ وہ سُنے گا اور جواب نہ دے گا۔ پھر کہے یافلاں بن بنت فلانۃ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر کہے، پھر کہے یافلاں بنبنت فلانۃ وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر، اللہ تعالٰی تجھ پر رحم فرمائے۔ مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی۔ پھر کہے اذۡکُرۡ اُذکری مَاخَرَجۡتَ خَرَجۡتِ عَلَیۡہِ مِنَ الدنۡیَا شَھَادَۃَ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّااللہ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ، وَرَسُوۡلُہٗ، صلی اللہُ تعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ (وَاَنَّکَ رَضِیۡتَ) انکِ رَضَیۡتِ بِاللہِ رَبًّا وَبِالۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم وَبِالۡقُرۡاٰنِ اِمَامًا[1] ط (نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس بیٹھیں گے جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔ اس پر کسی نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو، فرمایا: توحوّا کی طرف نسبت کرے[2]۔

راشد بن سعد عـــہ وضمرہ بن حبیب وحکیم بن عمیر کہ تینوں صاحب اجلّہ ائمہ تابعین سے ہیں فرماتے ہیں جب قبر پر مٹّی برابر کر چکیں اور لوگ

عـــہ: رواہ عنھم سعید بن منصور فی سننہ ۱۲منہ (ن) | ان سے اس کو سعید بن منصور نے پنی سنن میں روایت کیا (ت)

[1] کنزالعمال بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۴۰۶ مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۶۰۵

[2] کنزالعمال بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۴۰۶ مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۶۰۵

واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ میّت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے یَافُلَانُ قُلْ (قُوْلِی) لَااِلٰہَ اِلَّااللہ تین بار، پھر کہا جائے قُل قُوْلِی رَبِیَ اللہ وَدِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیِّیْ مُحَمَّد صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فقیر غفراللہ تعالٰی اس قدر اور زائد کرتا ہے وَاعْلَمُوا واعْلَمِیْ اَنَّ ھٰذَیْنِ الَّذِیْنَ اَتَیَاکَ وَیَاْتِیَانِکَ نِکِ ھُوَعَبْدَانِ للہ لَایَضُرَّانِ وَلَایَنْفَعَانِ اِلاَّ بِاِذْنِ اللہ فَلَاتَخَفْ تَخَافِی وَلَاتَحزَنْ تَحْزَنِیْ وَاَشْھَدْ وَاَشْھَدِیْ اَنَّ رَبَّکَ اللہ وَدِیْنَکَ دِیْنَکِ الْاِسْلَامُ وَنَبِیَّکَ نَبِیَّکِ مُحَمَّد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ثَبَّتَنَااللہ وَاِیَّاکَ بِالقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وفِی الْاٰخِرَۃِ اِنَّہ، ھُوَالغَفُوْرُ الرَّحِیْم ○

ترجمہ: کہہ میرا رب اللہ اور میرا دین اسلام اور میرا نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (فقیر غفراللہ تعالٰی نے اس قدر اور زائد کیا) اور جان لے کہ یہ دو جو تیرے پائے پاس آئے یا آئیں گے تو یہی دو بندے ہیں اللہ کے، نہ نفع دیں نہ نقصان پہنچائیں مگر خدا کے حکم سے۔ تو نہ ڈر اور نہ غم کر، اور گواہی دے کہ تیرا رب اللہ ہے اور تیرا دین اسلام، اور تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ثابت رکھے ہمیں اللہ، اور تجھ کو ٹھیک بات پر، دُنیا کی زندگی اور آخرت میں۔ بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

حدیثِ تلقین کی تخریج و تقویت فقیر نے کتاب **حیٰوۃ الموات فی بیان سماع الاموات** کے مقصد دوم و فصل پنجم اور مسئلہ تلقین کی روایات و تنقیح مقصد سوم فصل سیز دہم میں ذکر کی جس سے بحمد تعالٰی وہابیہ کے تمام اوہام کی تسکین کافی ہوتی ہے،

وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد واٰلہ اجمعین واللہ	اور خدا ہی سے توفیق ہے، اور ساری تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور خدائے برتر سبحانہ، وتعالٰی اعلم۔ ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کی تمام آل پر رحمت نازل فرمائے اور خدائے پاک وبرتر

وتعالٰی اعلم۔	خوب جاننے والا ہے(ت)

مسئلہ نمبر ۶۳: از بمبئی جاملی محلّہ مکان حاجی محمد صدیق جعفر مرسلہ مولوی محمد عمر الدین صاحب ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ بعد نمازِ جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دُعا اللھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ یامثل اس کے کی جاتی ہے جیسا کہ بمبئی اور اس کے اطراف مانند مالا گاؤں وغیرہ بلاد میں قدیم الایام سے متعارف ومتعامل درست ہے یا نہیں؟ اور برتقدیر جواز بعض اشخاص جواس کو حرام وممنوع کہتے ہیں ان کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمدللہ مجیب الدعوات وافضل الصلٰوۃ واکمل التحیات علی معاذ الاحیاء ومعاد الاموات خالص الخیر ومحض البرکات فی الحیٰوۃ الاولی والحیٰوۃ العینی بعد الممات وعلٰی اٰلہ وصحبہ کریمی الصفات ما بعد ماض وقرب اٰت اٰمین۔	اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔اور بہتر درود اور کامل تر تحیتیں ان پر جو زندوں کی پناہگاہ، مردوں کا مرجع، خالص خیر اور محض برکات ہیں، دنیا کی زندگی میں بھی، اور بعد موت کی بالاتر زندگی میں بھی، اور ان کی آل واصحاب پر بھی، جو بزرگ صفات والے ہیں، جب تک کہ گزرا ہوا دور اور آنے والا قریب ہوتا رہے۔الٰہی قبول فرما!(ت)

اموات مسلمین کے لئے دُعا قطعًا محبوب وشرعًا مندوب جس کی ندب وترغیب مطلق پر آیات واحادیث بلاتوقیت وتخصیص، ناطق تو بلاشبہہ ہر وقت اُس پر حکم جواز صادق، جب تک کسی خاص وقت ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو مطلق شرعی کواز پیش خویش موقّت اور مرسل کو مقید کرنا، تشریع من عند النفس ہے اور نماز ہر چند اعظم واجل طرق ہے مگر اُس پر اقتصار کا حکم نہ اُس کے اغناد پر جزم، بلکہ شرع مبارک وقتًا فوقتًا بکثرت اور بار بار تعرض نفحاتِ رحمت کا حکم فرماتی ہے کیا معلوم کس وقت کی دعا قبول ہو جائے۔ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لیکثر من الدعا[1] اخرجہ الترمذی والحاکم عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال صحیح واقروہ،	دعا کی کثرت کرے۔اسے ترمذی وحاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور حاکم نے کہا صحیح ہے، اور علماء نے اسے برقرار رکھا۔(ت)

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۴

مستدرک حاکم و صحیح ابن حبان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وآلہٖ فرماتے ہیں:

لاتعجز وافی الدعاء فانه لن یهلك مع الدعاء احد[1]۔قال فی الحرز المعنی لاتقصروا ولا تکسلوا فی تحصیل الدعاء[2]۔	دُعا میں کسل و کمی نہ کرو کہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہ ہوگا۔۔۔حرزِ ثمین میں ہے معنٰی یہ ہے کہ دُعاء کی بجاآوری میں کوتاہی و سستی نہ کرو۔(ت)

مسند ابویعلٰی میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تدعون اللہ تعالٰی فی لیلکم ونهارکم فان الدعاء سلاح المؤمنین[3]۔	رات دن اللہ تعالٰی سے دُعا مانگتے رہو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے۔

طبرانی کتاب الدعاء، ابن عدی کامل، امام ترمذی، نوادر و بیہقی شعب الایمان میں بعد ابوالشیخ و قضاعی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں، حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء[4]۔	بیشک اللہ تعالٰی بکثرت وبار بار دعا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

طبرانی معجم کبیر میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُر نور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لربکم فی ایام دهرکم نفحات فتعرضوا لها لعل ان یصبکم نفحة منها فلا تشقون بعدها ابدا[5]۔	یعنی تمہارے رب کے لئے زمانے کے دنوں میں کچھ عطائیں، رحمتیں، تجلّیاں ہیں تو ان کی تلاش رکھو (یعنی کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت دُعا مانگتے رہو، تمہیں کیا معلوم کس وقت رحمتِ الٰہی کے خزانے کھولے جائیں) شاید ان میں کوئی تجلی تمہیں بھی پہنچ جائے کہ پھر بد بختی نہ آئے۔

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۴

[2] حرز ثمین شرح حصن حصین حدیث مذکور کے تحت افضل المطابع لکھنؤ ص ۱۱

[3] مسند ابویعلٰی حدیث ۱۸۰۶ الدعوات الخ مطبوعہ موسستہ علوم القرآن بیروت ۲/ ۳۲۹

[4] نوادر الاصول الاصل الثمانون والمائۃ فی الالحاح والدعاء مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۲۰

[5] المعجم الکبیر مروی از محمد بن مسلمہ حدیث ۵۱۹ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۹/ ۲۳۴

قال العلامة المناوی فی التیسیر تعرضو الھا بتطھیر القلب وتزکیة من الاکدار والاخلاق الذمیمة والطلب منه تعالٰی فی کل وقت قیاما وقعودا و علالجنب و وقت التصرف فی الشتغال الدنیا فان العبد لایدری فی ای وقت یکون فتح خزائن المنن[1]۔	علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: توانہیں تلاش کرواس طرح کہ دلوں کو کدورتوں اور بُرے اخلاق سے پاک وصاف کرلو، اور باری تعالٰی سے کھڑے، بیٹھے، لیٹے، دیناوی کام کرتے، ہر وقت مانگتے رہو، اس لئے کہ بندے کو کچھ پتا نہیں کہ کس وقت رحمت کے خزانے کُھل جائیں۔(ت)

سراج المنیر میں اس کے مثل ذکر کرکے فرمایا: قال الشیخ حدیث حسن[2] (شیخ فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔ت)
جب دعا کی نسبت صاف حکم ہے کہ اس میں کسل نہ کرو، بکثرت مانگو، رات دن مانگو، ہر حال مانگو۔ تو ایک بار کی دُعا پر اقتصار کیونکر مطلوبِ شرع ہو سکتا ہے۔ لاجرم حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قبل نماز وبعد نماز دونوں وقت میت کے لئے دعا فرمانا اور مسلمانوں کو دعا کا حکم دینا ثابت۔

مسلم عن ام سلمة رضی اللہ تعالٰی عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا حضرتم المریض اوالمیت فقولوا خیرافان الملئکة یؤمنون علی ماتقولون[3] وھوعنھارضی اللہ تعالٰی عنھاقالت دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علی ابی سلمة وقدشق بصرہ فاغمضه (الی ان قالت) ثم قال اللھم اغفر لابی سلمة وارفع درجته فی المھدیین واخلفه فی عقبه فی الغابرین واغفرلنا وله یارب العٰلمین وافسح فی قبرہ	امام مسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم بیمار یا میّت کے پاس آؤ تو اچھی بات بولو، اس لئے کہ ملائکہ تمہاری باتوں پر آمین کہتے ہیں۔۔ وہی امام، انہی ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہیں فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوسلمہ کی وفات پر تشریف لائے تو ابھی ان کی آنکھ کُھلی ہوئی تھی سرکار نے بند کی (یہاں تک فرمایا) پھر سرکار نے دعا کی: اے اللہ! ابو سلمہ کو بخش دے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما اور پسماندان میں اس کا نیک بدل

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث ان لربکم کے تحت مذکور ہے مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/۳۳۹
[2] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکورہ کے تحت مطبوعہ مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۲/۱۱
[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۰۰

ونور له [1]فیه، ابوداؤد والحاکم وصححه عن امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنه قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذافرغ من دفن المیّت وقف علیه وقال استغفروا لاخیکم وسلواله التثبیت انه الاٰن یسأل [2]۔ احمد عن ابی هریرہ رضی اللہ تعالٰی عنه ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نعی النجاشی لاصحابه ثم قال استغفروا له ثم خرج باصحابه الی المصلی ثم قام فصلی بهم کما یصلی علی الجنازۃ [3] ابن ماجة والبیهقی فی سننه عن سعید بن المسیب قال حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما فی جنازۃ فلما وضعها فی اللحد قال بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلٰی ملّة رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، فلما اخذفی تسویة	عطا فرما، اور ہمیں اور اسے اپنی رحمت سے چھپا، اس کی قبر کشادہ فرمادے اور اس کے لیے اس میں روشنی ونور پیدا فرما۔۔ابوداؤد و حاکم امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حاکم نے اس حدیث کو صحیح بھی کہا--وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیکہ وسلم جب میّت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ دیر رکتے اور فرماتے، اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرواور اس وقت اس سے سوال ہونے والا ہے--امام احمد، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نجاشی کے مرنے کی اطلاع دی پھر فرمایا: اس کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ پھر صحابہ کو لے کر نمازگاہ تشریف لے گئے پھر انہیں نماز پڑھائی جیسے جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے-- ابن ماجہ اور بیہقی سنن میں حضرت سعید بن مسیب سے راوی ہیں۔ وُہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر تھا جب انہوں نے جنازہ کو لحد میں رکھا تو کہا: اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں، اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دین پر--پھر جب لحد پر کچی اینٹیں درست

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۔۳۰۰

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجنائز مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۳، مستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/ ۳۷۰

[3] سند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۵۲۹

اللبن علی اللحد، قال اللھم اجرھم من الشیطان ومن عذاب القبر، اللھم جاف الارض عن جنبیھا وصعد روحھا ولقھامنك رضوانا قلت یاابن عمراشیئ سمعته من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ام قلته برأیک، قال انی اذًا لقادر علی القول بل شیئ سمعته من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[1] ھذہ روایة ابن ماجة وفی اخری فلما اخذفی تسویة اللحد قال اللھم اجرھا من الشیطان ومن عذاب القبر فلما سوی اللبن علیھا قام جانب القبر ثم قال اللھم جاف الارض من جنبیھاوصعد روحھا وتلقھا رضوانا ثم قال سمعته من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[2]۔	کرنے لگے تو کہا: اے اللہ! اسے شیطان سے اور عذابِ قبر سے پناہ میں رکھ، اے اللہ! اس کی کروٹوں سے زمین جدا رکھ، اس کی روح کو اوپر پہنچا، اور اسے اپنی خوشنودی عطافرما-- میں نے عرض کیا: اے ابن عمر! یہ کوئی ایسی دُعا ہے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنی ہے یا اپنی رائے سے کی ہے؟-- فرمایا: ایسا ہے تو وُہ دُعا کرسکتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنی ہے۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے --اور دوسری روایت میں یُوں ہے کہ جب لحد برابر کرنے لگے تو کہا: اے اللہ! اسے شیطان سے اور عذاب قبر سے پناہ میں رکھ۔ پھر جب اس پر اینٹیں برابر کردیں تو قبر کے کنارے کھڑے ہو کر یہ دعا کی: اے اللہ اس کی کروٹوں سے زمین کو جدا رکھ، اس کی روح کو اُوپر پہنچا اور اسے اپنی خوشنودی عطافرما-- پھر فرمایا: میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ (ت)

احادیث اس بارہ میں حدِ شہرت واستفاضہ پر ہیں، انہیں میں سے حدیث عبداللہ بن ابی بکر وعاصم بن عمر بن قتادہ مروی مغازی واقدی ہے کہ جواب عــہ میں مذکور ہوئی۔

عــہ: یعنی جواب مجیب اول کہ بغرض تصدیق از	یعنی مجیب اول کا جواب جو تصدیق کے لئے بمبئی (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی ادخال المیت القبر مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی ص ۱۱۲

[2] السنن الکبرٰی کتاب الجنائز مطبوعہ دار صادر بیروت ۴/ ۵۵

اقول: وھو وان کان مرسلا بطریقته فالمرسل حجة عندنا وعند الجمھور	اقول: یہ حدیث اگرچہ اپنے دونوں طریقوں مُرسل ہے مگر مُرسل ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
بمبئی آمدہ بود عبارتش ازیں مقام اینست۔
سے آیا تھا اس جگہ سے اس کی عبارت یہ ہے

اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو زیادہ صریح لیجئے، کبیری شرح منیہ عبداللہ بن ابی بکر سے روایت ہے:

قال لما التقی الناس بموتة جلس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علی المنبر وکشف له مابینه وبین الشام فھو ینظر الٰی معترکھم فقال علیه الصلٰوة والسلام اخذ الرایة زید بن حارثة فمضی حتی استشھد وصلی علیه ودعا له وقال استغفروا له دخل الجنة وھو یسعی ثم اخذ الرایة جعفر بن ابی طالب فمضی حتی استشھد وصلی علیه رسول اللہ تعالٰی علیه وسلم ودعا له وقال استغفروا له دخل الجنة فھو یطیر فیھا بجناحین حیث شاء[1]۔

جب مقامِ موتہ میں لڑائی شروع ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے پردے اُٹھادئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیکھ رہے تھے، اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: زید بن حارثہ نے جھنڈا اٹھایا ور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں اپنی صلاۃ ودعاء سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لئے استغفار کرو، بیشک وُہ دوڑتا ہوا جنت مین داخل ہوا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: پھر جعفر بن ابی طالب نے علم اُٹھایا اور لڑتا رہا یہاں یک کہ شہید ہوا، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو اپنی صلاۃ ودُعا سے شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہوا اور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتا پھرتا ہے۔(ت)

اسی حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے بعد نماز جنازہ کے دعا کی ہے اور صحابہ کرام کو بھی آپ نے امر فرمایا ہے پس صورتِ مسئولہ کے جواز میں کیا کلام رہا انتہی منہ ۱۲ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

[1] غنیۃ المستملی شرح منیہ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۸۴

ثم الثالث عندنا توثیق الواقدی کما افادہ المحقق حیث اطلق فی الفتح ثم الاصل فی الالفاظ الشرعیۃ فالصلٰوۃ حملھا علی معانیھا الشرعیۃ فالصلٰوۃ غیرادعاء ثم التاسیس خیرمن التاکید فالدعاء غیرالصلٰوۃ۔	حجت ہے ـــــ پھر ہمارے نزدیک ثابت یہی ہے کہ امام واقدی ثقہ ہیں جیسا کہ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمایا-- پھر الفاظ شرعیہ میں اصل یہ ہے کہ اپنے شرعی معانی پر محمول ہوں تو صلاۃ، غیر دعا ہے-- پھر تاسیس (از سرنو کوئی افادہ) تاکید سے بہتر ہے، تو دعا، غیر صلاۃ ہے۔ (ت)

پھر جب دُعا مستحب اور مطلقاً مستحب اور اکثار مستحب اور قبل نماز بعد نماز ہر طرح مستحب، تو بعد نماز متصلاً اس سے کون مانع، بلکہ یہ وقت تو خاص مظنہ نفحاتِ ربانیہ ہے کہ عمل صالح خصوصًا نماز حالتِ رحمت ورحمتِ الٰہی سببِ اجابت، ولہذا دُعا سے پہلے تقدیم عمل صالح مطلوب ہوئی،

کما فی الحصن قال القاری وتقدیم عمل صالح ای قبل الدعاء لیکون سببالقبولہ کما فی حدث ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی صلٰوۃ التوبۃ علی ماسیاتی فی اصل الکتاب ورواہ الاربعۃ وابن حبان[1]۔	جیسا کہ حصن حصین میں ہے-- اس کی شرح میں مولانا علی قاری نے فرمایا: عمل صالح کی تقدیم، یعنی دُعا سے قبل نیک کام کی بجا آوری تاکہ قبولِ دعاء کا سبب ہو، جیسا کہ نمازِ توبہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے، جیسا کہ اصل کتاب حصن حصین میں آرہا ہے اور اسے اربعہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اور ابن حبان نے روایت کیا۔ (ت)

ولہذا ختمِ قرآن واتمامِ صوم ونمازِ پنجگانہ بلکہ ہر نمازِ مفروض بلکہ ہر فرض کے بعد دعا کی ترغیب احادیث میں آئی ہے جن میں نمازِ جنازہ بھی قطعًا داخل،

الترمذی وحسنہ والنسائی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قالت یارسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبرالصلوات المکتوبات[2] قال	ترمذی بافادہ تحسین اور نسائی حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں، وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کون سی دُعا سُنی جانے والی ہے؟ فرمایا: وُہ جو اخیر شب کے درمیان ہو اور فرض

[1] حرز ثمین شرح حصن حصین حواشی حصن حصین آدابِ دُعا ص ۱۷ حاشیہ ۱۵ افضل المطابع لکھنؤ ص ۹

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲ /۱۸۸

القاری التقیید بھالکونھا افضل الحالات فھی ارجی لاجابت الدعوات اھ[1]۔ البیھقی والخطیب وابونُعَیم وابن عساکر عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم مع کل ختمۃ دعوۃ مستجابۃ[2]، احمد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ وحزیمۃ وحبان فی صحاحھم والبزار عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثۃ لا ترددعوتھم الصائم حین افطر[3] الحدیث، الطبرانی فی الکبیر عن العرباض بن ساریۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی صلٰوۃ فریضہ فلہ دعوۃ مستجابۃ ومن ختم القراٰن فلہ دعوۃ مستجابۃ[4]، الدیلمی فی مسند الفردوس عن امیرالمومنین علی کرم اللّٰہ وجھہ من ادی فریضۃ فلہ

نمازوں کے بعد ـــ علامہ علی قاری نے فرمایا: بعد فرائض کی تقیید اس لئے ہے کہ یہ سب افضل حالت تو اس میں قبولِ دعا کی امید زیادہ ہے اھ۔ بیہقی، خطیب، ابونعیم اور ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ہر ختم قرآن کے ساتھ ایک دعا مقبول ہوتی ہے--امام احمد، ترمذی بافادہ تحسین، ابن ماجۃ، ابن خزیمہ، ابن حبان اپنی صحاح میں اور بزار (اپنی مسند میں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں وُہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تین شخص ہیں جن کی دعا رد نہیں ہوتی ایک روزہ دار جب افطار کرے، الحدیث--طبرانی معجم کبیر میں حضرت عِرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے وُہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: جس نے فرض نماز ادا کی اس کی ایک دعا مقبول ہوتی ہے اور جس نے قرآن ختم کیا اس کی بھی ایک دعا مقبول ہوتی ہے--دیلمی مسند الفردوس میں امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی ہیں جس نے کوئی فریضہ ادا کیا خدا کے یہاں اس کی ایک

---

1 حرز ثمین شرح حصن حصین حواشی حصن حصین اوقات الاجابۃ ص ۲۲ حاشیہ ۱۱۶ افضل المطابع لکھنؤ ص ۱۴

2 کنزالعمال بحوالہ البیھقی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۲۳۱۴ مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱/ ۵۱۷

3 سنن ابن ماجہ باب فی الصیام لاترد عوتہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۶

4 المعجم الکبیر مروی عِرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حدیث ۶۴۷ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۸/ ۲۵۹

داللہ دعوۃ مستجابۃ[1]،وفی الباب احادیث اخر اوردنا بعضھا فی رسالتنا سرورالعیدالسعیدفی حل الدعاء بعد صلاۃ العید(۱۳۰۷ھ)	دعا مقبول ہوتی ہے--اس باب میں اور بھی حدیثیں ہیں جن میں سے کچھ ہم نے اپنے رسالہ سرور العیدالسعیدفی حل الدعاء بعد صلاۃ العید (۱۳۰۷ھ) میں نقل کی ہیں۔

خود رب العزت عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ﴿۷﴾ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾ [2]۔	جب تو نماز سے فارغ ہو تو دُعا میں مشقت کر اور اپنے رب کی طرف زاری وتضرع کے ساتھ راغب ہو (ت)

جلالین میں ہے:

فاذا فرغت من الصلوۃ فانصب اتعب فی الدعاوالی ربك فارغب تضرع[3]۔	جب تو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں مشقت کر اور اپنے رب کی طرف زاری وتضرع کے ساتھ راغب ہو۔(ت)

بالجملہ دُعائے مذکور کے جواز میں شک نہیں، ہاں دفعِ احتمالِ زیادت کو نقضِ صفوف کرلیں اسی قدر کافی ہے کہ اس کے بعد احتمالِ زیادت کا اصلاً محل نہیں ہے، جس طرح بعدِ ختمِ نمازِ ظہر ومغرب وعشاء ادائے سنن کے لئے مقتدیوں کو کسرِ صفوف مسنون، کہ اس کے بعد کسی آنے والے کو بقائے جماعت کا احتمال نہیں ہوسکتا۔علامہ محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

لفظ البدائع اما المقتدون فبعض مشائخنا قالوالاحرج فی ترك الانتقال لانعدام الاشتباہ علی الداخل عندمعاینۃ فراغ مکان الامام عنہ، وروی عن محمد انہ قال مستحب للقوم ایضا ان ینقضوا الصفوف ویتفرقوا لیزول	بدائع عبارت یہ ہے: رہا مقتدیوں کا حکم تو ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا وُہ اگر اپنی جگہ سے نہ ہٹیں تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ آنے والا جب امام کی جگہ خالی دیکھ لے گا تو اسے بقائے جماعت کا شبہہ نہ رہ جائے گا۔ اور امام محمد سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: قوم کے لئے بھی مستحب ہے کہ صفیں توڑدیں اور منتشر ہوجائیں

[1] کنزالعمال بحوالہ الدیلمی عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۱۹۰۴۰ مطبوعہ مؤسستہ الرسالۃ بیروت ۱۷/ ۳۱۳

[2] القرآن ۹۴/ ۸،۷

[3] جلالین نصف ثانی الم نشرح مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۰۰

الاشتباہ علی الداخل المعاین الکل فی الصلاۃ الیعید عن الامام ولماروینا من حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ف وھذا فی الذخیرۃ انہ روی عن محمد ومشی علیہ رضی الدین فی المحیط ناصّا علی انہ السنۃ[1]۔اھ	تاکہ ایسے شخص کو شبہہ نہ ہو جو بعد میں آئے اور سب کو نماز میں دیکھے، اور امام سے دور ہو۔ اور اس حدیث کی وجہ سے بھی جو ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی --اور ذخیرہ میں یہ ہے کہ یہ امام محمد سے روایت ہے اور اسی پر محیط میں رضی الدین نے مشی فرمائی اس تصریح کے ساتھ کہ یہی سنّت ہے اھ (ت)

ثم اقول: یہ بھی لحاظ لازم کہ صرف اس دُعا کی غرض سے جنازہ اٹھانے کو تعویق و درنگ میں نہ ڈالیں کہ یہاں شرعًا تعجیل مامور ہے اور دُعا کچھ تعویق پر موقوف نہیں، اتنے کلمات اللھم لا تحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ، بلکہ اس سے زائد جنازہ اٹھاتے اٹھاتے کہہ سکتے ہیں کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) امام ابن حاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

ان بعض من یعتنون بہ من الموتی یترکونہ بعدان یصلی علیہ فی المسجد ویقفون عندہ، ویطولون الدعاء وبعضھم یفعل ماھو اکثر من ذلک وھو تکبیر المؤذنین اذذاك علی ماتقدم من زعقاتھم ویطولون فی ذلک، والسنۃ التعجیل بالمیّت الٰی دفنہ ومواراتہ وفعلھم یضد ذلک، فلیحذر من ھذا واللہ المستعان[2]۔	انہیں جس مُردے سے اعتنا ہوتا اُسے نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد مسجد میں چھوڑ دیتے ہیں اور اس کے پاس ٹھہر کر دیر تک دُعا کرتے ہیں، اور بعض اس سے زیادہ کرتے ہیں، وہ یہ کہ اُس وقت مؤذنین تکبیر کہتے ہیں جیسا کہ ان کی بلند بانگوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اور اس میں طول دیتے ہیں۔ جب کہ سنت یہ ہے کہ میّت کو لے جا کر جلد دفن کریں اور ان لوگوں کا عمل اس کے برخلاف ہے، تو اُس سے بچنا چاہئے۔ اور خدا ہی سے مدد طلبی ہے۔ (ت)

دیکھو ان امام نے باآنکہ انکار حوادث میں مبالغہ شدیدہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ بعض جگہ حد سے تجاوز واقع ہوگیا، کما نص علیہ الامام المحقق جلال الملۃ والدین السیوطی (جیسا کہ امام محقق جلال الدین

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان مایستحب للامام الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۶۰

[2] المدخل لابن الحاج صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۶۳

ف: حلیہ مجھے دستیاب نہیں اس لئے بدائع الصنائع کا حوالہ دیا جارہا ہے۔ نذیر احمد

سیوطی نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ت) بعد نماز جنازہ میت کے لئے نفسِ دعا پر انکار نہ فرمایا بلکہ تطویلِ دعا کی ممانعت فرمائی کہ منافی تعجیل ہے بعض فتاوٰی میں کہ واقع ہوالایقوم داعیاله. لایقوم للدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ (دعا کرتے ہوئے کھڑا نہ ہو--یا--بعد نماز جنازہ دعا کے لئے کھڑا نہ ہو۔ت) بعض علماء نے اُسے منع قیام، بمعنی انتصاب، پر محمول کرکے بیٹھ کر دعا کو، اس ممانعت میں داخل نہ ہونے کا استظہار کیا۔

کما نقل عن بعضهم بمانصه چوں منع در کتب بلفظ قیام واقع شدہ شاید کہ دراں اشارت باشد باآں کہ اگر نشستہ دُعا کند جائز باشد[1]۔	جیسا کہ بعض سے منقول ہے عبارت یہ ہے: چونکہ کتابوں میں لفظِ قیام کے ساتھ ممانعت آئی ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ اُس وقت یہ اشارہ کہ اگر بیٹھ کر دُعا کرے تو جائز ہے (ت)

بلکہ کراہت اس قدر سے بھی اطلاق منع مانعین میں خلل واقع، وانا اقول: وباللّٰه التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور یہ اللہ کی توفیق سے ہے۔ت) قیام، ان کلماتِ علماء میں بمعنی توقف ودرنگ ہے کہ ان معنی مین بھی اس کا استعمال شائع،

قال تعالٰی حَسُنَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا[2] ای موضع قرار، لامحل انتصاب، اذلامحل له، وکذاقوله تعالٰی حاکیا عن الکفار، یٰۤاَهۡلَ یَثۡرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمۡ[3] وقال تعالٰی یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ[4] ای یواظبون علیها ومنه اسمائه تعالٰی القیوم القیام والقیم بمعنی الدائم القیام بتدبیر الخلق[5]۔ومنه حدیث فی معجزاته صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لولم تکله لقام لکم[6] ای دام وثبت ولم ینفذ و	باری تعالٰی کا ارشاد ہے: جنت کیا ہی عمدہ ٹھکانہ اور مقام ہے۔ مقام کا معنی ٹھہرنے کی جگہ، کھڑے ہونے کی جگہ نہیں اس لئے کہ اس کا موقع نہیں۔ اسی طرح قولِ کفار کی حکایت فرماتے ہوئے ارشادِ باری ہے: اے اہل یثرب! تمہارے لئے مقام نہیں یعنی جائے قرار نہیں-- اور ارشاد باری ہے: نماز قائم کرتے ہیں۔یعنی اس پر مداومت کرتے اور ہمیشگی برتتے ہیں-- اور اس سے باری تعالٰی کے اسماء قیوم، قیّام، قیم ہیں--یعنی

---

1 کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰

2 القرآن ۲۵/۷۶

3 القرآن ۳۳/۱۳

4 القرآن ۵/۳۱

5 مجمع البحار تحت لفظ قوم منشی نولکشور لکھنؤ ۳/۱۸۱

6 صحیح مسلم کتاب الفضائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۲۴۶

منه حديث، سنة قائمة[1] اى دائمة مستمرة وفى دعاء الاذان والصلاة القائمة اى الدائمة التى لايعتريهانسخ وفى حديث حكيم بن حِزام رضى الله تعالٰى عنه بايعت رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ان لااخرالاقائما[2] اى لااموت الا ثابتا على الاسلام[3] قاله المجدفى القاموس وقال قام الماء، جمد والدابة وقفت واقام بالمكان اقامة وقامة دام والشيئ ادامه و ماله قيمة، اذالم يدم على شيئ[4] (ملخصا) اھ و قال فى مجمع بحار الانوار، وح قوموا الى سيدكم، فيه استحباب القيام عنددخول الافضل وهوغيرالقيام المنهى لان ذلك بمعنى الوقوف وهذابمعنى النهوض ط (للطيبى شارح المشكٰوة) ليس هومن القيام المنهى عنه انما هو فيمن يقومون عليه وهو جالس ويمثلون قياما طول جلوسه[5] (ملخصًا)	دوام والا، ہمیشہ مخلوق کی تدبیر فرمانے والا-- اسی سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزات کی ایک حدیث ہے: اگر تم اسے نہ ناپتے تو وہ تمہارے لئے قائم رہتا یعنی وہ غلہ دائم وثابت رہتا اور ختم نہ ہوتا-- اسی سے یہ حدیث ہے۔ سنت قائمہ یعنی دائمی اور ہمیشہ رہنے والا طریقہ --اور دعائے اذان میں ہے: والصلٰوۃ القائمۃ-- یعنی دائمی نماز جسے نسخ عارض ہونے والا نہیں-- حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ زمین پر نہ گروں گا مگر قائم رہ کر-- یعنی نہ مروں گا مگر اسلام پر برقرار اور ثابت رہ کر-- اسے مجد الدین فیروز آبادی نے القاموس المحیط میں ذکر کیا-- اور مزید لکھا: قام الماء-- پانی جم گیا-- قام الدابۃ-- جانور ٹھہرا-- اقام بالمکان-- اس جگہ ہمیشہ رہا-- اقام الشیئ-- اس شیئ کو ہمیشہ رکھا-- مالہ قیمۃ-- اسے کسی چیز پر دوام نہیں اھ-- مجمع بحار الانوار میں ہے: حدیث اپنے سردار کے لئے قیام کرو--

[1] مشکٰوۃ المصابیح بحوالہ ابی داؤد ابن ماجہ کتاب العلم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۵، مجمع البحار تحت لفظِ قوم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۳ / ۱۸۱
[2] مسند احمد بن حنبل مروی از حکیم بن حزام مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۴۰۲
[3] القاموس المحیط باب المیم فصل القاف مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۱۷۰
[4] القاموس المحیط باب المیم فصل القاف مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۱۷۰
[5] مجمع بحار الانوار تحت لفظِ قوم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۸۲

اس حدیث سے افضل کی آمد کے وقت قیام کا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے--اور یہ قیامِ ممنوع سے جدا ہے اس لئے کہ وُہ قیام بمعنی وقوف ہے اور یہ بمعنی نہوض (اٹھنا) ہے—طیبّی شارح مشکوٰۃ نے فرمایا: یہ قیام ممنوع سے نہیں، وہ توان لوگوں کے بارے میں ہے جو کسی کے بیٹھے رہنے کی حالت میں جب تک وُہ بیٹھا رہے اُس کے سامنے سیدھے کھڑے رہتے ہیں (ت) پس عبارات اسی منع تطویل دعا کی طرف راجع ہیں جس کے باعث امر تجہیز و تعویق میں پڑے، ورنہ اگر کلماتِ یسیرہ کہے جائیں جیسا سوال میں مذکور یا ہنوز جنازہ لے چلنے میں کسی اور ضرورت سے دیر ہو اور ایسی حالت میں دعائے تطویل کرتے رہیں تو ہرگز زیرِ منع داخل نہیں کہ صورتِ اولیمیں تاخیر ہی نہیں اور ثانیہ میں، تاخیر بوجہ آخر ہے، نہ بغرضِ دعا۔ ولہٰذا فقہائے کرام نے لایقوم للدعاء (دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔ت) فرمایا نہ **لایدعو قائما** (ٹھہرنے کی حالت میں دُعا نہ کرے۔ت) یا **لایدعو بعدھا اصلا** (بعد جنازہ بالکل دعا نہ کرے۔ت) لاجرم حدیث سے ثابت کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازہ مبارک کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کرکے کھڑے ہوئے اور امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم بھی اس مجمع میں شامل اور امیر المومنین شہید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دعاء وثناء میں شریک ہوئے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی:

واللفظ لمسلم وضع عمر بن الخطاب علی سریرہ فتکنفه الناس یدعون ویثنون ویصلون علیه قبل ان یرفع، وانا فیھم قال فلم یرعنی الا رجل قد اخذ بمنکبی من ورائی فالتفت الیه فاذا ھو علی فترحم علی عمر وقال ماخلفت احدا احب الی ان القی اللہ بمثل عمله منك وایم اللہ ان کنت لاظن ان یجعلك اللہ مع صاحبیك[1]۔ وفی	یعنی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جنازہ رکھا تھا، لوگ چار طرف سے احاطہ کئے ہوئے اُن کے لئے دُعا وثناء میں مشغول تھے، میں بھی اُنہیں دُعا کرنے والوں میں کھڑا تھا ناگاہ ایک شخص نے پیچھے سے آکر میرے شانے پر کہنی رکھی میں نے پلٹ کر دیکھا تو علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ تھے۔ جنازہ شریفہ کی طرف مخاطب ہو کر بولے: اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا نہ چھوڑا جو مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہو کہ میں اُس کے سے

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۲۷۶

روایة للبخاری قال انی لواقف فی قوم یدعون الله لعمر بن الخطاب وقد وضع علی سریرہ اذا رجل من خلفی قد وضع مرفقه علی منکبی یقول رحمك الله ان کنت لارجو ان یجعلك الله مع صاحبیک[1] الحدیث	عمل کرکے اللہ تعالٰی سے ملوں، اور خدا کی قسم مجھے امید واثق تھی کہ اللہ تعالٰی آپ کو آپکے دونوں صاحبوں سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وامیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رفاقت نصیب فرمائے گا۔الحدیث

ثم اقول: ہر شخص اپنے نفس میں دُعا کرے دوسروں سے تاکید وتقاضا میں مصروفی واشتغال یا نہ کرنے والوں سے نزاع وجلال کا وہ محل نہیں کہ وُہ وقت اعتبار و تفکر واتعاظ وتدبر کا ہے، نہ غافلانہ رفع اصوات وبحث ومنازعت کا۔

وقد وردت فی ذلك اثار کثیرۃ عن الصحابة الکرام والتابعین الاعلام رضی الله تعالٰی عنهم وصرحت به العلماء الحنفیة والمالکیة و الشافعیة وغیرهم قدست اسرارهم۔	اس بارے میں صحابہ کرام اور تابعین اَعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کثیر آثار وارد ہیں۔ حنفی، مالکی، شافعی اور ان کے علاوہ علماء قدست اسرارہم نے اس کی صراحت فرمائی ہے(ت)

امید کرتا ہوں کہ یہ وہ قول فصل وحکم عدل ہو، جسے ہر ذی انصاف پسند کرے **وبالله التوفیق** رہا مظنہ فساد اعتقاد کہ ایسے مواضع میں اکثر دستاویز مانعین ہوتا ہے اور اُسے جہلاً خواہ تجاہلاً موجب منع و تحریم نفس فعل وبجائے ترک مواظبت **ولو من البعض المقتدٰی بهم** (اگرچہ مداومت کا ترک بعض مقتداء وپیشوا حضرات سے ہی عمل میں آجائے۔ت) مواظبت ترک مطلق کے وجوب پر دلیل ٹھہراتے ہیں، عندالتحقیق یہ صرف ان کی تلبیع سحیق ہے، حق یہ کہ جہاں ایسا ہو تو صرف ترک احیاناً اُس کے ازالہ میں کافی، **کما نص علیه العلماء فی غیر ما کتاب** (جیسا کہ علماء نے متعدد کتابوں میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔ت) (یعنی اگر یہ گمان ہو کہ لوگ واجب سمجھیں گے تو کبھی ترک بھی کردے۔ نہ یہ کہ ہمیشہ ترک کرنا واجب ہوجائے ۔مترجم) اور وہ بھی عموماً ضروری نہیں صرف علمائے مشار الیہم بالبنان کی جانب سے کفایت کرتا ہے کہ اُنہیں کے افعال پر نظر ہوتی ہے اور وہی باعثِ ہدایت عوام، **والله الهادی الی سبل السلام والصلٰوۃ والسلام الی یوم القیام الی حبیبه واٰله وصحبه الکرام وعلینا بهم**

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱۹

یا ذاالجلال والاکرام ، واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم (اور اللہ ہی سلامتی کے راستوں کی ہدایت دینے والا ہے، روزِ قیامت تک درود وسلام ہو اس کے حبیب، اور ان کے معزز آل واصحاب پر، اور ان کے واسطے ہم پر بھی اے بزرگی وعزت والے! اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم زیادہ کامل و محکم ہے۔ (ت)

بذل الجوائز علی الدّعاء بعد صلاۃ الجنائز ۱۳۱۱ھ

(نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کرنے پر انعامات کی تقسیم)

مسئلہ نمبر ۶۴: استفتاء از کانپور

بشرف ملاحظہ جامع المعقول والمنقول، واقف الفروع والاصول حضرت مولانا مولوی احمد رضاخاں صاحب مدظلہ العالی، پس از تسلیم معروض، براہِ کرم اس کا جواب مرحمت فرمائے گا۔ والتسلیم محمد عبدالوہاب از کانپور، مدرسہ فیض عام۔

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں جو بلاد دکن وغیرہ میں یہ امر مروج ہے کہ بعد سلام نماز جنازہ قبل تفرق صفوف یعنی امام ومقتدی دونوں رُوبقبلہ اسی ہیئتِ معلومہ صلاۃ جنازہ پر قائم رہتے ہیں اور میّت کے حق میں چند دعائیں وسورہ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر بخشتے ہیں آیا یہ امر شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ امید کہ اس کا شافی جواب بحوالہ عباراتِ کتبِ معتبرہ مذہب حنفیہّ مرحمت ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والحمدللہ مجیب الدعوات وافضل الصلاۃ واکمل التحیات علی ملاذ الاحیاء ومعاذالاموات خالص	اللہ کے نام سے شروع نہایت مہربان، رحم والا۔ سب خوبیاں خداکے لئے جو دعائیں قبول فرمانے والا ہے، اور بہتر درود، کامل ترین تحیتیں ہوں اُن پر جو زندوں کی پناہ گاہ، مردوں کا مرجع، خالص اور

الخیر ومحض البرکات فی الحیاۃ الاولٰی والحیاۃ العلیٰی بعد الممات وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ کریمی الصفات ما بُعد ماضٍ وقُرب اٰت اٰمین۔	محض خیر وبرکت ہمیں دنیا کی زندگی میں اور بعد موت کی بالاتر زندگی میں، اور ان کے بزرگ صفات والے آل واصحاب پر، جب تک کوئی گزرنے والا دُور اور آنے والا قریب ہوتا رہے الٰہی قبول فرما۔(ت)

اواخر ماہِ فاخر حضرت مفیض المفاخر شہر ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ ہجری میں اس مسئلہ کے متعلق ایک سوال بعض اہل علم وسنت نے بمبئی سے بھیجا جس کا اجمالی جواب قدرے تحقیق حدیثی پر مشتمل دیا گیا، اب کہ ۱۲رجب المرجب ۱۳۱۱ھ کو یہ سوال کانپور مدرسہ فیض عام سے آیا اس میں صورت نازلہ شکل مسئلہ بمبئی سے جدا ہے، وہاں یہ تھا کہ بعد نماز جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دعا **اللھم لا تحرمنا اجرہ وتفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ** یا مثل اس کے کی جاتی ہے، یہاں یُوں ہے کہ قبل تفرق صفوف روبقبلہ اسی ہیئت معلومہ پر قائم رہتے ہیں الخ ادائے حقِ افتاء کو بس تھا کہ اس صورت خاصہ کا حکم لکھتا مگر ممکن کہ فتوٰی نظر گاہ عامہ تک پہنچے اور فقیر کو تجربہ ہے کہ بہت عوام تمایز صور سے غفلت کرتے اور بعض ناظرین قصداً بھی انہیں غلط میں ڈالتے ہیں، لہٰذا ایسی جگہ ہمیشہ پوری بات کا ذکر کرنا مناسب کہ **من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل** (جو اپنے زمانہ والوں سے ناآشنا ہو وہ جاہل ہے۔ت) وہاں تحقیق حدیثی تھی یہاں بعونہٖ عزّوجل ایک مقدمہ تمہید کرکے تنقیح فقہی سے کام لیجئے کہ باوصف تکرار، تکرار بھی نہ ہو اور ایضاح مرام وازاحتِ اوہام بھی بحمد اللہ تعالٰی نہایت کو پہنچے۔ **فاقول: وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق** (تو میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے اور اسی کی مدد سے بلندی تحقیق تک رسائی ہے۔ت)

سلفاً وخلفاً ائمہ اہلسنّت وجماعت رضی اللہ تعالٰی عنہم وعنابہم کا اجماع ہے کہ امواتِ مسلمین کے لئے دعا محبوب اور شرعاً مطلوب، نصوص شرعیہ آیۃً وحدیثاً بارہ ارسال مطلق واطلاق مرسل پر وارد جن میں کسی زمانہ کی تقلید وتحدید نہیں کہ فلاں وقت تو مستحب ومشروع ہے اور فلاں وقت ناجائز وممنوع۔ چند حدیثیں فتوٰی اولٰی میں گزریں، یہاں بعض احادیث تازہ ذکر کردوں کہ فیض وعطائے حضرت رسالت علیہ الصّلوٰۃ والتحیۃ محدود نہیں۔

حدیث۱: حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثر الدعاء[1] الحاکم فی مستدرك عن	دعا بکثرت کر۔ اسے حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۵۲۹

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وصححہ ورمز الامام السیوطی لصحتہ۔	رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اسے صحیح کہا۔امام سیوطی نے بھی اس کے صحیح ہونے کا نشان (رمز) لگایا۔

حدیث ۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذاسأل احدکم فلیکثر فانما یسأل ربہ[1]۔ ابن حِبّان فی صحیحہ والطبرانی فی الاوسط عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔	جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو بکثرت کرے کہ اپنے رب سے ہی سوال کررہا ہے۔اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بسند صحیح روایت کیا۔

اقول: یہ حدیث سوال و مسئول دونوں میں تکثیر کی طرف ارشاد فرماتی ہے۔ مسئول میں یوں کہ بہت کچھ مانگے، بڑی چیز مانگے کہ آخر ربِّ قدیر سے سوال کرتا ہے، اور سوال میں یوں بار بار مانگے، بکثرت مانگے کہ آخر کریم سے مانگ رہا ہے، وہ تکثیر سوال سے خوش ہوتا ہے بخلاف ابنِ آدم کے کہ بار بار مانگنے سے جھنجھلا جاتا ہے فللّٰہ الحمد وحدہ (تو خدائے یکتا ہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں۔ت)

حدیث ۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم[2]۔ابو الشیخ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	دعا بکثرت مانگ کر دُعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔اسے ابوالشیخ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اقول: اس معنی کی تحقیق کہ یہاں قضاء مبرم سے کیا مراد ہے، فقیر نے اپنے رسالہ ذیل المدعا لاحسن الوعاء میں ذکر کی۔

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لقد بارك اللہ لرجل فی حاجۃ اکثر الدعاء فیہا[3]۔ البیہقی فی الشعب والخطیب	بیشک اللہ تعالٰی نے برکت رکھی آدمی کی اس حاجت میں جس میں وُہ دعا کی کثرت کرے۔اسے بیہقی نے

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الاوسط باب سؤال العبد حوائجہ کلّہا الخ مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۱۰/۱۵۰

[2] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۱۲۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۲/ ۶۳

[3] شعب الایمان ذکر فصول فی الدعاء مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/

شعب الایمان میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا	فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حدیث ۵: کثرت دعا سے گھبرا کر دعا چھوڑ دینے والے کو فرمایا: ایسے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

بندے کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے جب تک کہ کسی گناہ یا قطعِ رحم کا سوال نہ کرے اور جب تک کہ جلد بازی نہ کرے۔ عرض کیا یارسول اللہ جلد بازی کیا ہے؟ فرمایا جب بندہ کہنے لگے کہ میں نے بار بار دعا کی، قبول ہوتی نظر نہیں آتی، اُس وقت اُکتا کر چھوڑ دے۔ یہ حدیث امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ اور اصل حدیث بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ سبھی کے یہاں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے موجود ہے اور اس باب میں اس کے علاوہ اور حدیثیں ہیں۔ (ت)	لا یزال یستجاب للعبد مالم یدع باثم اوقطعیة رحم مالم یستعجل قیل یارسول اللہ ماالاستعجال یقول قددعوت فلم اریستجیب لی فیستحسر عندذلك ویدع الدعاء[1]۔ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ واصل الحدیث عندالشیخین وابی داؤد والترمذی وابن ماجۃ جمیعاعنہ وفی الباب وغیرہ۔

حدیث ۶و۷: حدیثِ حسن میں تصریحاً ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ اور تجلیات رحمتِ الٰہی کی تلاش رکھو کہ اللہ عزوجل کے لئے اس کی رحمت کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ اسے ابوبکر بن ابی الدنیا نے "الفرج بعد الشدۃ" میں، امام اجل عارف باللہ سیّدی محمد ترمذی نے نوادرالاصول میں، بیہقی نے شعب الایمان میں، ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں انس بن مالک سے اور شعب الایمان میں حضرت	اطلبوا الخیر دھرکم کلہ وتعرضوا النفحات رحمۃ اللہ فان للہ نفحات من رحمۃ یصیب بھا من یشاء من عبادہ[2]۔ ابوبکر بن ابی الدنیا فی الفرج بعد الشدۃ والامام الاجل عارف باللہ سیدی محمد الترمذی فی نوادرالاصول والبیہقی فی شعب الایمان وابونعیم فی حلیۃ الاولیاء عن انس بن مالك وفی الشعب

[1] صحیح مسلم شریف کتاب الذکروالدعاء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۳۵۲/۲
[2] نوادرالاصول الاصل الرابع والثمانون والمائۃ فی طلب الخیر مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۲۳

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما وتقدم نحوہ للطبرانی فی المعجم الکبیر عن محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الفتوی الاولی قال العامری حسن صحیح **اقول**: وقولی حسن حسن صحیح لمارأیت من تعدد طرقہ وقد حسن الشیخ محمد حجازی الشعرانی حدیث المعجم الکبیر۔	ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی روایت کیا۔ اور اسی کے ہم معنی حدیث طبرانی کی معجم کبیر کے حوالے سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت پہلے فتوٰی میں گزر چکی ہے۔ عامری نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ **اقول**: اور میرا اسے حسن کہنا اچھا اور درست ہے، کیونکہ اس کے متعدد طریق ہیں۔ اور شیخ محمد حجازی شعرانی نے معجم کبیر کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ (ت)

یہاں تو بحمد اللہ نہ صرف اطلاق بلکہ صراحۃً تعمیمِ زمانہ ہے جس میں نمازِ جنازہ سے قبل وبعد متصل ومنفصل سب اوقات قطعًا داخل، توجس وقت دعا کیجئے بلاشبہ عین مامور بہ اور حسن فی حد ذاتہ ہے، توجب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو منع وانکارِ حکم شرع کارد وابطال ہے۔ اب وہ عدمِ نقل خصوص وعدم ورود خاص کا شگوفہ جس سے حضرات منکرین امثال مسائل میں اکثر مغالطہ دیتے ہیں، ہباءً منثورًا ہوگیا کہ جب بہ تصریح تعمیم امر شرع وارد تو جمیع ازمنہ تحت امر داخل، پھر کسی خاص میں عدمِ ورود کیا معنی، یہ استناد اگر ہوگا تو ایسا ہوگا کہ زید کہے اگرچہ قرآن عظیم میں **اقیموا الصلٰوۃ** وغیرہا بصیغہ عموم وارد مگر خاص میرا نام لے کر حکم کہاں ہے، تو مجھ پر فرضیتِ نماز کا ثبوت نہیں۔ آپ سے ذی ہوش سے یہی کہا جائے گا کہ جب عام نازل توتُو بھی داخل۔ اگر مدعی خروج ہے خروج ثابت کر۔ غرض ایسا مکابرہ تو مقیاس الجنون کے اعلٰی نمبر سے کچھ ہی درجے گھٹا ہوگا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حسن فی ذاتہ کو کبھی خارج سے کوئی امر مزاحم حسن عارض ہوتا ہے، جو کسی خاص مادہ میں اس کا دعوٰی کرے وہ مدعی ہے بارِ ثبوت اس کے ذمّہ ہے۔ پھر ظاہر کہ عارض اپنے عروض ہی تک مزاحم رہے گا زائل ہوتے ہی اصل حسن کا حکم عود کرے گا۔ **کما لایخفی علی من لہ ادنی نصیب من عقل مصیب** (جیسا کہ ہر اس شخص پر واضح ہے جسے عقل صحیح کا کوئی بھی حصہ نصیب ہوا ہے۔ ت) اس مقدمہ واضحہ کے بعد اُن کلماتِ فقہاء پر نظر ڈالئے جن سے بے مایہ صاحبوں کو دھوکا ہو یا ہوشیار لوگ دانستہ عوام کو مغالطہ دیں۔

اقول: عامہ کتب میں یہ عامہ اقوال ہر گز اطلاق وارسال پر نہیں کہ بعد نماز جنازہ مطلقًا دعا کو مکروہ لکھتے ہیں، اور کیونکہ لکھتے کہ خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ وائمہ سلف وخلف کے اقوال وافعال کثیرہ متواترہ اور انہیں فقہاء کی تصریحاتِ وافرہ وکلماتِ متظافرہ۔ خلاصہ یہ کہ نصوصِ شریعت و

اجماعِ اُمّت اس تعمیم واطلاق کے رَد پر شاہد عدل ہیں، معلوم نہیں حضرات منکرین کے یہاں زیارت قبور نمازِ جنازہ کے بعد ہوتی ہے یا پیشگی ہولیتی ہے، اگر بعد ہی ہوتی ہے تو شاید اُس وقت دعائے اموات میں جواحادیث واقوالِ علماء وفقہائے قدیم وحدیث وارد ہیں اپنے ظہور بین کے سبب اظہار سے غنی ہوں تو اطلاق کا تو کوئی محل ہی نہ تھا۔ ہاں انہوں نے تقیید کی اور کاہے سے کی، بلفظِ قیام یعنی یہ کہا کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لئے قیام برائے دعا نہ کرے، نہ یہ کہ بعد نماز جنازہ دعا ہی نہ کرے۔ جامع الرموز میں ہے: **لایقوم داعیا له**[1] (میت کے لئے دعا کرتے ہوئے نہ ٹھہرے ت) ذخیرہ کبرٰی ومحیط وقنیہ میں ہے: **لا یقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ**[2] (نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔ت) کشف الغطاء میں ہے: قائم نشود بعد از نماز برائے دعا **کذا فی اکثر الکتب**[3] (نماز کے بعد دُعا کے لئے نہ ٹھہرے، ایسا ہی اکثر کتابوں میں ہے۔ت) اُسی میں منقول ہے: منع در کتب بلفظ قیام واقع شدہ[4] (کتابوں میں ممانعت لفظِ قیام کے ساتھ آئی ہے۔ت) تو مانع مطلق اگر ان اقوال سے استدلال کرے، صریح مخالف سے تمسک واستناد کرے گا **ولکن النجدیۃ قوم یجھلون** (مگر نجدیہ ایسی قوم ہے جس کے پاس علم نہیں۔ت)

ثم اقول: وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں، اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ت) اب نظر بلند تدقیق پسند تنقیح مناط میں گرم جولاں ہوگی کہ وُہ کیا قیام ہے جس کی قید سے فقہاء یہ حکم دے رہے ہیں۔ آخر نفسِ دُعا اصلاً صالح ممانعت نہیں۔ نہ وہ خود اس کے نفس پر حکم کرتے ہیں، شاید کھڑے ہو کر دُعا منع ہو، یہ غلط ہے۔

قال اللہ تعالٰی: یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ[5]۔ وقال تعالٰی: وَّاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰہِ یَدْعُوْہُ کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: بے شک جب وُہ بندہ خدا اس سے دعا کرتا کھڑا ہو۔

[1] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۸۳
[2] قنیہ باب الجنائز مطبوعہ مشتہرہ بالمہانندیہ (انڈیا) ص۵۶
[3] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص۴۰
[4] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص۴۰
[5] القرآن ۳/ ۱۹۱

لِبَدًا ﴿۱۹﴾[1]	تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پر یہ تہ بہ تہ ٹوٹ پڑیں گے (ت)

شاید خاص میّت کے لئے استادہ دعا منع ہو، یہ بھی غلط۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر میّت کے لئے مروی۔ خود فقہاء فرماتے ہیں: قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا سنت ہے --- فتح القدیر میں ہے:

المعہود منھا (ای من السنۃ) لیس الا زیارتھا والدعاء عندھا قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع[2]۔	سنت سے معہود صرف قبروں کی زیارت ہے اور وہاں کھڑے ہو کر دعا کرنا جیسے بقیع تشریف لے جانے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عمل مبارک تھا۔ (ت)

مسلک متقسط میں ہے:

من اٰداب الزیارۃ ان یسلم ثم یدعوا قائما طویلا اھ ملخصا[3]۔	زیارت قبور کے آداب سے یہ ہے کہ سلام کرے پھر کھڑے ہو کر دیر تک دُعا کرے اھ ملخصًا (ت)

شاید یہ ممانعت صرف نمازِ جنازہ کی حالت میں ہو، بعد دفن اجازت ہو، یہ بھی غلط۔ ہم نے فتوی اولٰی میں حدیث صحیحین ذکر کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نعش مبارک امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کرکے کھڑے ہوئے امیر المومنین شہید کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ پھر سب سے قطع نظر کیجئے تو اس عارض میں مزاحمت حسن وایراث قبیح کی صلاحیت بھی ہو، یا خواہی نخواہی یونہی مزاحم ہو جائے گا۔ آخر قیام میں کیا خصوصیت ہے کہ اس کا انضمام دعائے میّت کو کہ شرعًا مطلوب و مندوب تھی مکروہ و معیوب کردے گا۔ اب نظر نے ان سب احتمالات کو ساقط پا کر اتنا تو جزم کرلیا کہ کوئی معنی خاص مقصود ہے جو مناط و منشاء حکم ہوسکے۔ پھر وُہ ہے کیا اس کے لئے اس نے باریک راہ تدقیق نکالی اور معانی قیام و مناہج کلام و دلائل احکام پر نگاہ ڈالی، معانیِ قیام دو[۲] نظر آئے: برپا استادن کہ مخالف خفتن و نشستن ہے (یعنی پاؤں پر کھڑا ہونا جو سونے بیٹھنے کے مخالف ہے۔ت) اور توقف و درنگ کہ مخالفِ مقابلِ عجلت و شتاب ہے،

---

[1] القرآن ۷۲/۱۹

[2] فتح القدیر باب الشہید مطبوعہ نوریہ رضویہ سکّھر ۲/۱۰۲

[3] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری فصل یستحب زیارۃ اہل المعلی مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۳۴۳-۳۴۴

كما بيّناه فى الفتوى الاولى ومنه قول القائل۔ ولايقوم علٰى ذل يرادبه الا الاذلان عير النجد والوتد فليس المراد ان حمار النجد عند ارادة الذل به يقوم ولايقعد بخلاف غيره وانه يقعد انما اراد ان الحمار النجدى يدوم ويصبر على الذل اما غيره فلا يرضى به۔	جیسا کہ ہم نے اسے پہلے فتوے میں بیان کیا اور اسی سے شاعر کا یہ شعر ہے۔ اُس ذلّت پر، جس کا اس کے ساتھ ارادہ کیا جائے قائم نہیں رہتے مگر دو۲ ذلیل تر نجد کا گدھا اور اس کے باندھنے کا کھونٹا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب نجد کے گدھے کے ساتھ ذلّت کا ارادہ کیا جاتا ہے تو وہ کھڑا رہتا ہے بیٹھتا نہیں ہے اور دوسرا بیٹھ جاتا ہے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ نجدی گدھا ذلّت پر دائم وصابر رہتا ہے اور دوسرا ذلّت سے راضی نہیں ہوتا۔ (ت)

مناہج کلام بھی دو۲ قسم پائے، کہیں تو بعد صلاۃ الجنازہ کی تخصیص ہے: كما فى اكثر العبارات المذكورة (جیسا کہ اکثر مذکورہ عبارتوں میں ہے۔ت) اور کہیں حکم مطلق كما فى عبارة القهستانى (جیسا کہ قہستانی کی عبارت میں ہے۔ت) بلکہ کہیں قبل نماز کے بھی صاف تصریح،

فی کشف الغطا و پیش از نماز نیز بدعانہ ایستد زیراچہ دعامیکند بدعائیکہ او فرو اکبر است بودن دعا یعنی نماز جنازہ کذافی التجنیس[1]۔	کشف الغطا میں ہے: اور نماز سے پہلے بھی دُعا کے لئے نہ کھڑا ہو اس لئے کہ اسے وہ دعاء کرنی ہے جو اس دعا سے زیادہ وافر اور بڑی ہے یعنی نمازِ جنازہ، ایسا ہی تجنیس میں ہے۔ (ت)

حالانکہ پیش از نماز دُعا خود احادیثِ صحیحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت وقد مر بعضها فى الفتوى الاولى (بعض حدیثیں پہلے فتوے میں گزر چکیں۔ت) اور کھڑے ہو کر دعاء بھی صحابہ کرام سے گزری، دلائلِ احکام بھی دو۲ ملے، کہیں نمازِ جنازہ میں زیادت کا شبہ كمافى المحيط والقنية وغيرهما (جیسا کہ محیط اور قنیہ وغیرہما میں ہے۔ت) کہیں یہ کہ ایک بار دُعا کر چکا كمانقل عن وجيز الكردرى (جیسا کہ وجیز کردری سے منقول ہے۔ت) یا اس سے افضل دعا کرے گا كما مر عن التجنيس (جیسا کہ تجنیس کے حوالے سے گزرا۔ت) اب جو اصول و

[1] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰۴

فروع شرع پر نظر کیجئے تو ایک بار دعا کرنے یا آئندہ دعائے افضل کا قصد رکھنے کو منع وانکارِ دعا میں اصلاً مؤثر نہ پایا ورنہ ایک بار سے زیادہ دُعا جائز نہ ہوتی یا مکروہ ٹھہرتی، حالانکہ نصوص متواترہ واجماعِ امت سے اس کی تکثیر محبوب، یا نماز پنجگانہ کے بعد دعا ممنوع ومکروہ قرار پائے گی کہ قعدہ اخیرہ میں دُعا کرچکا ہے حالانکہ احادیث میں اس کا حکم اور زمانہ اقدس سے تمام مسلمین کا اس پر عمل بلکہ قعدہ اخیرہ میں دعا مسنون نہ ہوتی کہ فاتحہ میں اس سے افضل واکمل دُعا ہوچکی، خاص محلِ سخن میں نظر کیجئے تو خود میّت کے لئے بھی قبل از نماز جنازہ وبعد از نماز دونوں وقت دعا فرمانا اور اس کا حکم دینا حضور پُرنور سیّد یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کما اسلفنا فی الفتوی الاولی (جیسا کہ ہم نے پہلے فتوے میں بیان کیا۔ت) حضور والا صلوٰۃ اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے خیال نہ فرمایا کہ ایک بار تو ہم دعا کرچکے ہیں یا افضل واکمل دعا فرمانے والے ہیں۔ معہذا ان وجوہ پر قیام و قعود سب یکساں، کیا بیٹھ کر دعا کرے گا تو یہ بات نہ رہے گی کہ افضل دعا کرچکا ہے یا کرنیوالا ہے تو کیا قید قیام پر تظافر کتب غلط وتغلیط ہے یا یہ دلائل دعوی سے بیگانہ۔ ایسی مہمل وجہ پر کلامِ علماء کا حمل جس سے وہ نصوص متواترہ و اجماعِ امّت اور خود اپنی تصریحات کثیرہ اور نیز انسانی کلام وتطابق دلیل و دعوی سے صراحۃً دور پڑیں ان کی شان میں کھلی گستاخی اور معاذاللہ ان کے کلام کو کلامِ مجانین سے ملحق کردیتا ہے، جب نظرِ صحیح نے بعونہ تعالٰی سب کانٹے راہِ حق سے صاف کرلئے، قائد توفیق کے مبارک ہاتھ میں ہاتھ دے کر حکم بالجزم کیا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی وقوف و درنگ ہی ہے۔ اتنا کہتے ہی بحمداللہ تعالٰی سب اعتراض واشکال دفعۃً اُٹھ گئے اور بات میزانِ شرع و عقل پر پوری بچ گئی، فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دُعائے طویل کی غرض سے تجہیز جنازہ کو درنگ و تعویق میں ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائے گی۔ تکثیر دُعا بیشک محبوب ہے مگر اس کے لئے تعویق مطلوب نہیں جس طرح جنائز پر تکثیر جماعت قطعاً مطلوب ہے، مگر اس کے لئے تاخیر محبوب نہیں، جیسے بعض لوگ میت جمعہ کے دن دفن ونماز میں تاخیر کرتے ہیں تاکہ بعد میں جماعتِ عظیم شریک جماعتِ جنازہ ہو۔ تنویر الابصار میں ہے:

کرہ تاخیر صلاتہ و دفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ الجمعۃ [1]۔	اس خیال سے کہ نماز جمعہ کے بعد ایک عظیم جماعت نمازِ جنازہ میں شریک ہوگی نمازِ جنازہ اور دفن میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔(ت)

[1] دُرمختار شرح تنویر الابصار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۴

غرض شرع مطہر میں تعجیلِ تجہیز بتاکید تمام مطلوب اور بے ضرورت شرعیہ اس کی تاخیر سے ممانعت، اور نماز کے علاوہ وشرعًا ضروری وواجب نہیں جس کے لئے قیام و درنگ پسند کریں۔ شرع میں جتنی دعا ضروری تھی یعنی نمازِ جنازہ، وہ ہوچکی یا ہونے والی ہے تو اس کے سوا اور دعائے طویل کے لئے کیوں رکھ چھوڑیں، بحمداللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ دعا ہوچکی یا ہونے والی ہے **هكذا ينبغى ان يفهم الكلام والله ولى الهدائة والانعام** (کلامِ علماء اسی طرح سمجھنا چاہئے اور خدا ہی ہدایت وانعام کا والی ہے۔ت) اور واقعی جو اس معنی قیام پر کلام فرمائیں ان کا مطلق رکھنا **كما فعل الشمس القهستانى** (جیسا کہ شمس قہستانی نے کیا۔ت) یا بالتصریح قبل وبعد نماز دونوں وقت کو لے لینا **كما صنع الامام البرهان الفرغانى** (جیسا کہ امام برہان الدین فرغانی نے کیا۔ت) کچھ بے جانہ ہوا بلکہ یہی احسن وازین تھا کہ بایں معنی قیام قبل وبعد کسی وقت پسندیدہ نہیں اگرچہ اس تقدیر پر عبارات غیر مع اللہ بشبہ زیادت میں تقیید بعد کا یہ منشا ٹھہرا سکتے ہیں کہ قبل نماز عادۃً جنازہ مہیا نہیں ہوتا۔امور ضروریہ غسل وکفن جاری ہوتے ہیں تو اس وقت دُعائے طویل میں حرج نہیں کہ تاخیر بغرض دعا نہ ہوگی بخلاف بعد نماز کہ غالبًا کوئی حالتِ منتظرہ لے چلنے سے مانع نہیں ہوتی اور کلامِ فقہاء اکثر امورِ غالبہ پر مبتنی ہوتا ہے)

ومع هذا فالوجه الاظهر عد جميع المقيدات من القسم الاٰتى فانه هو الاقعد الاوفق كما لايخفى۔	اس کے باوجود زیادہ ظاہر ضرورت یہ ہے کہ تمام قیدوں کو قسم آئندہ سے شمار کیا جائے، اس لئے کہ وہ زیادہ مطابق و موافق ہے، جیسا کہ واضح ہے۔(ت)

یہ اس قسم اقوال پر کلام تھا۔۔۔رہی قسم اوّل یعنی جن کلمات میں تخصیص بعدیت اور شبہہ زیادت سے تمسک ہے

اقول: وبالله التوفيق (میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ت) بدیہیاتِ جلیہ سے ہے کہ یہاں مطلق بعدیت کا ارادہ ہرگز وجہِ صحت نہیں رکھتا کہ استحالاتِ سالفہ کے علاوہ نفسِ تعلیل ہی اس سے آبی کیا آج نماز ہوچکی، کل استادہ دُعا کرو، تو نماز میں کچھ بڑھا دینے کا اشتباہ ہو، لاجرم بعدیت بلافاصل ہی مقصود جس میں نقض سے صفوف و تفرق رجال۔بروجہ اولٰی داخل کہ جب صفیں کھل گئیں لوگ ہٹ گئے تو اس کے بعد کسی فعل کو نماز میں زیادت سے کیا مشابہت رہی۔

كما بيناه فى الفتوى الاولى وهو بين بنفسه عند اولى النهى وان تتبغ زيادة فاستمع لما يتلى۔	جیسا کہ ہم نے اسے پہلے فتوے میں بیان کیا، اور اہل عقل کے نزدیک وہ خود ہی واضح ہے۔ اور اگر مزید وضاحت مطلوب ہو تو بیان آئندہ بغور سنو(ت)

صحیح مسلم شریف میں ہے سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھی، سلامِ امام ہوتے ہی سنتیں پڑھنے کھڑے ہوگئے، امیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بلا کر

فرمایا:

لا تعد لما فعلت اذا صلیت الجمعۃ فلا تصلھا الصلاۃ حتی تکلم او تخرج فان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرنا بذلك ان لا نوصل صلٰوۃ بصلٰوۃ حتی نتکلم او نخرج[1]۔	اب ایسا نہ کرنا جب جمعہ پڑھو تو اُسے اور نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ بات کرو یا اس جگہ سے ہٹ جاؤ کہ ہمیں حضور پُر نور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملائیں یہاں تک کہ کچھ گفتگو کریں یا جگہ سے ہٹ جائیں

علماء فرماتے ہیں وصل سے نہیں اس لئے ہے کہ ایک نماز دوسری نماز کا تمہ نہ معلوم ہو، جمعہ میں دو ۲ رکعت پر زیادت نہ موہوم ہو۔امام اجل ابوزکریا نووی منہاج میں فرماتے ہیں:

افضلہ التحول الٰی بیتہ والا فموضع اٰخر من المسجد اوغیرہ لیکثر مواضع سجود ولتنفصل صورۃ النافلۃ عن صورۃ الفریضۃ[2]۔	بہتر تو یہ ہے کہ گھر جا کر پڑھے، ورنہ مسجد ہی میں یا بیرونِ مسجد کسی اور جگہ پڑھے تاکہ اپنی سجدہ گاہوں کی تعداد بڑھا سکے اور تاکہ نفل کی صورت فرض کی صورت سے جُدا ہوجائے۔(ت)

مولانا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

(اذا صلیت الجمعۃ) ھی مثال اذغیرھا کذلک، ویؤیدہ ما یاتی من حکمۃ ذلك کذا ذکر الجمعۃ بعد خصوص الواقعۃ للتاکید الزائد فی حقھا، لاسیما ویوھم انہ یصلی اربعا وانہ الظھر، وھذا فی مجتمع العام سبب للایھام (فلا تصلھا، بصلٰوۃ	(جب نمازِ جمعہ پڑھو) یہ بطورِ مثال ہے اس لئے کہ غیر جمعہ کا بھی یہی حکم ہے، اس کی تاکید اس سے ہوتی ہے جو اس کی حکمت بیان کی گئی ہے--اسے ابن حجر نے ذکر کیا--اور ہوسکتا ہے کہ جمعہ کا ذکر اس لئے ہو کہ اس کے بارے میں زیادہ تاکید ہے، خصوصًا اس میں یہ وہم ہوسکتا ہے کہ وہ چار رکعت ظہر پڑھ رہا ہے--اور یہ فعل مجمع عام میں وہم پیدا کرنے کا سبب ہوگا--(تو اسے اور نماز سے نہ ملاؤ

[1] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۸۸

[2] منہاج النووی شرح صحیح مسلم مع مسلم کتاب الجمعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۸۸

حتی تکلم) ای احدا من الناس فان به یحصل الفصل لابالتکلم بذکراللہ (اوتخرج) ای حقیقة اوحکما بان تتاخرعن ذلك المکان والمقصود بهما الفصل بین الصلاتین لئلا یوهم الوصل فالامرللاستحباب والنهی للتنزیه [1] اھ ملخصا	یہاں تک کہ کلام کرلو) یعنی کسی آدمی سے بات کرلو، اس لئے فرق اسی سے ہوگا، کلام بہ ذکرالٰہی سے فرق نہ ہوگا(یا اس جگہ سے نکل جاؤ) یعنی حقیقۃً، اس طرح کہ مسجد سے باہر چلے جاؤ--یاحکماً--اس طرح کہ اس جگہ سے ہٹ جاؤ---دونوں کا مقصد یہ ہے کہ دونوں نمازوں میں فصل ہوجائے، تاکہ وصل اور ملانے کا وہم نہ پیدا ہو، یہ حکم استحباب کے لئے ہے اور نہی برائے تنزیہ ہے اھ ملخصا(ت)

یہاں سے صاف ثابت کہ ایسے شبہہ کے رفع کو اُس جگہ سے ہٹ جانا بس ہے تو بعض نقض صفوف اس علت کی اصلاً گنجائش نہیں۔لاجرم معنی یہ ہیں کہ نمازِ جنازہ کے بعد اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے ہوئے دُعا نہ کریں کہ زیادت فی الصلاۃ سے مشابہت نہ ہو۔ یہ معنی صحیح وسدید، بے غبار و فساد ہیں، اور عقلِ سلیم کے نزدیک نفس عبارتِ دلیل سے بالتعین مستفاد۔ یہاں سے روشن ہوا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی استادن بے تکلف درست اور وجہِ تقلید بھی منکشف ہوگئی، اور بعض علماء کا وُہ استظہار بھی ظاہر ہوگیا کہ اگر نشستہ دُعا کند جائز باشد (اگر بیٹھ کر دعا کرے جائز ہوگا۔ت) بلاکراہت فی الواقع بیٹھ جانا بھی نمازِ جنازہ سے فاصل بیّن ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد شبہہ زیادت نہیں، مگر نقض صفوف اس سے بھی اتم واکمل ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)اب بحمد اللہ تعالٰی تمام کلماتِ علماء منظّم ہوگئے اور مسئلہ کی صور و وجوہ مع دلائل شمس وامس کی طرح روشن ہوگئیں۔ بحمد اللہ نہ کلماتِ علماء میں باہم اختلاف ہے نہ اصول و قواعد شرع عقل سے خلاف۔ ہر ایک اپنے اپنے محل پر درست وبجا ہے اور منکرینِ زمانہ کی جہالت و سفاہات سے پاک و جدا۔ **ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق** (اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے اور خدائے برتر ہی توفیق کا والی ہے۔ت) اور ایک نہیں کیا صدہا جگہ دیکھے گا کہ کلماتِ علمائے کرام بظاہر سخت مضطرب و متخالف معلوم ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ناواقف یا سہل گزر جانے والا شدّت تصادم سے پریشان ہوجائے یا رجماً بالغیب خواہ پیشِ خویش کوئی وجہ رجحان سمجھ کر بعض کے اختیار باقی سے اغراض وانکار

[1] مرقات شرح مشکوۃ باب السنن وفضائلہا مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳ / ۱۱۹

پر آئے اور جب میزان نقد و تحقیق اُس کے ہاتھ میں پہنچے جسے مولا تعالیٰ جل وعلا نظرِ تنقیحی سے بہرہ وافی بخشے وہ ہر کلام کو اس کے ٹھیک محل پر اتارے اور بکھرے موتیوں کو متسق نظام میں گوندھ کر سلک معنی سنوارے جس سے وہی مختلف کلمات خود بخود رنگِ ایتلاف پائیں اور سب خدشے خرخشے آفتاب کے حضور شبِ دیجور کی طرح کافور ہو جائیں۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم ۵ رب او زعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلٰی والدی وان اعمل صالحاترضٰه واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین۔	وہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطافرماتا ہے اور خدا بڑے فضل والا ہے۔ اے میرے رب! مجھے یہ نصیب کر کہ میں اُس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا، اور یہ کہ میں ایسا نیک عمل کروں جسے تو پسند فرمائے۔ اور میرے لئے میری اولاد میں نیکی پیدا کر، بے شک میں تیری جانب رجوع لایا، اور یقیناً میں مسلمانوں سے ہوں (ت)

ہاں باقی رہی امام ابن حامد سے ایک حکایت کہ زاہدی نے قنیہ میں ذکر کی،

حیث قال عن ابی بکر بن حامد، ان الدعاء بعد الصلٰوۃ الجنازۃ مکروہ[1]۔	اس کی عبارت یہ ہے کہ ابو بکر بن حامد سے منقول ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے (ت)

یہ تو حضرات مانعین کی خوشی کی چیز ہے کہ اس میں قیدِ قیام بھی نہیں، **اقول: وباللہ التوفیق** (میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ت) یہ تو حضرات منکرین پر بڑی تشنیع کی جگہ ہے کہ اس میں قید قیام بھی نہیں، جس نے ہمارا کلام بالابنظرِ امعان و اتقان دیکھا ہے اُس پر روشن ہے کہ انکار میں جس قدر اطلاق زائد، مستدل صاحبوں پر اُتنی ہی آفت سخت، کیا نمازِ جنازہ کے بعد مطلقًا دعا کی کراہت باجماع امّت باطل نہیں، کیا نصوصِ قولیہ و فعلیہ حضور معلّی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اقوال تمام ائمہ سلف وخلف اس کے بطلان پر شاہد عادل نہیں، کیا یہ اطلاق یونہی عنان گسستہ رہے تو دعائے زیارتِ قبور اس میں داخل نہیں، تو واجب ہوا کہ مطلق بعدیت مراد نہ ہو، بلکہ وہی بعدیت متصلہ بے فاصل بیّن، اب قیدِ قیام خود ہی آگئی کہ یہ بعدیت بے بقائے قیام متصور نہیں **کما قررنا** (جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ت) تو اس کا مرجع بعینہٖ انہیں اقوال

---

[1] قنیہ باب الجنائز مطبوعہ مشتہرہ بالمہانندیہ ص۵۵و۵۶

قسم اول کی طرف اور شبہہ مانعین یکسر بر طرف۔ تحقیق نظر فقہی تو بحمد اللہ یہاں تک بروجہ اتم واجل مذکور ہُوئی مگر مخالف متعسفم اس کی حکایت کے ظاہر لفظ میں بالکل آزادی دیکھ کر اپنے موافق ہی کیا چاہے، اور خواہی نخواہی اطلاق و توسیع بعدیت کی طرف کھینچے تو بہت بہتر۔ بعونہٖ تعالٰی ہم سے ایرادت مناظرانہ لے۔

فاقول اوّلاً بعدیت متصلہ ہے یا مطلقہ یا بین بین اول مخالف کو مضر اور ثانی اجماع و نصوص متواترہ کے غلاف اور ثالث غیر منضبط، نہ ایک تقیید دوسری سے اولٰی بالمقبول تو کلام مجمل اور استناد مہمل، بہر حال مخالف کو گنجائش تمسک نہیں۔

ثانیاً (بعبارت اخری) جب نہ تقیید سے چارہ نہ تسلیم اطلاق کا یارا کہ زیارتِ قبور کے وقت دعا للاموات مخالف بھی جائز مانتا ہوگا، تو اب نظر تعین تقیید میں رہی، قید اتصال کے ظہور و انضباط سے قطع نظر بھی کیجئے تو اقل درجہ احتمال مساوی ہے اور مخالفِ مستدل۔ واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (جب کلام میں کئی احتمال آ گئے تو ایک پر اس سے استدلال باطل ہوا۔ ت)

ثالثاً یہ اطلاق کلمات باقین کے مخالف اگر بوجہ اتحاد و حکم و حادثہ حمل علی المقید کیجئے تو یہ بھی اسی طرف راجع والکلام الکلام ورنہ بسبب مخالفت اکثرین ناقابل قبول۔

فی الدرالمختار من باب التعزیر مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامھم [1] اھ وقبیل فصل فی الحائط المائل، یحمل اطلاق الفتاوی علی ماوقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثۃ [2] اھ ونقل نحوہ فی ردالمحتار [3] اٰخر مضاربۃ عن مجموعۃ ملا علی المولٰی علی قاری فی المسلك المتقسط اطلاقھم لاینا فی تقلید الکرمانی [4] اھ قال الشامی ای	درمختار باب التعزیر میں ہے: یہ مطلق ہے تو مقید پر محمول کیا جائے گا تاکہ کلمات علماء میں باہم اتفاق ہو جائے اھ --- جُھکی ہوئی دیوار سے متعلق فصل سے ذرا پہلے ہے: فتاوٰی کا اطلاق اس پر محمول ہوگا جو مقید واقع ہے کیونکہ حکم اور حادثہ ایک ہی ہے اھ ـــ اسی کے ہم معنی ردالمحتار آخرِ مضاربت میں مجموعہ ملّا علی سے نقل کیا-- اور مولانا علی قاری مسلک متقسط میں فرماتے ہیں: ان حضرات کا اطلاق کرمانی کی تقیید کے منافی نہیں اھ ـــ اس پر

[1] درمختار باب التعزیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

[2] درمختار قبل فصل الحائط المائل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۰۱

[3] ردالمحتار بحوالہ ملا علی آخر باب المضارب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/۵۴۹

[4] ردالمحتار بحوالہ المسلک المتقسط باب الجنایات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/۲۴۹

لیحمل المطلق علی المقید [1] اھ و ذکر نحوہ بعد ھذا بقلیل، قبیل باب الاحصار و قال قبیل باب التیمم قد صرحوا بان العمل بما علیه الاکثر [2] اھ وفی باب صلاۃ المریض عن امداد الفتاح للعلامۃ الشرنبلالی من ان القاعدۃ العمل بما علیه الاکثر [3] اھ واول باب صلٰوۃ الخوف لایعمل به لانه قول البعض [4] اھ وقال العلامۃ البیری فی شرح الاشباہ من قاعدۃ ان الاصل فی الکلام الحقیقۃ لایجوز لاحد الاخذ به لان المقرر عند المشائخ انه متی اختلف فی مسئلۃ فالعبرۃ بما قاله الاکثر [5] اھ نقله فی العقود الدریۃ اٰخر الباب الاول من الوقف۔	شامی نے لکھا: مراد یہ ہے کہ مطلق مقید پر محمول کردیا جائے گا اھ ـــ اسی کے ہم معنی اس سے ذرا بعد باب الاحصار سے تھوڑا پہلے ذکر کیا اور باب التیمم سے ذرا قبل لکھا: علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ عمل اُسی پر ہوگا جس پر اکثر ہیں اھ باب صلاۃ المریض میں علامہ شرنبلالی کی امداد الفتاح سے نقل ہے: قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس پر ہوگا جس پر اکثر ہوں اھ ـــ شروع باب صلٰوۃ الخوف میں ہے: اس پر عمل نہ ہوگا کیونکہ یہ صرف بعض کا قول ہے اھ -- علامہ بیری شرح اشباہ میں قاعدہ "کلام میں اصل حقیقت ہے" کے تحت ایک جگہ لکھتے ہیں: کسی کے لئے اسے اخذ کرنا درست نہیں اس لئے کہ مشائخ کے نزدیک طے شدہ یہ ہے کہ جب مسئلہ میں اختلاف ہو تو اعتبار اس کا ہوگا جس کے قائل اکثر ہوں اھ اسے العقود الدریۃ میں کتاب الوقف باب اول کے آخر سے نقل کیا (ت)

رابعًا: اس روایت کا حاکی زاہدی محلی فیہ قنیہ وزاہدی معتمد نہ قنیہ معتبر خصوصًا ایسی حکایت میں کہ بمعنی مفیدِ مخالف، اصلًا قواعدِ شرع سے مطابق نہیں۔

فی ردالمحتار اول الطھارۃ کتاب القنیۃ مشھور بضعف الروایۃ [6] اھ وفی	ردالمحتار شروع کتاب الطھارۃ میں ہے: کتاب "قنیہ" ضعفِ روایت میں مشہور ہے اھ،

---

[1] ردالمحتار باب الجنایات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/۲۵۰
[2] ردالمحتار قبیل باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۶
[3] ردالمحتار باب صلٰوۃ المریض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۶۲
[4] ردالمحتار باب صلوۃ الخوف مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۲۵
[5] العقود الدریۃ بحوالہ العلامۃ البیری مطلب فی اختلف فی مسئلۃ الخ حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار ۲/۱۷۵
[6] ردالمحتار کتاب الطھارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۹

العقود الدریة اٰخر الکتاب ذکر ابن وھبان انه لایلتفت مانقله صاحب القنیة یعنی الزاھدی مخالفا للقواعد مالم یعضدہ نقل من غیرہ ومثله فی النھر [1] ایضا اھ ونقله ایضافی الدر عن المصنف عن ابن وہبان، وفی صوم الطحطاوی قبل فصل العوارض بنحو ورقه، القنیة لیست من کتب المعتمدہ [2]۔	العقود الدریۃ آخر کتاب میں ہے: ابن وہبان نے ذکر کیا ہے کہ صاحب قنیہ یعنی زاہدی خلاف قواعد جو نقل کرے اسکی جانب التفات نہ ہوگا جب تک کسی اور سے کوئی نقل اس کی تائید میں نہ ملے-- اسی کے مثل نہر میں بھی ہے۔ اسے درمختار میں مصنف کے حوالے سے ابن وہبان سے نقل کیا ہے -- اور طحطاوی کتاب الصوم میں فصل عوارض میں قریبًا ایک ورق پہلے ہے: قنیہ کتب معتمدہ سے نہیں۔(ت)

خامسًا زاہدی اس مسئلہ میں بالخصوص متہم کہ وہ مذہب کا معتزلی ہے اور معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی کے نزدیک امواتِ مسلمین کے لئے دعا محض بیکار کما نص علیه فی شرح العقائد وشرح الفقه الاکبر وغیرھما (جیسا کہ شرح عقائد اور شرح فقہ اکبر وغیرہما میں اس کی تصریح ہے۔ت) اُس کی یہ عادت ہے کہ مسائل اعتزال اپنی کتاب میں داخل کرتا ہے۔

کمافعل فی مسئلة فی الاشربة ومسئلة فی الذبائح ومسئلة فی الحج وغیرہ ذلك کما بینه فی الدرالمختار وردالمحتار وغیرھما فی مواضعه۔	جیسا کہ اشربہ کے ایک مسئلہ، ذباح کے ایک مسئلہ، حج کے ایک مسئلہ میں، اور بھی مسائل میں اس نے ایسا کیا ہے، جیسا کہ درمختار و ردالمحتار و غیرہما میں اس کے مقامات پر مذکور ہے۔(ت)

اس کا استاذ الاستاذ زمخشری بھی اس کا خوگر ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہ آپ کچھ بکے مگر نقل میں ثقہ ہے۔ بخلاف زاہدی کے اس کی نقل پر بھی اعتماد نہیں۔ ان سفہا نے حنفیت کا نام بدنام کرکے فروع میں بعض وہ خفی شرارتیں بھر دیں جن سے بعض مصنفین نے بھی دھوکا کھایا اور شدہ شدہ وہ نقول متعدد کتب میں پھیل گئیں جو آج تک حضرات نجدیہ وامثالہم کے نزدیک علق نفیس وغنیمت باردہ ہیں اس کا بعض بیان فقیر غفراللہ تعالٰی اپنی کتاب حیاۃ المواۃ فی بیان سماع الاموات میں کیا وباللہ التوفیق

[1] العقود الدریۃ نقل الزاہدی لایعارض نقل المعتبرات مطبوعہ حاجی عبدالغفار وپسران تاجرانِ کتب ارگ بازار قندھار ۲/ ۳۶۵

[2] حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار قبیل فصل فی العوارض مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۴۶۱

سادسًا وہ بیچارہ خود بھی اس حکایت کو بلفظ عن کہ مشیر غرابت وتمریض ہے نقل کرتا آخر میں اسی قولِ اکثر کی راہ پر چلتا ہے۔

حیث قال بعد ما مر و قال محمد بن الفضل لاباس بہ ظ ولایقوم الرجل بالدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ قال رضی اللہ تعالٰی عنہ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلٰوۃ الجنازۃ[1] اھ فافھم	اس طرح گزشتہ عبارت کے بعد وہ کہتا ہے: اور محمد بن فضل نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں، ظ۔ اور بعد نماز جنازہ آدمی دُعا کے لئے نہ ٹھہرے، امام موصوف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اس لئے کہ یہ نمازِ جنازہ میں زیادتی واضافہ سے مشابہت رکھتا ہے اھ۔ اسے سمجھو۔ (ت)

سابعًا سب جانے دو، تو غایت درجہ یہ بھی بعض مشائخ سے ایک حکایت سہی، اب ترجیح مطلوب ہوگی۔ کتبِ فقہ میں فتوٰی جانبِ جواز ہے۔ کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارت قنیہ وغیرہا لکھا:

فاتحہ ودُعا برائے میّت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ کذا فی الخلاصۃ الفقہ انتہی[2]۔	میّت کے لئے دفن سے پہلے فاتحہ ودعا درست ہے اور یہی روایت معمول بہا ہے۔ ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے انتہی (ت)

علامہ شامی افادہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ فتوٰی یعنی ہمیں است روایت معمولہ (یہی روایت معمول بہا ہے۔ت) قوت وشوکت میں علیہ الفتوی وبہ یفتی (فتوٰی اسی پر ہے۔ت) کے برابر ہے جو آکد الفاظ افتاء ہیں۔

فی الدرالمختار لفظ الفتوی اٰکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا[3] فی ردالمحتار ویظھر لی ان لفظ وعلیہ العمل مساوٍ للفظ الفتوی[4] اھ۔	درمختار میں ہے: لفظ فتوٰی، لفظ صحیح، اصح، اشبہ وغیرہا سے زیادہ مؤکد ہے ــــ ردالمحتار میں ہے میرا خیال ہے کہ لفظ "علیہ العمل" (اسی پر عمل ہے) لفظ فتوٰی کے برابر ہے اھ (ت)

---

[1] قنیہ باب الجنائز مطعۃ المشتہرۃ بالمھانندیۃ ص ۵۶

[2] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰

[3] درمختار مقدمۃ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

[4] ردالمحتار مقدمۃ الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۴

الحمدللہ کہ حق بہمہ وجوہ ظاہر و باہر اور ہر شک و وہم زائل و بائر ہوا۔ امید ہے کہ اس فتوے میں اول تا آخر جتنے جواہر زواہر ہدیہ انظار اولی الابصار ہوئے سب حصّہ خاصہ خامہ فقیر ہوں کہ اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملیں۔

ذلك من فضل الله علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لايشكرون والحمدلله ربّ العٰلمين و الصلٰوة والسلام على اجود الاجودين سيّدنا و مولٰنا محمد واٰله وصحبه اجمعين۔	یہ خدا کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ اور ساری تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور درود وسلام سخی تر لوگوں میں سب سے زیادہ جود و سخا والے ہمارے آقا و مولا اور ان کی تمام آل واصحاب پر (ت)

بالجملہ عباراتِ فقہاء صرف دو ۲ صورتوں سے متعلق ہیں: ایک بعد نماز جنازہ اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے دُعا کرنا۔ دوسرے قبل نماز خواہ بعد نماز دعائے طویل کی خاص غرض سے امر تجہیز کو تعویق میں ڈالنا۔ ظاہراً اس صورت میں کراہت تحریمی تک ہوسکتی ہے اور صورت اولٰی میں تنزیہی۔ ابھی مرقاۃ سے گزرا کہ ایہام زیادت مورثِ کراہت تنزیہ ہے وبس، جس کا حاصل خلافِ اولٰی یعنی بہتر نہیں، نہ یہ کہ ممنوع و ناجائز ہو۔ بعض علمائے لکھنؤ نے جو اپنے بعض رسائل میں مکروہ تنزیہی کو گناہ صغیرہ لکھ دیا سخت ذلت کبیرہ جس کے بطلان پر صدہا کلمات آیمہ و دلاءل شرعیہ رد میں چند مختصر سطور مسمّٰی بہ جُمُل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ لکھیں۔ خیر یہ دو ۲ صورتیں تھیں جن سے کلماتِ فقہا باحث، ان کے سوا تمام صورِ دعا جن میں دُعا کی غرض سے تاخیر کریں نہ بعد نماز اُس انداز پر ہو بلکہ مثلاً صفیں توڑ کر دعائے قلیل یا بوجہ خاص جنازہ میں دیر کی حالت میں دعائے طویل اصلا مضائقہ نہیں رکھتی، نہ کلماتِ علماء میں ان کا انکار، بلکہ وہ عام مامور بہ کے تحت میں داخل اور مستحب شرعی کی فرد ہے۔ باقی کلام فتوٰیاولٰیمیں مذکور ہوا، وباللہ التوفیق، واللہ سبحانہ، تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الحمدللہ کہ یہ مبارک جواب موضع صواب چار دہم، رجب مرجب، روز جاں افروز دوشنبہ کو وقت چاشت شروع اور وقتِ عشاء تمام اور بلحاظ تاریخ بذل الجوائز الدعاء بعد الصلاۃ الجنائز نام ہوا۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العٰلمين والصلٰوة و اكمل السلام على سيد المرسلين محمد واٰله وصحبه اجمعين۔ اٰمين!	اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ ساری حمد خدا کے لئے جو سارے جہانوں کا مالک ہے اور بہتر درود، کامل تر سلام رسولوں کے سردار حضرت محمد اور ان کی تمام آل واصحاب پر الٰہی قبول فرما (ت)

مسئلہ نمبر ٦: از جالندھر محلّہ راستہ دروازہ بھگواڑہ۔ مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ٦ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، پنجاب کے اکثر شہروں میں دستور ہے کہ نمازِ جنازہ سے فارغ ہو کر بعد سلام کے اُسی جگہ جہاں نمازِ جنازہ ادا کی گئی ہے میّت کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور بعض لوگ پیشتر دُعا کے سورہ فاتحہ ایک بار سورہ اخلاص تین بار یا گیارہ دفعہ پڑھکر میّت کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، اور ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا اب فرقہ غیر مقلدین اس دستور کے ہٹانے میں کوشش کررہے ہیں، اس کے عدمِ جواز میں غیر مقلدین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس کا ثبوت کسی حدیث سے نہیں بلکہ فقہ کی کتابوں کی عبارتیں سناتے ہیں، منجملہ ان کے مستندات کے ایک یہ ہے:

اذا فرغ من الصلٰوۃ لایقوم بالدعاء[1] سراجیہ۔	جب نمازِ جنازہ سے فارغ ہوجائے تو دعا کے لئے نہ کھڑا ہو۔ (ت) بزازیہ جلد اول بر حاشیہ عالمگیری

قدوری کے حاشیہ پر ہے:

الدعا بعد صلاۃ الجنازۃ مکروہ[2] کذا فی البرجندی لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنائز لانہ دعا مرۃ لان اکثرھا دعاء[3]۔	دعا بعد نماز جنازہ مکروہ ہے۔ جیسا کہ برجندی میں ہے نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ ہو کہ ایک مرتبہ دُعا کرچکا ہے کیونکہ نمازِ جنازہ کا اکثر حصّہ دعا ہی ہے۔ (ت)

جواب مدلّل بدلائل بحوالہ کتب معتبرہ اور تحریر عبارات معتمدہ تحریر فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔ بینوا بالدلیل والتفصیل توجروا بالاجر الجزیل

الجواب:

گیارہ "سال ہوئے یہ مسئلہ ۱۳۱۱ھ میں معرکۃ الآراء رہا، بمبئی وکانپور سے اس کے بارہ میں بار بار سوالات مختلف صورتوں میں آئے فقیر نے جواب کبھی تحقیقِ حدیث اور کبھی تنقیحِ فقہ سے کام لیا اور بالآخر اس کے باب میں ایک موجز وکافی رسالہ مسمّٰی بہ **بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز** لکھا جس میں تحقیق حکم فقہی و توضیح معانی عبارات مذکورہ سراجیہ وغیرہا کتب فقہ کو بعونہٖ عزوجل ذروہ عُلیا تک پہنچایا اور بفضلہٖ تعالٰی عرش تحقیق مستقر کردکھایا کہ میّت کے لئے دعا قبل نمازِ جنازہ و بعد نماز جنازہ ہمیشہ مطلقًا

---

[1] فتاوٰی سراجیہ باب الصلٰوۃ علی الجنازۃ مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۳

[2] برجندی شرح نقایہ فصل فی صلٰوۃ الجنازہ مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸۰

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ الخامس والعشرون فی الجنائز الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۸۰

مستحب و مندوب ہے۔اور اس سے اصلاً ممانعت نہیں۔خود حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے قبل وبعد نماز دونوں وقت میّت کے لئے دعا فرمانا اور اس کا حکم دینا ثابت ہے، فقہائے کرام ہر گز اسے منع نہیں فرماتے، یہاں ممانعت تحریمی خواہ تنزیہی صرف دو۲ صورتوں کے لئے ہے اور وہی عبارات مذکورہ وغیر مذکورہ فقیہہ میں علی التنوع مقصود ہیں۔ایک یہ کہ خاص دعا طویل کی غرض سے بعد نماز خواہ قبل نماز تجہیز میّت کو تعویق میں ڈالنا، مثلاً نماز ہوچکی اور کوئی حالت منتظرہ لے چلنے کے لئے باقی نہیں رہی، صرف دعا کے لئے جنازہ رکھ چھوڑیں اور درنگ وتطویل کریں یہ ممنوع ہے، اکثر عبارات اُسی طرف ناظر ہیں، دوسرے یہ کہ بعد نماز اُسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے امام ومقتدی وہیں کھڑے دُعا کریں یہ نامناسب ہے کہ نماز پر شبہہِ زیادت نہ ہو۔بعض عبارات اُسی طرف ناظر ہیں، ان کے سوا تمام صور جن میں نہ خاص دُعاء کی غرض سے درنگ وتعویق کریں نہ بعد نماز اُسی انداز میں ہو بلکہ صفیں توڑ کر دعاءِ قلیل یا بوجہ دیگر جنازہ میں دیر کی حالت میں دعاء طویل اصلا مضائقہ نہیں رکھتے، نہ کلماتِ علماء میں اس کا انکار، بلکہ وہ عام مامور بہ کے حکم میں داخل اور مستحب شرعی کا فرد ہے۔یہ رسالہ بمبئی مطبع گلزار حسینی میں چھپ کر شائع ہوچکا۔ان تمام مراتب کی تفصیل تام اُسی رسالہ اور اُس کے پہلے کے فتوٰی میں ملے گی۔کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارات قنیہ وغیرہا فرمایا:

فاتحہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ، کذا فی الخلاصۃ الفقہ [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	میت کے لئے دفن سے قبل فاتحہ ودعا درست ہے اور یہی روایت معمول بھا ہے۔ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر۶۶: از بنارس محلّہ کندی گڑ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ ۶ جمادی الاخرۃ ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکۃ جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مداللہ فیضانہ از جانب خادم الطلبہ عبدالغفور، سلام علیک قبول باد۔کچھ مسائل میں یہاں علماء کے درمیان اختلاف ہے لہٰذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکۃ ہے امید ہے کہ جواب سے مطلع فرمائیں، زید کہتا ہے نمازِ جنازہ عندالحنفیہ اندر مسجد کے پڑھنی علی العموم خواہ میّت مرض ہیضہ اسہال میں مرا ہو یا دوسرے مرض میں بچند وجوہ مکروہ ہے۔منجملہ اسکے ایک وجہ تلویثِ مسجد ہے۔عمرو کہتا ہے جو شخص مرض ہیضہ اسہال یا کسی اور مرض امراضِ معدہ کی وجہ سے مرا اُس کا جنازہ مسجد میں پڑھنا البتہ موجب احتمال تلوث مسجد کا

[1] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰

ہے اور اس کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنی مکروہ ہے، نہ علی العموم

الجواب:

قولِ زید صحیح ہے۔ عمرو کا مریضانِ معدہ میں حصر تو محض غلط، ہاں سیّدنا امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کی روایت نادرہ بعض کتب میں یوں نقل کی گئی کہ خوفِ تلوّث نہ ہو تو مسجد میں جائز۔ یہ عبارت بظاہر اُس بحثِ علامہ طحطاوی کی مؤید کہ قولِ تعلیل بہ تلوث پر ظنِ تلوث سے تقیید مناسب، شبہ وتوہم مانع نہیں۔ اس عبارت وروایتِ شاذہ پر بھی امراضِ معدہ وامعاء ورحم وزخم وریم وغیرہا ہر مظنہ تلوث بالاتفاق داخلِ کراہت۔ حلیہ میں فرمایا:

ونقل فی الدرایۃ عن ابی یوسف روایۃ انہ لاتکرہ صلاۃ الجنازۃ فی المسجد اذالم یخف خروج شیئ یلوث المسجد فعلی ھذا اذامن ذلک لم یکرہ علی سائر الوجوہ الخ [1]	درایہ میں امام ابویوسف سے ایک روایت یہ نقل ہے کہ جب مسجد کو آلودہ کرنے والی کسی چیز کے نکلنے کا اندیشہ نہ ہو تو مسجد میں نمازِ جنازہ مکروہ نہیں۔ اس کی بنیاد پر جب اس سے اطمینان ہو تو تمام صورتوں میں کراہت نہیں الخ (ت)

حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے:

ینبغی تقیید الکراھۃ بظن التلویث فاما توھمہ اوشکہ فلا تثبیت بہ الکراھۃ [2]۔	کراہت کو آلودگی کے ظن مین مقید کرنا چاہئے اگر اس کا وہم یا شک ہو تو اس سے کراہت ثابت نہ ہوگی۔ (ت)

مگر عامہ کتبِ مذہب میں جہاں تک اس وقت نظرِ فقیر نے جولان کیا یہ روایت نوادر بھی بر سبیل اطلاق و تعمیم بے تشقیق و تفصیل ماثور و منقول، جو علماء اس کے ترجیح و تصحیح واختیار کی طرف گئے جنازہ کا مسجد میں لانا مطلقاً مکروہ بتاتے ہیں۔ معللین اُسے احتمال وتواہم تلویث سے تعلیل فرماتے ہیں۔ تقیید و تخصیص حالتِ ظن کا پتا نہیں دیتے، علمائے کرام اختلافِ مشائخ کو اُس حالت سے مقید کرتے ہیں کہ جنازہ مسجد کے باہر ہو اور مطلقاً صاف تصریح فرماتے ہیں کہ جنازہ کا مسجد میں ہونا بالاتفاق مکروہ،

اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی ہی سے ہے۔ت) یہاں اطلاق

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل السلطان احق بصلوتہٖ مطبوعہ نور محمد کا خانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۷

ہی اوفق واحق والصق بدلیل ہے کہ امعاء غالبًا فضلات سے خالی نہیں ہوتیں اور موت مزیل استمساک وموجب استرخائے تام ہے اور جنازہ لے چلنے کی حرکت مؤید خروج، تو ہر میت میں خوفِ تلویث موجود۔ باقی کس خاص وجہ سے غلبہ ظن کی کیا حاجت، ناسمجھ بچّوں کو مسجد میں لانا مطلقاً ممنوع ہُوا کہ سب میں احتمال تلویث قائم، کچھ یہ شرط نہیں کہ جس بچہ کو اسہال وغیرہ کا عارضہ لاحق ہو وہی مسجد میں نہ لایا جائے، یونہی میت بلکہ اس سے بھی زائد کما لا یخفی علی افطن (جیسا کہ زیرک پر پوشیدہ نہیں۔ت) پھر یہ بھی امام ثانی سے ایک روایت نادرہ ہے ظاہر الراویۃ میں ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک مسجد میں جنازہ مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ میّت بیرونِ مسجد ہو، یہی ارجح واصح ومختار وماخوذ ہے:

فان الفتوی متی اختلفت وجب المصیر الی ظاہر الروایۃ کما افادہ فی البحر والدر وغیرہما۔	اس لئے جب فتوٰی میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع ضروری ہے، جیسا کہ بحر اور در مختار وغیرہما میں افادہ کیا۔(ت)

اب عبارتِ علماء سُنئے۔ تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

کرھت تحریما وقیل تنزیھا فی مسجد جماعۃ ھو ای المیت فیہ وحدہ او مع القوم واختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا خلاصۃ[1]۔	مکروہ تحریمی-- اور کہا گیا کہ تنزیہی ہے مسجدِ جماعت میں، جس میں تنہا میّت ہو یا پڑھنے والوں کے ساتھ ہو، اور اس جنازہ کے بارے میں اختلاف ہے جو تنہا یا بعض لوگوں کے ساتھ بیرونِ مسجد ہو، اور مختار یہ ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے۔ خلاصہ۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

مطلقا ای فی جمیع الصور المتقدمۃ کما فی الفتح عن الخلاصۃ وفی مختارات النواز سواء کان المیت فیہ اوخارجہ و ظاہر الروایۃ ، وفی روایۃ لایکرہ اذاکان المیت خارج المسجد[2]۔	مطلقاً یعنی گزشتہ تمام صورتوں میں، جیسا کہ فتح القدیر میں خلاصہ سے منقول ہے۔ اور مختارات النوازل میں ہے کہ خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر، یہی ظاہر الروایۃ ہے-- اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب میت مسجد کے باہر ہو تو مکروہ نہیں(ت)

---
[1] در مختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۳

[2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنازۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۲۵

اشباہ میں ہے:

منع ادخال المیت فیہ والصحیح ان المنع لصلاۃ الجنازۃ وان لم یکن المیت فیہ الا لعذر مطر ونحوہ[1]۔	مسجد میں میت کو لے جانا منع ہے اور صحیح یہ ہے کہ ممانعت نماز جنازہ کی وجہ سے ہے، اگرچہ میّت مسجد کے اندر نہ ہو، مگر بارش وغیرہ کا عذر ہو تو رخصت ہے۔(ت)

بحرالرائق میں بعد بیان مذہب مختار فرمایا:

وقیل لایکرہ اذاکان المیت خارج المسجد وھو مبنی علی ان الکراھۃ الاحتمال تلویث المسجد والاول ھوالاوفق لاطلاق الحدیث کذا فی الفتح القدیر[2]۔	اور کہا گیاکہ جب میت مسجد کے باہر ہو تو مکروہ نہیں، اس قول کی بنیاد اس پر ہے کہ کراہت کا حکم آلودگیِ مسجد کے احتمال کی وجہ سے ہے، اور پہلا قول ہی اطلاقِ حدیث کے مطابق ہے۔ ایسا ہی فتح القدیر میں ہے۔(ت)

ہدایہ میں ہے:

لایصلی علٰی میت فی مسجدجماعۃ لقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی علٰی جنازۃ فی المسجد فلااجرلہ ولانہ بنی لاداء المکتوب ولانہ یحتمل تلویث المسجد و فیھا اذاکان المیت خارج المسجد اختلف المشائخ[3]۔	مسجدِ جماعت میں کسی میت کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے اجر نہیں-- اور اس لئے کہ مسجد فرض نمازوں کی ادائیگی کے لئے بنی ہے---اور اس لئے اس میں مسجد کی آلودگی کا احتمال ہے۔ اور ہدایہ ہی میں ہے: جب میت مسجد کے باہر ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔(ت)

مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی سے حلیہ میں ہے:

عندنا اذاکانت الجنازۃ خارج المسجد	جب جنازہ مسجد کے باہر ہو تو ہمارے نزدیک

---

[1] الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ کراچی ۲/ ۲۳۰

[2] بحرالرائق فصل السلطان احق بصلاتہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۷

[3] الہدایۃ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۶۱)

لم یکرہ ان یصلی الناس علیها فی المسجد انما الکراهة فی ادخال الجنازة فی المسجد[1]۔	یہ مکروہ نہیں کہ لوگ مسجد کے اندر اس کی نماز پڑھیں کراہت اسے مسجد کے اندر داخل کرنے ہی کی صورت میں ہے۔(ت)

برجندی شرح نقایہ میں ہے:

کرهت صلٰوة الجنازة فی مسجد جماعة اتفاقا اذا وضعت الجنازة فیه ولو وضع خارجه اختلف المشائخ فیه وذلك لان علة الکراهة اما توهم التلوث او کون المسجد مبینا لاداء المکتوبة[2] اھ ملخصا۔	مسجد جماعت میں جنازہ رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے، اور اگر جنازہ باہر رکھا ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ یہ اختلاف اس لئے ہے کہ کراہت کی علّت آلودگی مسجد کا احتمال ہے یا یہ کہ مسجد فرائضِ وقتیہ کی ادائیگی کے لئے بنی ہے اھ بہ تلخیص (ت)

شرنبلالیہ میں ہے:

قوله (یعنی الغرر) کرهت فی مسجد هو فیه، **اقول:** والکراهة هنا باتفاق اصحابنا کما فی العنایة[3]۔	عبارت غرر (مسجد میں جنازہ رکھا ہو تو اس میں جنازہ مکروہ) میں کہتا ہوں یہاں کراہت پر ہمارے مشائخ کا اتفاق ہے، جیسا کہ عنایۃ میں ہے۔(ت)

عبارات یہاں بکثرت ہیں فیما نقلناه کفایة وقد ظهر به کل ما القینا علیك (اور جس قدر ہم نے نقل کردیا وُہ کافی ہے، اور اس سے وُہ ساری باتیں واضح ہوگئیں جو ہم نے بیان کیں۔ت) واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۶۷ تا ۷۰: از فیروزآباد ضلع آگرہ محلّہ کوٹلہ مرسلہ مسکین تاج محمد ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) رمضان المبارک کے الوداعی جمعہ کو جامع مسجد میں مسلمانوں کا جنازہ آیا، نمازیوں کی بہت زیادہ

[1] کتاب المبسوط باب غسل المیت مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۶۸

[2] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۱۸۱

[3] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ دررالحکام باب الجنائز مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دارالسعادت بیروت ۱/۱۶۵

کثرت تھی، نماز جنازہ اگر بیرون مسجد پڑھائی جائے گی تو نہ صفیں سیدھی ہوں گی بسبب قبروں اور درختوں کے اور نہ نمازی آسکیں بسبب زیادتی کے، اور دھوپ تکلیف دی تھی روزہ داروں کو، اس صورت مذکورہ عذرات کو مدنظر رکھتے ہوئے نمازِ جنازہ فرش مسجد پر پڑھائی جائے یا نہیں، اور ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۲) اس شخص کے واسطے کیا حکم ہے کہ وہ جانتاہے کہ تمام مسلمانوں سے عذرات مذکورہ بالا صحیح ہیں اور اندورن مسجد جنازہ آگیا ہے اور نماز جمعہ بھی ہوچکی ہے مگر وہ جنازہ کو مسجد سے باہر کرتا ہے اور باہر کرکے نماز جنازہ پڑھاتا ہے اور جائے کی تنگی اور صفوں کی شکستگی اور روزہ داروں کے دھوپ میں کھڑے ہونے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نمازیوں کی خواہش شرکت نماز جنازہ فوت کرے کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی عذر نہ ہو اور نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھ لی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں، اور ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۴) اگر بعد نمازِ جمعہ نمازِ جنازہ پڑھ لی جائے تو اولٰیے یا سنت وغیرہ پڑھنے کے بعد نماز جنازہ پڑھنا اولٰی ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) جنازہ مسجد میں رکھ کر اس پر نماز مذہب حنفی میں مکروہ تحریمی ہے،

تنویر الابصار میں ہے:

کرهت تحریما فی مسجد جماعة هی فیه واختلف فی الخارجة والمختار الکراهة [1]۔	مسجدِ جماعت میں نمازِ جنازہ مکروہ تحریمی ہے جبکہ جنازہ مسجد کے اندر ہو، اور اگر باہر ہے تو اس بارے میں اختلاف ہے، مختار یہ ہے مکروہ ہے (ت)

نماز جنازہ بہت ہلکی اور جلد ہونے والی چیز ہے اتنی دیر دھوپ کی تکلیف ایسی نہیں کہ اُس کے لئے مکروہِ تحریمی گوارا کیا جائے اور مسجد کی بے حرمتی روا رکھیں۔ رہی نماز، وہ ادا ہوجائے گی، فرض اُتر جائے گا اور مخالفت حکم کا گناہ اور نفسِ نماز کا ثواب اللہ عزوجل کے ہاتھ، جیسے کوئی مغصوب زمین میں نمازِ پنجگانہ پڑھے۔

(۲) اُس نے مذہب پر عمل کیا، جو بات مذہب میں منع تھی اُس سے روکا، نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے جو مسلمان تنگی جا کے سبب نہ مل سکے اور ملنے کی خواہش رکھتے تھے اور انہیں ان شاء اللہ العزیز ملنے ہی کا ثواب ہے۔ حدیث میں ہے: جو جماعت کی نیت سے مسجد چلا، نماز ہوچکی، اس کے لئے ثواب لکھ گیا۔

قال اللہ تعالٰی فقد وقع اجرہ علی اللہ [2]۔	اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: تو اس کا اجر خدا کے ذمہ کرم پر ثابت ہے۔ (ت)

---

[1] دُرمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

[2] القرآن ۴/۱۰۰

وقال اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما لکل امر مانوی [1]۔	اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی (ت)

نماز ہو جائے گی، اور اب مخالفت کا گناہ اور زیادہ کہ محض بلاوجہ ہے، اور ثواب کا جواب اوپر گزرا۔

(۴) سنت سے فارغ ہو کر نمازِ جنازہ پڑھیں، نوافل و وظائف قطعًا بعد کو رکھیں۔ در مختار میں ہے:

فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ [2]۔	بحر میں اذان سے ذرا پہلے حلبی صاحب حلیہ سے نقل ہے کہ فتوی اس پر ہے کہ جنازہ سنت کے بعد ہوگا۔ (ت)

ہاں اگر جنازہ کی حالت ایسی ہو کہ دیر میں متغیر ہو جائے گا تو پہلے جنازہ پڑھیں پھر سنت وغیرہ۔ اشباہ میں ہے:

اجتمعت جنازۃ و سنۃ وقتیۃ قدمت الجنازۃ [3]۔ واللہ تعالٰی اعلم	جنازہ اور سنت وقتیہ دونوں جمع ہوں تو جنازہ مقدم ہوگا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۱۷: از سنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ بریلی کی جامع مسجد میں نبی خانہ میں نمازِ جنازہ پڑھائی جائے اور امام نبی خانہ میں ہو اور مقتدی جامع مسجد میں اور نبی خانہ میں برابر صف بندی ہو، درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

صحیح یہ ہے کہ مسجد میں نہ جنازہ ہو نہ امامِ جنازہ، نہ صفِ جنازہ۔ یہ سب مکروہ ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۷۲ تا ۷۸: از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگال، مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی، مرشدی، کرمانی ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) مسجد کے باہر پورب جانب جو سامنے پختہ صحن بنا ہوا ہے اکثر گرمیوں میں وہاں پر مغرب کی

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

[2] در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

[3] الاشباہ والنظائر القول فی الدین مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۶۱۸، ۶۱۷

نماز پڑھی جاتی ہے
اُس جگہ جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
(۲) اور لکڑی کا صندوق جو بمنزلہ تابوت کے ہوتا ہے اس کے اندر میّت رکھ کر صندوق بند کیا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
(۳و۴) اور کسی ولی یا سادات یا علماء کی قبریں پختہ باندھنا اور کسی ملک سے دوسرے ملک یا شہر سے دوسرے شہر لے جاکر دفن کرنا درست ہے یا نہیں؟
(۵) اور میّت کو لکڑی کے صندوق میں رکھ کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟
(۶) اور قبر میں میّت کے سینہ کفن کے نیچے شجرہ پیرانِ طریقت رکھ کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟
(۷) اور بزرگانِ دین نے جو اپنے وصال سے قبل اپنا کفن تابوت و قبر پختہ اندر سے صحن پختہ کرکے تیار کر رکھا ہے ایسا قبل سے ان چیزوں کو ایسی حالتوں میں تیار رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) صحن مسجد یقیناً مسجد ہے، فقہائے کرام اُسے مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی اور مسقف درجہ کو مسجد شتوی یعنی جاڑوں کی مسجد کہتے ہیں۔ اور نمازِ جنازہ مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے **کما فی التنویر والدر وغیرهما** (جیسا کہ تنویرالابصار اور درمختار وغیرہما میں ہے۔ت) ہاں حدِ مسجد سے باہر فنائے مسجد میں جائز ہے۔
(۲) میّت اگر تابوت کے اندر ہو نماز اس پر اسی طرح جائز ہے کھولنے کی حاجت نہیں۔
(۳و۴) قبر جس قدر میّت سے متصل ہوئی اس اندرونی حصہ کو پختہ کرنا ممنوع ہے اور باہر سے پختہ کرنے میں حرج نہیں، اور معظمان دینی کے لئے ایسا کرنے میں بہت مصالح شرعیہ ہیں۔ لاش کا ایک ملک سے دوسرے ملک لے جانا تو بڑی بات دوسرے شہر کو لے جانا بھی ممنوع ہے، میل یا دو میل تک لیجانے میں حرج نہیں **کما فی العالمگیریة وغیرها** (جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔ت)
(۵) تابوت میں دفن کرنا مکروہ و خلافِ سنت ہے مگر اُس حالت میں کہ وہاں زمین بہت نرم ہو تو حفاظت کے لئے حرج نہیں کمافی الھندیہ وغیرہا (جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ت)
(۶) بہتر یہ ہے کہ قبر طاق کھود کر اس میں شجرہ رکھا جائے اور تبرکات اگر سینہ پر رکھیں تو اُس کی ممانعت بھی ثابت نہیں **والتفصیل فی الحرف الحسن** (اور تفصیل ہمارے رسالہ "**الحرف الحسن فی الکتابة علی الکفن**" میں ہے۔ت) **(۷)** کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں اور قبر پہلے سے نہ بنانا چاہئے **کما فی الدر المختار وغیرہ** (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ت) **قال اللہ تعالٰی وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ**

تَمُوْتُ ط [1] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے: کوئی جان نہیں جانتی کہ اس کی موت کس زمین میں ہوگی۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر۷۹تا۸۰: از ریاستکوٹہ راجپوتانہ محلّہ چندگڑھ مسئولہ فضل احمد صاحب ۶ محرم۱۳۳۹ھ

(۱) کیافرماتے ہیں علمائے دن اس مسئلہ میں کہ پہلے ایک حصہ خام تھا اب بالکل ملحقہ مسجد کرکے سب پختہ بنادیا گیا آیا یہ مسجد میں داخل ہے یا نہیں، اور یہاں نمازِ جنازہ جائز ہے یا نہیں اور صحن مسجد ہے یا نہیں؟

(۲) خانہ کعبہ اور مسجد اقدس نبوی میں نماز جنازہ کیوں ہوتی ہے؟ اور جب کعبہ شریف میں نماز پڑھتے ہیں تو مسجد میں کیا حرج ہے؟

الجواب:

(۱) یہ جگہ مسجد سے خارج تھی اُسے پختہ کرکے صحنِ مسجد سے ملادینا مسجد کے طور پر نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ جمعہ وعیدین میں نمازیوں کو آرام ہو تو وہ بدستور مسجد سے خارج ہے اور اس میں نمازِ جنازہ جائز ہے، اور اگر تمام مسلمانوں کی رائے سے اُسے مسجد کرلیا گیا تو اب اس میں نماز جنازہ جائز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) وہاں شافعیہ ے طور ہوتی حنفیہّ کے نزدیک جائز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر۸۱: از بلند شہر بالائے کوٹ محلّہ قاضی واڑہ مرسلہ محمد عبدالسلام صاحب ۳۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

حوض مسجد کے اندر ہے اور اس کے چاروں طرف فرش ہے اس کی پٹری پر چارپائی رکھ کر نماز جنازہ پڑھائی جاتی ہے، آیا یہ نماز درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

قول راجح تر یہ ہے کہ نماز مذکورہ مکروہ ہے اور ایسا کرنا منع ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

کرھت تحریمافی مسجد جماعۃ ھوای المیت فیہ واختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا خلاصۃ [2] الخ	مسجدِ جماعت میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے جبکہ جنازہ مسجد کے اندر ہو، اور اگر تنہا جنازہ یا جنازہ مع کچھ نمازیون کے بیرون مسجد ہو تو اس بارے میں اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے خلاصہ الخ (ت)

[1] القرآن ۳۱/۳۴

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنازہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

اور دوسرے قول پر صورت مذکورہ میں یہ حرج تو نہیں اس لئے کہ میت بیرون مسجد ہے **فلا کراھۃ فی الصلوٰۃ قال فی الغنیۃ ھو المختار وذکر علیہ العمل** (تو نماز میں کراہت نہیں، غنیہ میں ہے: یہی مختار ہے اور اسی پر عمل بتایا۔ت) مگر جب فرشِ مسجد چاروں طرف محیط ہے تو اس پٹری تک جنازے کا لے جانا مسجد کے اندر ہی ہوگا اور یہ باتفاق حنفیّہ مکروہ ہے۔ یہ سب اُس وقت ہے کہ وسط مسجد میں حوض خود بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا ہو، ورنہ اگر مسجد ہوچکی اس کے بعد وسط میں حوض بنوایا اگرچہ بانی نے بنایا ہو تو اس کا بنانا حرام، اور اُس سے وضو کرنا حرام، اور نمازِ جنازہ بالاتفاق مکروہ ہے **وتحقیقہ فی ماعلقناعلی ردالمحتار** (اس کی تحقیق ہمارے حاشیہ ردالمحتار میں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۲ : از بانٹوہ ملک کاٹھیاواڑ مولوی عبدالمطلب صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

یہاں نمازِ جنازہ کے لئے جو جگہ تعمیر کی گئی شہر سے دُور فاصلہ پر ہے، بارش اور گرمی میں بڑی دقت ہوتی ہے لہٰذا برائے رفع تکالیف بستی کے جو پرانا صد سالہ قبرستان ہے کہ جس کے اندر قبریں منہدم ہوچکی ہیں، بسبب انہدام کے لوگ کُوڑا کرکٹ اس کے اندر ڈالتے ہیں اگر وہاں نماز جنازہ کے لئے چبوترہ بنایا جائے تو جائز ہوگا یا چگونہ؟

الجواب:

قبور پر نماز ہرگز جائز نہیں، نہ اُن پر کوڑا کرکٹ ڈالنا جائز، بند وبست کریں، ممانعت کریں، ہاں اگر وہاں یا اس کے قریب کوئی قطعہ، زمین ایسا ہو جہاں قبریں نہ تھیں تو وہاں نماز کی اجازت ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز ۱۳۱۵ھ

(نماز جنازہ کی تکرار روکنے والی ممانعت)

مسئلہ ۸۳: از کٹرہ پرگنہ منورہ ڈاکخانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ مولٰنا مولوی کریم رضا صاحب رجب ۱۳۱۵ھ

بملاحظہ اقدس مولانا صاحب راس العلماء تاج الفضلاء جامع کمالات صوریہ ومعنویہ جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب ادام اللہ تعالٰی بالافادۃ، السلام علیکم! عرض ضروری یہ ہے مولوی اسمٰعیل مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے بھانجے اور شاگرد جو ایک مدّت سے قصبہ مرہٹ میں اقامت رکھتے ہیں غیر مقلد ہیں اور بیچارے غریب مقلدین کو اپنے مذہب میں لانا چاہتے ہیں، چنانچہ فی الحال ایک رئیس کی لڑکی مرگئی تو ان کے اصرار سے دوبارہ نماز جنازہ پڑھی گئی انہوں نے علٰی رؤس الاشہاد کہہ دیا کہ تین روز تک جتنی بار جی چاہے نماز پڑھے۔ اس لئے حضور کو تکلیف دیتا ہوں کہ جوابِ استفتاء تحریر فرمائیے کہ افحام واسکات مخالفین ہو۔ اور ترجمہ عبارات بھی تحریر فرمائے کہ جس مقام میں یہ فتوٰی بھیجا جائے گا وہاں کے لوگ اردو، فارسی جانتے ہیں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ولیِ میّت نے ایک بار نماز جنازہ کی لوگوں کے ساتھ پڑھی پھر دوسری بار انہی لوگوں کے ساتھ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بامامتِ شخص آخر نماز جنازہ پڑھی، تو یہ تکرارِ نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر ولی اس مسئلہ سے ناواقف ہے اور بسبب اصرار کسی عالم کے اس نے دوبارہ نماز پڑھی تو وہ گناہگار ہوگا یا عالم یا دونوں میں کوئی نہیں؟

اور نماز جنازہ تین روز تک جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

الحمد ﷲ الذی جعل الارض کفاتاواکرم المومنین احیاء وامواتًا والصلوٰۃ والسلام علی من عمرالقلوب بصلوٰتہ ونورالقلوب بصلوتہ وعلی اٰلہٖ وصحبہٖ واھلہٖ وحزبہٖ اجمعین اٰمین!	سب خوبیاں اللہ تعالٰی کے لئے جس نے زمین کو جمع کرنے والی بنایا، اور اہل ایمان کو حیات وموت دونوں حالتوں میں عزت بخشی، اوردرود و سلام ہو اُن پر جنہوں نے دلوں کو اپنے تعلقات سے آباد فرمایا اور قبروں کو اپنی نماز سے روشن کیا،اور ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کے اہل، ان کے گروہ سب پر درود وسلام،الٰہی ! قبول فرما(ت)

نماز جنازہ کی تکرار ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک تومطلقًا ناجائز ونامشروع ہے، مگر جب کہ اجنبی غیراحق نے بلااذن و بلامتابعت ولی پڑھ لی ہو تو ولی اعادہ کرسکتاہے۔امام اجل برہان الملۃ والدّین ابوبکر ہدایہ میں فرماتے ہیں:

ان صلی غیرالولی والسلطان اعادالولی ان شاء لان الحق للاولیاء وان صلی الولی لم یجز لاحدٍ ان یصلی بعدہ لان الفرض یتادی بالاول والتنفل بھا غیر مشروع ولھذا رأینا الناس ترکوامن اٰخرھم الصلوٰۃ علی قبرالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھوالیوم کماوضع[1]۔	یعنی اگر ولی وحاکم اسلام کے سوااور لوگ نمازِ جنازہ پڑھ لیں تو ولی کواعادہ کااختیار کہ حق اولیاء کاہےاور اگر ولی پڑھ چکاتواب کسی کو جائز نہیں کہ فرض توپہلی نماز سے اداہوچکااور یہ نماز بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں ولہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ تمام جہان کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑدی حالانکہ حضور آج بھی ویسے ہی ہیں جیسے جس دن قبر مبارک میں رکھے گئے تھے۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

لو کان مشروعالمااعرض الخلق کلھم من العلماء و الصالحین والراغبین	یعنی اگر نمازِ جنازہ کی تکرار مشروع ہوتی تومزار اقدس پر نماز پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتاجس میں

[1] الہدایہ فصل فی الصّلوٰۃ علی المیت مطبوعہ المکتبۃالعربیۃ کراچی ۱/۱۶۰

فی التقریب الیه علیه الصلٰوۃ والسلام بانواع الطرق عنه فهذادلیل ظاهر علیه فوجب اعتبارہ[1]۔	علماء و صلحاء اور وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں تو یہ تکرار کی مشروعی پر کھلی دلیل ہے پس اس کا اعتبار واجب ہوا۔

اقول: حاصل کلام یہ کہ نماز جنازہ جیسی قبل دفن ویسی بعد دفن قبر پر۔ ولہٰذا اگر کوئی شخص بے نماز پڑھے دفن کر دیا گیا تو فرض ہے کہ اس کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھیں جب تک ظن غالب رہے کہ بدن بگڑ نہ گیا ہوگا اور نماز جنازہ ایک تو ہر مسلمان کا حق ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حق المسلم علی المسلم خمس وذکرمنها اتباع الجنائز[2] وسیأتی۔	مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، ان میں نمازِ جنازہ کو بھی ذکر فرمایا، حدیث آگے آرہی ہے۔ (ت)

دوسرے مقبول بندوں کی نماز میں وہ فضل ہے کہ پڑھنے والوں کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ ہم عنقریب انس بن مالک و عبداللہ بن جابر و سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے متعدد احادیث ذکر کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "مومن صالح کو پہلا تحفہ یہ دیا جاتا ہے کہ جتنے لوگوں نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی سب بخش دئے جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل حیا فرماتا ہے کہ اُن میں کسی پر عذاب کرے" اب اگر حق کا لحاظ کیجئے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق کے برابر تمام جہان میں کس کا ہوسکتا ہے، اور فضل کو دیکھئے تو افضل المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے برابر کس مقبول پر نماز پڑھنی ہوسکتی ہے، ہاں قبر پر نماز پڑھنے سے مانع یہ ہوتا ہے کہ اتنی مدت گزر جائے جس میں میّت کا بدن سلامت ہونا مظنون نہ رہے، اسی کو بعض روایات میں دفن کے بعد تین دن سے تقدیر کیا، اور صحیح یہ کہ کچھ مدّت معین نہیں، جب سلامت و عدمِ سلامت مشکوک ہوجائے نماز ناجائز ہوجائیگی، مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں معاذاللہ اس کا اصلاً احتمال نہیں وہ آج بھی یقیناً ایسے ہی ہیں جیسے روزِ دفن مبارک تھے۔ وہ خود ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللّٰه حرّم علی الارض ان تاکل اجسادالانبیاء[3]۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی	بیشک اللہ تعالٰی نے زمین پر حرام فرمادیا ہے انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کا جسم مبارک کھانا۔

---

[1] فتح القدیر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت مطبوعہ المکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۸۴

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۵۴۰

[3] سنن ابن ماجہ ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم و الدارقطنی و ابونعیم و صححہ ابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم و الدارقطنی وابن دِحیۃ و حسنہ عبدالغنی المنذری وغیرھم۔	اسے امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمۃ، ابن حبان، حاکم، اور ابو نعیم نے روایت کیا۔ ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم دارقطنی اور ابن دحیہ نے صحیح کہا، اور اسے عبدالغنی اور منذری وغیرہم نے حسن کہا (ت)

جب مانع مفقود اور مقتضی اس درجہ قوت سے موجود، تو اگر نمازِ جنازہ کی تکرار شرع میں جائز ہوتی تو صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک تمام جہان تمام طبقات کے تمام علماء اور اولیاء و صلحا اور عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُس کے ترک پر اجماع کیا معنی، جن میں لاکھوں بندے خدا کے وُہ گزرے اور اب بھی ہیں جنہیں دن رات یہی فکر رہتی ہے کہ جہاں تک مل سکیں وُہ طریقے بجالائیں کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب پائیں، لاجرم تیرہ سو برس کا یہ اجماع کلی دلیل ظاہر ہے کہ تکرارِ نماز جنازہ جائز نہیں، اس لئے مجبوراً سب باقیماندہ کو اس فضل عظیم سے محروم ہونا پڑا۔ امام اجل نسفی وافی اور اس کی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

لم یصل غیرہ بعدہ ای ان صلی الولی لم یجزلغیرہ ان یصلی بعدہ لان حق المیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلٰوۃ الاولٰی فلوفعلہ الفریق الثانی لکان نفلا واذاغیر مشروع کمن صلی علیہ مرۃ[1] الخ	اگر ولی نے نمازِ جنازہ پڑھ لی تو اس کے بعد دوسرے کو پڑھنا جائز نہیں، اس لئے کہ میّت کا حق پہلے فریق سے ادا ہو چکا، اور پہلی نماز سے فرض ساقط ہوگیا، اب اگر کوئی دوسرا فریق ادا کرے تو یہ نفل ہوگی اور یہاں نفل مشروع نہیں، جیسے وہ جس کی ایک بار نماز پڑھی جاچکی ہو الخ (ت)

امام محمد محمد بن حلبی ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

قال علماؤنا اذاصلی علی المیّت من لہ ولایۃ ذلك لاتشرع الصلٰوۃ علیہ ثانیا لغیرہ[2]۔	ہمارے علماء نے فرمایا جب میت پر صاحب حق نماز پڑھ چکے پھر اور کوئی اس پر نماز مشروع نہیں۔

[1] کافی شرح وافی
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

لا یصلی علیه لئلایؤدی الی تکرار الصلٰوۃ علی میت واحد فانه غیر مشروع[1]۔	اُس پر نماز نہ پڑھی جائے کہ ایک میت پر دو بار نماز نہ ہو کہ یہ نامشروع ہے۔

درر شرح غرر ومجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

الفرض یتادی بالاولی والتنفل بھا غیر مشروع[2]۔	فرض تو پہلی نماز سے ادا ہوگیا اور یہ نماز نفلی طور پر مشروع نہیں۔

دُرمختار وفتح اللہ المعین میں ہے:

لیس لمن صلی علیھا ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع[3]۔	جو پہلے پڑھ چکا وُہ ولی کے ساتھ بھی اعادہ کا اختیار نہیں رکھتا کہ اس کی تکرار غیر مشروع ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

لایعید مع له حق التقدم من صلی مع غیرہ لان التنفل بھا غیر مشروع[4]۔	جو اور کے ساتھ پڑھ چکا صاحبِ حق کے ساتھ نہ پڑھے کہ اس نماز میں نفل مشروع نہیں۔

ایضاح وعالمگیریہ میں ہے:

لایصلی علی میت الامرۃ واحدۃ والتنفل بصلٰوۃ الجنازۃ غیر مشروع[5]۔	کسی میّت پر ایک بار کے سوا نماز نہ پڑھی جائے اور نمازِ جنازہ نفل ادا کرنا غیر مشروع ہے۔

فتاوٰی امام قاضی خان وظہیریہ وشرح نقایہ برجندی وخلاصہ وولوالجیہ وتجنیس وواقعات وبحر الرائق وغیرہا میں ہے:

ان کان المصلی سلطانا اوالامام الاعظم اوالقاضی اووالی المصر امام حیه	یعنی اگر بادشاہِ اسلام یا امیر المومنین یا قاضی شرع یا اسلامی حاکم مصر یا امام الحہ نماز پڑھ چکا

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۰

[2] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب الجنائز مطبوعہ احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت بیروت ۱/۱۶۵

[3] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

[4] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل السلطان احق بالصلٰوۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۴

[5] فتاوٰی ہندیہ الفصل فی الصلٰوۃ علی المیت مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۳

لیس للولی ان یعید[1]۔	تو اب ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں۔

شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے: لایصلی علی میت الّا مرّۃ[2] (کسی مردے پر ایک سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے۔ سراج وہاج و بحر الرائق و ردالمحتار و جامع الرموز و جوہرہ نیّرہ و ہندیہ و مجمع الانہر وغیرہ میں ہے:

واللفظ للبحر عن السراج ان صلی الولی علیه لم یجز ان یصلی احد بعده[3]۔	سراج وہاج سے بحر الرائق کے الفاظ ہیں کہ اگر ولی نے اس پر نماز پڑھ لی تو اس کے بعد اب کسی کو جائز نہیں کہ نماز جنازہ پڑھے۔

ان سب کتابوں میں بلفظ لم یجز، ولا یجوز تعبیر میں فرمایا یعنی ناجائز ہے۔ ایسا ہی عبارات ہدایہ سے گزرا۔ اور یہی لایصلی ولایعید ولیس لہ کا مفاد اور یہی غیر مشروع سے مراد، مگر اس میں صاف تصریح ہے جس سے تمام اوہام منصرف اور باقی عبارات کی بھی مراد منکشف۔ یونہی ۱قدوری، ۲ہدایہ، ۳منیہ، ۴وقایہ ۵نقایہ ۶وافی ۷کنز ۸غرر، ۹اصلاح، ۱۰الملتقی، ۱۱تنویر، ۱۲نورالایضاح۔ ان بارہ۱۲ متنوں اور ان کی غیر سب میں تصریح ہے کہ نماز جنازہ جب ایک بار ہوچکی، فوت ہوگئی۔

مختصر: یجوز التیمم للصحیح المقیم اذا حضرت الجنازة والولی غیره فخاف ان اشتغل بالطهارة ان تفوته الصلوٰة[4]، هدایة، تیمم الصحیح فی المصر اذاحضرت الخ وقال بالطهارة مکان بالوضوء وهو اشمل[5]، منیة، الصحیح فی المصر تیمم لصلوٰة الجنازة اذاخاف الفوت جاز	(۱) مختصر قدوری: تندرست مقیم کے لئے تیمّم جائز ہے جب جنازہ آجائے اور ولی دوسرا ہو، اندیشہ ہو اگر وضو میں لگے تو نماز جنازہ فوت ہوجائے گی۔ (۲) ہدایہ: تندرست شہر میں تیمّم کرلے جب جنازہ آجائے طہارت میں مشغول ہوتو فوت کا اندیشہ ہو۔ صاحبِ ہدایہ نے "وضو" کی جگہ "طہارت" کہا، یہ زیادہ جامع ہے۔ (۳) منیہ: تندرست شہر کے اندر

[1] بحر الرائق فصل السلطان احق بصلوٰتہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۱
[2] جامع الرموز فصل فی الجنازۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۸۵
[3] بحر الرائق فصل السلطان احق بصلوٰتہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۲
[4] مختصر القدوری باب التیمم مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور ص ۱۱
[5] الہدایۃ باب التیمم مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۳۸

الاالولی[1]۔وقایۃ، ھولمحدث وجنب وحائض ونفساء لم یقدرواعلی الماء، لخوف فوت صلٰوۃ الجنازۃ، لغیرالولی[2]،اصلاح،مثلہ وقال عجزوا عن الماء[3]۔نقایۃ، مایفوت لاالی خلف کصلاۃ الجنازۃ لغیرالولی[4]،کنز ،صح لخوف فوت صلٰوۃ جنازۃ[5]، تنویر،جازلفوت[6] وافی، مثل الکنز و زاد لم یکن ولیھا،غرر،جازلمحدثٍ وجنب وحائض عجزوا من الماء ولخوف فوت صلٰوۃ الجنازۃ لغیر الولی[7] ملتقی، یجوز فی المصرلخوف فوت صلٰوۃ جنازۃ[8]،نورالایضاح، العذر المبیح للتیمم خوف فوت صلٰوۃ الجنازۃ[9]۔	نمازِ جنازہ کے لئے تیمّم کرے گاجب فوت ہو جانے کااندیشہ ہو مگر ولی کے لئے یہ نہیں۔(۴) وقایہ: تیمّم بے وضو، جنب، حائض اور نفاس والی کے لئے ہے جب انہیں پانی پر قدرت نہ ہو اور غیر ولی کو نمازِ جنازہ فوت ہونے کااندیشہ کے وقت بھی ہے(۵)اصلاح: اس کی عبارت بھی وقایہ کے مثل ہے فرق یہ ہے کہ اس میں کہا ہے جب یہ پانی سے عاجز ہوں(۶) نقایہ: جو فوت ہو اور اس کا کوئی بدل نہ ہو، جیسے غیر ولی کے لئے نماز جنازہ، کا کوئی بدل نہ ہو، (اس کے لئے تیمّم روا ہے) (۷) کنز: نماز جنازہ فوت ہونے کااندیشہ کے وقت تیمّم درست ہے(۸) تنویر: نماز جنازہ فوت ہونے کے وقت تیمّم جائز ہے۔ (۹) وافی: اس کی عبارت کنز کے مثل ہے اور یہ اضافہ ہے جب خود ولیِّ جنازہ نہ ہو(۱۰) غرر: تیمّم جائز ہے بے وضو، جنب اور حائض کے لئے جو پانی سے عاجز ہوں اور غیر ولی کے لئے نماز جنازہ کے فوت ہونے کے اندیشہ سے۔(۱۱) ملتقی: نماز جنازہ کے فوت ہونے کے اندیشہ سے(۱۲) نورالایضاح: تیمّم کو مباح کرنے والا عذر نمازِ جنازہ فوت ہونے کااندیشہ ہے(ت)

[1] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۵۸
[2] وقایہ مع شرح الوقایہ باب التیمم مطبوعہ المکتبۃ الرشید دہلی ۱/ ۹۵ تا ۹۷
[3] اصلاح
[4] نقایۃ مختصر الوقایۃ فصل التیمم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب خانہ کراچی ص ۶
[5] کنزالدقائق باب التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷
[6] درمختار شرح تنویر الابصار باب التیمم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۴۳
[7] وافی
[8] ملتقی الابحر باب التیمم مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۳۲
[9] نورالایضاح باب التیمم مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۱۱

ہدایہ و مجمع الانہر میں ہے: لانھا لاتقضی فیتحقق العجز[1] (اس لئے کہ اس کی قضاء نہیں ہوتی تو عجز متحقق ہے۔ت) کافی امام نسفی میں ہے:

صلٰوۃ الجنازۃ والعید تفوتان لاالٰی بدل لانھما لاتقضیان فیتحقق العجز البحر[2]۔	نمازِ جنازہ و عید فوت ہوں تو ان کا کوئی بدل نہیں اس لئے ان کی قضا نہیں ہوتی تو عجز متحقق ہے۔ بحر۔(ت)

لانھا تفوت بلاخلف[3] (اس لئے کہ جنازہ بلابدل فوت ہوجاتا ہے۔ت) فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لایجوز التیمم مع وجود الماء الافی موضع یخشی الفوات لاالٰی خلف کصلٰوۃ الجنازۃ[4]۔	پانی ہوتے ہوئے تیمّم جائز نہیں مگر ایسی جگہ جہاں بلابدل فوت کا اندیشہ ہو جیسے نماز جنازہ۔(ت)

عندالتحقیق ان سب عبارات کا بھی وہی حاصل کہ نماز جنازہ دوبارہ پڑھنی صرف مکروہ ہی نہیں بلکہ محض ناجائز ہے۔ برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر شرح نظم الکنز للعلامۃ المقدسی پھر حاشیہ علامہ نوح آفندی پھر ردالمحتار شامی میں ہے:

مجرد الکراھۃ لایقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانھا لیست اقوی من فوات الجمعۃ والوقتیۃ مع عدم جوازہ لھما[5]۔	محض کراہت اُس عجز کی مقتضی نہیں جو تیمّم کا جواز چاہتا ہے اس لئے کہ وہ جمعہ اور نماز وقتیہ کے فوت ہونے سے زیادہ قوی نہیں باوجودیکہ ان دونوں کے لئے تیمّم جائز نہیں(ت)

یہ چالیس ۴۰ کتابوں کی عبارتیں ہیں اور خود کثرتِ نقول کی کیا حاجت کہ مسئلہ واضح اور ظاہر، اور تمام کتب مذہب متون و شرح و فتاوٰی میں دائر وسائر صورتِ مستفسرہ میں کہ خود ولی پڑھ چکا تھا

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب التیمم مطبوعہ داراحیاالتراث العربی بیروت ۱/۴۱
[2] کافی وشرح وافی
[3] مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی باب التیمم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۳، شرح النقایہ للبرجندی فصل التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۶
[4] فتاوٰی خیریہ باب التیمم مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۵
[5] ردالمحتار باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی ۱/۱۷۷

دوبارہ اعادہ نماز ہمارے سب ائمہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے اتفاق سے ناجائز وگناہ واقع ہوا، ایسی ناواقفی مانع گناہ نہیں کہ مسائل سے ناواقف رہنا خود گناہ ہے، اس لئے حدیث میں آیا:

ذنب العالم ذنب واحد وذنب الجاھل ذنبان قیل ولم یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العالم یعذب علٰی رکوبہ الذنب والجاھل یعذب علٰی رکوبہ الذنب وترك التعلم[1]۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا عالم کا ایک گناہ اور جاہل کا گناہ دو گناہ کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ! کس لئے؟ فرمایا عالم پر وبال اسی کا ہے کہ گناہ کیوں کیا، اور جاہل پر ایک عذاب گناہ کا اور دوسرا نہ سیکھنے کا۔ اسے دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

عالم جس نے تاکید واصرار کرکے ان لوگوں سے نماز جنازہ کی تکرار کرائی اگر مدعی حنفیت ہے تو خود اپنے ہی مذہب کے حکم سے گنہگار ہے، اور فرقہ غیر مقلدین سے تو گناہگار درکنار بدمذہب وگمراہ ہے، اور ان دونوں صورتوں میں اس عالم پر اتنے گناہ لازم ہوئے جس قدر شمار حصارِ جماعت ثانیہ کا تھا، اور اس پر ایک زائد، مثلاً دوسری دفعہ اس کے اصرار سے سَو آدمیوں نے نماز پڑھی تو ان میں سے ہر ایک پر دو دو گناہ، ایک گناہِ فعل دوسرا گناہِ جہل۔ اور اس عالم پر ایک سو ایک گناہ، ایک اپنا اور سو ان کے فعل کے۔ آخری یہی داعی بگناہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الٰی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اٰثام من تبعہ لاینقص ذلك من اٰثامھم شیئا[2]۔ رواہ الائمۃ الاحمد ومسلم والاربعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جو کسی ضلالت کی طرف بلائے سب ماننے والوں کے برابر گُناہ اُس پر ہوا وران کے گناہوں میں کچھ کمی نہیں آئی۔ اسے امام احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

یعنی یہ نہ ہوگا کہ اس کی ترغیب کے باعث گناہ ہونے کے سبب وہ گناہ سے بچ رہیں یا اس پر صرف

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۱۴۵ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۲/ ۲۴۸

[2] جامع الترمذی ابواب العلم امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۹۲

اپنے ہی فعل کا گناہ ہو، بلکہ وہ سب اپنے اپنے گناہ میں گرفتار اور اُن سب کے برابر اس ترغیب دہندہ پر بار، والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ اور بالفرض شافعی المذہب بھی ہوتا تو سخت جاہل تھا کہ دوسرے مذہب والوں کو ایسے امر پر مصر ہُوا جو ان کے مذہب میں توگناہ تھا اور اس کے اپنے مذہب میں بھی مکروہ۔ امام ابویوسف اردبیلی شافعی "کتاب الانوار لاعمال الابرار" میں فرماتے ہیں:

لایستحب لمن صلی جماعۃ او منفردًا اعادتھا جماعۃ او انفرادًا بل یکرہ[1]۔	یعنی جس نے نماز جنازہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھ لی اس کے لئے دوبارہ جماعت میں خواہ تنہا پڑھنی پسندیدہ نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ (ت)

اور اگر کراہت نہ بھی لیجئے تو اس قدر تو ضرور کہ باجماع تمام امت مرحومہ کسی کے نزدیک ضروری نہ تھا۔ پھر آپ نے کس آیت و حدیث کس امام کے قول سے اختیار کیا تھا کہ غیر مذہب والوں سے بااصرار ایسے امر کا ارتکاب کرائے جو اُن کے مذہب میں ناجائز اور اپنے نزدیک محض بے حاجت، شافعیہ وغیرہم بعض علماء اگرچہ اُس کے لئے جس نے ہنوز نمازِ جنازہ نہ پڑھی نماز اول ہو جانے کے بعد بھی اجازت نماز دیتے ہیں مگر اس مدعیِ علم کا پڑھ چکنے والوں پر یہ اصرار خصوصًا اس حالت میں کہ خود ولی اقرب بھی انہیں میں ہے اور اسکا وہ علٰی رؤس الاشہاد زعم واظہار کہ تین روز تک جتنی بار چاہے نماز پڑھے، جیسا کہ فاضل سائل نے اپنے خط میں ذکر فرمایا یہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اصلًا مذہب کے مطابق نہیں، نہ شرع مطہر سے اس پر کوئی دلیل، اگر سچّا ہے تو اس اصرار اور اس اظہار کی دلیل پیش کرے ورنہ اپنے جہل و سفاہت اور امرِ شرع میں بیباکی وجرأت کا مقر ہو قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۶۴﴾[2] (کہو اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچّے ہو۔ت) حضرات غیر مقلدین بلکہ تمام طوائف مبطلین کی عادت ہے کہ جب کچھ اپنے مفید مطلب نہیں پاتے الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتا سوار پکڑتا ہے نری بے علاقہ باتیں، جنہیں ان کے دعوی سے اصلًا مس نہیں بلکہ جوشِ غضب میں مدہوش ہو کر اپنے مضر و مخالف دلیلوں سے استناد کر بیٹھتے ہیں، جیسے ان کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی سے ان کی سب سے بڑی تالیف معیار وغیرہ میں بکثرت و بے شمار واقع ہوا، نمونہ درکار ہو فقیر کا رسالہ ملاحظہ ہو حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین جس کا لقب تاریخی بعض ظرفا نے حجۃ الحین عـــہ علی

عـــہ: حَین بالفتح بمعنی مرگ ۱۲ منہ (م ۱۲)

[1] کتاب الانوار لاعمال الابرار کتاب الجنائز فصل الصلٰوۃ الجنازۃ مطبعہ جمالیہ مصر ۱/ ۱۲۳

[2] القرآن ۲۷/ ۶۴

نذیر حسین رکھا، دو برس ہوئے بعض غیر مقلدین نے سفر میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء ملا کر پڑھنے پر زور دیا اور اس مسئلہ کی تقریر جو دہلوی صاحب نے معیار میں بہت چمک کر کی اُس پر ناز تھا، فقیر غفراللہ تعالٰی سے سوال ہوا اس کے جواب میں یہ عجالہ لکھا گیا جس میں بحمداللہ تعالٰی مذہب حنفیّہ کا احقاق واثبات اور خلاف ومخالفت کا ایہان واسکات بعون باری روشن وجہ پر واقع ہُوا کہ اس رسالہ کے سوا کہیں نہ ملے گا۔اُس کو دیکھنے سے ان محدث صاحب کی حدیث دانی کے جلوے کھلتے ہیں،ایک ہی مسئلہ کی بحث سے روشن ہوتا ہے کہ حضرت کو نہ احادیث پر نظر نہ اسانید سے خبر، نہ علمِ رجال نہ طریق استدلال۔ مفید وعبث میں تمیز درکنار، نافع ومضر میں فرق دشوار۔ مگر ائمہ امّت وکبرائے ملّت پر مُنہ آنے کو تیار کَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴿۳۵﴾ (خدا اس طرح ہر متکبر زبردستی والے کے دل پر مہر کردیتا ہے۔ت) بھلا اس مسئلہ میں شیخ صاحب کے لئے سلف موجود تھا کتبِ شافعیہ وغیرہ گداگری اجتہاد کا بھرت پورا کرلیا۔ اس مسئلہ میں یہ مدعی صاحب ایجاد بندہ بنانے کو کسی کا تیار مال نہ پائیں گے، ظاہر ہے جو کچھ جوہر علم وعقل دکھائیں گے فضول وبے معنی کلمات کے رد میں خواہی نخواہی تضیعِ اوقات ہوتی ہے لہٰذا قصر مسافت ودفع کثافت کے لئے پہلے ہی چند ہدایتیں مناسب کہ اگرچہ بعد تنبیہ بھی اُن سے عدول ہو تو ہمارا یہی کلام اُسکا پیشگی جواب معقول ہو۔ان مجتہد صاحب کے دعوے یہ ہیں کہ نماز جنازہ اگرچہ بروجہ کامل ہوچکی اگرچہ ولی احق ادا کرچکا ہو مگر پھر اُسے اور سب پڑھ چکنے والوں کو چاہئے کہ دو بار پڑھیں، اصرار نہ ہوگا مگر کسی امر ضروری یا لااقل مستحب پر معہذا جو نماز شرعًا ماذون فیہا ہوگی کم از کم مستحبہ ہوگی، کہ یہ نماز مباح محض جس کے کرنے نہ کرنے میں کسی ثواب وفضل کی اصلًا امید نہ ہو، شرعًا زنہار معہود نہیں،اور یہ تکرار تین روز تک متواتر جائز اور تین روز پر شرعًا محدود، پچھلے دعووں کے ثبوت میں جو کچھ درکار وہ خود آشکار، دلیل معتمد شرعی چاہئے جو تین روز کی اجازت دے اور اسی قدر تحدید کرے، بیچارے بے علم مسلمانوں کے سامنے جو منہ پر آئے کہہ دے آسان ہے، ثبوت دیتے حال کھلتا ہے۔رہا پہلا دعوی اسکے لئے کوئی حدیث دکھائیں کہ حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو نماز جنازہ کئی کئی بار پڑھا کرو، اتنا ہی ارشاد فرمایا ہو کہ جب نماز جنازہ پڑھ لو پھر اعادہ کرو، یا[۳] اسی قدر سہی کہ پڑھنے والو! جو ولی احق کے ساتھ یا اس کے اذن سے ادا کرچکے ہو پھر اعادہ کرو تو بہتر ہے یا[۴] اسی قدر کہ تمہارے لئے حرج نہیں یا نہ[۵] سہی، اتنا ہی آیا ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ جنازہ بار بار یا دو[۲] ہی بار پڑھا کرتے یا[۶] اس سے درگزر کرے اسی قدر ثابت ہو کہ ولی احق پڑھ چکا تھا بعدہ پھر اُسی نے اور دیگر پڑھ چکنے والوں یا صرف اُسی نے یا صرف اور بعض مصلیوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے دو بار پڑھی اور حضور نے منع نہ فرمایا، [۷] حضور کو خبر پہنچی اور حضور

نے جائز رکھا۔ یہ ساتے صورتیں ثبوت کی ہیں جن میں چار پہلے ثبوت قولی اور پانچویں فعلی اور دو باقی تقریری۔ ان میں جس ہلکی سے ہلکی، آسان سے آسان صورت پر قدرت پاؤپیش کرو اور جب جان لو کہ سب راہیں بند ہیں تو پھر شرع مطہر پر افترایا اقل درجہ احکام اللہ میں بیباکی واجترا کا اقرار کرنے سے چارہ نہیں۔ مسلمان ان مجتہد صاحب سے بے ثبوت لئے نہ مانیں، اگر ساتوں وجہ سے عاجز پائیں تو اتنا دریافت کردیکھیں کہ حدیث سنن دارمی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار[1]۔	جو تم میں فتوی دینے پر زیادہ جری ہے آتشِ دوزخ پر زیادہ جرأت رکھتا ہے۔

اس میں آپ حضرات تو داخل نہیں؟ اگر بحکم آنکہ ع:

وقتِ ضرورت چو نماند گریز

(ضرورت پر بھاگنے کے سوا چارہ نہیں۔ت)

مجبورًا یہ کسی واقعہ حال کا دامن پکڑلے تو اتنا یاد رہے کہ واقعہ عین لاعموم لہا، وقائعِ خاصہ احکامِ عامہ نہیں ہوتے، وُہ ہر گونہ احتمال کے محل ہوتے ہیں۔

اوّلًا آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ پہلے اس جنازہ پر صلوٰۃ ہوچکی تھی، مجرد استبعاد کہ بھلا صحابہ اس وقت نہ پڑھتے۔ **اقول: وباللہ التوفیق** یہ کافی نہ ہوگا کہ نمازِ جنازہ ہمیشہ سے فرض نہ تھی۔ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا کے جنازہ مقدس پر اس لئے نماز نہ ہوئی کہ اس وقت تک اس کی فرضیت ہی نہ تھی، تو ایک تو بہ سندِ صحیح یہ ثابت کیجئے کہ یہ کب، کس سال، کس ماہ میں اس کی فرضیت اتری۔ مجرد حکایات بے سند مسموع نہ ہوں گی کہ آپ مجتہد ہو کر قیل وقال کی تقلید نہیں کرسکتے، پھر بدلیل صریح یہ مبرہن کیجئے کہ یہ واقعہ عین بعد فرضیت ہی تھا، مجرد وقوع صلوٰۃ مفید فرضیت نہ ہوگا۔ شرع میں اس کی نظائر موجود کہ بعض افعال بلکہ خاص نماز کا قبل فرضیت وقوع ہُوا بعد کو فرضیت اتری، جیسے اسعد بن زرارہ وغیرہ انصار کرام اہل مدینہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا قبل فرضیتِ جمعہ، جمعہ پڑھنا،

کمارواہ عبدالرزاق ومن طریقہ عبدبن حمید فی تفسیرہ بسند صحیح	جیسا کہ اسے عبدالرزاق نے اور ان ہی کے طریق سے عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں بسند صحیح روایت کیا

[1] سنن الدارمی باب الفتیا ومافیہ من الشدۃ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۵۳

وقد بیناه فی رسالتنا لوامع البهافی المصر للجمعة والاربع عقیبها۔	اور اسے ہم نے اپنے رسالہ "لوامع البہافی المصر للجمعۃ والاربع عقیبہا" میں بیان کیا۔(ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جماعت تراویح اسی خیال سے ترک فرمادی کہ مداومت کئے سے فرض نہ ہوجائے[1]۔کما رواہ السنۃ من زید بن ثابت والشیخان عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا (جیسا کہ اسے اصحاب ستّہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) نے حضرت زید بن ثابت سے اور شیخین (بخاری، مسلم) نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ت) اگر کہے نماز میں نفسِ وقوع ہی فرضیت بتادے گا کہ یہ نماز شرع میں فرض ہی ہو کر معہود ہوئی ہے نفلی طور پر اصلاً مشروع نہیں

اقول: اب راہ پر آگئے اسی لئے تو ائمہ کرام اس کی تکرار کو نامشروع فرماتے ہیں کہ شرع مطہر میں یہ نماز بروجہ تنفل نہیں اور اس کی فرضیت بالاجماع بسبیل الکفایہ ہے، اور فرض کفایہ جب بعض نے ادا کرلیا ادا ہوگیا، اب جو پڑھے گا نفل ہی ہوگا۔اور اس میں تنفل مشروع نہیں۔

ثانیاً ثبوت دیجئے کہ اُس واقعہ میں صلاۃ بمعنی ارکان مخصوصہ تھی، صلاۃ علٰی فلاں بمعنی دعا نصوص شرعیہ میں شائع وذائع ہے۔

قال تعالٰی خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے نبی! مسلمانوں کے مال سے زکوۃ تحصیل فرما کر اس کے سبب تُو ان کو پاک اور ستھرا کرے اور ان پر صلاۃ کر، بیشک تیری صلاۃ اُن کے لئے چین ہے۔

اسی آیت کے حکم سے جب لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس زکوۃ حاضر کرتے حضور ان کے حق میں دُعا فرماتے:

اللھم صل علٰی فلان[3] کمارواہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ و غیرھم عن عبداللہ بن	اے اللہ! فلاں پر رحمت نازل فرما۔ جیسا کہ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہم نے حضرت ابی اوفٰی

[1] صحیح البخاری باب فضل من قام رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۹، صحیح مسلم الترغیب فی قیامِ رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۹

[2] القرآن ۹/۱۰۳

[3] صحیح البخاری کتاب الزکوۃ ۱/۲۰۳، وکتاب الدعوات ۲/۹۳۷ قدیمی کتب خانہ کراچی

ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ	رضی اللہ عنہمارضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔(ت)

اسی طرح آیہ کریمہ:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا [1]۔ اللھم صل وسلم وبارك علیه وعلی اٰله وصحبه وکل منتم الیه۔	بیشک خدا اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو اور خوب خوب سلام بھیجو۔(ت) اے اللہ! ان پر درود وسلام وبرکت نازل فرما اور ان کی آل واصحاب اور ان سے ہر نسبت و تعلق رکھنے والے پر بھی۔(ت)

کریمہ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ[2] (وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے۔ت) کریمہ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ[3] (اور کچھ گاؤں والے وُہ ہیں جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں۔ت) وغیرہ صلوٰۃ بمعنی دُعا ہے، علماء نے حدیث مؤطائے امام مالک وسنن نسائی عن ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

انی بعثت الی اھل البقیع لاصلّ علیھم[4]۔	میں اہل بقیع کی طرف بھیجا گیا کہ ان پر صلوٰۃ کروں۔ صلوٰۃ کو بمعنی استغفار ودُعا لیا۔

اقول: بلکہ سُنن نسائی کی دوسری روایت میں ہے:

ان جبریل اتانی (فذکر الحدیث قال) فامرنی ان اٰتی البقیع فاستغفر لھم قلت له کیف اقول یارسول اللہ قال قولی السلام علی اھل الدار من المؤمنین	یعنی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل میرے پاس آئے مجھے حکم فرمایا کہ بقیع جا کر اہل بقیع کے لئے دعائے مغفرت کروں، ام المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کس طرح

---

[1] القرآن ۳۳/۵۶

[2] القرآن ۳۳/۴۳

[3] القرآن ۹/۹۹

[4] سنن النسائی کتاب الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۷

والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین مناوالمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون [1]۔	کہوں، حضور نے دعاءِ زیارتِ قبور تعلیم فرمائی السلام علٰی اھل الدار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین مناوالمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔

یہ توخود حدیثِ بخاری ومسلم وابی داؤد والنسائی عن عقبۃ بن عامر ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرج یومًا فصلی علی اھل احد صلٰوتہ علی المیّت [2] (حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک دن احد تشریف لے جاکر اہلِ احد پر صلٰوۃ پڑھی جیسے میّت پر صلٰوۃ پڑھی جاتی ہے۔ت) میں بھی علماء نے صلٰوۃ بمعنی دُعا لی۔ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

زاد (البخاری) فی غزوۃ احد من طریق حَیْوَۃ بن شریح عن یزید بعد ثمان سنین والمراد انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعاء لھم بدعاء صلٰوۃ المیّت ولیس المراد صلٰوۃ المیت المعھودۃ کقولہ تعالٰی وصل علیھم الاجماع یدل لہ لانہ لایصلی علیہ عندنا وعند ابی حنیفۃ المخالف لایصلی علی القبر بعد ثلثۃ الایام [3]۔	امام بخاری نے غزوہ اُحد کے بیان میں بطریق حَیْوَہ بن شریح عن یزید "آٹھ سال بعد" کا اضافہ کیا، یعنی اہلِ اُحد کے لئے صلٰوۃ مذکور کا واقعہ ان کی شہادت کے آٹھ سال بعد کا ہے---اور صلٰوۃ سے مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے وہی دعا کی جو نمازِ میّت میں ہوتی ہے، معروف نمازِ جنازہ مراد نہیں۔ جیسے ارشاد باری تعالٰی "صل علیھم" کا معنی ان کے لئے دعا کرو۔اس مراد کی دلیل اجماع ہے اسلئے کہ ہمارے نزدیک شہید کی نماز جنازہ نہیں، اور امام ابوحنیفہ جو اس بارے میں ہمارے مخالف ہیں ان کے نزدیک تین دن کے بعد قبر پر نمازِ جنازہ نہیں۔(ت)

پھر امام نووی شرح مہذب پھر امام سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں:

قال اصحابنا وغیرھم ان المراد من	ہمارے علماء اور دیگر حضرات نے فرمایا کہ یہاں

[1] سنن النسائی کتاب الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۲۸۷/۱
[2] سنن النسائی کتاب الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۲۷۷/۱
[3] ارشاد الساری شرح البخاری باب الصلٰوۃ علی الشہید دار الکتاب العربی بیروت ۴۴۰/۲

يهاں الصّلوة ھٰهنا الدعاء وقوله صلوته على الميّت اى دعاء لهم كدعاء صلوٰة الميت وليس المراد صلاة الجنازة المعروفة بالاجماع [1] اھ مختصرا۔	صلوٰۃ سے مراد دعا ہے اور صلوٰتہ علی المیت کا معنی یہ ہے کہ جیسے نمازِ میّت میں دُعا ہوتی ہے وہی دعا ان کے لئے کی، اور معروف نمازِ جنازہ بالاجماع مراد نہیں اھ مختصراً (ت)

اسی طرح وصالِ اقدس کے بعد حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جو صلوٰۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ادا کی ایک جماعتِ علماء اسے بھی بمعنی درود ودعا لیتی ہے اور حدیثِ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہی ظاہر:

اخرج ابن سعد عن عبداللّٰه بن محمد بن عبد اللّٰه بن عمر بن علی بن ابن ابی طالب عن ابیه عن جدّہ عن علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال لما وضع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم علی السریر قال الایقوم علیه احد ھو امامکم حیًّا ومیّتًا فکان یدخل الناس رسلًا رسلا فیصلون علیه صفاصفا لیس لهم امام ویکبرون وعلی قائم بحیال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم یقول السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته اللهم انا نشهد ان قد بلغ ما انزل الیه ونصح لامته وجاهد فی سبیل اللّٰه حتی اعز اللّٰه دینه وتمّت کلمته اللهم فاجعلنا ممن تبع ما انزل الیه وثبتنا بعده واجمع بیننا وبینه فیقول الناس امین حتی صلی	ابن سعد نے عبداللہ بن عبداللہ بن عمر بن علی بن ابی طالب سے تخریج کی کہ انہوں نے اپنے والد سے بواسطہ اپنے دادا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کیا یعنی جب حضور پُر نور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غسل کے دے کر سریر منیر پر لٹایا حضرت مولٰی علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے کوئی امام بن کے کھڑا نہ ہو کہ وہ تمہارے امام ہیں اپنی زندگی دنیاوی میں اور بعد وصال بھی۔ پس لوگ گروہ در گروہ اور پرے کے پرے حضور پر صلوٰۃ کرتے کوئی ان کا امام نہ تھا۔ علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے کھڑے عرض کرتے تھے: سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ الٰہی! ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور نے پہنچادیا جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا اور ہر بات میں اپنی امّت کی بھلائی کی اور راہِ خدا میں جہاد فرمایا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو غالب کیا

[1] شرح المہذب للنووی فرع فی مذاہب العلماء فی غسل الشہید الخ المکتبۃ السلفیہ مدینہ منورہ ۵/۱۲۹۵

عليه الرجال ثم النساء ثم الصبيان [1]۔	اور اللہ کا قول پُورا ہوا۔ الٰہی! تو ہم کو ان پر اتاری ہوئی کتاب کے پیروؤں سے کر اور اُن کے بعد بھی اُن کے دین پر قائم رکھ اور قیامت ہمیں ان سے ملا۔ مولا علی یہ دعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے، یہاں تک کہ اُن پر مردوں پھر عورتوں پھر لڑکوں نے صلوٰۃ کی، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔(ت)

اور یہی ظاہر اس حدیث کا ہے جو ابن سعد و بیہقی نے محمد بن ابراہیم تیمی مدنی سے روایت کی:

| لما کفن رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ووضع على سريره دخل ابوبكر وعمر فقالا السلام عليك ايها النبى ورحمة وبركاته ومعهما نفر من المهاجرين والانصار قدر مايسع البيت فسلموا كما سلم ابوبكر وعمر وهما فى الصف الاول حيال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم اللهم انا اشهد ان قد بلغ ما انزل اليه ونصح لامته وجاهد فى سبيل الله حق اعز الله دينه وتمت كلماته فاومن به وحده لا شريك له فاجعلنا يا الٰهنا ممن يتبع القول الذى انزل معه راجمع بيننا وبينه حتى نعرفه وتعرفه بنا فانه كان بالمؤمنين رؤفا رحيما لانبغى بالايمان بدلا ولا نشترى به ثمنا ابدا فيقول الناس اٰمين اٰمين ثم يخرجون ويدخل عليه اٰخرون حتى صلوا عليه الرجال ثم النساء ثم الصبيان [2]۔ | یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کفن دے کر سریر مبارک پر آرام دیا صدیق و فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حاضر ہو کر عرض کی: سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی مہر اور اس کی افزونیاں، اور دونوں حضرات کے ساتھ ایک گروہ مہاجرین اور انصار کا تھا جس قدر حجرہ پاک میں سماجاتا اُن سب نے یوں ہی سلام عرض کیا اور صدیق و فاروق پہلی صف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے کھڑے یہ دعا کرتے: الٰہی! میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ تو نے اپنے نبی پر اتارا حضور نے امت کو پہنچایا اور اس کی خیر خواہی میں رہے اور راہِ خدا میں جہاد فرمایا، یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے اپنے دین کو غلبہ دیا اور اللہ کی باتیں پوری ہوئیں، تو ایک اللہ پر ایمان لایا گیا اُس کا کسی کو شریک نہیں تو اے معبود ہمارے! ہمیں ان کی کتاب کے پیروؤں میں کر جو اُن کے ساتھ اُتری اور ہمیں اُن سے ملا کہ ہم انہیں پہچانیں اور تو ہماری پہچان انہیں کرادے کہ وہ مسلمانوں پر رحم دل تھے۔ ہم نہ ایمان کسی چیز سے |

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر الصلٰوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار صادر بیروت ۲۹۱/۲

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر الصلٰوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار صادر بیروت ۲۹۰/۲

بدلنا چاہیں نہ اس کے عوض کچھ قیمت لینا۔ لوگ اس دُعا پر آمین آمین کہتے، پھر باہر چلے جاتے اور دوسرے آتے یہاں تک کہ مردوں، پھر عورتوں، پھر بچوں نے حضور پر صلوٰۃ کی۔(ت)

بزار و حاکم وابن سعد وابن منیع و بیہقی و طبرانی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

از غسلتمونی وکفنتمونی علی سیریری ثم اخرجواعنی فان اول من یصلی علی جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملك الموت مع جنودہ من الملئکة باجمعھم ثم ادخلو اعلی فوجا فصلوا علی وسلمو تسلیما[1]۔	جب میرے غسل وکفن مبارک سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ، سب میں پہلے جبرئیل مجھ پر صلوٰۃ کریں گے پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ، پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود سلام عرض کرتے جاؤ۔

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی میں فرماتے ہیں:

قال البیھقی، تفردبه سلام الطویل عن عبدالملك بن عبدالرحمٰن وتعقبه ابن حجر فی المطالب العالیة بان ابن منیع اخرجه من طریق مسلمة بن صالح عن عبدالملك به فھذہ متابعة السلام الطویل واخرجه البزار من وجه اٰخر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه[2]۔	بیہقی نے کہا: عبدالملک بن عبدالرحمٰن سے اسکی روایت میں سلام طویل منفرد ہیں۔ اس پر علامہ ابن حجر نے "مطالب عالیہ" میں تعاقب فرمایا کہ اسے ابن منیع نے بطریق مسلمہ بن صالح، عبدالملک سے اسی سند سے روایت کیا ہے تو یہ سلام طویل کی متابعت ہو گئی اور اسے بزار نے ایک اور طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

اس حدیث سے بھی ظاہر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود اپنے جنازہ اقدس کی نسبت اسی قدر تعلیم فرمائی کہ گروہ گروہ حاضر ہو کر درود وسلام پڑھتے جانا۔ شرح موطائے امام مالک للعلامۃ الزرقانی میں بعد ذکر حدیث مذکور امیر المومنین علی ہے:

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب المغازی دارالفکر بیروت ۳/ ۶۰

[2] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالصلوٰۃ علیہ افرادًا الخ دارالکتب الحدیثیہ مصر ۳/ ۳۹۵

ظاہر ھذا، ان المراد بالصلٰوۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماذھب الیہ جماعۃ ان من خصائصہ انہ لم یصل علیہ اصلا وانما کان الناس یدخلون فید عون ویفترقون، قال الباجی ولھذا وجہ وھوانہ افضل من کل شھید والشھید یغنیہ فضلہ عن الصلٰوۃ علیہ وانما فارق الشھید فی الغسل لانہ حذرمن غسلہ ازالۃ الدم عنہ، وھومطلوب بقائہ لطیبہ ولانہ عنوان بشھادتہ فی الاٰخرۃ ولیس علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مایکرہ ازالتہ عنہ فافترقاانتھی ایماافادالامام ابوالولید۔

اسکاظاہر یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صلٰوۃ سے مراد وہی ہے جوایک جماعت کامذہب ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ ان کی نمازِ جنازہ بالکل نہ پڑھی گئی، پس یہ ہوا کہ لوگ داخل ہوتے اور دعا کرکے جداہوجاتے -- باجی نے فرمایا: اس کی ایک وجہ ہے، وہ یہ کہ سرکار ہر شہید سے افضل ہیں اور شہید کو اس قدر فضیلت حاصل ہے کہ اس کی نماز جنازہ کی ضرورت نہیں۔ رہا یہ کہ غسل کے بارے میں سرکار کا معاملہ شہید سے الگ رہا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شہید کو غسل اس لئے نہیں دیاجاتا کہ اس پر جوخون لگا ہے وہ زائل ہوجائے گا جبکہ پاکیزگی کے باعث اس کا باقی رہنا مطلوب ہے--اور اس لئے بھی کہ آخرت میں وہ اس کی شہادت کا نشان ہوگا--اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم پر ایسی کوئی چیز نہیں جسے زائل کرنا پسندیدہ نہ ہو--اس لئے یہ حکم الگ الگ--امام ابوالولید باجی کاافادہ ختم ہوا۔

ثم نقل عنہ جوابا ان المقصود من الصلٰوۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم عودالتشریف علی المسلمین مع ان الکامل یقبل زیادۃ التکمیل۔

پھر اس کا جواب نقل کیاکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو شرف حاصل ہو--- دوسرے یہ کہ کامل مزید تکمیل کے قابل ہوتا ہے۔

ثم اثرعن القاضی عیاض تصحیح ان الصلٰوۃ کانت ھی المعروفۃ لامجرد الدعا[1] فقط اھ

پھر امام قاضی عیاض سے اس کی تصحیح نقل کی کہ وہ صلٰوۃ یہی معروف نمازِ جنازہ تھی محض دعا نہ تھی۔

[1] شرح الزرقانی علی موطاالامام مالک ۱۴۹ باب ماجاء فی دفن المیت المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۶۶/۲

اقول: اماالجواب فلایمس ماینحوالیہ ابوالولید فانہ لایدعی احالتہ الصّلٰوۃ المعروفۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانہا لاوجہ لہا حتی یثبت جوازہا ویذکر توجیہا وانمایقول ان لترکہا اوجہا ان وقع وہو کذلک ولاینافیہ ان لفعلہا ایضاوجہ اووجوہا۔ان ماذکر المجیب متمش فی الشہیدایضاوالکلام علی مذہب من یقول لایصلی علیہ اما قبول الزیادۃ فبدیہی واما انتفاع المسلیمین فکذلک وقدروی الامام الترمذی محمد بن علی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوّل تحفۃ المومن ان یغفر لمن صلی علیہ[1] ورواہ الدارقطنی فی الافراد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ اوّل مایتحف بہ المومن اذادخل قبرہ

اقول: امام ابوالولید کا جو مطمحِ نظر ہے اس سے جواب کو مس نہیں، اس لئے کہ وہ اسکے مدعی نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نماز جنازہ محال ہے، اور اس کی ادائیگی کوئی وجہ نہیں رکھتی، جوابًا اس کا جواز ثابت کیاجائے اور اس کی کوئی وجہ ظاہر کی جائے---وُہ صرف یہ فرمارہے ہیں کہ اگر سرکار کی نماز نہیں پڑھی گئی تواسکی ایک وجہ ہے--اور وہ اس طرح ہے--اب اگر ادائے نماز کی بھی ایک وجہ یا چندوجہیں ہیں تو یہ ان کے بیان کے منافی نہیں۔اور مجیب نے جو ذکر کیا ہے وُہ شہید کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے-- یہ کلام ان لوگوں کے مذہب پر ہوگا جو شہید کی نمازِ جنازہ کے قائل نہیں-- شہید کا زیادتی کمال کے قابل ہونا تو بدیہی ہے-- رہا مسلمانوں کا فائدہ پانا تو وہ بھی ایساہی تھا--امام ترمذی محمد بن علی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مومن کا سب سے پہلا تحفہ یہ ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی مغفرت کردی جاتی ہے اور اسے دارقطنی نے افراد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ: مومن جب قبر میں

---

[1] نوادر الاصول الاصل الرابع والخمسون دار صادر بیروت ص ۷۸

ان یغفر لمن صلی علیہ [1] ورواہ عبدبن حمید والبزار والبیھقی فی شعب الایمان عنہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ ان اوّل مایجازی بہ المومنین بعد موتہ ان یغفر لجمیع من تبع جنازۃ [2] ورواہ ابن ابی الدنیافی ذکر الموت والخطیب عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ ان اوّل تحفۃ المؤمن ان یغفرلمن خرج فی جنازتہ [3] وروی الدیلمی فی مسند الفردوس عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا مات الرجل من اھل الجنۃ استحی اللہ عزوجل ان یعذب من حملہ ومن تبعہ ومن صلی علیہ [4] وروی ابوبکر بن ابی شیبۃ وابوالشیخ وابن حبان فی کتاب الثواب عن سلمان فارسی

داخل ہوتا ہے تواس کو سب پہلا تحفہ یہ دیا جاتا ہے کہ اس کی نماز پڑھنے والوں کی مغفرت کردی جاتی ہےاور اسے عبد بن حمید، بزار اور شعب الایمان میں بیہقی نے ان ہی (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما) کی روایت سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان الفاظ میں روایت کیا کہ: مومن کو بعد موت سب سے پہلا صلہ یہ دیا جاتا ہے کہ اس کے جنازہ کے پیچھے چلنے والے سب لوگوں کو بخش دیا جاتا ہے اور ابن ابی الدنیا نے ذِکر موت میں اور خطیب نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ: مومن کا سب سے پہلا تحفہ یہ ہے کہ جو لوگ اس کے جنازہ میں نکلے ان کی مغفرت کردی جاتی ہے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں انہی (جابر بن عبداللہ) کی روایت سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب اہل جنت کا کوئی شخص انتقال کرتا ہے تو اللہ عزوجل حیافرماتاہے کہ ان لوگوں کو عذاب دے جو اس کا جنازہ لے کر چلے اور جو اس کے پیچھے چلے اور جنہوں نے اس کی نماز پڑھی ۔ اور ابوبکر بن ابی شیبہ ، ابوالشیخ اور ابن حبان نے کتاب الثواب میں بروایت سلمان

---

[1] کنز العمال بحوالہ الدارقطنی فی الافراد حدیث ۴۲۳۵۳ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۵۹۵

[2] شعب الایمان باب فی الصلوٰۃ علی من مات حدیث ۹۲۵۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۷

[3] تاریخ بغداد ترجمہ نمبر ۲۷۶۸ محمد بن راشد البغدادی دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۲۷۴

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۰۸ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱/ ۲۸۲

رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اول مایبشربہ المومن ان یقال ابشرولی اللہ برضاہ والجنۃ قدمت خیرمقدم قدغفر اللہ لمن تبعك واستجاب لمن استغفرلك وقبل من شھد لک[1]۔واما تصحیح عیاض اقول لامتمسك فیہ للمخالف المدعی للاجتھاد وکیف یجوزلہ ان یقلد عیاضا وھو لایقلد من یقلدہ عیاض اعنی الامام مالك ولا من ھواکبرمنہ اعنی الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنھما۔ثم حسبنافی قبول التصحیح ان نقول نعم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلٰوۃ الجنازۃ مرۃ وذلك حین تمت البیعتہ علٰی یدالصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ صحت ولایتہ اما قبل ذلك فما کان الناس لایدعون وینصرفون ثم اذاصلی الصدّیق

فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ: سب سے پہلے مومن کو جو بشارت دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس سے کہا جاتا ہے اے خدا کے ولی! تجھے اس کی خوشنودی کا مژدہ ہو، جنت تیرے خیر مقدم کو تیار ہے اور اللہ نے تیرے جنازے کے ساتھ چلنے والوں کی مغفرت فرمادی اور تیرے لئے استغفار کرنے والوں کی دُعا قبول کی اور تیرے لئے شہادت دینے والوں کو قبول فرمایا۔

رہی قاضی عیاض کی تصحیح، تو میں کہتا ہوں اس میں مخالف مدعی اجتہاد کے لئے کوئی جائے تمسک نہیں، اس کے لئے قاضی عیاض کی تقلید کیسے روا ہوگی جب کہ وہ ان کی بھی تقلید نہیں کرتا جن کے قاضی عیاض مقلّد ہیں یعنی امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ، نہ ان کی جو ان سے بزرگ ہیں یعنی امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ پھر ہمارے لئے قبول تصحیح کے معاملے میں یہ کہنا کافی ہے کہ ہاں ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی گئی-- وُہ اس وقت جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ پر بیعت تمام ہوئی اور ان کی ولایت صحیح ہوگئی۔ اس سے قبل صرف یہ تھا کہ لوگ آکر دعا کرتے اور لوٹ جاتے۔ پھر جب حضرت صدیق نے نماز ادا کی تو

[1] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۴۲۳۵۵ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۵۹۶

لم یصل علیه احد بعد کما سنذکر الجزم به عن الامام شمس الائمه السرخسی رحمة الله علیه۔	اس کے بعد کسی نے حضور کی نماز جنازہ نہ پڑھی-- جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے اس پر جزم ہم آگے نقل کریں گے۔

ثالثًا ثبوت دینا ہوگا کہ پہلی نماز ولی احق نے خود پڑھی تھی پھر اعادہ کی، قطع نظر اس سے کہ جب نماز اوّل نہ ولی احق نے خود پڑھی نہ اس کے اذن سے ہُوئی تو اُسے ہمارے نزدیک بھی اعادہ کا اختیار ہے۔ ان مجتہد صاحب کا وہ حکم واصرار صحیح ٹھہرانا خاص اسی صورت کے ثبوت پر موقوف کہ یہاں واقعہ یہی تھا۔

اقول: وبالله التوفیق زمانہ اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں تمام مسلمین کے ولی احق واقدم خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ [1] (نبی مسلمانوں کے انکی جانوں سے زیادہ مالک) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولی بالمؤمنین من انفسهم [2]۔ رواہ احمد و الشیخان والنسائی وابن ماجة عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا(ت)

تو جو نماز قبل اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور لوگ پڑھ لیں پھر اگر حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعادہ فرمائیں تو یہ وہی صورت ہے کہ نمازِ اول غیر ولی احق نے پڑھی، ولی احق اختیارِ اعادہ رکھتا ہے اسے ان مجتہد صاحب کی صورت سے کچھ علاقہ نہ ہوگا خصوصًا جب کہ پہلے سے ارشاد فرمایا ہو کہ فلاں مریض جب انتقال کرے ہمیں خبر دینا کہ آخر یہ ارشاد اسی لئے تھا کہ خود نماز پڑھنے کا قصد تھا تو اگر اوروں کا پڑھنا ثابت ہو تو صرف بے اذنِ ولی نہیں بلکہ خلافِ اذن ولی ہوگا، اگرچہ اُن کا اطلاع نہ دینا بمقتضائے ادب ومحبت ہو جیسا کہ سکینہ سوداِ خادمہ مسجد اُم محجن رضی اللہ تعالٰی عنہما کے معاملہ میں واقع ہوا۔ موطائے امام مالک وغیرہ میں حدیث ابی امامہ اسعد بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے، جب وُہ بیمار ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذا ماتت فاٰذنونی [3] جب اس کا انتقال ہو مجھے خبر کردینا ان کا جنازہ شب کو تیار ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] القرآن ۳۳/۶

[2] صحیح البخاری کتاب الکفالۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۸

[3] موطاامام مالک التکثیرہ علی الجنائز میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۰۸

نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جگانا خلافِ ادب جانا (ابن شیبہ کی روایت موصولہ میں حدیث سہل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے) یہ بھی خوف ہُوا کہ رات اندھیری ہے زمین میں ہر طرح کے کیڑے ہوتے ہیں اس وقت حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تشریف لے جانا مناسب نہیں، **قال فدفنها**[1] یہ خیال کرکے دفن کردیا) صبح حضور کو خبر ہوئی فرمایا: **الم امرکم ان تؤذنونی بھا** کیامیں نے تم کو حکم نہ دیا تھا کہ مجھے اس کی خبر کردینا۔ عرض کی: **یارسول اللہ کرھنا ان نخرجك لیلا اونوقظک**[2] **یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم!** ہمارے دلوں کو گوارا نہ ہُوا کہ رات میں حضور کو باہر آنے کی تکلیف دیں یا حضور کو خوابِ راحت سے جگائیں (کہ حضور کا خواب بھی تو وحی ہے کیا معلوم کہ اس وقت حضور خواب میں کیا دیکھتے سنتے ہوں) صحیح بخاری شریف میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: **فحقروا شانھا**[3] صحیح مسلم میں انہی سے ہے: **وکانھم صغروا امرھا**[4] یعنی یہ خیال کیا کہ وہ اس قابل تھی کہ اس کے جنازہ کے لئے حضور کو جگا کر اندھیری رات میں باہر لے جائیں۔ مسند امام احمد میں حدیث عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **فلا تفعلوا ادعونی لجنائزکم**[5] ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لئے بلایا کرو۔ سنن ابن ماجہ میں حدیث زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور نے فرمایا:

فلا تفعلوا الا اعرفن مامات منکم میت ما کنت بین اظھرکم لا اٰذنتمونی بہ فان صلاتی لہ رحمۃ[6]۔	ایسا کبھی نہ کرنا جب تک میں تم میں تشریف رکھوں جو شخص مرے مجھے خبر کردینا کہ میری نماز اس کے حق میں رحمت ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

[1] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجنائز ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/ ۳۶۱، التمہید لابن عبدالبر الصلٰوۃ علی القبر رویت علی ستۃ وجوہ المکتبۃ القدوسیہ لاہور ۶/ ۲۶۳

[2] مؤطا الامام مالک التکبیر علی الجنائز میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۰۸

[3] صحیح البخاری کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۸

[4] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۳۱۰

[5] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عامر بن ربیعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۴۴۴

[6] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی الصلٰوۃ علی القبر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۱، التمہید لابن عبدالبر اباحۃ الصلٰوۃ علی قبر الخ المکتبۃ القدوسیہ لاہور ۶/ ۲۷۲

اقول: وباللہ التوفیق ابن حبان اپنی صحیح اور حاکم مستدرک میں حضرت یزید بن ثابت انصاری برادر اکبر زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں:

قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما وردنا البقیع اذاھو بقبر فسأل عنه فقالو فلانة فعرفهافقال الااذنتمونی بها قالوا کنت قائلا صائما قال فلا تفعلوالاعرفن مامات منکم میت ما کنت بین اظهرکم الااذنتمونی به فان صلاتی علیه رحمة[1]۔	یعنی ہم ہمراہ رکابِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باہر چلے جب بقیع پر پہنچے ایک قبر تازہ نظر آئی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: لوگوں نے عرض کی: فلاں عورت۔ حضور نے انہیں پہچانا، فرمایا: مجھے کیوں خبر نہ دی؟ عرض کی: حضور دوپہر کو آرام فرماتے تھے اور حضور کا روزہ تھا۔ فرمایا: تو ایسا نہ کرو جب تم میں کوئی مسلمان مرے مجھے خبر کردیا کرو کہ اُس پر میرا نماز پڑھنا رحمت ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ واقعہ حضرت سکینہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا غیر ہے، وہاں یہ تھا کہ اندھیری رات تھی ہمیں گوارا نہ ہوا کہ حضور کو جگائیں، یہاں یہ ہے کہ دوپہر کا وقت تھا حضور آرام فرماتے حضور کو روزہ تھا اور دونوں حدیثوں میں وہی ارشاد اقدس ہے کہ ایسا نہ کرو ہمیں اطلاع دیا کرو۔ اب خواہ یُوں ہو کہ ایک واقعہ کے حضار اور تھے اور دوسرے واقعہ کے لوگوں کو اس حکم کی خبر نہ تھی خواہ یوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس امر کو ارشادی محض، بہ نظرِ رحمت تامہ حضور رؤف رحیم علیہ افضل الصّلٰوۃ والتسلیم خیال کیا، نہ ایجابی۔ لہٰذا جہاں تکلیف کا خیال ہوا ادب وآرام کو مقدم رکھا، بہر حال ایسے وقائع اُن سب وجوہ مذکورکے مورد ہیں۔ ایک بار کے فرمان سے، کہ خبر دے دیا کرو، باقی بار کا اطلاع اقدس ہونا ثابت نہیں ہو سکتا، کما لایخفی، لاجرم طبرانی نے حصین بن وحوح انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

ان طلحة بن البراء مرض، فأتاه النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یعوده فقال انی لاارٰی طلحة الا قدحدث فیه الموت فاذنونی به وعجلو افلم یبلغ النبی	یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور یہ فرماگئے کہ اب اُنکا وقت آیا معلوم ہوتا ہے، مجھے خبر کردینا اور تجہیز میں جلدی کرنا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محلّہ بنی سالم تک نہ پہنچے تھے کہ اُن کا انتقال ہوگیا اور انہوں نے رات آنے پر اپنے گھروالوں کو وصیت کردی تھی کہ جن میں مروں تو مجھے دفن کردینا اور حضور اقدس

[1] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان حدیث ۳۰۸۶ موسستہ الرسالہ بیروت ۳۵/۶

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بنی سالم بن عوف حتی توفی، وکان قال لاھلہ لمادخل اللیل اذامت فادفنونی ولاتدعو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانی اخاف علیہ الیھود ان یصاب بسببی فاخبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین اصبح[1] ملخصاالحدیث۔	صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ بلانا، رات کاوقت ہے مجھے یہود سے اندیشہ ہے مبادا حضور کو میرے سبب سے کوئی تکلیف پہنچے۔ ان کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا، صبح نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ وباللہ التوفیق

ثمّ اقول: وباللہ استعین (پھر میں اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتاہوں۔ت) حقیقتِ ولایت سے قطع نظر کرکے یہاں ایک لطیف تر تقریر ہے کہ فیضِ قدیر سے قلبِ فقیر پر فائز ہوئی، نمازِ جنازہ شفاعت ہے کما صرحت بہ الاحادیث (جیساکہ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ت) احمد ومسلم وابوداؤد وابن ماجہ کی حدیث میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا لایشرکون باللہ شیئا الاشفعھم اللہ فیہ[2]۔	جس مسلمان کے جنازے میں چالیس مسلمان نماز میں کھڑے ہوں اللہ تعالٰی اس کے حق میں اُن کی شفاعت قبول فرمائے۔

احمد ومسلم ونسائی نے ام المومنین وانس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما اور ترمذی نے صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن میت تصلی علیہ اُمة من المسلمین یبلغون مائة کلھم یشفعون لہ الا شفعوافیہ[3]۔	جس میّت پر سَو مسلمان نمازِ جنازہ میں شفیع ہوں ان کی شفاعت اُس کے میں قبول ہو۔

اور مالک شفاعت صرف حضور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں، اور جو کوئی شفاعت کرے حضور

---

[1] المعجم الکبیر حصین بن وحوح انصاری حدیث ۳۵۵۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۸/۴
[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۳۰۸/۱
[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۳۰۸/۱

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت سے کرے گا۔ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعطیت الشفاعة[1]۔رواہ البخاری ومسلم والنسائی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما فی حدیث اعطیت خمسًالم یعطھن احدٌ من الانبیاء قبلی[2]۔	شفاعت مجھے عطافرمادی گئی ہے۔اسے بخاری، مسلم اور نسائی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔اس حدیث میں کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کے انبیاء کو نہ ملیں۔

حضور شافع شفیع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذاکان یوم القیٰمة کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر[3]رواہ احمد و الترمذی وابن ماجة والحاکم باسانید صحیحة عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنه۔	روزِ قیامت تمام انبیاء کاامام اوران کاخطیب اور اُن کی شفاعت کا مالک ہوں اور یہ بات کچھ براہ فخر نہیں فرماتا۔اسے امام احمد،ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح سند وں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

توجو شفاعت بے اذنِ والا کوئی کرے وہ فضولی کا تصرف ہے کہ اذنِ مالک پر موقوف رہے گا۔مالک اگر جائز کردے جائز ہوجائے گااور اگرآپ ابتدائے تصرف کرے تو باطل،

فان البات اذطرء علٰی موقوف ابطله کمانص علیه الفقھاء فی غیرمامسئله۔	اس لئے کہ قطعیت والاجب کسی موقوف پر طاری ہوتو اسے باطل کردیتا ہے جیساکہ فقہانے متعدد مسائل میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔(ت)

مثلاً عمرو ملک زید بے اذنِ زید بیع کردے، زید خبر پاکر روارکھے رواہے،اور اگر خوداز سرنو عقدِ بیع کرے توظاہر ہوگا کہ عقد فضولی پر قناعت نہ کی اب عقد یہی عقدِ مالک ہوگا،نہ عقد فضولی۔توصورتِ مذکور میں جس میّت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود نماز پڑھیں۔یہ اعادۂ نماز نہ ہوگا، بلکہ نمازِ اوّل یہی قرار پانی چاہئے۔بحمداللہ تعالٰی یہی معنٰی ہیں ہمارے بعض ائمہ کے فرمانے کے کہ نمازِ جنازہ کافرض حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں بے حضور کے پڑھے ساقط نہ ہوتا تھایعنی حضور خود پڑھیں یادوسروں کو اذن دیں،

---

[1] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجداقدیمی کتب خانہ کراچی ۶۲/۱
[2] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجداقدیمی کتب خانہ کراچی ۶۲/۱
[3] جامع الترمذی ابواب الجنائز امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۲۲/۱

كما فعل فى الغال وكان يفعل اولافى من مات مديونًاولم يترك وفاء۔	جیسا کہ مالِ غنیمت کے اندر خیانت کرنے والے کے ساتھ کیا پہلے اس مدیون کے ساتھ ایسا کرتے تھے جوادائے عین کے لئے کچھ چھوڑ نہ جائے(ت)

اور اگر بے اطلاعِ حضور پُر نور لوگ خود پڑھ لیں، تووہ شفاعت بے اذن کا مالک ہے کافی ومسقط فرض نہیں۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

| رأيت السيوطى ذكرفى انموذج اللبيب، انه ذكربعض الحنفية ان فى عهده عليه الصلٰوة والسلام لايسقط فرض الجنازة الابصلاته فيؤل الٰى ان صلاة الجنازة فى حقه فرض عين وفى حق غيره فرض كفاية والله ولى الهداية[1]۔
اقول: لايؤل اليه وكيف وقدثبت ماذكرنامن امر الغال والمديون ولم يقل للقائل، ان فرض الجنازة كان لايسقط عنه الابصلاته صلى الله تعالٰى عليه وسلم ولو ارادهذالكان تقييده بعده صلى الله عليه وسلم عبثا مستغنى عنه انما المعنى ماقررناان الفرض لم يكن يسقط عن احد فى عهده مالم يصل اويأ ذن، لكونه هو مالك الشفاعة صلى الله عليه وسلم۔ | میں نے دیکھا کہ امام سیوطی نے انموذج اللبیب میں لکھا ہے کہ بعض حنفیّہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس علیہ الصّلٰوۃ والسلام کے عہد پاک میں فرضِ جنازہ حضور کی نماز کے بغیر ساقط نہ ہوتا--اور خدا ہی ہدایت کا مالک ہے(ت)
اقول: یہ مآل نہ ہوگا، یہ کیسے ہوسکتا ہے جب وہ جو ہم نے خائن اور مدیون کا معاملہ ذکر کیا وُہ ثابت ہے--اُس قائل نے یہ نہیں کہا کہ حضور سے بغیر نمازِ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فرض ساقط نہ ہوتا، اگر اس کا مقصد یہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہدِ مبارک کی قید لگانے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی، مقصود وہ ہے جو ہم نے بیان کیا کہ سرکار کے عہد مبارک میں کسی سے یہ فرض ساقط نہ ہوتا جب تک حضور خود نہ پڑھیں یا دوسرے کو اذن نہ دیں اس لئے کہ شفاعت کے مالک وہی ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔(ت) |

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المشی بالجنازۃ والصلٰوۃ علیہا مکتبہ امدادیہ ملتان ۵۰/۴

اقول: بنظرِ ارشادِ مذکور کہ ہمیں خبر کر دینا، اور اطلاع واقع نہ ہوئی، شرع سے اس کیلئے ایک اور نظیر مل گئی، مسجدِ محلّہ میں اہل محلّہ جب جماعتِ صحیحہ غیر مکروہہ بالاعلانِ اذان ادا کرچکیں تو دوسروں کو باعادہ اذان وہاں جماعت کی اجازت نہیں، اور اگر پہلی جماعت بے اذان یا باخفائے اذان واقع ہوئی تو انہیں روا ہے کہ اذان بروجہ مسنون دے کر محراب میں جماعت قائم کریں کہ جب وہ جماعت برخلاف حکم سنّت تھی تو اب یہ اعادہ جماعت نہیں بلکہ یہی جماعتِ اولیٰ ہے کما بیّناہ فی رسلتنا القطوف الدانیة لمن حسن الجماعة الثانیة (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "القطوف الدانیة لمن احسن الجماعة الثانیة" میں بیان کیا ہے۔ت) یہی وجہ ہے ان تقریراتِ نفسیہ سے بحمد اللہ تعالیٰ حدیثِ سکینہ اور اس کی نظراء کی بحث کا تصفیہ تمام ہوگیا اور نہ صرف ان مجتہد صاحب کے اختراع بلکہ تمسک شافعیہ کا بھی جواب تمام،

وبه ظهر، ان لوثبت ان الذین صلوا من قبل ان کانوا هم المصطفین خلف المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لم یکن فیه ماینکر به علٰی شیئ من مذهبنا ولا حاجة بنا الی الجواب الذی اورد العلامة القسطلانی فی ارشاد الساری وارتضاه المولی علی القاری فی المرقاة وذکره الفاضل الزرقانی فی شرح الموطا ان صلٰوة غیره صلی اللہ علیه وسلم وقعت تبعا له صلی اللہ علیه وسلم وبه انحلت بحمداللہ تعالٰی عقدة استصعبها المحقق حیث اطلق فی الفتح واللہ سبحانه ولی التوفیق والفتح والحمد للہ ربّ العٰلمین۔	اور اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اگر یہ بھی ثابت ہوجائے کہ جو لوگ جنازہ پہلے ادا کرچکے تھے وہی بعد کو سرکار مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے صف بستہ تھے تو اس میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو ہمارے مذہب پر گرد اعتراض بٹھاسکے---اور ہمیں اس جواب کی ضرورت نہیں جو علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری میں ذکر کیا اور مولانا علی قاری نے مرقاۃ میں اسے پسند کیا اور فاضل زرقانی نے شرح موطاء میں اسے بیان کیا کہ "دوسرے حضرات کی نماز حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تبیعت میں تھی"--اور اسی سے بحمد اللہ تعالٰی ایک اور عقدہ حل ہوگیا جسے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں دشوار قرار دیا ہے۔اور خدائے پاک ہی توفیق اور کشف کا مالک ہے، اور ساری خوبیاں اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔(ت)

تنبیہ: اقول وباللہ التوفیق ولایتِ میّت یا بذریعہ وراثت مال ہے ولہٰذا جو وراثت میں مقدم، ولایت میں اقدم یا بطور نیابت ولی احق ووالی مطلق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے یعنی خلافتِ امام وسلطنتِ اسلام بمعنی اول، حضور اقدس صلی تعالٰی علیہ وسلم کو کوئی ولی نہیں۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ ولم فرماتے ہیں:

لانورث ماترکناہ صدقۃ[1]۔رواہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی بکر صدیق وابوداؤد عن ام المؤمنین ونحوہ عن الزبیر واحمد والشیخان وابوداؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ہمارا کوئی وارث نہ ہوگا ہم جو چھوڑ جائیں گے صدقہ ہے،اسے امام احمد، بخاری، مسلم اورابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے بھی روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

حدیث اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں ہے:

فاذامت فھوالی ولی الامر من بعدی[2]۔	جب میں انتقال فرماجاؤں تو میرے ترکے کا اختیار اُسے ہے جو میرے بعد ولیِ امر وخلیفہ ہوگا۔

رہی ولایتِ خلافت وہ ہنوز کسی کو نہ تھی، یہاں تک صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئی،اگریہی مانئے کہ جنازہ اقدس پر نماز ہوئی تو غیر والی احق سے، بے اذن ولی احق تھی، ہاں یہ ثابت کیا جائے کہ صدیق اکبر نے بعد خلافت نماز ادا کی اور پھر اعادہ کی گئی، مگر حاشا اس کا ثبوت کہاں--الحمدللہ تعالٰی اس تقریر کے بعد فقیر غفراللہ تعالٰی نے مبسوط امام شمس ائمہ سرخسی سے پایا کہ بعینہٖ اسی جواب کی طرف اشارہ فرمایا۔منحۃ الخالق میں مبسوط سے ہے۔

لاتعادالصلٰوۃ علی المیت الاان یکون الولی ھو الذی حضر .فان	نمازِ جنازہ دوبارہ نہیں مگر یہ کہ ولی ہی بعد میں آیا تواسے حق اور دوسرے کو اس کا حق

[1] صحیح مسلم شریف کتاب الجہاد باب حکم الفیئ نور محمد اصح المطابع کراچی ۹۱/۲، سنن ابوداؤد کتاب الخراج والفیئ آفتاب عالم پریس لاہور ۶۰/۲

[2] سنن ابوداؤد کتاب الخراج والفیئ آفتاب عالم پریس لاہور ۶۰/۲

الحق له ولیس لغیره ولایة اسقاط وھوتاویل فعل رسول اللہصلی اللہتعالٰی علیه وسلم فان الحق له قال اللہ تعالٰی النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وھکذا تاویل فعل الصحابة رضی اللہتعالٰی عنھم فان ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنه کان مشغولا بتسویة الامور وتسکین الفتنة فکانوایصلون علیه قبل حضوره وکان الحق له لانه ھوالخلیفة فلمافرغ صلی علیه ثم لم یصل احد بعده علیه[1] اھ **اقول:** وبما قررناظھرلك سقوط ماوقع ھٰھنافی المنحة فافھم وتثبت وللہ المنة۔	ساقط کرنے کا اختیار نہیں---یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فعل کی تاویل ہے کیونکہ حق سرکار کا تھا، اللہ تعالٰی فرماتا ہے: نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں--اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے فعل کی تاویل ہے اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ معاملات درست کرنے اور فتنہ فرو کرنے میں لگے ہوئے تھے تو ان کی آمد سے پہلے لوگ صلٰوۃ پڑھتے جاتے اور حق صدیق کا تھا کیونکہ خلیفہ وہی ہوئے تو جب فارغ ہوئے سرکار کی نمازِ جنازہ پڑھی پھر کسی نے حضور کی نماز نہ پڑھی۔ **اقول:** ہماری تقریر سے وہ اعتراض ساقط ہوگیا جو یہاں منحۃ الخالق میں ہے۔ تو اسے سمجھو اور ثابت قدم رہو۔ اور احسان خدا ہی کا ہے (ت)

رابعا: ثبوت ہو کہ دوبارہ نماز پڑھنے والے خود وہی ہیں جو اول پڑھ چکے تھے کہ نئے لوگوں کا پڑھنا اگرچہ ولی احق کے بعد خلافیہ حنفیہ وشافعیہ ہو ان مجتہد صاحب کے مذہب وفتوی کا مصح نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے تو پڑھ چکنے والوں کو دوبارہ پڑھوائی۔

خامسا: ہر تقدیر پر ضرور ہے کہ حدیث ہو صحیح فقہی ہو۔ مجرد وصحت حدیثی اثبات حکم کے لئے بس نہیں ہوتی، مجتہد صاحب اگر علم رکھتے ہوں گے صحت حدیثی وصحت فقہی کا فرق جانتے ہوں گے، ورنہ فقیر کا رسالہ **الفضل الموھبی فی معنی اذاصح الحدیث فھومذھبی** ملقب بہ لقب تاریخی "اعزالنکات بجواب سوال ارکات" جس کا سوال مقام ارکات سے آیا اس کے جواب میں لکھا گیا تھا ملاحظہ فرمائیں، نہ مثل حدیث تعدد الصلٰوۃ علی سیّدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ:

اوّلا: حدیث صحیح بخاری شریف کے صریح خلاف جس میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری شاہد ومشاہد مشہد اُحد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

[1] منحۃ الخالق حاشیہ علی البحر الرائق فصل السلطان احق الصلٰوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۲

امر بد فنهم بدمائهم ولم يغسلوا ولم يصلوا عليهم[1]۔ و راه ايضاً احمد بسند جيد والترمذی وصححه والنسائی وابن ماجة۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان شہدائے کرام کو ویسے ہی خون آلود دفن کرنے کا حکم فرمایا اور انہیں غسل نہ دیا گیا، نہ ان کی نماز ہوئی۔ اسے احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا۔ ترمذی نے روایت کرکے صحیح قرار دیا۔ نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے (ت)

مجتہدین زمانہ کے مسلک کے بالکل خلاف ہے کہ حدیث صحیح بخاری کے رَد کے لئے ادھر کی روایات پر عمل حلال جانیں۔

ثانیاً: اُس کی خود حالت یہ کہ اس کی کوئی سند مسند مقال سے خالی نہیں اور متن بشدت مضطرب اگر اس کی تفصیل کیجئے ایک رسالہ مستقل ہوتا ہے، مجتہد صاحب کو ہوس ہوئی تو بعونہٖ تعالٰی تسکین کافی کی جائے گی وباللہ التوفیق لاجرم ان مجتہدین تازہ کے بزرگوار ابن تیمیہ کے جدِّ امجد نے منتقی میں کہا:

قد رويت الصلٰوة عليهم باسانيد لاتثبت[2]۔	شہدائے اُحد کی نماز ہونا ایسی سندوں سے مروی ہے جو ثابت نہیں۔ (ت)

ہاں تو ایک اثر مرسل ابوداؤد نے مراسیل میں بسند ثقات ابومالک غفاری تابعی سے روایت کیا:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم صلی علٰی قتلٰی اُحد، عشرة عشرة، فی کل عشرة حمزة رضی اللہ تعالٰی عنه حتی صلی علیه سبعین صلٰوة[3]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شہدائے اُحد پر دس دس آدمی کرکے نماز پڑھی، ہر دس میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہوتے، یہاں تک کہ ان پر ستّر بار نماز پڑھی۔ (ت)

[1] صحیح البخاری باب الصّلٰوۃ علی الشہید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۹

[2] منتقی الاخبار مع نیل الاوطار ترک الصّلٰوۃ علی الشہید مصطفی البابی مصر ۴/۴۸

[3] السنن الکبرٰی کتاب الجنائز باب من زعم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی احد الخ دار صادر بیروت ۴/۱۲

یہ ایک تو مرسل، اور مرسل ان صاحبوں کے نزدیک مہمل، اور دوسرے فی نفسہٖ مشکل۔ شہدائے اُحد رضی اللہ تعالٰی عنہم ۷۰ ستر تھے جب دس دس پر نماز ہوئی تو سات نمازیں ہوں گی سترّ کیونکر!

ثمّ اقول: وباللہ التوفیق بعد تسلیمِ صحتِ حدیث غایت درجہ جو ثابت ہوگا وہ اس قدر کہ شہداء پر نعشیں بدل کر نمازیں ہوا کیں اور نعش مبارک سیدالشہداء رضی اللہ تعالٰی عنہم بدستور رکھی رہی، مجرد نہ اٹھایا جانا مستلزم اعادہ صلوٰۃ نہیں کہ یہ امر نیت حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم پر موقوف اور نیت غیبت ہے اور غیبت پر اطلاع نہیں، ممکن کہ اُن کی نعش ہر بار کے برکات نازلہ میں شمول کے لئے رکھی گئی ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی جگہ رویت کا مبلغ صرف صورتِ ظاہرہ تک ہے، نہ معنی باطن تک، اور مطلب مستدل کا ثبوت اُسی معنی باطن پر موقوف، اور اس کی دلیل نہیں، تو استدلال راسًا ساقط۔ ہاں اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود اپنی زبان مبارک سے ایسے بیان فرماتے تو احتجاج صحیح تھا واذالیس فلیس اور جب وُہ نہیں تو یہ بھی نہیں۔ت)

سادسا: ذرا بھی یہ ملحوظ رہے کہ وہ محل، محتمل اختصاص نہ ہو خصوصًا جہاں خصوص پر قرینہ قریبہ قائم ہو، جیسے حدیثِ خادمہ مسجد رضی اللہ تعالٰی عنہا وغیرہا جن کی قبر پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر وجہ خود ارشاد فرمائی:

ان ھذہ القبور مملوۃ علٰی اھلھا ظلمۃ وانی انورھا بصلٰوتی علیھم[1] صلی اللہ علیہ وسلم قدر نورہ وجمالہ وجودہ ونوالہ علیہ وعلٰی اٰلہ اجمعین رواہ مسلم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ واصل احدیث متفق علیہ۔	بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر اندھیرے سے بھری ہیں اور بیشک میں اپنی نماز سے انہیں روشن کردیتا ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔اللہ تعالٰی ان پر درود وسلام نازل فرمائے ان کے نور وجمال اور جودونوال کے اندازے سے اوران کی آل واصحاب سب پر۔ یہ حدیث مسلم اورابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ او راصل حدیث بخاری ومسلم کی متفق علیہ ہے۔(ت)

زید بن ثابت ویزید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیثوں میں گزرا کہ بے میری اطلاع کے دفن نہ کردیا کرو کہ میری نماز اس کے حق میں رحمت ہے۔

اقول: خود بنظر ایمانی گواہ ہے کہ کروڑوں صلحاء واتقیاء کسی جنازہ کی نماز پڑھیں مگر وہ بات کہاں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پڑھنے میں ہے، وُہ برکات وہ درجات ومثوبات دوسرے کی نماز میں حاصل نہیں ہوسکتیں، اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہ نص قطعی قرآنِ عظیم عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَاعَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ﴿۱۲۸﴾[2] ہیں کہ ہر مسلمان کی کلفت اُن پر گراں، ایک ایک امتی کی بھلائی پر

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۰

[2] القرآن ۹/۱۲۸

حریص، ہر مومن پر نہایت نرم دل مہربان۔ وُہ کیونکر گوارا فرمائیں کہ دُنیا میں اُن کے تشریف رکھتے ہوئے مسلمان سخت منزل کا سفر کرے اور ان کی رحمت اُن کی برکت کا توشہ اُس کے ساتھ نہ ہو اوروں کی نماز اُن کی نماز سے کیا مانع ہو سکتی ہے تو اس فعل کا وجہ خاص ہی سے ناشی ہونا ظاہر ولامع، وزید وعمر کا مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قیاس باطل وضائع۔ شرح موطائے امام مالک میں ہے:

والدلیل علی الخصوصیت مازاد مسلم (فذکرہ قال) وھذالایتحقق فی غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [1]۔	خصوصیت کی دلیل وُہ ہے جو مسلم نے مزید روایت کیا (اس کے بعد حدیث مذکور بیان کی پھر کہا) اور یہ بات حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے میں متحقق نہیں (ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علامہ ابن مالک سے ہے:

صلاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کانت لتنویر القبروذالایوجد فی صلٰوۃ غیرہ [2]۔	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نماز قبر کو روشن کرنے کے لئے تھی اور یہ بات دوسرے کی نماز میں نہیں۔ (ت)

اقول: اس سے زائد محل خصوص، خصوص واقعہ سید اہل خصائص ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ وہاں تو ان معاملات میں بہت باتیں خصوصیات سے واقع ہوئیں۔ نعش مبارک کا مقابر کی طرف نہ لے جانا، جہاں روح اقدس نے رفیق اعلٰی کی طرف رجوع فرمایا، خاص اس جگہ دفن ہونا، نہلانے میں قمیص مقدس بدنِ اقدس سے نہ جدا کیا جانا، سب صحابہ کے مشرف ہولینے کے لئے جنازہ مبارک کا پونے دودن رکھا رہنا۔ جنازہ اقدس پر کسی کی امامت روانہ نہ ہونا انہیں خصوصیات میں، یہ بھی سہی، خصوصًا جبکہ حدیث میں وارد ہے کہ یہ صورت حسب وصیّت اقدس واقع ہوئی کما قدمنامن حدیث عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیساکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہم اس کو پیش کرچکے۔ ت) نمازِ جنازہ مسلمان کا حق مسلمان پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حق المسلم علی المسلم خمس ردّالسلام و عیادۃ المریض واتباع الجنازۃ و	مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیماری میں عیادت کرنا (۳) جنازہ کے

[1] شرح الزرقانی علٰی موطاالامام مالک لاتکبیر علی الجنائز التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/ ۶۰

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المشی بالجنازۃ والصلٰوۃ علیہا مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۵۱

اجابة الدعوة وتشمیت العاطس[1]۔ رواہ الشیخان عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	پیچھے ہونا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) چھینک پر تحمید کا جواب دینا۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کا کیا، (ت)

عام مومنین کا حق ایسا ہونا آسان کہ حضار سے بعض نے ادا کردیا ادا ہوگیا مگر مولائے نعمت ہردوجہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حق عظیم کہ بعد حضرتِ حق عزوجل اعظم حقوق ہے۔ اگر حضار پر لازم عین ہو، کیا مستبعد معہذا، اعظم مقاصد مہمہ سے ہر مسلمان حاضر کا بالذات اس شرفِ اجل واعظم سے مشرف ہونا ہے۔ ہم اوپر متعدد احادیث بیان کرچکے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ مقبول کو بعد وفات پہلا تحفہ بارگاہِ عزّت سے ملتا ہے یہ ہے کہ جتنے لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں اللہ عزوجل سب کی مغفرت فرمادیتا ہے[2]۔ نہ کہ نبی کا جنازہ نہ کہ سیّدالانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کا، اس کے فضل کی مقدار کون قیاس کرسکتا ہے! شریعت محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ مسلمانان کے لئے خیر محض ونفعِ خاص لے کر آئی ہے نہ کہ معاذاللہ انہیں ایسے فضل عظیم سے محروم کرنا تو حکمتِ شرعیہ اسی کی مقتضی تھی کہ یہاں اجازتِ عامہ دی جائے۔ حجرہ اقدس میں جگہ کتنی اور حضار تیس ہزار، کماورد فی حدیث جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔ ت)، اب اگر یہ حکم ہوتا کہ اوّل بار جو پڑھ لیں پڑھ لیں تو ہزار صحابہ کی محرومی، دوسرے اس پر تنافس شدید واقع ہونا مظنون بلکہ یقینی، جب معلوم ہوتا کہ یہاں بھی مثل تمام جنائز ایک ہی بار کی اجازت ملے گی تو ہر ایک یہ چاہتا کہ میں ہی پڑھ لوں، لہٰذا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم عظیم وجودِ عمیم، مقتضی ہوا کہ اپنے معاملہ میں خود فوج فوج حاضری کی وصیّت فرمادی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ یہی سرِّ جلیل جنازہ اقدس پر جنازہ نہ ہونے کی بھی ایک حکمت نفسیہ ہے تاکہ تمام حضارِ بالذات بلاواسطہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شرفیاب ہوں۔ امامِ اجل سُہیلی یہاں امامت نہ ہونے کی وجہ فرماتے ہیں:

اخبراللہ انہ وملئکتہ یصلون علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وامرکل واحدمن المومنین ان یصلی علیہ فوجب علی کل واحد ان یباشر	یعنی اللہ عزّوجل نے خبر دی کہ وہ اور اس کے فرشتے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور ہر مسلمان کو حکم فرمایا کہ ان پر درود بھیجے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہٖ وبارک وسلم۔ تو ہر شخص پر واجب ہوا۔

---

[1] الصحیح البخاری کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۶

[2] نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الاصل الرابع والخمسون الخ دار صادر بیروت ص ۷۸

الصلٰوۃ علیہ منہ الیہ والصلٰوۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ من ھذا القبیل[1]۔ نقلہ فی شرح الموطا۔	کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے درود بھیجے کہ بلاتوسط دیگرے اُس شخص کی طرف سے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے اللھم صل وسلم وبارک علیہ وآلہ وصحبہ وامتہ اجمعین۔ اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد وصال شریف صلٰوۃ بھی اسی قبیل سے ہے۔ یعنی تو اُس کا بھی بے وساطت احدے ہونا چاہئے۔ اسے شرح موطا میں نقل کیا۔

بالجملہ یہ محل، اعلٰی مواطن خصوص سے ہے ولاجرم علامہ سید ابوالسعود محمد الزہری نے حواشی کنز میں فرمایا:

تکرار الصلاۃ علی النبی عیلہ الصّلٰوۃ والسلام، کان مخصوصا بہ[2]۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تکرار نماز ان ہی کے ساتھ مخصوص تھی۔(ت)

سابعاً پھر تنبیہ کی جاتی ہے کہ مجتہد صاحب اپنے مذہب کی فکر کریں۔ وہ واقعہ جو ان کے مسلک مذکور کارَد ہو مثلاً مہینہ بھر بعد نماز پڑھنا کما علٰی ام سعد جیسے ام سعد پر۔ت) یا مہینوں برسوں پیچھے کما علٰی اھل البقیع (جیسے بقیع والوں پر۔ت) یا آٹھ برس گزرے کما علٰی اھل احد (جیسے احد والوں پر۔ت) علاوہ اور جوابوں کے خود اُن کارَد ہوگا۔ نہ اُن کی سند، کہ یہاں اُن سے مطالبہ اپنا ادعا ثابت کرنے کا ہے وانی لہ ذٰلك واللہ الھادی الی اَقوم المسالک (اور ان سے یہ کہاں ہوسکے گا؟ اور خدا ہی راست ترین راہ کی ہدایت فرمانے والا ہے۔ت)

الحمدللہ! ان چند جمل نفیسہ، مجملہ مختصرہ، نے صرف مجتہدینِ زمانہ ہی کی آنکھ کان نہ کھولے بلکہ بحمداللہ تعالٰی بنظرِ انصاف دیکھئے تو مسئلہ کا فیصلہ بحث کا تصفیہ کاملہ کردیا۔ وللہ الحمد اب بتوفیق اللہ تعالٰی بعضے نکات وتمسّکات کے اس مسئلہ میں فیض قدیر سے قلبِ فقیر پر فائز ہوئے ذکر کرکے کلام ختم کروں جو بعونہٖ تعالٰی اصل مسئلہ اعنی ممانعت تکرار جنازہ میں تائید مذہب حنفیت کریں یا مسلک طریقہ مجتہد جدید کا ابطال کلی خواہ ابطال کلیت۔

فاقول: وباللہ التوفیق وبہ الوصول الیذری التحقیق (تو میں کہتا ہوں، اور توفیق خدا ہی سے ہے اور اسی کی مدد سے بلندی تحقیق تک رسائی ہے۔ت)

اوّلاً نماز جنازہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں میّت کی شفاعت ہے کما قدمنا علی الحدیث (جیسا

---

[1] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک ماجاء فی دفن المیت المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۶۶/۲
[2] فتح المعین فصل فی الصلٰوۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵۳/۱

کہ حدیث سے اس کو ہم پیش کر آئے۔ت) اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ کون ہے جو اللہ کے یہاں شفاعت کرے مگر اس کے اذن سے۔ (نسخہ میں الف مذکور نہیں) اور صورتِ مذکورہ کا اذن کہیں ثابت ہو یا سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اذن قولی یا فعلی یا تقریری سے، ومن ادعی فعلیه البیان (جو دعوٰی کرے دلیل اس کے ذمّہ۔ت) اجرم ان مجتہد صاحب نے بے ثبوت اذنِ الٰہی بارگاہِ عزّت میں شفاعت پر جرأت وبیباکی اور اپنے ساتھ اور مسلمان کو بھی اس بلا میں ڈالا اور مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا[1] (جو کوئی بری سفارش کرے اسے بھی اس کا حصّہ ملے۔ت) سے حصہ لیا دیا،

وهذا دلیل ان استقصی ادی الی اثبات المذهب تادیة صریحة ونفی قول کل من خالف فعلیك بتطلیب الصریحة۔	یہ ایسی دلیل ہے کہ اگر اسکی تہ تک جائیں تو صراحۃً اثبات مذہب تک پہنچائے اور ہر مخالف کے قول کی تردید کردے، تو صریح کی تلاش تمہارے ذمّے ہے۔(ت)

ثانیًا مسند امام احمد وسنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتصلوا صلٰوة فی یوم مرتین[2]۔	کوئی نماز ایک دن میں دو بار نہ پڑھو

نیز حدیث میں ہے:

لایصلی بعد صلاة مثلها[3]۔رواه ابوبکر بن ابی شیبة عن امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنه من قوله وظاهر کلام الامام محمد انه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال الامام ابن الهمام ومحمد اعلم بذلك منّا۔	کسی نماز کے بعد اس کے مثل نہ پڑھی جائے۔اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے قول کی حیثیت سے نقل کیا، اور امام محمد کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔امام ابن الہمام فرماتے ہیں: امام محمد ہم سے زیادہ اس کا علم رکھتے ہیں (ت)

[1] القرآن ۸۵/۴

[2] مسند امام احمد بن حنبل از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۱۹/۲، سنن ابی داؤد باب اذا صلی فی جماعۃ ثم ادرک جماعۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۸۶/۱

[3] مصنف ابن ابی شیبہ من کرہ ان یصلی بعد الصلٰوۃ مثلہا ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ کراچی ۲۰۶/۲

اقول: یہ حدیثیں بھی نفی تکرار پر صریح دال ہیں، حدیث ثانی تو عام مطلق ہے اور اول میں فی یوم کی قید اس نظر سے کہ مثلاً ظہر کی نمازوں کی تکرار سے تو آپ ہی مکرر ہو گی، کل کی ظہر اور آج کی اور کہ ان کا سبب وقت ہے، جب وقت دوبارہ آیا دوبارہ آئی، مگر ایک ہی سبب یعنی ایک ہی وقت میں مکرر نہ ہو گی، نمازِ جنازہ کا سبب مسلم میّت ہے۔ جب میت متکرر ہو نماز متکرر ہو گی مگر ایک ہی میّت پر مکرر نہیں ہو سکتی۔

ثالثاً ابو بکر بن ابی شیبہ استاد امام بخاری و مسلم نے روایت کی:

عن صالح مولی التوأمة عمن ادرك ابابکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما انهم کانوا اذا تضایق بهم المصلی انصرفوا ولم یصلوا علی الجنازة فی المسجد[1]۔	یعنی ابو بکر صدیق و عمر فاروق و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عادت کریمہ تھی کہ جب نمازِ جنازہ میں مصلّی تنگی کرتا اس میں گنجائش نہ پاتے واپس جاتے اور نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھتے۔

اقول: نماز جنازہ کے جو فضائل جلیلہ ہیں صدیق و فاروق و صحابہ رضی اللہ تعالی علیہم پر مخفی نہ تھے نہ اُن سے توقع کہ ایسے فضل جلیل کے لئے تشریف بھی لائیں اور پھر باوصف قدرت اُسے چھوڑ کر چلے جائیں، اگر نمازِ جنازہ دوبارہ جائز ہوتی تو تنگی مصلّی کیا حرج کرتی واپس جانے کی کیا وجہ تھی۔ جب پہلے لوگ پڑھ چکے اس کے بعد دوسری جماعت فرمالیتے۔

رابعًا عن عبداللہ بن سلام لما فاتته الصّلوة علی عمر رضی اللہ تعالٰی عنه قال ان سبقت بالصلوٰة فلم اسبق بالدعاء له[2]۔ ذکره السید الازهری فی فتح اللہ المعین وقد کان هذا الحدیث فی ذکری و الاستنادبه فی خاطری حتی رأیت الازهری تمسك به فاسندته الیه ولم یحضرنی الان من غیره۔	یعنی عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازہ مبارک پر نماز میرے آنے سے پہلے ہو چکی تو کہا کہ دعا کی بندش تو نہیں میں ان کے لئے دعا کروں گا۔ اسے فتح اللہ المعین میں سید ازہری نے ذکر کیا، یہ حدیث مجھے یاد تھی اور اس سے استناد میرے ذہن میں تھا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ سید ازہری نے اس سے استدلال کیا ہے تو میں نے انہی کی طرف اس کی نسبت کی اور بروقت اس کا کوئی اور حوالہ میرے ذہن میں نہیں (ت)

[1] المصنف لابن ابی شیبہ من کرہ الصلوٰۃ علی الجنائز فی المسجد ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/ ۳۶۵

[2] فتح اللہ المعین فصل فی الصلوٰۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۵۳

خامسًا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثناء عشریہ میں لکھتے ہیں:

در بعض روایات آمدہ کہ روزِ دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق ودیگر اصحاب بخانۂ علی مرتضٰی بجہت تعزیت آمدند شکایت کردند کہ چرا ماراخبر نہ کردی تاشرفِ نماز وحضوری دریافتم۔ علی مرتضٰی گفت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وصیت کردہ بود کہ چوں از دنیا بروم مرابہ شب دفن کنی تا چشم نامحرم برجنازہ من نیفتد، پس بموجب وصیت وے عمل کردم۔ این ست روایت مشہور[1]۔	بعض روایات میں آیا ہے کہ دوسرے دن حضرات ابوبکر صدیق و عمرفاروق ودیگر صحابہ حضرت علی مرتضٰی کے گھر تعزیت کے لئے آئے اور شکایت فرمائی کہ ہمیں خبر کیوں نہ دی کہ ہم نماز اور حاضری کا شرف حاصل کرتے علی مرتضٰی نے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے وصیت کی تھی کہ جب میں دنیا سے جاؤں تو مجھے رات میں دفن کریں تاکہ میرے جنازے پر نامحرم کی نظر نہ پڑے، تو میں نے ان کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ یہ ہے روایتِ مشہور۔(ت)

اقول: ان روایات سے بھی روشن کہ صدیق وفاروق و عبداللہ بن سلام ودیگر اصحاب کبار رضی اللہ تعالٰی عنہم دوبارہ نمازِ جنازہ ناجائز جانتے ورنہ فوت ہونا کیا معنی، اور شکایت وافسوس کا کیا محل۔

سادسًا ابوبکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف اور امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موقوفًا اور ابن عدی کامل میں بروایت ابن عباس حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی:

وھذاحدیث الطحاوی بطریق عمر بن ایّوب الموصلی عن مغیرہ بن زیاد عن عطاء بن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی الرجل تفجاء الجنازۃ وھو علٰی غیروضوء قال یتیمم ویصلی علیھا[2]۔	(اور یہ امام طحاوی کی حدیث ہے جس کی سند یہ ہے عمر بن ایوب موصلی، مغیرہ بن زیاد، عطاء، ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ت) یعنی جس شخص کے پاس ناگاہ جنازہ آجائے اور اُسے وضو نہ ہو وہ تیمّم کرکے نماز پڑھ لے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت یہ ہے:

حدثنا عمر بن ایوب الموصلی عن مغیرۃ	(ہم سے عمر بن ایوب موصلی نے مغیرہ بن زیاد سے

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۸۱

[2] شرح معانی الآثار باب ذکر الجنب والحائض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۴

بن زیاد عن عطاء عن ابن عباس قال اذاخفت ان تفوتك الجنازة وانت علٰی غیروضوء فتیمم وصل[1]۔	روایت کی انہوں نے عطاء سے، انہوں نے حضرت ابن عباس سے، انہوں نے فرمایا۔ت) جب تجھے نمازِ جنازہ کے فوت ہونے کااندیشہ ہواور وضو نہیں تو تیمّم کرکے پڑھ لے۔

ابن عدی کی حدیث یوں ہے:

عن معافی بن عمران عن مغیرة بن زیاد عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال اذا فجأتك الجنازة وانت علی غیر وضوء فتیمم[2]۔قال ابن عدی هذا مرفوع غیر محفوظ والحدیث موقوف علی ابن عباس[3]۔	(معافی بن عمران، مغیرہ بن زیاد سے وہ عطاء سے، وہ ابن عباس سے، وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی ہیں۔ت) یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جب ناگہانی تیرے سامنے جنازہ آجائے اور تجھے وضو نہ ہو تو تیمّم کرلے"، (ابن عدی نے کہا یہ مرفوع غیر محفوظ ہے اور حدیث حضرت ابن عباس پر موقوف ہے۔ت)

دارقطنی و بیہقی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انه اتی الجنازة وهو علٰی غیر وضوء فتیمم ثم صلی علیها[4]۔	یعنی ان کے پاس ایک جنازہ آیا اُس وقت وضوء نہ تھا تیمّم کرکے نماز میں شریک ہوگئے۔

اسی کے مثل ابن ابی شیبہ وامام طحاوی نے باسانید کثیرہ امام حسن بصری وامام ابراہیم نخعی وابوبکر نے عکرمہ تلمیذ ابن عباس اور طحاوی نے عطاء بن ابی رباح وعامر وابن شہاب زہری وحکم سات ائمہ تابعین سے روایت کیا اگر نمازِ جنازہ کی تکرار روا ہوتی تو فوت کے کیا معنی تھے؟ اور اُس کے لئے تندرست کو پانی موجود ہوتے ہوئے تیمّم کیونکر جائز ہوتا؟ حالانکہ رب جل وعلا فرماتا ہے: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا[5]

---

[1] المصنف لابن ابی شیبہ فی الرجل یخاف ان تفوتہ الصلٰوۃ علی الجنازۃ ادارۃ القرآن کراچی ۳/۳۰۵
[2] الکامل لابن عدی ترجمہ یمان بن سعید المصیصی دار الفکر بیروت ۷/۲۶۴۰
[3] الکامل لابن عدی ترجمہ یمان بن سعید المصیصی دار الفکر بیروت ۷/۲۶۴۰۷/۲۶۴۲
[4] سنن دارقطنی باب الوضوء والتیمم من آنیۃ المشرکین نشر السنۃ ملتان ۱/۲۰۲
[5] القرآن ۴/۴۳

(اور تمہیں پانی نہ ملے۔ت) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایقبل اللہ صلٰوۃ احدکم اذاحدث حتی یتوضأ[1]۔اخرجه الشیخان وابوداؤد والترمذی عن ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	بے وضو جب تک وضو نہ کرے خدا اس کی نماز قبول نہیں فرماتا۔ اسے بخاری و مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

اور خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتقبل صلٰوۃ بغیرطھور ولاصدقة من غلول[2]۔اخرجه عنه مسلم والترمذی وابن ماجة۔	کوئی نماز بغیر طہارت کے اور کوئی صدقہ مالِ خیانت سے مقبول نہیں۔اسے حضرت ابوہریرہ سے مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔(ت)

نمازِ جنازہ میں تعجیل شرعًا نہایت درجہ مطلوب۔ صحاح ستّہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اسرعوا بالجنازۃ[3]۔ جنازہ میں جلدی کرو۔امام احمد و ترمذی و ابن حبان وغیرہم امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاث لاتؤخرھن، الصّلٰوۃ اذا اُتت والجنازۃ اذاحضرت والایم اذاوجدت لھا کفوا[4]۔	تین چیزوں میں دیر نہ کرو: نماز جب اس کا وقت آجائے اور جنازہ جس وقت حاضر ہو، اور زنِ بے شوہر جب اس کا کفو ملے۔

سننِ ابی داؤد میں حصین بن وحوح انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

عجلوافانه لاینبغی لجیفة مسلم ان	جلدی کرو کہ مسلمان کے جنازے کو

[1] صحیح البخاری باب لاتقبل الصلٰوۃ بغیر طھور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵، صحیح البخاری کتاب الحیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۸

[2] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۱۹

[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۳۰۷

[4] المستدرک علی الصحیحین کتاب النکاح دارالفکر بیروت ۲/ ۱۶۲، جامع الترمذی ابواب الجنائز امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۷

يحبس بين ظهرانی اهله [1]۔	روکنا نہ چاہئے۔

طبرانی بہ سند حسن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

اذامات احدکم فلا تحسبوه واسرعوا به الی قبره [2]۔	جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اسے نہ روکو اور جلدی دفن کو لے جاؤ۔

ولہٰذا علماء فرماتے ہیں: اگر روزِ جمعہ پیش از جمعہ جنازہ تیار ہوگیا جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ کریں پہلے ہی دفن کردیں۔ اس مسئلہ کا بہت لحاظ رکھنا چاہئے کہ آج کل عوام میں اس کے خلاف رائج ہے، جنہیں کچھ سمجھ ہے وہ تو اسی جماعت کثیر کے انتظار میں روکے رکھتے ہیں، اور نرے جُہال نے اپنے جی سے اور باتیں تراشی ہیں، کوئی کہتا میّت بھی جمعہ کی نماز میں شریک ہوجائے، کوئی کہتا ہے نماز کے بعد دفن کریں گے تو میت کو ہمیشہ جمعہ ملتا رہے گا۔ یہ سب بے اصل وخلاف مقصد شرع ہیں۔ درمختار میں ہے۔ يسرع فی جنازة [3] (جنازے میں جلدی کرے۔ت) تنویر الابصار میں ہے:

وكره تأخير صلاته ودفنه ليصلی عليه جمع عظيم بعد صلٰوة الجمعة [4]۔	اس مقصد سے کہ جمعہ کے بعد جماعتِ عظیم شریک جنازہ ہو نمازِ جنازہ اور دفن میں تاخیر مکروہ ہے۔(ت)

نیز جنازے پر تکثیرِ جماعت شرعًا بہت محبوب کہ اس میں میت کی اعانت جسیم اور اُس کے لئے عفو سیئات ورفع درجات کی امید عظیم ہے، چالیس نمازیوں اور سَو نمازیوں کی تین حدیثیں اوپر گزریں، اور احمد اور ابوداؤد و ترمذی وابن ماجہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من مومن يموت فيصلی عليه امة من المسلمين يبلغون ان يكونوا ثلثة صفوف الا غفرله [5]۔	جس مسلمان کے جنازے پر مسلمانوں کا ایک گروہ کہ تین صف کی مقدار کو پہنچتا ہو نماز پڑھے اس کی مغفرت ہوجائے گی۔

[1] سنن ابی داؤد باب تعجیل الجنازۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۹۴
[2] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ بن عمر حدیث ۱۳۶۱۳ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۲/ ۴۴۴
[3] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۴
[4] درمختار شرح تنویر الابصار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۴
[5] سنن ابی داؤد باب فی الصفوف علی الجنازۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۹۵

ترمذی کی روایت میں ہے:

من صلی علیه ثلثة صفوف اوجب[1]۔	جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اُس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

ابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من صلی علیه مائة من المسلمین غفرله[2]۔	جس پر سو مسلمان نماز پڑھیں بخشا جائے۔

نسائی ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مامن میّت یصلی علیه امّة من الناس الاشفعوا فیه[3]۔	جس مُردے پر مسلمانوں کا ایک گروہ نماز پڑھے اُن کی شفاعت اس کے حق میں قبول ہو۔

راوی حدیث ابوالملیح نے کہا: گروہ چالیس آدمی ہیں۔ طبرانی معجم کبیر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مامن رجل یصلی علیه الاغفر الله له[4]۔	جس مسلمان پر سَو آدمی نماز پڑھیں اللہ عزوجل اُس کی مغفرت فرمادے۔

لہٰذا شریعتِ مطہرہ نے صرف فرضیت کفایہ پر اکتفانہ فرمایا بلکہ نماز جنازہ میں نمازیوں کے لئے عظیم واعظم افضالِ الٰہیہ کے وعدے دئے کہ لوگ اگر نفع میّت کے خیال سے جمع نہ ہوں گے اپنے فائدے کے لئے دوڑیں گے، اس بارے میں چھ میں چھ حدیثیں اوپر گزریں، اور صحاح ستّہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من شهد الجنازة حتی یصلی علیها فله	جو نماز ہونے تک جنازہ میں حاضر رہے اس کے لئے

[1] جامع الترمذی ابواب الجنائز امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۲۲
[2] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فیمن صلی علیہ جماعۃ من المسلمین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۸
[3] سنن النسائی فضل من صلی علیہ مائۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۸۲
[4] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر باب فیمن صلی علیہ جماعۃ دارالکتاب بیروت ۳/۳۶

قیراط ومن شهدها حتی تدفن فله قیراطان قیل وما قیراطان قال مثل الجبلین العظیمین[1]۔ ولمسلم اصغرها مثل احد[2]۔	ایک دانگ ثواب ہے اور دفن تک حاضر رہے تو دو دانگ، جیسے بڑے دو[٢] پہاڑ، ان میں کا چھوٹا کوہِ احد کے برابر۔

اسی کے مثل مسلم وابن ماجہ نے حضرت ثوبان اور امام احمد نے بسندِ صحیح، قیراط نماز کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتبع جنازة حتی یقضی دفنها کتب له ثلثة قراریط۔ القیراط منها اعظم من جبل اُحد[3]۔	جو کسی جنازے کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن ہو چکے اس کے لئے تین قیراط اجر لکھا جائے، ہر قیراط کوہ احد سے بڑا۔

بزار کی یہاں حدیث موقوف ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے: جو کسی جنازہ میں اہل جنازہ کے پاس تک جائے اُس کے لئے ایک قیراط ہے، پھر اگر جنازہ کے ساتھ تک چلے تو ایک قیراط اور ملے اور نماز پر تیسرا اور دفن پر انتظار تک چوتھا قیراط پائے۔ ابن ماجہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے راوی،

من غسل میتا وکفنه وحنطه وحمله وصلی علیه ولم یفش علیه ماراٰی خرج من خطیئته مثل ماولدته امه[4]۔	جو کسی میّت کو نہلائے، کفن پہنائے، خوشبو لگائے، جنازہ اٹھائے، نماز پڑھے اور جو ناقص بات نظر آئے اُسے چھپائے وُہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

اب اگر نمازِ جنازہ میں تکرار کی اجازت دیتے ہیں تو لوگ تسویف و کسل کی گھاٹی میں پڑیں گے۔ کہیں گے کہ جلدی کیا ہے اگر ایک نماز ہوچکی ہم دوبارہ پڑھ لیں گے، اس تقدیر پر اگر لوگوں کا انتظار کیا جائے تو جنازہ کو دیر ہوتی ہے اور جلدی کی جائے تو جماعت ہلکی رہتی ہے اور دونوں باتیں مقصود شرع کے خلاف، لاجرم مصلحتِ

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۰۷
[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۰۷
[3] مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب تجہیز المیت دار الکتاب بیروت ۳/۲۰
[4] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی غسل المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۶

شرعیہ اسی کی مقتضی ہُوئی کہ تکرار کی اجازت نہ دیں۔ جب لوگ جانیں گے اگر نماز ہوچکی تو پھر نہ ملے گی اور ایسے افضال عظیمہ ہاتھ سے نکل جائیں گے تو خواہی نہ خواہی جلدی کرتے حاضر آئیں گے اور میّت کے فائدے اور اپنے بھلے کے لئے جلد جمع ہوجائیں گے اور شرع مطہر کے دونوں مقصد باحسن وجوہ رنگ ظہور پائیں گے۔ الحمدللہ! یہ ایک ادنٰی شمہ ہے اُس الٰہی عالم، ربانی حاکم، کی نظر حقائق نگر کا، جو مصداق اعلٰی عظیم بشارت والا اُس حدیث صحیح کا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لوکان العلم معلقا بالثریا لتناولہ قوم من ابناءِ فارس[1]۔ رواہ الامام احمد فی المسند وابونعیم فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ والشیرازی فی الالقاب عن قیس بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	علم اگر ثریا پر معلق ہوتا تو اولادِ فارس سے کچھ لوگ اسے وہاں سے بھی لے آتے۔ اسے امام احمد نے مسند میں اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہ سے اور شیرازی نے القاب میں حضرت قیس بن سعد سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اعنی امام الائمہ سراج الامّہ کاشف الغمّہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ جن کی رائے منیر و نظر بے نظیر تمام مصالح شرعیہ کو محیط وجامع، اور مومنین کے لئے ان کی حیات وموت میں خیر محض ونافع

فجزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین کل خیر وقاہ وتابعیہ بحسن الاعتقاد کل ضروضیر اٰمین یاارحم الراحمین والحمدللہ ربّ العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحابتہ ومجتھدی ملۃ اجمعین اٰمین!	توخدا اسلام اور مسلمانوں کی جانب سے انہیں خیر کا صلہ دے اور انہیں اور حسنِ اعتقاد کے ساتھ ان کا اتباع کرنے والوں کو ہر تکلیف اور نقصان سے بچائے، اور سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! قبول فرما۔ اور سب خوبیاں اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔ اور خدائے برتر ہمارے آقا ومولا حضرت محمد، ان کی آل، ان کے صحابہ اور ان کے دین کے مجتہدین سب پر درود وسلام نازل فرمائے، الٰہی! قبول فرما!

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۹۷، ۴۲۰، ۴۲۲، ۴۶۹، حلیۃ الاولیاء ترجمہ نمبر ۳۲۸ شہر بن حوشب دارالکتاب العربی بیروت ۶/ ۶۴، جامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۷۴۶۴ دارالمعرفۃ بیروت ۵/ ۳۲۳

الحمدللہ کہ یہ مجمل و مختصر عجالہ، سلخ رجب کو غرہ سمائے تمام ہُوااور بلحاظ تاریخ النھی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز نام ہوا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ نمبر ۸۴: از شہر چاٹگام موضع چرباکلیہ مکان روشن علی مستری مرسلہ منشی محمد اسمٰعیل ۱۳ شوال ۱۳۳۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز کَے مرتبہ پڑھی گئی۔اور اول کس شخص نے پڑھائی تھی؟ بینوا توجروا

الجواب:

صلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ والہ وبارک وسلم۔سائل کو جوابِ مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ جو عوام و جہال صلعم یاع یام یاص یا صلّلم لکھا کرتے ہیں، محض مہمل وجہالت ہے،القلم احدی اللسانین (قلم دو۲ زبانوں میں سے ایک ہے۔ت) جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہملات کا لکھنا،درود لکھنے کاکام نہ دے گا، ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ میں خوف کرتاہوں کہ کہیں ایسے لوگ فبدل الذین فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ[1] (توظالموں نے بدل ڈالی وُہ بات جو ان سے کہی گئی تھی۔ت) میں نہ داخل ہوں۔نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورادرود لکھاجائے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جنازہ اقدس پر نماز کے باب مختلف ہیں۔ایک کے نزدیک یہ نماز معروف نہ ہوئی بلکہ لوگ گروہ در گروہ حاضر آتے اور صلٰوۃ وسلام عرض کرتے بعض احادیث بھی اس کی مؤید ہیں کما بیناھا فی رسالتنا النھی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز (جیساکہ انہیں ہم نے اپنے رسالہ النھی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز میں بیان کیا ہے۔ت)اور بہت علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں،امام قاضی عیاض نے اسی کی تصحیح فرمائی۔کما فی شرح الموطا للزرقانی(جیساکہ علامہ زرقانی کی شرح موطامیں ہے۔ت) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ تسکینِ فتن وانتظام امّت میں مشغول،جب تک ان کے دستِ حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی،لوگ فوج فوج آتے اور جنازہ انور پر نماز پڑھتے جاتے،جب بیعت ہولی،ولی شرعی صدیق ہوئے،انہوں نے جنازہ مقدس پر نماز پڑھی،پھر کسی نے نہ پڑھی کہ بعد صلٰوۃ ولی پھر اعادۂ نمازِ جنازہ کااختیار نہیں۔ان تمام مطالب کی تفصیلِ قلیل،فقیر کے رسالۂ مذکورہ میں ہے۔ مبسوط امام شمس الائمہ

---

[1] القرآن ۲/۵۹

سرخسی میں ہے:

ان ابابکر رضی الله تعالٰی عنه کان مشغولا بتسویة الامور وتسکین الفتنة فکانوا یصلون علیه قبل حضوره وکان الحق له لا نه هو الخلیفة فلما فرغ صلی علیه ثم لم یصل احد بعده علیه[1]۔	حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ معاملات درست کرنے اور فتنہ فرو کرنے میں مشغول تھے لوگ ان کی آمد سے پہلے آکر صلوٰۃ پڑھتے جاتے، اور حق ان کا تھا اس لئے کہ وُہ خلیفہ تھے، تو جب فارغ ہوئے نماز پڑھی، پھر اس کے بعد نماز نہ پڑھی گئی۔(ت)

بزار و حاکم وابن منیع وبیہقی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذاغسلتمونی وکفنتمونی فضعونی علٰی سریری ثم اخرجوا عنی فان اول من یصلی علیّ جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملك الموت مع جنوده من الملئکة باجمعهم ثم ادخلوا علیّ فوجا بعد فوج فصلوا علی وسلموا تسلیما[2]۔	جب میرے غسل وکفن سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ۔ سب سے پہلے جبرئیل مجھ پر صلوٰۃ کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود وسلام عرض کرتے جاؤ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

---

[1] مبسوط امام سرخسی باب غسل المیت دار المعرفة بیروت ۲/ ۶۷

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب المغازی دار الفکر بیروت ۳/ ۶۰، شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک بحوالہ البزار باب ۱۴۹ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/ ۶۶

الھادی الحاجب عن جنازۃ الغائب ۱۳۲۶ھ

(غائب کی نماز جنازہ سے روکنے والا ہادی)

مسئلہ نمبر ۸۵ تا ۸۷: از معسکر بنگلور جامع مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب مدراسی ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمکم اللہ تعالٰی کہ حنفی مذہب میں نمازِ جنازہ مع اولیائے میت پڑھ لئے ہوں پھر دوبارہ پڑھنا، اور نماز جنازہ غائب پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر امام شافعی مذہب ہو تو اسکے اقتداء سے ہم حنفیوں کو یہ دونوں امر جائز ہوجائیں گے یا نہیں؟ یہ حیلہ ہمارے مذہب میں کچھ اصل ہے یا نہیں؟ ہمارے بلاد دکن اضلاع بنگلور و مدراس میں ان مسئلوں کی اشد ضرورت ہے، اُمید کہ عبارات عام فہم ہوں گی۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی لایشفع عندہ الا باذنہ والصّلوٰۃ والسّلام علی من امر بالوقوف عندحدود دینہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ قدر کمالہ وحسنہ اٰمین ط	تمام تعریف اللہ کے لئے جس کے حضور اس کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں، اور درود وسلام ہو ان پر جنھوں نے دین کی حدوں پر رُک جانے کا حکم دیا، اوران کی آل واصحاب پر حضور کے حسن وکمال کے بقدر۔ الٰہی قبول فرما۔

جواب سوالِ اوّل: مذہب مہذّب حنفی میں جبکہ ولی عـــہ۱ نماز پڑھ چکا یا اس کے اذن سے ایک بار نماز ہوچکی (اگرچہ یونہی کہ دوسرے نے شروع کی ولی شریک ہوگیا) تو اب دوسروں کو مطلقاً جائز نہیں، نہ ان کو جو پڑھ چکے نہ اُن کو جو باقی رہے۔ ائمہ حنفیّہ کا اس پر اجماع ہے، جو اس کا خلاف کرے مذہبِ حنفی کا مخالف ہے۔ تمام کُتبِ مذہب متون وشروح وفتاوٰی اس کی تصریحات سے گونج رہی ہیں۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق وتنقیح فقیر کے رسالہ **النهی الحاجز عن تکرار صلٰوة الجنائز** میں بفضلہٖ بروجہ اتم ہوچکی ہے یہاں صرف نصوص وعبارات ائمہ وعلمائے حنفیّہ خصّھم اللہ تعالٰی بالطافہ الخفیہ، ذکر کریں اور از انجا کہ یہ تحریر فائدہ جدیدہ سے خالی نہ ہو، ان میں جدّت وزیادت کا لحاظ رکھیں، وباللہ التوفیق یہاں کلام بنظرِ انتظام عـــہ۲ مرام چند انواع پر خواہان انقسام:

نوع اوّل: نماز جنازہ دوبارہ روا نہیں۔

(۱) درمختار میں ہے: **تکرارھا غیر مشروع**[1] نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔

(۲) غنیہ شرح منیہ میں ہے: **تکرار الصلٰوة علٰی میّت واحد غیر مشروع**[2] ایک میت پر دوبارہ نماز ناجائز ہے۔

(۳) امام اجل مفتی الجنّ والانس سیّدی نجم الدین عمر نسفی اُستاذ امام اجل صاحب ہدایہ رحمہما اللہ تعالٰی منظومہ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

عـــہ۱: **المراد بالولی ھٰھنا ھو الاحق وبغیرہ من لیس له الحق فاحفظ وسیأتی التفصیل** ۱۲منه (م)

یہاں ولی سے مراد وُہ ہے جو سب سے زیادہ حقدار ہے، اور غیر ولی سے مراد وُہ جس کا حق نہیں یہ ذہن نشین رہے تفصیل آگے آئیگی ۱۲منہ (ت)

عـــہ۲: ہر نوع بعونِ الٰہی نفیس وجلیل مسائل پر مشتمل ہوگی کہ اس باب میں جن کی حاجت واقع ہوئی اور محل خلاف میں قول ارجح کی طرف بھی اجمالی اشارہ ہوگا وباللہ التوفیق ۱۲منہ (م)

---

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص۵۹

باب فتاوی الشافعی وحدہ — ومابہ قال وقلنا ضدّہ

وجائز فی فعلها التکرار — وفی القبور عـــہ یدخل الاوتار [1]

یعنی نماز جنازہ کی تکرار جائز ہونا صرف امام شافعی کا قول ہے ہمارے نزدیک جائز نہیں۔ **(۴)** ایضاح امام ابوالفضل کرمانی **(۵)** فتاوٰی عالمگیریہ **(۶)** جامع الرموز میں ہے: **لا یصلی علی میّت الامرّۃ واحدۃ** [2] کسی میّت پر ایک بار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے۔ **(۷)** علامہ سیّد احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں: **سقوط فرضها بواحد فلواعادوا تکررت ولم تشرع مکررۃ** [3] نماز جنازہ کافرض ایک کے پڑھنے سے ساقط ہوجاتا ہے اب اگر پڑھیں تو مکرر ہوجائے گی اور وہ مکرر مشروع نہیں۔ بحرالرائق وشامل بیہقی وغیرہما کی عبارات نوع سوم میں آتی ہیں اور حلیہ کی چہارم اور عنایہ کی دہم میں۔ **(۸)** مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی **(۹)** نہایہ شرح ہدایہ **(۱۰)** منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے: **لاتعادالصّلٰوۃ علی المیّت الا ان یکون الولی ھوالذی حضرفان الحق لہ ولیس لغیرہ ولایۃ اسقاط حقہ۔** [4] کسی میت پر دو دفعہ نماز نہ ہو، ہاں اگر ولی آئے تو حق اس کا ہے اور دوسرا اس کا حق ساقط نہیں کرسکتا **(۱۱)** ہدایہ **(۱۲)** کافی شرح وافی للامام الاجل ابی البرکات النسفی **(۱۳)** تبیین الحقائق شرح

عــہ: **لایدخل القبر عندہ لوضع المیت الا الوتر و عندنا الوتر والشفع سواء ۱۲ منہ (م)**

امام شافعی کے نزدیک میت کو اتارنے کے لئے قبر میں جانے والوں کی تعداد طاق ہی ہوگی اور ہمارے نزدیک طاق اور جفت یکساں ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] منظومۂ مبارکہ نجم الدین عمر بن محمد نسفی

[2] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۸۵، فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الصّلٰوۃ علی المیت نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۳

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب صلوٰۃ الجنائز دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۷۱

[4] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحرالرائق فصل فی السلطان احق بصلوٰتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۲

نوع دوم[۲]: دوبارہ پڑھیں تو نفل ہوگی اور یہ نماز بطور نفل جائز نہیں۔ کنز الدقائق للامام الزیلعی **(۱۴)** جوہرۂ نیّرہ شرح مختصر القدوری **(۱۵)** درر شرح غرر **(۱۶)** بحرالرائق شرح الکنز للعلامہ زین **(۱۷)** مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر **(۱۸)** مستخلص الحقائق شرح کنز **(۱۹)** کبیری علی المنیہ میں ہے:

الفرض یتادی بالاول والتنفل بھا غیرمشروع (زادفی التبیین) ولھذا لایصلی علیہ من صلی علیہ مرۃ[1]۔	فرض تو پہلی نماز سے ادا ہوجاتا ہے اور یہ نماز نفل کے طور پر جائز نہیں اس لئے جو ایک بار پڑھ چکا دوبارہ نہ پڑھے۔

کافی کے الفاظ یہ ہیں:

حق المیّت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلٰوۃ الاولٰی فلو فعلہ الفریق الثانی لکان نفلا وذاغیرمشروع کمن صلی علیہ مرّۃ[2]۔	میّت کا حق پہلے فریق نے ادا کردیا اور فرض کفایہ نماز اول سے ساقط ہوگیا، اب اور لوگ پڑھیں تو نماز نفل ہوگی اور یہ جائز نہیں جیسے ایک بار پڑھ چکنے والے کو دوبارہ اجازت نہیں۔

(۲۰) شرح تجرید کرمانی **(۲۱)** فتاوٰی ہندیہ **(۲۲)** مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی میں ہے: **التنفل بصلٰوۃ الجنازۃ غیرمشروع**[3] نماز جنازہ بطور نفل جائز نہیں۔ **(۲۳)** امام محمد محمد محمد بن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

المذھب عنداصحابنا ان التنفل بھا غیر مشروع[4]۔	ہمارے اماموں کا مذہب یہ ہے کہ نماز جنازہ نفلاً روا نہیں۔

(۲۴) بحرالعلوم ملک العلماء رسائل الارکان میں فرماتے ہیں:

لوصلوا لزم التنفل بصلٰوۃ الجنازۃ ذاغیر جائز[5]۔	پھر پڑھیں تو نماز جنازہ بطور نفل پڑھنی لازم آئیگی اور یہ ناجائز ہے۔

---

[1] تبیین الحقائق باب الجنائز مطبوعہ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۲۴۰

[2] کافی

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی الصّلٰوۃ علی المیت نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۳

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[5] رسائل الارکان فصل فی حکم الجنازۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۵۵

ردالمحتار کی عبارت نوعِ ششم میں آئے گی۔

نوع سوم[3]: یہاں تک کہ اگر سب مقتدی بے طہارت یا سب کے کپڑے نجس تھے یا نجس جگہ کھڑے تھے یا عورت امام اور مرد مقتدی تھے، غرض کسی وجہ سے جماعت بھر کی نماز باطل اور فقط امام کی صحیح ہوئی، اب اعادہ نہیں کرسکتے کہ اکیلے امام سے فرض ساقط ہوگیا، ہاں اگر قوم میں کوئی وجہ بطلان نہ تھی امام میں تھی تو پھر پڑھی جائیگی کہ جب امام کی صحیح نہ ہوئی کسی کی صحیح نہ ہوئی۔**(۲۵)** خلاصہ **(۲۶)** بزازیہ **(۲۷)** محیط **(۲۸)** بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاسانی **(۲۹)** شامل للامام البیہقی **(۳۰)** تجرید للامام ابی الفضل **(۳۱)** مفتاح **(۳۲)** جواہر اخلاطی **(۳۳)** قنیہ **(۳۴)** مجتبٰی **(۳۵)** شرح التنویر للعلائی **(۳۶)** اسمٰعیل مفتی دمشق تلمیذ صاحبِ درمختار **(۳۷)** ردالمحتار **(۳۸)** ہندیہ **(۳۹)** بحر **(۴۰)** حلیہ **(۴۱)** رحمانیہ میں ہے۔

بعضھم یزید علٰی بعض والنظم للدر امّ بلاطھارۃ والقوم بھا اعیدت وبعسکہ لاکمالو امت امراۃ ولو امۃ لسقوط فرضھا بواحد[1]۔	امام طہارت سے نہ تھا اور مقتدی طہارت پر تو نماز پھیری جائے اور عکس میں نہیں جبکہ عورت امام ہو اگرچہ کنیز ہو کہ فرض ایک کے پڑھ لینے سے ساقط ہوگیا۔

محیط و بحرالرائق کے لفظ یہ ہیں:

لوکان الامام علٰی طھارۃ والقوم علٰی غیرھا لاتعادلان صلٰوۃ الامام صحت فلواعادوا تتکرر الصلٰوۃ وانہ لایجوز[2]۔	امام طہارت پر ہو اور مقتدی بے طہارت تو نماز نہ پھیری جائے گی کہ امام کی نماز صحیح ہوگئی۔اب اگر پھیریں تو نماز جنازہ دوبار ہوگی اور یہ ناجائز ہے۔

شامل بیہقی کے لفظ یہ ہیں:

وان کان القوم غیرطاھر لاتعادلان الاعادۃ لا تجوز[3]۔	اگر مقتدی بے طہارت ہوں نماز نہ پھیریں کہ یہ نماز دوبار جائز نہیں۔

نوع چہارم[4]: جب ولی خود یا اس کے اذن سے دوسرا نماز پڑھائے یا ولی خود ہی تنہا پڑھ لے تو اب

---

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۱

[2] بحرالرائق فصل السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۷۹

[3] شامل بیہقی

کسی کو نماز جنازہ کی اجازت نہیں۔

(۴۲) کنزالدقائق **(۴۳)** وافی للامام اجل ابی البرکات النسفی **(۴۴)** وقایہ **(۴۵)** نقایہ **(۴۶)** غرر للعلامہ مولٰی خسرو **(۴۷)** تنویر الابصار وجامع البحار، شیخ الاسلام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الغزی **(۴۸)** ملتقی الابحر **(۴۹)** اصلاح للعلامہ ابن کمال پاشا **(۵۰)** فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق **(۵۱)** شرح منیہ ابن امیر الحاج **(۵۲)** شرح نورالایضاح للمصنف میں ہے:

واللفظ لمتن العلامۃ ابراہیم لایصلی غیر الولی بعد صلاتہ[1]۔	(علامہ ابراہیم حلبی کے متن کے الفاظ یہ ہیں۔ت) ولی کے بعد کوئی شخص نماز جنازہ نہ پڑھے۔

امام ابن الہمام کے الفاظ یہ ہیں:

ان صلی الولی ان کان وحدہ لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ[2]۔	ولی اگرچہ تنہا نماز پڑھ لے اس کے بعد کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔

یوں ہی مراقی الفلاح میں فرمایا:

لایصلی احد علیھم بعدہ وان صلی وحدہ ولی[3]۔	ولی اکیلا ہی پڑھ چکا جب بھی اس کے بعد کوئی نہ پڑھے۔

حلیہ کی عبارت یہ ہے:

قال علماؤنا اذاصلی علی المیت من لہ ولایۃ ذلک لاتشرع الصلٰوۃ علیہ ثانیا لغیرہ[4]۔	ہمارے علماء نے فرمایا جب میّت پر صاحبِ حق نماز پڑھ لے پھر کسی کو اس پر نماز مشروع نہیں۔

(۵۳) مختصر **(۵۴)** ہدایہ للامام الاجل ابی الحسن بن عبدالجلیل الفرغانی **(۵۵)** نافع متن مستصفٰی للامام ناصرالدین ابی القاسم المدنی السمرقندی **(۵۶)** شرح الکنز للعلامۃ ابن نجیم **(۵۷)** شرح الملتقی للعلامہ شیخی زادہ **(۵۸)** شرح النقایہ للقہستانی **(۵۹)** ابراہیم الحلبی علی المنیہ

---

[1] ملتقی الابحر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۱۵۹

[2] فتح القدیر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۴

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل السلطان احق بصلٰوتہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۴

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

(۶۰) شرح مسکین للکنز **(۶۱)** برجندی شرح نقایہ میں ہے:

ان صلی علیه الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعده[1]۔	اگر جنازے پر ولی نماز پڑھ لے تو اب کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔

غنیہ کے لفظ یہ ہیں:

عدم جواز صلٰوۃ غیر الولی بعدہ مذھبنا[2]۔	ولی کے بعد سب کو نماز ناجائز ہونا ہمارا مذہب ہے۔

(۶۲) مستصفی للامام النسفی **(۶۳)** شلبیہ علی الکنز میں ہے:

لولم یحضر السلطان وصلی الولی لیس لاحد الاعادۃ[3]۔	اگر سلطان حاضر نہ ہو اور ولی پڑھ لے اب کوئی اعادہ نہیں کرسکتا۔

نوعِ پنجم[۵]: کچھ ولی کی خصوصیت نہیں۔ حاکمِ اسلام یا امامِ مسجد جامع یا امام مسجد محلّہ میت کے بھی، پھر دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ بھی صاحب حق ہیں۔ **(۶۴)** امام فخر الدین عثمان نے شرح کنز میں بعد مسئلہ ولی فرمایا:

وکذا بعد امام الحی وبعد کل من یتقدم علی الولی[4]۔	یعنی یونہی اگر مسجد محلّہ میّت کا امام یا سلطان وغیرہ حکامِ اسلام نمازِ جنازہ پڑھ لیں تو پھر اوروں کو نماز کی اجازت نہیں۔

(۶۵) فاتح شرح قدوری **(۶۶)** ذخیرۃ العقبی علٰی صدر الشریعۃ **(۶۷)** حواشی سیّد حموی میں ہے:

تخصیص الولی لیس بقید لانہ لوصلی	کچھ ولی کی خصوصیت نہیں بلکہ سلطان وغیرہ جو

[1] المختصر للقدوری باب الجنائز مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور بھارت ص ۴۵، الہدایہ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۶۰، شرح النقایہ للبرجندی فصل فی الصلوٰۃ الجنائز منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۱۸۱

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۸۵

[3] شلبی علی الکنز علٰی ھامش تبیین الحقائق باب الجنائز مطبعہ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۲۳۸

[4] تبیین الحقائق باب الجنائز مطبعہ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۲۴۰

السلطان اوغیرہ ممن ھواولٰی من الولی لیس لاحد ان یصلی بعدہ[1]۔	ولی سے اولٰی ہیں اُن کے بعد کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔

(۶۸) فتح القدیر **(۶۹)** فتح اللہ المعین میں ہے:

اذامنعت الاعادۃ بصلٰوۃ الولی فبصلٰوۃ من ھومقدم علی الولی اولٰی[2]۔	جب ولی کے دوسرے کو اجازت نہیں تو سلطان وغیرہ کہ اس سے بھی مقدم ہیں، ان کے بعد اجازت نہ ہونا بدرجہ اولٰی۔

(۷۰) قہستانی علٰی مختصر الوقایہ میں ہے:

لایجوزان یصلی غیرالاحق بعد صلٰوۃ الولی و الاحق وغیرہ[3]۔	جو اس نماز میں صاحب حق ہیں ان میں کسی کے پڑھنے کے بعد غیر کو پڑھنا جائز نہیں۔

حلیہ کی عبارت نوع چہارم میں گزری۔

نوع ششم۶: ولی وغیرہ ذی حق جس صورت میں اپنے حق کے لئے اعادہ کرسکتے ہیں۔ اس حال میں بھی جو پہلے پڑھ چکا ان کی نماز میں شریک نہیں ہوسکتا۔ **(۷۱)** نورالایضاح **(۷۲)** درمختار **(۷۳)** بحرالرائق **(۷۴)** قنیہ **(۷۵)** شرح مختصرالوقایۃ للعلامۃ عبدالعلی **(۷۶)** شرح الملتقی للعلامہ عبدالرحمٰن رومی **(۷۷)** غنیہ ذوی الاحکام للعلامۃ الشرنبلالی **(۷۸)** شرح منظومہ ابن وہبان للعلامۃ ابن الشحنہ **(۷۹)** خادمی علی الدرر میں ہے:

واللفظ لہ لیس لمن یصلی والاان یعید مع الولی[4]۔	(اور ان کے الفاظ یہ ہیں۔ ت) جو ایک بار پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہیں کرسکتا۔

(۸۰) فتح القدیر میں ہے:

ولذاقلنالم یشرع لمن صلی مرۃ	اسی لئے ہمارا مذہب ہے کہ جو ایک بار پڑھ چکا

[1] ذخیرۃ العقبٰی علی صدر الشریعۃ باب الجنائز منشی نولکشور کانپور ۱/ ۱۱۸

[2] فتح القدیر فصل فی صلٰوۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکّھر ۲/ ۸۴، فتح اللہ المعین بحوالہ سیّد حموی فصل فی السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۵۳

[3] جامع الرموز فصل الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۸۴

[4] خادمی علی الدرر باب الجنائز مطبعہ عثمانیہ دار سعادت ترکی ص ۹۹

التکرر[1]۔	اُسے پھر پڑھنا جائز نہیں۔

(۸۱) شامی علی الدر میں ہے:

لان اعادته تكون نفلا من كل وجه بخلاف الولی لانه صاحب الحق[2]۔	اس لئے کہ اس کا اعادہ ہر طرح نفل ہی ہوگا اور یہ جائز نہیں بخلاف ولی کے کہ صاحبِ حق ہے۔

نوع ہفتم[۷]: جب ولی نے دوسرے کو اذن دے دیا اگرچہ آپ شریک نماز نہ ہوا، یا کوئی اجنبی بے اذنِ ولی خود ہی پڑھ گیا مگر ولی شریک نماز ہوگیا تو ان صورتوں میں ولی بھی اعادہ نہیں کرسکتا۔ **(۸۲)** جوہرہ میں ہے:

ان اذن الولی لغیره فصلی لا تجوز له الاعادة[3]۔	اگر ولی کے اذن سے دوسرے نے پڑھ لی تو اب ولی کو بھی اعادہ کی اجازت نہیں۔

(۸۳) بحر میں ہے:

اذن لغیره بالصلٰوة لاحق له فی الاعادة[4]۔	ولی جب دوسرے کو نماز کا اذن دے دے اب اسے اعادہ کا حق نہیں۔

(۸۴) فتاوٰی قاضی خان **(۸۵)** فتاوٰی ظہیریہ **(۸۶)** فتاوٰی ولوالجیہ **(۸۷)** واقعات **(۸۸)** تجنیس للامام صاحب ہدایہ **(۸۹)** فتاوٰی عتابیہ **(۹۰)** فتاوٰی خلاصہ **(۹۱)** عنایہ شرح ہدایہ **(۹۲)** نہایہ اول شروح ہدایہ **(۹۳)** منبع **(۹۴)** عبدالحلیم رومی علی الدرر **(۹۵)** شلبی علٰی زیلعی الکنز **(۹۶)** حلیہ **(۹۷)** برجندی **(۹۸)** بحر **(۹۹)** رحمانیہ **(۱۰۰)** شرح علائی **(۱۰۱)** ہندیہ میں ہے:

واللفظ للعناية عن الولوالجی وللشلبی عن النهاية الولوالجی والظهيرية والتجنيس وللبحر عنهم وعن الواقعات رجل صلی علی جنازة والولی خلفه و	(الفاظ، عنایہ، شلبی اور بحر کے ہیں۔ عنایہ سے والوالجی سے منقول ہے اور شلبی میں نہایہ سے اُس میں ولوالجی، ظہیریہ اور تجنیس سے نقل ہے۔ اور بحر میں ان سب سے اور واقعات سے نقل

[1] فتح القدیر فصل الصلٰوۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸۴/۲

[2] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مصطفی البابی مصر ۶۵۲/۱

[3] الجوہرۃ النیرہ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۷/۱

[4] بحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵۷/۱

لم یرض بہ ان تابعہ وصلی معہ لایعید لانہ صلی مرّۃ[1]۔	ہے۔ت) ایک شخص نے نماز پڑھائی اور ولی راضی نہ تھا لیکن شریک ہوگیا تو اب اعادہ نہ کرے گا کہ ایک بار پڑھ چکا۔

نوع ہشتم^۸: یونہی اگر سلطان وغیرہ ذی حق کہ ولی سے مقدم ہیں پڑھ لیں یا خود نہ پڑھ لیں۔ ان کے اذن سے کوئی پڑھ دے جب بھی ولی کو اختیار اعادہ نہیں۔

(۱۰۲تا۱۱۹) ۸۴ سے ۱۰۱ تک تمام کتبِ مذکورہ **(۱۲۰)** فتح القدیر **(۱۲۱)** فتح المعین میں ہے:

امامن ذکرنا لفظھم اٰنفافبالفاظ متفقۃ و الباقون بمعانی متقاربۃ، وھذا لفظ الخانیۃ ان کان المصلی سلطانا اوالامام الاعظم اوالقاضی او والی مصراوامام حیہ لیس للولی ان یعید فی ظاھر الروایۃ [2] زادالذین سقنالفظھم لانھم اولی بالصلٰوۃ منہ[3]	جن کی عبارت ابھی ہم نے ذکر کی وہ بہ الفاظ متفقہ اور باقی بمعانی متقاربہ بیان کرتے ہیں اور یہاں عبارت خانیہ کی ہے۔ت) اگر امیر المومنین یا سلطانِ اسلام یا قاضی یا والیِ شہر یا امام مسجد محلّہ نے نماز پڑھ لی تو ہمارے ائمہ سے ظاہر الروایۃ میں ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں کہ یہ لوگ اس نماز کے حق میں ولی سے مقدم ہیں۔

(۱۲۲) غنیہ **(۱۲۳)** حلیہ **(۱۲۴)** بحر **(۱۲۵)** طحطاوی علی مراقی الفلاح سب کے باب تیمّم میں ہے:

لوصلی من لہ حق التقدم کالسلطان ونحوہ لایکون لہ حق بالاعادۃ[4]۔	سلطان وغیرہ جو ولی پر مقدم ہیں ان کے پڑھ لینے کے بعد ولی کو حق اعادہ نہیں۔

کفایہ و مستخلص کی عبارت نوعِ دہم میں آتی ہے۔ امام عتابی نے مثل عبارت مذکورہ خانیہ ذکر کیا اور ان کی گنتی میں جو ولی پر مقدم ہیں امام مسجد جامع کو بھی بڑھایا۔ اور درایہ پھر نہر پھر درمختار اور جوامع الفقہ اور پھر شرنبلالیہ میں تصریح فرمائی کہ امامِ جامع مسجد امامِ محلّہ پر مقدم ہے۔

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۸۳
[2] فتاوٰی قاضی خان باب فی غسل المیت الخ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۹۲
[3] بحر الرائق فصل فی السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۱
[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۱

(۱۲۶) درایہ شرح ہدایہ (۱۲۷) شلبیہ علی الکنز میں ہے:-

ولو صلی امام المسجد الجامع لاتعاد [1]۔	جامع مسجد کا امام پڑھ لے تو پھر اعادہ نہیں۔

(۱۲۸) مجمع البحار (۱۲۹) شرح مجمع (۱۳۰) بحر (۱۳۱) ردالمحتار میں ہے:

امام الحی کالسلطان فی عدم اعادۃ الولی [2]۔	امامِ محلّہ بھی اس امر میں مثلِ سلطان ہے کہ اس کے بعد ولی کو اعادہ جائز نہیں۔

تنبیہ: امام عتابی نے ولی پر تقدیمِ امام میں یہ شرط لگائی کہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی ہی اولٰی ہے۔ یہ شرط شرنبلالیہ میں معراج الدرایہ اور دُرمختار میں مجتبٰی وشرح المجمع لمصنفہ سے نقل فرمائی۔ حلیہ میں اسے عتابی سے بحوالہ شرح مجمع اور امام بقالی سے بحوالہ مجتبٰی نقل کرکے فرمایاوھواحسن یہ کلام عمدہ ہے۔ اسی طرح بحرالرائق میں فرمایا۔(۱۳۲) خانیہ (۱۳۳) وجیز کردری (۱۳۴) عالمگیریہ (۱۳۵) خزانۃ المفتین میں ہے:

واللفظ للوجیز مات فی غیربلدہ فصلی علیہ غیراھلہ ثم حملہ الٰی منزلہ ان کانت الصلٰوۃ الاولی باذن الوالی اوالقاضی لاتعاد [3]۔	(عبارت "وجیز" کی ہے۔ت) غیر شہر میں مرا اجنبی لوگوں نے نماز پڑھ لی پھر اس کے اقارب آئے اسے اس کے وطن لے آئے، اگر پہلی نماز حاکمِ اسلام یا قاضی کے اذن سے ہوئی تھی تو اب اقارب اعادہ نہ کریں۔

نوع نہم [۹]: اگر ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان وحکام کہ اس سے اولٰی ہیں بعد کو آئے اب وہ بھی بالاتفاق اعادہ نہیں کرسکتے، ہاں اگر وہ موجود تھے اور اُن کے بے اذن ولی نے پڑھ لی اور وہ شریک نہ ہوئے تو ایک جماعت علماء کے نزدیک انہیں اختیار اعادہ ہے۔

وھومحمل مافی الدرعن المجتبٰی و	یہی اس کلام کا مطلب ہے جو درمختار میں مجتبٰی سے

[1] شلبی علی الکنز علی ھامش تبیین الحقائق فعل السلطان احق بصلوٰتہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۲۴۰

[2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مصطفٰی البابی مصر ۱/۶۵۲

[3] فتاوٰی بزازیہ ہامش فتاوٰی ہندیۃ الخامس والعشرون فی الجنائز نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۸۰، فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی الصلوٰۃ علی المیت نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۴

فی النھایۃ والجوھرۃ ثم الھندیۃ والطحطاوی وفی العنایۃ والبرجندی عن النھایۃ وفی الفاتح شرح القدوری وفی ابی سعید علی الدرر عن المجتبٰی وغیرہ۔	منقول ہے، اور نہایہ، جوہرہ پھر ہندیہ اور طحطاوی میں ہے اور عنایہ وبرجندی میں نہایہ کے حوالے سے ہے، اور فاتح شرح قدوری میں ہے اور حاشیہ ابو سعید علی الدرر میں مجتبٰی وغیرہ سے منقول ہے۔(ت)

اور ایک جماعت علماء کے نزدیک اب بھی سلطان وغیرہ کسی کو اختیارِ اعادہ نہیں، معراج الدرایہ میں اسی کی تائید کی، ردالمحتار میں اسی کو ترجیح دی۔ اور یہی ظاہر اطلاق متون اور ظاہرًا من حیث الدلیل اقوی ہے تو حاصل یہ ٹھہرا کہ سلطان نے پڑھ لی تو ولی نہیں پڑھ سکتا ولی نے پڑھ لی تو سلطان نہیں پڑھ سکتا، غرض ہر طرح اعادہ وتکرار کا دروازہ بند فرماتے ہیں: **(۱۳۶)** غایۃ البیان شرح الہدایہ للعلامۃ الاتقانی میں ہے:

ھذا علٰی سبیل العموم حتی لا تجوز الاعادۃ لا للسلطان ولا لغیرہ[1]۔	یعنی ولی کے بعد کسی کو نماز کی اجازت نہ ہونے کا حکم عام ہے یہاں تک کہ پھر سلطان وغیرہ کسی کو اعادہ جائز نہیں۔

(۱۳۷) صغیری میں ہے:

ان صلی ھو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ من السلطان فمن دونہ[2]۔	ولی پڑھ لے تو پھر کسی کو پڑھنے کا حق نہیں سلطان ہو یا اور کوئی۔

سراج وہاج شرح قدوری میں ہے:

من صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ سلطانا کان او غیرہ[3]	ولی کے بعد کسی کو نماز جائز نہیں سلطان ہو یا اس کا غیر۔

(۱۳۹و۱۴۰) ابوالسعود میں نافع وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

اطلق فی الغیر فعم السلطان فمفادہ عدم اعادۃ السلطان بعد صلٰوۃ الولی وبہ	کنز میں امام ماتن نے غیر کو مطلق رکھا جو سلطان کو بھی شامل، تو اس کا مفاد یہ ہے کہ ولی کے بعد

---

[1] ردالمحتار بحوالہ غایۃ البیان باب صلٰوۃ الجنائز دار الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۹۲

[2] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۸۹

[3] بحر الرائق بحوالہ سراج الوہاج فصل السلطان احق بصلٰوتہٖ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۲

جزم فی السراج وغایۃ البیان والنافع[1]۔	سلطان بھی اعادہ نہ کرے، اوراسی پر حدادی واتقانی ونافع نے جزم کیا۔

(۱۴۱) مستصفی للامام النسفی **(۱۴۲)** شلبی علی الکنز میں ہے:

الحق الی الاولیاء حیث قال لیس لاحد بعدہ الاعادۃ بطریق العموم سلطانا کان اوغیرہ[2]۔	اصل حق ولی کا ہے ولہذا ماتن یعنی صاحب الفقہ النافع نے عام فرمایا کہ ولی کے بعد کسی کو اعادہ کا اختیار نہیں، سلطان ہو یا کوئی۔

(۱۴۳و۱۴۴) ردالمحتار میں معراج الدرایہ وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

اذا صلی الولی فھل لمن قبلہ کالسلطان حق الاعادۃ. فی السراج والمستصفی لاویدل علی ھذا قول الھدایۃ ان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ ونحوہ فی الکنز وغیرہ فقولہ لم یجز لاحد یشمل السلطان ونقل فی المعراج عن النافع عـــہ لیس للسلطان الاعاۃ ثم اید روایۃ النافع[3] اھ ملخصا۔	کیا ولی کے بعد سلطان وغیرہ جواس سے مقدم ہیں اعادہ کا حق رکھتے ہیں، سراج و مستصفی میں منع فرمایا۔ اور ہدایہ کا قول اس پر دلیل ہے کہ فرمایا ولی کے بعد کسی کو جائز نہیں، اور یونہی کنزوغیرہ میں ہے، کسی میں سلطان بھی آگیا، اور معراج میں منافع سے سلطان کو منع اعادہ نقل کرکے اس کی تائید فرمائی۔

عـــہ: المنافع ھذا ھوالمستصفی للامام اجل ابی البرکات النسفی شرح الفقہ النافع الشہیر بالنافع للامام ناصرالدین ابی القاسم المدنی السمرقندی وقد قال رحمہ اللہ تعالٰی فی اٰخرکتابہ المصفی شرح المنظومۃ النسفیۃ

منافع ،یہی امام اجل ابوالبرکات نسفی کی مستصفٰی ہے جوامام ناصرالدین ابولقاسم مدنی سمرقندی کی کتاب "الفقہ النافع" مشہور بہ "نافع" کی شرح ہے۔امام نسفی رحمۃاللہ تعالٰی علیہ نے اپنی کتاب "المصفی شرح منظومہ نسفیۃ" کے آخر میں لکھا ہے کہ: جب میں (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فتح المعین علٰی شرح ملا مسکین فصل فی الصلٰوۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۳

[2] شلبی علی الکنز علی ہامش تبیین الحقائق فصل السلطان احق بصلٰوتہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۲۳۸

[3] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۹۲-۵۹۱

(۱۴۵) بحرالرائق میں ہے:

صلی الولی ثم جاء المقدم علیه فلیس له الاعادة[1]۔	ولی پڑھ چکا پھر سلطان وغیرہ وُہ لوگ آئے جو ولی پر مقدم ہیں انہیں اعادہ کا اختیار نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لما فرغت من جمع المنافع واملائه وھوالمستصفٰی سألنی بعض اخوانی ان اجمع للمنظومة شرحا مشتملا علی الدقائق فشرحتها وسیته المصفی فظهران المستصفٰی والمنافع شیئ واحد وھوشرح النافع، والمصفی غیرہ وھوشرح المنظومة فلیس عین المستصفی ولا اختصارہ .ولا المستصفی شرح المنظومة وقد وقع ھھناغلط من العلامة الکاتبی فی کشف الظنون فتنبه ومن اشد العجب ان استدل مادعاہ من المستصفی شرح المنظومة وان المصفی اختصارہ بمامرمن کلامه رحمه اللّٰہ تعالٰی فی اٰخرالمصفی مع انه شاھد باعلی نداء علٰی نقیض مادعاہ ثم اعاد ذکرالمستصفی فی النافع فجعله شرحه علی الصواب وذکر قیلا انه المصفی ولیس بالصواب فاعلم ۱۲منه (م)

منافع ــوہی مستصفٰی ہے --کی تالیف واملاسے فارغ ہُواتو بعض عزیزوں نے مجھ سے چاہاکہ منظومہ کی ایک ایسی شرح لکھ دُوں جو اس کے دقائق کے بیان پر مشتمل ہو، تو میں نے منظومہ کی شرح لکھی اوراس کا نام "مصفّی" رکھا--اس عبارت سے واضح ہے کہ مستصفی اور منافع ایک ہی ہیں اور یہ "نافع" کی شرح ہے، اور مصفی دوسری کتاب ہے وہ منظومہ کی شرح ہے بعینہٖ مستصفی یا اس کا اختصار نہیں ہے۔نہ ہی مستصفٰی، منظومہ کی شرح ہے--یہاں کشف الظنون میں علامہ کاتبی سے غلطی ہو گئی ہے اس لئے متنبہ رہنا چاہئے--انہوں نے یہ لکھ دیا کہ مستصفٰی، منظومہ کی شرح ہے اور مصفی اس کا (مستصفی کا) اختصار ہے اور سخت حیرت کی بات یہ ہے کہ اس دعوے کی دلیل میں انہوں نے آخر مصفی کی یہی عبارت پیش کی ہے جو ابھی ذکر ہوئی حالانکہ وُہ بہ آواز بلند ان کے دعوے کے خلاف شہادت دے رہی ہے--اس کے بعد "النافع" کے تحت کاتبی نے مستصفے کو دوبارہ ذکر کیا وہاں بجاطور پر اس کی شرح بتایا اور ایک ضعیف قول کا ذکر کیاکہ وہ مصفے ہی ہے اور یہ درست نہیں--تو یہ معلوم رہے ۱۲(ت)

[1] بحرالرائق فصل السلطان احق بصلٰوته ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۲

وبھذا حاول البحر التوفیق فحمل مافی النھایۃ والعنایۃ علٰی مااذا تقدم الولی بمحضر السلطان من دون اذنه ومافی السراج والمستصفی علٰی مااذا تقدم وھم غیب ثم حضروا ونازعه فی النھر بان کلماتھم متفقۃ علٰی ان لاحق للسلطان فمن دونه قبل الولی الّا عند حضورھم فالخلاف انما ھو اذا حضروا۔

اقول: کیف ماکان الامر فالذی یقول باعادۃ السلطان انما یقول اذا حضر وتقدم الولی بلااذنه قال فی الحلیۃ فی تصویر ھذا الخلاف صلی الولی والسلطان اوامام الحی ومن بینھما حاضر ولم یتابعه[1] الخ وکذلك قید فی النافع بقوله ان حضر قال فی شرحه المستصفی انما قدم السلطان بعارض ولھذا قال ان حضر[2] اھ وفی المجتبٰی صلی الولی لم یجزان یصلی احد بعدہ

اسی سے صاحبِ بحر نے تطبیق دینا چاہا ہے، انہوں نے نہایہ وغیرہ کی عبارت کو اس صورت پر محمول کیا ہے جب سلطان کے موجود ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر ولی پڑھادے۔ اور سراج و مستصفی کے کلام کو اس صورت پر محمول کیا ہے جب ولی انکی غیر موجودگی میں پڑھادے بعد میں وہ آجائیں-- صاحب نہر نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ کلماتِ علماء اس بارے میں متفق ہیں کہ سلطان وغیرہ کو ولی پر حقِ تقدم اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ موجود ہوں تو اختلاف موجودگی ہی کی صورت میں ہوگا۔

اقول: جیسا بھی ہو جو سلطان کے لئے دوبارہ پڑھنے کا حق مانتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ جب سلطان موجود ہو اور ولی اس کی اجازت کے بغیر پڑھادے تو وہ پھر پڑھ سکتا ہے-- حلیہ میں اس اختلاف کی صورت یوں پیش کی ہے "ولی نے نماز پڑھائی اور سلطان یا امامِ محلّہ یا وُہ جن کا درجہ ان کے مابین ہے موجود ہیں اور انہوں نے ولی کی متابعت نہ کی" الخ۔ اسی طرح "نافع" میں یہ قید لگائی ہے کہ "اگر وہ موجود ہو"۔ اس کی شرح مستصفٰی میں فرمایا: سلطان کو تقدم عارض کی وجہ سے ہے: اسی لئے فرمایا "اگر وہ موجود ہو" اھ مجتبٰی میں ہے ولی نے پڑھ لی تو اس کے بعد کوئی نہیں پڑھ سکتا

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] المستصفٰی شرح الفقہ النافع للنسفی

ھذا اذالم یحضر السلطان امااذاحضر صلی الولی یعید السلطان[1] اھ ومثلہ فی الفاتح وفی الدرلوصلی الولی بحضرۃ السلطان مثلا اعاد السلطان[2] اھ وفی المعراج والحاوی عن المجتبٰی، للسلطان الاعادۃ اذاصلی الولی بحضرتہ[3] اھ وفی ط علی المراقی صلی ولی واراد السلطان ان یصلی علیہ فلہ ذٰلک، جوہرہ، یعنی اذاکان حاضراوقت الصلٰوۃ ولم یصل مع الولی ولم یاذن لاتفاق کلمتھم ان الحق للسلطان عندعدم حضورہ نھر[4] اھ فظھر سقوط ماوقع لعبدالحلیم علی الدرر من قولہ ان السلطان اذالم یحضرفصلی من دونہ فحضرالسلطان یعیدھا ان شاء[5] اھ فلیتنبہ وباللہ التوفیق۔	یہ اُس صورت میں ہے جب سلطان موجود نہ ہو، اگراس کی موجودگی میں ولی پڑھ لے تو وہ پھر پڑھ سکتا ہے اھ -- اسی کے مثل فاتح شرح قدوری میں ہے-- درمختار میں ہے: اگر ولی نے مثلا سلطان کی موجودگی میں پڑھ لیا تو سلطان دوبارہ پڑھ سکتا ہے اھ معراج اور حاوی میں مجتبٰی کے حوالے سے ہے: سلطان کو حقِ اعادہ حاصل ہے اگر ولی اس کی موجودگی میں پڑھ لے اھ -- حاشیہ طحطاوی علی المراقی میں ہے: ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان چاہتا ہے کہ وہ بھی پڑھے تو اسے اس کا حق حاصل ہے، جوہرہ-- یعنی جب سلطان وقتِ نماز موجود رہا ہو اور ولی کے ساتھ نہ پڑھا نہ ہی اجازت دی ہو اس لئے کہ عباراتِ عُلماء اس بارے میں متفق ہیں کہ سلطان کو غیر موجودگی کی حالت میں کوئی حق نہیں، نہر اھ --اس سے واضح ہے کہ وہ کلام ساقط الاعتبار ہے جو عبدالحلیم رومی کے قلم سے حاشیہ درر میں درج ہوا کہ سلطان کی غیر موجودگی میں اس سے کم درجہ والے نے جنازہ پڑھ لیا پھر سلطان آیا تو اگر وہ چاہے تو پھر پڑھ سکتا ہے اھ۔ اس سے آگاہ رہنا چاہئے اور توفیق خدا ہی سے ہے(ت)

[1] المجتبٰی

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

[3] المعراج

[4] طحطاوی علی المراقی فصل فی السلطان احق بصلوتہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۴

[5] حاشیۃ الدرر علی الغرر عبدالحلیم باب الجنائز مطبعہ عثمانیہ ترکی ۱/۱۰۸

نوع دہم ۱: حدیہ کہ جنازہ ہوااور بے وضو کو وضو کرنے یا جنب یا حیض یا نفاس سے فارغ ہونے والی کو نہانے میں فوتِ نماز کا اندیشہ ہوتو شرع نے اجازت فرمائی کہ تیمّم کرکے شریک ہوجائے کہ ہوچکی تو پھر نہ پڑھ سکے گا جیسے نمازِ عید، ولہٰذا سلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں جب حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمّم جائز ہے، بلکہ اگر ولی نے دوسرے کو اجازتِ امامت دے دی تواب ولی بھی تیمّم کرسکے گا کہ اجازت دے کر اختیارِ اعادہ نہ رہا، یونہی اگر وضو یا غسل کے تیمّم سے ایک جنازہ پڑھاگیا کہ دوسرا آگیا اور وضو یا غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمّم سے دوسرااور تیسرا جہاں تک ہوں پڑھ سکتے ہو۔ **(۱۴۶)** کنز **(۱۴۷)** تنویر **(۱۴۸)** ملتقی **(۱۴۹)** نورالایضاح **(۱۵۰)** محیط میں ہے: **صَحّ لخوف فوت الجنازۃ**[1] اندیشہ فوتِ جنازہ کے لئے تیمّم جائز ہے۔ **(۱۵۱)** مختصر قدوری **(۱۵۲)** ہدایہ **(۱۵۳)** وقایہ **(۱۵۴)** نقایہ **(۱۵۵)** اصلاح **(۱۵۶)** وافی **(۱۵۷)** غرر **(۱۵۸)** منیہ میں ہے:

واللفظ للاصلاح و الوقایۃ ھولمحدث وجنب وحائض ونفساء عجزواعن الماء لخوف فوت صلٰوۃ الجنازۃ لغیر الولی[2] اھ مثلہ فی الغرر غیرانہ قال لغیرالاولٰی[3]۔	(اصلاح اور وقایہ میں ہے۔ت) مرد یا عورت جسے وضو یا غسل کی حاجت ہو اوراس میں نماز جنازہ فوت ہوجانے کا خوف کریں ان کو تیمّم جائز ہے سوااس کے جو اس نماز کا احق ہو کہ اسے خوفِ فوت نہیں۔اور اسی طرح غرر میں ہے مگر وہاں غیر ولی کی بجائے غیر اولٰی کہا۔(ت)

مختصر وقایہ کے لفظ یہ ہیں:

مایفوت لاالٰی خلف کصلٰوۃ الجنازۃ لغیر الولی[4]۔	جواز تیمّم کے عذروں سے ہے ایسے واجب کا فوت جس کا بدل نہ ہوسکے جیسے غیر والی کے لئے نمازِ جنازہ۔

[1] کنزالدقائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷

[2] غررالاحکام مع شرح الدررالحکام باب التیمم مطبعہ احمد کامل الکائنۃ فی دارالسعادت بیروت ۱/۲۹، ۳۰

[3] غررالاحکام مع شرح الدررالحکام باب التیمم مطبعہ احمد کامل الکائنۃ فی دارالسعادت بیروت ۱/۲۹ ۲۹، ۳۰۳۰

[4] النقایۃ مختصر وقایۃ فصل التیمم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶

(۱۵۹) منتقی امام حاکم شہید **(۱۶۰)** فتاوٰی غیاثیہ میں ہے:

لایجوز التیمم لمن ینتظرہ الناس فلو لم ینتظروہ اجزاہ[1]۔	جس کا انتظار ہوگا یعنی ولی و اولٰی اسے تیمّم جائز نہیں اور جس کا انتظار نہ ہوگا یعنی غیر اولٰی اسے تیمّم جائز ہے۔

(۱۶۱) طحطاوی علی الدر میں ہے: **یعتبر الخوف بغلبۃ الظن**[2] خوفِ فوت میں غالب گمان کا اعتبار ہے **(۱۶۲)** امام اجل طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

قد رخص فی التیمم فی الامصار خوف فوت الصلٰوۃ علی الجنازۃ وفی صلٰوۃ العیدین لان ذلك اذا فات لم یقض[3]۔	نمازِ جنازہ یا عید فوت ہونے کے خوف سے پانی ہوتے ہوئے شہروں میں تیمّم کی اجازت ہے اس لئے کہ ان دونوں نمازوں کی قضا نہیں۔

(۱۶۳) ہدایہ **(۱۶۴)** مجمع الانہر میں ہے: **لانہ لاتنقضی فیتحقق العجز**[4] اس لئے کہ نماز جنازہ کی قضا نہیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا۔ **(۱۶۵)** حلیہ **(۱۶۶)** برجندی **(۱۶۷)** مراقی الفلاح **(۱۶۸)** فتاوٰی خیریہ میں ہے:

انھا تفوت بلاخلف (زادالبرجندی) بالنسبۃ الٰی غیرالولی[5]۔	نماز ہوچکے تو غیر ولی کے لئے اس کا بدل نہیں۔

(۱۶۹) کافی میں دونوں لفظ جمع فرمائے کہ:

صلٰوۃ الجنازۃ والعیدتفوتان لا الی بدل لانھما لاتقضیان فیتحقق العجز[6]۔	نماز جنازہ وعید فوت ہوجائیں تو ان کا بدل نہیں کہ وُہ قضا نہیں کی جاتیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا۔

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ فصل فی التکفین مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۴۴

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر باب التیمم دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۲۹

[3] طحاوی شرح معانی الآثار باب ذکر الجنب والحائض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۴

[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب التیمم داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۱

[5] شرح النقایہ للبرجندی باب التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۴۶، مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی باب التیمم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۳

[6] کافی شرح وافی

(۱۷۰) عنایہ میں ہے:

کل مایفوت لا الی بدل جاز ادائه بالتیمم مع وجود الماء وصلٰوۃ الجنازۃ عندنا کذلك لانها لاتعاد[1]۔	ہر واجب کہ فوت پر بدل نہ رکھتا ہو پانی ہوتے ہوئے اسے تیمّم سے ادا کرسکتے ہیں اور نمازِ جنازہ ہمارے نزدیک ایسی ہی ہے کہ وہ دوبارہ نہیں ہوسکتی۔

(۱۷۱) تبیین **(۱۷۲)** ارکان میں ہے:

صلٰوۃ الجنازۃ تفوت لاالی خلف فصار الماء معدوما بالنسبة الیها[2]۔	نماز جنازہ کا بدل نہیں تو اسکے لئے پانی معدوم ٹھہرا۔

(۱۷۳) ظہیریہ **(۱۷۴)** عالمگیریہ **(۱۷۵)** سراجیہ **(۱۷۶)** شرح نورالایضاح **(۱۷۷)** دُرمختار **(۱۷۸)** رحمانیہ میں ہے:

والنظم للدر ولوجنبا اوحائضا[3]۔	اس کے لئے جنب وحائض کو بھی تیمّم روا۔۔اور یہ مسئلہ وقایہ واصلاح وغرر سے واضح تر گزرا۔

(۱۷۹) بحر **(۱۸۰)** ہندیہ **(۱۸۱)** طحطاوی علی المراقی **(۱۸۲)** حلیہ **(۱۸۳)** غنیہ میں ہے:

واللفظ للبحر یجوز التیمم للولی اذا کان من ھومقدم علیه حاضرا اتفاقالانه یخاف الفوت[4]۔	سلطان وحکام کہ ولی سے مقدم ہیں وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمّم جائز ہے کہ اب اسے بھی خوفِ فوت ہوسکتا ہے۔

(۱۸۴) جوہرہ **(۱۸۵)** بحر **(۱۸۶)** عالمگیریہ میں ہے:

واللفظ لهذین یجوز للولی اذا اذن لغیرہ بالصلٰوۃ ولایجوز لمن امرہ الولی کذا فی الخلاصة[5]۔	(ان دونوں کے الفاظ ہیں کہ۔ت) ولی دوسرے کو اذنِ نماز دے دے جب بھی اُسے تیمّم روا ہے (کہ اب اُسے خوفِ فوت ہوگیا) اور جسے ولی نے اذن دیا اب اسے تیمّم جائز نہیں جیساکہ خلاصہ میں تصریح فرمائی (کہ اب اُسے خوفِ فوت نہیں)

[1] العنایۃ علٰی ہامش فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۲

[2] تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق باب التیمم مطبعۃ کبرٰی امیریۃ مصر ۱/۴۲

[3] در مختار باب التیمم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۲

[4] بحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۸

[5] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۱

(۱۸۷) فتاوٰی کبرٰی **(۱۸۸)** فتاوٰی قاضی خان **(۱۸۹)** خزانۃ المفتین **(۱۹۰)** جامع المضمرات شرح قدوری **(۱۹۱)** فتاوٰی ہندیہ **(۱۹۲)** فتح القدیر **(۱۹۳)** جواہر اخلاطی **(۱۹۴)** شرح تنویر میں ہے:

تیمم فی المصر وصلی علی جنازة ثم اتی باخری فان کان بینھما مدة یقدر علی الوضوء (قال فی الدرثم زال تمکنه)یعید التیمم وان لم یقدرصلّی بذلك التیمم اھ قال فی الدربه یفتی اھ قال فی المضمرات والجواھر والھندیة، علیه الفتوٰی [1]۔	پانی ہوتے ہوئے بخوفِ فوت تیمّم سے نمازِ جنازہ پڑھی اب دوسرا جنازہ آیا اگر بیچ میں اتنی مہلت پائی تھی کہ وضو کرلیتا اورنہ کیا اب وضو کرے تو یہ دوسرا جنازہ فوت ہوتو اس صورت میں دوبارہ تیمّم کرے اور مہلت نہ پائی تھی تو اسی پہلے تیمّم سے یہ بھی پڑھے اسی پر فتوی ہے۔

(۱۹۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن **(۱۹۶)** شرح نظم الکنز للعلامۃ المقدسی **(۱۹۷)** حاشیۂ علامہ نوح آفندی **(۱۹۸)** حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے:

مجرد الکراھة لایقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانھا لیست اقوی من فوات الجمعة والوقتیة مع عدم جوازہ لھما [2]۔	یعنی صرف کراہت کے سبب تیمّم کی اجازت نہیں کہ جمعہ یا پنجگانہ فوت ہونے کے خوف سے تیمّم کی اجازت نہیں،

یہ اس سے زائد تونہ ہوگی، بلکہ اجازت اس لئے ہے کہ جنازہ فوت ہوتو بدل ناممکن ہے۔

تنبیه: ماذکرنامن عدم جوازہ للولی نسبوہ لروایة الحسن عن الامام الاعظم وعزاہ فی الجوھرة للنوادر وصححه فی الھدایة والخانیة والکافی والتبیین وکذا نقل تصحیحه فی الجوھرة والھندیة والمستخلص والمراق وعلیه مشی فی الخلاصة والعنایة والمنیة والھندیة	**تنبیہ:** ہم نے جو ذکر کیا کہ ولی کے لئے تیمّم جائز نہیں، اسے علماء نے امام اعظم سے حسن بن زیاد کی روایت بتایا ہے، اور جوہرہ میں اسے روایت نوادر کہا ہے۔ ہدایہ، خانیہ، کافی اور تبیین میں اسی حکم کو صحیح کہا، اسی طرح جوہرہ، ہندیہ، مستخلص

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۱، درمختار باب التیمم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۳، جواہر الاخلاطی فصل فی صلوٰۃ الجنازۃ قلمی نسخہ موجود لائبریری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۲، فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوزبہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۰

[2] ردالمحتار باب التیمم داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۶۱

والکافی والدرر والمجتبٰی وجامع الرموز وقال الصدر الشهید به ناخذ کما فی الخلاصة وکذا صححه الامام شمس الائمة الحلوانی کما فی الغیاثیة عن منتقی الشهید وفی الغنیة عن الذخیرة۔

اور مراقی میں اس کی تصحیح نقل کی، اسی پر خلاصہ، عنایہ، منیہ، ہندیہ، کافی، درر، مجتبٰی اور جامع الرموز میں مشی کی اور صدر شہید نے فرمایا "به ناخذ" (ہم اسی کو لیتے ہیں) جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔اسی طرح شمس الائمہ حلوانی نے اس کو صحیح کہا، جیسا کہ غیاثیہ میں صدر شہید کی منتقی اور غنیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے۔

اقول: فماوقع فی ابن کمال پاشا من نسبة تصحیح خلافه لشمس الائمة وتبعه عبد الحلیم علی الدرر و الشامی علی الدر فکانه سبق نظر۔قالوا وفی ظاهر الروایة یجوز للولی ایضًا لان الانتظار فیها مکروه [1] وجوابه ما نقلنا انفا عن البرهان فمابعده وعزاه فی الخلاصة للاصل الفتاوٰی الصغیری وعلیه مشی فی الظهیریة و خزانة المفتین وصححه فی جواهر الاخلاطی و عزا تصحیحه فی عبدالحلیم لخواهر زاده فی الرحمانیة لحاشیة شیخ الاسلام عن النصاب و الغیاثیة وفتاوی الغرائب والظهیریّة۔

اقول: توعلامہ ابن کمال پاشا سے جواس کے خلاف کی تصحیح کا انتساب شمس الائمہ کی طرف ہُوا اور حاشیۂ درر میں عبدالحلیم رومی نے اور حاشیۂ دُرمختار میں علامہ شامی نے اس کی پیروی کی گویا یہ سبقت نظر ہے۔علماء نے کہا: ظاہر الروایۃ میں ولی کے لئے بھی تیمّم جائز ہے اس لئے کہ جنازہ میں انتظار مکروہ ہے۔اس کا جواب وُہ ہے جو ابھی ہم نے برہان اور اس کے بعد ذکر شدہ کتابوں سے نقل کیا۔اور اسے (ولی کے لئے جواز تیمم کو) خلاصہ میں اصل (مبسوط) اور فتاوٰی صغرٰی کے حوالے سے بیان کیااور اسی پر ظہیریہ وخزانۃ المفتین میں مشی کی، اور جواہر الاخلاطی میں اسے صحیح کہااور حاشیۂ عبدالحلیم میں اس کی تصحیح خواہر زادہ کی طرف، اور رحمانیہ میں نصاب، غیاثیہ، فتاوٰی غرائب اور ظہیریہ کے حوالے سے حاشیۂ شیخ الاسلام کی طرف منسوب کی۔

---
[1] ردالمحتار باب التیمم داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۶۱

اقول لکن الذی رأیت فی الغیاثیة ماقدمت ان قال الحلوانی الصحیح روایة الحسن ونفتی بھٰذا[1] اھ فلعلھا العتابیة بمھملة فتاء قرشت فموحدة۔

اقول لیکن غیاثیہ میں جو میں نے دیکھا وہ جیساکہ میں نے پہلے ذکر کیا یہی ہے کہ حلوانی نے فرمایا صحیح روایت حسن ہے اور ہم اسی پر فتوٰی دیتے ہیں اھ۔ تو ہو سکتا ہے یہ عین مہملہ پھر تائے قرشت پھر ایک نقطے والی ب سے "عتابیہ" ہو۔

اقول: وقد اسمعناك التنصیص علی استثناء الولی عن المختصر والبدایة والوقایة والنقایة والاصلاح والوافی والغرر والھدایة وقصر الاجازة علی خوف الفوت عنھا وعن الطحطاوی والکنز والتنویر والملتقی ونورالایضاح وھذہ کلھا متون المذھب المعتمد علیھا الموضوعة لنقل المذھب فلااقل من ان یکون ایضًا ظاھرالروایة وقد تظافرت علیه تصحیحات الجلة ولایذھب علیك ما له من قوة الدلیل فعلیه یجب الاعتماد والتعویل۔ وقد اشار فی الحلیة الی التوفیق بان عدم الجواز للولی اذالم یحضر من ھو اقدم منه والجواز اذا حضر و الیه یومی کلام الغنیة والبحر۔

اقول: ہم جواز تیمّم سے استثنائے ولی کی تصریح مختصر قدوری، بدایہ، وقایہ، نقایہ، اصلاح، وافی، غرر اور ہدایہ کے حوالے سے پیش کرآئے اور صرف اندیشۂ فوت کے وقت اجازت تیمّم ہونے کو کتب مذکورہ اور طحاوی، کنز، تنویر، ملتقی اور نورالایضاح کے حوالے سے بیان کیا۔۔یہ سب متون مذہب ہیں جن پر اعتماد ہے اور جو نقل مذہب کے لئے ہی لکھے گئے ہیں تو کم سے کم اتنا ضرور ہے کہ یہ (ولی کے لئے عدم جواز تیمّم) بھی ظاہرالروایۃ ہوگا۔۔اس پر جلیل القدر علماء کی تصحیحات بھی مجتمع ہیں اس میں دلیل کی جو قوت ہے وہ بھی عیاں ہے تو اسی پر اعتماد ضروری ہے۔ حلیہ میں تطبیق کی جانب اشارہ کیا ہے کہ ولی کے لئے عدمِ جواز اُس وقت ہے جب اس سے زیادہ تقدم رکھنے والا موجود نہ ہو اور جواز اُس وقت ہے جب اس پر تقدم والا موجود ہو۔۔اسی کی طرف غنیہ اور بحر کی عبارتوں میں بھی اشارہ ملتاہے۔

اقول: ولقد کان احسن توفیقا لولاان نص الاصل والصغرٰی سواء کان

اقول: یہ بہت عمدہ تطبیق تھی اگر مبسوط اور صغرٰی کی یہ تصریح نہ ہوتی کہ خواہ وہ مقتدی ہو یا

[1] فتاوٰی غیاثیہ فصل فی التکفین مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۴۰

مقتدیا اواماما ونص الظھیریة والخزانة لوکان اماما ونص الجواھر مقتدیا اواماما اومن له حق الصلٰوة علیه ونص النصاب یجوز التیمم للامام ومن له حق الصلٰوة فالصواب ابقاء الخلاف وتحقیق ان الحق ھوھذاالتفصیل واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	امام، اور ظہیریہ وخزانہ کی یہ تصریح کہ اگر وہ امام ہو، اور جواہر کی یہ تصریح کہ مقتدی ہویاامام یا وُہ ہو جسے اس پر حق تقدم ہے اور نصاب کی یہ تصریح کہ تیمّم جائز ہے امام کے لئے اور اس کے لئے جسے حقِ نماز ہے۔۔تو صحیح یہ ہے کہ خلاف باقی رکھا جائے اور تحقیق یہ کی جائے کہ حق یہ تفصیل ہے (یعنی ولی کے لئے جواز جب اس سے زیادہ تقدم والا ہو ورنہ نہیں) اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔

نوع یازدہم: **(۱۹۹)** ہدایہ **(۲۰۰)** کافی **(۲۰۱)** تبیین **(۲۰۲)** فتح القدیر **(۲۰۳)** غنیہ **(۲۰۴)** سراج وہاج **(۲۰۵)** امداد الفتاح **(۲۰۶)** مستخلص **(۲۰۷)** طحطاوی علی المراقی:

واللفظ للفتح ترك الناس عن اٰخرھم الصلٰوۃ علٰی قبرالنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولوکان مشروعالمااعرض الخلق کلھم من العلماء ولاالصالحین والراغبین فی التقرب الیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بانواع الطرق عنه فھذادلیل ظاھر علیه فوجب اعتبارہ[1]۔	(فتح کے الفاظ ہیں۔ت) تمام جہان کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی۔ اگر یہ نماز بطور نفل جائز ہوتی تو مزار انور پر نماز سے تمام مسلمان اعراض نہ کرتے جن میں علماء اور صلحاء وہ بندے جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں، تو یہ نماز جنازہ کی تکرار ناجائز ہونے پر کھلی دلیل ہے جس کا اعتبار لازم۔

حاشیہ نور الایضاح کے لفظ سراج وغنیہ وامداد سے یوں ہیں:

والایصلی علٰی قبرہ الشریف الٰی یوم القیمة لبقائه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کمادفن طریا بل ھو حی یرزق ویتنعم لسائر الملاذ والعبادات وکذا سائر الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام وقد اجتمعت	اس نماز کی تکرار جائز ہوتی تو مزار اقدس پر قیامت تک پڑھی جاتی کہ حضور ہمیشہ ویسے ہی تروتازہ ہیں جیسے وقتِ دفن مبارک تھے بلکہ وہ زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں اور تمام لذتوں اور عبادتوں کے ناز و نعم میں ہیں اور ایسے ہی باقی انبیا علیہم الصلٰوۃ

[1] فتح القدیر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۸۴

الامۃ علی ترکھا[1]۔	والثناء، حالانکہ تمام امّت نے اس نماز کے ترک پر اجماع کیا۔

النھی الحاجز میں چالیس کتابوں کی اکاون عبارتیں تھیں، یہ پچاسی ۸۵ کتب متون وشروح وفتاوٰی کی دو سو سات ۲۰۷ عبارات ہیں۔ غرض صورت مذکورہ استثناء کے سوا نماز جنازہ کی تکرار ناجائز وگناہ ہونے پر مذہبِ حنفی کا اجماع قطعی ہے اور اس کا مخالف مخالفِ مذہبِ حنفی ہے۔ بعض نام کے حنفی برائے جہالت یا مغالطۂ عوام ان تمام روشن وقاہر تصریحاتِ مذہب کو چھوڑ کر یہاں دو کتب تاریخ تصنیفِ شافعیہ سے سند لیتے ہیں:

اوّل: تبییض الصحیفہ امام جلال الدین سیوطی شافعی میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازہ مبارک پر چھ دفعہ نماز ہوئی اور کثرتِ ازدحامِ خلائق سے عصر تک ان کے دفن پر قدرت نہ پائی۔

دوم: سیر النبلا شمس الدین ذہبی شافعی میں ہے کہ شیخ تاج الدین ابوالیمن زید بن حسن کندی حنفی نے ۶ شوال ۶۱۳ھ میں وفات پائی۔ قاضی القضاۃ جمال ابن الحرستانی نے نماز پڑھائی، پھر شیخ الحنفیہ جمال الدین حصیری نے باب الفرادیس میں، پھر شیخ موفق الدین شیخ الحنبلیہ نے پہاڑ میں یعنی جبل قاسیون کوہِ دمشق میں۔

اوّلاً: جمیع کتب مذہب کے صریح خلاف میں دو ۲ کتابِ تاریخ پر کیسی جہالت شدیدہ ہے۔

ثانیاً: دنیا میں صرف حنفی ہی مذہب کے لوگ نہیں، خصوصًا پہلی صدیوں میں کہ خود مجتہدین بکثرت تھے اور ہر ایک کے لئے اتباع تھے۔ اس حکایت میں یہ کہاں ہے کہ حنفیّہ نے چھ ۶ بار پڑھی، بلکہ ہجومِ خلائق تھا ہر مسلک ہر مذہب کے لوگ جوق درجوق آتے تھے، غیر حنفیّہ نے اگر سَو بار پڑھی تو حنفی مذہب میں اس کی کیا حجت ہو سکتی ہے، اللہ اکبر! امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وُہ عظیم الشان جلیل البرہان امام ہیں کہ مستقل مجتہد مطلق سیّدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب اس امام الائمہ سراج الامّہ کے مزارِ پُر انوار کے پاس نمازِ صبح پڑھائی بسم اللہ آواز سے نہ پڑھی نہ رفع یدین کیا نہ قنوت پڑھی کسی نے سبب پوچھا، فرمایا: ان صاحب قبر کے ادب سے کما فی الخیرات الحسان للامام ابن حجر المکی الشافعی (جیسا کہ خیرات الحسان للامام ابن حجر مکی شافعی میں ہے۔ت) اور ایک روایت میں ہے مجھے حیا آئی کہ اس امام جلیل کے سامنے اس کا خلاف کروں کما فی المسلک المتقسط للمولی علی قاری (جیسا کہ المسلک المتقسط للمولی علی قاری میں ہے۔ت) سبحان اللہ مجتہد مستقل تو ادبِ امام سے حضور امام میں اتباعِ امام اختیار کریں اور خود حنفیّہ خاص جنازہ امام پر مخالفت امام و

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح فصل السلطان احق بصلوتہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۴

ترک مذہب کرتے یہ کیونکر متصور ہوسکتا ہے۔

ثالثًا: پہلی نمازیں غیر ولی نے پڑھیں تو ولی کو اختیارِ اعادہ تھا کہ امام کے ولی صاحبزادۂ جلیل حضرت سیدنا حماد ابن ابی حنیفہ تھے جب انہوں نے پڑھی پھر جنازۂ مبارک پر کسی نے نہ پڑھی۔ امام ابن حجر مکی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں:

مافرغوا من غسله الا وقد اجتمع من اهل بغداد خلق لایحصیهم الا الله تعالٰی کانهم نودی لهم بموته وحزر من صلی علیه فقیل: بلغوا خمسین الفا، وقیل: اکثر، واعیدت الصلٰوة علیه ستة مرات اٰخرها ابنه حماد [1]۔	ادھر امام ابوحنیفہ کے غسل سے فارغ ہوئے تھے کہ ادھر بغداد کی اتنی خلقت جمع ہوگئی جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے گویا کسی نے انتقال امام کی خبر پکار دی تھی، نماز پڑھنے والوں کا اندازہ کیا گیا تو کوئی کہتا پچاس ہزار تھے کوئی کہتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ تھے، اوران پر چھ بار نماز ہوئی۔ آخر مرتبہ صاحبزادۂ امام حضرت حماد نے پڑھی۔

رابعًا: یُوں ہی واقعہ دوم میں کیا ثبوت ہے کہ پہلی نماز باذن ولی تھی، بلکہ ظاہر یہی ہے کہ نمازِ دوم ہی باذنِ ولی ہوئی کہ جنازہ ایک عالم حنفی کا تھا اور وہاں اس وقت حنفیّہ کے رئیس الرؤسا یہی امام جلال الدین محمود بن احمد حصیری تلمیذ خاص امام جلیل قاضی خان تھے جن کی تصانیف میں جابجا تصریح ہے کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔ تیسری نماز والے حنبلی مذہب تھے، حنبلیہ کے یہاں جواز ہے کہ ہم پر حجت نہیں۔ بالجملہ علماء وعقلاء کا اتفاق ہے کہ واقعۃ عین لا عموم لھا خاص واقعے محل ہرگونہ احتمال، ان سے استدلال محض خام خیال نہ کہ وہ بھی اجماع قطعی تمام ائمۂ مذہب کے رد کرنے کو، جس پر جرأت نہ کرے گا مگر نااہل، شدید الجہل لاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

جواب سوال دوم[۲]: مذہب مہذب حنفی میں جنازہ غائب پر بھی محض ناجائز ہے۔ ائمہ حنفیّہ کا اس کے عدمِ جواز پر بھی اجماع ہے خاص اسکا جزئیہ بھی مصرح ہونے کے علاوہ تمام عبارات مسئلہ اولٰی بھی اس سے متعلق کہ غالبًا نمازِ غائب کو تکرار صلواۃ جنازہ لازم۔ بلاد اسلام میں جہاں مسلمان انتقال کرے نماز ضرور ہوگی، اور دوسری جگہ خبر اس کے بعد ہی پہنچے گی، ولہذا امام اجل نسفی نے کافی میں اس مسئلہ کو اس کی فرع ٹھہرایا، اگرچہ حقیقۃً دونوں مستقل مسئلے ہیں۔ اب اس مسئلہ کی نصوص خاصہ لیجئے، اور بہ نظر تعلق مذکور سلسلہ عبارات بھی وہی رکھئے۔

[1] الخیرات الحسان فصل ۳۵ فی تجہیزہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۷

(۲۰۸) فتح القدیر **(۲۰۹)** حلیہ **(۲۱۰)** غنیہ **(۲۱۱)** شلبیہ **(۲۱۲)** بحر الرائق **(۲۱۳)** ارکان میں ہے:

وشرط صحتها اسلام المیت وطهارته ووضعه امام المصلی فلهذا القید لاتجوز علی غائب [1]۔	صحتِ نمازِ جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میّت مسلمان ہو طاہر ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نمازِ جنازہ جائز نہیں۔

حلیہ کے لفظ یہ ہیں:

شرط صحتها کونه موضوعا امام المصلی ومن هنا قالوا لاتجوز الصلٰوۃ علی غائب مطلقا [2]۔	نمازِ جنازہ کی شرائطِ صحت سے ہے جنازہ کا مصلّی کے آگے ہونا۔ اسی لئے ہمارے علماء نے فرمایا کہ مطلقاً کسی غائب پر نماز جائز نہیں۔

(۲۱۴) متن تنویر الابصار میں ہے:

شرطها وضعه امام المصلی [3]۔	جنازہ کا نمازی کے سامنے ہونا شرطِ نماز جنازہ ہے۔

(۲۱۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن طرابلسی **(۲۱۶)** نہر الفائق **(۲۱۷)** شرنبلالیہ علی الدرر **(۲۱۸)** خادمی **(۲۱۹)** ہندیہ **(۲۲۰)** ابوالسعود۔

(۲۲۱) در مختار میں ہے:

شرطها حضورہ فلاتصح علٰی غائب [4]۔	جنازہ کا حاضر ہونا شرطِ نماز ہے لہٰذا کسی غائب پر نمازِ جنازہ صحیح نہیں۔

(۲۲۲) متن نور الایضاح میں ہے:

شرائطها اسلام المیت وحضورہ [5]۔	صحتِ نمازِ جنازہ کی شرطوں سے ہے میّت کا مسلمان ہونا اور نمازیوں کے سامنے حاضر ہونا۔

(۲۲۳) متن ملتقی الابحر میں ہے: لایصلی علی عضو ولا علی غائب [6]۔ میّت کا کوئی عضو کسی جگہ ملے تو

---

[1] فتح القدیر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ ۲/۸۰، غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۸۳

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] در مختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۱

[4] در مختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۱

[5] نور الایضاح فصل فی الصّلٰوۃ علی المیّت مطبع علیمی لاہور ص ۵۵۶

[6] ملتقی الابحر فصل فی الصّلٰوۃ علی المیّت موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۱۶۱

اس پر نماز جائز نہیں، نہ کسی غائب پر جائز ہے۔ **(۲۲۴)** شرح مجمع **(۲۲۵)** مجمع شرح ملتقی میں ہے:

محل الخلاف فی الغائب عن البلد اذلوکان فی البلد لم یجز ان یصلی علیه حتی یحضر عنده اتفاقا لعدم المشقة فی الحضور[1]۔	امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اس مسئلہ میں ہم سے خلاف بھی اس صورت میں ہے کہ میّت دوسرے شہر میں ہو اگر اسی شہر میں ہو تو نماز غائب امام شافعی کے نزدیک بھی جائز نہیں کہ اب حاضر ہونے میں مشقت نہیں۔

(۲۲۶) فتاوٰی خلاصہ میں ہے: لایصلی علی میّت غائب عندنا[2]۔ ہمارے نزدیک کسی میّت غائب پر نماز نہ پڑھی جائے۔

(۲۲۷) متن وافی میں ہے:

من استهل صلی علیه والّا لا کغائب[3]۔	جو بچّہ پیدا ہو کر کچھ آواز کرے جس سے اس کی حیات معلوم ہو پھر مر جائے اس پر نماز پڑھی جائے ورنہ نہیں، جیسے غائب کے جنازہ پر نماز نہیں۔

(۲۲۸) کافی میں ہے:

لایصلی علی غائب وعضو خلافا للشافعی بناء علی ان صلاة الجنازة تعاد ام لا[4]۔	کسی غائب یا عضو پر نماز ہمارے نزدیک ناجائز ہے اور اس میں امام شافعی کا خلاف ہے اس بناء پر کہ نماز جنازہ ان کے نزدیک دوبارہ ہوسکتی ہے، ہمارے نزدیک نہیں۔

(۲۲۹) فتاوٰی شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمر تاشی میں ہے:

ان اباحنیفه لایقول بجواز الصلاة علی الغائب[5]۔	ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ جنازہ غائب پر نماز جائز نہیں مانتے۔

(۲۳۰) منظومۂ امام مفتی الثقلین میں ہے:ـ

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۸۵

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الصلٰوۃ علی الجنازۃ اربع تکبیرات مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۲۴

[3] وافی

[4] کافی شرح وافی

[5] فتاوٰی امام غزی تمر تاشی کتاب الطہارۃ والصّلٰوۃ مطبع اہل السنۃ والجماعۃ بریلی ص ۴

باب فتاوی الشافعی وحدہ　　　ومابہ قال قلنا ضدہ

وھی علی الغائب والعضو تصح　　　وذاك فی حق الشھید قد طرح [1]

صرف امام شافعی قائل ہیں کہ غائب اور عضو پر نماز صحیح ہے اور شہید کی نماز نہ ہو اور ان سب مسائل میں ہمارا مذہب اس کے خلاف ہے۔ ہمارے نزدیک غائب وعضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نماز پڑھی جائے گی۔

یہ ۸۶ کتابوں کی ۲۳۰ عبارتیں ہیں، **وللّٰہ الحمد** مسئلہ اولٰی پر بحث دلائل **النھی الحاجز** میں **بحمداللّٰہ تعالٰی** بروجہ کافی ہوچکی، یہاں بہت اختصار و اجمال کے ساتھ مسئلہ ثانیہ کے دلائل پر کلام کریں۔

فنقول وباللّٰہ التوفیق حکم شرع مطہر کے لئے اور اس پر زیادت نا روا۔

اقول: ای ماکان بدون اذنہ الخالص والعام ولو فی ضمن الارسال او السکوت فانہ بیان ولیس یسکت عن نسیان فھذہ ھی الزیادۃ حقیقۃ لاغیرہ اذا المستند ولو الی سکوتہ مستند الیہ لا زائد علیہ والمتبع الکف دون الترك فانہ لیس بفعل العبد ولامقدور کمانص علیہ الاجلّۃ الصدور بل ھو فی العقل مدلل فان الاعدام لا تعلل فافھم ان کنت تفھم۔	**اقول:** یعنی وہ زیادتی جو شرع کے اذنِ خاص یا عام کے بغیر ہو اگرچہ وہ ارسال یا سکوت کے ضمن میں ہو اس لئے کہ وہ بھی بیان ہے اس کا سکوت نسیان سے نہیں ہوتا، یہی زیادتی حقیقۃً زیادتی ہے، اس کے علاوہ نہیں اس لئے جس کا استناد شرع سے ہو گو سکوت ہی سے ہو وہ شریعت کی طرف مستند ہے اُس پر زائد نہیں۔ اور اتباع کف (قصداً باز رہنے) میں ہوتی ہے۔ نہ ہونے میں نہیں (حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام قصداً کسی کام سے باز رہے تو اس میں ان کی پیروی ہوگی اور یوں کوئی کام سرکار کے عمل میں نہ آیا تو وہ ممنوع نہ ہوگا نہ اس سے بچنا ضروری ہوگا) اس لئے کہ ترک بندے کا فعل ہی نہیں، نہ ہی اس کی قدرت میں ہے جیسا اجلّہ بزرگانِ دین نے اس کی تصریح فرمائی، بلکہ عقل کے نزدیک بھی یہ دلیل رکھتا ہے کیونکہ عدم کی تعلیل نہیں ہوتی، اسے سمجھو اگر سمجھ والے ہو۔ (ت)

حضور پُر نور سیّد یوم النشور بالمؤمنین رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم کو نماز جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا۔ اگر کسی وقت رات اندھیری یا دوپہر کی گرمی یا حضور کے آرام فرما ہونے کے سبب صحابہ نے حضور

[1] منظومۂ امام مفتی الثقلین عمر النسفی

کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرماتے:

لاتفعلوا ادعونی لجنائزکم [1]۔رواہ ابن ماجۃ [ف۱] عن عامر بن ربیعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لئے بلا لیا کرو، اسے ابن ماجہ نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا،

اور فرماتے:

لاتفعلوا لایموتن فیکم میّت ماکنت بین اظھرکم الا اذنتمونی بہ فان صلٰوتی علیہ رحمۃ [2]۔رواہ الامام احمد عن زید بن ثابت [ف۲] رضی اللہ تعالٰی عنہ و رواہ ابن حبان والحاکم عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث اٰخر۔	ایسا نہ کرو جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں ہر گز کوئی میّت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو کہ اُس پر میری نماز موجبِ رحمت ہے۔اسے امام احمد نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔اور اسے ابن حبان اور حاکم نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث کے آخر میں روایت کیا۔

اور فرماتے:

ھذہ القبور مملوۃ ظلمۃً علٰی اھلھا وانی انورھا بصلٰوتی علیھم [3]۔صلی اللہ تعالٰی	بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں اور بیشک میں اپنی نماز سے انہیں روشن فرما دیتا ہوں۔

ف۱: یہ حدیث "تمہید" میں بھی منقول ہے اس پر تحقیق والے نے جنائز ابن ماجہ کا حوالہ دیا لیکن مجھے یہ حدیث ابن ماجہ میں ان الفاظ کے ساتھ نہیں مل سکی البتہ مسند احمد بن حنبل میں انہی الفاظ سے یہ حدیث منقول ہے حوالہ ملاحظہ ہو۔ ***نذیر احمد***

ف۲: یہی حدیث ابن ماجہ نے یزید بن ثابت کے حوالہ سے نقل کی اور مسند احمد بن حنبل میں بھی یزید کے حوالے سے منقول ہے اور یزید زید کے بڑے بھائی ہیں۔ ***نذیر احمد***

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث عامر بن ربیعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۴۴۴، التمہید اباحۃ الصلٰوۃ علی القبر الخ المکتبۃ القدوسیہ اردو بازار لاہور ۶/ ۱۶۷

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث یزید بن ثابت دار الفکر بیروت ۴/ ۳۸۸

[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۳۱۰، مسند احمد بن حنبل مروی از ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/ ۳۸۸، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان فصل فی الصلٰوۃ الجنائز موسسۃ الرسالۃ بیروت ۵/ ۳۵

وبارك وسلم علیه وعلٰی اٰله قدر نوره وجماله وجاهه وجلاله وجوده ونواله ونعمه وافضاله رواه مسلم و ابن حبان عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه۔	اللہ تعالٰی رحمت وبرکت وسلامتی نازل فرمائے ان پر اور ان کی آل پر ان کے نور وجمال، جاہ وجلال، جود ونوال، نِعَم وافضال کے حساب سے۔حدیث مذکور کو مسلم اورابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

با ایں ہمہ حالانکہ زمانہ اقدس میں صدہاصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی، کبھی کسی حدیث صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔کیا وہ محتاج رحمت والا نہ تھے، کیا معاذاللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان پر یہ رحمت وشفقت نہ تھی، کیاان کی قبور اپنی نماز پاک سے پُرنور نہ کرنا چاہتے تھے، کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انہیں کی قبور محتاج نور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی۔یہ سب باتیں بداھۃً باطل ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عام طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن وواضح ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود۔لاجرم نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وُہ ضرور امرِ شرعی ومشروع نہیں ہوسکتا دوسرے شہر کی میّت پر صلٰوۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیاجاتا ہے۔واقعہ نجاشی و واقعہ معٰویہ لیثی و واقعہ امرائے موتہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ان میں اوّل ودوم وبلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا تو نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر، اور دوم وسوم کی سند صحیح نہیں، اور سوم صلٰوۃ بمعنی نماز میں صحیح نہیں۔ان کی تفصیل بعونہ تعالٰی ابھی آتی ہے۔اگرفرض کیجئے کہ ان تینوں واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور کے اس اہتمام عظیم وموفور اور تمام اموات کے اس حاجت شدیدہ رحمت ونور قبور کے صدہا کیوں نہ پڑھی، وہ بھی محتاج حضور وحاجتمند رحمت ونور،اور حضور ان پر بھی رؤف ورحیم تھے۔نماز سب پر فرض عین نہ ہونا اس اہتمام عظیم کا جواب نہ ہوگا، نہ تمام اموات کی اس حاجت شدیدہ کا علاج۔حالانکہ حریص علیکم ان کی شان ہے۔دوایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑنا کب ان کے کرم کے شایان ہے۔ان حالات واشارات کے ملاحظہ سے عام طور پر ترک اور صرف دوایک باوقوع خود ہی بتادے گا کہ وہاں خصوصیات خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہوسکتا۔حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بناپر عام احتراز ہے۔اب واقعہ بیر معونہ ہی دیکھئے۔مدینہ طیبہ کے سترے جگر پاروں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خاص پیاروں،اجلّہ علمائے کرام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کردیا۔مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کا سخت وشدید غم والم ہوا۔ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار نانہجار پر لعنت فرماتے رہے، مگر ہرگز منقول نہیں کہ ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔

ع   آخرایں ترک وبایں مرتبہ بے چیزے نیست

(آخر اجلہ صحابہ کرام کے شہید ہونے پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کی نمازِ جنازہ کو ترک فرمانا بغیر کسی وجہ کے نہیں ہوسکتا)

اہلِ انصاف کے نزدیک کلام تواسی قدر سے تمام ہوامگر ہم ان وقائع ثلٰثہ کا بھی باذنہ تعالٰی تصفیہ کریں۔

واقعۂ اولٰی: جب اصحمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بادشاہ حبشہ نے حبشہ میں انتقال کیا۔سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام کو خبر دی مصلّی میں جاکر صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں[1]۔**رواہ الستۃ عن ابی ھریرۃ و الشیخان عن جابر کنت فی الصف الثانی اوالثالث**[2] **رضی اللہ تعالٰی عنھما**(اسے اصحابِ ستہ نے حضرت ابو ھریرہ سے روایت کیااور بخاری ومسلم میں حضرت جابر سے یہ بھی ہے کہ میں دوسری یا تیسری صف میں تھا،رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ت)**اوّلاً** صحیح ابن حبان میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اخاکم النجاشی توفی فقوموافصلوا علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصفوا خلفہ فکبر اربعاوھم لایظنون الا ان جنازتہ بین یدیہ[3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارا بھائی نجاشی مرگیا، اٹھواس پر نماز پڑھو۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کھڑے ہوئے صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں۔حضور نے چار تکبیریں کہیں، صحابہ کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے۔

صحیح ابوعوانہ میں انہیں میں سے ہے:

فصلینا خلفہ ونحن لانری الا ان جنازۃ قدامنا[4]۔ **اقول**:ھذافی فتح الباری ثم المواھب ثم شرحھا وکذلک فی	ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔ **اقول**: ابوعوانہ و ابن حبان کے حوالے سے فتح الباری پھر مواہب پھر شرح مواہب میں یہی الفاظ

[1] صحیح البخاری باب الصفوف علی الصفوف علی الجنازہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۷۶/۱
[2] صحیح البخاری باب من صف صفین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۷۶/۱
[3] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان فصل فی الصلٰوۃ علی الجنائز مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴۰/۵
[4] فتح الباری بحوالہ ابی عوانہ باب الصفوف علی الجنازہ مصطفی البابی مصر ۴۳۲/۳

عمدۃ القاری وغیرھا من الکتب و وقع فی نصب الرایۃ فی روایۃ ابن حبان وھم لایظنون ان جنازتہ بین یدیہ باسقاط الافاحتاج المحقق علی الاطلاق الی التقریب بان قال فھذااللفظ یشیرالی ان الواقع خلاف ظنھم لانہ ھو فائدۃ المعتھد بھا فاما ان یکون سمعہ منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوکشف لہ[1] اھ وتبعہ فی الغنیۃ والمرقاۃ وھوکما تری کلامہ نفیس لکن لاحاجۃ الیہ بعد ثبوت الافی الکتابین الصحیحین فانہ ح اظھر و ازھر وللہ الحمد وبا لجملۃ اندفع بہ ماقال الشیخ تقی الدین ان ھذا یحتاج الٰی نقل یثبتہ ولایکتفی فیہ بمجرد الاحتمال[2]۔	مذکورہ آئے اور ایسے ہی عمدۃ القاری وغیرہ کتابوں میں نقل ہے-- نصب الرایہ کے اندر روایتِ ابنِ حبان میں وھم لایظنون ان جنازتہ بین یدیہ (اور لوگ نہیں سمجھ رہے تھے کہ ان کا جنازہ حضور کے آگے رکھا ہُوا ہے الّا (مگر) کے اسقاط کے ساتھ واقع ہُوا تو محقق علی الاطلاق نے حدیث کو مدعا کے مطابق ثابت کرنے کی ضرورت محسوس کی اور فرمایا: اس لفظ سے یہ اشارہ ہورہا ہے کہ واقع میں ان حضرات کے گمان کے برخلاف تھا کیونکہ اس جملے کا قابلِ شمار ولحاظ فائدہ یہی ہے (تو معنی یہ ہوا کہ وُہ ایسا نہیں سمجھ رہے تھے مگر واقع میں جنازہ حضور کے آگے موجود تھا) اب یہ ان کو حضور سے سن کر معلوم ہوا ہو یا ان پر انکشاف ہوا ہو، اھ---اس کلام میں حضرت محقق کا اتباع صاحبِ غنیہ وصاحبِ مرقات نے بھی کیا ہے۔ اور واقعی یہ نفیس کلام ہے مگر دونوں صحیح کتابوں (صحیح ابن حبان و صحیح ابی عوانہ) میں لفظ الّا ثابت ہوجانے کے بعد اس کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ جو الّا کے ساتھ ہے وہ زیادہ ظاہر اور روشن ہے۔ اور خدا ہی کے لئے ساری حمد ہے۔ الحاصل اس سے وہ اعتراض دفع ہوگیا جو شیخ تقی الدین نے لکھا کہ اس پر کوئی دلیل لانے کی ضرورت ہے محض احتمال کافی نہیں۔ (ت)

یہ دونوں روایت صحیح عاضد قوی ہیں اس حدیث مرسل اصولی کی کہ امام واحدی نے اسبابِ نزولِ قرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کی کہ فرمایا:

کشف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی راہ	نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے ظاہر کردیا گیا تھا حضور نے اسے دیکھا اور

[1] فتح القدیر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۸۰
[2] نصب الرایۃ بحوالہ تقی الدین احادیث الصلٰوۃ علی الغائب المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا ریاض الشیخ ۲/ ۲۸۳

وصلّی علیه[1]۔	اُس پر نماز پڑھی۔

ثانیًا بلکہ جب تم مستدل ہو ہمیں احتمال کافی، نہ کہ جب خود باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ یہ جواب خود ایک شافعی امام قسطلانی نے مواہب شریفہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

اقول ای لماتقررمن کفه صلی اللّٰہتعالٰی علیه وسلم فالظاہر معناہ الاحتمال عن دلیل ثم من العجب قول الکرمانی کان غائبًا عن الصحابة [2] وارتضاہ فی الفتح قائلا سبقه الٰی ذٰلك ابوحامد الخ[3] وکذا استحسنه الرؤیانی واربعتھم شافعیه ؏ وھذا لمانص علیه الحنفیة والمالکیة من الاتفاق علی جواز الصلٰوۃ علٰی غائب عن القوم والامام یراہ۔ **اقول:** علٰی ان فی حدیث عمران نحن لانرٰی الا	اقول یعنی جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا غائبوں کی نماز سے باز رہنا ثابت ہے تو حضرت اصحمہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جنازہ سامنے تھا، توظاہر یہ ہے کہ احتمال سے مراد احتمال بدلیل ہے۔ پھر عجیب بات ہے کہ کرمانی نے لکھا: نجاشی کا جنازہ صرف نظرِ صحابہ سے غائب تھا، اس کو فتح الباری میں پسند کیا یہ کہتے ہوئے کہ اس سے پہلے ابو حامد یہ فرما چکے ہیں۔ اس طرح رویانی نے اسے عمدہ چیز سمجھا، یہ چاروں حضرات شافعی ہیں۔ تعجب کی چیز یہ ہے کہ اس پر حنفیّہ ومالکیہ کا بھی اتفاق ہے کہ

؏: قلدھم فیه تقلید اجامدًا مجتھد الوھابیة الشوکانی فی نیل الاوطار والبوفالی فی عون الباری غافلین عمارده به الحنفیة وھذا دیدن ھٰؤلاء المدعین للاجتھاد یقلدون المقلدین فی الغلط المبین ویحرمون تقلید الائمة المجتھدین ۱۲منه (م)

اس میں ان کی تقلید جامد کی ہے مجتہدِ وہابیہ شوکانی نے نیل الاوطار میں اور بھوپالی نے عون الباری میں۔ اور اس کلام سے غافل رہے جس کے ذریعے حنفیّہ نے اس جواب کو رَد کردیا ہے۔ یہی ان مدعیانِ اجتہاد کی عادت ہے کہ کھلی ہوئی غلط باتوں میں مقلدین کی تقلید کرتے ہیں اور ائمہ مجتہدین کی تقلید کو حرام ٹھہراتے ہیں ۱۲منہ (ت)

[1] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ واحدی النوع الرابع فی صلٰوتہ الخ دارالمعرفۃ بیروت ۸/۱۷
[2] فتح الباری بحوالہ الکرمانی باب الصفوف علی الجنازہ مصطفی البابی مصر ۴۳۲/۳
[3] فتح الباری شرح بخاری باب الصفوف علی الجنازہ مصطفی البابی مصر ۴۳۲/۳

ان الجنازۃ قدامنا[1] کما قدمنا اماحدیث مجمع بن جاریۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فصففنا خلفہ صفین ومانرٰی شیئا[2] رواہ الطبرانی ف (وھم من نسبہ لابن ماجۃ مغترابقول الحافظ اصلہ فی ابن ماجۃ غافلا ان لیس عندہ "ومانرٰی شیئا" و ھوالمقصود)ففیہ حمران بن اعین رافضی ضعیف علی ان کلاحکی عن حالہ فلاتعارض و لایعقل من عاقل اشتراط ان یری المیت الکل و الا لماصحت لماعداللصف الاول۔	ایسے کی نمازِ جنازہ جائز ہے جولوگوں سے غائب ہو اورامام اسے دیکھ رہاہو۔**اقول:** علاوہ ازیں حدیث عمران میں یہ ہے کہ "ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے" جیسا کہ ہم پیش کرچکے۔ رہی مجمع بن جاریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث، ہم نے حضور کے پیچھے دو صفیں لگائیں اور ہم کچھ نہ دیکھ رہے تھے اسے طبرانی نے روایت کیا (جس نے ابن ماجہ کاحوالہ دیا اُسے وہم ہوا،دراصل ابن حجر کی اس عبارت سے کہ "اس کی اصل ابن ماجہ میں ہے" وہ فریب خوردہ ہوگیااوراس سے غافل رہاکہ ابن ماجہ میں یہ لفظ "ہم کچھ نہ دیکھ رہے تھے" موجود نہیں جبکہ وہی مقصود ہے) اس میں حمران بن اعین رافضی ضعیف ہے۔علاوہ ازیں ہر راوی نے اپنا حال بیان کیا ہے، اس لئے کوئی تعارض نہیں،ورنہ پہلی صف کے علاوہ کسی کی نماز ہی نہ ہو۔(ت)

ثالثاً نجاشی رضی اللہ تعالٰی عنہ کاانتقال دارالکفر میں ہوا وہاں اُن پر نماز نہ ہوئی تھی لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہاں پڑھی۔اسی بناپر امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کے لئے یہ باب وضع کیا:

الصلٰوۃ علی مسلم یلیہ اھل شرك فی بلد اٰخر[3]۔	دوسرے شہر میں ایسے مسلم کی نماز جنازہ جس کے قریب صرف اہلِ شرک ہیں۔(ت)

ف: معجم کبیر میں مُجَمِّع بن جاریہ کی احادیث کے تحت بحوالہ ابن ابی شیبہ کے الفاظ یوں ہیں: "فصففنا خلفہ صفین"اس میں "وما نرٰی شیئا"کے الفاظ نہیں ہیں۔ملاحظہ ہو معجم کبیر حدیث ١٠٨٦جلد ١٩ص ٤٤٦۔ ***نذیر احمد***

[1] شرح الزرقانی علی مواہب بحوالہ عمران بن حصین النوع الرابع فی صلٰوتہ الخ دارالمعرفۃ بیروت ٨٧/٨

[2] شرح الزرقانی علی مواہب بحوالہ طبرانی النوع الرابع فی صلٰوتہ الخ دارالمعرفۃ بیروت ٨٧/٨، فتح الباری شرح البخاری باب الصلٰوۃ علی الجنازۃ مصطفٰی البابی مصر ٤٣٢/٣

[3] سنن ابی داؤد باب الصلٰوۃ علی المسلم یموت فی بلاد شرک آفتاب عالم پریس لاہور ١٠١/٢

قال الحافظ فی الفتح ھذامحتمل الا انی لم اقف فی شیئ من الاخبار علی انہ لم یصل علیہ فی بلدہ احد[1] اھ قال الزرقانی وھومشترك الالزام فلم یرو فی الاخبار انہ صلی علیہ احد فی بلدہ کماجزم بہ ابوداؤد محلہ فی اتساع الحفظ معلوم[2] اھ

اقول: ای فقد کفانا المؤنۃ بقولہ ھذامحتمل **ثمّ اقول:** قد یومی لہ ما اخرج احمد وابن ماجۃ عن حذیفۃ بن اسید رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرج بھم فقال صلوا علی اخ لکم مات بغیر ارضکم قالوا من ھو قال النجاشی[3] ثم رأیتہ عـــہ فی مسند ابی داؤد الطیالسی

حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری میں کہا یہ احتمال تو ہے مگر کسی حدیث میں یہ اطلاع میں نے نہ پائی کہ نجاشی کے اہلِ شہر میں سے کسی نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی اھ علامہ زرقانی نے لکھا: یہ الزام دونوں طرف سے مشترک ہے کیونکہ کسی حدیث میں یہ بھی مروی نہیں کہ ان کے اہلِ شہر میں سے کسی نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی تھی-- جیساکہ ابوداؤد نے اس پر جزم کیا ہے اور وسعتِ حفظ میں ان کا مقام معلوم ہے اھ۔

اقول: یعنی یہ احتمال مان کر ہمارا بوجھ انہوں نے خود ہی اتار دیا **ثمّ اقول:** اس کا کچھ اشارہ اس سے ملتا ہے جو امام احمد اور ابن ماجہ نے حذیفہ بن اُسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لوگوں کو لے کر باہر آئے پھر فرمایا: اپنے ایک بھائی کی۔

عـــہ: ثم رأیت الشوکانی ذکرہ عن شیخ مذھبہ الفاسد ابن تیمیۃ انہ اختار التفصیل بجواز الصلٰوۃ علی الغائب ان لم یصل علیہ حیث مات والا لا قال واستدل لہ بما اخرجہ الطیالسی واحمد وابن ماجۃ وابن قانع والطبرانی والضیاء[4] فذکر الحدیث **اقول:** اما الاستئناس فنعم واما کونہ دلیلا علیہ حجۃ فیہ فلا کما لایخفی ۱۲ منہ (م)

پھر میں نے دیکھا کہ شوکانی نے اپنے فاسد مذہب کے پیشوا ابن تیمیہ سے متعلق ذکر کیا اس نے یہ تفصیل اختیار کی ہے کہ غائب کی نماز جائز ہے اگر وہاں اس کی نماز نہ ہوئی ہو جہاں انتقال کیا ورنہ جائز نہیں۔ اور کہا کہ اس پر دلیل میں وُہ حدیث پیش کی ہے جو طیالسی، امام احمد، ابن ماجہ، ابن قانع، طبرانی اور ضیاء نے روایت کی پھر حدیث بالاذکر کی **اقول:** اس حدیث سے رائے مذکور پر استیناس تو ہو رہا ہے مگر یہ کہ اس پر یہ دلیل اور اس بارے میں حجت ہو تو ایسا نہیں جیسا کہ واضح ہے، ۱۲ منہ (ت)

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الصفوف علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۲

[2] شرح الزرقانی علی المواھب النوع الرابع دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۸۷

[3] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی الصلٰوۃ علی النجاشی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۱

[4] نیل الاوطار للشوکانی الصلٰوۃ علی الغائب بالنیۃ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۷

قال حدثنا المثنی بن سعید عن قتادۃ عن ابی طفیل عن حذیفۃ بن اسیدان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتاہ موت النجاشی فقال ان اخاکم مات بغیر ارضکم فقوموافصلوا علیہ [1] فھذا یقوی الاستئناس لمکان الفاء فی فقوموا۔	نماز ادا کرو جو تمھاری سرزمین کے علاوہ میں فوت ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا: وہ کون؟ فرمایا: نجاشی، پھر میں نے اسے مسند ابوداؤد طیاسی میں دیکھا، انھوں نے کہا ہم سے مثنی بن سعید نے حدیث بیان کی، وہ قتادہ سے وہ ابوالطفیل سے وہ حذیفہ بن اُسید سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس نجاشی کی وفات کی خبر آئی تو فرمایا: تمھارا بھائی تمھاری سرزمین کے علاوہ میں انتقال کر گیا، تو اٹھواس کی نماز پڑھو یہ روایت استیناس کو قوت دے رہی ھے اس لیے کہ اس کے اندر فقوموا (تو اٹھو) میں فا (تو) ہے۔(ت)

ولہٰذا خود امام شافعی المذہب ابو سلیمان خطابی نے یہ مسلک لیا کہ غائب پر نماز جائز نہیں سوا اس صورت خاص کے کہ اس کا انتقال ایسی جگہ ہوا ہو جہاں کسی نے اس کی نماز نہ پڑھی ہو۔ اقول اب بھی خصوصیت نجاشی ماننے سے چارہ نہ ہوگا، جبکہ اور موتیں بھی ایسی ہوئیں اور نماز غائب کسی پر نہ پڑھی گئی۔

رابعا بعض عــہ کو ان کے اسلام میں شبہ تھا یہاں تک کہ بعض نے کہا: حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی [2]

رواہ ابن ابی حاتم فی التفسیر عن ثابت و الدار قطنی فی الافراد والبزار عن حمید معًا عن انس ولہ شاھد فی کبیر الطبرانی عن وحشی واوسطہ عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	اسے ابن ابی حاتم نے تفسیر میں ثابت سے، دار قطنی نے افراد میں اور بزار نے مسند میں حمید سے، دونوں حضرات نے حضرت انس سے روایت کیا، اور اس حدیث کی ایک شاہد طبرانی کبیر میں حضرت وحشی سے اور معجم اوسط میں حضرت ابوسعید سے ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

اس نماز سے مقصود اُن کی اشاعتِ اسلام تھی۔ **اقول:** یعنی بیان بالفعل اقوی ہے ولہٰذا مصلّٰی میں تشریف لے گئے کہ جماعت کثیر ہو [3]

عــہ: روایتِ طبرانی میں ہے اس کا قائل ایک منافق تھا [4] ۱۲منہ (م)

[1] مسند ابوداؤد الطیاسی حدیث ۱۰۶۸ دارالمعرفۃ بیروت ص ۱۴۴
[2] فتح الباری بحوالہ ابن ابی حاتم والدار قطنی والبزار باب الصفوف علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۱
[3] فتح الباری بحوالہ ابن بزیزہ والدار قطنی والبزار باب الصفوف علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۱
[4] فتح الباری بحوالہ طبرانی اوسط باب الصفوف علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۱

قاله ابن بزيزة وغيره من الشافعية القائلين بجواز صلٰوة الجنازة فی المسجد معتلين لعدم صلٰوة صلی اللّٰه تعالٰی عليه وسلم فی المسجد مع انه حين نعاه كان فيه هذا ولا يذهب عنك ان الطراز المعلم هما الاولان۔	یہ ابن بزیزہ وغیرہ شافعیہ نے کہا جو اس کے قائل ہیں کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے، اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب رحلتِ نجاشی کی اطلاع دی تو اس وقت مسجد ہی میں تشریف فرما تھے مگر جنازہ کیلئے باہر تشریف لے گئے اس کی علت ان حضرات نے یہ بتائی کہ اس سے مقصود تکثیر جماعت کے ذریعہ ان کے اسلام کا اعلان کرنا تھا۔ (اس واقعہ پر ہم نے چار کلام کئے مگر) خیال رہے کہ نقش زرنگار کی حیثیت صرف پہلے دو کو حاصل ہے۔(ت)

تنبیہ: غیر مقلدوں کے بھوپالی امام نے عون الباری میں حدیث نجاشی کی نسبت کہا، اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے اگرچہ جنازہ غیر جہت قبلہ میں ہو اور نماز قبلہ رُو۔

اقول: یہ اس مدعی اجتہاد کی کورانہ تقلید اور اس کے ادعا پر مثبت جہل شدید ہے، نجاشی کا جنازہ حبشہ میں تھا اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانب جنوب ہے اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے تو جنازہ غیر جہتِ قبلہ کو کب تھا۔

لاجرم لما نقل الحافظ فی الفتح قول ابن حبان انه انما يجوز ذلك لمن فی جهة القبله، قال حجته الجمود علی قصة النجاشی[1] اھ	جب حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری میں ابن حبان کا یہ قول نقل کیا کہ صرف اسی غائب کی نماز جنازہ ہوسکتی ہے جو سمتِ قبلہ میں ہو تو اس پر کہا کہ: ان کی دلیل واقعہ نجاشی پر جمود ہے اھ (ت)

تو ان مجتہد صاحب کا جہل قابل تماشا ہے جن کو سمتِ قبلہ تک معلوم نہیں۔ پھر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کے جنازہ پر نماز ان کی غیر سمت پڑھنے کا ادعا دوسرا جہل ہے۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانبِ حبشہ نماز پڑھی[2] **رواہ الطبرانی عن حذیفة بن اسید رضی اللّٰه تعالٰی عنه** (اسے طبرانی نے حذیفہ بن اُسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

واقعہ دوم: معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تبوک میں ان پر نماز پڑھی۔

---

[1] فتح الباری بحوالہ ابن بزیزہ باب الصفوف علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۱

[2] معجم کبیر مروی از حذیفہ بن اُسید حدیث ۳۰۴۸ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳/ ۱۷۹

اوّلاً ائمہ حدیث عقیلی وابن حبان و بیہقی و ابو عمران بن عبدالبر وابن الجوزی و نووی و ذہبی و ابن الہمام وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف بتایا، اسے طبرانی نے معجم اوسط و مسند الشامیین میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی سے روایت کیا

بطریق نوح بن عمرو السکسکی ثنا بقیه بن الولید عن محمد بن زیاد الالهانی عن ابی امامة عن محمد بن زیاد الالهانی عن ابی امامه رضی الله تعالٰی عنه۔ **قلت** ومن هذا الطریق رواه ابو احمد الحاکم فی فوائده والخلاّلی فی فوائد سورة الاخلاص وابن عبدالبر فی الاستیعاب وابن حبان فی الضعفاء واشار الیه ابن مندة۔	اس کی سند اس طرح ہے: نوح بن عمرو سکسکی نے __ کہا ہم سے حدیث بیان کی بقیہ بن ولید نے __ عن محمد بن زیاد الالہانی __ عن ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) اسی طریق سے اس کو ابواحمد حاکم نے فوائد میں، خلّال نے فوائد سورہ اخلاص میں، ابن عبدالبر نے استیعاب میں، اور ابن حبان نے ضعفاء میں روایت کیا، اور اسی کی طرف ابنِ مندہ نے اشارہ کیا۔ (ت)

اس کی سند میں بقیہ بن ولید مدلس ہے اور اس نے عنعنہ کیا یعنی محمد بن زیاد سے اپنا سُننا نہ بیان کیا، بلکہ کہا کہ ابن زیاد سے روایت ہے معلوم نہیں راوی کون ہے!

به اعله المحقق فی الفتح اقول لکن سند ابی احمد الحاکم هکذا اخبرنا ابو الحسن احمد بن عمیر بد مشق ثنا نوح بن عمرو بن حری ثنا بقیة ثنا محمد بن زیاد عن ابی امامة فذکره۔	حضرت محقق نے فتح القدیر میں اسی سے اس کو معلول ٹھہرایا۔ اقول مگر ابواحمد حاکم کی سند اس طرح ہے: ہمیں خبر دی ابوالحسن احمد بن عمیر نے دمشق میں، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی نوح بن عمرو بن حری نے، کہا ہم سے حدیث بیان کی محمد بن زیاد نے، وہ ابوامامہ سے راوی ہیں، اس کے بعد حدیث ذکر کی۔ (ت)

ذہبی نے کہا کہ حدیث منکر ہے نیز اس کی سند میں نوح ابن عمرو ہے۔ ابن حبان نے اسے حدیث کا چور بتایا، یعنی ایک سخت ضعیف شخص اسے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتا تھا، اس نے اس سے چُرا کر بقیہ کے سر باندھی،

قال الذهبی فی ترجمة نوح قال ابن حبان یقال انه سرق هذا الحدیث[1] اه **اقول**:	ذہبی نے نوح کے حالات میں لکھا: ابن حبان نے بیان کیا کہ "کہا جاتا ہے اس نے یہ حدیث چُرالی اھ **اقول**:

[1] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۹۱۳۹ نوح بن عمرو بن نوح دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۲۷۸

لفظ الحافظ فی الاصابة قال ابن حبان فی ترجمة العلاء الثقفی من الضعفاء بعد ان ذکر لی ھذا الحدیث سرقه شیخ من اھل الشام، فرواہ عن بقیة فذکرہ [1] اھ ولیس فیه یقال وقدنقل عنه ھکذا الذھبی فی العلاء اماقول الحافظ فما ادری عنی نوحًا اوغیرہ فانه لم یذکر نوحًا فی الضعفاء [2] **فاقول:** ظاھران نوحا ھوالشیخ الشامی الذی رواہ عن بقیة ولا مشار للشك حتی یثبت شامی اخریرویه عنه لاجرم ان جزم الذھبی بانه عنی به نوحا۔

اصابہ میں حافظ ابنِ حجر کے الفاظ یہ ہیں: ابن حبان نے علاء ثقفی ضعیف کے ترجمہ میں اس کی یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا: اسے شام کے ایک شیخ نے چُرا کر اسے بقیہ سے روایت کردیا، پھر حدیث ذکر کی اھ ___ اصابہ کی اس عبارت میں ابن حبان کے حوالہ میں لفظِ **یقال** (کہا جاتا ہے) نہیں ہے ___ اور خود ذہبی نے علاء کے بارے میں ابن حبان سے اسی طرح نقل کیا ہے ___ اب رہا حافظ ابن حجر کا یہ کلام کہ "پتا نہیں ابن حبان نے نوح ہی کو مراد لیا ہے یا کسی اور کو؟ کیونکہ انھوں نے نوح کو ضعفاء میں ذکر نہیں کیا ہے" ___

فاقول: (تو میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ نوح وہ شامی شیخ ہے جس نے یہ حدیث بقیہ سے روایت کی ہے، اس میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں کہ یہ ثابت کیا جائے کہ کوئی اور شامی شیخ اس سے روایت کرنے والا ہے، لامحالہ ذہبی نے جزم کیا کہ ابن حبان نے اس سے نوح ہی کو مراد لیا ہے۔ (ت)

انس عــــہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت طبقات ابن سعد میں دو طریق سے ہے: ایک طریق محبوب بن ہلال مزنی ہے۔

عــــہ: **تنبیه:** لم یرد الحدیث عن صحابی غیر انس وابی امامة اماما وقع فی نسختی فتح القدیر والمطبوعتین بمصر والھند من قوله بعدذکر قصه النجاشی فان قیل بل قد صلی علی غیرہ من الغیب وھو معاویة بن معاویة المزنی، ویقال اللیثی رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامة

تنبیہ: یہ حضرت انس اور ابوامامہ کے علاوہ کسی اور صحابی سے وارد نہیں ___ رہی فتح القدیر کی یہ عبارت جو اس کے مصر اور ہند کے طبع شدہ دونوں نسخوں میں ہے کہ "واقعہ نجاشی ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں: اگر اعتراض ہو کہ حضور نے نجاشی کے علاوہ دوسرے پر بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے۔ وہ معاویہ بن معاویہ مزنی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ "لیثی" ___ اسے طبرانی نے حضرت ابوامامہ سے (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ترجمہ نمبر ۸۰۸۰ معاویہ بن معاویہ مزنی دار صادر بیروت ۳/ ۴۳۷

[2] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ترجمہ نمبر ۸۰۸۰ معاویہ بن معاویہ مزنی دار صادر بیروت ۳/ ۴۳۷

قلت ومن هذا الوجه اخرجه الطبرانی وابن الضریس وسمویة فی فوائده وابن مندة والبیهقی فی الدلائل [1] ۔	**قلت** (میں کہتا ہوں) اسی طریق سے اُسے طبرانی ، ابن ضریس، فوائد میں سمویہ، ابن مندہ، اور دلائل میں بیہقی نے روایت کیا۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وابن سعد من حدیث انس وعلی وزید وجعفر لما استشهد بموته علی مافی مغازی الواقدی [2] تصحیف وصوابه وابن سعد من حدیث انس وعلی زید و جعفر ای وصلی علیهما فقد اخذ کلام الفتح هذا برّمته الحبلی فی الغنیة فقال وابن سعد من حدیث انس وکذا اصلی علٰی زید و جعفر [3] وکذا اخذه بتمامه القاری فی المرقاة فقال وابن سعد من حدیث انس وصلی علٰی زید وجعفر [4] وقد جمع الحافظ طرق الحدیث فی الاصابة فلم یذکره عن علی ولا عن غیره من الصحابة سوی انس وابی امامة رضی الله تعالٰی عنهم ۱۲ منه (م)

روایت کیا ہے اور ابن سعد نے حضرت انس اور علی سے، اور زید و جعفر پر بھی نماز پڑھی، جب یہ دونوں حضرات موتہ میں شہید ہوئے جیسا کہ مغازی واقدی میں ہے ــــ تواس عبارت (من حدیث انس وعلی وزید و جعفر) میں تصحیف (کتابت کی غلطی) ہے۔ صحیح عبارت اس طرح ہے (وابن سعد من حدیث انس وعلی زید و جعفر) یعنی اور اسے ابن سعد نے حضرت انس سے روایت کیا، اور حضور نے حضرت زید و حضرت جعفر کی بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ اس خطائے کتابت کی دلیل یہ ہے کہ فتح القدیر کا پورا کلام لے کر علامہ حلبی نے غنیہ میں یوں لکھا: وابن سعد من حدیث انس، وکذا صلی علی زید و جعفر (اور ابن سعد نے اسے حضرت انس سے روایت کیا، اور اسی طرح حضور نے حضرت زید و حضرت جعفر کی نماز پڑھی) یوں ہی علامہ علی قاری نے اسے مکمل اخذ کرکے مرقات میں یوں لکھا: وابن سعد من حدیث انس، وصلی علی زید و جعفر (اور ابن سعد نے حضرت انس کی حدیث میں اسے روایت کیا اور حضور نے حضرات زید و جعفر کی نماز پڑھی ــــ اور حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اس حدیث کے تمام طُرق جمع کئے ہیں مگر ان میں حضرت علی یا کسی اور صحابی سے روایت کا ذکر نہیں، صرف حضرت انس وابوامامہ کا ذکر ہے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

---

[1] الاصابۃ ترجمہ ۸۰۸۰ ۳/ ۳۳۶

[2] فتح القدیر ۲/ ۸۱

[3] غنیۃ المستملی ص ۵۴۴

[4] مرقات المفاتیح ۴/ ۱۴۰

ذہبی نے یہ کہا یہ شخص مجہول ہے اور اس کی یہ حدیث منکر [1]۔ دوسرے طریق میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔

قلت ومن ھذا الطریق اخرجه ابن ابی الدنیا ومن طریقه ابن الجوزی فی العلل المتناھیة والعقیلی وابن سنجر فی مسندہ وابن الاعرابی وابن عبدالبر وحاجب الطوسی فی فوائدہ [2]۔	قلت (میں کہتا ہوں) اسی طریق سے اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے اور اسی کے طریق سے ابن الجوزی نے العلل المتناہیہ میں، اور عقیلی اور ابن سنجر نے اپنی مسند میں اور ابن الاعرابی، ابن عبدالبر نے اور فوائد میں حاجب طوسی نے روایت کیا ہے۔ (ت)

امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا: اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری وابن عدی وابو حاتم نے کہا: وہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم و دارقطنی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی استاذ امام بخاری نے کہا: وہ حدیثیں دل سے گھڑتا تھا، ابن حبان نے کہا: یہ حدیث بھی اسی کی گھڑی ہوئی ہے، اسی سے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی [3]۔ ذکرہ فی المیزان (اسے میزان الاعتدال میں ذہبی نے ذکر کیا۔ ت) ابوالولید طیاسی نے کہا: علامہ کذاب تھا، عقیلی نے کہا: العلاء بن یزید ثقفی لایتابعه احد علی ھذا الحدیث الامن ھو مثله اودونه [4] علاء کے سوا جس جس نے یہ حدیث روایت کی سب علاء ہی جیسے ہیں یا اس سے بھی بدتر، ذکرہ فی العلل المتناھیة (ابن الجوزی نے اسے علل متناہیہ میں ذکر کیا۔ ت) ابو عمر بن عبدالبر نے کہا: اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور دربارہ احکام اصلاً حجت نہیں، صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام معلوم نہیں [5]۔ قاله فی الاستیعاب ونقله فی الاصابة (ابن عبدالبر نے یہ استیعاب میں کہا اور حافظ نے اسے اصابہ میں نقل کیا۔ ت) یونہی ابن حبان نے کہا کہ مجھے عــہ اس نام کے

عــہ: وہابیہ کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں یہاں عجیب تماشہ کیا ہے،
اوّلا استیعاب سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معٰویہ بن معٰویہ لیثی پر نماز پڑھی۔ پھر کہا (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۰۸۵ محبوب بن ہلال دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۴۴۲

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۷۳۰ العلاء بن زید الثقفی دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۹۹

[3] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۷۳۰ العلاء بن زید الثقفی دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۹۹

[4] العلل المتناہیۃ حدیث فی فضل معاویۃ بن معاویۃ دارالنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۹۹

[5] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ترجمہ ۸۰۸۰ معاویۃ بن معاویۃ دار صادر بیروت ۳/ ۴۳۷

کوئی صاحب صحابہ میں یاد نہیں[1] اثرہ فی المیزان (اسے ذہبی نے میزان میں نقل کیا۔ت)

ثانیًا فرض کیجئے کہ یہ حدیث اپنے طُرق سے ضعیف نہ رہے کما اختارہ الحافظ فی الفتح (جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اسے فتح الباری میں اختیار کیا ہے۔ت) یا بفرض غلط لذاتہ صحیح سہی پھر اس میں کیا ہے خود اسی میں تصریح ہے کہ جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیش نظر انور کردیا گیا تھا تو نماز جنازہ حاضر پر ہوئی نہ کہ غائب پر حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ طبرانی کے یہاں یہ ہیں: جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والسلام نے حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا۔

اتحب ان اطوی لك الارض، فتصلی علیه قال نعم، فضرب بجناحه علی الارض فرفع له سریره فصلی علیه، وخلفه صفان من الملائکة کل صف سبعون	کیا حضور چاہتے ہیں کہ حضور کے لئے زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور ان پر نماز پڑھیں، فرمایا: ہاں۔ جبریل نے اپنا پر زمین پر مارا جنازہ حضور کے سامنے ہوگیا اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی، اور فرشتوں کی دو[2] صفیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

استیعاب میں اس قصہ کا مثل معاویہ بن مقرن کے حق میں ابوامامہ سے روایت کیا۔ پھر کہا نیز اس کا مثل انس سے ترجمہ معاویہ بھی معاویہ مزنی میں روایت کیا[2]۔ اس میں یہ وہم لاتا ہے کہ گویا تین صحابی جدا جدا ہیں جن پر نماز غائب مروی ہے، حالانکہ یہ محض جہل یا تجاہل ہے وہ ایک صحابی ہیں معاویہ نام جن کے نسب ونسبت میں راویوں سے اضطراب واقع ہوا، کسی نے مزنی کہا، کسی نے لیثی، کسی نے معاویہ بن معاویہ، کسی نے معاویہ بن مقرن، ابو عمر نے معاویہ بن مقرن مزنی کو ترجیح دی کہ صحابہ میں معاویہ بن معاویہ کوئی معلوم نہیں اور حافظ نے اصابہ میں معاویہ بن معاویہ مزنی کو ترجیح دی اور لیثی کہنے کو علاء ثقفی کی خطا بتایا اور معاویہ بن مقرن کو ایک اور صحابی مانا جن کے لئے یہ روایت نہیں بہر حال صاحب قصہ شخص واحد ہیں، اور شوکانی کا ایہام تثلیث محض باطل۔ ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں فرمایا: **معاویه بن معاویه المزنی ویقال اللیثی ویقال معاویة بن مقرن المزنی قال ابوعمر وهو اولی بالصواب**[3] الخ یعنی معاویہ بن معاویہ مزنی، اور کوئی کہتا ہے معاویہ بن مقرن مزنی، ابو عمرو نے کہا یہی صواب سے نزدیک تر ہے۔ پھر حدیث انس کے طریق اول سے پہلے طور پر نام ذکر کیا اور طریق دوم سے دوسرے طور پر اور حدیث ابوامامہ سے تیسرے طور پر۔ ۱۲منہ

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۷۳۰ العلاء بن زید الثقفی دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۹۹

[2] نیل الاوطار الصلٰوۃ علی الغائب بالنیۃ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۷

[3] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ترجمہ معاویہ بن معاویہ مزنی المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۴/ ۳۸۸

الف ملك [1]۔	حضور کے پیچھے تھیں، ہر صف میں ستر ہزار فرشتے۔

ابواحمد حاکم کے یہاں یوں ہے:

وضع جناحه الایمن علی الجبال ، فتواضعت ووضعت جناحه الایسر علی الارضین فتواضعت حتی نظرنا الی مکة والمدینة فصلی علیه رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وجبریل والملئكة [2]۔	جبریل نے اپنا داہنا پَر پہاڑوں پر رکھا وہ جھک گئے بایاں زمینوں پر رکھا وہ پست ہوگئیں یہاں تک کہ مکہ ومدینہ ہم کو نظر آنے لگے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور جبریل وملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام نے ان پر نماز پڑھی۔

حدیث انس بطریق محبوب کے لفظ یہ ہیں: جبریل، نے عرض کی کیا حضور اس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔

فضرب بجناحه الارض فلم تبق شجرة ولا اكمة الا تضعضعت ورفع له سریره حتی نظر الیه فصلی علیه [3]۔	پس جبریل نے زمین پر اپنا پَر مارا کوئی پیڑ اور ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہوگیا اور ان کا جنازہ حضور کے سامنے بلند کیا گیا یہاں تک کہ پیش نظر اقدس ہوگیا، اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی۔

بطریق علاء کے لفظ یوں ہیں:

هل لك ان تصلی علیه فاقبض لك الارض قال نعم فصلی علیه [4]۔	جبریل نے عرض کی حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں، فرمایا: ہاں۔ جبریل نے ایسا ہی کیا، اُس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی۔

اقول: بلکہ طرز کلام مشیر ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے جنازہ سامنے ہونے کی حاجت سمجھی گئی، جب تو جبریل نے عرض کی کہ حضور نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور نماز پڑھیں۔ **فافهم**

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ الطبرانی باب المشی بالجنازۃ الخ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۴۶، فتح القدیر بحوالہ الطبرانی فصل فی الصلٰوۃ علی المیّت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۸۱

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی باب الصلوۃ علی الغائب دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۳۸

[3] الاصابہ فی تمییز الصحابہ ترجمہ ۸۰۸۰ معاویہ بن معاویہ دار صادر بیروت ۳/ ۴۳۶

[4] الاصابہ فی تمییز الصحابہ ترجمہ ۸۰۸۰ معاویہ بن معاویہ دار صادر بیروت ۳/ ۴۳۷

واقعہ سوم: واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کی:

لما التقی الناس بموتة، جلس رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم علی المنبر وکشف له مابینه وبین الشام، فهو ینظر الٰی معرکتهم، فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم اخذ الروایة زید بن حارثة، فمضی حتی استشهد، وصلی علیه ودعاله وقال استغفروا له وقد دخل الجنة وهو یسعٰی ثم اخذ الرایة جعفر بن ابی طالب فمضٰی حتی استشهد فصلی علیه رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ودعا وقال استغفروا له وقد دخل الجنة فهو یطیر فیهابجنا حین حیث شاء [1]۔ (ملخصًا)	جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف فرماہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کے لئے پردے اٹھادیئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے، اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: زید بن حارثہ نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا، حضور نے انھیں اپنی صلٰوۃ ودعا سے مشرف فرمایااور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لئے استغفار کرو بیشک وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا۔ حضور نے فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا حضور نے ان کو اپنی صلٰوۃ ودعا سے شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوااس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہوااور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتا پھرتا ہے۔

اوّلا یہ دونوں طریق سے مرسل ہے اول عاصم بن عمر او ساط تابعین سے ہیں، قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابی کے پوتے اور یہ عبداللہ بن ابی بکر عبداللہ بن ابی بکر محمد بن عمرو بن حزم ہیں، صغار تابعین سے عمرو بن حزم صحابی رضی اللہ عنہ کے پر پوتے۔

ثانیًا خود واقدی کو محدثین کب مانتے ہیں، یہاں تک کہ ذہبی نے ان کے متروک ہونے پر اجماع کاادعا کیا[2]

اقول: و زدت هذا مشایعة للاوّل وکلاهما الزام فالمرسل نقبله والواقدی نوثقه۔	**اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ نقد، پہلے نقد کی روش پر میں نے بڑھا دیا ہے اور دونوں اعتراض الزامی ہیں ورنہ ہمارے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہےاور واقدی ثقہ ہیں۔(ت)

[1] کتاب المغازی بیان غزوہ موتۃ موسسۃ العلمی بیروت ۲/ ۷۶۲

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۹۹۳ محمد بن عمر واقدی دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۶۶۲

ثالثًا، اقول عبداللہ بن ابی بکر سے راوی شیخ واقدی عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے[1] **کما فی المیزان** (جیساکہ میزان میں ہے۔ ت) تو مرسل نامعتضد ہے۔ (یعنی رواۃ ثقہ ہو تو یہ مرسل قوی ومقبول ہوتی، جہالت راوی کے باعث اس میں قوت نہ رہی ۱۲ مترجم)

رابعًا خود اسی روایت میں صاف تصریح ہے کہ پردے اُٹھادئے گئے تھے، معرکہ حضرتِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیش نظر تھا۔

اقول: لکن موتۃ بالشام علی مرحلتین من بیت المقدس وغزوتہا سنۃ ثمان وقد حولت القبلۃ قبلہا عـــہ بزمان فکیف یکفی الرؤیۃ مع اشتراط کونہا امام المصلی الاان یقال انما ارید الرد علی الاحتجاج لصلٰوۃ الغیب وقدتم واذا ثبت فیہا قولنا ثبت ذلك الشرط لنا لان الرویۃ مع الاستدبار لاتمکننا۔	اقول: لیکن مقام موتہ سرزمین شام میں بیت المقدس سے دو منزلہ پر واقع ہے (تو مدینہ سے سمتِ قبلہ میں نہیں بلکہ قبلہ سمت مخالف شمال میں ہوا، مترجم) اور غزوہ موتہ ۸ھ ہجری میں ہوا جس سے بہت پہلے تحویل قبلہ ہوچکی تھی پھر یہ روایت کیسے کافی ہوگی جبکہ جنازہ کا مصلی کے آگے ہونا شرط ہے۔ جوابًا کہا جاسکتا ہے کہ غائبانہ نماز پر استدلال کا رَد کرنا مقصود تھا وہ پورا ہوگیا، اوراس بارے میں جب ہمارا قول ثابت ہوجائیگا تو وہ شرط بھی ہمارے حق میں ثابت ہوگی اس لئے کہ پشت کی جانب جنازہ ہوتے ہوئے دیکھ لینا ہمارے لیے ناممکن ہے۔ ت)

خامسًا، اقول: کیا دلیل ہے کہ یہاں صلٰوۃ بمعنی نماز معہود ہے بلکہ درود ہے اور دعا لہ عطفِ تفسیری نہیں بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے اور سوق روایت اسی میں ظاہر کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس وقت منبر اطہر پر تشریف فرما ہو نامذکور اور منبر انور دیوار قبلہ کے پاس تھا اور معتاد یہی ہے کہ مبنر پر رُو بحاضرین وپشت بہ قبلہ جلوس ہو۔ اور اس روایت میں نماز کے لئے منبر پر سے اترنے پھر تشریف لے جانے کا کہیں ذکر نہیں، نیز برخلاف روایت نجاشی اس میں نماز صحابہ بھی نہیں، نہ یہ کہ حضور نے ان کو نماز کے لئے فرمایا۔ اگر یہ نماز تھی تو صحابہ کو شریک نہ فرمانے کی کیا وجہ۔ نیز اسی معرکہ میں تیسری شہادت عبداللہ بن رواحہ

عـــہ: لان تحویلہا فی السّنۃ الثانیۃ ۱۲ منہ (م) | اس لئے کہ تحویلِ قبلہ ۲ھ میں ہوئی ہے۔ (ت)

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۴۷۴۲ عبدالجبار بن عمارہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۵۳۴

رضی اللہ عنہ کی ہے ان پر صلٰوۃ کا ذکر نہیں، اگر نماز ہوتی تو ان پر بھی ہوتی، ہاں درود کی ان دو کے لئے تخصیص وجہ وجیہ رکھتی ہے اگرچہ وجہ کی حاجت بھی نہیں کہ وہ احکام عامہ سے نہیں، وجہ اس حدیث سے ظاہر ہوگی کہ جس میں ان دو کرام کا حضرت ابن رواحہ سے فرق ارشاد ہوا ہے اور یہ کہ ان کو جنت میں منہ پھیرے ہوئے پایا کہ معرکہ میں قدرے اعراض واقع ہو کر اقبال ہوا تھا۔

وھو فی اخر ھذین المرسلین رواہ البیھقی عن طریق الواقدی بسندیہ والیہ اشارفی حدیث ابن سعد عن ابی عامر الصحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعا رأیت فی بعضھم اعراضا کانہ کرہ السّیف [1]۔	وہ بات ان ہی دونوں مرسل کے آخر میں ہے اسے بیہقی نے بطریق واقدی اس کی دونوں سندوں سے روایت کیا ہے، اور اسی کی طرف طبقات ابن سعد کی حدیث میں اشارہ ہے جو حضرت ابو عامر صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ سرکار نے فرمایا ان میں سے ایک کے اندر میں نے کچھ اعراض دیکھا گویا شمشیر سے اسے ناگواری ہوئی۔ (ت)

اور سب سے زائد یہ کہ وہ شہید معرکہ ہیں، نماز غائب جائز ماننے والے شہید معرکہ پر نماز نہیں مانتے، تو باجماع فریقین یہاں صلٰوۃ بمعنی دُعا ہونا لازم، جس طرح خود امام نووی شافعی، امام قسطلانی شافعی، امام سیوطی شافعی رحمہم اللہ تعالٰی نے صلٰوۃ علٰی قبور شہداء اُحد میں ذکر فرمایا کہ یہاں صلٰوۃ بمعنٰی دعا ہونے پر اجماع ہے کما اثرناہ فی النھی الحاجز (جیسا کہ ہم نے اسے النہی الحاجز میں نقل کیا ہے۔ت) حالانکہ وہاں صلّی علٰی اھل احد صلٰوتہ علی المیّت [2] (اہل اُحد پر ویسے ہی صلٰوۃ پڑھی جیسے میّت پر صلٰوۃ ہوتی ہے۔ت) ہے، یہاں اس قدر بھی نہیں، وہابیہ کے بعض جاہلان بیخرد مثل شوکانی صاحب نیل الاوطار ایسی جگہ اپنی اُصول دانی یوں کھولتے ہیں کہ صلٰوۃ بمعنی نماز حقیقت شرعیہ ہے اور بلادلیل حقیقت سے عدول ناجائز۔

اقول: اولاً ان مجتہد بننے والوں کو اتنی خبر نہیں کہ حقیقت شرعیہ صلوۃ بمعنی ارکان مخصوصہ ہے یہ معنی خود نماز جنازہ میں کہاں کہ اس میں نہ رکوع ہے نہ سجود نہ قراءت نہ قعود الثالث عندنا والبواقی اجماعا (قراءت ہمارے نزدیک اور باقی تینوں بالاجماع کسی کے یہاں نہیں۔ت) ولہٰذا علماء تشریح فرماتے ھیں کہ نماز جنازہ صلوۃ مطلقا نہیں اور تحقیق یہ کہ وہ دعائے مطلق و صلوۃ مطلقہ

---

[1] الطبقات الکبرٰی بیان سریۂ موتہ دار صادر بیروت ۲/ ۱۳۰

[2] صحیح البخاری بالصلٰوۃ علی الشہید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۹

میں برزخ ہے کما اشارالیہ البخاری فی صحیحہ واطال فیہ (جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے اور اس بارے میں طویل کلام کیا ہے۔ت) محمود عینی نے تصریح فرمائی کہ نماز جنازہ پر اطلاقِ صلوٰۃ مجاز ہے۔ صحیح بخاری میں ہے: سماھا صلٰوۃ لیس فیھا رکوع ولاسجود [1] (اس کا نام رکھا ایسی نماز جس میں رکوع و سجود نہیں، ت) عمدۃ القاری میں ہے:

لکن التسمیۃ لیست بطریق الحقیقۃ ولا بطریق الاشتراك ولکن بطریق المجاز [2]۔	لیکن تسمیہ بطور حقیقت نہیں، نہ بطور اشتراک بلکہ بطریق مجاز ہے۔(ت)

ثانیًا: صلوٰۃ کے ساتھ جب علٰی فلان مذکور ہو ہر گز اس سے حقیقت شرعیہ مراد نہیں ہوتی، نہ ہو سکتی ہے،

قال اللہ تعالٰی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا [3] ۔ اللّٰھم صلّ وسلم وبارك علیہ وعلٰی اٰلہ کماتحب وترضٰی وقال وَ صَلِّ عَلَیْهِمْؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْؕ [4] وقال صلی اللہ علیہ وسلم اللھم صلِ علٰی اٰلِ ابی اوفٰی [5]۔	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اے ایمان والو! ان پر صلوٰۃ بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔ اے اللہ! اُن پر اور ان کی آل پر رحمت وسلامتی وبرکت نازل فرما جیسی تجھے محبوب وپسندیدہ ہے۔ اور ارشاد باری ہے: ان پر صلوٰۃ بھیج بیشک تیری صلوٰۃ ان کے لئے سکون ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! آلِ ابی اوفی پر صلوٰۃ فرما۔ (ت)

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ الٰہی! تو آلِ ابی اوفی پر نماز یا ان کا جنازہ پڑھ؟ کیا صلوٰۃ علیہ شرع میں بمعنی دورد نہیں؟ ولکن الوھابیۃ قول یجھلون (لیکن وہابیہ نادان قوم ہے۔ت)

تنبیہ: بعض حنفی بننے والے یہاں یہ عذر بے معنی پیش کرتے ہیں کہ مدارج النبوۃ میں ہے:

والان درحرمین شریفین متعارف ست کہ چوں خبر	اور اس وقت حرمین شریفین میں متعارف ہے کہ

[1] صحیح البخاری باب سنۃ الصلٰوۃ علی الجنازۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۶
[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب سنۃ الصلٰوۃ علی الجنازۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/۱۲۲
[3] القرآن ۳۳/ ۵۶
[4] القرآن ۹/ ۱۰۳
[5] صحیح البخاری باب ھل یصلی علٰی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۴۱

می رسد کہ فلان مرد صالح دربلدے از بلادِ اسلام فوت کردہ است شافعیہ نماز بروے میکنند وبعضے حنفیّہ باایشاں شریک می شوندواز قاضی علی بن جار اللہ کہ شیخ حدیث فقیر بود پرسیدہ شد کہ حنفیّہ چوں شریک می شوند در گزار دن ایں نماز، گفت دُعائے است کہ میکنند فلاباس بہ [1]۔	جب اطلاع ملتی ہے کہ فلاں مرد صالح بلاد اسلام میں سے کسی شہر میں فوت ہوگیا تو شافعیہ اس کی نماز پڑھتے ہیں اور کچھ حنفی بھی ان کے ساتھ شریک ہوجاتے ہیں۔ قاضی علی بن جار اللہ سے جو فقیر کے شیخِ حدیث تھے پوچھا گیا کہ حنفیّہ اس نماز کی ادائیگی میں کیسے شریک ہوتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ ایک دعا ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔(ت)

تمام نصوص صریحہ کتب معتمدہ واجماع جمیع ائمہ مذہب کے مقابل گیارھویں صدی کے ایک فاضل قاضی کی حکایت پیش کرتے ہوئے شرم چاہئے تھی۔

(۱) امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین ابن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی کہ متاخرین تو متاخرین خود ان کے معاصرین ان کے لئے مرتبہ اجتہاد کی شہادت دیتے، ان امام جلیل کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی مسئلہ مذہب پر بحث کرنا چاہیں تو ڈرتے ڈرتے یوں فرماتے ہیں: لوکان الیّ شیئ لقلت کذا [2] مجھے کچھ اختیار ہوتا تو یوں کہتا۔(دیکھو فتح القدیر مسئلہ آمین وکتاب الحج باب الجنایات مسئلہ حلق وغیرہما) پھر جو بحث وہ کرتے ہیں علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں مسموع نہ ہوگی، اس پر عمل جائز نہیں، مذہب ہی کا اتباع کیا جائے گا۔ ردالمحتار نواقض مسح الخف میں ہے:

قد قال العلامۃ قاسم لا عبرۃ بابحاث شیخنا یعنی ابن الھمام اذا خالف المنقول [3]۔	علامہ قاسم نے فرمایا: ہمارے استاد امام ابن الہمام کی بحثوں کا کچھ اعتبار نہیں جب وہ مسئلہ منقولہ مذہب کے خلاف ہوں۔

اسی طرح جنایات الحج میں ہے۔ نکاح الرقیق میں علامہ نورالدین علی مقدسی سے ہے:

الکمال بلغ الاجتھاد وان کان البحث لایقضی علی المذھب [4]۔	امام ابن الہمام رتبہ اجتہاد تک پہنچے ہوئے ہیں اگرچہ بحثِ مذہب پر غالب نہیں آسکتے۔

---

[1] مدارج النبوۃ انتقال شاہِ حبشہ نجاشی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۳۷۷

[2] فتح القدیر باب صفۃ الصلٰوۃ وباب الجنایات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۵۷ و ۲/ ۴۴۸

[3] ردالمحتار باب المسح علی الخفین ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۱۸۴

[4] ردالمحتار باب نکاح الرقیق ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۲/ ۳۷۸

پھر جسے ادنٰی لیاقتِ اجتہاد بھی نہیں جمیع ائمہ مذہب کے خلاف اس کی بات کیا قابل التفات! طحطاوی باب العدت میں ہے:

النص ھو المتبع فلا یعول علی البحث معه [1]۔	نقل ہی کا اتباع ہے تو مسئلہ منقول ہوتے ہوئے بحث کا اعتبار نہ ہوگا۔

(۲) تصریح ہے کہ خلاف مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں، ہم نے العطایا النبویہ میں اس کی بہت نقول ذکر کیں،

حلبی علی الدر باب صلٰوۃ الخوف میں ہے:

لا یعمل به لانه قول البعض [2]۔	اس پر عمل نہ کیا جائے کہ یہ بعض کا قول ہے۔ تو جو ایک کا بھی قول نہ ہو اس پر کیونکر عمل ہو سکتا ہے۔

(۳) نصوص جلیہ ہیں کہ متون کے مقابل شروح، شروح کے مقابل فتاوٰی پر عمل نہیں۔ ہم نے ان کی نقول متوافرہ اپنی کتاب فصل القضا فی رسم الافتاء میں روشن کیں اور علامہ ابراہیم حلبی محشیٔ در کے قول میں مذکور ہے:

لایعمل به لمخالفته لاطلاق سائر المتون [3]۔	اس پر عمل نہیں کہ اطلاق جملہ متون کے خلاف ہے۔

جب نہ متون بلکہ صرف اطلاق عبارات متون کا مخالف ناقابل عمل تو جو متون و شروع و فتاوٰی سب کے خلاف ہے اس پر عمل کیونکر محتمل!

(۴) پھر وہ بحث کچھ ہستی بھی رکھتی ہو، نماز جنازہ مجرد دعا کے مثل زنہار نہیں۔ دعا میں طہارت بدن، طہارت جامہ، طہارت مکان، استقبال قبلہ، تکبیر تحریمہ، قیام تحلیل، استقرار علی الارض کچھ بھی ضرور نہیں، اور نماز جنازہ میں یہ اور ان سے زائد اور بہت باتیں سب فرض ہیں، کیا اگر کچھ لوگ اسی وقت پیشاب کرکے، بے استنجا، بے وضو، بے تیمّم جنازہ کے پاس آئیں اور ان میں ایک شخص قبلہ کو پشت کرکے جنازہ کی پٹی سے پیٹھ لگا کر بیٹھے اور باقی کچھ اس کے آگے برابر لیٹے بیٹھے، کچھ گھوڑوں پر چڑھے اور اُتّر، دکھّن، پورب مختلف جہتوں خلاف قبلہ کو منہ کئے ہوں وہ پشتوں میں کہے: الٰہی! اس میّت کو بخش دے اور یہ سب انگریزی وغیرہ میں آمین کہیں، تو کوئی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب العدّۃ فصل فی ثبوت النسب دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۴۱

[2] ردالمحتار بحوالہ حلبی باب صلٰوۃ الخوف ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۵۶۸

[3] ردالمحتار بحوالہ حلبی باب صلٰوۃ الخوف ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۵۶۸

عاقل کہہ سکتا ہے کہ نماز جنازہ ادا ہوئی اور اس طرح کی نماز میں حرج نہیں، دعائے ست کہ می کنند فلا باس بہ (ایک دعا ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ت) اجماع ائمہ مذہب کے خلاف ایسی بے معنی استناد کیسی جہالتِ شدیدہ ہے۔ شک نہیں کہ قاضی ممدوح گیارھویں صدی کے ایک عالم تھے مگر عالم، سے لغزش بھی ہوتی ہے، پھر اس کی لغزش سے بچنے کا حکم ہے نہ کہ اتباع کا۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتقوا زلة العالم وانتظر وافيئته[1]۔ رواہ الحسن بن علی الحلوانی استاذ مسلم و ابن عدی والبیھقی والعسکری فی الامثال عن عمر وبن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	عالم کی لغزش سے بچو اور اس کے رجوع کا انتظار رکھو۔ اسے استاذِ امام مسلم حسن بن علی حلوانی، ابن عدی، بیہقی اور امثال میں عسکری نے حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں: عالم سے لغزش ہوتی ہے تو وہ اس سے رجوع کرلیتا ہے اور اس کی خبر شہروں شہروں پہنچ کر لغزش اس سے منقول رہ جاتی ہے[2] ذکرہ المناوی فی فیض القدیر (اسے علامہ مناوی نے فیض القدیر میں لکھا۔ت)

خدارا انصاف! ذرا یوں فرض دیکھئے کہ کتبِ مذہب میں جواز نماز غائب و تکرار جنازہ کی عام تصریحات ہوتیں، اور ایک قاضی ممدوح نہیں ان جیسے دو سو قاضی اسے ناجائز بتاتے اور کوئی شخص کتبِ مذہب کے مقابل ان دو سو سے سند لاتا تو دیکھیے یہ حضرات کس قدر غل مچاتے، اُچھل اُچھل پڑتے کہ دیکھو کتبِ مذہب میں تو جواز کی صاف تصریح ہے اور یہ شخص ان سب کے خلاف گیارھویں صدی کے دو سو قاضیوں کی سند دیتا ہم ان کی مانیں یا کتبِ مذہب کو حق جانیں، اور اب جو اپنی باری ہے تو تمام ائمہ مذہب کا اجماع، تمام کتبِ مذہب کا اتفاق سب بالائے طاق، اور تنہا قاضی ممدوح کو تقلید کا استحقاق، اس ظلم صریح وجہل قبیح کی کوئی حد ہے، مگر یہ ہے کہ جب کہیں کچھ نہ پایا الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتا سِوار (تنکا) پکڑتا ہے وباللہ العصمۃ۔

مدراج النبوۃ نہ کوئی فقہ کی کتاب ہے نہ اس میں یہ حکایت بغرض استناد، نہ شیخ کو اس پر تعویل واعتماد، وہ حنفی ہیں اور مذہب حنفی خود اسی کتاب میں اسی عبارت سے اوپر بتارہے ہیں، مذہب امام ابوحنیفہ

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الشہادات دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۱۱

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۱۴۷ تقوا الخ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۴۰

ومالکیہ رحمہم اللہ تعالٰی آنست کہ جائز نیست[1] (امام ابو حنیفہ ومالکیہ رحمہم اللہ تعالٰی کامذہب یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔ت) پھر اس پر دلیل بتا کر مخالفین کے جواب دیئے ہیں، نیز اس حکایت کے متصل ہی حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہر روز بہ نیت جملہ اموات مسلمین نماز غائب پڑھنے کی وصیّت نقل کرکے اس پر سکوت نہ کیا کہ کہاں قاضی علی بن ظہرہ اور کہا حضور پُر نور غوثیت مآب۔ مبادا غلامانِ حضور اس سے حنفیّہ کے لئے جواز خیال کریں لہٰذا معًا اس پر تنبیہ کو فرمادیا کہ ایشاں حنبلی اند ونزد امام احمد بن حنبل جائز است (وہ حنبلی ہیں اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک جائز ہے۔ت) اگر شیخ کو اس حکایت سے استناد مقصود ہوتا تو یہاں استدراک و دفع وہم نہ فرماتے بلکہ اسے اس کا مؤید ٹھہراتے **کما لا یخفی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم** (جیسا کہ پوشیدہ نہیں، اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔ت)

جواب سوالِ سوم: اولًا جبکہ آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ نماز غائب وتکرارِ نماز جنازہ پر دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ہر ناجائز گناہ ہے اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں۔ تو امام کا شافعی المذہب ہونا اس ناجائز کو ہمارے لیے کیونکر جائز کرسکتا ہے! رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی[2]۔ رواہ البخاری ومسلم وابو داؤد والنسائی عن امیر المؤمنین علی ونحوہ احمد والحاکم بسند صحیح عن عمران بن حصین وعن عمر وبن الحکم الغفاری رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	ناجائز بات میں کسی کی اطاعت نہیں۔ اسے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے امیر المومنین علی سے اور اسی کے ہم معنی امام احمد اور حاکم نے بسند صحیح عمران بن حصین سے اور عمر بن حکم غفاری سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

ثانیًا: یہاں اطاعتِ امام کا حیلہ عجیب پادر ہوا ہے۔ بھائیو! وہ تمھارا امام تو جب ہو کہ تم اس کی اقتداء کرو۔ پیش از اقتداء اس کی اطاعت تم پر کیوں ہو، اور جب تمھارے مذہب میں وہ گناہ وناجائز ہے تو تمھیں ایسے امر میں اس کی اقتداء ہی کب روا ہے ایہ وہی مثل ہے کہ کسی کودن نے کچھ اشعار قبیح وشنیع اغلاط پر مشتمل لکھ کر کسی شاعر کو سنائے۔ اس نے کہا یہ الفاظ غلط باندھے ہیں، کہا بضرورت

---

[1] مدارج النبوۃ انتقال شاہِ حبشہ نجاشی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۳۷۷

[2] صحیح البخاری کتاب الاحکام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۸۔۱۰۵۷، صحیح مسلم کتاب السلام نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۱۲۵، مسند احمد بن حنبل مروی از عمران بن حصین دارالفکر بیروت ۵/ ۶۶ و ۶۷

شعری، کہا با باشعر گفتن چہ ضرور۔

ثالثًا : جائز یا فرض و واجب نمازیں جن میں حنفی حسب شرائط مذکور بحر الرائق وغیرہ۔ اہلسنت کے کسی دوسرے مذہب والے مثلًا شافعی وغیرہ کی اقتداء کرے۔ اس میں ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جو امور ہمارے مذہب میں اصل سے محض ناجائز ہیں، ان میں اس کی پیروی نہ کرے اگرچہ اس کے مذہب میں جائز ہوں۔ مثلًا صبح کی نماز میں وہ قنوت پڑھے تو یہ نہ پڑھے۔ نماز جنازہ میں امام پانچویں تکبیر کہے تو یہ نہ کہے عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

انما یتبعه فی المشروع دون غیرہ[1]۔	اس کی پیروی صرف مشروع میں کرے گا غیر میں نہیں ۔(ت)

تنویر میں ہے:

یاتی الماموم بقنوت الوتر لا الفجر بل یقف ساکتا[2]۔	مقتدی قنوتَ وتر پڑھے فجر نہ پڑھے بلکہ خاموش کھڑا رہے ۔(ت)

بحر میں ہے:

لوکبّر خمسا فی الجنازۃ حیث لا یتابعه فی الخامسة[3]۔	اگر امام نے جنازہ کے اندر پانچ تکبیریں کہیں تو پانچویں میں اس کی پیروی نہ کرے۔(ت)

جب بعد اقتداء یہ حکم ہے تو قبل اقتداء امر ناجائز و نامشروع میں اقتداء کی اجازت کیونکر ممکن۔ غرض مذہب مہذب حنفی کا حکم تو یہ ہے۔ باقی جو کوئی غیر مقلد بننا چاہے تو آج کل آزادی و بے لگامی کی ہوا چل رہی ہے ہر شخص کو شتر بے مہار ہونے کا اختیار ہے اور اس کے رَد میں بحمد اللہ تعالٰی ہمارے رسائل النہی الاکید وغیرہ کافی۔

واللّٰه المستعان علی اهل طغیان ، واٰخردعوٰنا ان الحمد للّٰه رب العلمین و افضل الصلوٰۃ و اکمل	سرکشی والوں کے خلاف خداہی سے مدد طلبی ہے، اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ تمام حمد خدا کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور بہتر

[1] العنایۃ علٰی ھامش فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۰
[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴
[3] بحر الرائق باب الوتر والنوافل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۵

السلام علی سیدالمرسلین محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین اٰمین واللہ تعالٰی اعلم۔	درود۔ کامل تر سلام رسولوں کے سردار حضرت محمد پر اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ الٰہی! قبول فرما۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۸۸: مرسلہ عبدالغفار بن عثمان سرش والہ مقام احمد آباد گجرات محلّہ کالو پور خشکلاکی بول جامع علوم مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب بعد از سلام نیاز اینکہ یہاں میرے اور ایک شخص کے درمیان تقریر ہوئی کہ مقولہ میرا یہ ہے کہ حضرت اُمّ المؤمنین خدیجۃ الکبرٰی کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی، اگر پڑھی گئی ہے تو پیش امام کون تھا؟

بنظرِ عنایت جواب باصواب مع حوالہ کتبِ معتبرہ ارقام فرمائیں کہ یہاں کے علماء سے تشفّی نہیں ہوئی۔

الجواب:

فی الواقع کتب سِیَر میں علماء نے یہی لکھا ہے کہ ام المومنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا کے جنازہ مبارکہ کی نماز نہیں ہوئی کہ اس وقت یہ نماز ہوئی ہی نہ تھی۔ اس کے بعد اس کا حکم ہوا ہے۔ زرقانی علی المواہب میں ہے:

فی رمضان بعد البعث بعشر سنین ماتت الصدیقۃ الطاھرۃ خدیجۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا ودفنت بالحجون ونزل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حفرتھا ولم تکن یومئذ الصلٰوۃ علی الجنازۃ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	صدیقہ طاہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے بعثت کے دس سال بعد ماہِ رمضان میں وفات پائی اور مقامِ حجون میں دفن کی گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کی قبر میں اُترے اس وقت نماز جنازہ نہ تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۹: از شہر بریلی، مدرسہ اہلسنت وجماعت، مسئولہ مولوی رجب الدین یکے از طلبائے مدرسہ مذکور ۴ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ قبر شق اکثر ملک میں جو اہل اسلام بناتے ہیں، خلاف اور ناجائز طریقے سے بناتے ہی جس کا نقشہ یہ ہے۔
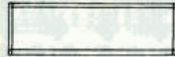
بلکہ قبر شق کی صورت میں وہ یہ بتاتا ہے کہ نقشہ مذکورہ کے درمیان اور

[1] شرح الزرقانی علی المواہب وفاتِ خدیجہ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۶

ایک بہت چھوٹی سی مثل نہر کے شق بنا کر۔ اُس نہر صغیر میں نقش قبلہ رُخ دائیں کروٹ پر رکھیں۔ اور شق اسی کو کہتے ہیں۔ نقشہ یہ ہے:

4/4 جائے مُردہ
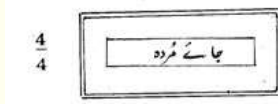
آیا یہ صورت ثانی جو شخص مذکورہ نے ایجاد کی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں، اور شق سے یہی مراد ہے؟ اور عبارت علمگیری میں ہے: **ان تحفر حفیرۃ کالنھر وسط القبر** [1] (قبر کے درمیان میں نہر کی طرح ایک گڑھا کھودا جائے۔ت) اس حفیرہ سے یہی صورت ثانیہ مراد ہے یا اول اُس کا یہ قول جو اکثر ملکوں میں مروج ہے یہ حفیرہ ہے یعنی قبر اور بعد کھودنے قبر کے نہر صغیر بنا کر مُردہ کو اس میں رکھے اسی کو شق کہتے ہیں جو کہ نہر کے نیچے آدھ گز سے بھی کم ہوگی۔ پس حضرات مفیتانِ عظام و علمائے کرام کثرہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں غور فرما کر موافق مذہب حنفی بحوالہ کتب فتوی دیں عند اللہ اجرِ عظیم پائیں۔

الجواب:

شق کی معنی یہ ہے کہ اول ایک مستطیل زیادہ عریض وطویل کھودیں پھر اس کے وسط میں دوسرا مستطیل اُس سے چھوٹا اور طویل میں قامت میّت سے کچھ زائد اور عریض میں نصف قامت کے برابر اور عمق میں سینہ تک یا قدآدم کھودیں۔ اس دوسرے مستطیل میں میّت کو قبلہ رُو رکھیں اور اس کے اوپر مستطیل اول کے اندر تختوں وغیرہ سے بند کرکے مستطیل اول کی جگہ مٹی سے بھر دیں اور سطح زمین سے پاؤ گز بلند مٹی رکھیں۔ یہی طریقہ شق کا ہے اور یہی ہندوستان میں معمول ہے۔ اور یہی عبارتِ علمگیریہ کا مفہوم ہے۔ پہلی صورت کہ صرف ایک مستطیل کھودیں اور اس میں میّت کو رکھ کر مٹی بھر دیں یا تختے رُوئے زمیں پر رکھ کر اُن میں مٹی ڈال دیں، نہ شق ہے نہ ہندوستان خواہ کسی ملک میں رائج ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

صفۃ الشق ان تحفر حفیرۃ کالنھر وسط القبر ویبنی جانباہ باللبن اوغیرہ ویوضع المیّت فیہ ویسقف کذافی معراج الدرایۃ [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم	شق کی صورت یہ ہے کہ قبر کے بیچ میں نہر کی طرح مسطیل ایک گڑھا کھودا جائے جس کے دونوں کنارے کچّی اینٹوں یا کسی اور چیز سے بنادیں اور اس میں میّت کو رکھ کر اُوپر سے چھت کی طرح بند کردیں۔ ایسا ہی معراج الدرایۃ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السادس فی القبر والدفن الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السادس فی القبر والدفن الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۶

مسئلہ ۹۰: از قصبہ مؤناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ مدرسہ دارالعلوم مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۱۱صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مُردہ کو قبر کے پچھم جانب سے گور میں ڈالنا چاہئے اور بعض کہتے ہیں کہ دکھن جانب سے ڈالے۔

الجواب:

ہمارے نزدیک مستحب یہی ہے کہ میّت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں لے جائیں۔ دُرمختار میں ہے:

ویستحب ان یدخل من قبل القبلۃ بان یوضع من جھتھا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	مستحب یہ ہے کہ میّت کو قبلہ کی طرف سے داخل کریں اس طرح کہ اسی سمت سے اتاریں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۱: از اپربرہما ضلع کتھا پوسٹ لین مسئولہ امیر خان دکاندار ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتب فقہیہ میں لکھتے ہیں کہ میّت کا منہ قبلہ کی طرف کیا جائے، اس سے کیا مراد ہے، اس میں پانچ صورتیں ہیں: پہلی صورت تو یہ ہے کہ میّت کو صندوقی قبر میں اس طرح سے داہنی کروٹ پر لٹائیں کہ تمام بدن کا بوجھ داہنی کروٹ پر اور داہنی کروٹ کا تمام بوجھ داہنے بازو پر گرے اور میّت کی پیشانی، ناک، گھٹنا صندوق کی داہنی طرف کی دیوار سے لگا کر پشت کی طرف پتھر اور ڈھیلے رکھ دئے جائیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ میّت کے بائیں پہلو کو اٹھا کر اس کے نیچے ڈھیلے دے کر میّت کو بائیں پہلو بل رکھیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ میّت کو چِت لٹایا جائے اور فقط منہ ہی قبلہ کی طرف پھیر دی جائے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ قبر کھودتے وقت قبر کی داہنی طرف تھوڑا نیچا اور بائیں طرف تھوڑا اونچا کرکے کھودی جائے۔ لاش رکھنے کے بعد داہنے پہلو پر ہو کر قبلہ رُخ ہو جاتی ہے۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ میّت کا پاؤں قبلہ کی طرف اور منہ پورب کی طرف کیا جائے جیسا کہ حالتِ نزع میں ہے۔ کتبِ فقہ میں ان صورتوں میں کون صورت مراد ہے اور اگر سب جائز ہیں تو اعلٰی وافضل کون ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

پانچویں صُورت محض ناجائز ہے کہ سنت متواترہ مسلمین کے محض خلاف ہے اور افضل طریقہ یہ ہے کہ میّت کو دہنی کروٹ پر لٹائیں۔ اس کے پیچھے نرم مٹی یا ریتے کا تکیہ سابنادیں اور ہاتھ کروٹ سے الگ رکھیں، بدن کا بوجھ ہاتھ پر نہ ہو اس سے میّت کو ایذا ہوگی۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۴

ان المیّت یتاذی ممایتاذی به الحی [1]۔	بے شک مُردے کواس سے ایذا ہوتی ہے جس سے زندے کو ایذا ہوتی ہے۔(ت)

اور اینٹ پتھر کا تکیہ نہ چاہئے کہ بدن میں چبھیں گے اور ایذا ہوگی اور ناک وغیرہ اعضاء دیوار قبر سے ملادینے کی اجازت نہیں، نہ اس کی کوئی وجہ۔ اور جہاں اس میں وقت ہو توچت لٹا کر منہ قبلہ کو کردیں، اب اکثر یہی معمول ہے اور اگر معاذاللہ منہ غیر قبلہ کی طرف رہااور ایسا سخت ہوگیا کہ پھر نہیں سکتا تو چھوڑدیں اور زیادہ تکلیف نہ دیں۔ چھوتی صورت بھی بالکل خلافِ سنت ہے اور اس میں بھی میّت کے لیے اذیت ہے کہ بیٹھنے میں دقت ہوگی۔ ملائکہ کہ سوال کے لئے آتے ہیں، میّت کو بٹھاتے ہیں، ایسی ڈھلوان جگہ پر بیٹھنا بہت دشوار ہوگا۔ اور دوسری صورت بھی ناقص ہے، بہتر پہلی صورت ہے، مگر ان اصلاحوں کے بعد جو ہم نے لکھیں۔ دُرمختار میں ہے:

ویوجه الیها وجوبًا وینبغی کونه علی شقه الایمن [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم	واجب ہے کہ اسے قبلہ رو کیا جائے اور اسے داہنی کروٹ پر ہونا چاہیئے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲ تا ۹۳: **(۱)** قبر میں سے جس قدر مٹی نکلی وہ سب اس پر ڈال دینا چاہئے یا صرف بالشت یا سوا بالشت قبر کو اونچا کرنا چاہئے؟

(۲) میّت کو دفن کرتے ہی آدمیوں کو منتشر ہوجانا چاہئے یا گھر پرآن کر فاتحہ پڑھ کر پھر منتشر ہونا چاہئے جیسا کہ آج کل رواج ہے؟

الجواب:

(۱) صرف بالشت بھر۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) بہتر یہ ہے کہ منتشر ہوجائیں، پھر میّت کے گھر جانے کو لازم نہ سمجھیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۴: از شاہجہان پور، محلّہ رنگی چوپال مسئولہ سلامت اللہ رضوی ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ پُرانی قبر ہو یا جدید (جدید سے مراد جسے بنے ہوئے تھوڑا زمانہ گزرا ہو مگر اس یوم عاشورہ سے پہلے کی ہو) اس خاص کر عاشورہ کے دن پانی چھڑکنا بہتر ہے، یہ قول زید کیسا ہے؟ اور عمرو کا سوال یہ ہے کہ یوم عاشورہ سے علاوہ دنوں میں قبروں پر پانی چھڑکنا کیا حکم رکھتا ہے اور بعد دفن میّت کے قبر پر پانی چھڑکنا کیا حکم

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۲۲۹

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۵

رکھتا ہے؟ مفصل مدلل بحوالہ کتب جواب باصواب مرحمت فرمایا جائے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

بعد دفن قبر پر پانی چھڑکنا مسنون ہے اور اگر مرورِ زمان سے اس کی خاک منتشر ہوگئی ہو اور نئی ڈالی گئی یا منتشر ہوجانے کا احتمال ہو تو اب بھی پانی ڈالا جائے کہ نشانی باقی رہے اور قبر کی توہین نہ ہونے پائے بہ علل فی الدر وغیرہ ان لایذھب الاثر فیمتھن (درمختار وغیرہ میں یہ علّت بیان فرمائی ہے کہ نشانی مٹ جانے کے سبب بے حرمتی نہ ہو۔ت) اس کے لئے کوئی دن معین نہیں ہوسکتا ہے جب حاجت ہو اور بے حاجت پانی کا ڈالنا ضائع کرنا ہے اور پانی ضائع کرنا جائز نہیں، اور عاشورہ کی تخصیص محض بے اصل وبے معنی ہے **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۵: از شہر علی گڑھ محلّہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد صاحب سوداگر پارچہ بنارسی ۴ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ہندہ کو قبر میں اتارنے اور تختے لگانے کے بعد مٹی کچھ ہی دی گئی کہ بارانِ رحمت شروع ہوگئی ہندہ کی قبر پر بارش کے پانی کے علاوہ اور پانی ڈالنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ کچھ اشخاص کہتے ہیں جس مُردہ کی قبر پر بجائے پانی دنیا کے بارانِ رحمت ہو وہ مُردہ جنتی ہے، اس کی کچھ اصلیّت شرع میں ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب:

بارش رحمت فالِ حسن ہے خصوصًا اگر خلافِ عادت ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۶: از شہر کہنہ ۱۱جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین کہ بعد مُردنِ میّت تا دفنِ میّت از کدام چل سوال از میّت می پرسند۔ بینواتوجروا۔	کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ میّت کے مرنے کے بعد سے دفن ہونے تک کون سے چالیس سوال میّت سے ہوتے ہیں؟ بینواتوجروا۔ (ت)

الجواب:

سوال از میّت بعد دفن ست پیش ازاں ہیچ سوالے در حدیث نیامدہ۔ واللہ تعالٰی اعلم	میّت سے سوال دفن کے بعد ہوتا ہے اس سے پہلے کوئی سوال حدیث میں نہ آیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ ۹۷: از موضع شمس آباد ضلع کیمل پور پنجاب مسئولہ مولوی غلام ربانی صاحب ۱۱جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین، خصوصًا حضرت عالم اہلسنت وجماعت مجدّد مائۃ حاضرہ زید مجدہم اس مسئلہ میں کہ ضلع کیمل پور کے پچاس ساٹھ موضع میں اور ایسا پشاور کے ضلع میں دس بیس موضع میں گاہے گاہے

امام مسجد بعد دفن میّت کے آلات کندیدنی گور قبر کے سر سے لے کر قبر کی پاؤں کی طرف کو ڈلواتا ہے اور اس کو موجب امن گور جانتا ہے اور یہ حدیث پیش کرتا ہے:

من رش الماء علی القبر و القی اٰلته التی حفر بھا القبر امن من عذاب القبر اھ	جس نے قبر پر پانی چھڑکا اور جس سامان سے قبر کھودی گئی تھی اسے ڈال دیا تو عذابِ قبر سے مامون ہوا۔ (ت)

کسی کتاب کے اندر سے یہ مسئلہ نہیں دکھا سکتے، فقط کسی کتاب کے وقایہ پر لکھا، یا دکھاتے ہیں جو کہ خود انھوں نے یا ان کے باپ دادا نے لکھا ہوگا، منیۃ المریدین اور خزانۃ الروایات کا حوالہ دیتے ہیں مگر وہ بھی غلط ہے کیونکہ عرصہ تین سال سے چند کتب خانے تلاش کرچکے، نہ وہ کتابیں ان کو ملیں، نہ اور کسی کتاب سے اس کا شاہد پایا، کسی اپنے باپ دادا اور کسی مولوی اخوندزادہ کا قول و فعل ثابت کرتے ہیں اور یہ رواج بھی ابھی پچاس ساٹھ سال کا ہے اور علمائے کرام پنجاب وافغانستان کہ جو اس فعل کے مانع ہیں وہ کہتے ہیں کہ اول جملہ اس عبارت کا توبیشک منصوص ہے مگر جملہ القائے الات کا مخترعہ ہے، ابتداء یوں ہوئی ہوگی کہ بعد دفن میّت کے آلات قبر کو بطور شمار کرنے کے سرہانے والے نے پاؤں والے کی طرف کو (جو کہ عادۃً بعد دفن کھڑے ہو کر جانا چاہتے ہیں تو اس وقت بیلچہ گرووں معول شمار کرکے اپنا اپنا لے جاتے ہیں) دینے یا شمار کرنے کے لئے پھینک دیا ہوگا، کسی نے نادانی سے اس کا اس صورت سے ڈالنا ہی سمجھ لیا ہوگا۔ بعد کو جب نزاع ہوا ہوگا تو مروج نے عزت بچانے کے لئے یہ عبارت بنا کر حدیث کی عبارت سے مناسبت دیکھ کر ملالی ہوگی۔ اور واقعی ایسا بہت جگہ ہوا ہے کہ پہلے زمانے کے بعض کم علموں نے اپنی کسی بات کی تحقیق وتاکید کے لئے قلمی کتابوں میں جو جو مضمون بڑھایا یا کم کیا اب وہ چھاپے ہوجانے کے بعد ان کا پتا چل رہا ہے۔ مانعین کہتے ہیں کہ اس کام کو ثواب سے کیا علاقہ ہے، ایک مولوی اس فعل بے اصل کے فاعل نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ جیسا کہ ان آلات کو میّت کی قبر کھودنے میں تکلیف ہوئی ہے اب مناسب ہے کہ یہ آلات بھی میّت کے اوپر سے گزریں تاکہ بدلہ ہوجائے اس کا جواب بھی ترکی بہ ترکی دیا گیا کہ چاہئے کہ گورکن لوگ بھی میّت یا اس کی قبر سے کُود کر پاؤں کی طرف کو چلے جایا کریں، عجیب جہالت ہے۔ بعدہ علمائے مانعین نے اشتہار دے دیا کہ فعل بدعت سیئہ معلوم ہوتا ہے۔ ہزاروں کتابیں تلاش کی گئیں پتا نہ ملا اور مجوزین بھی نہیں دکھا سکتے۔ لہٰذا ترک کرنا چاہئے۔ زید امام مسجد کہتا ہے کہ عدم ذکر فی الکتب کے ساتھ دلیلِ عدم جواز اس فعل پر لانا درست نہیں۔ عبارت اس کے مکتوب کی یہ ہے:

عدم وجود المسئلۃ فی کتب الفقه واصول الفقه والتفسیر والحدیث وغیرھا نفی الذکر و الذکر فی الکتب من الدلیل	(۱) مسئلہ کا فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر، حدیث وغیرہ کی کتابوں میں موجود نہ ہونا نفی ذکر ہے۔ اور دلیل کتابوں میں مذکور ہونا ہے، تو نفی ذکر سے تمسک بلا دلیل ہے

فالتمسك بنفی الذکر بلادلیل والتمسك بلادلیل من الوجود الفاسدة التی لاعبرة بہا عند الحنفیة کما ذکرہ صاحب غایة التحقیق شرح الحسامی وصاحب نور الانوار شرح المنار و [۲] ایضاان الحرمة و الکراھة حکمان شرعیان لابدلھما من الدلیل کما ھو مصرح فی ردالمحتار فی قولہ و النتن الذی الخ و الاصل فی الاشیاء الاباحة الاصلیة کما ھو مسطور فی الاشباہ وھھنا لادلیل علیہا فبقی امر الالقاء المذکور فی الافتاء علی الاباحة الاصلیة مع انضمام تعامل العلماء من المواضع المتعددة الذی ھو قسم من الاجماع کما ھو مذکور فی فصول الحواشی لاصول الشاشی و [۳] ایضا ان البدعة السیئة ماتکون رافعة لسنة مثلھا کما مصرح فی مشکوٰة المصابیح واذا لم یثبت سنیة عدم الالقاء بالدلیل المعتبر فکیف یتفوہ ببدعة الالقاء و [۴] ایضا الذکر المنفی فی الکتب المعتبرة اعم من الایجاب والسلب فکیف رجح المانع السلب علی الایجاب و [۵] ایضا ان الکتب ساکتة من منع الالقاء وفعلہ ولاحکم فی الساکت کما ذکرہ فی عدة من کتب اصول الفقة فی تعلیق ومن لم یستطع منکم طولا۔ الخ	اور تمسّک بلادلیل ان وجوہ فاسدہ سے ہے جن کا حنفیّہ کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں، جساکہ صاحب غایۃ التحقیق شرح حسامی اور صاحبِ نورالانوار شرح منار نے ذکر کیاہے۔(۲) حرمت او رکراہت ایسے حکم شرعی ہیں جن کے لئے دلیل ضروری ہے جیساکہ ردالمحتار کی عبارت والنتن الذی الخ میں اس کی صراحت ہے، اور اشیاء میں اصل اباحت اصلیہ ہے، جیساکہ اشباہ میں لکھا ہوا ہے، اور یہاں ان دونوں پر کوئی دلیل نہیں تو فتوے کی رُو سے القائے مذکور کا حکم اباحتِ اصلیہ پر باقی رہا۔ اس کے ساتھ متعدد مقامات کے علماء کا تعامل بھی شامل ہے جوایک قسمِ اجماع ہے جیسا کہ فصول الحواشی لاصول الشاشی میں مذکور ہے۔(۳) بدعتِ سیئہ وہ ہے جو ویسی ہی سنت کو ختم کرنے والی ہو جیساکہ مشکٰوۃ المصابیح میں صراحت ہے۔ اورجب معتبر دلیل سے عدمِ القاء کا مسنون ہونا ثابت نہیں تو لقاء کو بدعت کیسے کہا جارہا ہے! (۴) کتبِ معتبرہ کا سکوت (ذکرِ منفی) ایجاب وسلب سے اعم ہے تو مانع سلب کو ایجاب پر ترجیح کیسے دے دی گئی! (۵) کتابیں القاء کے منع وفعل سے ساکت ہیں اور ساکت کا کوئی حکم نہیں ہوتا جیساکہ متعدد کتب اصول فقہ میں ارشاد باری تعالٰی وَمَنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ مِنۡکُمۡ طَوۡلًا الخ کی تعلیق کے تحت مذکور ہے۔(ت)

تمام ہوئی مولوی مجوز کی جس رسم خط سے کہ اس نے لکھی تھی۔ عرضیہ نیاز فقیر خادمِ دربار محمد غلام ربانی

الجواب:

بیشک فعل مذکور بروجہ مذبور بدعت سیسہ شنیعہ واجب الترک ہے۔ فی نفسہٖ وہ ایک فعل عبث تھا جس میں عقلاً ونقلاً کوئی فائدہ نہیں اوراس کی وجہ کہ مجوز نے بیان کی محض مضحکہ ہے۔ آلات کو تکلیف ہونا کیا معنی! اور ہو بھی تواس گزار دینے میں ان کو کیاآرام، یہ بھی حرکت ہے کہ باعث تکلف ہے اور میّت پر کیاتکلیف کہ بدلہ ہو، اور ہو بھی تو میّت کا کیا قصور! تکلیف حفاروں نے دی یاحفر کرانے والوں نے، توان پر سے آلات گزارے جائیں، اور بالفرض میّت مجرم ہے کہ اس کے سبب تکلیف ہوئی تو احیاء بدرجہ اولٰی، تو عمارت بنوانے والا اگرچہ بادشاہ کہ قلعہ بنوائے روز شام کو تمام آلات معماران ومزدوران اس پر سے گزارے جائیں۔ نہیں نہیں، یہ خود اس پر سے اتریں کہ حقیقۃً تکلیف توانہی کو ہوئی۔ اور میّت پر سے چارپائی کیوں نہیں اتاری جاتی جواس نے راستے بھر توڑی، آلات اس کاشکر نہیں کرتے کہ ان سے اقامت فرض کی' الٹے شاکی ہوتے ہیں، اور فرض میں جب یہ بدلہ ہے توخطیب کہ محض ادائے سنت کے لئے منبر پر بوجھ ڈالتا ہے وہاں تو سر سے منبر اتار دیناکافی بھی نہ ہوگا بلکہ بعد خطبہ خطیب کے سرپر منبر لاد دینا چاہئے، غرض جہل عجیب چیز ہے اس کے رد میں اطاعت سے زیادہ وقت عزیز ہے، ہاں اس سے اس کاعبث ہونازیادہ واضح ہوگیاکہ اس کے حامی بھی کوئی فائدہ نہ بتاسکے، ناچار مضحکہ تراشا، اور عبث بجائے خود بیہودہ ہے نہ کہ قبر ومیّت کے ساتھ کہ محل تذکر واعتبار ہیں، نہ کہ جائے لغویات بیکار، ایسی ہی جگہ کے لئے ارشاد ہدایہ ودرر وغنیہ وتقریر کفایہ وعنایہ وفتح القدیر ہے:

العبث خارج الصلٰوۃ حرام فماظنك فی الصلٰوۃ [1]۔	عبث نماز کے باہر ہو تو حرام ہے پھر نماز کے اندر ہو تو کیسا ہوگا۔(ت)

پھراس عبث مبغوض کو دین میں نافع اور میّت سے عذاب کادافع سمجھ کر کرتے ہیں، یہ قطعاً شرع میں زیادت واختراع وشنیع ابتداع ہے، اور حدیث کے نام سے جو عبارت پیش کی ساختہ کذاب وضاع ہے، جاہل کو عبارت بنانی بھی نہ آئی، یااجہلوں نے اپنی جہالت بڑھائی القی اٰلتہ التی حفر بہا القبر سے یہ مضمون کیونکر ادا ہوا کہ قبر پر سے اتاریں، خصوصًا یوں کہ سرہانے سے پائنتی پھینکیں اور من کی جزامیں امن من عذاب

[1] الہدایۃ فصل ویکرہ للمصلی الخ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۱۸

القبر تواس کا مفید کہ ایسا کرنے والا عذاب قبر سے محفوظ رہے گا، نہ کہ میّت۔ بالجملہ اس بدعت عبث عند القبر بلکہ عبث مع القبر نے سنیتِ تذکر و اعتبار کا رفع کیا اور اس ادعائے امن من عذاب القبر نے سنت ولا تقف مالیس لك به علم (اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ت) رفع کرکے اس کی جگہ کبیرہ تقولون علی اللہ مالا تعلمون (خدا پر تم وہ بولتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ت) رکھ دیا اس کے بدعت شنیعہ قبیحہ ہونے میں کیا شک رہا۔ دلائل منع یہ ہیں، نہ یہ کہ سکوت کتب ولا دلیل سے استدال کیا ہو، وہ مدعی نفع نہ دفع عذاب پر رَد کو تھا کہ تلك کلمة ھو تجا ھلھا، ما انزل اللہ بھا سلطان (وہ ایسی بات ہے جس سے وہ نادان بنا خدا نے اس کی کوئی سند نہ اتاری۔ت) اور یہ رد قطعًا صحیح ہے۔ بلاشبہ دعوی بے دلیل۔ قطعًا باطل وذلیل۔ فواتح الرحموت میں جس صفحہ میں لا دلیل سے فسادِ استدلال کا ذکر ہے اس میں چند سطر کے بعد ذکرِ استصحاب میں ہے: الحکم بلا دلیل باطل [1] (حکم بلا دلیل باطل ہے۔ت) خصوصا یہاں کہ ایسا ہوتا ضرور امر تعبدی غیر معقول المعنٰی ہوتا جس کے لئے خاص نصِ شارع درکار۔ اور وہ قطعًا مقصود، تو ادعائے مخالف یقینا مردود۔ اور محدود مواضع کے محدود اشخاص کا پچاس ساٹھ برس سے کوئی فعل تراش لینا اسے تعامل وقسمِ اجماع قرار دینا کس درجہ علم سے بعید و مطرود۔

وقد فرغنا من ابانته فی کتابنا شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر. ھذا وقد اندفعت بما ذکرنا قعا قع المجوزین بامرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم	ہم اسے اپنی کتاب "شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر" میں بیان کرچکے ہیں، یہ ذہن نشین رہے، اور ہمارے بیان سے اس کام کو جائز کہنے والوں کی بے معنی آوازیں دفع ہوگئیں، اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔(ت)

مسئلہ ۹۸: از دلیر گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ یا شبِ جمعہ کے سوا کسی اور دن میں مسلمان کا انتقال ہو تو اس کو جمعہ کے سپرد کرنا یعنی جمعہ تک قبر پر بیٹھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

بعد دفن اتنی دیر بیٹھنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے، مسنون ہے۔ صحیح مسلم شریف میں اس بارے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث وارد ہے [2] اور زیادہ دیر یا دنوں تک بیٹھنا بھی ممنوع نہیں، بلکہ وہاں لغو وبیہودہ باتیں کرنے، ہنسنے وغیرہ غفلت وقسوت کی حرکات سے بچیں، اور تلاوت و درود خوانی اور اعمال حسنہ میں مشغول رہیں کہ یہ امور موجب نزولِ رحمت ہوتے ہیں، اور احیاء کے پاس ہونے سے مردے کا دل بہلتا ہے کما بیناہ فی حیاۃ الموات (جیسا کہ اسے 'حیات الموات' میں بیان کیا ہے۔ت) جمعہ تک بیٹھنے کا منشاء غالبًا وہ روایت ہے

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی ۲/ ۳۵۹

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۷۶

جو امام نسفی نے بحر الکلام میں ذکر فرمائی کہ مسلمان پر معاذاللہ عذابِ قبر اگر ہوتا ہے تو صرف جمعہ تک ہوتا ہے شبِ جمعہ آتے ہی اٹھالیا جاتا ہے اور پھر عود نہیں کرتا۔ امام سیوطی وعلامہ علی قاری کو اگرچہ اس روایت میں توقف ہے مگر عقلاً وشرعاً امر نافع محض کو صرف احتمال کافی ہوتا ہے۔ اگر یہ روایت مطابق واقع ہے تو جب تک معاذاللہ اندیشہ تھا۔ ایصالِ ثواب واستنزالِ برکات ذکر وقران سے اس کی مدد کی گئی، جب جمعہ آگیا خود رحمتِ الٰہی اس کی متکفل ہولی۔ اور اگر نامطابق ہے تو اتنے دنوں آخر مسلمان محتاج کی مدد ونفع رسانی ہی ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ ف فلینفعہ [1]۔ رواہ مسلم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہنچاسکے پہنچائے، اسے مسلم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔(ت)

بہر حال یہ کام خیر سے خالی نہیں جبکہ نیۃً یا عملاً اس کے ساتھ کوئی محذورِ شرعی نہ ہو۔ شرح الصدور شریف میں ہے:

عمم النسفی فی بحرالکلام فقال ان الکافر یرفع عنہ العذاب یوم الجمعۃ ولیلتھا وجمیع شھر رمضان، قال واما المسلم العاصی فانہ یعذب فی قبرہ لکن یرفع عنہ العذاب یوم الجمعۃ ولیلتھا ثم لایعود الیہ الی یوم القیمۃ وان مات یوم الجمعۃ اولیلۃ الجمعۃ یکون لہ العذاب ساعۃ واحدۃ وضغطۃ القبر کذلك ثم ینقطع عنہ العذاب ولایعود الیہ الی یوم القیمۃ انتھی وھذا یدل علی ان عصاۃ المسلمین لا یعذبون سوی جمعۃ واحدۃ وحدۃ اودونھا وانھم اذا	امام نسفی نے بحر الکلام میں عام لگاتے ہوئے کہا کہ روز شب جمعہ اور پورے ماہ رمضان میں کافر سے عذاب اٹھالیا جاتا ہے اور گنہگار مسلمان کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے، مگر اس سے روز اور شب جمعہ اٹھالیا جاتا ہے پھر قیامت تک دوبارہ عذاب نہیں ہوتا، اور اگر روزِ جمعہ یا شب جمعہ کو انتقال کیا ہے تو صرف ایک ساعت عذاب ہوتا ہے۔ قبر کے دبانے کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔ پھر اس سے عذاب بند ہوجاتا ہے اور قیامت تک پھر نہیں لوٹتا۔ انتہی۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ گنہگار مسلمانوں کو ایک جمعہ تک یا اس سے بھی کم عذاب ہوگا اور جب

[1] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۲۲۴

وصلوا الٰی یوم الجمعۃ انقطع ثم لایعود وھو یحتاج الٰی دلیل[1] اتنھی۔	جمعہ کادن آجائے گا تو بند ہو جائے گا پھر دوبارہ نہ ہوگا۔ اس بارے میں دلیل کی ضرورت ہے انتہی۔ (ت)

اسی طرح منح الروض الازہر میں ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹ تا ۱۰۲: کیافرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) میّت کا دفن بلااجازت کسی شخص کی اراضی میں کوئی قابل مواخذہ فعل ہے؟

(۲) کیاایسا کرنے والے گنہگار نہ ہوں گے؟

(۳) کیامیّت کے حق میں یہ فعل اَولٰی ہے؟

(۴) اگر میّت وصیت اس کے متعلق کرے تو کیا پسماندہ گانِ میّت اس پر اس طور سے عمل کریں کہ بلااجازت مالک زمین کے میّت کو دفن کردیں تو کیا عندالشرع ی فعل میّت یا پسماندگان کے واسطے موجبِ ثواب ہوگا؟

الجواب:

بے اجازت مالک اس کی زمین میں دفن کرنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والے گنہگار ہیں، میّت اگر اس کی وصیّت یُوں کر گیا کہ چاہئے مالک اجازت دے یا نہ دے مجھے وہیں دفن کرنا تو وہ بھی سخت گنہگار ہے۔ میّت یا پسماندگان کے لئے ثواب کیسا! اس میں استحقاقِ عذاب ہے، مالک کو اختیار ہے کہ میّت کی نعش نکال دے اور اپنی زمین خالی کرلے یا نعش رہنے دے اور قبر برابر کرکے اس پر جو چاہے بنائے، چلے پھرے، تصرف کرے کہ قبر کی جو حدیثیں ہیں ایسی ناجائز قبر کے لیے نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **لیس لعرق ظالم حق**[2] (کسی ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔ ت) درمختار میں ہے:

لایخرج منہ بعد اہالۃ التراب الالحق ادمی کان تکون الارض مغصوبۃ ویخیر المالك بین اخراجہ ومساواتہ بالارض[3]۔	مٹی ڈالنے کے بعد میّت کو قبر سے نہ نکالا جائے گا مگر کسی آدمی کے حق کے باعث مثلاً یہ کہ زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک کو اختیار ہوگا کہ مُردہ کو باہر نکالے یا قبر زمین کے برابر کردے۔ (ت)

[1] شرح الصدر بشرح حال الموتٰی والقبور باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷۶

[2] سنن ابی داؤد باب احیاء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۱

[3] درمختار باب صلوٰۃ الجنازہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

یہ اصل حکم فقہی ہے، مگر مسلمان نرم دل اور دوسرے مسلمان خصوصًا میّت پر رحم دل ہوتا ہے، قال اللہ تعالٰی رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ[1] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وہ آپس میں رحم دل ہیں۔ت) اگر وہ در گزر کرے گا اللہ عزوجل اسکی خطاؤں سے در گزر فرمائے گا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ[2] (کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ خدا تمھیں بخشے؟۔ت) اگر وہ اپنے مردہ بھائی پر احسان کرے گا اللہ اس پر احسان کرے گا کما تدین تدان[3] (جیسا تم کروگے ویسا ہی تمھارے ساتھ کیا جائے گا۔ت) اگر وہ اپنے مردہ بھائی کا پردہ فاش نہ کرے گا اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا من ستر سترہ اللہ[4] (جو کسی کی پردہ پوشی کرے خدا اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ت) اگر وہ اپنے مردہ بھائی کی قبر کا احترام کرے گا اللہ اس کی زندگی وموت میں اسے احترام بخشے گا۔ اللہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیہ[5] (اللہ بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳: از حیدرآباد دکن شہر سکندرآباد محلّہ نلاگٹہ مکان سید محمد اکبر صاحب ماسٹر ریلوے مرسلہ سید غلام غوث صاحب ۶ صفر ۱۳۱۷ھ

زمین جو دوامی پٹہ کی ہو اس میں دفن جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دفن کے لیے ملکی زمین چاہیے، پھر اس بناء پر تو جاگیرات میں دفن جائز نہ ہوگا۔ بیّنوا توجروا

الجواب:

بلا شبہ جائز ہے جبکہ باجازت مستاجر ہو۔ ملک غیر ہونا منافیِ جوازِ دفن نہیں، غایت یہ کہ مالک کو ازالہ قبر کا اختیار ہوگا۔ مگر جب اس کا اجارہ دوامی ہو تو مالک کی طرف سے یہ اندیشہ بھی نہیں یہاں تک کہ علماء نے دوامی اجارہ کی زمین میں مسجد بنانے کی اجازت دی اور اس میں وقف صحیح مانا اسی بنا پر کہ وہ ہمیشہ رہے گی تو تائید حاصل ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی اسعاف وذکر فی اوقاف الخصاف	اسعاف میں ہے کہ اوقاف خصاف میں مذکور ہے

[1] القرآن ۴۸ /۲۹
[2] القرآن ۲۴ /۲۲
[3] الاسرار المرفوعۃ حرف الجیم حدیث ۳۹۴ دار الکتب العلمیّۃ بیروت ص ۱۰۳
[4] مشکوٰۃ المصابیح باب الشفقۃ علی الخلق مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۲۲
[5] صحیح مسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۴۵

ان وقف حوانیت الاسواق یجوزان کانت الارض باجارۃ فی ایدی الذین بنوھا لایخرجھم السلطان عنھا' من قبل انا رأیناھا فی ایدی اصحاب البناء توارثوھا وتقسم بینھم لایتعرض لھم السلطان فیھا ولایزعجھم وانما لہ غلۃ یاخذھا منھم وتداولھا خلف عن سلف ومضی علیھا الدھو روھی فی ایدیھم یتبایعونھا ویوجرونھا وتجوزفیھا وصایا ھم ویھدمون بنائھا ویعیدونہ ویبنون غیرہ فذلك الوقف فیھا جائز انتھی واقرہ فی الفتح وقد علمت وجھہ وھو بقاء التابید[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	کہ دکانوں کا وقف جائز ہے اگر زمین اجارہ کے ذریعہ ان لوگوں کے قبضے میں ہو کہ سلطان ان کو اس سے نہ نکالے، اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تعمیر کرنے والوں کے ہاتھ میں رہتی ہیں ان کے درمیان ان میں وراثت اور تقسیم جاری ہوتی ہے سلطان ان سے کوئی تعرض نہیں کرتا۔ نہ ہی ان کو پریشان کرتا ہے بس اس کے لیے کچھ مقررہ آمدنی ہوتی ہے جو ان سے وصول کرتا ہے۔ یہ دستور پشت ہا پشت سے چلا آرہا ہے اور یہ ان کے ہاتھ میں اُس طرح ہیں کہ یہ ان کی خرید وفروخت اور اجارہ پر دینے کا تصرف کرتے رہتے ہیں، ان کی وصیتیں ان میں نافذ ہوتی ہیں، عمارت گراتے بناتے رہتے ہیں، تو اسی طرح ان کا وقف بھی جائز ہوگا۔ (عبارت ختم ہوئی) اسے فتح القدیر میں بھی برقرار رکھا ہے۔ اور اس کی وجہ، جیسا کہ معلوم ہوا وہ بقائے تابید ہے ___ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۰۴: از گورکھپور ۱۲ شوال ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میونسپلٹی مسلمانوں سے چاہتی ہے کہ تم اپنے مردے باہر شہر کے دفن کرو اور اگر کوئی امر مانع ہو تو اس قطعہ زمین میں دفن کرو جو اس کام کے لئے میونسپلٹی اپنے ہاتھ میں رکھے گی اور تم سے بابت دفن ان مُردہ مسلمانوں کے جن کی فیس ناداری کی وجہ سے کسی طرح ادا نہیں ہوسکتی ایک فیس مقررہ لے گی، اور خام وپختہ میں فرق ہوگا۔ اور زمین خریدنے کا قاعدہ یہ ہے کہ گو بیچنے والا راضی نہ ہو، بیچنا نہ چاہتا ہو، یہ کتنی ہی تعداد میں قیمت مانگتا ہو مگر اس کی پروا نہیں کی جائے گی نہ وہ راضی کیا جائیگا بلکہ قاعدہ سرکاری کی مقررہ قیمت اس کو دے دی جائے گی اور اس زمین پر مالکانہ قبضہ کرلیا جائے گا۔ ایسی صورت میں میونسپلٹی کی آمدنی سے اس طرح زمین کا معاوضہ جبر کے ساتھ خریدنا جیسا کہ بیان کیا گیا شرعاً

[1] ردالمحتار کتاب الوقف ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۳/ ۳۹۱

ناجائز و غصب ہے یا نہیں اور اس میں مسلمان مُردوں کا دفن ہونا غیر مذہب والوں کو فیس ادا کرکے جائز ہے یا ناجائز؟ مکروہ ہے یا حرام؟ اور مُردے دفن کرنے والا مسلمان داخلِ معصیت ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

چونگی کا روپیہ درکنار، اگر کوئی مسلمان ہی اپنے خاص مملوک بملک حلال وطیب سے زمین اس طریقہ جبر پر خریدے وہ قطعًا حرام ہوگی اور زمین حکمًا مغصوب، اور اس میں بروجہ مذکور مُردوں کا دفن کرنا حرام ومعصیت، یہاں تک کہ بعد دفن مُردہ کا قبر سے نکالنا حرام مگر اسکے باوجود ایسی جگہ قبر کھود کر دوسری جگہ دفن کرنا چاہئے فتاوٰی قاضی خاں وفتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لاینبغی اخراج المیّت من القبر بعد ما دفن الااذا کانت الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم	بعد دفن میّت کو قبر سے نکالنا چاہئے مگر جب زمین غصب کی ہوئی یا حقِ شفعہ سے دوسرے نے لے لی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵تا۱۰۹: از فتحپور ہسورہ محلّہ جری ٹولہ مرسلہ محمود علی صاحب اہلمد کلکٹری ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) قبرستان باشندگانِ قرب وجوار کے لئے مضر صحت ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) تبدیلی قبرستان بلاعذرِ شرعی جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جدید قبرستان ایسی اراضی میں کہ جس میں پہلے غلیظ دفن ہورہا ہے جاری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جدید قبرستان ایسی اراضی میں کہ جس کے قرب میں اب غلیظ دفن ہورہا ہے جائز ہے یا نہیں؟

(۵) مُردہ کو کس طرح قبر میں دفن کرنا چاہئے؟ جواب بحوالہ کتب معتبرہ مرحمت ہو۔

الجواب:

(۱) شریعتِ مطہرہ نے قبر کا گہرا ہونا اسی واسطے رکھا ہے کہ احیاء کی صحت کو ضرر نہ پہنچے درمختار میں ہے:

حفر قبرہ مقدار نصف قامۃ فان زاد فحسن[2]۔	میّت کی قبر نصف قد کے برابر کھودی جائے، اگر زیادہ ہو تو اچھا ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السادس فی القبر والدفن نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۷

[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۴

ردالمحتار میں ہے:

وان زاد الی مقدار قامۃ فھو احسن کما فی الذخیرۃ وھذا احدالعمق والمقصود منہ المبالغۃ فی منع الرائحۃ ونبش السباع[1]۔	اگر قد برابر زیادہ کیا تو زیادہ اچھا ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے اور یہ گہرائی کی حد ہے، اس کا مقصد بُو روکنے اور درندوں کے اکھاڑنے سے بچانے میں مبالغہ ہے۔(ت)

بلکہ ہزاروں لاکھوں آدمی مقابر کے قریب بستے ہیں بلکہ ہزاروں وہ ہیں جن کا پیشہ ہی تکیہ داری یا قبور کی مجاورت ہے ان کی صحت میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا، جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) تبدیلی سے اگر یہ قبرستان کو کوئی اور مکان کسی کے رہنے بسنے کا یا مسجد یا مدرسہ لیا جائے اور قبور کے لئے دوسری زمین دے دی جائے تو یہ قطعی حرام اور بوجوہ حرام کہ وقف میں تصرف بیجا ہے اور وقف نہ بھی ہو تو قبور مسلمین کی توہین و بیحرمتی ہے۔ قبر پر چلنا پھرنا، پاؤں رکھنا حرام ہے چہ جائکہ انھیں پامالی کے لیے مقرر کرلینا ___ اس کی تفصیل ہمارے رسالہ اھلاك الوھابین فی توھین قبور المسلمین میں ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ[2]۔	وقف کی ہیأت بدلنا جائز نہیں۔(ت)

ہدایہ میں ہے:

فی غایۃ القبح ان یقبر فیہ الموتٰی سنۃ ویزرع سنۃ[3]۔	بہت زیادہ بُرا یہ ہے کہ اس میں ایک سال مردے دفن ہوں اور ایک سال کھیتی ہو۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

انھم نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیھا حرام[4]۔	علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان کے اندر نَوپیدا راستے میں چلنا حرام ہے۔(ت)

اسی طرح طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ مقبرہ بدستور رکھا جائے گا اس میں

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب العاشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

[3] الہدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۶۱۸

[4] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ العربیۃ مصر ۱/ ۲۲۹

کوئی تصرف نہ کیا جائے گا۔ مگر اس میں دفن کرنا روک دیا جائے گا اور اس کے عوض دوسری زمین میں دفن کرنے لگیں، تو یہ اگر یوں ہے کہ پرانا مقبرہ بالکل بھر گیا اور اس میں کہیں قبر کی جگہ نہ رہی تو بے شک مناسب ہے اگر دوسری جگہ معقول و قابل قبور مسلمین مل سکے اور اگر یہ بھی نہیں بلکہ قبور کے لئے جگہ موجود ہے اور پھر منع کیا جائے تو دو صورتیں ہیں اگر وہ جگہ جہاں اموات دفن ہوتے تھے کسی شخص خاص کی ملک ہے کہ اس کی اجازت سے دفن ہوتے تھے تو بلا شبہ اسے اختیار ہے کہ میّت کو نکلوادے۔ درمختار میں ہے:

لایخرج منه بعد اهالة التراب الالحق اٰدمی کان تکون الارض مغصوبة اواخذت بشفعة ویخیر المالك بین اخراجه ومساواته بالارض [1]۔	مٹی ڈال دینے کے بعد قبر سے مردے کو نکالا نہ جائے گا مگر کسی انسان کے حق کی وجہ سے، مثلاً زمین غصب کی ہو یا شفعہ کی وجہ سے لے گئی ہو اور مالک کو اختیار ہوگا کہ مردے کو نکال دے یا قبر زمین کے برابر کردے (ت)

اگر وہ کسی کا مملوک نہیں بلکہ وقف ہے تو وقف میں دست اندازی کا کسی کو حق نہیں الوقف لایملک (وقف کسی آدمی کی ملکیت نہیں ہوتا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۳) یہ حرام اور سخت توہین اموات اہل اسلام ہے۔ مقابر میں پاخانہ پھرنا حرام ہے حالاں کہ وہ اوپر ہی رہے گا اموات تک نہ پہنچے گا تو یہ صورت کیونکر حلال ہوسکتی ہے درمختار میں ہے: یکرہ بول وغائط فی المقابر [2] (قبرستان میں پیشاب اور پاخانہ مکروہ ہے۔ت) طحطاوی وردالمحتار میں ہے: الظاهر انها تحریمة [3] (ظاہر یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۴) اس سے بھی شرعاً منع کیا جائے گا، جو لوگ دفن کے لئے جائیں انھیں ایذا ہوگی، جو فاتحہ کو جائیں انھیں ایذا ہوگی، اور ان سے قطع نظر کیجئے ان کی ایذا تو اتنی دیر کے لئے ہوگی جب تک وہاں رہیں گے اموات کے لیے یہ آٹھ پہر کی ایذا ہوگی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المیّت یتأذی مما یتأذی منه الحی [4]۔	جس چیز سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے اس سے مردہ کو بھی ایذا ہوتی ہے۔

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶
[2] درمختار فصل الاستنجاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۵۷
[3] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۲۲۹
[4] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۲۲۹

علامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے اسی مسئلہ کی دلیل میں کہ مقابر میں پیشاب کرنا ممنوع ہے، فرمایا: **لان المیّت یتأذی به الحی**[1] (جس چیز سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے اس سے مردہ کو بھی ایذا ہوتی ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

(۵) صالحین کے قریب دفن کرنا چاہئے کہ ان کے قرب کی برکت اسے شامل ہوتی ہے۔ اگر معاذاللہ مستحقِ عذاب بھی ہو جاتا ہے تو وہ شفاعت کرتے ہیں، وہ رحمت کہ ان پر نازل ہوتی ہے اسے بھی گھیر لیتی ہے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ادفنوا امواتکم وسط قوم صالحین[2]۔	اپنے اموات کو اچھے لوگوں کے درمیان دفن کرو۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: **ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم**[3] ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔ اور اگر صالحین کا قرب میسر نہ ہو تو اس کے عزیزوں قریبوں کے قریب دفن کریں کہ جس طرح دنیا کی زندگی میں آدمی اپنے اعزّا کے قرب سے خوش ہوتا ہے اور ان کی جدائی سے ملول، اسی طرح بعد موت بھی۔ ہم ابھی حدیث وفقہ کو ذکر کر آئے کہ مردے کو ہر اس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے زندہ کو۔ **وحسبنا اللہ ونعم الوکیل** (اور ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۶: از گیا محلّہ مراد پور مرسلہ تیغ علی صاحب ۲۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

جس گورستان کی بوجہ کمیِ زمین وکثرت دفنِ مردگان سے یہ حالت ہو گئی کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مردوں کی ہڈیاں نکلتی ہوں اور بصورت موجود رہنے دوسرے گورستان متصل اس کے جو کہ ان سب شکایتوں سے پاک وصاف ہو اس کو چھوڑ کر خواہ مخواہ صرف بخیال مدفن ہونے آباء واجداد اپنے ایسے گورستان میں دوسرے مردوں کی ہڈیاں اُکھاڑ کر مردا دفن کرنا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

صورتِ مذکورہ محض ناجائز وحرام ہے **صرح به علماؤنا قاطبة فی غیر ما کتاب** (ہمارے علماء نے متعدد کتابوں میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۰۷: از گیا محلّہ مراد پور مرسلہ تیغ علی صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

جناب مولانا قبلہ ہادی صراط مستقیم دام افضالکم، بعد سلام مسنون ملتمس خدمت ہے کہ حضور نے بجواب

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۲۲۹

[2] الموضوعات لابن جوزی باب دفن المیّت فی جوار الصالحین دارالفکر بیروت ۳/ ۲۳۷

[3] المدخل لابن الحاج صفۃ القبور دارالکتاب العربیہ بیروت ۳/ ۲۶۹

استفتائے ہٰذا ارشاد فرمایا ہے کہ صورتِ مذکورہ بالا محض ناجائز وحرام ہے اور مدرسہ دیوبند کا فتوی بجنسہٖ ارسال خدمت کرکے امیدوار کہ کس پر عمل کرنے کا حضور والا سے ارشاد ہوتا ہے اور جناب مولانا سجاد حسین صاحب بہاری مدرس اول وناظم مدرسہ انوار العلوم کا فتوٰی بموجب اقوالِ فقہاء حضور کی مطابقت میں ہے۔

سوال: جس گورستان میں بوجہ کمیِ زمین وکثرت دفنِ مردہ گان یہ حالت ہوگئی کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مردوں کی ہڈیاں نکلتی ہوں بصورت موجود رہنے دوسرے گورستان متصل اس کے جوان سب شکایتون سے پاک اور صاف ہو اس کو چھوڑ کر خواہ مخواہ صرف بخیال ہونے جائے مدفن آباء واجداد اپنے ایسے گورستان میں دوسرے مُردے کی ہڈیاں اکھاڑ کر مردہا دفن کرنا شرعًا جائز ودرست ہے یا نہیں؟ راقم استفتاء ھذا بندہ عاصی شیخ علی عفاعنہ الباری ساکن مرادپور گیا۔

الجواب: دفن کرنا اس گورستان میں درست ہے اگر ہڈیاں ظاہر ہوں، ان کو ایک طرف کردیا جائے لیکن اگر دوسری جگہ صاف اور خالی ہو تو وہاں دفن کرنا اولیٰ ہے۔ فقہاء نے اس بارے میں یہ تفصیل کی ہے کہ کہنہ قبور میں دوسرے میّت کو دفن کرنا درست ہے اور قبر جدید کھود کر اس میں دوسری میّت کو دفن کرنا درست نہیں ہے۔ شامی میں ہے:

وقال الزیلعی ولو بلی المیّت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ [1] الخ	اگر میّت بوسدہ ہو کر مٹی ہوجائے تو اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا، وہاں کھیتی باڑی کرنا اور اس پر عمارت بنانا جائز ہے الخ (ت)

اس کے بعد تاتارخانیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ باوجود دوسری جگہ خالی ملنے کے ایسا کرنا بلاضرورت اچھا نہیں، پس مدار ضرورت وعدم ضرورت پر ہے۔ اگر ضرورت ہو پُرانی قبر میں میّت کو دفن کرنا بلاکراہت درست ہے اور اگر ضرورت کچھ نہ ہو بلکہ دوسری جگہ صاف وخالی ہو تو اگرچہ پھر بھی درست ہے مگر غیر اولیٰ مکروہ تنزیہی۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند ۲۶ج ۱۳۳۶ھ

الجواب:

حکمِ شریعتِ مطہرہ وہی ہے کہ فقیر نے فتوٰی سابقہ لکھا بحالت یعنی بحالتِ مذکورہ اس قبرستان میں دفن کرنا محض ناجائز وحرام ہے۔ فتوٰی دیوبند صریح باطل ومردود ہے اور خیانت وتحریف وافترا وتناقض وسفاہت سے مملو۔ مسئلہ بہت ظاہر وواضح ہے لہٰذا ہم نے کسی خاص کتاب کا حوالہ نہ دیا بلکہ اتنا لکھ دیا

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۹۹

کہ ہمارے علماء نے متعدد کتابوں میں اس کی تصریح فرمائی۔ اب اوہام جہال مدعیان علم وکمال کے ازالہ کو چند نصوص ذکر کریں، امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

لایدفن اثنان فی قبرواحد الا لضرورۃ ولایحفر قبر لدفن اٰخر الا ان بلی الاول فلم یبق له عظم الا ان لایوجد بد فیضم عظام الاول و یجعل بینهما حاجز من تراب [1]۔	یعنی بلا مجبوری ایک قبر میں دو کا دفن جائز نہیں، نہ بلا مجبوری دوسرے کے دفن کے لئے قبر کھودنے کی اجازت، مگر جبکہ پہلا بالکل خاک ہوگیا ہو کہ اس کی ہڈی تک نہ رہی، ہاں مجبوری ہو تو ہڈیاں ایک طرف جمع کرکے انھیں اور اس میّت میں مٹی کی آڑ قائم کردیں۔(ت)

تاتارخانیہ وامداد الفتاح میں ہے:

اذا صار المیّت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمة باقیة وان جمعوا عظامه فی ناحیة ثم دفن غیرہ فیه تبرکا بالجیران الصالحین ویوجد موضع فارغ یکرہ ذلك [2]۔	یعنی اگر میّت بالکل خاک ہوجائے جب بھی اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا ممنوع ہے کہ حرمت اب بھی باقی ہے، اور اگر مزاراتِ صالحین کے قرب کی برکت حاصل کرنے کی غرض سے میّت کی ہڈیاں ایک کنارے جمع کردیں تو اب بھی ممنوع ہے جبکہ فارغ جگہ دفن کو مل سکتی ہے۔(ت)

امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج رحمہ اللہ تعالٰی حلیہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ ان یدفن فی القبر الواحد اثنان الالضرورۃ وبهذا تعرف کراهة الدفن فی الفساق، خصوصا ان کان فیها میّت لم یبل، واما ما یفعله جهلته اغبیاء من الحفارین وغیر فی المقابر المسبلة العامة وغیرها من بنش القبور التی لم یبل اربابها	یعنی بلا مجبوری ایک قبر میں دو کا دفن جائز نہیں، اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ تہ خانوں میں دفن منع ہے خصوصًا جبکہ وہاں کوئی میّت موجود ہو جو ابھی خاک نہ ہوا اور وہ جو بعض گورکن وغیرہ جاہلان بدعقل کرتے ہیں کہ وقفی یا غیر وقفی قبرستان میں وہ قبر جس کا مردہ ہنوز خال نہ ہو کھود کر دوسرا دفن کردیتے ہیں، یہ

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

[2] فتاوٰی تاتارخانیۃ الجنائز، القبر والدفن ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ۲/ ۱۷۲

وادخال اجانب علیھم، فھو من المنکر الظاھر الذی ینبغی لکل واقف علیه انکار ذلك علی متعاطیه بحسب الاستطاعة فان کف والا دفع الی اولیاء الامور وفقھم اللہ تعالٰی لیقا بلوہ بالتادیب، ومن المعلوم ان لیس من الضرورۃ المبیحة جمع میّتین ابتداء فی قبر واحد لقصد دفن الرجل مع قریبه او ضیق محل الدفن فی تلك المقبرۃ مع وجود وغیرھا و ان کانت تلك المقبرۃ مما یتبرك بالدفن فیھا البعض من بھا من الموتٰی فضلا عن کون ھذہ الامور و ماجری مجرھا مبیحة للنبش وادخال البعض علی البعض قبل البلی مع مایحصل فی ضمن ذلك من ھتك حرمة المیّت الاول وتفریق اجزائه فالحذر من ذلك[1]۔	صریح معصیت ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ حتی الامکان انھیں ایسا کرنے سے خود روکے، اور اس کے روکے نہ رُکیں توحکام کو اطلاع دیں کہ وہ ان لوگوں کو سزادیں، اور شریعت سے معلوم ہے کہ کسی کو اس کے عزیز یا تبرک کے لئے کسی مزار کے پاس دفن کرنے کی غرض سے ابتداء دو جنازے ایک قبر میں رکھنا حلال نہیں جبکہ وہاں دوسرا مقبرہ موجود ہو، نہ کہ ان وجوہ کے لیے اگلی قبر کھودنا، اور ایک کے خاک ہونے سے پہلے دوسرے کا اس میں داخل کرنا، یہ کیسے حلال ہوسکتا ہے حالانکہ اس میں پہلے میّت کی ہتک حرمت اور اس کے اجزاء کا متفرق کرنا ہے توخبردار اس حرکت سے بچو۔

ان نفیس عبارات کے بعد زیادہ کی حاجت نہیں۔ طرفہ یہ کہ دیوبندی نے جہاں سے شامی کی عبارت نقل کی ہے وہیں وہ فتح القدیر کا کلام منقول تھا اسے چھوڑدیا، یہ خیانت ہے، وہیں حلیہ کا یہ قاہر کلام ملخصًا مذکور تھا اسے بھی اُڑادیا، یہ دوسری بھاری خیانت ہے۔ وہیں تاتارخانیہ کی وہ عبارت مسطور تھی جس کا ترجمہ یہ کیا کہ "بلاضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں" جس کا حاصل خود یہ نکلا کہ "غیر اولٰی یعنی مکروہ تنزیہی" حالانکہ تارتارخانیہ میں دوجگہ یُکْرَہُ فرمایا جس کا اطلاق مفید کراہت تحریم ہے اور اس کی دلیل فرمائی تھی کہ حرمت اب بھی باقی ہے جس سے صاف ممانعت روشن تھی، کیا مسلمان میّت کی بیحرمتی درست ہے، صرف غیر اولٰی ہے۔ اس تعلیل کو اُڑاجانا تیسری خیانت ہے۔ یہیں شامی نے اس پر اپنی بحث میں کہا تھا کہ مگر اس میں بہت مشقت ہے تو اولٰی یہ ہے کہ جواز کامدار میّت کے خاک ہونے پر رکھیں، جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ تارتارخانیہ میں خاک

[1] ردالمحتار بحوالہ حلیہ ملخصاً باب صلٰوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۸

ہونے کے بعد بھی ناجائز فرمایا ہے نہ کہ صرف غیر اولٰی۔ یہ دیکھ کر وہ معنی بنانا تحریف ہے۔ وہیں عبارات امام محمد حلبی میں یہ دیکھنا کہ اپنے عزیز یا کسی مزار کے قریب میں دفن کا قصد وہ ضرورت نہیں جس کے باعث ابتداء ایک قبر میں دو کا دفن مباح ہوجائے، صاف ثابت ہوا کہ ایسا کرنا حلال نہیں، پھر اسے غیر اولٰی پر ڈھالنا دوسری تحریف نیز اسی عبارت میں ارشاد ہوا تھا کہ پھر ان وجوہ سے اگلی قبر کھود کر دوسری کا دفن کرنا کیونکر حلال ہوسکتا ہے۔ اس سے آنکھ بند کرکے وہ گھڑت تیسری تحریف ہے۔ پھر وہیں یہ دیکھنا کہ اس میں مسلمان میّت کی بیحرمتی ہے اور اس پر وہ تراش چوتھی تحریف ہے۔ وہیں یہ دیکھنا کہ اس میں مسلمان میّت کی ہڈی علیحدہ کرنا ہے اور اس پر وہ اختراع پانچویں تحریف ہے۔ پھر اپنے اس معنی تراشیدہ کو فقہاء کی طرف نسبت کرنا صریح افترا ہے۔ طرفہ یہ ہے کہ عبارتِ شامی نقل کی جس میں امام زیلعی سے ہے کہ میّت خاک ہوجائے تو اس کے بعد دوسرے کو اس کی قبر میں دفن کردینا جائز ہے، صاف ثابت ہوا کہ قبل اس کے ناجائز ہے، پھر اس اپنے رَد کو اپنی سند بنانا کیسی کھلی سفاہت ہے۔ فقہائے کرام سے نقل کیا کہ کہنہ قبور میں دوسرے میّت کو دفن کرنا درست ہے جدید کھود کر اُس میں دوسرے کو دفن کرنا درست نہیں، پھر کہنہ وجدید ایجاد بندہ ہے جس کے معنی یہ ٹھہراسکے کہ دو چار مہینے یا سال دوسال گزر سکے تو اب جدید قبر ہی نہ رہی، مسلمان کی ہڈیاں کھودنا حلال ہوگیا، حالانکہ خود اس کی عبارت نقل کردہ میں ارشاد فقہاء یہ ہے کہ میّت خاک ہوجائے تو جائز ہے ورنہ نہیں، اب کہنہ وجدید کے یہ معنی متعین ہوگئے اس پر اسے گورستان کی نسبت جسے سائل نے صاف لکھا تھا کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مُردوں کی ہڈیا نکلتی ہیں اور اس پر گورستان صاف وپاک اس کے متصل موجود ہے یہ حکم لگانہ کہ دفن کرنا دوسرے گورستان میں درست ہے، صریح تناقض، فقہائے کرام نے بحال ضرورت اجازت دی خود اسی فتوٰی میں کہا مدار ضرورت اور عدمِ ضرورت پر ہے۔ پھر بلاضرورت صرف غیر اولٰی رکھنا کیسی شدید سفاہت ہے، غیر اولٰی کی اجازت کو ضرورت کیا درکار، وہ بلاضرورت بھی جائز ہوتا ہے، ہاں ناجائز بات کی اجازت کو ضرورت کی ضرورت ہوتی ہے کہ **الضرورات تبیح المحظورات** (ضرورتیں منع کردہ چیزوں کو جائز کردیتی ہیں۔ ت) اس فتوے کے کاتب کے قلم سے چھوٹی آٹھ سطریں ہیں ان میں یہ بارہ ۱۲ کمالات بنگاہِ اولیں حاضر ہیں، تحریفیں، خیانتیں، افتراء، تناقض، سفاہتیں، معاذاللہ کہ شرع ایسوں کو قابل افتا ٹھہرائے، یہ سب درکنار علمائے حرمین شریفین نے دیوبند کے پیشواؤں پر نام بنام حکمِ ارتداد دیا اور فرمایا:

من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر [1]۔	جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی مسلمان نہیں۔

[1] دُر مختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

پھر ان لوگوں کو عالمِ دین سمجھنا یا ان سے کوئی شرعی فتوٰی طلب کرنا کیسے حلال ہوسکتا ہے، حرام حرام سخت حرام ہے، اس مسئلہ کی تحقیق میں کلام طویل ہے۔ ہمارے رسالہ اھلاک الوھابیین سے ثابت ہے کہ میّت اگرچہ خاک ہوگیا ہو بلاضرورت شدید اس کی قبر کھود کر دوسرے کا دفن کرنا جائز نہیں جیسا کہ تارتاخانیہ وغیرہا میں فرمایا، مگر کسی کی مملوک زمین ہے خاک ہوجانے کے بعد وہ اپنی ملک میں تصرف کرسکتا ہے، عبارتِ تبیین کا یہی محل ہے، بہرحال خاک ہوجانے سے پہلے بلا مجبوری کسی کی نزدیک جائز نہیں، رہی بحث شامی کی مشقت عظیمہ اقوال مدفوع ہے کہ محلِ ضرورت مستثنٰی ہے، مگر صورت سوال کہ نئی قبریں کھودنے سے بکثرت ہڈیاں نکلتی ہیں اور دوسرا صاف قبرستان اس کے متصل موجود ہے۔ اس میں تو وہابیہ کے سوا جن کی نگاہ میں امواتِ مسلمین کی اصلاً عزت نہیں، کوئی مسلمان قائلِ جواز نہیں ہوسکتا، شامی کا علاوہ بھی اس کی طرف ناظر نہیں ہوسکتا۔

فانه فی المنع من الحفر ان لایبقی عظم اصلا لافی هذا' علٰی انه بحث فیه علٰی خلاف المنصوص **اقول**: وقد یکون عظم امرأة فکیف یحل للاجانب النظر الیه ومسه کشعرها المقطوع کما نصوا علیه فافهم۔ والله تعالٰی اعلم	اس لئے کہ کھودنے سے ممانعت کے بارے میں ہے مگر یہ کہ اصلا کوئی ہڈی باقی نہ رہ جائے ــــ اس کے بارے میں نہیں ــــ علاوہ ازیں وہ نص کے خلاف ان کی بحث ہے ــــ **اقول**: ایسا بھی ہوگا کہ ہڈی کسی عورت کی ہو تو نامحرموں کا اسے دیکھنا چھونا حلال نہیں، علمائے کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے ــ تو اسے سمجھو ــــ اور خدائے بزرگ وبرتر خوب جاننے والا ہے۔ت)

مسئلہ ۱۰۸: از موضع سنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا گیا مرا ہوا بچہ کسی کے پیدا ہوتا ہے اس کو ہانڈی میں رکھ کر گورستان سے علیحدہ دفن کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ پکّا مسان ہے، اس سے اہل ہنود کی طرح بچتے ہیں، یہ کیونکر ہے؟ بینواتوجروا

الجواب:

یہ شیطانی خیال ہے اسے مسلمانوں کے گورستان ہی میں دفن کریں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۰۹: از مونگیر، محلّہ دلاور پور مکان شیخ رحمت علی صاحب مرسلہ مولوی سید عطاء الحق صاحب ۱۳۱۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافر کے مُردہ کو جس کا کوئی وراث نہیں، کیا کیا جائے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

اس کے مذہب وملت والوں کو دے دیا جائے کہ جو چاہیں کریں، اور اگر کفار میں بھی کوئی نہ ملے تو جیفہ سگ کی طرح دفعِ عفونت کے لیے کسی گڑھے میں دبا دیں۔ تفصیل مسئلہ یہ ہے کہ کافر دو قسم ہے: اصلی ومرتد۔ اصلی وہ کہ ابتداء سے کافر ہو اور مرتد وہ کہ بعد اسلام کافر ہوا یا باوصف دعوی اسلام عقائد کفر رکھے: جیسے آج کل نیچری مرتد کے لیے تو اصلًا نہ غسل، نہ کفن، نہ دفن، نہ مسلمان کے ہاتھ سے کسی کافر کو دیا جائے اگرچہ وہ اسی کے مذہب کا ہو، اگرچہ اس کا باپ یا بیٹا ہو، بلکہ اس کا علاج وہی مردار کتے کی طرح دبا دینا ہے، اور کافر اصلی سے اگر مسلمان کو قرابت نہیں تو اس کے بھی کسی کام میں شریک نہ ہو بلکہ چھوڑ دیا جائے کہ اس کا عزیز قریب یا مذہب والے جو چاہے کریں، اور وہ بھی نہ ہوں تو علاج مثل علاج مرتد ہے، اور اگر مسلمان کو اس سے قرابت قریبہ ہے تاہم جب کوئی قریب کافر موجود ہو بہتر یہی ہے کہ اس کی تجہیز میں شرکت نہ کرے، ہاں ادائے حقِ قرابت کے لئے اگر اسکے جنازہ کے ساتھ جنازہ سے دور دور چلا جائے تو مضائقہ نہیں، اور اگر مسلمان ہی قریب ہے کوئی کافر قرابت دار نہیں جب بھی مسلمان پر اس کی تجہیز وتکفین ضروری نہیں، اگر اس کے ہم مذہب کافروں کو دے دے یا بے غسل وکفن کسی گڑھے میں پھنکوادے، جائز ہے۔ اور اگر بلحاظ قرابت غسل وکفن ودفن کرے تو بھی اجازت ہے مگر کسی کام میں رعایت طریقہ مسنونہ نہ کرے، نجاست دھونے کی طرح پانی بہادے، کسی چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبا دے۔ رب انی اعوذبك من الکفر والکافرین (اے رب! میں تیری پناہ لیتا ہوں کفر اور کافروں سے۔ت) درمختار میں ہے:

(یغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبه) کخاله (الکافر الاصلی) اما المرتد فیلقی فی حفرة کالکلب (عند الاحتیاج) فلوله قریب فالا ولی ترکه لهم من غیر مراعاة السنة) فیغسله غسل الثواب النجس ویلفه فی خرقه ویلقیه فی حفرة[1] اھ اقول ولفظ البحر حفیرة[2] اھ قال الطحطاوی	(مسلمان اپنے قرابت دار) جیسے ماموں (کافر اصلی کو) غسل وکفن دفن کرے، رہا مرتد تو اسے کسی گڑھے میں کتے کی طرح دبادے (ضرورت کے وقت) تو اگر اس کا کوئی اور قرابت دار ہے تو بہتر یہ ہے کہ انھیں دے دے (بغیر رعایت سنت کے غسل اور کفن دفن کرے) تو کسی ناپاک کپڑے کی طرح دھوئے اور کسی چیتھڑے میں لپیٹ کر کسی گھڑے میں ڈال دیں اھ اقول بحر کی عبارت میں

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۳

[2] بحرالرائق کتاب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹۳

فی حاشیة المراقی ای بدون لحد ولا توسعة [1] اھ وفی الایضاح ومراقی الفلاح فی خرقة ، والقاہ فی حفرة من غیر وضع کالجیفة مراعاة لحق القرابة او دفع القریب الی اھل ملته، ویتبع جنازته من بعید، وفیه اشارة الی ان المرتد لایمکن منه احد لغسله لان لاملة له فیلقی کجیفة کلب فی حفرة [2] اھ مختصرا وفی ردالمحتار قوله یغسل المسلم ای جواز لا ن من شروط وجوب الغسل کون المیّت مسلما [3] الخ۔	حفیرۃ (تنگ گڑھا) ہے۔ طحطاوی نے حاشیہ مراق الفلاح میں کہا یعنی لحد اور کشادگی کے بغیر اھ ایضاح اور مراقی الفلاح میں ہے اسے کسی ناپاک کپڑے کی طرح دھوئے اور کسی معمولی کپڑے میں کفن دے کر کسی گڑھے میں مردار کی طرح ڈال دے تاکہ حق قرابت کی رعایت ہو جائے یا قرابت دار اس کے اہل مذہب کو دے دے اور خود دور سے جنازے، کے پیچھے چلا جائے، اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مرتد کو غسل کے لئے کسی کو نہ دے اس لئے کہ اس سے کوئی رشتہ وتعلق نہیں تو کتے کی طرح کسی گڑھے میں ڈال دے گا اھ مختصرًا___ ردالمحتار میں ہے مسلمان کا کافر اصلی قرابت دار کو غسل دینا صرف جوازًا ہے اس لئے کہ وجوب غسل کی شرطوں میں یہ ہے کہ میّت مسلم ہو الخ (ت)

کشف الغطاء میں جامع صغیر امام صدر شہید سے ہے:

اگر قریب نباشد دفع کردہ شود باہل دین او تاہر چہ خواہند بوے کنند [4]۔ واللہ تعالٰی اعلم	اگر کوئی مسلمان قرابت دار نہ ہو تو اس کے اہل مذہب کو دے دیا جائے گا کہ اس کے ساتھ جو چاہیں کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۰: لوگوں میں رسل ہے کہ میّت کو دفن کرکے اس کے مکان میں آتے ہیں اور کہتے ہیں فاتحہ پڑھ لو، پھر کچھ پڑھتے ہیں اور ہاتھ اٹھاتے ہیں، یہ فعل کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اصل اس فعل میں کوئی حرج نہیں کہ ایصال ثواب سے اموات کی اعانت اور ان کے لئے دعائے مغفرت

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل السلطان احق بصلٰوۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۰
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل السلطان احق بصلٰوۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۰
[3] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۵۹۷
[4] کشف الغطاء فصل دفنِ میّت مطبع احمدی دہلی ص ۴۷

اور پسماندوں کو تسکین وتعزیت سب باتیں شرعًا محمود وروا۔

فقد روی الترمذی عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم عن عزی مصابا فله مثل الجره [1] وایضا عنه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم من عزی ثکلی کسی بردا فی الجنة [2] وابن ماجة والبیهقی باسناد حسن قال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم مامن مومن یعزی اخاه بمصیبة الا کساه اللّٰه تعالٰی من حلل الکرامة یوم القٰیمة [3]۔	ترمذی کی روایت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے: جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے تو اسے بھی اسی کی طرح اجر ملے۔ امام ترمذی ہی کی دوسری روایت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ ہے: جو مرگِ فرزند کی مصیبت زدہ کسی عورت کو تعزیت کرے اسے جنت میں عمدہ چادر پہنائی جائے، ابن ماجہ اور بیہقی نے بسند حسن روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو مومن بھی کسی مصیبت پر اپنے بھائی کی تعزیت کرے خدا تعالٰی اسے قیامت کے دن عزت و کرامت کا لباس پہنائے گا (ت)

علامہ ابن الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

التعزیة مستحب قد ندب الیه الشارع فی غیرماحدیث ومن ذلك ماروی ابن ماجة و البیهقی باسناد حسن الٰی ان قال وحسن ان یقرن مع الدعاء له بجزیل الثواب علی مصابه لمیّته بالرحمة والمغفرة وقد نبهنا الشارع صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم علٰی هذا المقصود فی غیرما حدیث [4] الخ اھ ملخصا۔	تعزیت مستحب ہے شارع علیہ السلام نے متعدد حدیثوں میں اس کی ترغیب دی ہے، ان میں سے ایک حدیث ہو ہے جسے ابن ماجہ و بیہقی نے بسندِ حسن روایت کیا (حدیث مذکور پیش کرنے کے بعد فرمایا) اور اچھا یہ ہے کہ مصیبت زدہ کے لئے عظیم ثواب کی دعا کرنے کے ساتھ اس کے مردے کیلئے رحمت و مغفرت کی دعا بھی کرے۔ اس خاص مقصد پر بھی شارع علیہ السلام نے متعدد حدیثوں میں ہمیں متنبہ اور خبردار کیا ہے الخ اھ تلخیص (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الجنائز کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۷

[2] جامع الترمذی ابواب الجنائز کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۷

[3] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی ثواب من عزی مصابا اگیج ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

اور میاں اسحٰق صاحب دہلوی کو تسلیم ہے کہ ہاتھ اٹھانا مطلقًا دعا کے آداب سے ہے۔ تو اس وقت بھی کچھ مضائقہ نہیں رکھتا۔ اربعین میں ہے:

مسئلہ ۳۲: در تعزیت میّت رفتن وہر دو دست برداشتہ سورہ فاتحہ خواند جائز است یانہ؟ **جواب:** رفتن برائے تعزیت میّت جائز است و دعائے مغفرت برائے او نمودن مستحب است و ہمچنین دعائے خیر برائے اہل میّت امداد است برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہرًا جواز است زیرا کہ در حدیث شریف رفع یدین در دعا مطلقًا ثابت شدہ پس دریں وقت ہم مضائقہ نہ دارد لیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور نیست[1] انتہی ملخصا۔	**مسئلہ ۳۲:** میّت کی تعزیت میں جانا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ **جواب:** میّت کی تعزیت کے لئے جانا جائز ہے اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کرنا مستحب ہے اسی طرح اہل میّت کے لئے دعائے خیر کرنا بھی مستحب ہے۔ رہا تعزیت کے وقت کی دعا میں ہاتھ اٹھانا، تو ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے، اس لئے کہ حدیث شریف کے اندر دعا میں ہاتھ اٹھانا مطلقًا ثابت ہے تو اس وقت بھی مضائقہ نہیں مگر خاص وقت تعزیت کی دعا میں ہاتھ اٹھانا حدیث میں منقول نہیں ہے۔ انتہی ملخصًا (ت)

اور تعزیت بعد دفن کے اولٰی ہے:

فی الجوھرۃ ثم ردالمحتار ھی بعد الدفن افضل منھاقبلہ[2] الخ وبمثلہ ذکر الطحطاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح۔	جوہرہ پھر ردالمحتار میں ہے: قبل دفن تعزیت سے بہتر بعد دفن تعزیت ہے الخ اسی کے مثل سید طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

اور قبر کے پاس مکروہ ہے،

فی الدرالمختار وتکرہ التعزیۃ ثانیا و عندالقبر[3]۔	درمختار میں ہے: دوسری بار تعزیت کرنا یوں ہی قبر کے پاس تعزیت کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

یشھدلہ ما اخرج ابن شاھین	اس پر شاہد اثر ہے جو ابن شاہین نے ابراہیم نخعی

---

[1] اربعین میاں اسحاق دہلوی

[2] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۶۰۴

[3] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

عن ابراهیم التعزیة عندالقبر بدعة[1] انتهی۔	سے روایت کیا کہ قبر کے پاس تعزیت بدعت ہے انتہی (ت)

مدخل ابن الحاج میں ہے:

موضع التعزیة علی تمام الادب اذارجع ولی المیّت الی بیته[2]۔	کمال ادب کے طور پر تعزیت کا موقع اس وقت ہے جب ولیِ میّت گھر واپس آجائے۔(ت)

اور پہلے دن ہونا بہتر وافضل ہے،

فی الدرلمختار اولها افضلها[3] الخ یعنی ایام تعزیت۔	درمختار میں ہے: ایامِ تعزیت میں پہلا دن افضل ہے الخ (ت)

اور تعزیت کے لئے اولیائے میّت کے مکان پر جانا بھی سنت سے ثابت،

روی ابوداؤ والنسائی فی حدیث قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم لسیدتنا البتول الزهراء رضی الله تعالٰی عنها ما خرجك من بیتك یا فاطمة قال اتیت اهل هذا المیّت فترحمت الیهم وعزیتهم بمیّتهم[4]۔ وفی السنن الصحاح لابن سکن عن ابی هریرة عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من اوذون بجنازة فاتی اهلها فعزاهم کتب الله له قیراطا[5] الحدیث وللنسائی عن معٰویة بن قرة عن ابیه	ابوداؤد اور نسائی نے ایک حدیث میں روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدہ بتول زہراء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمایا: فاطمہ تم اپنے گھر سے باہر کس لئے گئی تھیں؟ عرض کی: اس میّت والوں کے یہاں گئی تھی ان کے لئے رحمت کی دعا اور میّت کی مصیبت پر تعزیت کی۔اور ابن سکن کی سنن صحاح میں حضرت ابوہریرہ کی روایت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے: جسے کس جنازہ کی خبر ملے وہ اہل میّت کے پاس جاکر ان کی تعزیت کرے اللہ تعالٰی اس کے لئے ایک قیراط ثواب لکھے الحدیث

[1] ردالمحتار بحوالہ حلیہ باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۶۰۴
[2] المدخل لابن الحاج صفۃ القبر دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۷۷
[3] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶
[4] سنن ابی داؤد باب التعزیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۹، سنن النسائی کتاب الجنائز باب النعی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۶۵
[5] السنن الصحاح، امام ابن سکن

کان نبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اذا جلس یجلس الیه نفر من اصحابه فیهم رجل له ابن صغیر ففقده النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فقال مالی لا ارٰی فلا نا قالو یا رسول اللّٰه بنیه الذی رأیته هلك فلقیه النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فسأله عن بنیه فاخبره انه هلك فعزاه علیه[1] الحدیث اھ ملخصا۔	نسائی نے معاویہ بن قرہ سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب تشریف فرما ہوتے توان کے پاس ان کے صحابہ میں سے چند حضرات بیٹھتے، ان میں ایک صاحب تھے جن کا نام ایک کم سن فرزند تھا ایک روز مجلس میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو دیکھا، ارشاد فرمایا: کیا بات ہے فلاں نظر نہیں آرہا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کا چھوٹا سا لڑکا جسے حضور نے دیکھا تھا فوت ہوگیا تو اس سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ملاقات کرکے اس کے فرزند کے بارے میں پوچھا، اس نے موت کی خبر سنائی، حضور نے اس پر اس کی تعزیت فرمائی، الحدیث، اھ بتلخیص (ت)

اور مولوی اسحٰق کا قول پہلے مذکور ہوا کہ رفتن برائے تعزیت میّت جائز ست (تعزیت میّت کے لئے جانا جائز ہے۔ت) اور تین روز تک اولیائے میّت کو بھی رخصت واجازت ہے کہ بے ارتکاب منکَرات واتباع رسوم کفار اپنے مکان میں تعزیت کے لئے بیٹھیں تاکہ لوگ ان کے پاس آئیں اور رسمِ تعزیت بجالائیں،

فی الدرالمختار لا بأسع بتعزیة اهله و ترغیبهم فی الصبر وباتخاذ طعام لهم و بالجلوس لها فی غیر مسجد ثلثة ایام و اولها افضلها[2] الخ	درمختار میں ہے: اس میں حرج نہیں کہ اہل میّت کو تعزیت کریں اور صبر کی ترغیب دیں اور ان کے لئے کھانا پکوائیں اور تعزیت کے لئے اگر اہل میّت مسجد کے علاوہ کسی جگہ بیٹھیں تو اس میں بھی حرج نہیں، اور ایام تعزیت میں پہلا دن افضل ہے الخ (ت)

حاشیہ طحطاوی علٰی مراقی الفلاح میں ہے:

قال فی شرح السیدو لا باس بالجلوس لها الی ثلثة ایام من غیرا رتکاب محظور من فرش البسط والاطعمة من	شرح سیّد میں ہے: تین دن تک تعزیت کے لئے بیٹھنے میں حرج نہیں مگر کسی ممنوع کام کا ارتکاب نہ ہو جیسے مکلّف فرس بچھانا، اہل میّت کی جانب سے

[1] سنن النسائی کتاب الجنائز باب فی التعزیۃ نور محمد کارخانہ تجارب کتب کراچی ۱/ ۲۹۶

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

اھل المیّت[1] انتھی۔	کھانے کااہتمام ہونا۔(ت)

نہرالفائق میں تجنیس سے منقول:

لاباس بالجلوس لھا ثلثة ایام وکونه علی باب الدار مع فرش بسط علیٰ قوارع الطریق من اقبح القبائح[2] انتھی۔	تین دن تک تعزیت کے لئے بیٹھنے میں حرج نہیں، مگر گھر کے دروازے پر عام راستوں میں فرش فروش بچھا کر یہ کام ہو تو بہت بُرا ہے انتہی (ت)

عالمگیریہ میں ظہیریہ سے نقل کیا ہے:

لاباس لاھل المصیبة ان یجلسوا فی البیت اوفی مسجد ثلثة ایام والناس یاتونھم ویعزونھم[3] الخ	اس میں حرج نہیں کہ اہل میّت گھر میں یا مسجد میں تین دن بیٹھیں اور لوگ ان کے پاس آتے اور تعزیت کرتے رہیں الخ (ت)

بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ زید و جعفر وابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خبر شہادت سن کر مغموم ومحزون مسجد میں تشریف رکھی، صحابہ حاضر ہوتے اور تعزیت کرتے جاتے[4] کما ذکرہ العلامة زین فی البحرا لرائق (جیسا کہ علامہ زین بن نجیم نے اسے بحرالرائق میں ذکر کیا ہے۔ت) اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اس امر سے منع نہ فرمایا،

واخرج الشیخان عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنھا لماجاء النبی صلی اللہ تعالیٰ عیه وسلم قتل ابن حارثة وجعفر وابن رواحه لما جلس یعرف فیه الحزن[5] الحدیث	بخاری ومسلم نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زید بن حارثہ، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کی اطلاع ہوئی جب تشریف رکھی سرکار پر غم کااثر نمایا تھا، الحدیث (ت)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ شرح میں فرماتے ہیں: جلس نشست آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وعلیه

[1] حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح فصل فی حملھا ودفنھا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹

[2] حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح بحوالہ النہر الفائق نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹

[3] فتاوٰی ہندیۃ ومما یتصل بذالک مسائل التعزیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۱۶۷

[4] بحرالرائق کتاب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹۲

[5] صحیح البخاری باب من جلس عند المصیبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۳

وسلم یعنی در مسجد برائے عزائے ایشاں [1] (یعنی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد میں ان حضرات کی تعزیت لینے کے لئے تشریف فرما ہوئے۔ت)

پس اب فعل مذکور فی السوال میں کوئی امر ایسا نہ رہا جس کا ثبوت حدیث وفقہ سے نہ ہو، صرف اتنی بات باقی ہے کہ بعد دفن کے پلٹ کر سیدھے اس مکان پر جاتے ہیں اور بعد فاتحہ اپنے اپنے گھروں کی راہ لیتے ہیں، اس کے لئے کسی ثبوتِ خاص کی حاجت نہیں کہ جب تعزیت وایصال ثواب ودعا محمود ٹھہری اور افضل یہ قرار پایا کہ دفن کے بعد ہو اور پہلے دن ہو اور قبر سے پلٹ کر ہو، اور اس کے مکانِ میّت پر جانا بھی جائز ہو، تو اسی وقت جاکر ادائے تعزیت میں کیا مضائقہ ہے۔ ہاں اگر سرے سے اس کے مکان پر جانا ہی روانہ ہوتا تو بیشک محلِ منع ہوتا۔ اور جب ایسا نہیں تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ اپنے اپنے گھر جاکر پھر وہاں جائیں، کوئی دلیل شرعی اس پر قائم نہیں بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کہ جب ایک صحابی کو دفن کرکے پلٹے اور صحابہ کرام حاضر رکابِ سعادت تھے میّت مرحوم کی زوجہ مطہرہ کا بھیجا ہوا آدمی ملا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لے گئے،

فقد اخرج الامام احمد بسند صحیح و ابوداؤد عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی جنازة فلما رجع استقبله داعی امرأته فجاء وجیء بالطعام [2] الحدیث ملخصا۔	امام احمد نے بسند صحیح اور ابوداؤد نے عاصم بن کلیب سے انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے ایک انصاری صحابی سے روایت کی وہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے جب سرکار واپس ہوئے تو مرنے والے کی عورت کا داعی سامنے ایا حضور اس کے گھر تشریف لے گئے اور کھانا حاضر کیا گیا۔ الحدیث بہ تلخیص (ت)

اگر دفن سے پلٹ کر مکانِ میّت پر جانا منع ہوتا تو حضور کیوں قبول فرماتے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ تو اصل فعل کا حکم تھا، مگر ہوا یہ کہ جُہّال نے اس رسمِ شرعی میں بہت رسوم جاہلیت واختراعات بیہودہ کو دخل دیا، مثلاً گانے، باجے شمعیں، قندیلیں، عمدہ عمدہ فرش، طرح طرح کے کھانے، ریا ونا موری کے اسباب، میّت کی تعریف میں حد سے غلو، تعزیت کے وقت اُلٹی وہ باتیں جو غم والم کو زیادہ کریں اور میّت

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الجنائز نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۰۹

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث رجل من انصار دار الفکر بیروت ۵/ ۲۹۳

کو بھولی ہوئی باتیں یاد دلائیں،

کما یشکو بعد ذلك العلامة الشامی حیث یقول یحصل عند ذلك غالبًا من المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع والقنادیل التی لاتوجد فی الافراح وکدق الطبول و الغناء بالاصوات الحسان واجتماع النساء والمردان واخذ الاجرۃ علی الذکر و قراۃ القراٰن وغیر ذلك مما ھو مشاھد فی ھذا الزمان وماکان کذٰلك فلا شك فی حرمته[1]۔	جیسا کہ اس کے بعد علامہ شامی یُوں شکایت فرماتے ہیں: زیادہ تر اس وقت بہت سی بُری باتیں ہوتی ہیں جیسے بیش قیمت شمعیں او رقندیلیں روشن کرنا جو شادیوں میں بھی نہیں ملتیں، ایسے ہی طبل بجانا، خوش آوازی سے گیت سنانا، عورتوں امردوں کا جمع ہونا، ذکر اور تلاوتِ قرآن پر اُجرت لینا، اور ان کے علاوہ ساری باتیں جو اس زمانے میں دیکھنے میں آتی ہیں، جس کام کا یہ حال ہو اس کے حرام ہونے میں کیا شک ہے! (ت)

معہذا خاص اس قصد سے یعنی تعزیت لینے کے لیے بیٹھنا بھی اگرچہ رخصت ہے مگر افضل نہ کرنا ہے

کما فی الھندیة من معراج الدرایة عن خزانة الفتاوٰی الجلوس للمصیبت ثلاثث ایام رخصة و ترکه احسن[2]۔	جیسا کہ ہندیہ میں معراج الدرایہ سے، اس میں خزانۃ الفتاوٰی سے منقول ہے موت کے سبب تین دن بیٹھنے کی اجازت ہے اور اس کا ترک بہتر ہے۔ (ت)

لہٰذا بہت علمائے متاخرین نے میّت کے گھر اس ہجوم واجتماع کو پسند نہ فرمایا اور یہی مناسب جانا کہ لوگ دفن کرکے متفرق ہوجائیں اولیائے میّت اپنے کام میں مشغول ہوں اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف،

کما فی مراقی الفلاح للعلامة الشرنبلالی قال کثیر من متاخری ائمتنا رحمھم اللہ تعالٰی یکرہ الاجتماع عند صاحب المصیبة حتی یاتی الیه من یعزی بل اذا رجع الناس من الدفن فلیتفرقو اویشتغلوا	جیسا کہ علامہ شرنبلالی کی مراقی الفلاح میں ہے کہ ہمارے بہت سے ائمہ متاخرین رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ میّت والے کے یہاں اس مقصد سے اجتماع کہ اس کے یہاں تعزیت کرنے والے آئیں مکروہ ہے۔ لوگ جب دفن سے واپس ہوں تو

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ ومایتصل بذلک مسائل التعزیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۷

بامورهم وصاحب الميّت بامره [1]۔	متفرق ہوجائیں، لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں اہل میّت اپنے کام میں مصروف ہوں۔(ت)

بالجملہ قولِ فیصل جس سے اختلاف زائل، اور توفیق حاصل ہو یہ ہے کہ نفس تعزیت ودعا وایصال ثواب بیشک محمود ومندوب اور وقتِ دُعاہاتھ اٹھانا بھی جائز، اور اگر کوئی شخص اولیائے میّت کے مکان پر جاکر تعزیت کر آئے تو بھی قطعًا روا۔ مگر اولیاء کا خاص اس قصد سے بیٹھنا اور لوگوں کا ان کے پاس ہجوم ومجمع کرنا خواہ قبل دفن ہو یا بعد اُسی وقت اگر ہو یا کبھی مکان میّت پر ہو یا کہیں اور، بہر طور جائز ومباح ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو، مگر اس کا نہ کرنا افضل ہے، نہ یہ کہ قطعًا حرام اور گناہ اور فاعل مبتدع وگمراہ ٹھہرے۔

سبحانك هذا بهتان عظيم قلت وبهذا تتفق الكلمات من قول قوم لاباس به وقوم اٰخرين انه يكره ويكون ماثبت بالحديث المذكور بيانا للجواز فاتقن هذا التحرير الفريد فانه ان شاء الله التحقيق الوسيط وان خالف زعم الفريقين من اهل الافراط و التفريط، والله سبحانه وتعالٰى اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب۔	تجھے پاکی ہے۔ یہ بڑا بہتان ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) اور اس تفصیل سے کلماتِ علماء میں تطبیق بھی ہوجاتی ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا ہے اس میں کوئی حرج نہیں، اور دوسرے حضرات نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے ___ اور حدیث مذکور سے جو ثابت ہوا ہو بیانِ جواز کے لئے ہوگا ___ تو اس منفرد تنقیح کو اچھی طرح محفوظ کرلو کہ ان شاء اللہ یہ درمیانہ تحقیق ہے اگرچہ دونوں فریق کے افراط و تفریط والوں کے برخلاف ہو ___ اور خدائے پاک وبرتر درستی کو خوب جاننے والا ہے اور اسی کی جانب رجوع ومآب ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۱۱: ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کی تعزیت بعد دفن ہی چاہئے یا پیش از دفن بھی جائز ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

افضل یہ ہے کہ بعد دفن قبر سے پلٹ کر ہو **کما فی الجواهرة وغيرها** (جیساکہ جوهرة

[1] مراقی الفلاح علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملہا ودفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۸

وغیرہا میں ہے۔ت) اور قبل دفن بھی بلاکراہت جائز ہے،

فی صحیح الامام ابن السکن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اوذن بجنازۃ فاتی اھلھا فعزاھم کتب اللہ تعالٰی قیراطا فان تبعھا کتب اللہ لہ قیراطین فان صلی علیھا کتب اللہ لہ ثلثۃ قراریط فان شھد دفنھا کتب اللہ لہ اربعۃ قراریط القیراط مثل احد[1]۔	صحیح امام ابن سکن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے (ت) جسے کسی جنازہ کی خبر ملے وہ اہل میّت کے پاس جاکر ان کی تعزیت کرے اللہ تعالٰی اس کے لئے ایک قیراط ثواب لکھے، پھر اگر جنازہ کے ساتھ جائے تو اللہ تعالٰی دو قیراط اجر لکھے، پھر اس پر نماز پڑھے تو تین قیراط، پھر دفن میں حاضر ہو تو چار، اور ہر قیراط کوہ احد کے برابر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲: از شہر بھڑوچ، لال بازار، چناروار، مرسلہ مولوی عباس میاں ولد مولوی علی میاں ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت مکان میں موجود ہے اس کو دفن نہیں کیا، اس کے پہلے اہل میّت کے لوگوں کو کھانا درست ہے یا نہیں؟ احمد سعید کا کہنا ہے کہ درست ہے اور کوئی بُرا نہیں۔ فقہ کی کتاب منافع میں تو لکھا ہے کہ دفن کرنے کے پہلے کھانا حرام ہے، بلکہ ہمسایہ کے چالیس مکان تک حرام ہے۔ اب حق کون ہے وہ بیان کریں۔

الجواب:

کھانا حرام نہیں، غفلت حرام ہے۔ اور چالیس گھر تک حرام ہونا بے اصل محض۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۱۳: از خیر آباد ضلع سیتاپور محلّہ میانسرائے قدیم مدرسہ عربیہ مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو طفل زنا سے متولد ہو کر چار پانچ سال کی عمر میں فوت ہو جائیں اور اس کی مادر بخوف پابندی حکمِ شریعت اس سانحہ پر صبر اختیار کرے تو طفلِ متوفی مادر صابر کا فرط ہوگا یا نہیں؟ اور اس کے دلائل کیا کیا ہیں؟ اور اگر پدر زانی کے قلب پر بھی اس سانحہ کا صدمہ زیادہ ہوا ہو اور وہ بھی بلحاظ امر شریعت صبر کو ملحوظ رکھے تو وہ بھی مستحق ہوگا کہ طفلِ متوفی اس کے لئے فرط ہو یا مستحق نہ ہوگا، امید کہ مفصل جواب بحوالہ عبارت کتب تحریر فرمایا جائیگا تاکہ کسی کو سُن کر بمقابلہ دلائل نقلیہ انکار کا موقع نہ ملے اور شخص مقر کو اطمینان کامل حاصل ہو جائے۔ فقط

[1] صحیح امام ابن سکن

الجواب:

ولد الزنا کے لئے شرعا کوئی باپ نہیں، شرع مطہر نے زانی سے اس کا نسب قطع فرمادیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاھر الحجر[1]۔	بچّہ بچھونے والے کا اور زانی کے لئے پتھر۔

تو وہ اس کا فرط کیونکر ہوسکتا ہے۔ رہا ماں کے لئے فرط ہونا، یہ اس پر موقوف ہے کہ والد الزنا کو منصب شفاعت دیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ احادیث سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مطبوع علی الشر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صل اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ولد الزنا شر الثلثۃ[2] (ولدِ زنا تین میں سب سے بُرا ہے۔ت) دوسری حدیث میں ہے:

لایدخل الجنۃ ولد زانیۃ[3] اھ ای مع السابقین کما فی نظائرہ۔	زانیہ کا بچہ جنت میں نہ جائے گا اھ یعنی سابقین کے ساتھ، جیسے اس طرح کی دیگر حدیثوں میں یہ تاویل ہے۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے:

لاینبغی علی الناس الاولد بغی والابن فیہ عرق منہ[4]۔	لوگوں پر ظلم نہ کرے مگر زنا کی اولاد اور وہ جس میں اس کی کوئی رگ ہو۔ (ت)

چوتھی حدیث میں ہے:

من لم یعرف حق عترتی والانصار والعرب فھو لاحدی ثلاث امامنافق وامالزنیۃ واما امرء حملت بہ امہ لغیر طھر[5]۔ رواہ الدیلمی ورواہ البیھقی من حدیث زید بن جبیر عن داؤد بن حصین عن ابن رافع	جو میری اولاد اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین میں سے ایک ہے۔ منافق ہے یا زانیہ کا بچہ یا ایسا شخص جسے اس کی ماں نے بحالت حیض حمل میں لیا۔ اسے دیلمی نے روایت کیا اور اسے بیہقی نے زید بن جبیر کی حدیث میں داؤد بن حصین سے، انھوں نے ابورافع سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے انہوں نے

[1] صحیح البخاری باب الولد للفراش حرۃ کانت اوامۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۹
[2] سنن ابوداؤد کتاب العتق باب فی عتق والد الزنا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹۶
[3] تاریخ بغداد ترجمہ ۵۹۰۰ عبدالرحمٰن ابوحفص دارالکتاب العربیہ بیروت ۱۱/ ۱۹۱، شعب الایمان حدیث ۷۸۷۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۹۱
[4] کنزالعمال بحوالہ طب عن ابی موسٰی رضی اللہ عنہ حدیث ۱۳۰۹۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۳۳۳
[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۹۵۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۶۲۶

عن ابیه عن امیر المومنین علی کرم الله تعالٰی وجهه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولفظه اما منافق واما ولد مزنیة واما لغیر طهور[1]۔	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اس کے الفاظ یہ ہیں: یاتو منافق ہے یا مزنیہ کا بچہ یا بے طہارت کا (ت)

بایں ہمہ اعزوجل پر حکم نہیں کرسکتے یَفْعَلُ اللّٰهُ مَایَشَآءُ[2] اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَایُرِیْدُ[3] (اللہ جو چاہے کرتا ہے بیشک خدا جو چاہے حکم فرماتا ہے۔ت) ہاں صبر بجائے خود ایک حسنہ جمیلہ ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ[4] اور اللہ تعالٰی نیکی کرنے والوں کا اجر رائیگاں نہیں کرتا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴: از شہر محلّہ کٹرہ چاند خاں مسئولہ جمال احمد ۱۶ شعبان ۱۳۳۶ھ

سائل کے بڑے لڑکے کی اہلیہ نے جو عرصہ سے بعارضہ دق علیل تھی اور اس کے والدین اسے اپنے گھر لے گئے تھے وہیں انتقال کیا، سائل مع پسر خبر انتقال سن کر مع چند دیگر اشخاص وجملہ سامانِ تجہیز وتکفین لے کر پہنچے انھوں نے ہمیں نہایت ترش روئی سے شریک میّت نہ ہونے دیا اور مٹی تک نہ دینے دی، یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب:

بہت بُرا کیا، اگر بلاوجہ شرعی صحیح معتبر تھا کہ مسلمان کو ناحق ایذا دی، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذٰی مسلمًا فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی الله[5]۔ والله تعالٰی اعلم	جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالٰی کو ایذا دی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قدیم قبر اگر کسی وجہ سے کھل جائے یعنی اس کی م-ٹی الگ ہو جائے اور مردہ کی ہڈیاں وغیرہ ظاہر ہونے لگیں تو اس صورت میں قبر کو مٹی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس صورت سے دینا چاہئے؟ بینوا توجروا بالدلیل

الجواب:

اس صورت میں اُسے مٹی دینا فقط جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ سترِ مسلم لازم ہے۔

---

[1] شعب الایمان باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۱۶۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۳۲

[2] القرآن ۱۴/ ۲۷

[3] القرآن ۵/ ۱

[4] القرآن ۹/ ۱۲۰

[5] کنز العمال بحوالہ طس عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۴۳۷۰۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۰

وقد انکشفت قدم لما انھدم جدر الحجرۃ الشریفۃ فی زمان الولید ففزع الناس وظنوا انھا قدم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فما وجدوا احد یعلم ذٰلك حتی قال لھم عروۃ لا واللہ ماھی قدم البنی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماھی الا قدم عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ[1] کما فی صحیح البخاری عن ھشام عن ابیہ واخراج ابن زبالۃ وغیرہ ان قال عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ لمن امرہ ببناء الحائط ان غط مارأیت ففعلہ۔	ولید کے زمانے میں جب روضہ پاک کی دیوار منہدم ہوئی تو ایک قدم کھل گیا جس سے لوگ گھبرا اٹھے، انھیں گمان ہوا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے۔ کسی ایسے آدمی کو تلاش کیا جو اس سے آگاہ ہو یہاں تک کہ حضرت عروہ نے کہا بخدا یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قدم نہیں، یہ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہی قدم ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہشام بن عروہ سے مروی ہے وہ اپنے والد سے راوی ہیں اور ابن زبالہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جس کو دیوار تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا اس سے فرمایا جو تم نے دیکھا اُسے چھپادو، اس نے تعمیل کی۔(ت)

اور اس بارے میں کوئی صورت بیان میں نہ آئی ستر لازم ہے اور کشف ممنوع، اس طرح چھپائیں کہ زیادہ نہ کھولنا پڑے۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲ مسئولہ مولوی عبدالحق ومولوی کریم صاحبان بمعرفت حاجی لعل خاں صاحب ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیر نے اپنے مرض الموت میں اپنے وطن سے دُور ایک مرید سعید ورشید کے شہر میں اپنے دفن کی خواہش کی، بعد وصیت اور اسی مرض الموت ہیں وہاں پہنچ گئے اور بعد انتقال وہیں دفن ہوئے، اب چار برس چند ماہ کے بعد اس پیر کا فرزند جس کے سامنے اس کے باپ نے اپنے مرید کو وصیت کی تھی کہ ہم تمھارے شہر میں دفن ہوں، بسبب نزاع کے اس مرید سے چاہتا ہے کہ نعش کو اس حجرے سے اکھاڑ کر وطنِ شیخ یا اسی شہر میں جہاں اب مزار ہے دوسری جگہ لے جاکر دفن کرے، آیا یہ امر ممکن ہے کہ نبش مسلم کیا جائے جس سے سراسر توہین میّت متصور ہے اور وصیت متوفی کو جو اس اہتمام کے ساتھ کی، توڑ دیا جائے۔

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۶

جواب از لکھنؤ: ھوالمصوب، مالک زمین وحجرہ نے اپنی خوشی واجازت سے نعشِ شیخ کو دفن کیا، پس اب نبش قبر کا جائز نہیں، بلکہ حرام ہے، جیساکہ شامی میں مصرح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ حررہ محمد عبدالمجید۔

الجواب:

صورتِ مذکورہ میں نبش حرام، حرام، سخت حرام، اور میّت کی اشد توہین وہتک سرّرب العلمین ہے اور جو بیٹا باپ کے ساتھ ایسا چاہے عاق وناخلف ہے۔ اگرچہ وصیت دربارہ دفن واجب العمل نہیں، نہ یہاں دفن بے رضائے مالک کے مسئلہ کو کچھ دخل تھا کہ رضاپر تفریع حکم ہو، بالفرض اگر وقت دفن رضائے مالک نہ ہوتی تو اختیار نبش اُسے ہوتا نہ کہ اجنبی کو جس کا زمین میں کوئی حق نہیں۔ التجنیس والمزید میں ہے:

اذادفن فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالك بالخیاران شاء امر باخراج المیّت وان شاء سوی الارض وزرع فیھا [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	اگر دوسرے کی زمین اس کے مالک کی اجازت کے بغیر دفن کردیا جائے تو مالک کو اختیار ہے اگر چاہے میّت کو نکلوادے اور اگر چاہے تو زمین کے برابر کردے اور اس میں کھیتی کرے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷: روز دوشنبہ ۲۳ صفر ۱۳۲۳ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی امرأۃ حاملۃ ماتت فی مدۃ کاملۃ ودفنت بدستور العمل فرأی رجل صالح فی المنام انھا ولدت ولداحیا ایجوز ان یحفر قبرھا ویخرج الولد معھا اویخرج ولدھا فقط باعتماد منام الرجل المذکور ام لا. بینوا بالبرھان توجروا من الرحمان۔	اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک عورت پوری مدتِ حمل کے بعد بحالت حمل انتقال کر گئی، دستور کے مطابق اسے دفن کردیا گیا، ایک مردصالح نے خواب دیکھا کہ اس عورت کو زندہ بچہ پیدا ہوا ہے، اب شخص مذکور کے خواب پر اعتماد کرکے قبر کھود کر بچّے کو عورت کے ساتھ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ دلیل کے ساتھ بیان فرمائیں خدا سے اجر پائیں (ت)

الجواب:

لا، الابدلیل جائز والستر مصون	جائز نہیں، مگر جب کوئی روشن دلیل ہو، پردہ محفوظ

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ التجنیس الفصل السادس فی القبر والدفن الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۷

والرویا فنون، فی السراجیة ثم الهندیة حامل اُتت علی حملها سبعة اشهر وکان الولد یتحرك فی بطنها ماتت فدفنت ثم رؤیت فی المنام انها قالت ولدت لاینبش القبر[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم	ہے، اور خواب طرح طرح کے ہوتے ہیں، سراجیہ پھر ہندیہ میں ہے ایک عورت کے حمل کو ساتھ مہینے ہوئے بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کرتا تھا وہ مر گئی اور اسے دفن کردیا گیا، پھر کسی نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ کہتی ہے میں نے بچہ جنا ہے، تو قبر نہ کھودی جائے گی اھ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۱۸: از جوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

مسافران راعادت است کہ در سفر بمیرند ہمانا دفن میکنند ولیکن امان میکند بعد از مدت مقررہ ازینجا بیرون کنانیدہ از مشرق بہ مغرب واز شمال بجنوب وعلی العکس می برند، آیا ایں فعل جائز است یا ناجائز؟	مسافروں کی عادت یوں ہے کہ جو سفر میں مرتے ہیں ان کو ویسے ہی دفن کردیتے ہیں لیکن امانت رکھتے ہیں ایک مقررہ مدّت کے بعد سے نکالا کر مشرق سے مغرب، شمال سے جنوب اور اس کے برعکس لے جاتے ہیں، یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

ایں حرام ست، بعد از دفن کشودن حلال نیست، و نقل بمسافتِ بعیدہ روانیست، واللہ تعالٰی اعلم	یہ حرام ہے، دفن کے بعد کھولنا جائز نہیں، اور دور مسافت تک لے جانا بھی روا نہیں، اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۱۹تا۱۲۰: از جالندھر چوک حضرت امام ناصر الدین صاحب مسئولہ ملک محمد امین صاحب ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) قبرستان بوجہ بہت ویرانے کے میّت کی ہڈیاں باہر نکل پڑیں تو ایسی حالت میں پختہ اینٹوں سے قبر از سرنو بنانی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایسے قبرستان میں جوتی پہن کر جانا اور چارپائی پر سونا، گھوڑا باندھنے میں کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) اُن ہڈیوں کو دفن کرنا واجب ہے اور قبر میّت کے گرد پکی نہ ہو اوپر سے پکی کرسکتے ہیں۔

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

(۲) قبروں پر چلنے کی ممانعت ہے نہ کہ جُوتا پہننا۔ سخت توہینِ اموات مسلمین ہے، ہاں جو قدیم راستہ قبرستان میں ہو جس میں قبر نہیں اس میں چلنا جائز ہے اگرچہ جُوتا پہنے ہو۔ قبروں پر گھوڑے باندھنا، چارپائی بچھانا، سونا، بیٹھنا سب منع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۱: از شہر بریلی کہنہ محلّہ کانکرٹولہ مسئولہ مولوی حضور احمد صاحب ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے صحن میں، بعد تعمیر مسجد، ایک عرصہ کے بعد اتفاق سے تین میّت دفن ہوگئیں، قبروں کے میل میں شمال کی جانب ایک حجرہ بھی تھا کہ اس کو وارثان میّت موصوفہ نے توڑ کر دوسری جگہ حجرہ بنوادیا اور اراضی حجرہ سابق کو شامل قبروں کے حدود قائم کردئے، وارثانِ میّت کا ایما قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اراضی حجرہ سابق بغرض آئندہ قبروں کے شامل کی گئی ہے۔ علاوہ اس کے قبروکے تین رُخ یعنی جانب مشرق و مغرب جنوب بوقت بنوانے حدود کے تھوری اراضی صحن مسجد قبروں میں اور شامل ہوگئی ہے۔ ایسی صوت میں شرعًا کیا ہونا چاہئے؟ اور چونکہ اس وقت فرش صحنِ مسجد کا پختہ اور درست ہورہا ہے اراضی حجرہ سابق و نیز اور جو اراضی کسی قدر قبروں کے حصہ میں دب گئی ہے اس کو نکال کر اور تینوں قبروں میں جس قدر اراضی ہے حدود بنادئے جائیں یا نہیں یا کیا کرنا چاہئے؟ چونکہ تعمیر فرش زیر تعمیر ہے اس کے جواب کی جلد ضرورت ہے۔

الجواب:

اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ صحنِ مسجد میں بعد تعمیر مسجد وارثانِ بانی مسجد خواہ کسی نے قبریں بنالیں تو وہ قبریں محض ظلم ہیں اور ان کا باقی رکھنا ظلم ہے نہ کہ آئیندہ قبروں کے لئے ایک حدبندی اور اس میں حجرہ مسجد اور صحنِ مسجد سے اور زمین شامل کرنا یہ سب ظلم وحرام ہے اور اس کا دفع کرنا فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس لعرق ظالم حق [1] واوقع ھھنا فی ابن عابدین ایھام ازلناہ فیما علیہ عقلناہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔ یہاں شامی کچھ ایہام واقع ہے جس کا ازالہ ہم نے اس کے حاشیہ میں کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۲: مسجد کے محاذی مسجد کے دروازے سے ملحق اگر پرانا قبرستان ہو جس میں قبروں کے نشان نمایاں ہوں اس کی اراضی کو مسجد کے صحن کو وسعت دینے کی غرض سے ہموار کرکے شاملِ صحن کرلیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے تو

[1] سنن ابوداؤد باب احیاء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۱

جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

حرام، حرام، حرام۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۲۳: از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع شوبید پور مرسلہ مولانا انوارلدین صاحب ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان وقف میں کسی کو اپنی سکونت یا ذاتی منفعت کے لئے مکان بنایا، یا مقبرہ غیر وقف میں مالک کا خاص قبور پر یا قبروں سے جدا مکان تعمیر کرنا، خصوصًا اس قبر پر جو بلااجازتِ مالک اس کی زمین میں بنالی ہو، اس میں سے میّت کو نکال کر یا بے نکالے ہوئے جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

مقبرہ وقف میں اپنا مکانِ سکونت بنانا یا خلافِ وقف اپنے کسی تصرف وانتفاع میں لانا حرام ہے۔ **فان الوقف لایملک ولا یخالف** (اس لیے کہ وقف کو نہ اپنی ملک بنایا جاسکتا ہے نہ اس کے مقررہ مقصد کے خلاف کیا جاسکتا ہے۔ت) اور مالک کو اپنی زمین مملوک میں قبروں سے جدا مکان بنانا روا، **فان الملك مطلق له والمالك لا یحجر** (اس لیے کہ ملک اس کے لیے مطلق ہے اور مالک روکا نہیں جاسکتا۔ت) اور قبور پر کہ اس کی اجازت سے بنی ہوں ناروا،

لما فیه من استهانة بالمسلمین وقد حققنا مایتعلق بهذافی فتاوٰنا بمالا مزید علیه ومن سعی فی نقض ماتم من جهته فسعیه مردود علیه۔	اس لیے کہ اس میں مسلمان کی اہانت ہے اس سے متعلق تمام باتون کی کامل تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کردی ہے اور جو اس عہد کو توڑنے کی کوشش کرے جو اسی کی جانب سے تمام ہوا تو اس کی کوشش اس پر رد کردی جائیگی۔ (ت)

مگر جو قبر ظلمًا بلااجازت مالک بنالی جائے اس کے لیے کچھ حق نہیں۔

لقوله صلی الله علیه وسلم لعرق ظالم حق [1]	کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔ (ت)

علماء اجازت دیتے ہیں کہ چاہے میّت کو نکلوادے' چاہے یونہی زمین اپنے تصرف میں لائے۔ درمختار میں ہے:

[1] سنن ابوداؤد باب احیار الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۱

يخير المالك بين اخراجه ومسا واته بالارض [1]	مالک کو اختیار ہے کہ اسے نکال دے یا زمین کے برابر کردے۔(ت)

صفوفِ نماز کی شرعًا کس قدر حرمت و تعظیم ہے، مگر جو صفیں قبل تمامی صف اول کرلی جائیں، حدیث وفقہ حکم فرماتے ہیں کہ ان صفوں کو چیرتے ہوئے جاکر صفِ اوّل پوری کریں کہ خلاف شرع قائم ہونے کے سبب ان کی حرمت نہیں، یہ حق اللہ میں ہے۔ حق العبد تو اشد ہے۔ پھر بھی اگر صاحبِ حق اس کا لحاظ کرکے اپنے حق سے در گزر کرے کہ مردہ بدست زندہ اس نے خود قصور نہ کیا۔ توامید ہے کہ حق سبحٰنہ وتعالٰی اُسے اجر عظیم فرمائے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۲۴: از بمبئی، محلّہ نل بازار، دکان سیٹھ شمس الدین وامیر الدین مرسلہ امیر الدین معرفت سید محمد مہدی حسن میاں صاحب ۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص قبرستان خاص یا قرب قبرستان مکان تعمیر کرے، اور پاخانہ بھی تعمیر کرے۔ پاخانہ کی موری کا غلیظ پانی قبروں پر ہو کر جائے تو ایسی جگہ مکان بغرض سکونت ورہائش بنانا جائز ہے یا ناجائز؟ ایسی جگہ کہ کپڑوں کے دھونے سے غلیظ پانی کپڑوں کا قبروں پر سے جاری ہے وہاں دھوبی کپڑے دھو سکتا ہے اور اگر وہ جگہ بقبضہ مسلمان ہے یا ملکیت مسلمان ہے تو مسلمان اگر مانع نہ آئے، یا بطمع کرایہ دھوبی کے اس عمل مذکور کو جاری رہنے دے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

قبرستان وقف ہے اور وقف میں اپنی سکونت کا مکان بنانا وقف بیجا ہے اور اس میں تصرف بیجا حرام ہے پھر اگر اس قطعہ میں قبور بھی ہوں اگرچہ نشان مٹ کرناپید ہو گئی ہوں جب تو متعدد حراموں کا مجموعہ ہے، قبروں پر پاؤں رکھنا ہوگا، چلنا ہوگا، بیٹھنا ہوگا، پیشاب پاخانہ کرنا ہوگا، اور یہ سب حرام ہے۔ اس میں مسلمانوں کو طرح طرح ایذا ہے اور مسلمان بھی کون، اموات کہ شکایت نہیں کرسکتے، دنیا میں عوض نہیں لے سکتے، بے وجہ شرعی مسلمانوں کی ایذا اللہ ورسول کی ایذا ہے، اللہ ورسول کو ایذا دینے والا مستحق جہنم۔ اسی طرح اگر قبرستان کے قریب مکان بنایا، پاخانے یا دھوبیوں کے غلیظ پانی کا بہاؤ قبور پر رکھا تو یہ بھی سخت حرام ہے اور جو باوصفِ قدرت اُسے منع نہ کرے وہ بھی مرتکب حرام ہے اور بطمع کرایہ اُسے روا رکھنا سستے داموں دوزخ مول لینا ہے، یہ کام اُسی شخص کے ہوسکتے ہیں جس کے دل میں نہ اسلام کی قدر، نہ مسلمانوں کی عزت، نہ خدا کا خوف، نہ موت کی ہیبت، **والعیاذ**

---

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

باللہ تعالٰی۔امام ابن امیر الحاج حلیہ میں نوادر و تحفۃالفقہاء و بدائع و محیط وغیرہ سے نقل فرماتے ہیں:

اباحنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه کرہ وطء القبر والقعود اوالنوم اوقضاء الحاجة الیه[1]۔	امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قبر پر چلنا، بیٹھنا سونا، قضائے حاجت کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔(ت)

حدیقہ ندیہ میں جامع الفتاوٰی سے ہے:

انه والتراب الذی علیه حق المیّت فلایجوز ان یوطء[2]۔	وہ اور اس پر کی مٹی حقِ میّت ہے تو اس پر چلنا جائز نہیں۔(ت)

فتاوٰی عالمگیری میں امام علی ترجمانی سے ہے:

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیّت[3]۔	قبروں پر چلنے سے گنہگار ہوگا اس لیے کہ قبر کی چھت میّت کا حق ہے۔(ت)

تنویرالابصار میں ہے: یکرہ بول وغائط فی مقابر[4] (قبرستان میں پیشاب پاخانہ مکروہ ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے:

لان المیّت یتأذی بمایتاذی به الحی والظاهر انها تحرمیة لانهم نصوا علی المرورفی سکة حادثه فیها حرام فهذا اولی[5]۔	اس لیے مردے کو بھی اس چیز سے اذیّت ہوتی ہے جس سے زندے کو اذیت ہوتی ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔اس لیے کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان کے اندر نَوپیدا راستے سے گزرنا حرام ہے تو یہ بدرجہ اولٰی حرام ہوگا۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرة اوسیف احب الی من ان	مجھے آگ یا تلوار پر چلنا قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی مسئلۃ الدفن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۲۰، تحفۃ الفقہاء باب الدفن وحکم الشہداء دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۵۷

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف الثامن نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۴

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

[4] درمختار فصل فی الاستنجا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۵۷

[5] ردالمحتار فصل فی الاستنجا ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۲۲۹

امشی علی القبر [1]۔ رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند جید۔	اسے ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بسند جید روایت کیا۔

نیز نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کسر عظم المیّت یوذیہ فی قبرہ مایوذیہ فی بیتہ [2] وقال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ [3] وعن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رانی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جالسا علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لاتؤذی صاحب القبر [4]۔	مُردے کی ہڈیاں توڑنا اور اسے ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندے کی ہڈی توڑنا، اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہے: میّت کو قبر کے اندر بھی اس چیز سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر کے اندر ایذا ہوتی تھی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: بحالت وفات مومن کو ایذا دینا ایسے ہے جیسے اسے زندگی میں ایذا دینا۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے قبر سے لگنے والے! قبر سے اُتر جا، صاحب قبر کو ایذا نہ دے۔ (ت)

ان تمام صحیح حدیثوں اور ان کے سوا اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ قبر پر بیٹھنا یا پاؤں رکھنا بلکہ صرف اُس سے تکیہ لگانے سے میّت کو ایذا ہوتی ہے۔ اور مردہ مسلمان کی ایذا ایسی ہے جیسے زندہ مسلمان کی۔ تو اس پر تجھے پانی بہانا کس قدر باعث ایذا ہوگا۔ جب زندہ مردہ اس میں برابر ہیں تو کیا یہ شخص روا رکھے گا کہ پاخانے کے بدرو کا پانی اس پر بہایا جائے یا لوگ اس کے سینے اور مُنہ پر پیشاب کیا کریں، یا دھوبی ناپاک کپڑے دھو کر وہ پانی اس کے منہ اور سر پر چھڑک دیا کریں، ہر گز کوئی مسلمان بلکہ کافر اسے اپنے لیے روانہ رکھے گا، تو میّت مسلمانوں کے لیے ایسی سخت ایذا کس دل سے روا رکھی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلمًا فقد اذانی ومن اذانی فقد اٰذی اللہ [5]۔ رواہ الطبرانی عنہ	جس نے کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱۳
[2] سنن ابوداؤد کتاب الجنائز آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۲
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ ابن ابی شیبہ باب دفن المیّت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۷۹
[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ الطبرانی والحاکم باب دفن المیّت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹
[5] کنزالعمال بحوالہ طب عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۷۰۳ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۱۰

ایذادی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں بسندِ حسن حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)	فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

بیشک جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دینا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔	اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۝[1]۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب　　۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

قبر پر درخت لگانا، دیوار کھینچنا یا قبرستان کی حفاظت کے لیے اس کے چاروں طرف کھود کر، جس میں قدیم قبریں بھی ہیں، محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

حفاظت کے لیے حصار بنانے میں حرج نہیں، اور درخت اگر سایہ زائرین کے لیے ہو اچھا ہے، مگر قبرستان سے جُدا ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۲۶: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ غلام جان صاحب طالبعلم　　۱۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان کی کوئی چیز مثلاً لکڑی وانیٹیں وغیرہ مسجد میں صرف کرنا یا اُن کی قیمت لے کر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب:

قبرستان میں پیڑ جس نے لگائے ان کی لکڑی اور مقبرہ جس نے بنوایا اس کی اینٹیں اس لگانے بنوانے والے کی ملک ہے وہ جو چاہے کرے، اور اگر مالک کا پتا نہیں یا درخت خودرَو ہیں تو مسجد میں صرف کرسکتے ہیں، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۲۷: از سہانپور مرسلہ مولوی امیر یار خاں صاحب امام مسجد جامع　　۲۰ شوال ۱۳۱۱ھ

ماقولکم رحمکم اللہ (اللہ آپ پر رحم کرے، آپ کا کیا فرمان ہے۔ت) اس مسئلہ میں کہ ایک بزرگ کی قبر خام ہے اس اہل قبر سے اس کے مقتدین کے لیے کمال درجہ کا فیض مثل اویسیہ کے اور حصول تسکین قلب و مراقبہ واشغال متصور ہے۔ مگر چونکہ موسم برسات میں بباعث آب وسیلاب کے اور دیگر مواسمِ گرما وغیرہ

[1] القرآن ۳۳/ ۵۷

میں معتقدین کو وہاں بیٹھنے کی بہت تکلیف رہتی ہے، پس اگر معتقدین مذکورین واسطے اپنے استفاضہ طریقت اس قبر کے گرداگرد چبوترہ پختہ دیوار اور چار دیواری پختہ بنادیں اور اوپر سے کھلی ہوئی رکھیں اور قبر کو خام رہنے دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مذکورہ فی السوال جائز ہے۔ ائمہ دین نے مزاراتِ حضرات علماء ومشائخ قدست اسرار ہم کے گرد زمین جائز التصرف میں اس غرض سے کہ زائرین ومستفیدین راحت پائیں عمارت بنانا جائز رکھا، اور تصریحات فرمائیں کہ علت منع نیت فاسدہ یا عدم فائدہ ہے توجہاں نیت محمود اور نفع موجود منع مفقود۔ تفصیل صور وتحقیق اغراس مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر پہلے عمارت بنالی جائے بعدہ اس میں دفن واقع ہو جب تو مسئلہ بناء علی القبر سے متعلق ہی نہیں کہ یہ اقبار فی البناء ہے، نہ بناء علی القبر، علامہ طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمٰن، پھر علامہ شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام، پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین، پھر علامہ سید احمد مصری حاشیتین درو مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

واللفظ الغنية قال فی البرهان يحرم البناء عليه للزينة ويكره للاحكام بعد الدفن لا الدفن مقام بنی فيه قبله لعدم كونه قبر حقيقة بدونه[1] اھ	الفاظ غنیہ کے ہیں کہا کہ برہان میں ہے کہ قبر پر زینت کے لیے عمارت بنانا حرام ہے اور دفن کے بعد پختگی ومضبوطی کے لیے بنانا مکروہ ہے، جہاں پہلے سے عمارت تھی وہاں دفن مکروہ نہیں کیونکہ بغیر دفن کے وہ جگہ حقیقۃً قبر نہیں اھ (ت)

اور اگر دفن کے بعد تعمیر ہو تو اس کی دو۲ صورتیں ہیں: ایک۱ یہ کہ خود نفسِ قبر پر کوئی عمارت چُنی جائے اس کی ممانعت میں اصلاً شک نہیں کہ سقفِ قبر وہوائے قبر حق میّت ہے، معہذا اس فعل میں اس کی اہانت واذیت، یہاں تک کہ قبر پر بیٹھنا، چلنا ممنوع ہوا نہ کہ عمارت چننا، ہمارے بہت علمائے مذہب قدست اسرار ہم نے احادیث وروایات نہی عن النباء سے یہی معنٰی مراد لیے اور فی الواقع بناء علی القبر کے حقیقی معنٰی یہی ہیں۔ گرد قبر کوئی مکان بنانا حول القبر ہے کہ علی القبر۔ جیسے صلوٰۃ علی القبر کی ممانعت بجنب القبر کو شامل نہیں کما نص علیہ العلماء قاطبۃ وبیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ علماء نے بالاتفاق اس کی تصریح کی ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے۔ت) امام فقیہ النفس فخر الملۃ والدین اوزجندی خانیہ میں فرماتے ہیں:

[1] غنیہ ذوی الاحکام فی بغیہ درر الاحکام باب الجنائز مطبعۃ احمد کامل الکائنہ دار السعادت بیروت ۱/ ۱۶۷

لا یجصص القبر لماروی عن البنی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انه انھی عن التجصیص و التقضیض وعن البناء فوق القبر. قالوا اراد بالبناء السفط الذی یجعل علی القبر فی دیار نالماروی عن ابی حنیفة رحمه اللہ تعالٰی انه قال لایحصص القبر ولایطین ولایرفع علیه بناء وسفط [1]۔	قبر کو گچ سے پکانہ کیا جائے گا اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے گچ اور چونے سے پختہ کرنے سے اور قبر کے اوپر عمارت بنانے سے ممانعت فرمائی ہے، علماء نے فرمایا عمارت سے مراد وہ سفط ہے جو ہمارے دیار میں قبر پر بنایا جاتا ہے اس لیے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: قبر کو گچ اور گارے سے پختہ نہ کیا جائے اور نہ اس پر عمارت اور سفط بلند کیا جائے۔(ت)

امام طاہرین بن عبدلرشید بخاری خلاصہ میں فرماتے ہیں:

لا یرفع علیه بناء قالوا ارادبه السفط الذی نجعل فی دیارنه علی القبور وقال فی الفتاوی الیوم اعتاد واالسفوط [2]۔	اس پر کوئی عمارت اونچی نہ کی جائے، علماء نے فرمایا: اس سے وہ سفط مراد ہے جو ہمارے دیار میں قبروں پر بنایا جاتا ہے، اور فتاوٰی میں ہے کہ اس زمانے میں سفطوں کی عادت ہوچکی ہے۔(ت)

رحمانیہ میں نصاب الاحتساب سے ہے:

لایجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا اومسجدا لان موضع القبر حق المقبور فلا یجوز لاحد التصرف فی ھواء قبره [3]۔	قبر کے اوپر گھر یا مسجد بنانا جائز نہیں اس لیے کہ قبر کی جگہ میّت کا حق ہے تو کسی کے لیے اس قبر کی فضا میں تصرف روا نہ ہوگا۔(ت)

ہندیہ میں ہے:

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیّت [4]۔	قبروں پر چلنے سے گنہگار ہوگا اس لیے کہ قبر کی چھت حقِ میّت ہے۔(ت)

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب غسل المیّت الخ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۹۲
[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۲۶
[3] رحمانیہ
[4] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشرفی زیارۃ القبور الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

۲دوسرے یہ کہ گرد قبر کوئی چبوترہ یا مکان بنایا جائے، یہ اگر زمین ناجائز تصرف میں ہو جیسے ملک غیر بے اذن مالک یا ارض وقف بے شرط واقف، تو اس وجہ سے ناجائز ہے کہ ایسی جگہ تو مسجد بنانی بھی جائز نہیں اور عمارت تو اور ہے،

ولذا النقل فی المرقاۃ عن الازھار ان النھی للحرمۃ فی المقبرۃ المسبلۃ ویجب الھدم وان کان مسجدا [1]۔	اسی لیے مرقات میں ازہار سے نقل ہے کہ عام وقفی قبرستان میں تعمیر حرام ہونے کی وجہ سے نہی ہے اور اسے ڈھادینا ضروری ہے اگرچہ مسجد ہی ہو۔ (ت)

یوں ہی اگر بہ نیت فاسدہ ہو مگر زینت وتفاخر جیسے امراء کی قبور پر ابنیہ رفیعہ بمصارف وسیعہ اس غرض سے بنائے جاتے ہیں، تو یہ بوجہ فساد نیت ممنوع،

کما مرعن البرھان ومثلہ فی نور الایضاح وغیرہ۔	جیساکہ برہان کے حوالے سے گزرا، اور اسی کے مثل نورالایضاح وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اسی طرح جہاں بے فائدہ محض ہو، جیسے کوئی قبر کسی بَن میں واقع ہو جہاں لوگوں کا گزر نہیں یا عوام غیر صلحا کی قبور جن سے نہ کسی کو عقیدت کہ بجہت تبرک وانتفاع ان کی مقابر پر جائیں نہ ان کے دنیادار ورثا سے امید کہ وہی جاڑے، گرمی، برسات مختلف موسموں میں بقصدِ زیارت قبر ونفع رسانیٔ میّت وہاں جاکر بیٹھا کریں گے، قرآن وذکر میں مشغول رہیں گے یا بروجہ جائز قراء وذاکرین کو وہاں مقرر رکھیں گے، ایسی صورت میں بوجہ اسراف واضاعت مال نہی ہے، علامہ تورپشتی فرماتے ہیں: **منھی لعدم الفائدۃ فیہ** [2] (ممنوع ہے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ت) مجمع بحار الانوار میں ہے: **منھی عنہ لعدم الفائدۃ** [3] (بے فائدہ ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ت) مرقاۃ میں ہے:

وقال بعض الشراح من علمائنا ولاضاعۃ المال [4]۔	اور ہمارے بعض علمائے شارحین نے فرمایا اور اضاعت مال کی وجہ سے بھی۔ (ت)

جہاں ان سب محذورات سے پاک ہو وہاں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ ولہٰذا مولانا علی قاری نے بعد نقل کلام

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب دفن المیّت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ تورپشتی باب دفن المیّت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹
[3] مجمع بحار الانوار لفظ ''شرف'' کے تحت مذکور ہے منشی نولکشور لکھنؤ ۲/ ۱۸۷
[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب دفن المیّت فصل اول مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹

مذکور تورپشتی فرمایا:

قلت فیستفاد منه انه اذا کانت الخیمة لفائدة مثل ان یقعد القراء تحتها فلا تکون منهیة، قال ابن الهمام واختلف فی اجلاس القارئین لیقرأوا عند القبر والمختار عدم الکراهة[1]۔	میں کہتا ہوں تو اس سے مستفاد ہوا کہ جب خیمہ کسی فائدہ کے تحت ہو مثلاً یہ کہ قرآن پڑھنے والے اس کے نیچے بیٹھیں گے تو ممنوع نہ ہوگا۔ ابن ہمام نے فرمایا: قبر کے پاس بیٹھ کر پڑھنے کے لیے جو ٹاٹ بچھتے ہیں ان سے متعلق اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ کراہت نہیں۔ (ت)

شیخ الاسلام کشف الغطاء میں فرماتے ہیں:

اگر غرضے صحیح داشتہ باشد ' دراں باک نیست بآں چنانکہ دربنائے قبر بہ نیت آسائش مردم وچراغ افروختن در مقابر بقصد دفع ایذائے مردم از تاریکی راہ ونحو آں گفتہ اند، کذا یفهم من شرح الشیخ[2]۔	اگر کوئی صحیح غرض ہو تو اس میں حرج نہیں جیسے لوگوں کے آرام کے لیے قبر کے پاس عمارت بنانے اور راستے کی تاریکی سے لوگوں کی تکلیف دفع کرنے کے لیے قبرستان میں چراغ جلانے اور اس طرح کے کاموں میں علماء نے فرمایا ہے ____ شیخ کی شرح سے ایسا ہی سمجھ میں آتا ہے۔ (ت)

صحیح بخاری شریف میں ہے:

عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال فی مرضه الذی مات فیه لعن الله الیهود والنصارٰی اتخذ واقبور انبیاء هم مسجدا قالت ولولا ذاك لابرزوا قبره[3]۔	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتی ہے کہ حضور نے اپنے مرضِ وفات میں فرمایا: یہود ونصارٰی پر خدا کی لعنت ہو انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔ اگر یہ ارشاد نہ ہوتا تو حضور کی قبر انور نمایاں رکھی جاتی۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب دفن المیّت فصل اول مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹

[2] کشف الغطاء باب دفن میّت مطبع احمدی دہلی ص ۵۵

[3] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۷

علامہ قسطلانی ارشاد الساری میں زیر حدیث مذکور لکھتے ہیں:

لکن لم یبرز وہ ای لم یکشفوہ بل بنوا علیہ حائلا[1]۔	لیکن اسے نمایا اور منکشف نہ رکھا بلکہ اس پر ایک حائل بنادیا۔(ت)

جذب القلوب میں فرمایا:

چوں دفن سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم بموجب حکم الٰہی ہم در حجرہ شریفہ شد۔ عائشہ صدیقہ نیز در خانہ خود ساکن می بود و میان او و قبر شریف پردہ نہ بود، و در آخر بسبب جرأت و عدم تحاشی مردم از درآمدن بر قبر شریف و برداشتن خاک ازاں خانہ را دو قسم ساخت و دیوارے در میان مسکن خود و قبر شریف کشید و بعد ازاں کہ امیر المومنین عمر در مسجد زیادت کرد وہ حجرہ راازخشت خام بنا کرد و تازمان حدوث عمارت ولید ایں حجرہ ظاہر بود عمر بن عبدالعزیز بحکم ولید بن عبدالملک آں راہدم کرد و بحجارہ منقوشہ برآورد۔ برظاہر آں حظیرہ دیگر بنا کرد و ہیچکدام ازیں دو درے نگذاشت از عروہ روایت می کنند کہ وے بہ عمر بن عبدالعزیز گفت، اگر حجرہ شریفہ رابرحالِ خود گزارند و عمارتے گرد آں برآرند احسن باشد[2] الخ (ملخصًا)	جب سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حکم الٰہی کے باعث حجرہ شریفہ ہی میں دفن کردیا گیا عائشہ صدیقہ بھی اپنے گھر میں سکونت پذیر تھیں، ان کے اور قبر شریف کے درمیان پردہ نہ تھا، آخر میں قبر شریف کے پاس بیباکی سے لوگوں کے بے تحاشہ آنے اور وہاں کی خاک لے جانے کی وجہ سے گھر کو دو حصوں میں تقسیم کردیا اور اور اپنے مسکن اور قبر شریف کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی، جب امیر المومنین حضرت عمر نے مسجد میں اضافہ کیا تو حجرہ کی عمارت کچی اینٹوں کی بنادی، ولید کے زمانہ کی تعمیر جدید تک یہ حجرہ ظاہر تھا، عمر بن عبدالعزیز نے ولید بن عبدالملک کے حکم سے اسے منہدم کرکے منقش پتھروں سے بنایا اور اس کے بیرونی حصہ پر ایک اور حظیرہ بنایا اور ان دو[2] دروازوں میں سے کوئی نہ چھوڑا۔ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا اگر حجرہ شریف کو اپنے حال پر رکھتے اور اس کے گرد ایک عمارت بنادیتے تو بہتر ہوتا الخ (ملخصًا) (ت)

لاجرم ائمہ کرام نے گردِ قبورِ علماء و مشائخ قدست اسرارہم اباحتِ بناکی تصریح فرمائی۔ علامہ طاہر فتنی

[1] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۳۰

[2] جذب القلوب باب ہفتم دربیان تغیرات الخ نولکشور لکھنؤ ص ۱۲۱

بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں:

وقد اباح السلف ان یبنی علی قبر المشایخ والعلماء المشاھیر لیزورھم الناس و یستریحوا بالجلوس فیہ [1]۔	سلف نے مشہور علماء ومشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں۔(ت)

بعینہٖ اسی طرح علامہ علی قاری مکی نے بعد عبارت مسطورہ ذکر فرمایا کہ **وقد اباح السلف البناء** [2]الخ (سلف نے علماء ومشائخ کی قبور پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے۔ت) کشف الغطاء میں ہے:

در مطالب المومنین گفتہ کہ مباح کردہ اند سلف بناء رابر قبر مشائخ علمائے مشہور تامردم زیارت کنند واستراحت نمایند بجلوس درآں ولیکن اگر برائے زینت کنند حرام است ودر مدینہ مطہرہ بنائے قبہا بر قبور اصحاب درزمان پیش کردہ اند ظاہر آنست کہ آں بتجویز آں وقت باشد وبر مرقدِ منور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیز قبہ عالی ست [3]۔	مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ سلف نے مشہور علماء ومشائخ کی قبروں پر عمارت بنانا مباح رکھا ہے تاکہ لوگ زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام لیں، لیکن اگر زینت کے لیے بنائیں تو حرام ہے مدینہ منورہ میں صحابہ کی قبروں پر اگلے زمانے میں قبے تعمیر کئے گئے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ اس وقت جائز قرار دینے سے ہی یہ ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرقدِ انور پر بھی ایک بلند قبہ ہے۔(ت)

نور الایمان میں ہے:

قدنقل الشیخ الدھلوی فی مدارج عن مطالب المومنین ان السلف اباحوا ان یبنی علی قبر المشایخ والعلماء المشھورین قبۃ لیحصل الاستراحۃ الزائرین و یجلسون فی ظلھا وھکذا فی المفاتیح شرح المصابیح وقد جوزہ اسمٰعیل الزاھدی الذی من مشاھیر الفقھاء [4]۔	شیخ محقق دہلوی نے مدارج النبوۃ میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ سلف نے مشہور مشائخ وعلماء کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز ومباح رکھا ہے تاکہ زائرین کو آرام ملے اور اس کے سائے میں بیٹھ سکیں، اسی طرح مفاتیح شرح مصابیح میں بھی ہے اور مشاہیر فقہاء میں سے اسمٰعیل زاہدی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔(ت)

[1] مجمع بحار الانوار تحت لفظ "شرف" منشی نولکشور لکھنؤ ۲/ ۱۸۷

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب دفن المیّت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۶۹

[3] کشف الغطاء باب دفن میّت مطبع احمدی دہلی ص ۵۵

[4] مدارج النبوۃ بحوالہ مطالب المومنین وصل در نماز جنازہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۴۲۰

علامہ سید طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں صرحۃً فرمایا کہ اس میں کچھ کراہت بھی نہیں۔

حیث قال فی مسألۃ الدفن فی الفساقی ان فی نحو قرافۃ مصر لایتأتی للحدودفن الجماعۃ لتحقق الضرورۃ واماالبناء فقدم تقدم الاختلاف فیه، ومام الاختلاط فللضرورۃ، فاذا فعل الحاجز بین الاموات فلا کراھۃ[1]۔	تہ خانوں کے اندر تدفین کے مسئلہ میں لکھتے ہیں: قرافہ مصر جیسی جگہ میں لحد نہیں بن پاتی اور کئی ایک آدمیوں کو ایک ساتھ دفن کرنا مجبوری کی وجہ سے ہے۔ رہی تعمیر تو اس بارے میں ختلاف گزر چکا ہے، اور اختلاط تو مجبورًا ہے۔ اگر مُردوں کے درمیان آڑ کردی جائے تو کوئی کراہت نہیں۔(ت)

نہایت یہ کہ امام اجل ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی نے تنویر الابصار و جامع البحار پھر علامہ محقق علاء الدین محمد دمشقی نے شرح تنویر پھر فاضل جلیل سیّدی احمد مصری نے حاشیہ مراقی میں تصریح و تقریر فرمائی کہ قولِ جواز ہی مختار و مفتی بہ ہے۔

وھذا الفظ العلامۃ الغزی لایرفع علیه بناء، وقیل لاباس به وھوالمختار[2] اھ	یہ علامہ غَزّی کی عبارت ہے: اس پر کوئی عمارت بلند نہ کی جائے اور کہا گیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، اور یہی مختار ہے اھ (ت)

بعد تصریح صریح افتاء وترجیح، مجال کلام کیا ہے،

ھذا ینبغی تحقیق المقام بتوفیق الملك المنعم العلام وبه یحصل التوفیق بین کلمات الاعلام واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	اس مقام کی تحقیق اسی طرح ہونی چاہئے بادشاہ محسن علّام کی توفیق سے۔ اور اسی سے علمائے اعلام کے کلمات میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم زیادہ کمال واستحکام والا ہے (ت)

مسئلہ ۱۲۸ تا ۱۲۹: از پنڈول بزرگ، ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) بزرگوں کے مزار پر فاتحہ، قرآن پڑھنے اور کھڑے ہو کر وسیلہ چاہنے کے لیے بنادے اور عُرس

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی حمل المیّت ودفنھا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۶

[2] در مختار شرح تنویر الابصار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۵

کرے کرائے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کسی بزرگ کے روضے کے سامنے قبریں ہیں اور وسعتِ جگہ کے لیے اس قبہ سے لگا کر اس گرد کی قبر پر مثل سائبان کے پایہ زینہ دیگر چھپّر ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) جائز ہے **کمافی مجمع بحار الانوار** (جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں ہے۔ت) ہاں منکراتِ شرعیہ مثل ومزامیر سے بچنا لازم ہے۔

(۲) کسی قبر پر کوئی پایہ چننا جائز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۳۰: از موضع شرشدی، ڈاکخانہ رفینی، ضلع نواکھالی، مرسلہ سید حمید الدین صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۸ھ

ماقول علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی (ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی کا کیا ارشاد ہے۔ت) ایک نہایت مشہور ومعروف بزرگ کا انتقال ہوا اس کے وارث نے بایں نیت اس پر گھاس کی چھت بنوادی ہے کہ زائرین اطمینان کے ساتھ صیف وشتا میں قرآن مجید پڑھ کر ثواب رسانی کرسکیں اور اس بزرگ کی قبر کا نشان باقی رہے تاکہ لوگ اس سے فیض حاصل کرسکیں، اس میں نہ چراغ جلایا جاتا ہے، نہ چاندنی تانی گئی ہے نہ کسی کو قبر پرستی اور نہ قدمبوسی کی اجازت ہے، اصل قبر ومتصل زمین خام ہے۔

الجواب:

صورتِ مذکورہ میں وہ بلاشُبہہ جائز ہے، اور بنوانے والا اپنی نیک نیّت پر ثواب کا مستحق ہے، اور اس میں زائروں اور تلاوت کرنے والوں کے لیے چراغ بھی روشن کریں، یہ قبر پر چراغ نہیں، مجمع بحار الانوار جلد ثالث میں ہے:

قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم الناس ویستریحون فیہ[1]۔ **واللہ تعالٰی اعلم**	سلف نے اہل فضل اولیاء وعلماء کی قبروں پر عمارت بنانا مباح قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں آرام لیں۔(ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۳۱: از بجنور مرسلہ شیخ معین الدین صاحب ماسٹر پٹواری اسکول ضلع بجنور ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بلحاظ نرمی زمین وحفظ نعش اپنے پیر طریقت کی قبر کو پختہ بنوایا اور سالیانہ تاریخ وفات شیخ پر قرآن شریف اور درود وکلمہ پڑھوا کر شیخ مذکور کی رُوح پر فتوح کو ایصال ثواب کرتا ہے اور بامید فیضان وحلِ مشکلات شیخ کی قبر پر جا کر بیٹھتا ہے اور وساطۃً اس سے استمداد کرتا ہے تو یہ

---

[1] تکملہ مجمع بحار الانوار تحت لفظ "قبر" منشی نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۴۰

ایصال ثواب اور استمداد عن الاموات زید کا جائز ہے یا نہیں ارتکاب عمل ہذا زید کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

امواتِ مسلمین کو ایصال ثواب بے قید تاریخ خواہ بحفظ تاریخ معیّن مثلاً روزِ وفات جبکہ اس کا التزام بنظرِ تذکیر وغیرہ مقاصد صحیحہ ہو، نہ اس خیال جاہلانہ سے کہ تعیین شرعاً ضرور یا وصولِ ثواب اسی میں محصور، یونہی عرس مشائخ کہ منکرات شرعیہ مثلاً رقص ومزامیر وغیر سے خالی ہو۔ اسی طرح اولیائے کرام وسائل بارگاہ ونوابِ حضرت احیائے معنی واموات صورۃ قدست اسرارہم سے استعانت واستمداد جبکہ بطور توسّل وتوسط وطلبِ شفاعت ہو، نہ معاذاللہ بظنِ خبیث، استقلال وقدرت ذاتیہ، جس کا توہم نہ کسی مسلم سے معقول نہ مسلمان ہونے پر سوئے ظن مقبول، یہ سب امور شرعاً جائز وروا ومباح ہیں جن کے منع پر شرع مطہرہ سے اصلاً دلیل نہیں۔ فقیر غفراللہ تعالٰی نے متعدد مسائل ورسائل مندرجہ فتاوٰی فقری مسمّٰی بہ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ میں ان سب مسئلوں کی تحقیق انیق بروجہ کافی ذکر کی۔ اور درباره استعانت خاص ایک رسالہ مسمّی بہ برکات الامداد لاھل الاستمداد تالیف کیا۔ ان کے بعد تفصیل تازہ کی حاجت نہیں، اور قبر پختہ بنانے میں حاصل ارشاد علمائے امجاد رحمہم اللہ تعالٰی یہ ہے کہ اگر پکی اینٹ میّت کے متصل یعنی اس کے آس پاس کسی جہت میں نہیں کہ حقیقۃً قبر اسی کا نام ہے بلکہ گڑھا کچّا اور بالائے قبر پختہ ہے تو مطلقاً ممانعت نہیں، یہاں تک کہ امامِ اجل فقیہِ مجتہد اسمٰعیل زاہدی نے خاص لحد میں پکی اینٹ پر نص فرمایا جبکہ کچّے چوکے کی تہ ہو اور اپنی قبر مبارک میں یونہی کرنے کی وصیت فرمائی اور متصل میّت ممنوع مکروہ، مگر جبکہ بضرورت تری ونرمی زمین ہو تو اس میں بھی حرج نہیں۔ درمختار میں ہے:

یسوی المبن علیه والقصب لاالاٰجر المطبوخ والخشب لو حوله امافوقه فلا یکره ابن ملک وجاز حوله بارض رخوة کالتابوت[1]۔	اس پر کچی اینٹیں اور بانس چُن دے، پکی اینٹیں اور لکڑی اس کے گرد نہ لگائے، اوپر ہو تو مکروہ نہیں، ابن الملک۔ اور نرم زمین ہو تو اس کے گرد بھی جائز ہے جیسے تابوت۔ (ت)

حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

کرھوا الاجر و الواح الخشب وقال الامام	علماء نے پکی اینٹوں اور لکڑی کے تختوں کو مکروہ کہا ہے

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۵

التمرتاشی ھذا ان کان حول المیّت وان کان فوقه لایکرہ لانه یکون عصمة من السبع وقال مشائخ بخارا لایکرہ الاٰجر فی بلدنا لمساس الحاجة لضعف الاراضی[1]۔	اور امام تمرتاشی نے فرمایا: یہ اس وقت ہے جب میّت کے گرد ہو، اور اگر اس کے اوپر ہو تو مکروہ نہیں اس لیے کہ یہ درندے سے حفاظت کا ذریعہ ہوگا، مشائخ بخارا نے فرمایا کہ ہمارے دیار میں پکی اینٹیں مکروہ نہیں کیونکہ زمین کمزور ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت ہے۔ (ت)

خانیہ وخلاصہ وہندیہ میں ہے:

یکرہ الاٰجر فی اللحد اذاکان یلی المیّت اما فیما وراء ذلك لاباس به ویستحب للبن والقصب[2]۔	لحد میں پکّی اینٹ مکروہ ہے جبکہ میّت سے متصل ہو اس کے علاوہ میں کوئی حرج نہیں، اور مستحب کچی اینٹ اور بانس ہے۔ (ت)

حسامی پھر امداد الفتاح پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

وقد نص اسمٰعیل الزاھد بالاٰجر خلف اللبن علی اللحد واوصٰی به[3]۔	سمٰعیل زاہد نے لحد پر کچی اینٹ کے پیچھے پکّی اینٹ لگانے کی صراحت فرمائی اور اس کی وصیت کی (ت)

منافع ومبسوط پھر غنیہ میں ہے:

اختار والشق فی دیارنالرخاوة الاراضی فیتعذر اللحدفیھا اجاز واالاٰجر ورفوف الخشب و التابوت ولوکان من حدید[4]۔	ہمارے دیار میں شق اختیار کی گئی ہے اس لیے کہ زمین نرم ہے جس میں لحد متعذر ہے یہاں تک کہ علماء نے پکّی اینٹ، لکڑی کے صندوق اور تابوت کی اجازت دی ہے اگرچہ لوہے کا ہو۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

قیدہ الامام السرخسی بان لایکون الغالب علی الاراضی النزوالرخاوة فان کان	امام سرخسی نے اس حکم کو اس سے مقید کیا ہے کہ زمین پر تری اور نرمی غالب نہ ہو۔ اگر ایسی ہو تو پکی اینٹ

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۰

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الصلٰوۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۹۲

[3] الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح فصل فی حملہا ودفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۵

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۵

فلا باس بھما کا تخاذتا بوت من حدید لھذا[1]۔	اور لکڑی لگانے میں کوئی حرج نہیں، جیسے اس بناء پر لوہے کا تابوت لگانے میں حرج نہیں۔(ت)

نیز بحر وحاشیہ ابی السعود الازہری علی الکنز میں ہے:

وقیدہ فی شرح المجمع بان یکون حولہ امالوکان فوقہ لایکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع[2]۔	شرح مجمع میں یہ قید لگائی ہے کہ اس کے گرد ہو لیکن اگر اوپر ہو تو مکروہ نہیں اس لیے کہ اس سے درندوں سے حفاظت رہے گی۔(ت)

کافی پھر غرر ودرر میں ہے:

یسوی اللبن والقصب لاالخشب والاٰجر وجوز فی ارض رخوۃ[3]۔	کچّی اینٹ اور بانس چُنا جائے، لکڑی اور پکی اینٹ نہ ہو، اور نرم زمین میں اس کی بھی اجازت ہے۔(ت)

شرح نقایہ برجندی میں ہے:

انما یکرہ الاجر فی اللحد ان کان یلی المیّت امافی وراء ذلك فلا باس بہ کذافی الخلاصۃ وقال الامام علی السغدی اتخاذ التابوت فی دیارنا افضل من ترکہ[4]۔	لحد میں پکّی اینٹ اسی صورت میں مکروہ ہے کہ میّت سے متصل ہو، اس کے علاوہ میں کوئی حرج نہیں، ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔ امام علی سغدی نے فرمایا: ہمارے دیار میں تابوت لگانا نہ لگانے سے بہتر ہے۔(ت)

مجمع الانہر میں ہے:

یکرہ الاٰجروالخشب ای کرہ ستر اللحد بھما وبالحجارۃ والجص لکن لوکانت الارض رخوۃ جاز استعمال ماذکر[5]۔	پکی اینٹ اور لکڑی مکروہ ہے صرف لحد کو ان سے اور پتھروں سے اور گچ سے چھپانا مکروہ ہے لیکن اگر زمین نرم ہو تو ان سب کا استعمال جائز ہے۔(ت)

[1] بحر الرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۴/۲
[2] فتح المعین علٰی شرح الکنز لملا مسکین باب الجنائز فصل فی الصلٰوۃ علی المیّت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۴/۲
[3] درر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب الجنائز مطبعۃ احمد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت ۱/ ۱۶۷
[4] شرح نقایہ برجندی فصل فی صلٰوۃ الجنازۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۱۸۲/۱
[5] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی الصلٰوۃ المیّت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۸۶

کشف الغطاء میں ہے:

الان در دیار نا نیز بسبب رخاوت زمین ہمیں متعارف است حتی کہ تجویز کردہ اند مشائخ در امثال ایں دیار بایں علت خشت پختہ وچوب وگرفتن تابوت راکہ از آہن باشد[1]۔	اب ہمارے دیار میں بھی زمین کے ڈھیلے پن کی وجہ سے یہی متعارف ہے یہاں تک کہ مشائخ نے اس طرح کے دیار میں، اُسی علت کی وجہ سے پکی اینٹ اور لکڑی اور آہنی تابوت لگانے کو جائز کہا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

در تجنیس گفتہ رخصت دادہ است، امام اسمٰعیل زاہد کہ گردانیدہ شوند خشت ہائے پختہ خلف خشتہائے خام بہ لحد وتحقیق وصیت کردہ بود بوے ومشائخ بخارا گفتہ اند در زمین ماخشت پختہ اگر بنہند مکروہ ونباشد از برائے نرمی زمین پس بہر جاکہ زمین نرم باشد باک نیست بنہادن خشت پختہ ومانند آں از چوب[2]۔	تجنیس میں ہے کہ امام اسمٰعیل زاہد نے اس کی رخصت دی ہے کہ لحد میں کچی اینٹوں کے پیچھے پکی اینٹیں لگائی جائیں، اور اس کی وصیت بھی فرمائی تھی، مشائخ بخارا نے فرمایا ہے کہ اگر ہماری زمین میں پکی اینٹ لگائیں تو مکروہ نہ ہوگا اس لیے کہ زمین نرم ہے تو جہاں بھی زمین نرم ہو، پکی اینٹ اور اسی طرح لکڑی کے تختے لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

ان عبارات متظافرہ سے واضح ہوا کہ فعلِ زید بغرض مذکور ہرگز ہرگز کسی طرح قابل مواخذہ نہیں وانا اقول (اور میں کہتا ہوں۔ت) بالفرض کراہت ہی مانتے تو مسئلہ خصوصًا ایسے تصریحات جماعات کثیرہ ائمہ کے بعد زینہار حدِ تفسیق تک بھی نہیں پہنچ سکتا کہ اس کی اقتداء کو مکروہ ہی کہا جائے نہ کہ عدم جواز، یہ محض جہل بعید وتعصبِ شدید ہے، معہذا نصوص سابقہ سے واضح ہوا کہ پکی اینٹ اور لکڑی کا ایک حکم ہے۔ اصل سنت کچی اینٹ اور نرکل سے چھپانا ہے، لکڑی کے تختے اڑانے عام طور پر ان بلاد میں، حضرات متعرضین بھی استعمال کررہے ہیں، اپنے اور مولویوں کے پیچھے نماز ناجائز کیوں نہیں کہتے، مگر تحکم ان صاحبوں کاداب قدیم ہے، ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ واتم واحکم۔

مسئلہ ۱۳۲: از ہائی سکول نجیب آباد ضلع بجنور، معرفت حمید حسن خاں طالبعلم درجہ نہم مسئولہ اللہ رکھا مستری ۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبر کا پختہ کرانا بہتر ہے یانہ کرانا؟ اگر پختہ بنانا بہتر ہے تو

[1] کشف الغطاء

[2] کشف الغطاء ۵۳

اس کی تعمیر میں کن خاص اور ضروری باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے، مثلاً طول عرض بلندی اور صورت وغیرہ۔ بینوا توجروا

الجواب:

قبر پختہ نہ کرنا بہتر ہے، اور کریں تو اندر سے کچا رہے، اوپر سے پختہ کرسکتے ہیں، طول وعرض موافق قبر میّت ہو، اور بلندی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو، اور صورت ڈھلوان بہتر ہے، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۳۳تا۱۳۴: از بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ سید صفدر علی صاحب ۶ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) کسی ولی اللہ کا مزار شریف فرضی بنانا اور اس پر چادر وغیرہ چڑھانا، اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سا ادب ولحاظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی مرشد اپنے مریدوں کے واسطے بنانے اپنے مرضی مزار کے خواب میں اجازت دے تو وہ قول مقبول ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر جنازہ میّت کا واسطے دفن کے جانب پچھم لے جائیں تو کس طرح سے لے جانا چاہئے سر جانبِ غرب ہو یا جانب پورب؟

الجواب:

(۱) فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل سا معاملہ کرنا ناجائز وبدعت ہے اور خواب کی بات خلافِ شرع امور میں مسموع نہیں ہوسکتی۔

(۲) میّت کو کسی طرف لے جانا ہو بہر حال سر آگے کی طرف رہے۔ عالمگیری میں ہے:

فی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الراس کذافی المضمرات[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	جنازہ لے جانے میں سر آگے رکھا جائے گا۔ ایسا ہی مضمرات میں ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۲

مسئلہ ۱۳۵: از نوشتہ ضلع علی گڑھ ڈاک خانہ دتاؤلی مرسلہ محمد عمر خاں ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے ایک قبر فرضی اور مصنوعی جس کا پہلے سے کوئی وجود نہ تھا، بنوا کر یہ بات مشہور کی کہ اس قبر میں امروہہ کے زین العابدین تشریف لائے ہیں مجھ کو خواب میں بشارت ہوئی ہے، ایسی روایات سے اس قبر کی عظمت لوگوں کے سامنے بیان کرکے قبر پرستی کی طرف بلانے لگا۔ حتی کہ اس میں اس کو کامیابی ہونے لگی اور بہت سی مخلوق اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔ اس قبر پر چادریں اور مرغ اور بکری اور مٹھائیاں، روپیہ اور پیسہ چڑھانے لگے۔ اور اپنی مرادیں اور منتیں اس قبر سے مانگنے لگے۔ اور زید اس آمدنی سے متمتع ہوتا ہے۔ ایسے شخص کے واسطے شریعت کیا حکم لگاتی ہے؟ ---------------------- آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ کیا ایسا شخص فاجر و فاسق کافر ہے؟ کیا ایسا شخص کا نکاح باطل ہوتا ہے؟ کیا ایسے شخص کے جلسوں میں شریعت شرکت کی اجازت دیتی ہے؟ آیا ایسے شخص سے رشتہ قرابت رکھا جائے؟ نیز اس شخص کے متعلق بھی استفسار کیا جاتا ہے جو زید کے اس معاملہ سے خوش ہے اور اس کا ممد و معاون اس معاملہ میں ہے یا ایک ایسا شخص ہے جو زید کو اس معاملہ سے باز رکھ سکتا ہے مگر ساکت ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

قبر بلا مقبور کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرانا گناہ ہے، اور جبکہ وہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کر رہا ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور پھیرنی واجب۔ اس جلسہ زیارت قبر بے مقبور میں شرکت جائز نہیں، زید کے اس معاملہ سے جو خوش ہیں خصوصاً وہ جو ممد و معاون ہیں سب گنہگار و فاسق ہیں **قال تعالٰی**: **وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ** [1]۔ گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت) بلکہ وہ بھی جو باوصفِ قدرت ساکت ہے، **قال تعالٰی**:

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ [2]۔	وہ برے کام سے ایک دوسرے کو روکتے نہ تھے، کیا ہی برا کام وہ کرتے تھے۔ (ت)

مگر ان میں سے کوئی بات کفر نہیں کہ اس سے نکاح باطل ہوسکے۔ قرابت اپنے اختیار کی نہیں کہ چاہے رکھی چاہے توڑی۔ یونہی مرد سے رشتہ کہ اختیاری رشتہ بذریعہ نکاح ہوتا ہے اس کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے، **قال تعالٰی**: **بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ** [3] (اسی کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ ت) ہاں عزیز داری کا برتاؤ اگر یہ سمجھیں کہ اس کے چھوڑنے سے اس پر اثر پڑے گا تو چھوڑ دیں یہاں تک کہ باز آئے اور اگر سمجھیں کہ اسے قائم رکھ کر سمجھانا موثر ہوگا تو یوں کریں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۳۶: از قصبہ اوریا ضلع اٹاوہ مرسلہ عبدالحہ صاحب مدرسہ اسلامیہ ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بعض جگہ مزار بنالیا گیا ہے بعض

---

[1] القرآن ۵/ ۲

[2] القرآن ۵/ ۷۹

[3] القرآن ۲/ ۲۳۷

لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کے مزار کی اینٹ دفن ہے۔اس مزار میں ایسی جگہ جاکر عرس کرنا، چادر چڑھا کیسا ہے؟ وہ قابل تعظیم ہے یا نہیں؟

الجواب:

جھوٹا مزار بنانا اور اس کی تعظیم جائز نہیں۔ **واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۳۷: از شہر محلّہ کانکر ٹولہ مرسلہ عبدالرحیم خاں ۲۸ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بچپن میں حافظ قرآن ہوا اور تمام عمر بدافعالی میں گزاری، ایک شوہر دار عورت سے جس کا شوہر نامرد تھا برسوں تعلق رہا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، ان حرکات پر ماں باپ نے گھر سے نکال دیا۔ وہ اسی عورت کے گھر جارہا، پھر بیمار ہو کر واپس آیا اور مرگیا۔ اب زید کے والدین نے کوشش کرکے مسجد میں ایک بزرگ کی قبر پرانی تھی لیکن خام تھی اس کے برابر دفن کردیا، دونوں قبروں کو بہت اچھا پختہ بنوادیا۔ اب اس کے والدین نے دنیا والوں کے خیالات بدلنے کی غرض سے اس قبر پر بہت کثرت سے ہار پھول چڑھانے شروع کردیا۔ اور مسجد میں کوڑا وغیرہ ہوان کو کچھ مطلب نہیں، لیکن قبر پر دن میں دو ایک مرتبہ جھاڑو دینا اور دلوانا اور لوگوں سے یہ کہنا کہ دیکھو کیسی رونق ہے اور بعض جاہل لوگ نے قبر پر سے مراد مانگنے کی ترغیب دینا شروع کیا۔ چنانچہ اسی قبر کو ابھی بیس پچیس دن گزرے ہوں گے کہ چادر بہن اور بھائی چڑھانے لگے اور قبر کو تعظیم کے ساتھ بوسہ دینا شروع کیا۔ اور آئندہ کو خدا جانے کیا حالت کو ان کے والدین پہنچادیں، ایسی حالت میں قبر کو پوجنے والے اور شہرت کرنے والے اور کرانے والے اور مسجد میں جھاڑو کو نہ دینے والے، اور قبر پر بلاناغہ چڑھاوا دینا اور مشہور کرنا، شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اسے پوجنا نہیں کہتے۔ یہ سائل کی بہت زیادتی ہے۔ تکریم قبور کو وہابیہ پوجنا کہتے ہیں، اور وہابیہ خود شیطان کو پوجتے ہیں، باقی ایسے شخص کی قبر کو ولی کا مزار ٹھہرانا اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے اس کے یہ اہتمام کرنا اور لوگوں کو وہاں مراد مانگنے کی ترغیب دینا یہ ضرور مکروزور ہے۔ حدیث میں فرمایا: **من غشّنا فلیس منّا** [1] (جو ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۳۸الف: از دہلی مدرسہ نعمانیہ محلّہ بَلّی ماراں مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مہتمم مدرسہ ۱۵محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے اور اس کے متصل قبرستان ہے جس میں کہ

---

[1] صحیح مسلم باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غش فلیس منا نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۷۰

آثار قبور ظاہر ہیں اب مسلمان چاہتے ہیں کہ ان قبروں کے آثار کو محو کرکے اس زمین پر گودام وغیرہ بنائیں اور اس پر مسجد بنائیں، پس ایسا فعل یعنی قبور کو محو کرکے اوپر مسجد نیچے گودام بنانا اور اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور دلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جو حضرت علی کرم اللہ تعالٰی کو حکم دیا تھا پیش کرتے ہیں لاتدع تمثالا الاطمسته ولا قبر امشرفا الاسویته [1] (کوئی مورت مٹائے بغیر اور کوئی قبر برابر کئے بغیر نہ چھوڑنا۔ت) اور دوسری حدیث جس میں مسجد نبوی کے بناکے وقت قبور توڑنے کا ذکر ہے بھی پیش کرتے ہیں اور کہتا ہے کہ اس حکم کے مطابق ہم قبور کو برابر کریں گے اور ان کے آثار کو مٹادیں گے اور مسجد ومکان اس قبرستان موقوفہ میں بنائیں گے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ احناف کا اس میں قول مفتٰی بہ کیا ہے؟

الجواب:

قول مفتی بہ امر خلافی میں ہوتا ہے۔ یہ حدیث شنیعہ ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناجائز وحرام ہے۔ توہین قبور مسلمین ایک اور قبور پر نماز کا حرام ہونا دو۔ اور وقف کی تغییر تین، عالمگیری میں ہے:

لایجوز تغییرالوقف عن هیأته [2] اھ فکیف عن اصله۔	وقف کی ہیأت تبدیل کرنا جائز نہیں اور پھر سرے سے وقف ہی کو بدلنا کیسے جائز ہوگا!

کہاں قبر کی بلندی کہ حدِ شرعی سے زائد ہو اس کے دور کرنے کا حکم اور کہاں یہ کہ قبور مسلمین مسمار کرکے ان پر چلیں، اموات کو ایذا دیں، اس پر نماز پڑھ کر گناہ کے مرتکب ہوں، نماز خراب کریں، ارشاد اقدس: لاتصلوا علٰی قبر [3] (قبر پر نماز نہ پڑھو۔ت) کی مخالف کریں اور کہاں قبور مشرکین کھود کر ان کی نجاست سے زمین پاک کرکے مسجد اقدس کا اس پر بنا فرمانا اور کہاں قبور مسلمین کو توہین، اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ [4]۔	کیا ہم مسلموں کو مجرموں کی طرح کردیں، تم کیسا حکم رکھتے ہو؟ (ت)

اس مسئلہ کی تمام تفصیل ہمارے رسالہ اھلاك الوھابیین علٰی توھین قبور المسلمین میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۳۱۲

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۳۱۲

[4] القرآن ۶۸ / ۳۵ و ۳۶

رسالہ

اھلاک الوھابیین علٰی توھین قبور المسلمین ۱۳۲۲ھ

(قبور مسلمین کی توہین کی بِنا پر وہابیوں کی سرکوبی)

مسئلہ ۱۳۸ب: علمائے دین ومفتیان شرعِ متین اس مسئلہ میں کیافرماتے ہیں کہ ایک گورستان (اہلسنت) قدیم کی (پرانی) قبروں کو عمداً کھود کر اپنے رہنے کے لیے مکان بنانا موافق مذہب حنفی کے جائز ہے یا نہیں؟اور ایسا کرنے میں اہل قبور کی توہین واہانت ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ومنہ الھدایۃ الی الحق والصواب

جاننا چاہئے کہ انبیاء واولیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام وعامہ مومنین اہلسنت کے ساتھ جو قلبی عداوت فرقہ نجدیہ وہابیہ کو ہے ایسی اور کسی فرقہ مبتدعہ کو نہیں ہے، اسی وجہ سے اس فرقہ محدثہ کے اکابر ملاعنہ کی تصانیف اباطیل اہانتِ محبوبانِ خدا سے بھری پڑی ہیں، جس کا جی چاہے وہ نجدی ملا اسمٰعیل دہلوی وصدیق حسن بھوپالی وخرم علی ورشید گنگوہی وغیرہ کی تالیفاتِ باطلہ اٹھا کر دیکھ لے کہ قِسم قِسم کی اہانتوں سے پر ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اہانت قبور انبیاء وشہداء واولیاء علیہم السلام کا منہدم ونابود تابمقدور کرنا اس فرقے کا شعار ہوگیا ہے۔

شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا

علامہ احمد بن علی بصری کتاب فصل الخطاب فی ردضلالات ابن عبدالوھاب میں فرماتے ہیں:

منها انه صح انه یقول لواقدر علی حجرة الرسول صلی الله تعالٰی علیه وسلم لهدمتها[1]۔	ان میں سے ایک یہ بات صحیح ہے کہ وہ کہتا ہے میں اگر قدرت پاؤں تو روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو توڑ دوں۔(ت)

شیخ نجدی نے شہداء وصحابہ کرام کے مزار توڑنے

اور یہی علامہ بصری ایک دوسرے مقام میں لکھتے ہیں:

اقول: تهدیم قبور شهداء الصحابة المذکورین لاجل البناء علٰی قبورهم ضلالةای ضلا لته انتهی مختصرا[2]۔	یعنی نجدی کا شہداء صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی قبور کو قبّوں کی وجہ سے توڑ ڈالنا بڑی ضلالت اور گمراہی اس نجدی کی ہے(بالاختصار)۔(ت)

اور یہی علامہ مذکور تیسرے مقام میں لکھتے ہیں:

قال بعضهم ولوکان المبنی علیه مشهورا بالعلم والصلاح اوکان صحابیا وکان المبنی علیه قبّة وکان البناء علی قدر قبره فقط ینبغی ان لا یهدم لحرمة نبشه وان اندرس اذا علمت هذا فهذ البناء علٰی قبور هٰؤلاء الشهداء من الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم لا یخلو اما ان یکون واجبًا اوجائزًا بغیر کراہة وعلٰی کل فلا یقدم علی الهدم الارجل مبتدی ضال لاستلزامه انتهاك حرمة اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الواجب علٰی کل مسلمٍ محبتهم ومن محبتهم وجوب توقیرهم وای توقیر هم عند من هدم قبور هم حتی بدت ابدانهم واکفانهم کما ذکر بعض	بعض علماء نے فرمایا کہ صاحب قبہ اگر کوئی مشہور عالم، متقی یا صحابی ہے اور قبّہ صرف قبر کے برابر ہو تو اسے منہدم نہ کرنا چاہیے کیونکہ خواہ اس کا نشان بھی کیونہ مٹ جائے مگر اس کا کھولنا جائز نہیں اب آپ معلوم ہونا چاہئے کہ ان شہید صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی قبور پر عمارات بنانا یا تو واجب ہوگا یا بلا کراہت جائز۔ اور بہر صورت منہدم کرنا جائز نہیں، اور یہ صرف وہی شخص کرسکتا ہے کو بدعتی اور گمراہ ہو کیونکہ اس سے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بے حرمتی ہوتی ہے، حالانکہ ان کی تعلیم اور توقیر ہر مسلمان پر واجب ہے، اب وہ لوگ تعظیم کرنے والے کیسے قرار پاسکتے ہیں جنھوں نے شہداء کی قبور کھود ڈالیں جبکہ بعض کے جسم

[1] فصل الخطاب فی ردّ ضلالات ابن عبدالوہاب
[2] فصل الخطاب فی ردّ ضلالات ابن عبدالوہاب

علماء نجد فی سوال ارسله الی انتهی مختصرا [1]۔	اور کفن بھی ظاہر ہوگئے، جیسا کہ بعض علماء نجد نے اس سوال کے جواب میں ذکر کیا اھ مختصرًا

وہابیہ رُوسیاہ کے نزدیک انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام معاذاللہ منہا مرکر مٹی ہوگئے ہیں

ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بے حس وبے شعور ہوجاتے ہیں اور مرکر معاذاللہ (پناہ بخدا) مٹی میں مل جاتے ہیں، ملّا اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان کے صفحہ ۶۰ میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ ارفع واعلٰی میں بکتا ہے کہ: "میں عہ بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہُوں [2]"۔ جب سید المرسلین علیہ الصلٰوۃ والسلام کی نسبت ان ملاعنہ کا ایسا ناپاک خیال ہے اور ان کے روضہ اطہر اور شہداء وصحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبور کو منہدم کرنے کا بیہودہ خیال ہے تو باقی اموات عامہ مومنین صالحین کی نسبت پوچھنا کیا ہے۔ جب قبور مومنین بلکہ اولیاء علیہم السلام اجمعین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعارِ نجدیہ وہابیہ ہوا تو کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ صورت مسئولہ میں قبور مومنین اہلسنت کو توڑ کر بلکہ ان کو کھود کر ان پر اپنی رہائش وآسائش کے مکان بناکر ان میں لذاتِ دنیا میں مشغول ومنہمک ہو، جو قطعًا ویقینا اصحاب قبور کو ایذا دینا اور ان کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔

اہلسنت کے نزدیک انبیاء وشہداء واولیاء اپنے ابدان مع اکفان کے زندہ ہیں

اہلسنت کے نزدیک انبیاء وشہداء علیہم التحیۃ والثناء اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے ابدانِ لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں کہ وہ ان کو کھائے، اسی طرح شہداء واولیاء

عہ: سابقًا علامہ بصری علیہ الرحمۃ کے قول میں گزرا کہ نجدی نے جب قبور شہداءِ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہید کیا تو ان میں ان کے کفن اور بدن شریف سب سلامت تھے، اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو مدفون ہوئے تخمینًا بارہ سو سال گزر چکے تھے، پس ہزار تف ہے ملّا اسمٰعیل اور اس کے مقلدین وہابیہ رُوسیاہ پر کہ ان کا ایسا ناپاک عقیدہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات اقدس واطہر کے ساتھ کہ جو مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ اللہ تعالٰی اہلسنت کو ان کی صحبتِ بد سے بچائے۔ امین!

---

[1] فصل الخطاب فی ردّ ضلالات ابن عبدالوہاب

[2] تقویۃ الایمان مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ص ۴۲

علیہم الرحمۃ والثناء کے ابدان وکفن بھی قبور میں صحیح وسلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی ورزق دئے جاتے ہیں، علامہ سبکی شفاء السقام میں لکھتے ہیں:

وحیاۃ الشھداء اکمل واعلٰی فھذا النوع من الحیاۃ والرزق لایحصل لمن لیس فی رتبتھم، وانما حیاۃ الانبیاء اعلٰی واکمل واتم من الجمیع لانھا للروح والجسد علی الدوام علی ماکان فی الدنیا[1]	شہداء کی زندگی بہت اعلٰی ہے، زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی جوان کے ہم مرتبہ نہیں اور انبیاء کی زندگی سب سے اعلٰی ہے اس لیے کہ وہ جسم وروح دونوں کے ساتھ ہے جیسی کہ دنیامیں تھی اور ہمیشہ رہے گی۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں: "

اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجساد مے کنند وگاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح مے برآید، می گویند کہ رسول خدا راسایہ نبود (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ہر جاکہ خواہند مے روند، وبسبب ایں ہمیں حیات اجساد آنہار ادر قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند، ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواح مومنین ہر جاکہ خواہند سیر کنند، مراد از مومنین کاملین اند، حق تعالٰی اجسادِ ایشاں راقوتِ ارواح مے دہد کہ دوقبور نماز میخوانند (اداکنند) وذکر می کنند وقرآن کریم مے خوانند[2]"	اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں۔ یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ان کی ارواح زمین آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں، اس لیے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیاء نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سَیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالٰی ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر کرتے ہیں اور قرآن کریم پڑھتے ہیں۔

اور شیخ الہند محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

اولیاء خدائے تعالٰی نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقا	اللہ تعالٰی کے اولیاء اس دار فانی سے دار بقا کی طرف

[1] شفاء السقام الفصل الرابع من الباب التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۰۶

[2] تذکرۃ الموتی والقبور اردو ارواح کے ٹھہرنے کی جگہ نوری کتب خانہ نوری مسجد اسلام گنج لاہور ص ۷۵

وزندہ اند نزد پروردگار خود، ومرزوق اند وخوشحال اند، ومردم را ارزاں شعور نیست[1]۔	کوچ کرگئے ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جاتا ہے، وہ خوش حال ہیں، اور لوگوں کو اس کا شعور نہیں۔

اور علّامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

لافرق لھم فی الحالین ولذ قیل اولیاء اللّٰہ لایموتون ولکن ینتقلون من دارٍ الٰی دار[2] الخ	اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات وممات) میں اصلاً فرق نہیں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔

علامہ جلاالدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح الصدور میں اولیائے کرام علیہم الرضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایات مستندہ لکھی ہیں جو یہاں نقل کی جاتی ہیں: امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدہ سرہ، اپنے رسالے میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز قدس اللہ ثرہ المتاز سے روای ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا، بابِ بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا، جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ مسکرایا اور کہا:

یاابا سعید اماعلمت ان الاحبّا احیاء وان ماتوا وانماینقلون من دارٍ الٰی دار[3]۔	اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالٰی کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔

وہی عالی جناب حضرت سیدی ابو علی قدس سّرہ، سے راوی ہیں: میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا ان کا سرخاک پر رکھ دیا کہ اللہ تعالٰی ان کی غربت پر رحم کرے۔ فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا: یاابا علی اتذللنی بین یدی من یدللنی (اے ابو علی! تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے) میں عرض کی: اے سردار میرے! کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ فرمایا: بل انا حَی وکل محب اللہ حی لانصرنك بجاھی غدا[4] (میں زندہ ہوں، اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے، بیشک وہ وجاہت وعزت جو مجھے روز قیامت ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا)

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد باب حکم الاسراء مطبع تیج کمار لکھنؤ ۳/ ۴۰۲
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الجمعۃ فصل الثالث مطبع امدادیہ ملتان ۳/ ۲۴۱
[3] شرح الصدور باب زیارۃ القبور وعلم الموتٰی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۶
[4] شرح الصدور باب زیارۃ القبور وعلم الموتٰی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۶

وہی جنان مستطاب حضرات ابراہیم بن شیبان قدس سرہ، سے راوی: "میرا ایک مرید جوان فوت ہوگیا، مجھ کو سخت صدمہ ہوا، نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداء کی، جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی، میں نے کہا: جان پدر! تو سچا ہے مجھ سے غلطی ہوئی"۔[1]

وہی امام، حضرت ابویعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہ، سے راوی: "میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختے پر لٹایا اس نے میرا انگوٹا پکڑلیا۔ میں نے کہا: جان پدر! میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے، لے میرا ہاتھ چھوڑدے"۔[2]

مکہ معظّمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا: پیر مرشد! میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا، حضرت ایک اشرفی لیں، آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی، میں نے قبر میں اتارا۔ آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا: کیا موت کے بعد زندگی؟ کہا: **اَنا حَیٌّ وکُلُّ مُحِبٌّ اللهِ حَیٌّ**[3] (میں زندہ ہوں اور اللہ تعالٰی کا ہر دوست زندہ ہے)۔

نامناسب افعال کرنے سے اموات مسلمین کو ایذا ہوتی ہے۔

اور بعض عامہ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتوں کی آواز کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے۔ احادیثِ صحیحہ سے یہ امر ثابت بلاریب ہے۔ حاکم وطبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا:

یاصاحب القبر، انزل من علی القبر لاتؤذی صاحب القبر ولا یؤذیك[4]۔	او قبر والے! قبر سے اتر آ، نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی: کسی نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی	مجھ کو جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے

[1] شرح الصدور باب زیارۃ القبور وعلم الموتٰی خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۶
[2] شرح الصدور باب زیارۃ القبور وعلم الموتٰی خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۶
[3] شرح الصدور باب زیارۃ القبور وعلم الموتٰی خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۶
[4] شرح الصدور بحوالہ الطبرانی والحاکم باب تاذیہ بسائرہ وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

اکرہ اذاہ بعد موتہ [1]۔	یوں ہی مردہ کی۔

امام احمد علیہ الرحمۃ بسندِ حسن انھیں حضرت عمر بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی: سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا: لا تؤذی صاحب ھذا القبر (اس قبر والے کو ایذا نہ دے) یا فرمایا: لا تؤذہ [2] (اسے تکلیف نہ پہنچا) اس ایذا کا تجربہ بھی تابعین عظام اور دوسرے علماء کرام نے جو صاحب بصیرت تھے کرلیا ہے۔ابن ابی الدنیا ابوقلابہ بصری سے راوی: میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اترا، وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا، جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے: لقد اذیتنی منذ اللیلۃ [3] (اے شخص! تونے مجھ کو رات بھر ایذا دی)۔امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابوعثمان نہدی سے، وہ ابن مینا تابعی سے راوی: ، میں مقبرے میں گیا، دو رکعات پڑھ کر لیٹ گیا، خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے: قم فقد اٰذیتنی [4] (اُٹھ کہ تونے مجھ کو ایذا دی)۔حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی: "اگر میں تپائی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہوجائے تو یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ قبر پر پاؤں رکھوں۔"ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا، جاگتے میں سنا: الیك عنّی یا رجل لا تؤذینی [5] (اے شخص! الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے)۔اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں:

اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالٰی بانھم یتأذون بخفق النعال [6]۔	مجھ کو میرے استاذ علامہ محمد ابن احمد حنفی رحمہ اللہ تعالٰی نے خبر دی کہ جوتے کی پچپل سے مردے کو ایذا ہوتی ہے۔

[1] شرح الصدور بحوالہ سعید بن منصور باب تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶
[2] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ حم عن عمرو بن حزم باب دفن المیّت مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴۹
[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا عن ابی قلابۃ باب ینفع المیّت فی قبرہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۸
[4] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی الرجل سمع صاحب القبر دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۰
[5] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ عن القاسم فصل تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶
[6] مراقی الفلاح علی ھامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲

اسی واسطے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ: "قبر پر رہنے کو مکان بنانا، یا قبر پر بیٹھنا، یا سونا، یا اس پر یا اس کے نزدیک بَول وبراز کرنا یہ سب امور اشد مکروہ قریب بحرام ہیں۔" فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

ویکرہ ان یبنی علی القبر اویقعد اوینام علیہ اویطأ علیہ اویقضی حاجۃ الانسان من بول اوغائط[1]۔ الخ	قبر پر عمارت بنانا، بیٹھنا، سونا، روندنا، بول وبراز کرنا مکروہ ہے۔

علّامہ شامی اس کی دلیل میں حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

لان المیّت یتأذی بما یتاذی بہ الحیّ[2]۔	یعنی اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

بلکہ دیلمی نے امّ المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کلیے کی تصریح روایت کی کہ سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

المیّت یؤذیہ فی قبرہ مایؤذیہ فی بیتہ[3]۔	میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے ایذا پاتا ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ[4]۔	مسلمان کو بعد موت تکلیف دینی ایسی ہی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی۔

اور اظہر من الشّمس ہے کہ قبور کو کھود کر ان پر رہنے کو مکان بنایا تو اس میں یہ سب امور موجود ہیں، جس سے یقیناً اہل قبور کی توہین ہوتی ہے اور ان کو ایذا دینا ہے۔ جو ہرگز ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی معترض کہے کہ شرح کنز میں علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السادس فی القبر والدفن نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۶

[2] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۲۲۹

[3] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۴۵۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۹۹

[4] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی شیبہ باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

ولوبلی المیّت وصارترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعه والبناء علیه[1]۔	اگر میّت پرانی ہوجائے اور مٹی میں مل جائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا، کھیتی باڑی کرنا اور اس پر عمارت بنانا جائز ہے۔

توجواب اس کا اولاً یہ ہے کہ یہ قول علامہ زیلعی کا احادیث مذکورہ اور روایات مسطورہ کے معارض ہے لہٰذا قابلِ قبول نہیں ہے، اور ثانیاً یہ کہ علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کو رد کردیا ہے دوسری روایتِ معارضہ سے، پس قابلِ تعمیل نہیں۔

قال فی الامداد ویخالفه مافی التتار خانیة اذاصار المیّت ترابافی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمة باقیة[2] الخ۔	امداد الفتاح میں فرمایا اور تاتارخانیہ میں اس کے برعکس ہے، یعنی جب قبر میں میّت گل کر مٹی بھی ہوجائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کہ اس کی تعظیم وحرمت کے خلاف ہے کہ اس میّت کی تعظیم وحرمت اب بھی باقی ہے الخ۔

اور مؤید ہے اس کی وجہ جو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے:

معناہ ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة وبالاستهانة فتاذی بذلك[3]۔	یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہل قبور کو ایذا ہوتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا، لہٰذا ایذا پاتی ہیں۔

اور شیخ الہند علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارد وراضی نیست بتکیہ کردن برقبر وے از جہت تضمن وے اہانت واستخفاف رابوے[4]۔	اس سے مراد غالباً یہ ہے کہ اس کی روح قبر پر تکیہ لگانے سے ناخوش ہوتی ہے کیونکہ اس میں اس کی توہین ہے۔

جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہل قبور کی اہانت ہوتی اور ان کی توہین اور ان کی ترک تعظیم ہوتی ہے۔ تو اس پر کھیتی کرنے سے اور اس پر مکان بنانے سے تو بطریق اولٰی ان کی توہین ہوگی، اور ثالثاً یہ کہ ہم یہاں معترض

---

[1] تبیین الحقائق فصل السلطان احق بصلٰوۃ مطبعۃ کبرٰی امیریۃ مصر ۱/ ۲۴۶

[2] ردالمحتار بحوالہ الامداد باب صلٰوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۹۹

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النصف الثامن الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۵

[4] اشعۃ اللمعات باب الدفن فصل الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۹

نجدی شعار سے پوچھتے ہیں کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا کہ میّت بالکل مٹی ہو گئی ہے اور اس کی ہڈی بھی باقی نہیں رہی ہے اس واسطے کہ قبر ابھی تک کھودی نہیں کی گئی ہے اور نہ میّت کے مٹی ہونے کا قرآن اور حدیث میں کوئی وقت مقرر ہوا ہے کہ اتنی مدت کے بعد میّت کی ہڈیاں بھی مٹی ہو جاتی ہیں، بلکہ تجربے سے بازہا مشاہدہ ہوا ہے کہ کسی بہت پرانی بستی کے اطراف میں کوئی جگہ کھودی جائے تو اس میں قبور نکلیں جن میں ہڈیاں (بلکہ بعض کے ابدان) اب تک باقی صحیح وسلامت تھیں، کتبوں سے تین تین چار چار صدیوں کی قبور معلوم ہوتی تھیں تو بلا دلیل بلا ضرورت شرعی کے کسی ممنوع امر کا کسی مبہم روایت کی بنا پر مرتکب ہونا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگر معترض پھر عود کرے اور کہے کہ بمبئی وغیرہ عظیم شہروں میں قبور کھود کر ان میں دوسرے اموات دفن کئے جاتے ہیں، تو اگر قبور کھودنے سے اموات کی توہین ہوتی ہے تو ان شہروں میں یہ کام کیوں ہوتا ہے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ ان شہروں میں جگہ بہت تنگ ہے، قبرستانوں میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ میّت کے لیے الگ الگ قبر ہو، لہٰذا اس ضرورت شدیدہ سے یہ جائز ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات (بوقت ضرورت منع کردہ چیزیں بھی جائز ہو جاتی ہیں۔ت) قاعدہ متفقہ ہے۔ کبیری شرح منیہ میں ہے:

ولا یحفر قبرلدفن اخرما لم یبل الاول فلم یبق له عظم الاّ عند الضرورة بان لم یوجد مکان سواه[1] الخ۔	دوسرے مردہ کو دفن کرنے کے لیے قبر نہ کھودی جائے جب تک پہلا مردہ بوسیدہ نہ ہو جائے یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں باقی نہ رہیں مگر بوقت ضرورت قبر کھودنا جائز ہے جبکہ اس کے بغیر کوئی دوسری جگہ میسر نہ ہو الخ (ت)

دوسرے مردہ کو دفن کرنے کے لیے قبر نہ کھودی جائے جب تک پہلا مردہ بوسیدہ نہ ہو جائے یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں باقی نہ رہیں مگر بوقت ضرورت قبر کھودنا جائز ہے جبکہ اس کے بغیر کوئی دوسری جگہ میسر نہ ہو الخ (ت)

شهذا ماعندی والعلم الاتم عند ربی قاله بفمه وامر برقمه العبد الفقیر محمد عمرالدین السنی الحنفی القادری الهزاروی عفاالله تعالٰی عنه۔	یہ میری تحقیق ہے اور علم کامل میرے رب کے پاس ہے، یہ فتوٰی بزبانِ خود کہا ہے اور اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے بندہ فقیر محمد عمر دین سنّی حنفی قادری ہزاروی نے (عفااللہ تعالٰی عنہ) ۔(ت)

جو کچھ مجیب لبیب نے لکھا ہے حق اور صواب ہے، چنانچہ خزانۃ الروایۃ میں ہے:

فی مفید المستفید عن مفاتیح المسائل	مفاتیح المسائل سے مفید المستفید میں ہے جب قبر

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۰۷

واذا صار المیّت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمة باقیة [1] انتہی۔	میں میّت گل کر مٹی بھی ہوجائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میّت کی تعظیم و حُرمت اب بھی باقی ہے انتہی (ت)

اور یہ بھی خزانۃ الروایۃ میں ہے:

| لایجوز لاحدٍ ان یبنی فوق القبور بیتًا اومسجدا لان موضع القبر حق المقبور ولھذا لایجوز نبشه [2] انتھی مختصرا۔نمقه الراجی الی رحمة ربه الشکور عبد الغفور صانه الله عن الاٰفات و الشرور۔لله درالمجب حیث اجاب فاجادواصاب فیما افادہ حررہ المسکین محمد بشیر الدین عفی عنه۔ | قبروں پر کسی کو گھریا مسجد بنانا جائز نہیں کیونکہ قبر والی جگہ صاحب قبر کا حق ہے، اسی وجہ سے قبر کو کھودنا جائز نہیں ہے اھ مختصرًا۔اسے لکھا ہے اپنے رب شکور کی رحمت کے امیدوار عبدالغفور نے، اللہ تعالٰی اسے آفات اور برائیوں سے بچائے۔(ت) اللہ تعالٰی مجیب کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے عمدۃ جواب دیا اور صحیح افادہ فرمایا، اسے لکھا ہے مسکین محمد بشیر الدین عفی عنہ نے۔(ت) |

اس فتوے کو دیکھا، فتوٰی صحیح ہے، جواب درست ہے۔ حررہ محمد عبدالرشید دہلوی عفی عنہ

الجواب صحیح۔ (جواب صیح ہے۔ت) محمد افضل المجید عفی عنہ

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الامداد ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۹۹

[2] خزانۃ الروایۃ

الجواب صحیح وصواب (جواب صحیح اور درست ہے۔ت)

حررہ العبد المفتقر مطیع الرسول عبدالمقتدر القادری البدایونی عفی عنہ۔

الرسول قادری حنفی محمد عبدالمقتدر مطیع ۱۳۱۷

ذلك كذلك (یہ جواب بے مثل ہے۔ت) محمد فضل احمد البدایونی عفی عنہ

المجیب مصیب (جواب درست ہے۔ت) محمد ابراہیم قادری

قادری محمد ابراھیم ۱۳۱۸

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب (جواب درست دیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ت) محمد حافظ بخش المدرس بالمدرسۃ المحمدیہ بلدہ بدایوں

بخش حنفی محمد حافظ

صح الجواب (جواب صحیح ہے۔ت)

محمد احمد قادری عبدالرسول

حررہ عبدالرسول محب احمد عفی عنہ المدرس بالمدرسۃ الشمید الکائنۃ بجامع بدایوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی جعل الارض کفاتا o و اکرم المومنین احیاء واموانا o وجعل موتھم راحۃً وسباتًا o وحرّم اھانتھم تحریمًا بتاتًا o الصلوٰۃ والسلام علی من سقانا من فضلہ وفضلتہ ماء فراتا o واعطانا فی کل محجّۃ ابلج حجّۃ نقضا واثباتا o وابّد تعظیم المؤمنین ابدالابدین ولم یوقت لہ میقاتًا o فجعلھم عظامًا وان صاروا عظامًا o وحرّم ایذاء ھم ولوکانوا رفاتًا o وعلٰی اٰلہٖ وصحابہٖ و	تمام تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جس نے زمین کو جمع کرنیوالی بنایا، زندہ اور مردہ مومنوں کو عزت بخشی اور ان کی موت کو سکون وآرام بنایا اور ان کی توہین کو قطعی طور حرام کیا، درود سلام ہو اس ذات پر جس نے اپنے احسان اور بقیہ سے ہمیں خوب میٹھا پانی پلایا، اور ہر میدان میں ہمیں نقض واثبات کے لیے بھاری حجہ عطا فرمائی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مومنوں کو عزت بخشی اور اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہ فرمایا اور مومنوں کو عظمت والا بنایا اگرچہ وہ ہڈیاں ہو جائیں، اور ان کو ایذا دینا حرام کیا اگرچہ وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں، اور آپ کے ا

اھل وحزبه المکرمین عند اللہ جمیعاو اشتاتا، جزی اللہ المجیب خیرًا ویثیب۔	آل، اصحاب، اہل اور آپ کے گروہ پر جو عند اللہ مکرم ہیں، اجتماعی اور متفرق طور پر، اللہ مجیب کو جزائے خیر اور ثواب عطافرمائے۔(ت)

جامع الفضائل، قامع الرذائل، حامی السنن، ماحی الفتن مولٰنا مولوی محمد عمرالدین جعلہ اللہ کا سمہٖ عمرالدین وبسعیہ ورعیہ عمرالدین کا جواب ناہج مناہج صواب کافی ووافی ہے، مگر بحکم المامور معذور بنظر تکثیر افاضہ دو وصل مُفید کا اضافہ منظور وصل اول اس بیان مجیب کی تائید وتصویب میں کہ قبور مسلمین کی تعظیم ضرور اور اہانت محظور، اور یہ کہ کیا کیا امور موجب ایذائے اصحابِ قبور، یہاں اگر سلسلہ سخن میں بعض امور مذکورہ جواب کا اعادہ ہو تو غیر محذور کہ تکرّر فرع موجب مزید تاکید واوقع فی الصدور ع

والمسك ما کرّرته یتضوع

وصل دوم میں احقاقِ مرام وازہاقِ اوہام وتبکیت مخطیان نجاریہ لیام، اور اس امر کا بیان کامل وتام کہ مقابر عام مسلمین میں کوئی وقفی مکان بنانا بھی حرام، نہ کہ اپنی سکونت وآرام کا مقام، نیز روایت علّامہ زیلعی کی تحقیق انیق، اس وصل میں دو فتوے فقیر کی نقل پر قناعت ہے کہ ان میں بحمد اللہ تعالٰی کفایت ہے، وباللہ التوفیق۔

وصل اوّل

علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مسلمان کی عزت مُردہ وزندہ برابر ہے۔ محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الاتفاق علٰی انّ حُرمة المسلم میّتاکحرمته حیّا۔[1]	اس بات پر اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت وحرمت زندہ مسلمان کی طرح ہے۔(ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کسر عظم المیّت واذاہ ککسرہ حیّا[2]۔ رواہ الامام احمد وابو داؤد وابن ماجة	مُردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا، اسے امامِ احمد و

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجنائز آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۲

باسناد حسن عن اُمّ المؤمنین عائشه الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها۔	وابوداؤد وابن ماجہ نے بسند حسن ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔

یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے: سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المیّت یؤذیه فی قبرہٖ مایؤذیه فی بیته [1]۔	مُردے کو قبر میں بھی اس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اسے اذیت ہوتی۔

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں:

افادان حرمة المؤمنین بعدموتہٖ فاقیة [2]۔	اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی حُرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔

سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

اذی المؤمن فی موته کاذاہ فی حیاته [3]۔ رواہ ابی بکر بن ابی شیبه،	مسلمان مُردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

علماء فرماتے ہیں:

المیّت یتاذی بما یتاذی به الحی [4]۔ کذافی رد المحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔	جس بات سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں، جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ معتمد کتب میں مذکور ہے۔ (ت)

علامہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اشعۃ اللمعات میں امام علامہ ابویوسف بن عبدالبر سے نقل فرماتے ہیں:

ازیں جامستفاد میگردد کہ میّت متألم میگرد د بجمیع انچہ متألم میگرد دبدان حی ولازم انیست کہ متلذذ گرد تمام انچہ متلذذم میشود بدان زندہ [5] انتهی۔	اس جگہ یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو درد پہنچتا ہے ان تمام سے مردہ کو بھی الم پہنچتا ہے، اور یہ لازم ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو لذت حاصل ہو ان سب سے میّت کو بھی لذت حاصل ہوتی ہے انتہی۔ (ت)

---

[1] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۷۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۹۹

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۶۲۳۱ دار المعرفۃ بیروت ۵۵۱/۴

[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی شیبہ فصل تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[4] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۲۲۹

[5] اشعۃ اللمعات باب دفن المیّت فصل ثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۶

یہاں تک ہمارے علماء نے تصریح فرمائی، قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے،

فی الشامیه عن الطحطاویة آخر کتاب الطہارة نصوا علٰی ان المرور فی سکة حادثة فیہا حرام [1]۔	آخر کتاب الطہارۃ شامی میں طحطاوی سے ہے علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس پر چلنا حرام ہے۔

اور فرماتے ہیں: "مقبرے کی گھاس (سبز) کاٹنا مکروہ ہے کہ جب تک وہ (گھاس سبز) تر رہتی ہے ہے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتی ہے، اس (سبز گھاس) سے اموات کا دل بہلتا ہے اور ان پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے، ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کو جانوروں کے پاس لے جائیں، اور یہ ممنوع ہے کہ انھیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں"۔

فی جنائز ردالمحتار یکرہ ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرة دون الیابس کما فی البحر والدرر وشرح المنیة [2] وعللہ فی الامداد بانہ مادام رطبًا یسبح اللہ تعالٰی فیونس المیّت وتنزل بذکرہ الرحمة ونحوہ فی الخانیة انتہی [3]۔ وفی العالمگیریة عن البحر الرائق لوکان فیہا حشیش یحش ویرسل الی الدواب ولاترسل الدواب فیہا [4] اھ۔	ردالمحتار کے جنائز میں ہے کہ تر گھاس کا مقبرے سے کاٹنا مکروہ ہے خشک گھاس کا نہیں، جیسا کہ بحر، درر اور شرح منیہ میں ہے، اور امداد میں اس کی یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میّت کو انس حاصل ہوتا ہے، خانیہ میں بھی اسی طرح ہے انتہی، اور علمگیریہ میں بحر الرائق سے ہے کہ اگر قبرستان میں خشک گھاس ہو تو کاٹ کر لائی جاسکتی ہے مگر جانور اس میں نہ چھوڑے جائیں اھ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو مقابر میں جوتا پہنے چلتے دیکھا، ارشاد فرمایا: "ہائے کم بختی تیری اے طائفی جُوتے والے! پھینک اپنی جوتی۔

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۲۲۹

[2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۶۰۶

[3] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۶۰۶

[4] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۱

ابوداؤد، نسائی اور طحطاوی وغیرہم نے بشیر بن خصاصیہ سے روایت کی اور لفظ امام حنفی کے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جوتیاں پہن کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: خرابی ہو تیری اے جوتیوں والے اپنی جوتیاں اتار دے، سبتہ مہملہ کے کسرہ اور سکون باء سے مراد وہ چمڑا ہے جس میں بال نہ ہوں، قاضی عیاض نے فرمایا: عرب والے کچے چمڑے کے مع بالوں کے جوتے پہنا کرتے تھے اور پکائے ہوئے چمڑے کے جوتے طائف وغیرہ میں بنائے جاتے تھے الخ۔	"اخرج الائمة ابوداؤد النسائی والطحطاوی وغیرھم عن بشیر بن الخصاصیة واللفظ للامام الحنفی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی رجلًا یمشی بین القبور فی نعلین، فقال ویحك یا صاحب السبتیتین الق سبتیتیك [1] اھ۔ السِّبتته بکسر المھملة وسکون الموحدة ھی التی لاشعر فیھا۔ قال القاضی عیاض کان من عادة العرب لبس النعال بشعرھا غیر مدبوغة وکانت المدبغة تعمل بالطائف وغیرہ [2] الخ۔

فاضل محقق حسن شرنبلالی اور ان کے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی فرماتے ہیں: "چلنے میں جو آواز کفش پا سے پیدا ہوتی ہے اموات کو رنج دیتی ہے۔"

اس لیے کہ مراقی الفلاح میں کہا کہ مجھے خبر دی میرے شیخ علامہ محمد بن احمد حموی حنفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کہ مُردے جوتیوں کی پچل سے تکلیف محسوس کرتے ہیں اھ۔ میں کہتا ہوں اس کی دلیل عنقریب عارف ترمذی سے منقول ہو کر آئے گی۔	حیث قال فی مراقی الفلاح اخبرنی شیخی العلامة محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالٰی بانھم یتأذون بخفقق النعال انتھی [3] اھ۔ اقول ووجھه ماسیأتی عن العارف الترمذی رحمہ اللہ تعالٰی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بیشک آدمی کو آگ کی چنگاری پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر جلد تک توڑ جائے، اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے، اسے مسلم وابوداؤد و	لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق ثیابه حتی تخلص الی جلدہ خیرله من ان یجلس علی قبر [4]۔ رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی

[1] شرح معانی الآثار باب المشی بین القبور بالنعال ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۲
[2] تاریخ سبتتہ للقاضی عیاض
[3] مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲
[4] سنن ابی داؤد کتاب الجنائز آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۴

وابن ماجة عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	نسائی وابن ماجہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: مجھے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، ارشاد فرمایا: "او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اُترآ، صاحبِ قبر کو ایذانہ دے، نہ وہ مجھے ایذادے۔"

اخرج الطحاوی فی معانی الاثار والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن والحاکم وابن مندۃ عن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالٰی علیہ رانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسًا علٰی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولایؤذیك[1] ولفظ الامام الحنفی فلایؤذیك[2]۔	طحطاوی نے معانی الآثار میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسندِ حسن اور حاکم اور ابنِ مندہ نے عمارہ بن حزم سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے قبر پر بیٹھنے والے قبر سے اتر اور قبر والے کو تکلیف نہ دے اور وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ اور امام حنفی کے لفظ یہ ہیں فلا یؤذیک (پس وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ت)

اور امام احمد رحمۃاللہ تعالٰی علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا: عمروبن حزم کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وآلہٖ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لاتؤذِ صاحب القبر[3]، کما فی المشکٰوۃ قلت وھذا الحدیث لایلائمہ تاویل الامام ابی جعفر والنھی عن شیئ لاینافی النھی عن اعم منہ فافھم۔	صاحب قبر کو ایذانہ دے، جیسے مشکوۃ میں ہے، میں کہتا ہوں اس حدیث سے امام ابو جعفر کی تاویل مناسب نہیں رکھتی ہے اور کسی چیز سے روکنا اس چیز سے عالم کے روکنے کو مستلزم نہیں، تو غور کیجئے۔

شیخ محقق رحمۃاللہ علیہ شرح میں فرماتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش می دارد وراضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے جہت تضمن وے اہانت واستخفاف رابوے[4] اھ۔	شاید مراد یہ ہے کہ اس کی روح ناراض ہوتی ہے اپنی قبر پر تکیہ لگائے کی وجہ سے اہانت محسوس کرتی ہے۔اھ

[1] شرح الصدور بحوالہ الطبرانی والحاکم وابن مندۃ باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶
[2] شرح معانی الآثار باب الجلوس علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۶
[3] مشکوٰۃ المصابیح باب دفن المیّت فصل ثالث مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۹
[4] اشعۃ اللمعات باب دفن المیّت نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۹

اقول: اس توجیہ پر امام علامہ عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہ، نے جزم فرمایا، تصریح فرماتے ہیں کہ: "ارواح کوان کی بے حرمتی و تنقیصِ شان معلوم ہو جاتی ہے لہٰذا ایذا پاتی ہیں۔"

قال سیدی عبد الغنی فی الحدیقة عن نوادر الاصول معناہ ان الارواح تعلم بالترك اقامة الحرمة وبالاستهانه فتتأذی بذلك [1] اھ۔	سیدی عبدالغنی نے حدیقہ میں نوادر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: اس کے یہ معنی ہیں کہ ارواح اپنی اہانت و ذلت کو محسوس کرتی ہیں اور اس سے انھیں ایذا ہوتی ہے اھ

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان امر شی علی جمرة اوسیفٍ اواخصف نعلی بر جلیه احب الی من ان امشی علٰی قبر [2]۔ رواہ ابن ماجة عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنه واسنادہ جیّد کما فاد المنذری۔	البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں اسے ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اس کی سند عمدہ ہے جیسا کہ منذری نے افادہ کیا۔ (ت)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لان اطاء علی جمرة احب الی من ان اطاء علٰی قبر مسلم، رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن [3] قاله امام عبدالعظیم۔	بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے، اسے طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن روایت کیا۔ جیسا کہ امام عبدالعظیم نے کہا ہے۔ (ت)

ان ہی صحابی اجل سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما کرہ اذای المؤمن فی حیاته فانی اکرہ اذاہ بعد موته [4]۔ اخرجه سعید بن منصور	میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یونہی بعد موت اس کی ایذا کو ناپسند

[1] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن الاصناف القسمیۃ فی آفات الرجل مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۰۵
[2] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳
[3] الترغیب والترتیب الترھیب من الجلوس علی القبر الخ مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۳۷۲
[4] شرح الصدور باب تأذیسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۶

فی سننه کما فی شرح الصدور۔ **اقول:** وھذه الاحادیث تؤیّدما اخترنا وتؤذن ان تاویل ابی جعفر رحمه الله تعالٰی لیس فی محله فبما فی عامة الکتب نأخذ لاعتقادھا بنصوص الاحادیث، ولانه علیه الاکثر وقد نصوا ان العمل بما علیه الاکثر، وانه لا یعدل عن روایة ماوفقتھا درایة فکیف اذاکان ھوا الاشھر الاظھر الاکثر الازھر وبھٰذا یضعف مازعم العلامة البدر فی المعدة فتبصر۔	کرتا ہوں۔اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا جیسا کہ شرح الصدور میں ہے۔میں کہتا ہوں ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو بات ہم نے اختیار کی ہے وہ درست ہے، او رابو جعفر رحمہ اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تاویل بر محل نہیں، لہٰذا ہم وہ مسلک اختیار کرتے ہیں جو عام کتب میں ہے، کیونکہ اسے احادیث کی صراحت سے تقویت حاصل ہے، اور اس لیے بھی کہ اکثر کا یہی قول ہے کیونکہ علماء نے صراحت کردی ہے کہ عمل اس پر ہوگا جس پر اکثریت ہوگی اور یہ کہ اس روایت سے عدول نہیں کیا جاتا ہے جو درایت کے مطابق ہو، تو پھر اس سے عدول کا جواز کیا ہوگا جو اشہر، اظہر، اکثر اور واضح ہے، اور اسی سے علّامہ بدر کا زعم عمدہ میں ضعیف قرار پاتا ہے۔تو غور کیجئے۔

ان ہی احادیث سے ہمارے علماء رحمۃاللہ تعالٰی علیہم نے بے ضرورت عـــہ قبر پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے منع فرمایا کہ یہ سب حرمتِ مومن کے خلاف ترک ادب گستاخی ہے،

ففی النوادر والتحفة والبدائع والمحیط وغیرھا	تحفہ، بدائع اور محیط وغیرہ میں ہے کہ

عـــہ: قولہ بے ضرورت، ضرورت کی صورت مثلاً قبرستان میں میّت کے لیے قبر کھودنے یا دفن کرنے جانا چاہتے ہیں بیچ میں قبریں حائل ہیں اس حاجت کیلیے اجازت ہے، پھر بھی جہاں تک بن پڑے بچتے ہوئے جائیں اور ننگے پاؤں ہوں، ان اموات کیلیے دعا استغفار کرتے جائیں،

فی حاشیة العلامة الطحطاوی علی مراقی الفلاح عن شرح المشکوٰة الوطء الحاجة کدفن المیّت لایکرہ اھ وعن السراج فان لم یکن له طریق الاعلی القبر جازله المشی علیه للضرورة[1] ۔ ۱۲ منه	علامہ طحطاوی کے حاشیہ مراقی الفلاح میں شرح مشکوٰۃ سے ہے کہ ضرورت کے پیش نظر مثلاً میّت کو دفن کرنے جانا ہو تو قبروں پر سے گزرنا مکروہ نہیں اھ اور سراج سے ہے کہ اگر قبر پر ہی گزرنے کا راستہ ہو تو اس پر چلنا ضرورتاً جائز ہے ۱۲منہ (ت)

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰

ان اباحنیفة کرہ وطء القبر ولقعود او النوم اوقضاء الحاجة علیه [1] کذا نقل العلامة ابن امیر الحاج فی الحلیة۔ اقول: والکراھة عند الاطلاق کراھة تحریم کما صرحوا به مع مایفیدہ من النھی الواردفی الاحادیث معللًا بالایذاء والایذاء حرام فھذا ماندین اللہ تعالٰی به وان قیل وقیل۔	ابو حنیفہ نے قبر کا روندنا، بیٹھنا، سونا، اس پر قضائے حاجت کرنا مکروہ کہا ہے، اسی طرح ابنِ امیر الحاج نے حلیہ میں نقل کیا **میں کہتا ہوں** جب کراہت مطلق ہو تو مراد کراہت تحریم ہوتی ہے جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے، پھر اس نہی سے بھی تائید ہوتی ہے جو احادیث میں ایذاء کی علت سے متعلق وارد ہے اور ایذا احرام ہے پس دیانتداری کی بات یہی ہے، اب خواہ کوئی کچھ کہتا رہے۔

حاشیہ طحطاوی علی شرح نورالایضاح میں سراج وہاج سے ہے:

ان لم یکن له طریق الا علی القبر جازله دلیل علیه للضرورة [2] اھ **اقول**: وھذا ایضا دلیل علی مااخترنا من کراھة التحریم فان المفھوم المخالف معتبر فی الروایات وکلام العلماء بالاتفاق فافادان المشی لا یجوز بلاضرورة ومالایجوز فادناہ کراھة التحریم۔	اگر قبر پر ہی سے راستہ ہو تو اس پر چلنا ضرورتًا جائز ہے۔ اھ **اقول**: (میں کہتا ہوں) اس سے بھی ثابت کہ ہمارا قول کراہت تحریمی کا درست ہے، کیونکہ مفہوم مخالف روایات اور کلام علماء میں بالاتفاق معتبر ہے، تو معلوم ہوا کہ بلاضرورت قبر پر چلنا ناجائز ہے اور جو ناجائز ہو اس کا ادنٰی درجہ مکروہ تحریمی ہے۔

سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

قال الوالد رحمه اللہ تعالٰی فی شرح علی الدرر ویکرہ ان یوطء القبر لماروی عن ابن مسعود [3] الخ وذکر اثرالذی رویناہ۔	والد صاحب نے درر کی شرح میں فرمایا کہ قبر کا روندنا مکروہ ہے جیسا کہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے الخ، پھر آپ نے وہی اثر ذکر کیا جو ہم روایت کرچکے ہیں۔

[1] بدائع الصنائع فصل فی سُنۃ الدفن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۲۰، تحفۃ الفقہاء باب الدفن وحکم الشہداء دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۵۷

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰

[3] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۴

اور محیط سے نقل فرمایا:

یکرہ ان یطاء علی القبر بالرجل ویقعد علیہ [1] اھ قولہ یعنی بالرجل قلت فسّر بذٰلك لتلاّ یحمل علی الجماع۔**اقول:** ویکرہ ایضًا بل اشد لما فیہ من زیارۃ الاستخفاف کا لوطأ علی سطح المسجد مع الدلالۃ علی تناھی القلب فی تناسی الموت، فکان الحمل علی الوطأ بالرجل لیکون ادخل فی النھی عن الوطأ بمعنی الجماع بطریق دلالۃ ینبغی ان یفھم، اور جامع الفتاوٰی سے لائے: انہ والتراب الذی علیہ حق المیّت فلا یجوز ان یوطأ [2]۔ اور مجتبٰی سے لائے: ان المشی علی القبور یکرہ [3]۔اور شرعۃ الاسلام وشرح شرعہ سے: من السنۃ ان لایطأ القبور فی نعلیہ فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یکرہ ذلك [4] الخ۔ اور امام شمس الائمہ حلوانی سے: وانہ قال یکرہ [5]۔ اور امام علی ترجمانی سے: قال یأثم بوطئ القبور لان سقف القبر حق المیّت [6] اھ۔ اقول وھذا نص علی مااخترنا من کراھۃ التحریم اذلا اثم فی المکروہ تنزیھا۔ لان مرجعہ الٰی خلاف الاولٰی، ولانہ	قبر کو پیروں سے روندنا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے اھ قلت پیروں سے روندنے کی تشریح اس لیے کردی کہ جماع پر محمول نہ کیا جائے۔**اقول:** (میں کہتا ہوں) جماع بھی مکروہ ہے بلکہ اس کی کراہت زائد ہے کیونکہ اس میں زیادہ توہین ہے، جیسے مسجد کی چھت پر وطی کرنا، پھر اس میں موت کا بھول جانا بھی شامل ہے۔ لہٰذا پیروں سے روندنے پر محمول کرنا اس لیے ہے تاکہ جماع کی ممانعت پر بطریق دلالت النص دلالت کرے، یہ مطلب نہیں کہ وطی مکروہ نہیں، اسی طرح سمجھنا چاہئے، اور جامع الفتاوٰی سے نقل کیا کہ یہ وُہ مٹی ہے جس پر میّت کا حق ہے لہٰذا اس کو روندنا جائز نہیں، اور مجتبٰی میں ہے: قبروں پر چلنا مکروہ ہے۔ شرعۃ الاسلام اور اس کی شرح میں ہے: سنت یہ ہے کہ جوتوں سمیت قبریں نہ روندی جائیں کیونکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے مکروہ سمجھتے تھے__اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ یہ مکروہ ہے__اور امام علی ترجمانی سے ہے کہ قبروں کے روندنے سے گنہگار ہوگا کیونکہ قبر کی چھت میّت کا حق ہے۔**اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ بھی ہمارے اختیار کردہ قول کراہت تحریمہ صراحت کرتا ہے، کیونکہ مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ وہ صرف خلافِ اولٰی ہے نیز

[1] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۴
[2] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۲/ ۵۰۴
[3] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۲/ ۵۰۴
[4] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۲/ ۵۰۵
[5] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۵
[6] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۵

ربما تعمده النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیانًا للجواز والنبی معصوم عن تعمد الاثم ولان الموثم لایجوز فلا معنی لبیان الجواز ولانھم صرحوانہ یجامع الاباحۃ کما فی اشربۃ رد المحتار، ابی السعود، والمعصیۃ لاتجامعھا و لانھم یعبرون عنھا بنفی الباس وای باسٍ اعظم من الاثم والان الموثم و اجب الترك وما وجب ترکہ کان فعلہ مقار بالحرام وھذا معنی کراھۃ التحریم والانھم نصوا ان فاعل المکروہ تنزیھا لا یعاقب اصلا کما فی التلویح مع مااعتقدنا ان اللہ تعالٰی ان یعاقب علٰی کل جریرۃ ولوصغیرۃ فھذہ بحمد اللہ تعالٰی سبعۃ دلائل ناطقۃ بان ماوقع عن بعض ^{عہ} ابناء الزمان فی رسالۃ شرب الدخان من ان المکروہ تنزیھا من الصغائر غلط فاحش وخطاء عظیم نعم قد صرح صاحب البحر فی بحرہ ان المکروہ تحریما منھا فتثبت ولاتخبط۔	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیان جوازکے لیے قصدًا ایسا کیا اور نبی قصدًا گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے، اور گناہ میں مبتلا کرنے والی چیز کا ارتکاب جائز نہیں ہوتا تو بیانِ جواز کے کیا معنی؟ پھر یہ اباحت کے ساتھ مجتمع ہوتا جیساکہ اشربہ ردالمحتار میں ابی السعود سے ہے اور معصیت اباحت کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی ہے۔ پھر اس کی تعبیر نفی باس سے کرتے ہیں اور گناہ سے بڑھ کر کون باس عظیم ہوگا، اور اسی لیے گنہگار بنانے والی چیز واجب الترک ہے اور جس چیز کا ترک واجب ہو اس کا فعل حرام کے قریب ہوگا اور یہی معنی کراہت تحریم کے ہیں، اور اس لیے بھی کہ فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ مکروہ وہ تنزیہی کے فاعل پر بالکل گناہ نہ ہوگا جیساکہ تلویح میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ چھوٹے سے چھوٹے جُرم پر سزادے سکتاہے بحمد اللہ تعالٰی یہ ساتھ دلائل ہیں جن سے معلوم ہوا کہ بعض بناءِ زمانہ نے رسالہ شرب الدخان میں مکروہ تنزیہی کو صغائر سے بتا کر فاحش غلطی اور خطاء عظیم کی ہے۔ البتہ صاحبِ بحر نے اپنی بحر میں تصریح کی ہے کہ مکروہ تحریمی صغائر سے ہے۔ پس اسے سمجھ اور دیوانہ نہ بن۔

نورالایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے:

فصل فی زیارۃ القبور ندب زیارتھا من غیر ان یطأ القبور [1]۔	"فصل زیارت قبور کے بیان میں" زیارت قبور مستحب ہے مگر قبریں نہ روندی جائیں۔

عــہ: ھو المولوی عبدالحی اللکھنوی ۱۲

وہ مولوی عبدالحی لکھنوی ہے ۱۲ (ت)

[1] مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰ و ۳۴۱

اسی میں ہے:

کرہ وطؤھا بالاقدام لما فیه من عدم الاحترام، وقال قاضی خان لو وجد طریقا فی المقبرۃ وھو یظن انه طریق احدثوہ لایمشی فی ذلك وان لم یقع فی ضمیرہ لابأس بان یمشی فیه [1] اھ ملخصا۔ **اقول:** وھذا ایضادلیل مااخترناہ فانه علق نفی البأس ان لایقع فی قلبه انه طریق علی قبر فافادو البأس فیما اذا وقع ذلك فی نفسه وایضاقد تقدم التصریح بالحرمۃ عن الشامی والطحطاوی عن علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی۔	قبروں کو پیروں سے روندنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں بے حرمتی ہے۔ قاضی خاں نے کہاکہ اگر کسی شخص نے قبرستان میں کوئی راستہ دیکھا جس کے بارے میں اسے گمان ہے کہ یہ لوگوں نے نیا بنالیا ہے تو وہ اس پر نہ چلے اگر اس کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا نہ ہو تو چلنے میں مضائقہ نہیں اھ ملخصاً، **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ بھی ہمارے قول کی دلیل ہے کیونکہ اس میں جواز کی صورت دل میں اس خیال کا نہ آنا ہے کہ یہ راستہ قبروں پر بنایا گیا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اگر اس کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہو تو پھر مضائقہ ہوگا۔ نیز شامی اور طحطاوی جو ہمارے علماء ہیں رحمھم اللہ تعالٰی ان سے منقول شدہ حرمت کی تصریح پہلے گزر چکی ہے۔

علامہ اسمٰعیل نابلسی حاشیہ درروغرر میں فرماتے ہیں:

لاباس بزیارۃ القبور والدعاء للاموات ان کانوا مومنین عـــہ من وطئ القبور۔ کما فی البدائع والملتقط [2] اھ۔	قبروں کی زیارت اور مردوں کے حق میں دعا کرنے میں حرج نہیں بشرطیکہ قبریں نہ روندی جائیں، جیساکہ بدائع اور ملتقط میں ہے۔

طریقہ محمدیہ میں ہے:

من اٰفات الرجل المشی علی المقابر [3] اھ۔	پَیر کی آفتوں میں سے قبروں کا روندنا ہے۔اھ

امام علامہ محقق علی الاطلاق ان لوگوں پر اعتراض فرماتے ہیں جن کے اعزّاء واقرباء کے گرد مخلوق دفن ہے،

عـــہ: علی صیغۃ المفعول ای اٰمنین	مؤمنین صیغہ مفعول ہے یعنی جب وہ محفوظ رہیں ۱۲ (ت)

[1] مراقی الفلاح علٰی ھامش حاشیۃالطحطاوی فصل فی زیارۃالقبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲،۳۴۳

[2] الحدیقۃالندیۃ بحوالہ شرح الدرر الصنف الثامن فی آفات الرجل مکتبہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۵

[3] طریقہ محمدیہ الصنف الثامن فی آفات الرجل مطبع ہندوپریس دہلی ۲/ ۲۵۹

وہ ان قبروں کو روندتے ہوئے اپنے عزیزوں کی گور تک جاتے ہیں، انھیں چاہئے کنارِ گورستان سے زیارت اور دعا کرلیں اور ان کی قبروں کے قریب نہ جائیں۔

فقد قال فی الفتح یکرہ الجلوس علی القبر و وطؤہ فما یصنعہ الناس ممن وفنت اقاربہ ثم دفن حوالیھم خلق من وطأتك القبور الی ان یصل الٰی قبر قریبہٖ مکروہ[1]۔	چنانچہ فتح میں کہا: قبر پر بیٹھنا اور اس کو روندنا مکروہ ہے، تو وہ لوگ جن کے رشتہ داروں کے گرد دوسروں کی قبریں ہوں ان کا ان قبروں کو روندنا اپنے قریبی رشتہ دار کی قبر تک پہنچنے کے لیے مکروہ ہے۔

امام محدث حافظ الحدیث ابوبکر بن ابی الدنیا حضرت ابوقلابہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہے:

اقبلت من الشام الی البصرۃ فنزلت الخندق فتطھرت وصلّیت رکعتین باللیل ثم وضعت راسی علٰی قبرٍ فنمت۔ ثم انتبھت فاذا بصاحب القبر یشتکی ویقول لقد اٰذیتنی منذ اللیلۃ[2] الخ۔	یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا۔ رات کو خندق میں اُترا۔ وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سورہا، جب جاگا تو ناگاہ سُنا کہ صاحب قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تونے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی الخ۔

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عثمان نہدی سے وہ بینا تابعی سے راوی: "میں مقبرے میں گیا، دو رکعات پڑھ کر لیٹ رہا۔ خدا کی قسم! میں خوب جاگ رہا تھا کہ سُنا، صاحب قبر کہتا ہے: قم فقد اٰذیتنی[3] (اُٹھ کہ تونے مجھے ایذا دی)۔" امام حافظ ابن مندہ قاسم بن مخیمرہ سے راوی: "کسی شخص نے ایک قبر پر پاؤں رکھا، قبر سے آواز آئی: الیك عنیّ ولاتؤذنی[4] (اپنی طرف ہٹ دور ہو اے شخص میرے پاس سے) اور مجھے ایذا نہ دے"۔

ذکر ھما العلامۃ السیوطی فی شرح الصدور اقول وفیھما تائید لما علیہ عامۃ علمائنا خلافًا للامام ابی جعفر ومن تابعہ من	ان دونوں کو علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح الصدور میں درج فرمایا اقول ان دونوں روایتوں میں اس کو تائید ہوتی ہے جس پر ہمارے عام علماء ہیں، بخلاف

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

[2] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب ماینفع المیّت فی قبرہ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۸

[3] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی الرجل الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۰

[4] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ عن القاسم بن مخیمرہ باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

بعض المتاخرین	امام ابو جعفر اور ان کے تابع بعض متاخرین کے۔

اور اس فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے حضرت سیدی ابوالحسن نوری مدظلہ العالی سے سنا کہ ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنجِ شہیداں ہے، کوئی شخص اپنے بھینس لیے جاتا تھا، ایک جگہ زمین نرم تھی، ناگاہ بھینس کا پاؤں جارہا، معلوم ہوا یہاں قبر ہے، قبر سے آواز آئی: "اے شخص! تونے مجھے تکلیف دی، تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا۔" **فیھا قصة لطیفة تدلّ علٰی عظیم قدرۃ اللہ تعالٰی وعجیب صنعہ فی الشھداء** (اس میں لطیف قصّہ ہے جو شہداء کے بارے میں اللہ تعالٰی کی قدرت عظیمہ اور عجیب صناعی پر دلالت کرتا ہے۔ت) اب بحمد اللہ تعالٰی حکمِ مسئلہ مثل آفتاب روشن ہوگیا، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے اور اس سے تکیہ لگانے اور مقابر میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا، اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبر پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس کے پاس نہ سوئیں، سنت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ بلحاظِ ادب پاس بھی نہ جائیں، دور ہی سے زیارت کر آئیں اور قبرستان کی خشک گھاس اگر جانور کو کھلانا جائز فرمایا مگر یوں کہ یہاں سے کاٹ کر لے جائیں نہ کہ جانوروں کو مقابر میں چرائیں، اور تصریح فرمائی کہ مسلمان زندہ ومردہ کی عزت برابر ہے، اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انھیں تکلیف دینا حرام، تو خود ظاہر ہوا کہ یہ فعل مذکور فی السوال کس قدر بے ادبی وگستاخی وباعث گناہ اور استحقاق عذاب ہے۔ جب مکان سکونت بنایا گیا تو چلنا پھرنا، بیٹھنا لیٹنا، قبور کو پاؤں سے روندنا، ان پر پاخانہ، پیشاب، جماع سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی دقیقہ بے حیائی اور اموات مسلمین کی ایذا رسانی کا باقی نہ رہے گا **والعیاذ باللہ رب العٰلمین**۔

علماء فرماتے ہیں: جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں ان میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے **کما صرح بہ العلامة المناوی رحمہ اللہ تعالٰی فی التیسیر شرح الجامع الصغیر** (جیسا کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالٰی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں تصریح کی۔ت) اور ظاہر ہے کہ مقابر مسلمین میں صدہا مسلمانوں کی قبریں ہوتی ہیں بلکہ خدا جانے ایک ایک قبر میں کس کس قدر دفن ہیں، تو بالضرورت ان میں بندگان مقبول بھی ضرور ہوں گے، بلکہ اس امر کی اموات میں زیادہ امید ہے کہ بہت بندے خدا کے جو زندگی میں آلودہ گناہ تھے بعد موت پاک وطیب ہوگئے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الموت کفارۃ لکلِّ مسلمٍ** [1] موت کفارہ گناہ ہے ہر سُنّی عــہ مسلمان کے لیے۔

عــہ: **فائدہ جلیلہ**: محاورہ قرآن وحدیث میں مومن ومسلم خاص اہلسنت کو کہتے ہیں کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۹۸۸۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۱۷۱

اسے ابو نعیم اور بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیااور علامہ سیوطی نے فرمایا کہ ابن عربی نے اس کی تصحیح کی۔	اخرجه ابو نعیم والبیهقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللّٰه تعالٰی عنه وقال السیوطی صححه ابن العربی۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فاجر معلن کے فسق وفجور کااس کی اندگی میں اعلان کیا جائے تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں۔

ابن ابی الدنیا نے ذمِ الغیبۃ میں اور ترمذی نے نوادر میں اور حاکم نے کنی میں او رشیرازی نے القاب میں اور ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے سنن میں اور خطیب نے تاریخ میں سب نے جارود سے ، جاورد نے بہزبن حکیم سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور ان کے دادانے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی کہ کیا تم فاجر کاذکر کرنے سے ڈرتے ہو، لوگ اسے کب پہچانیں گے، فاجر کی بُرائیاں بیان کروتاکہ لوگ اس سے بچیں۔	اخرج ابن ابی الدنیا فی ذمر الغیبة والترمذی فی النوادر والحاکم فی الکنی، والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی السنن والخطیب فی التاریخ ، کلهم عن الجارد عن بهزبن حکیم عن ابیه عن جده عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذره الناس [1]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) زمانہ نزولِ قرآن عظیم وارشاد حدیث کریمہ میں صرف اہل سنت وجماعت ہی تھے، اس زمانے برکت نشان میں کسی بدمذہب ومبتدع کا ہونا محال تھا کہ بدمذہبی شبہ وتاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقین قطعی سے بدلنے والے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرما تھے، اگر شبہ گزرتا حضور کشف فرماتے، شبہ والامانتا توسُنی ہوتا، نہ مانتا توکافر ہوجاتا، یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی، ولہذا آیہ کریمہ "ویتبع غیر سبیل المؤمنین" سے جب علماء نے حجیتِ اجماع پر استدلال کیا تصریح فرمادی کہ مبتدعین کااتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں کہ مومنین سے مراد اُمتِ اجابت ہیں۔ مبتدعین اُمتِ اجابت نہیں اُمت دعوت ہیں دیکھو توضیح وتلویح بحث اجماع وغیرہ۔ یہ فائدہ نفیسہ یادرکھنے کا ہے کہ انما المؤمنون اخوۃ" وغیرہا آیات واحادیث میں مومنین سے اہلسنت ہی مراد ہیں، انھیں کے باہم اتفاق واتحاد کا حکم ہے۔ ندوۃ خذلہا اللہ تعالٰی کی تعمیم اور تمام گمراہوں، بدمذہبوں سے اتحاد وواد کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم وتعظیم پر ان نصوص کو پیش کرنا محض بددینی اور ضلالت ہے والعیاذ باللّٰه تعالٰی ۱۲منه

[1] نوادر الاصول اصل نمبر ۶۶ فی ذکر الفاجر الخ دار صادر بیروت ص ۲۱۳، تاریخ بغداد ترجمہ ۳۷۴۵ و ۳۷۵۱ دار الکتاب العربی بیروت ۷/ ۲۶۲ و ۲۶۸ و ۳۸۲

اور بعد موت کیسا ہی فاسق فاجر ہو اس کے برا کہنے اور اس کی برائیاں ذکر کرنے سے منع فرمایا کہ وہ اپنے کئے کو پہنچ گیا۔

اخرج الامام احمد والبخاری والنسائی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لاتسبوا الاموات فانھم قدا فضوا الی ماقدموا [1]۔ واخرج ابوداؤد والترمذی والحاکم والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذکر محاسن موتاکم وکفّوا عن مساویھم [2] واخرج النسائی بسند جید عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تذکروا ھلکاکم الابخیر [3]۔	امام احمد، بخاری اور نسائی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، فرمایا: "تم مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کی جزا کو پہنچے"۔ اور ابوداؤد، ترمذی، حاکم، بیہقی نے ابن عمر سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی کہ "تم اپنے مُردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے در گزر کرو"۔ اور نسائی نے بسند جید عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہ "تم اپنے مردوں کو بھلائی سے ہی یاد کرو۔"

بعد اس اطلاع کے بھی اگر ایسے اشخاص اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو اب ان کی گستاخیاں عوام مومنین کے ساتھ ہی نہیں بلکہ حضرات اولیائے کرام کے ساتھ بھی ہوں گی، اور اشد واعظم مصیت اس کی جو اولیاء کی جناب رفیع میں گستاخی ہو، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ جل جلالہ فرماتا ہے:

من عادی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب [4]۔ رواہ الامام البخاری عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ **اقول:** وکفی بالجامع الصحیح حجۃً وان کان فی قلب الذھبی ماکان۔	جو میرے کسی ولی سے دشمنی باندھے میں نے اس سے لڑائی کا اعلان کردیا، اسے امام بخاری نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ **اقول:** دلیل کے طور پر جامع صحیح کا حوالہ کافی ہے اگرچہ مریب کے دل میں کچھ شک گزرے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماینہی من سب الاموات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۷

[2] سنن ابی داؤد باب مافی النہی عن سب الموتٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۵

[3] سنن النسائی النہی عن ذکر الہلکی الابخیر مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۲۲۲

[4] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳

غرض ان لوگوں پر ضرور ہے کہ اپنے حال سقیم پر رحم کریں اور خدائے جبار قہار جل جلالہ کے انتقام سے ڈریں اور مسلمانوں کے اموات کو ایذانہ پہنچائیں، آخر انھیں بھی اپنے امثال کی طرح ایک دن زمین میں جانا اور بیکس بے بس ہو کر پڑنا ہے۔ جیسا کہ آج یہ لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں ویسا ہی اور لوگ کل ان کے ساتھ کریں گے۔

عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما تدین تدان[1]۔ اخرجه ابن عدی فی الکامل عن ابن عمرواحمد فی المسند عن ابی الدرداء وعبد الرزاق فی الجامع عن ابی قلابة مرسلاً وھو عند الاٰخرین قطعة حدیث، قلت وله شواھد جمة، وھو من جوامع کلمه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم	سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے جیسا کروگے ویسا بھروگے۔ اسے ابن عدی نے کامل میں ابن عمر سے، احمد نے مسند میں ابی الدرداسے اور عبدالرزاق نے جامع میں ابوقلابہ سے مرسلاً روایت کیاہے، اور آخری دو کے نزدیک یہ حدیث کا ٹکڑا ہے، **قلت** (میں کہتاہوں) اس کے لیے شواہد کثیر ہیں اور یہ حدیث حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جامع کلمات میں سے ہے (ت)

اللہ تعالٰی کی طرف شکوے کہ یہ بلاان جاہلوں میں ان اجہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے جنھوں نے اموات کو بالکل پتھر سمجھ لیا کہ مرگئے اور خاک ہوگیے، نہ اب کچھ سنیں نہ سمجھیں، نہ کسی چیز سے ایذا یا راحت پائیں اور جہاں تک بن پڑا قبور مسلمین کی عظمت قلوبِ عوام سے چھیل (سلب کر) ڈالی۔ فانّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

وصلِ دوم: تنقیح مقام و تفضیح اوہام نجدیہ لیام، نقل درفتوٰی فقیر غفرلہ ملک الانعام

فتوٰی اُولٰی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ: از کلکتہ امر تلالین نمبر ۸ مرسلہ حاجی لعل خاں صاحب وبار دوم بلفظ از کانپور بازار نیا گنج کمپنی دادو جی دادا بھائی سورتی، مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلے میں کہ ایک طرف چند پرانی قبریں پائی جاتی ہیں اور باقی ایک تہائی سطحِ میدان پڑا ہواہے اور وہاں عمر رسیدہ قریب اسی ۸۰ سے سو ۱۰۰ برس کے بزرگوں سے تحقیق کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ہوش سے ہم لوگوں کے جاننے میں کسی حصہ اس سطح زمین میں کوئی میّت دفن نہیں ہوا ہے،

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن عدی عن ابن عمر حدیث ۴۳۰۳۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۷۷۲

اس پر چند مسلمانان عالی ہمت نے اس تہائی خالی سطح زمین پر مدرسہ اور کتب خانہ بنانے کے لیے حاکم وقت سے درخواست کی تھی۔ تحقیق کرنے کے بعد کہ وہاں کوئی قبر نہیں ہے، حاکم وقت نے اجازت دے دی، ان حضرات نے مدرسہ وکتب خانہ بنانے کے لیے تمام سامان فراہم کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے مقام پر مدرسہ کتب خانہ بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور مدرسہ کی نیو (بنیاد) کھودتے وقت اگر احیاناً وہاں مردے کی بوسیدہ ہڈی نکلے تو اس کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

وقف کی تبدیل جائز نہیں، جو چیز جس مقصد کے لیے وقف ہے اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لئے کر دینا روا نہیں، جس طرح مسجد یا مدرسہ کو قبرستان نہیں کر سکتے یونہی قبرستان کو مسجد یا مدرسہ یا کتب خانہ کر دینا حلال نہیں۔ سراج وہاج پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

لایجوز تغیر الوقف عن هیأته فلا یجعل بستانًا ولا الخان حمامًا ولا الرباط دکانًا الّااذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیه مصلحة الوقف[1] اھ قلت فاذالم یجز تبدیل الهیأة فکیف بتغییر اصل المقصود۔	وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں لہٰذا گھر کا باغ بنانا اور سرائے کا حمام بنانا اور رباط کا دکان بنانا جائز نہیں، ہاں جب واقف نے نگہبان پر معاملہ چھوڑ دیا ہو کہ وہ ہر وہ کام کرسکتا جس میں وقف کی مصلحت ہو تو جائز ہے اھ **قلت** (میں کہتا ہوں) جب ایک ہیئت کی تبدیلی جائز نہیں تو اصل مقصود کی تغیر کیونکر جائز ہوگی!

اور اس پارہ قبرستان میں سو برس سے کوئی قبر نہ ہونا اسے قبرستان ہونے سے خارج نہیں کر سکتا۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول مفتٰی بہ پر واقف کے صرف اتنا کہنے سے کہ میں نے یہ زمین مسلمان کیلئے وقف کی یا اس زمین کو مقبرہ مسلمین کر دیا، وہ تمام زمین قبرستان ہو جاتی ہے اگرچہ ہنوز ایک مردہ بھی دفن نہ ہوا۔ اور امام محمد کے قول پر ایک شخص کے دفن سے ساری زمین قبرستان ہو جاتی ہے۔ اسعاف پھر ردالمحتار میں ہے:

تسلیم کل شیئ بحسبه ففی المقبرة بدفن واحد وفی السقایة بشربه وفی الخان	ہر چیز کا سپرد کرنا اس کی حیثت کے مطابق ہوتا ہے تو مقبرے میں ایک شخص کو دفن کرنا ہے اور سقایہ

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

بنزوله [1]۔	میں ایک گھونٹ پانی پینا ہے اور سرائے میں اترنا ہے۔

ہدایہ وہندیہ میں ہے:

وعند ابی یوسف رحمه الله تعالٰی یزول ملکه بالقول کما هو أصله، وعند محمد رحمه الله تعالٰی اذا استقی الناس من السقایة وسکنوا الخان والرباط ودفنوافی المقبرة زال الملك ویکتفی بالواحد لتعذر فعل الجنس کله وعلی هذا البئر والحوض [2]۔	اور ابویوسف کے نزدیک اس کی ملک کہنے سے زائل ہوجائیگی جیسی کہ یہ وقف کی اصل ہے اور امام محمد کے نزدیک جب لوگ سقایہ سے سیراب ہوں اور سرائے اور رباط میں رہیں، اور مقبرہ میں دفن کریں تو ملک زائل ہوجائیگی اور ایک پر اکتفاء کیا جائے گا کیونکہ تمام جنس کا فعل متعذر ہے اور کُنویں اور حوض کا حکم بھی ایسا ہی ہے۔

درمنتقی اور شامی میں ہے:

قدم فی التنویر والدرر والوقایة وغیرها قول ابی یوسف وعلمت ارجحیته فی الوقف والقضاء [3] اھ	تنویر، درر اور وقایہ وغیرہا میں ابویوسف کا قول مقدم رکھا اور تم اس کی ارجحیت وقف اور قضا میں جان چکے ہو۔

پس صورت مستفسرہ میں وہاں مدرسہ وکتب خانہ بنانا ہی جائز نہیں اگرچہ مُردے کی ہڈی نہ نکلے اور نکلنے کی حالت میں ممانعت اور اشد ہوجائے گی کہ قبر مسلم کی بے حرمتی ہوئی کما بیّنا فی الامر باحترام المقابر (جیسا کہ ہم نے رسالہ الآمر باحترام المقابر میں بیان کیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

فتوٰی ثانیہ:

مسئلہ: از کانپور مسجد رنگیاں مرسلہ مولوی شاہ احمد حسن صاحب مرحوم بوساطت جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

بخدمت سراپائے برکت مولٰنا مولوی صاحب مجدد مائۃ حاضرہ، صاحبِ حجتِ قاہرہ امام جماعت عالم سنت مولٰنا وسیدنا المولوی محمد احمد رضاخاں صاحب تمت فیوضاتہم وعمّت سکنتۃ المشارق والمغارب، السلام علیکم

[1] ردالمحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۵
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۵
[3] ردالمحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۵

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کانپوری مولوی احمد حسن صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کہتے تھے کہ بالفعل ایک اشد ضرورت ہے وہ کہ یہ جامع العلوم والوں نے ایک فتوٰی لکھا، مستفتی میرے پاس لایا، میں نے ان کے خلاف جواب لکھا، جامع العلوم والوں نے اس کو دیوبند بھیجا، انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے جواب کی تصدیق کی۔ مستفتی پھر میرے پاس آیا کہ اب میں کس کے قول پر عمل کروں، میں نے کہا کہ جو فیصلہ حکم کرے اس پر عمل کرو، حضرت مولٰنا سے بڑھ کر حکم کون ہے۔ لہٰذا اس استفتاء کو اپنے ہمراہ لیتے جاؤ اور مولانا سے جواب لکھوالاؤ، اور فوراً روانہ کردو۔ چونکہ میرا ارادہ حاضری کا تھا میں نے استفتاء لے لیا اور اتفاق کہ میں حاضر نہ ہوسکا، اور یہ بہت ضروری ہے لہٰذا اس عریضے میں ہمراہ سید عبدالشکور صاحب حاضر خدمت کرتا ہوں اسی وقت فیصلہ لکھ دیجئے اور سید صاحب ہی کے ہمراہ واپس فرمائے کہ میں روانہ کردوں، مولوی احمد حسن صاحب انتظار میں ہوں گے،

نقل استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سطح زمین قبرستان کے نام سے مشہور ہے جس کی ایک طرف چند پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں الخ، بعینہٖ سوال آمدہ از کلکتہ امرتلالین واز کانپور بازار گنج، ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ کے عنقریب فتاوٰی میں گزرا۔

جواب اہالی مدرسہ جامع العلوم

ایسے مقام پر کتب خانہ اور مدرسہ بنانا جائز ہے **لعدم المانع** (کہ مانع معدوم ہے۔ت) اور اگر بوسیدہ ہڈی اتفاق طور پر نکل آئے تو اس کو کہیں دفن کردے۔

وقال الزیلعی ولو بلی المیّت وصار ترابًا جاز دفن غیرہ فی قبرہ و زرعہ والبناءُ علیہ [1] اھ شامیۃ ص ۵۹۹ واللہ اعلم۔	امام زیلعی نے فرمایا اگر میّت بوسیدہ ہو کر مٹی ہوجائے تو اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا اور اس کی قبر پر کھیتی کرنا اور عمارت بنانا جائز ہے اھ شامیہ ص ۵۹۹ واللہ اعلم (ت)

الاحقر محمد رشید مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کانپور

محمد رشید دو عالم زفیض (۱۳۱۳ھ)

من اجاب فقد اصاب (جو جواب دیا گیا درست ہے۔ت) محمد عبداللہ عفی عنہ

[1] ردالمحتار مطلب فی الدفن داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۹۹

هذا الجواب غیر صحیح لانه مخالف لعبارة الفقهاء۔	یہ جواب نادرست ہے کیونکہ یہ فقہاء کی عبارات کے خلاف ہے (ت)

محمد عبدالرزاق مدرس مدرسہ امداد العلوم کانپور

محمد عبدالرزاق

خلاصہ جواب جناب مولوی احمد حسن صاحب

صورت مسئولہ میں اس مقام پر کتب خانہ ومدرسہ بنانا ناجائز ہے اس لیے کہ یہ جگہ جب مقبرے کے نام سے مشہور اور وقف ہے تو شرعًا یہ مقبرہ سمجھا جائے گا اور اس مقبرے کے لیے زمین وقف ہوگی اور اس کی شہرت اس کے ثبوت کے لیے دلیل کافی ہے۔ در مختار میں ہے: تقبل فیه الشهادة بالشُّهرة[1] الخ ملخصًا (اس میں شہرت کی بناپر شہادت قبول کی جاتی ہے الخ۔ت) اسی طرح ردالمحتار میں ہے عالمگیریہ میں ہے: الشهادة علی الوقف بالشهرة تجوز[2] الخ (وقت پر شہادت شہرت کی بناء پر جائز ہے الخ۔ت) اور اس کے مندرس ہو جانے سے دوسرا کوئی نفع لینا درست نہ ہوگا۔ قاضی خاں مطبوعہ مصر جلد ثالث ص ۳۱۴ پر ہے:

مقبرة قدیمة بمحلة لم یبق فیها اٰثار المقبرة هل یباح لاهل المحلة الانتفاع بها قال ابو نصر رحمه الله تعالٰی لایباح[3]۔	ایک محلے میں پرانا قبرستان ہے جس کے نشانات باقی نہیں رہے، کیا اہل محلّہ اس سے نفع حاصل کرسکتے ہیں، ابونصر رحمہ اللہ تعالٰی نے کہا کہ مباح نہیں ہے۔

عالمگیری میں جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷۰ و ۴۷۱:

سئل القاضی الامام شمس الائمة محمود الاوزجندی عن المقبرة اذا اندرست و لم یبق فیها اثر الموتٰی لاالعظم ولاغیره هل یجوز زرعها و استغلالها قال لاولها	قاضی شمس الائمہ محمود اوزجندی سے ایسے مقام قبرستان کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کے نشانات مٹ گئے ہوں اور اس میں ہڈیاں تک نہ رہی ہوں کیا اس میں کھیتی باڑی کرنا اور اسے کرائے پر دینا جائز ہے،

[1] در مختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارته مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۸

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الفصل الثانی فی الشہادۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۳۸

[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المقابر والرباطات ۴/ ۷۲۵

حکم المقبرۃ۔ کذافی المحیط [1]۔	فرمایا: نہیں، وہ قبرستان کے حکم میں ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔

نہ عدم جواز انتفاع بالمقبرہ امام زیلعی کی اس عبارت ہی کے خلاف ہے اس لیے کہ انھوں نے "جواز میّت" کے بوسیدہ اور خاک ہو جانے پر مرتب فرمایا ہے، اور یہاں عدمِ جواز اس وجہ سے نہیں بلکہ بہ سبب مقبرے کے وقف ہونے میں ہے۔ جیسا کہ مصحح نے علمگیریہ مطبوعہ مصر میں لکھاہے، عبارت منقولہ علمگیریہ پر یہ عبارت لکھی ہے:

قوله قال لاهذا لاينا فى ماقاله الزيلعى، لان المانع هنا كون المحل موقوفا على الدفن فلا يجوز استعماله فى غيره فليتامل وليحرر اھ مصححه [2] ۔ سئل شمس الائمة الحلوانى عن مسجد اوحوضٍ خرب لايحتاج اليه لتفرق الناس هل للقاضى ان يصرف اوقافه الى مسجدٍ اُخر اوحوض او اُخر۔ قال نعم، ولو لم يتفرق الناس ولكن استغنى الحوض عن العمارة و هناك مسجد محتاج الى العمارة اوعلى العكس هل يجوز للقاضى صرف وقف ما استغنى عن العمارة الى عمارةٍ ماهو محتاج الى العمارة فقال لا، كذافى المحيط [3]	ان کا قول "انھوں نے کہا نہیں" یہ زیلعی کے قول کے منافی نہیں کیونکہ یہاں مانع محل کا دفن کے لیے موقوف ہونا ہے تواس کا استعمال غیر میں جائز نہیں، غور کرنا چاہیے اور اسے محفوظ کرنا چاہئے اھ مصحح۔ اور مسائل سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر جنس کی طرف وقف جائز نہیں، علمگیریہ جلد ثانی ص ۴۷۸ میں ہے۔ شمس الائمہ حلوانی سے مسجد یا حوض کے بارے میں دریافت کیا گیا جو ویران ہوں اور ان کی ضرورت نہ رہی ہو کیونکہ وہاں آبادی نہیں رہی، کیا قاضی اس کے اوقاف کو دوسری مسجد یا دوسرے حوض میں صرف کرسکتا ہے؟ فرمایا: ہاں اور اگر لوگ وہیں رہتے ہوں مگر اس حوض کی ضرورت نہ رہی ہو اور وہاں مسجد عمارت کی محتاج ہو یا بالعکس تو کیا قاضی اس وقف کی آمدنی جس کی ضرورت نہ ہو دوسرے محتاج وقف کی تعمیر پر خرچ کرسکتا ہے؟ تو فرمایا نہیں۔ محیط میں اسی طرح ہے۔

لہٰذا اس زمین میں جو دفن کے لیے وقف ہو مدرسہ وغیرہ بنانا جائز نہ ہوگا گو خالی ہی کیوں نہ ہو، اور دوسرے اس کا خالی ہونا فقط شہادت سے کہ ہماری عمر میں ہمارے علم میں کوئی میّت دفن نہ کی گئی، ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۱۔۴۷۰

[2] حاشیہ فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۱

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثالث عشر فی الاوقاف الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۸

اس قدیم مقبرے کا پر ہونا سمجھا جاتا ہے کہ جب دو تہائی زمین میں قبریں اس قدر پرانی ہیں کہ سو ۱۰۰ برس کے لوگوں کے ہوش سے قبل کی ہیں تو ایک ثلث میں اس سے بھی پہلے کی ہوں گی اور وہ بالکل منہدم ہو گئی ہوں اور زمین صاف معلوم ہوتی ہو، زمین بھر جانے کی وجہ سے دفن کرنا چھوڑ دیا گیا ہو، ہاں اگر کوئی شخص بیان کرے کہ جب سے یہ زمین مقبرے کے لیے وقف ہوئی کوئی میّت اس تہائی میں نہ دفن کی گئی تو البتہ خالی ہونا ثابت ہو سکتا ہے پھر بھی مدرسہ وغیرہ سوائے دفن کے دوسرے کام میں لانا ناجائز ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ عبدہ العاصی فضل الٰہی عفی عنه**

وھذا الجواب صحیح (یہ جواب صحیح ہے۔ت) **کتبہ عبدالرزاق عفی عنه**

الجواب الثانی صحیح (جواب ثانی صحیح ہے۔ت) **کتبہ احمد حسن عفی عنه**

جواب مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ دیوبندیاں

الجواب:

یہ جواب صحیح نہیں ہے اور مجیب صاحب نے جو روایت نقل کہ ہے اس سے بھی مدّعا ثابت نہیں ہوتا۔ الحاصل وہ قبرستان وقف نہیں ہے تو کچھ کلام نہیں ہے اور قبرستان کو جو وقف مشہور کر دیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں، اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ گورستان وقف نہیں ہوتا اور بعد تسلیم اس بات کے کہ وہ وقفی ہے اس صورت میں کہ وہاں دفن اموات کا ایک مدت دراز سے بند ہے تو اس میں دوسرا مکان وقفی بنا دینا درست ہے۔ لہٰذا مدرسہ وقفی بنانا اس گورستان میں جائز ہے، چنانچہ اس روایت سے واضح ہے، یعنی عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۹:

فان قلت ھل یجوز ان تبنی المساجد علی قبور المسلمین قلت قال ابن القاسم لو ان مقبرۃ من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیھا مسجدًا لم ارب‍ذالك باسا۔ وذالك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتا ھم لایجوز لاحدٍ ان یملکھا فاذا درست واستغنی عن الدفن فیھا جاز صرفھا لای المسجد لان المسجد ایضًا وقف من اوقاف المسلمین، لا یجوز	**اگر تم کہو**، کیا مسلمانوں کی قبروں پر مساجد کا بنانا جائز ہے؟ میں کہوں گا: ابن قاسم نے کہا اگر مسلمانوں کا کوئی قبرستان ختم ہو جائے اور وہاں کچھ لوگ مسجد بنالیں تو میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا، کیونکہ قبرستان بھی مسلمانوں کا ایک وقف ہے ان کے مردوں کو دفن کرنے کے لیے، کسی کے لیے اس کا مالک بننا جائز نہیں، اب جبکہ وہ مٹ گیا اور اس میں دفن کی ضرورت نہیں رہی تو اسے مسجد کے استعمال میں لانا جائز ہوا کیونکہ مسجد بھی مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک وقف ہے کسی کو اس کا

تملیکا لاحد فمعنا هما علی هذا واحدٌ [1]۔	مالک بنانا جائز نہیں۔ لہٰذا ان دونوں کا مقصد ایک ہے۔

در کُتبِ فقہیہ میں بھی روایاتِ جواز موجود ہیں مگر بندے کو مہلت نہیں، فقط، واللہ تعالٰی اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد (۱۳۰۱ھ)

الجواب صحیح۔ بندہ محمود عفی عنہ الجواب صحیح۔ بندہ مسکین محمد یسین عفی عنہ الجواب صحیح۔ غلام رسول عفی عنہ محمد یسین عفی عنہ جبکہ وہ مقبرہ نہایت کہنہ ہے اور اس وقت دفن کرنا وہاں متروک ہوگیا ہے تو بناء مدرسہ اس جگہ میں خصوصًا حصہ خالی میں درست ہے۔ البتہ اگر وہ مقبرہ فی الحال دفنِ اموات میں کام آتا ہو تو کوئی اور بناء اس میں درست نہیں ہے۔

قال فی عٰلمگیریة، ولو بلی المیّت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعه والبناء علیه کذا فی التبیین [2]۔	عٰلمگیریہ میں ہے کہ اگر میّت پرانی ہو جائے اور مٹی ہو جائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا جائز ہے اور اس میں کھیتی کرنا اور اس پر عمارت بنانا بھی جائز ہے جیسا کہ تبیین میں ہے۔

فقط، واللہ تعالٰی اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ

فتوکل علی العزیز الرحمن (۱۳۰۷ھ)

الجواب:

اللھم ھدایة الحق والصواب

جواب اول غلط صریح، اور حکم ثانی حق و صحیح اور تحریر ثالث جہل قبیح ہے۔

گنگوہی صاحب کا بے محل شقشقہ

اوّلًا سوال میں صاف تصریح تھی کہ "ایک سطح وقف زمین، پھر مجیب سوم کی تشقیق کہ "اگر وہ قبرستان نہیں" الخ محض شقشقہ بے معنی ہے،

وقف میں شہرت کافی ہے اور گنگوہی صاحب کی جہالت

ثانیًا قبرستان کو جو وقف مشہور کردیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں، اس "یہ" کا مشار الیہ شہرت ہے

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب حل تنبش قبور المشرکین الخ ادارۃ الطباعۃ المنیرۃ بیروت ۴/ ۱۷۹

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السادس فی القبر والدفن نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۷

یا واقفیت، اول صحیح ہے مگر مہمل وندائے بے محل، سوال اس صورت میں خاصہ سے ہے جہاں شہرت موجود ہے اس پر حکم کے لیے ہر جگہ شہرت کیا ضرور، یوں ہی دوم بھی اگر مقصود سلب واقفیت بحال انتقائے شہرت ہو، اور ان ہی دونوں صورتوں میں یہ قول کہ "اکثر جگہ دیکھا گیا کہ گورستان وقف نہیں ہوتا" رُو بصحت رکھتا ہے اگرچہ کثیر واکثر میں فرق نہ کرنا ضیق نطاق بیان اور اگر نفی واقفیت شہرت مراد تو محض مردود وظاہر انفساد، اور اب وہ شہادت مشاہدہ اکثر بلاد صراحتًا حکایت بے محکی عنہ ہے متون وشروح وفتاوٰئے مذہب میں تصریحات جلیہ ہیں کہ شہرت مثبت واقفیت ومسوغ شہادت ہے۔

کلام مجیب دوم سلمہ میں بھی اس کی بعض نقول منقول، پھر باوصف تسلیم دلیل شرعی نفی مدلول جہل قطعی، یہاں شہادت شہرت کو نہ ماننا نہ اسی مقبرے بلکہ عامہ اوقافِ قدیمہ یکسر مٹادینا ہے، طول عہد کے بعد شہود معاینہ کہاں، اور مجرد خط حجت نہیں، فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لایعمل بمجرد الدفتر ولامجرد الحجة لما صرح به علماؤنا من عدم الاعتماد علی الخط وعدم العمل به کمکتوب الوقف الذی علیه خطوط القضاة الماضین وانما العمل فی ذلك بالبینة الشرعیة[1]۔	صرف تحریر پر عمل نہ ہوگا اور نہ صرف دلیل پر کیونکہ ہمارے علماء نے تصریح کردی ہے کہ خط پر اعتماد نہیں اور اس پر عمل نہیں، جیسے وہ وقف نامہ جس پر گزشتہ قاضیوں کی تحریریں ہوں، اس معاملے میں شرعی گواہوں پر ہی عمل ہوگا۔

اسی میں ہے:

کتاب الوقف انما هو کاغذ به خط وهولا یعتمد علیه ولایعمل به. کما صرّح به کثیر من علمائنا ، والعبرة فی ذالك للبیّنة الشرعیة وفی الوقف یسوغ للشاهدان یشهد بالسماع ویطلق، ولایضرّ فی شهادته قول بعد شهادته لم اعائن الوقف ولکن اشتهر عندی او اخبرنی به من اثق به[2]۔	وقف کی تحریر تو ایک کاغذ ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی عمل کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ہمارے بہت سے علماء نے تصریح کی ہے، اعتبار اس معاملہ میں شرعی گواہوں کا ہے اور وقف میں گواہ کے لیے جائز ہے کہ سُن کر گواہی دے اور اطلاق رکھے، اور اس کی شہادت میں ادائے شہادت کے بعد یہ کہنا کہ میں نے وقف کا معائنہ نہیں کیا، لیکن میرے نزدیک مشہور ایسا ہی ہے یا مجھے قابل اعتماد شخص نے خبر دی ہے کچھ مضر نہیں۔

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۸
[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰۳

اب اگر شہرت بھی منقول نہ ہو تو ہزاروں وقف سوااس کے کہ محض بے ثبوت و باطل قرار پائیں اور کیا نتیجہ ہے

وقف میں تبدیلی حرام ہے اور گنگوہی صاحب کی سفاہت

ثالثاً مقبرے کے لیے وقف تسلیم کرکے اس میں مدرسہ وغیرہ دوسرے مکان وقفی بنانے کو درست بتانا ظلم واضح وجہل فاضح ہے کہ اس میں صراحۃً تغیر وقف ہے اور وہ حرام ہے حتی کہ متولّی بھی وقف پر ولایت رکھتا ہے نہ کہ اجنبی حتی کہ علماء نے تغیر ہیأت کی بھی بے اذن واقف اجازت نہ دی، نہ کہ تغیر اصل وقف، عقود الدریہ ؓ میں ہے:

لا یجوز للناظر تغیر صیغة الواقف کما افتی به الخیر الرملی والحانوتی وغیرهما [1]۔	وقف کے نگہبان کے لیے واقف کے صیغے کی تبدیلی جائز نہیں، جیسا کہ خیر رملی اور حانوتی وغیرہما نے فتوٰی دیا ہے۔

سراج وہاج وہندیہ میں ہے:

لایجوز تغییر الوقف عن هیأته فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حمّاما ولا الرباط دکّانا الاّ اذاجعل الواقف الی الناظر مایری فیه مصلحة الوقف [2]۔	وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں، لہٰذا گھر کو باغ اور سرائے کو حمام اور رباط کو دکان بنانا جائز نہیں، ہاں واقف نے اگر نگرانِ وقف کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ ہر وہ کام کرسکتا ہے جس میں وقف کی مصلحت ہو تو ٹھیک ہے۔

فتح القدیر وردالمحتار وشرح الاشباہ للعلامۃ البیری میں ہے:

الواجب ابقاء الوقف علٰی ماکان علیه دون زیادة اخری [3]۔	وقف کو اپنی اصل حالت پر باقی رکھنا واجب ہے بغیر اس کے کہ اس پر کوئی دوسری زیادتی کی جائے۔(ت)

وقف کرنے کے لیے مالک ہونا شرط ہے، شیئ ایک بار وقف ہو کر دوبارہ وقف نہیں ہوسکتی

(اور گنگوہی صاحب کی ناواقفی)

رابعاً: مدرسہ یا کتب خانہ یا کوئی مکان کیا خالی دیواروں کا نام ہے۔ ہر عاقل ادنٰی عقل والا بھی جانتا ہے کہ زمین ضرور اس میں داخل، تنہا دیواروں کو بناء وعملہ کہتے ہیں، نہ بیت وخانہ، مدرسہ جائے درس،

---

[1] العقود الدریۃ لایجوز للناظر تغییر الوقف حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/ ۱۱۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

[3] فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۴۰

محل درس زمین ہے یا دیواروں پر بیٹھ کر درس ہوگا؟ اور یوں بھی ہو تا ہم قرار استقرار کو انتہا علی الارض سے کیا چارہ، اور یہ زمین ایک بار ایک جہت کے لیے وقف ہوچکی ہے دوبارہ وقفیت کیونکر معقول کہ واقف کا وقتِ وقف مالک موقوف ہونا شرط وقف ہے ہمارے مذہب میں بالاتفاق اہل وقوف اس پر صحت وقف موقوف اور وقفِ بعد تمامی کسی کی ملک نہیں، تو پھر اصل واقف بھی اگر دوبارہ اسے وقف کرنا چاہے محض باطل ہوگا، نہ کہ زید وعمرو بلکہ حکم عام ہے، خواہ وقف دوبارہ جہت اُخرٰی پر ہو یا اسی جہتِ اولٰی پر کہ علی الاول تحویل باطل ہے اور علی الثانی تحصیل حاصل والکل باطل۔ بحر الرائق وعلمگیریہ وغیرہما میں ہے:

اماشرائطه فمنها العقل والبلوغ ومنها ان یکون قربة ومنها الملك وقت الوقف ویتفرع علی اشتراط الملك انه لایجوز وقف الاقطاعات ولا وقف ارض الحوز للامام [1] ملتقطا۔	بہر حال وقف کی شرائط تو ان میں سے بلوغ اور عقل ہے اور ان میں سے اس کا عبادت کیلئے ہونا ہے اور وقتِ وقف ملک کا ہونا ہے ملک کی شرط پر یہ بھی متفرع ہے کہ جاگیر کا وقف جائز نہیں، او امام کی گھیری ہوئی زمین کا وقف بھی جائز نہیں۔ ملتقطا

اسعاف میں ہے:

اتفق ابویوسف ومحمد رحمهما الله تعالٰی ان الوقف یتوقف جوازہ علی شروط بعضها فی المتصرف کالملك فان الولایة علی المحل شرط الجواز والولایة تستفاد بالملك اوهی نفس الملك [2]۔	ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی نے اتفاق کیا ہے کہ وقف کا جواز بعض شرائط پر موقوف ہے، کچھ تو اس میں سے متصرف ہیں جیسے ملک، کیونکہ ولایت "محل" شرط جواز ہے اور ولایت یا تو ملک سے مستفاد ہے یا وہ خود ملک ہے۔

اسی میں ہے:

لو وقف ارضا اقطعه ایاها السلطان فان کانت ملکاله او مواتا صح وان کانت من بیت المال لایصحّ [3]۔	اگر کوئی شخص نے بادشاہ کی دی ہوئی جاگیر وقف کردی تو اگر وہ اس کی ملک ہے یا وہ مردہ زمین ہے تو صحیح ہے اور اگر بیت المال سے ہے تو صحیح نہیں۔

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف باب الاول فی تعریف الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۵۲تا ۳۵۴

[2] اسعاف

[3] اسعاف

زمین وقف میں کوئی عمارت دوسری غرض کے لیے وقف نہیں ہوسکتی

(اور گنگوہی صاحب کی نادانی)

خامسًا تنہا عمارت وقف ہوگی یا تنہا زمین یا دونوں، ثانی بدیہی البطلان ہے لان الوقف لایوقف (کیونکہ وقف کا دوبارہ وقف جائز نہیں۔ت) یوں ہی ثالث لانہ علیہ یتوقف (کیونکہ وہ وقف پر موقوف ہے۔ت) اول کا جواز ارض غیر محتکرہ میں اس صورت میں ہے کہ یہ عمارت اسی کام پر وقف ہو جس پر اصل زمین کا وقف ہے ھوالصحیح بل ھو التحقیق وبہ التوفیق (یہ صحیح ہے بلکہ یہی تحقیق ہے اللہ تعالٰی کی توفیق ہے۔ت) تو زمین مقبرہ اور دیواریں مدرسہ محض وسوسہ۔ فتاوٰی علامہ خیر الدین رملی میں ہے:

سئل فی کرم مشتمل علٰی عنب وتین وارضہ وقف سیدنا الخلیل علیہ وعلٰی نبیّنا وسائر الانبیاء افضل الصلٰوۃ واتم السلام من الملک الجلیل ادّعٰی رجل بانّہ وقف جدہ ھل تسمع دعواہ، اجاب لاتسمع ولاتصح، اذاالکرم اسم للارض والشجر وان ارید بہ الشجر فوقف الشجر علٰی جھتہ غیر جھۃ الارض مختلف فیہ وقد قال صاحب الذخیرۃ وقف البناء من غیر وقف الارض لم یجزھوالصحیح وان ارید کل من الارض والشجر فبطلانہ بدیھی التصور وان ارید الارض فبدیھیۃ البطلان اولٰی[1] اھ ملتقطا۔	اب باغ کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں انگور اور انجیر ہیں اور اس کی زمین جس کو حضرت ابراہیم علٰی نبینا وسائر الانبیاء افضل الصلٰوۃ واتم السلام من الملک الجلیل نے وقف کیا تھا، ایسے باغ پر ایک شخص نے دعوی کردیا کہ یہ اس کے دادا نے وقف کیا تھا، کیا اس کا دعوی سُنا جائے گا؟ جواب دیا، نہیں، کیونکہ باغ زمین اور درختوں کے مجموعے کا نام ہے، اور اگر اس سے مراد درخت ہوں تو درختوں کا زمین کی جہت کے بغیر وقف کرنا مختلف فیہ ہے، صاحبِ ذخیرہ نے کہا ہے کہ عمارت کا وقف کرنا زمین کے بغیر جائز نہیں، یہی صحیح ہے۔ اور اگر زمین اور درخت سب مراد ہوں تو اس کا باطل ہونا ظاہر ہے اور اگر صرف زمین مراد ہو تو اس کا باطل ہونا اور بھی ظاہر ہے اھ ملتقطا۔

اسی میں اس کے متصل ہے:

کیف یصح للواقف وقفھا علٰی نفسہ و	واقف اس کو اپنے اوپر کیونکر وقف کرسکتا ہے حالانکہ

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۶

هی وقف الخلیل علیه الصلٰوة والسلام [1] اھ وھذا معنی قوله فبطلانه بدیھی التصور۔	یہ وقف ابراہیم علیہ السلام کا ہے اھ یہی معنی ہیں ان کے قول کے کہ اس کا بطلان ظاہر ہے

ردالمحتار میں ہے:

الذی حرّرہ فی البحر اخذا من قوله الظهیریة واما اذا وقفه علی الجهة التی کانت البقعة وقفًا علیه جاز اتفاقًا تبعًا للبقعة وان قول الذخیرة لم یجزھو الصحیح مقصور علٰی ماعداصورة الاتفاق وھوما اذا کانت الارض ملکًا اووقفًا علٰی جهة اخری [2] اھ وعلی ھذا فینبغی ان یستثنٰی من ارض الوقف ما اذا کانت معدة للاحتکار وبه یتضح الحال ویحصل التوفیق بین الاقوال [3] اھ ملخصا ، وقد اوضحناہ فیما علّقنا علیه۔	جو بحر میں تحریر کیا ہے وہ ظہیریہ کے قول سے ماخوذ ہے اور اگر اسی جہت پر وقف کیا جس پر وہ خطّہ وقف تھا تو وقف اسکی اتباع میں بالاتفاق جائز ہے، اور ذخیرہ کا قول "جائز نہیں" صحیح ہے اور یہ اتفاق کی صورت کے غیر پر مقصور ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ زمین ملک یا وقف ہو کسی دوسری جہت پر، اس بناء پر زمین وقف سے اس صورت کا استثنا ضروری ہے جبکہ وہ زمین احتکار کے لیے تیار کی گئی ہو۔ اس سے صورتِ حال واضح ہو جاتی ہے اور تمام اقوال میں توفیق حاصل ہو جاتی ہے اھ ملخصا اور ہم نے ردالمحتار کی تعلیقات میں اس کی خوب وضاحت کی ہے۔

گنگوہی صاحب کی سخت نافہمی، متعلقہ روایتوں کو بے علاقہ بتانا

سادسًا مدرسہ یا کتب خانہ جو بنایا جائے گا جبکہ شرعًا وقف نہیں ہو سکتا، لاجرم بانیان پر رہے گا اور اب یہ صراحةً وقف تصرف مالکانہ اور اپنے انتفاع کے لیے اس میں عمارت بنانا ہوگا، توآفتاب کی طرح واضح ہے کہ قاضی خاں و عالمگیری و محیط کی عبارات جو مجیب دوم سلمہ نے نقل کیں کہ مقبرہ اگرچہ مندرس ہو جائے اس میں قبر کا نشان درکنار، اموات کی ہڈی تک نہ رہے، جب بھی اس سے انتفاع حرام، اور ہمیشہ اس کے لیے حکم مقبرہ رہے گا، اسی طرح فتاوٰی ظہیریۃ وخزانۃ المفتین واسعاف کی عبارات کہ:

مقبرة قدیمة بمحلة لم یبق فیها آثار المقبرة	جو قبرستان پُرانا ہو اس میں مقبرے کے آثار باقی

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۷

[2] ردالمحتار کتاب الوقف مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۴۲۸

3

لایباح لاھل المحلۃ الانتفاع بھا وان کان فیھا حشیش یحش منھا ویخرج الحشیش الی الدّواب، ولاترسل الدواب فیھا [1]۔	نہ رہے ہوں تو اس سے اہل محلّہ نفع حاصل کر سکتے ہیں، اگر اس میں گھاس ہو تو وہ بھی کاٹی جاسکتی ہے، کاٹ کر باہر لائی جائے مگر جانور قبرستان میں نہ چھوڑے جائیں۔قطعًا مفید مدّعا تھیں۔

اور مجیب صاحب سوم کا یہ زعم کہ: "مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا، محض سوءِ فہم اور جہل مبین۔"

(گنگوہی صاحب کی سخت بے علمی، نصوص مذہب کو چھوڑ کر ایک مالکی عالم سے استناد)

گنگوہی صاحب پر گرفت

سابعًا مجیب سوم کو جب فقہ میں کوئی راہ نہ ملی، ناچار متون وشروح وفتاوائے مذہب سب بالائے طاق رکھ کر نصوص اصول وفروع فقہ حنفی سب سے آنکھ بند کرکے شرح صحیح بخاری سے ایک روایت خارج عن المذہب پر قناعت کی کہ ابن القاسم نے کہا کہ میری رائے میں جب مقبرے کے آثار مٹ جائیں اور اس کی حاجت نہ رہے تو وہاں مسجد بنالینا جائز ہے۔عربی لفظوں کا ترجمہ دیکھ لیا، اب یہ ادراک کسے کہ یہ ابن القاسم کون ہیں؟ کس مذہب کے عالم ہیں؟ ان کا قول مذہب حنفی میں کہاں تک سنا جاسکتا ہے؟ اور وہ بھی خاص ان کی رائے، اور وہ بھی اصول وفروعِ مذہب کے صریح خلاف، مجیب صاحب علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح جامع صحیح میں صرف اقوال مذہب پر اقتصار نہیں کرتے، بلکہ ائمہ اربعہ اور ان سے بھی گزر کر بعض دیگر سابق ولاحق بلکہ بعض بدمذہبوں مثلًا داؤد ظاہری وابن حزم تک کے اقوال نقل کر جاتے ہیں، بلکہ بارہا این وآن ہی کے قول پر قناعت فرماتے ہیں اور ائمہ مذہب کا مذہب بیان میں نہیں لاتے، جاہل کہ تراجم علماء سے آگاہ نہیں آپ کی طرح دھوکا کھاجاتا ہے اور خادم علم بحمد اللہ تعالٰی فرقِ مراتب وتفرقہ مذاہب کی خبر رکھتا ہے۔علامہ عینی یہاں کسی کتاب فقہ کی تحریر میں نہیں یہ اسطرادی بالائی فوائد ہیں جن سے اقاویل ناس پر اطلاع مقصود اور مذہب تو اصلًا وفرعًا کتبِ مذہب میں مضبوط ہوچکا۔ان کی ان نقول کا اکثر مادہ تصانیف ابن المنذر وابن بطال وغیرہما شافعیہ وغیرہم ہیں ان کی عادت ہے کہ محلِ نقل میں سطریں کی سطریں بلکہ کہیں صفحے بلاعزو بے تغیر لفظ نقل فرماتے ہیں جس پر ان کے امام عصری امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالٰی نے الدرر الکامنہ میں تنبیہ کی، یہاں بھی صدر کلام

[1] فتاوٰی ظہیریہ

ذکر ما یستنبط منه من الاحکام سے آپ کی منقولہ حکایت تک اسی قسم کی عبارت ہے عالم تو متعدد وجہ سے پہچانے گا کہ یہ کلام حنفیہّ نہیں۔ آپ نے اتنا ہی دیکھا ہوتا کہ اس عبارت میں ہے: الی جواز نبش قبورھم للمال ذھب الکوفیون والشافعی واشھب بھذا الحدیث[1] (کوفہ والے، شافعی اور اشہب اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اس طرف گئے ہیں کہ حصول مال کیلئے انکی قبروں کو اکھاڑنا جائز) حنفیہّ کا محاورہ نہیں کہ اپنے ائمہ کا مذہب یوُں بیان کریں کہ کوفے والے ادھر گئے ہیں، قائل حنفی ہوتا تو "ذھب ائمتنا یا اصحابنا یا علماؤنا وامثال ذلک" لکھتا۔ یہ ابن القاسم واشہب عــہ دونوں حضرات مالکی مذہب عالم ہیں۔ خود امام ہمام کے شاگرد، اور ان کے مذہب میں اہل روایت ودرایت جیسے ہمارے ہاں زفر وحسن بن زیاد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم، آپ کی مقدس بزرگی کہ مذہب حنفی کے صریح خلاف ایک مالکی عالم کی رائے پر فتوی دیتے، اور اپنے زعم میں اسے مذہب حنفی کی روایت سمجھ رہے ہیں حالانکہ ہمارے ائمہ تو ہمارے ائمہ وہ اس مذہب کے بھی امام مجتہد سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ یہ ابن القاسم ہمارے علماء سے نہیں، مگر ہاں جب نافہمی کی ٹھہری تو آپ کو کیا لگتا ہے کہ اس ذکر اصحابنا کو بھی قال ابن القاسم کے تحت میں داخل اور انھیں کے مقولے میں شامل مانتے۔ گنگوہی صاحب کی تین چالاکیاں اور ان کا الٹا پڑنا

ثامنًا مجیب صاحب نے ناحق اس حکایت غیر مذہب پر قناعت کی کہ فقط بیچارے مردہ مسلمانوں کی قبریں، طلبہ اور مدرسہ کے بھنگی بہشتی سے پامال کرانے کی گنجائش ملی۔ اس ذکر اصحابنا کو کیوں نہ لیا کہ مسجدوں میں چلانے، گھوڑے یا گدھے باندھنے کی راہ چلتی۔

بل ھو اشنع واخنع وھو اتخاذ موضع المسجد حشاو کنیعا لقوله وذکر اصحابنا ان المسجد اذاخرب ودثر ولم یبق حوله جماعة، والمقبرۃ اذا عفت ودثرت تعود ملکا لاربابھا، "قال" فاذا عادت ملکا یجوز ان یبنی موضع المسجد دارًا وموضع	بلکہ یہ زیادہ برا ہے کہ مسجد کو اصطبل یا باڑہ بنالیا جائے کیونکہ انھوں نے کہا: ہمارے اصحاب نے ذکر کیا کہ مسجد جب ویران ہوجائے اور اس کے گرد کوئی جماعت نہ رہے اور قبرستان جب مٹ جائے تو ان پر ان کے سابق مالک کی ملک لوٹ آتی ہے، انھوں نے فرمایا کہ جب یہ چیزیں مِلک میں آگئیں تو مسجد کی جگہ کو گھر اور قبرستان کی جگہ

عــہ: دونوں حضرات کے مزار فائض الانوار قرافہ میں یکجا ہیں، علماء فرماتے ہیں ان دونوں مزار کے بیچ میں دعا قبول ہوتی ہے ۱۲ منه حفظ ربه

---

[1] عمدۃ القاری باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاہلیہ الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/ ۱۷۹

المقبر مسجد اوغیر ذلک[1] لان الدّار لابدّلھا من تلك الاشیاء۔	کو مسجد وغیرہ بنانا درست ہوا، کیونکہ گھر کے لیے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

مگر آپ نے ضرور ہوشیاری برتی، اولاً جانتے تھے کہ کتب معتمدہ مذہب مشہورہ متداولہ میں اسے صراحۃً رد کیا اور اس کے خلاف پر بشد ومد فتوٰی دیا ہے تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

ولوخرب ماحوله استغنٰی عنه یبقٰی مسجدا عند الامام والثانی ابدًا الٰی قیام الساعة وبه یفتی۔[2]	اور اگر اس کا ارد گرد ویران ہوگیا اور اس کی ضرورت نہ رہی تو مسجد باقی رہے گی، امام صاحب اور امام ثانی (امام ابویوسف) کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک، اور اسی پر فتوٰی ہے

حاوی القدسی وبحر الرائق وردالمحتار میں ہے:

واکثر المشائخ علیه مجتبی وھو الاوجه فتح[3]۔ اھ	اسی پر اکثر مشائخ ہیں، مجتبٰی، اور یہی اوجہ ہے۔ فتح (ت)

ثانیًا یہ قول امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جسے علامہ عینی نے اصحابنا کی طرف نسبت کیا، خاص اسی حالت میں ہے جب وہ شے موقوف اس غرض کی صلاحیت سے بالکل خارج ہو جائے جس کے لیے واقف نے وقف کی تھی اصلاً کسی طرح اس کے قابل نہ رہے۔ ردالمحتار میں ہے:

ذکر فی الفتح مامعناہ انه یتفرع علی الخلاف المذکور مااذا انھدم الوقف ولیس له من الغلة مایعمر به فیرجع الی البانی اوورثته عند محمد خلافا لابی یوسف لکن عند محمد انما یعود الی ملکه ماخرج عن الانتفاع المقصود للواقف بالکلیة۔[4]	فتح میں ذکر کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلاف مذکور پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ جب وقف عمارت منہدم ہوجائے اور اس کی آمدنی نہ ہو جس سے اسے تعمیر کیا جائے تو وہ بنانے والے یا اس کے ورثاء کی طرف لوٹ جائے گا امام محمد کے نزدیک، اس میں ابویوسف کے خلاف ہے۔ لیکن محمد کے نزدیک اس کی ملک میں صرف وہی لوٹے گا جس سے بالکل نفع ممکن نہ ہو۔

یہ بات مقبرہ مذکور میں کیونکر متصور ہو کہ ہنوز تہائی میدان حسبِ بیان سائل بالکل خالی پڑا ہے

ثالثًا شاید یہ بھی کچھ اندیشہ گزرا کہ اس مقبرے کے ساتھ مسجد کی بھی خیر نہیں، مبادا عوام بھڑک جائیں ان وجوہ سے ذکر اصحابنا چھوڑ کر قال ابن القاسم کا یہ سرا پکڑا، مگر غافل، کہ جن تین اندیشوں سے

---

[1] عمدۃ القاری باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیہ الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/ ۱۷۹
[2] در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹
[3] ردالمحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۶
[4] ردالمحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۶

گریز فرمایا وہی تینوں یہاں بھی آپ پر عائد بلکہ مع شیئ زائد:

اوّل تو وجہ سابع میں دیکھ چکے کہ خلاف مفتٰی بہ ہونا درکنار وہ دوسرے مذہب کا کوئی قول ضعیف بھی نہیں۔

اور **ثانی** یوں کہ کلام ابن القاسم میں عفت ودرست ہے۔ عفاء دروس نیست ونابود وناپید وبے نشان ہونا ہے، یہ اس مقبرے پر کہاں صادق کہ سائل کہتا ہے، پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں تو ابھی نیست ونابود وناپید نہ ہوا اور اس روایت خارجہ نے بھی آپ کو کام نہ دیا۔ اور ثالث یوں کہ جب ان کی رائے میں مجرد وقفیت موجب اتحاد معنٰی وجواز اقامت بجائے یک دگر ہے تو جیسے مقبرے کو مسجد کرنا روا، یوں ہی مسجد کو مقبرہ۔ یوں مسجد کو سراء اور سرائے کو بیت الخلا، **فان الکل وقف من اوقاف المسلمین لایجوز تملیکه لاحد فمعنی الکل علی هذا واحد** (کیونکہ یہ سب مسلمانوں کے اوقاف میں سے وقف کی صورتیں ہیں تو کسی کو اس کا مالک بنانا جائز نہیں اس اعتبار سے سب کا معنی ایک ہے) پھر مفر کدھر! تاسعًا ذرا براہ مہربانی تھوڑی دیر کو ہوش میں آکر فرمائے کہ ابن القاسم نے کہا مقبرے کو بعد بے نشانی مسجد کردینا روا، اور ابولقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مقابر پر مسجد بنانا حرام، آپ کے نزدیک یہ دونوں حکم حالت واحد پر وارد جب تو آپ کا ایمان ہے کہ ابن القاسم کی بات کو حق جانیں اور ابوالقاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد نہ مانیں، اور اگر حالت مختلف ہے تو پہلے وہ فرق معین کیجئے جس پر ان دونوں احکام کا انقسام ہوگا، کیا فقط نو کہن کا تفرقہ ہے کہ نئی قبروں پر مسجد بنانا حرام، اور جہاں ذرا پرانی پڑیں، اب ان پر نماز اجائز ہوگی یا فقط اوپر کا نشان مٹ جانا چاہئے یا یہ ضرور ہے کہ لاشوں کے تمام اجزا، ساری ہڈیاں بالکل خاک ہوجائیں، مردے بجمیع اجزاء تراب خالص کی طرف استحالہ کریں، اس کے بعد روا ہے۔

اوّل تو بداہۃً باطل، اور شاید بعلّت وہابیت آپ کے یہاں تو شرک ہو اور ثانی بھی اسی کی مثل ہو کہ نشان بالانہ قبر ہے نہ قبر کے لیے رکن شرط، تو اس کا عدم و وجود یکساں، معہذا اس مقبرے میں یہ صورت بھی ہنوز متحقق نہ ہوئی کہ نشان قبر موجود ہیں اور آپ کا حکم بے تخصیص ثلث خالی صاف مطلق ہے کہ "مدرسہ وقفی بنانا گورستان میں درست ہے" اور آپ کے مقلد نے اس اطلاق کی صریح تصریح کردی ہے کہ "بناء مدرسہ اس جگہ میں خصوصًا حصہ خالی میں درست ہے۔" اس خصوص نے عموم کو واضح کردیا، لاجرم ثالث لیجئے گا، اب یہ آپ پر لازم تھا کہ دلیل شرعی سے اس مدت کی تعیین کرتے، جس میں مردے کی ہڈی پسلی کا اصلًا نام ونشان نہیں رہتا۔ سب سے پچھلی جو میّت دفن ہوئی اسے اتنی مدت گزرچکی، ان دو مرحلوں کو بغیر طے کئے حکم جواز لگادینا محض جہل تھا، اتنا یاد رکھئے کہ مجرد شک یہاں کام نہ دے گا کہ "**الیقین لایزول بالشک**" (شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔) عقل ونقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے وجود مانع یعنی بعض اجزائے اموات پر یقین نہ ہو، حکم حرمت وممانعت ہی رہے گا اور آپ کے لیت ولعل سے کام نہ چلے گا،

توظاہر ہوا کہ اس روایت خارجہ عن المذہب کا دامن پکڑنا بھی محض سوءِ فہم وبندگی وہم تھا وباللہ العصمۃ۔

عاشراً لطف یہ ہے کہ اس روایت خارجہ میں شرط استغناء عن الدفن لگائی گئی ہے۔ آیا اس سے یہ مراد کہ اس کے سوا دوسری جگہ دفن ہوسکتا ہو، جب تو یہ شرط محض لغو وعبث ہے، وہ کون سا گورستان ہے جس کی طرف احتیاج دفن بمعنی **لولاہ لامتنع** (اگر وہ نہ ہو تو منع ہے۔ت) ہے۔ نہ ہرگز تعطل وویرانی، اوقاف میں صرف اس قدر ملحوظ ہوتا ہے کہ یہاں مطمح النظر دوامر رہتے ہیں، ایک عدم محتاجین یعنی وہاں آبادی نہ رہی، لوگ متفرق ہوگئے، اب حاجت کسے ہو، جیسے جواب دوم میں عالمگیری ومحیط سے دربارہ مسجد وحوض گزرا کہ **خرب ولایحتاج الیه لتفرق الناس** (جو ویران ہوجائے لوگوں کے وہاں سے چلے جانے کی وجہ سے اس کی احتیاجی نہ رہے۔ت) دوسرے عدم حاجت بوجہ عدمِ صلوح، یعنی وہ شے کسی مانع وقصور ونقص کے سبب اب اس کام کی نہ رہی، مثلاً زمین پر پانی نے غلبہ کیا کہ دفن کی گنجائش نہ رہی، فتاوٰی کبرٰی وجامع المضمرات وہندیہ واسعاف وغیرہا میں ہے:

امرأة جعلت قطعة ارض لها مقبرة واخرجتها من يدها ودفنت فيها ابنها وتلك القطعة لاتصلح المقبرة لغلبة الماء عندها فيصيبها فساد فارادت بيعها، ان كانت الارض بحال لايرغب الناس عن دفن الموتٰى لقلة الفساد ليس لها البيع وان كانت يرغب الناس عن دفن الموتٰى لكثرة الفساد فلها البيع [1]۔	ایک عورت نے اپنی زمین کے ایک ٹکڑے کو قبرستان بنادیا اور اسے اپنے ہاتھ سے نکالا اور اس میں اس اپنے بیٹے کو دفن کردیا مگر یہ ٹکڑا غلبہ پانی کی وجہ سے قبرستان کے لیے درست نہ رہا تو اس نے اسے بیچنے کا ارادہ کیا، اگر زمین ایسی ہے کہ لوگ اس میں اپنے مردوں کو دفن کرنے سے پہلو تہی نہیں کرتے ہیں کیونکہ فساد زائد نہ تھا تو وہ عورت اس ٹکڑے کو بیچ نہیں سکتی اور اگر لوگ اس میں زیادہ خرابی کی وجہ سے مردے دفن نہیں کرتے ہیں تو وہ عورت بیچ سکتی ہے۔

پرظاہر کہ صورت مستفسرہ میں ہرگز نہ عدم محتاجین ہے نہ عدم صلوح، پھر شرط استغناء کب متحقق ہوئی اور تغیر وقف کی اجازت کس گھر سے ملی، تو روشن ہوا کہ مجیب سوم کا اس روایت خارجہ سے تمسک محض **تشبث الغریق بالحشیش** (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ت) تھا۔ **ولاحول ولا قوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی بالتوفیق۔**

تنبیہ: یہ مجیب سوم پر تلک عشرۃ کاملۃ ہیں اور ان کاردان کے سب اتباع واذناب کے رو سے مغنی۔

وکل الصید فی جوف الفراء

(یہ عرب کا قول بطور مثل اس وقت بولا جاتا ہے جب بہت سی حاجتوں میں سے بڑی حاجت پوری ہوجائے)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۱

اور اذناب کے پاس ہے ہی کیا سوا امام زیلعی کے۔ روایت امام زیلعی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ جسے خود مولوی گنگوہی صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر چھوڑ دیا اور روایت فقہیہ نہ لکھنے کے لیے بے مہلتی کا بہانہ لیا، مجیب اول نے لکھی مجیب دوم سلمہ نے جواب دیا، بعض اذناب سوم نے بے تعرض جواب پھر اسی کا اعادہ کیا، مگر جناب گنگوہی صاحب چڑکے کہ یہاں مقبرہ وقف میں کلام ہے۔ مجھے خاص دوسرے مکان وقفی کی اجازت نکالنی مشکل پڑی ہے، ہل چلانا، کھیتی کرنا کہ اس روایت امام زیلعی میں جائز ہو رہا ہے، کس گھر سے جائز کرسکوں گا لہٰذا ہوشیارانہ اس سے عدول کیا جو اذناب کی سمجھ میں نہ آیا، غالبًا اب تو ناظرین نے اس روایت کا محل و محصل سمجھ لیے ہوں گے۔

صاحبو! اس سے مقصود زمین مملوک، یعنی اگر کسی کی ملک میں کوئی میّت دفن کردی گئی ہو، تو جب وہ بالکل خاک ہوجائے مالک کو روا ہے کہ وہاں کھیتی کرے، گھر بنائے جو چاہے کرے،

لان الملك مطلق والمانع زال وھذا ایضا اذاکان ذٰلك باذنه والافی الغصب له اخراج المیّت وتسویة الارض کما ھی لحدیث لیس لعرق ظالم حق[1]۔	کیونکہ ملک مطلق ہے اور مانع زائل ہوگیا اور یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ اس کی اجازت سے ہو، ورنہ غصب کی صورت میں اسے حق ہے کہ میّت کو نکالے اور زمین برابر کرے جیسے کہ تھی، کیونکہ حدیث میں ہے کہ زمین پر ظالم کا حق نہیں۔

علّامہ مدقق علائی قدس سرہ نے در مختار میں اسے ایسے نفیس سلسلے میں منسلک کیا جس نے معنی مرادی کو کھول دیا، مجیب اول نے یہ روایت وہیں سے اخذ کی، مگر علامہ مدقق کے اشارات تک ہر فہم کی دسترس کہاں! درمختار میں فرمایا:

لایخرج منه بعد اھالة التراب الالحق اٰدمی کان تکون الارض مغصوبة اواخذت بشفعة، ویخیر المالك بین اخراجه و مساواته بالارض کما جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی وصار ترابًا زیلعی[2]۔	مُردے کو مٹی ڈالنے کے بعد صرف حقوق العباد کی وجہ سے نکالا جائیگا، جیسے زمین مغصوبہ ہو یا شفعہ سے لی گئی ہو، اور مالک کو اختیار ہوگا کہ اسے نکالے یا زمین برابر کردے، جیسے کہ اس پر عمارت بنانا اور کھیتی باڑی کرنا مردوں کے گلنے سڑنے اور مٹی ہوجانے کے بعد درست ہے زیلعی (ورنہ مقبرہ وقفی میں کھیتی کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں)

ہدایہ میں ہے:

[1] المعجم الکبیر حدیث ۵ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/ ۱۴

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

فی غایة القبح ان یقبر فیه الموتٰی سنة و یزرع سنة[1]۔	یہ بات انتہائی قبیح ہے کہ ایک سال اس میں مردے دفن کیے جائیں اور ایک سال کھیتی باڑی کی جائے۔(ت)

بات یہ ہے کہ وہابیہ کی نگاہ میں قبور مسلمین بلکہ خاص مزارات اولیائے کرام علیہم الرضوان ہی کی کچھ قدر نہیں، بلکہ حتی الوسع ان کی توہین چاہتے ہیں اور جس حیلے سے قابُو چلے انھیں نیست ونابود و پامال کرانے کی فکر میں رہتے ہیں ان کے نزدیک انسان مرا اور پتھر ہوا، جیسے وہ خود اپنی حیات میں ہیں کہ مالا یسمع ولایبصر ولایغنی عنك شیئًا (جو سنے نہ دیکھے اور نہ تیرے کچھ کام آئے، ت) حالانکہ شرع مطہر میں مزاراتِ اولیاء تو مزارات عالیہ عام قبور مسلمین مستحقِ تکریم و ممتنع التوہین، یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں: "قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقفِ قبر بھی حق میّت ہے۔" قنیہ میں امام علائے ترجمانی سے ہے:

یأثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیّت[2]۔	قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقفِ قبر بھی حق میّت ہے۔

حتی کہ محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم جن کی نعلین پاک کی خاک اگر مسلمان کی قبر پر پڑ جائے تو تمام قبر جنت کے مشک، عنبر سے مہک اُٹھے، اگر مسلمان کے سینے اور منہ اور سر اور آنکھوں پر اپنا قدم اکرم رکھیں اس کی لذت و نعمت وراحت وبرکت میں ابدالآباد تک سرشار وسرفراز رہے۔ وہ فرماتے ہیں:

لان امشی علٰی جمرة اوسیف احبُّ الیّ من ان امشی علٰی قبر مسلم[3]۔ رواہ ابن ماجة بسند جید عن عقبة بن عامر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه۔	بے شک چنگاری یا تلوار پر چلنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی مسلمان کی قبر پر چلوں، اسے ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ عقبہ بن عامر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور وہابیہ کو اس کی فکر ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کو قبروں پر مکان بنیں، لوگ چلیں پھریں، قضائے حاجت کریں، بھنگی اپنے ٹوکرے لے چلیں۔

اگرایں ست پسند تونصیب بادا
(اگر یہی تجھے پسند ہے تو تجھے نصیب ہو۔ت)

[1] الہدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۶۱۸
[2] فتاوٰی قنیہ کتاب الکراھیۃ والاستحسان مکتبہ مشتہرہ بالمہانندیہ کلکتہ بھارت ص ۱۶۷
[3] سنن ابن ماجۃ باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

ولاحول ولاقوۃ الاّ باللّٰه العلی العظیم o واذا اخذت المسئلۃحقھا من البیان ولنکف عنان القلم o حامدین للّٰه سبحنه وتعالٰی علی ما علم وصلی اللّٰه تعالٰی علی سیدنا ومولنا محمد واٰلہٖ واصحابه وسلم واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم عز شانه احکم۔	طاقت وقوت صرف اللہ تعالٰی کے لیے ہے جب میں نے مسئلہ کما حقہ بیان کردیا تواب چاہئے اللہ تعالٰی کی حمد کرتے ہوئے قلم کو روکیں کہ اسی نے علم دیا، اور درود وسلام ہو ہمارے آقا ومولا حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم عز شانہ احکم (ت)

تمّت

کتبه عبدہ المذنب احمد رضا خاں البریلوی عفی عنه بمحمدۨ المصطفی النبی الامّی صلی اللّٰه تعالٰی علیه واٰلہٖ وسلّم

محمدی سنی حنفی قادری عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں (۱۳۰۱ھ)

ان ھٰذا لھو الحق والحق بالاتباع احق۔ (بے شک حق یہی ہے اور حق ہی اتباع کے زیادہ لائق ہے۔ت)

(محمد سلطان)

اس میں جو کچھ بیان ہے سب مطابق احکام شریعت وسلف صالحین ہے، مسلمان ان سب کو تمسک کریں، مؤلّف علّام کو خدائے برتر جزائے خیر دے اور مقبول خاص وعام کرے اور مجھ کو بھی ثواب سے محروم نہ فرمائے، والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر الانام وآلہٖ واصحابہ الکرام۔ المذنب المدعو محمد عبداللہ عفی عنہ

مسائل بالاکہ علمائے دین متین وفضلائے امت (رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) تحریر وتقریر فرموند ہمہ حق و راست ودرست اند۔ شاکی اینہا مردود وفاسق اند۔	اوپر والے مسائل جن کو علمائے دین متین وفضلائے امّتِ رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لکھا ہے اور بیان کیا سب کے سب درست اور صحیح ہیں ان میں شک کرنیوالے مردود اور فاسق ہیں (ت)

العبد الضعیف الراجی الٰی رحمۃ اللطیف محمد نعیم پشاوری عفی اللہ عنہ وعن والدیہ والمومنین والمومنات، آمین ثم آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدًا ومصلیًا ومسلمًا علٰی رسولہ سیدنا محمدٍ والہٖ واصحابہ واولیاء امتہ ومتبعیھم اجمعین o جو کچھ مولانائے مجیب جامع المعقول والمنقول حلالِ مہمات فروع واصول مولوی محمد عمر الدین صاحب الحنفی القادری "جزاہ اللہ تعالٰی خیر الجزاء" نے صورت مسئولہ میں تحریر فرمایا ہے وہ سب حق صواب ہے، جوابِ لاجواب ہے، پسندیدہ اولی الالباب ہے۔ حنیف مذہب کے مطابق قبروں کو کھود کر صاف میدان کردینا اور اس پر مکان وغیرہ بنانا ہر گز درست نہیں، اس کی تحقیق مولائے مجیب نے عمدہ طور سے فرمائی ہے۔ کوئی دقیقہ فروگذاشتہ نہیں کیا، معترضوں کے کل اعتراض نہایت خوش اسلوبی سے اٹھادئے ہیں اور منکروں کے سب خدشات دفع کردئے ہیں پھر تحریر مہر تنویر فاجل کامل، عالم، عامل، محقق علوم عقلیہ، مدقق فنون نقلیہ قالع اصول مبتدعین، قامع اوہام نجدین، حامی سنن ماحی فتن مجدد مائتہ حاضرہ، حجۃ قاہرہ مولٰنا الحاج احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالٰی فیوضاتہم تو منکروں پر بجلی سی کڑک پڑی، رشید گنگوہی کی تحریر پر تنزویر کے تو خوب پر خچے اڑائے، ایسا امر کوئی فرو گزاشت نہ ہوا کہ جس کے لکھنے کی کسی کو تکلیف ہو۔ پس فقیر نے طول دینا مناسب نہ سمجھا۔ لہٰذا اختصار سے کام لیا گیا، ان فتووں کا انکار بجز، فرقہ نجدیہ وہابیہ، اسمٰعیلیہ، ہندیہ، اسحاقیہ، رشیدیہ گنگوہیہ شیطانیہ خذ لہم اللہ تعالٰی فی الدنیا والآخرۃ کے کوئی نہ کرے گا، اہل سنت وجماعت کو ان دجاجلہ ضلالت کیش وابالسہ ابطالت اندیش کی صحبت سے پرہیز کرنا لازم ہے اور سلام وکلام قطع کرنا واجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمأٰب حررہ الراجی الی لطف ربہ القوی عبدالنبی الامی السید حیدر شاہ القادری الحنفی تجاوز اللہ تعالٰی عن ذنبہ الجلی والخفی، وحفظ عن موجبات الکی والغی بحرمۃ النبی الھاشمی الامّی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ وسلم۔ متوطن کچھ بھوج المعروف بہ پیر بھروالہ نزیل بمبئی۔

عبدالنبی الامّی الحنفی۔ سید حیدر شاہ قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی رزق الانسان علمًا وسمعًا وبصرا فی الحیاۃ وبعد الممات. فالموتٰی یعرفون الزّوار و یسمعون الاصوات والصلوۃ والسلام الاتمام الاکملان علٰی من ھدانی الی الصراط المستقیم وقانا بھا من نار الجحیم التی اعدت للکٰفرین والماردین من النیا شرۃ	سب تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جس نے انسان کو زندگی اور بعد از موت جاننے، سننے اور دیکھنے کی قوت بخشی، اتم واکمل، درود وسلام ہو اس ذات پر جس نے ہمیں سیدھی راہ دکھائی اور ہمیں نار جہنم جو کافروں سرکشوں، رب العالمین کو جھٹلانے والوں شیطان لعین کو اولین وآخرین کے علم پر فضیلت

والمکذبین لرب العالمین، والمفضلین للشیطان اللعین علٰی علم الاولین والاٰخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی الہ واصحابہ وابنہ وحزبہ اجمعین، وعلینا بھم یا ارحم الراحمین، وبعد فلما رأیت جواب ناصر الدین المتین ومولٰنا المولوی محمد عمر الدین وجدتہ موافقا للسنۃ دافعا للفتنۃ، ونظرت تحریر المولوی رشید احمد گنگوہی فما ھو الاضلال مبین وھتك لحرمۃ المومنین، ومارد بہ علیہ خاتم المحققین عمدۃ المدققین عالم اھل السنۃ مجدد المائۃ الحاضرہ سیدی ومرشدی و کنزی وذخری لیومی وغدی مولٰنا المولوی محمد احمد رضاخان ابدہ اللہ لواھب الفیض والمواھب فلا اجد لسانا ثناء علیہ غیر ان اقول لا شك انہ الصدق الصراح والحق القراح فجزاھم اللہ خیرالجزاء عن الاسلام والمسلمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب قالہ بفمہ و رقمہ بقلمہ محمد المدعو بظفر الدین المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی الرضوی المجددی البھاروی العظیم اٰبادی۔

محمدی سنی حنفی قادرے ابوالبرکاتی محمد ظفرالدین

دینے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے، سے بچایا، درود وسلام ہو آپ پر اور آپ کے آل، اصحاب، بیٹے، گروہ سب پر اور ان کے وسیلہ سے ہم پر یاارحم الراحمین، بعدازیں جب میں نے دین متین کے ناصر مولٰنا مولوی محمد عمر دین کے جواب کو غور سے دیکھا تو اسے سنت کے موافق اور فتنہ سے مدافع پایا، او ر مولوی رشید احمد گنگوہی کی تحریر پر نظر کی تو اسے گمراہ کن اور توہین مومنین سے مملو پایا، اور خاتم المحققین، عمدۃ المدققین، عالمِ اہل سنت، مجدد مائۃ حاضرہ میرے سردار، میرے مرشد م میرے کل اور آج کے لیے ذخیرہ وخزانہ مولٰنا احمد رضاخاں (اللہ تعالٰی اس کی عطاؤں اور فیض کو ہمیشہ جاری رکھے) نے جو اس پر ردفرمایا میرے پاس ایسی زبان نہیں کہ اس کی تعریف کرسکوں، ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ بے شک وہ صاف سچ اور خالص حق ہے، اللہ تعالٰی سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے انھیں جزائے خیر عطا فرمائے، اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔ محمد ظفرالدین محمدی سنی حنفی قادری برکاتی رضوی مجددی بہاروی عظیم آبادی نے اسے بزبان خو دکہا ہے اور اپنے قلم سے لکھا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۹: از شہر کہنہ مسئولہ رحمت علی خادمِ مزار شاہدانہ رحمہ اللہ تعالیٰ ۹ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ارضی مذبح جس پر دکاندار لوگ خوانچہ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں بذریعہ ٹھیکہ مالک تھا اور دکانداروں پر دو دو چار چار پیسے روزانہ کے حساب سے مقرر کرلیے تھے بعد چند روز کے اندورن میعاد ٹھیکہ زید سے عمرو نے ٹھیکہ لگایا اور دکانداروں پر اول سے زیادہ کرایہ مقرر کرلیا، مگر دکاندار لوگ کرایہ زیادہ حسب منشاء عمرو کو نہ دے سکے اور مجبور ہو کر اراضی تکیہ جو متصل مذبح کے ہے حسب رضامندی فقیر جابیٹھے اور فقیر کو دو پیسے روز ہر دکان دار دینے لگا، عمرو کو یہ بات ناپسند خاطر ہوئی اور دینی برادروں قصابان سے اپنا عذر کیا، چنانچہ عمرو ٹھیکیدار و نیز اکثر برادرانِ عمرو کہ جو وہاں کی اشیاء کے خریدار بھی ہیں باتفاق سب نے فقیر پر دباؤڈالا اور کہا کہ منجملہ دو پیسے کے ڈیڑھ پیسہ عمرو کو اور نصف فقیر کو ہر دکاندار دے، ایسی صورت میں عمرو کو ڈیڑھ پیسہ لینا کہ جو عمرو کی زمین سے کسی دکاندرا کو کچھ تعلق نہیں ہے چاہئے یا نہیں؟ دوم تکیہ کی اراضی میں دکانداروں کو خوانچہ لگا کر بیٹھنا اور کرایہ فقیر کو دینا اور فقیر کو لینا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

دونوں باتیں حرام ہیں، نہ تکیہ کی زمین دکان داروں کو کرایہ پر دی جاسکتی ہے نہ ان کا کرایہ فقیر کو حلال ہوسکتا ہے، اور اگر فقیر کی اپنی مملوک کوئی زمین ہوتی تو اس پر دباؤڈال کر کوئی کوڑی عمرو کو دلوانا قطعًا حرام تھا تو یہ حرام در حرام۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۴۰تا۱۴۵: از شیر کوٹ مسئولہ مظہر الحسن صاحب ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ازروئے شریعتِ اسلام قبرستان کی بیع ورہن وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قبرستان کی زمین کسی کی ذاتی ملکیت ہوسکتی ہے یا نہیں، اور مخصوص قبرستان بنانا کیسا ہے اور اسی کی نسبت کیا احکام شرعی ہیں؟

(۳) قبروں کو منہدم یا مسمار کرکے اس میں کھیتی وغیرہ کرنا کیسا ہے، اور اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر ایسا کرے تو اس کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟

(۴) قبروں کو منہدم یا ویران کرتے یا کھودتے ہوئے دیکھ کر کوئی مسلمان ایسا کرنے والے کو روکنے کا شرعا مجاز ہے یا نہیں؟

(۵) قبرستان میں یا اس کی متعلقہ زمین میں بول وبراز، گندگی وغیرہ پھینکنا یا قبرستان کو گندگی کا مخزن

بنانا کیسا اور اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(٦) مسلمانوں پر قبرستان کی حرمت کس حد تک واجب ہے؟

الجواب:

(۱ و ۲) عامہ قبرستان وقف ہوتے ہیں، اور وقف کی بیع حرام و رہن حرام ہے، اور جو خاص قبرستان کسی کی ملک ہو جس میں اس نے مردے دفن کیے ہوں مگر اس کام کے لیے وقف نہ کیا ہو، کہ وہ بھی مواضع قبور کو نہ بیچ سکتا ہے نہ رہن کرسکتا ہے کہ اس میں توہین اموات مسلمین ہے، اور ان کی توہین حرام ہے۔

(۳) حرام ہے مگر یہ کہ کسی کی مملوک زمین میں بے اس کی اجازت کے کسی نے مردہ دفن کردیا ہو اور اس نے اسے جائز نہ رکھا تو اسے اس کے نکلوادینے اور اپنی زمین خالی کرلینے اور کھیتی و عمارت ہر شے کا اختیار ہے۔

(۴) جو شخص ایسے جرم شدید کا مرتکب ہو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ بقدر قدرت اسے روکے جو اس میں پہلو تہی کرے گا اسے فاسق کی طرح عذاب نار ہوگا۔

قال تعالٰی كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۝ [1]	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وہ ایک دوسرے کو برے کام سے روکتے نہ تھے، وہ سب کیا ہی برا کام کرتے تھے (ت)

(۵) حرام، حرام، سخت حرام ہے اور اس کا مرتکب مستحق عذاب نار و غضب جبّار ہے۔

(٦) قبور مسلمین پر چلنا جائز نہیں، بیٹھنا جائز نہیں، ان پر پاؤں رکھنا جائز نہیں، یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا اس میں چلنا حرام ہے۔ اور جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ ان کے گرد اور قبریں ہوگئیں اور اسے ان قبور تک اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا ممکن نہ ہو، دور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے زیادہ تفصیل ہمارے رسالہ اھلاک الوھابیین میں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۴٦: از سکندر پور ضلع بلیا پاٹی گلی مسئولہ محمد حسین و عطا حسین ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زینب نے اپنے نواسہ بکر کو اپنی زمینداری ہبہ کی اور لکھ دیا کہ توابع لواحق اس کے جو کچھ ہے ہبہ کردیا۔ بکر نے عمرو کے ہاتھ اس زمینداری کو مع جملہ حقوق توابع لواحق بیع کردیا اور اس کے اندر قبرگاہ واہبہ کا بھی ہے تو اس کے اندر عمرو مشتری کی قبر بنانا جائز ہے یا نہیں یا اس قبرگاہ پر متصرف ہونا مشتری عمرو کا درختان انبہ وغیرہ کا پھل کھانا یا لکڑی لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ قبرگاہ بغیر دیوار بے مرمت اور خراب ہو تو عمرو بنواسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

---

[1] القرآن ۵/ ۷۹

الجواب:

ہبہ وبیع سے قبرستان وقف مستثنٰی ہیں۔ مشتری کی قبر بھی اس میں بن سکتی ہے۔ واہبہ وغیرہ کی قبر کی مرمت بھی وہ کرسکتا ہے۔ جو درخت اس میں ہیں وہ مشتری کی ملک ہیں جو چاہے کرے، قبرستان اگرچہ وقف ہو اس کے درخت وقف نہیں کما بینه فی الهندیة وغیرها (جیساکہ ہندیہ وغیرہا میں بیان کیا گیا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۴۷: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲ مسئولہ مولوی عبدالحق صاحب و مولوی مبارک کریم صاحب بمعرفت حاجی لعل خاں صاحب ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس مرید خاص نے مزار کچھ زمین ومکانات اپنے خرچ اور آفس ومال گودام کے لیے نیز اس لیے کہ زائرین قیام کریں اور مجالس اس میں قائم ہوں تیار رکھتے تھے، نہ وہ زمیں ومکانات وقف کئے نہ کبھی حالتِ حیات شیخ نے نامزد کئے نہ بعد وفات شیخ بنام مقبرہ اس نے بہ ضرورت تجارت اس اراضی ومکانات کو مبلغ کثیر پر رہن رکھا ہے۔ اب فرزند شیخ کہتے ہیں کہ یہ سب مکانات وغیرہ ہمارے نام کردو، توکیا فرزند شیخ کا یہ دعوی صحیح ہوسکتا ہے اور کیا مرید کو اختیار ہے کہ قبل فک رہن اس جائداد کو فرزند شیخ کے نام کردے اور کیا وہ فرزند شیخ اس مرید کی جائداد بجبر واکراہ اپنے نام کروا کرسکتا ہے۔ آیا شریعت میں مرید پر کچھ استحقاقِ مال شیخ یا وارثانِ شیخ کا ہے؟

جواب از لکھنؤ: ھوالمصوب صورت مذکورہ میں زمین ومکانات وانتظام مقبرہ پر دعوی فرزند شیخ کا باطل ہے، مرید پر مال استحقاق شیخ کا یا وارثان شیخ کا شرعًا نہیں ہے اور مرید جائداد مرہون بغیر فک رہن کسی شخص کو دے نہیں سکتا، نہ فرزند شیخ مرید پر کوئی جبر کرسکتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔ محمد عبدالمجید

الجواب:

فرزند شیخ کا دعوی باطل، اور اسے جبر کا کوئی اختیار نہیں۔

قال تعالٰی لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ ـ[1]	باری تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ مگر یہ تمھاری باہمی رضامندی سے کوئی سودا ہو۔ (ت)

زمین ومکانات ومقبرہ سب ملک مرید ہیں اس کے ورثاء کے قبضے میں رہیں گے، مرید پر شیخ کا مال استحقاق بمعنی وجوب شرعی بحیثیت شیخیت نہیں، اگرچہ طریقةً وہ اور اس کا مال سب گویا اس کے شیخ کا ہے، یا شریعةً بوجوہ

---

[1] القرآن ۴/ ۲۹

دیگر وجوب ہوسکتا ہے، فرزند شیخ کا یہ مطالبہ کرنا سوال ہے اور سوال بلا ضرورت حرام ہے، ہاں اگر مرید رضائے خود چاہے تو اپنا مال اس کے نام کرسکتا ہے اگرچہ قبل ادائے دین مرتہن باذن مرتہن۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۴۸: از جوناگڑھ کاٹھیاواڑ سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۱۰ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی بزرگ کے مزار پر لوبان جلانا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے؟ اور جو شخص جلانے والے کو فاسق اور بدعتی کہے اس کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

عود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفسِ قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہئے اگرچہ کسی برتن میں ہو **لما فیہ من التفاؤل القبیح بطلوع الدخان علی القبر والعیاذ باللہ** (کیونکہ اس میں قبر کے اوپر سے دھواں نکلنے کا بُرا فال پایا جاتا ہے، اور خدا کی پناہ۔ت) صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

انہ قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نارا[1] الحدیث۔	انھوں نے دم مرگ اپنے فرزند سے فرمایا جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی جائے نہ آگ جائے۔ الحدیث (ت)

شرح المشکوٰۃ للامام ابن حجر المکی میں ہے: **لانہا من التفاؤل القبیح**[2] (کیونکہ آگ میں فال بد ہے ت) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے: **انہا سبب للتفاؤل القبیح**[3] (یہ فال بد کا سبب ہے۔ت) اور قریب قبر سلگا کر اگر وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضاعتِ مال ہے۔ میّت صالح اس غرفے کے سبب جو اس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نسیمیں بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں، دنیا کے اگر لوبان سے غنی اور معاذاللہ جو دوسری حالت میں ہو اسے اس سے انتفاع نہیں۔ تو جب تک سند مقبول سے نفع معقول نہ ثابت ہو سبیلِ احتراز ہے۔

ولایقاس علی الورد والریاحین المصرح باستحبابہ فی غیر ما کتاب کما اوردنا علیہ	اس کا قیاس پھولوں پر نہیں ہوسکتا جن کے مستحب ہونے کی صراحت متعدد کتابوں میں موجود ہے جیساکہ

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۷۶

[2] مرقاۃ بحوالہ امام ابن حجر مکی کتاب الجنائز مکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۱۹۶

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الجنائز مکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۱۹۶

تصریحات کثیرۃ فی کتابنا حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات، فان العلۃ فیہ کما نصوا علیہ انھا مادامت رطبۃ تسبح اللہ تعالٰی فتؤنس المیّت لاطیبھا۔	اس پر کثیر تصریحات ہم نے اپنی کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں نقل کی ہیں اس لیے حسبِ تصریح علماء ان کے استحباب کی علت یہ ہے کہ وہ پھول جب تک تر رہیں گے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتے اور میّت کا دل بہلاتے رہیں گے__ خوشبودار ہونا علّت نہیں (ت)

اور اگر بغرض حاضرین وقت فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن مجید وذکر الٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے۔

وقد عہد تعظیم التلاوۃ والذکر وتطییب مجالس المسلمین بہ قدیما وحدیثا۔	اور تلاوت وذکر کی تعظیم اور اس سے مسلمانوں کی مجلسوں میں خوشبو پھیلانا زمانہ قدیم وجدید میں متعارف ہے (ت)

جو اسے فسق وبدعت کہے محض جاہلانہ جرأت کرتا ہے یا اصول مردود وہابیت پر مرتا ہے۔ بہر حال یہ شرع مطہر پر افترا ہے، اس کا جواب انھیں دو آیتوں کا پڑھنا ہے:

قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۱۱﴾ [1] قُلۡ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمۡ اَمۡ عَلَى اللّٰهِ تَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۹﴾۔ [2] واللہ تعالٰی اعلم	تم کہو اپنی دلیل لاؤ اگر سچے ہو___ تم کہو کیا خدا نے تمھیں اذن دیا ہے یا اللہ پر افترا کرتے ہو۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن ۲/ ۱۱۱

[2] القرآن ۱۰/ ۵۹

رسالہ

بَرِیقُ الْمَنَارِ بِشُمُوْعِ الْمَزَارِ ۱۳۳۱ھ

(منارے کی چمک مزار کی شمعوں سے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم۔

مسئلہ ۱۴۹: از لکھنؤ محلسرا ڈاکخانہ چوک مرسلہ مولوی محمد احمد صاحب علوی خلف مولوی حبیب علی صاحب مرحوم ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزاراتِ اولیاء اللہ پر روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ روشنی مزاراتِ اولیاء اللہ پر ناجائز ہے کیونکہ اس میں تعبد منظور ہوتا ہے، چنانچہ زید کی تحریر بجنسہٖ ذیل میں نقل کی جاتی ہے، آیا مسلک زید کا نزدیک علمائے دین ومفتیان شرع متین قابل قبول وعمل ہے یا نہیں؟

نقلِ تحریرِ زید یہ ہے:

میں بقسم شرعیہ اس کو باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغانِ قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہوجائے تو میں رسم قدیم کی مخالفت نہ کروں، چنانچہ فتاوٰی عالمگیری کو دیکھا اس میں نکلا کہ اخراج الشموع الی المقابر بدعۃ لااصل لہ (مزارات پر چراغان کرنا بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ت) اسی طرح

فتاوٰی بزازیہ میں ہے۔ دُرمختار میں بھی یہی نکلا۔ پھر میں نے حدیث شریف کو دیکھا۔ مشکوٰۃ شریف میرے پاس تھی اس میں یہ حدیث نکلی:

لعن رسول اللہ زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرّج[1]۔ رواہ الترمذی والنسائی۔	لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زائرات قبور پر اور جو پکڑیں قبروں پر مسجدیں (یعنی قبروں کی طرف سجدہ کریں) اور قبروں پر چراغ روشن کریں۔ اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا۔

اس کے بعد میں نے حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی برادر شاہ عبدالعزیز صاحب ختم المحدثین کے فتوے مطبوعہ مطبع مجتبائی ص ۱۴ کو دیکھا اس میں لکھا ہے:

پس امداد بدعاء وختم واطعام بدعتے مباح است (یعنی در عرس سالانہ بزرگان دین اگر صلحائے وقت جمع شدہ قرآن شریف خوانند وخیرات کردہ ثواب رسانند مضائقہ ندارد، ایں رابدعت مباح باید گفت) وجہ قبح ندارد۔ اما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغ ہا وملبوس ساختن قبور وسرودہا نواختن معازف بدعات شنیعہ اند حضور چنیں مجالس ممنوع اگر مقدور باشد محلِ حدیث من رای منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذٰلك اضعف الایمان[2] عمل باید کرد از مقام زجر پراگندہ کردن اسباب بدعت کافی[3]۔	دعا، ختم قرآن اور کھانا کھلانے کے ذریعے مدد کرنا ایک جائز بدعت ہے (یعنی بزرگان دین کے سالانہ عرس میں اگر اس زمانے کے نیک لوگ جمع ہو کر قرآن شریف پڑھیں اور خیرات کرکے ثواب پہنچائیں تو کوئی مضائقہ نہیں اسے بدعت مباحہ کہا جاسکتا ہے) قبیح ہونے کی کوئی وجہ نہیں، لیکن حرام باتوں کا ارتکاب جیسے چراغ روشن کرنا، قبروں کو ملبوس کرنا، گانے، باجے بجانا شنیع بدعتیں ہیں، ایسی مجلسوں میں شرکت منع ہے اگر قدرت ہو تو حدیث پاک "جو تم میں کوئی برائی دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روک دے، یہ نہ ہوسکے تو زبان سے، یہ بھی نہ ہوسکے تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے" پر عمل کرنا چاہئے، زجر کی جگہ اسباب بدعت کو منتشر کردینا کافی ہے (ت)

[1] الجامع للترمذی باب کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدًا نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۷۳

[2] الجامع للترمذی ابواب الفتن نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۳۱٦

[3] فتاوٰی شاہ رفیع الدین

اس کے علاوہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مالابدمنہ میں اور ارشاد الطالبین میں لکھا ہے کہ؟

"چراغاں کردن بدعت است، پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر شمع افروزاں نزد قبر وسجدہ کنند گان لعنت گفتہ"[1]۔ ارشاد الطالبین ص ۱۰	(قبور پر) چراغاں کرنا بدعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبر کے نزدیک چراغاں کرنے اور سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ت)

خلاصہ یہ کہ چراغاں جو بغرض خاص تقرب کیا جاتا ہے یا بغرض زینت۔ یہاں تک کہ بعض لوگ منت مانتے ہیں اور اس کا ایفاء کرتے ہیں اور اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے ہیں، اس طرح جب کتبِ حدیث وفقہ و تحریراتِ علماء میں نکلا تو میں نے بلاخوف وخطر اس کو ترک کردیا اور جس قدر رقم کا تیل آتا تھا وہ میں نے شربت وبرف میں صرف کردیا۔ نظر انصاف سے دیکھا جائے کہ یہ کیا سنگین جرم ہے، نماز نہ پڑھے، جماعت کا پابند نہ ہو، ڈاڑھی منڈائے وہ سب قابل عفو ہے لیکن چراغاں نہ کرنا جس کے لیے اس قدر شدید وعید آئی ہے وہ ایسا جرم ہے کہ فوراً وہابیت کا دعوی دے دیا جاتا ہے۔ چونکہ اس کے کہنے والے اکثر جاہل ناخواندہ لوگ تھے میں نے اس کی طرف توجہ بھی نہیں کی، میں نے یہ سمجھا تھا کہ اگر صاحب فتاوٰی بزازیہ و عالمگیریہ وصاحب مشکوٰۃ اور شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی یہ سب وہابی ہیں تو میں الحمد للہ وہابی ہوں، یہ امر بھی قابل گزارش ہے کہ میں نے مولوی احمد رضاخاں صاحب کو ایک عریضہ بھیجا اور اس میں استفتاء چراغان کا کہا اور جواب کے لیے ٹکٹ بھی رکھ دئے لیکن خاں صاحب موصوف نے اس کا جواب نہیں دیا، شکل یہ ہے کہ اگر حق جواب لکھا جائے تو پیرزادے ناخوش ہوتے ہیں اگر ناحق لکھا جائے تو قرآن وحدیث وفقہ کے خلاف ہوتا ہے، بہت تلاش سے بعض لوگوں کی تحریرات سے ایک آدھ چراغ کا جواز اس طرح سے نکلتا ہے کہ کسی دوسری مصلحت سے چراغ جلایا جائے، لیکن چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی مستند عالم کی کتاب سے نکل آئے تو مجھ کو اس معاملہ میں کد نہ ہوگی، صرف دو امور میں جس کی وجہ سے لوگوں کو خلجان ہوتا ہے:

اول یہ کہ پیرزادے اس کو کرتے چلے آئے ہیں مگر پیرزادوں کا فعل ناسخ قول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہیں ہے، پیرزادگان کچھ معصوم نہیں ہیں، صالح ہوں، اہل اللہ ہوں، لیکن معصوم نہیں، جہاں تک ہزاروں نیک مشائخ زمانہ کرتے ہیں وہاں ایک امرِ ناجائز بھی کسی مصلحت سے انھوں نے کرلیا، خدا تعالٰی معاف کرنے والا ہے، غور سے دیکھا جائے کہ غیر محارم کے سامنے آنا شرعاً جائز ہو جائے گا۔

دوسرا امر باعثِ خلجان یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں قبر مبارک پر روشنی ہوتی ہے، اس خطرے کو جواب حسب ذیل ہیں:

(۱) تعامل حرمین شریفین کا بعد قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر کے سند نہیں ہے۔

---

[1] مالابدّمنہ (فارسی) کتاب الجنائز مکتبہ شرکت علمیہ ملتان ص ۷۰ و ۷۱

(۲) قبر شریف حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں واقع ہے جس کے چاروں طرف مسجد نبوی ہے اور مسجد میں روشنی کرنے کا ثواب احادیث میں موجود ہے۔

(۳) قبر شریف در حقیقت روپوش ہے آج ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے سیڑھی لگا کر دیکھنا چاہا ناکامیاب رہا۔

(۴) مدینہ منورہ میں روشنی منجانب سُلطان ٹرکی ہوتی ہے، گورنمنٹ ٹرکی نے عثمانیہ بینک قائم کرکے سود کا لین دین شروع کردیا ہے، کیا گورنمنٹ کے بھی فعل سے سود جائز ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۵) نزدیک اہلسنت والجماعت کے حجت شرعی صرف چار ہیں: قرآن وحدیث واجماع وقیاس مجتہدین صرف تعامل حرمین کوئی سند نہیں۔

(۶) بڑا حصہ حرمین شریفین کا داڑھی کترواتا ہے، کیا داڑھی کتروانے کے جواز میں کوئی شخص یہ سند پیش کرسکتا ہے کہ وہاں کے لوگ داڑھی کترواتے ہیں، لہذا یہ فعل جائز ہے، وہاں کے علماء سے خود فتوٰی لیا جائے وہ داڑھی کتراتے چراغاں کرنے کو یقینا ناجائز کہیں گے۔

(۷) اب ایک تاویل ضعیف اور ایجاد ہوئی ہے کہ متقدمین ومتاخرین کسی کو بھی نہیں سوجھی، یعنی قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت ہے لیکن قبر کے گرد جلانے میں ممانعت نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف میں لفظ علٰی بمعنی پر واقع ہے، اردو میں کیا قبر پر چڑھاوا صرف اسی کو کہتے ہیں جو خاص اس جگہ پر کیا جائے جتنے حصہ کو قبر کہتے ہیں، بعض قبر کی صورت کوہانِ شتر کے مانند ہوتی ہے اس پر چڑھاوا غالبًا ممکن بھی نہ ہوگا، لیکن قبر پر چڑھاوا تو اتنا وسیع ہے کہ گرد قبر سے بلکہ دروازے کے آس پاس بھی کوئی رکھ دے تو وہ قبر کا چڑھاوا سمجھا جائے گا اور رسول خدا (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے فرمانے کی یہ تاویل ضعیف ہے۔ قرآن شریف سورہ کہف میں لَنَتَّخِذَنَّ عـــہ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾ [1] (قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔ت) کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اصحابِ کہف کے سینہ پر سنگِ بنیاد مسجد کا رکھیں گے، **استغفر اللہ**۔ ایک صاحب نے یہ کمال کیا کہ ملا علی قاری کی نسبت کہہ دیا کہ انھوں نے گرد قبر کے چراغ جلانے کو جائز کہا ہے، حالانکہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۷۴ میں حدیث مندرجہ مشکوٰۃ شریف مذکور بالا کی شرح میں انھوں نے صرف مسجد کو اطرافِ قبر میں بنانے کی اجازت اس بنیاد پر دی ہے کہ عبادت یہود ونصارٰی یہ تھی کہ وہ قبر پر مسجد بناتے تھے، اور چونکہ مشابہت یہود ونصارٰی کی وجہ سے ممانعت ہوئی تھی لہذا جب مشابہت نہ رہی تو یہ فعل جائز ہوگیا۔ لیکن چراغ کی ممانعت کے وجوہ حضرت ملا علی قاری نے

عـــہ: زید کی اصل عبارت میں تتخذون ہے۔

---

[1] القرآن ۱۸/ ۲۱

تین لکھے ہیں:

اوّلاً تضییع مال۔

دوم چراغ کا آثار جہنم سے ہونا بوجہ ناریت۔

سوم تعظیم قبور۔

ہر گز ملا قاری نے گرد قبر کے چراغ جلانے کی اجازت نہیں دی ہے، یہ ان پر اتہام ہے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ جو انھوں نے وجوہ ممانعت لکھے ہیں کیا وہ گرد قبر کے چراغ جلانے سے جاتے رہیں گے جو وہ اجازت دیتے ہیں، بقسمِ شرعی باور کراتا ہوں کہ اگر کسی عالم مستند نے چراغاں قبر کے لیے جلانے کو جائز کر دیا ہو تو میں پہلا شخص اس تاویل پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں گا، سچ یہ ہے کہ مجاوروں نے جن کے لیے قبور ذریعہ معاش ہیں انھوں نے ان باتوں کی ایجاد کی ہے۔ یہ سب بحث چراغ جلانے میں ہیں نہ کہ چراغاں میں، جو محض تعبداً یعنی ازراہ تقرب کیا جاتا ہے، لوگ تیل بتی کی منت مانتے ہیں، سال کے سال شب عرس کو کرتے اور اس کو مذہبی فعل سمجھتے ہیں، اگر تقرب یعنی تعبد منظور نہیں ہوتا تو لوگ چراغاں بزرگوں کی قبر پر کیوں کرتے ہیں، کسی فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے! اس سے ظاہر ہے کہ منشاءِ چراغاں محض تقرب یعنی تعبد ہے۔ اگر ایسی تاویل جائز سمجھی جائے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ چراغ جلائے کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے، **استغفر اللہ**! یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔ اگر اس وعید کے بعد بھی کوئی شخص پھر اس میں خلاف کرے یا کٹ حجتی کرے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات قبر میں تصفیہ کے قابل ہے۔ موسٰی بدین خود، عیسٰی بدین خود، انتہی تحریر زید

اب جو کچھ از راہ انصاف و تتبع کتب حضرات اہلسنت والجماعت محقق ہووے اس سے معزز فرمائے، اور کیا یہ اقوال زید کے صحیح اور موافق سلف کے ہیں، بہ تشریح و تفصیل تام ارشاد ہو، اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب:

اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ سَرْمَدًا، صَلِّ عَلٰی سِرَاجِكَ الْمُنَیْرِ وَاٰلِہٖ اَبَدًا یاَ نُوْرَ النُّوْرِ یَانُوْرُ قَبْلَ کُلِّ نُوْرٍ بَعْدَ کُلِّ نُوْرٍ۔ لَكَ النُّوْرُ وَبِكَ النُّوْرُ وَمِنْكَ النُّوْرُ وَاِلَیْكَ النُّوْرُ وَاَنْتَ النُّوْرَ وَنُوْرَۃُ النُّوْرِ صَلِّ عَلٰی	اے اللہ! تیرے لیے دائمی حمد ہے۔ اپنے سراج منیر اور ان کی آل پر ہمیشہ رحمت نازل فرما۔ اے نور، اے نور کے نور، اے ہر نور قبل نور، اے نور کے بعد نور، تیرے لیے نور ہے، تجھ سے نور ہے، تیری طرف نور ہے، تو نور اور نور کا نور ہے اپنے نور انوار پر، اور ان کی آل پر

نُوْرِكَ الْاَنْوَرَ وَاٰلِهٖ السُّرُجَ الْغُرَرِ وَصَحْبِهِ الْمَصَابِيْحِ الزَّهْرِ صَلٰوةً تُنَوَّرُ بِهَا وُجُوْهُنَا وَصُدُوْرُنَا وَقُلُوْبُنَا وَقُبُوْرُنَا اٰمِيْن۔	جو روشن چراغ ہیں اور ان کے اصحاب پر جو تابناک مصباح ہیں درود نازل فرما ایسا درود جس سے ہمارے چہرے، ہمارے سینے، ہمارے دل اور ہماری قبریں روشن ہو جائیں، الٰہی قبول فرما۔ (ت)

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی قدسنا اللہ بسرہ القدسی کتاب مستطاب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد دوم ص ۴۲۹ میں فرماتے ہیں:

قال الوالد رحمه الله تعالٰى فى شرحه علٰى شرح الدرر من مسائل متفرقة اخراج الشموع الى القبور بدعة اتلاف مال كذا فى البزازية اھ وهذا كله اذاخلا عن فائدة واما اذاكان موضع القبور مسجدا اوعلٰى طريق اوكان هناك احد جالس اوكان قبر ولى من الاولياء اوعالم من المحققين تعظيمًا لروحه المشرقة علٰى تراب جسده كاشراق الشمس على الارض اعلامًا للناس انه ولى ليتبركوا به ويدعوا الله تعالٰى عنده فيستجاب لهم فهو ا مرجائز لامنع منه والاعمال بالنيات [1]۔	یعنی والد رحمہ اللہ تعالٰی نے حاشیہ درر و غرر میں فتاوٰی بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے، یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو، اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سرراہِ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے وہاں شمعیں روشن کریں ان کی روح مبارک کی تعظیم کے لیے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر، تاکہ اس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ امر جائز ہے اس سے اصلًا ممانعت نہیں، اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے،

پھر فرماتے ہیں:

روى ابوداؤد والترمذى عن ابن عباس رضى الله تعالٰى عنهما ان رسول الله صلى الله	ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

تعالٰی علیہ وسلم لعن زائرات القبور و المتخذین علیہا المساجد والسرج ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدۃ[1]۔ کما ذکرنا۔	نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی یعنی اُن لوگوں پر جو کسی فائدہ کے بغیر قبروں پر چراغ جلاتے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے (ت)

یعنی یہ مذکورہ بالاحدیث کہ راویت کی گئی ہے۔ اس سے بھی مراد وہی صورت ہے کہ محض عبث بلافائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں ورنہ ممانعت نہیں، ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے وہی عبارت فتاوٰی بزازیہ ہے، ان علامہ جلیل القدر عظیم الفخر رحمہ اللہ تعالٰی نے ان کے معنی روشن فرمادئے اور تصریحاً ارشاد کیا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کے لیے ہو ہر گز منع نہیں، فائدہ کی متعدد مثالیں فرمائیں:

(۱) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔

(۲) مقابر بر سر راہ ہوں روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین دیکھ کر سلام کریں گے۔ فاتحہ پڑھیں گے، دعا کریں گے، ثواب پہنچائیں گے، گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے، اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔

(۳) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا افادہ یا استغفار کے لیے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا، قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔

(۴) وہ تینوں منافع مزارات اولیاء کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم کو بھی بروجہ اولٰی شامل تھے کہ مزارات مقدسہ کے پاس غالباً مساجد ہوتے ہیں، گزرگاہ بھی بہت جگہ ہے اور حاضرین زائرین خواہ مجاورین سے تو نادراً خالی ہوتے ہیں مگر امام ممدوح ان پر اکتفانہ فرماکر خود مزارات کریمہ کے لیے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں کہ ان کی ارواح طیبہ کی تعظیم کے لیے روشنی کی جائے۔

اقول: ظاہر ہے کہ روشنی دلیل اعتناء ہے اور اعتناء دلیل تعظیم۔ اور تعظیم اہل اللہ ایمان و موجب رضائے رحمان عزجلالہ۔ قال اللہ عزوجل:

وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآىِٕرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ ﴿۳۲﴾[2]	جو الٰہی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پر ہیز گاری سے ہے۔

[1] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

[2] القرآن ۲۲/ ۳۲

وقال اللہ تبارک وتعالٰی

وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ[1]۔	جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بہتری ہے۔

اس کی نظیر مصحف شریف کا مطلّا ومذہب کرنا ہے کہ اگرچہ سلف میں نہ تھا، جائز و مستحب ہے کہ دلیل تعظیم و ادب ہے۔ درمختار میں ہے:

جاز تحلیة المصحف لما فیه من تعظیمه کما فی نقش المسجد[2]۔	مصحف شریف مطلّا ومذہب کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں اس کی تعظیم ہے جیسا کہ مسجد کو منقش کرنے میں (ت)

یوں ہی مساجد کی آرائش ان کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش ونگار کہ صدرِ اول میں نہ تھے، بلکہ یہ حدیث میں تھا:

لتزخرفنّها کما زخرفت الیهود والنصارٰی[3]۔ رواہ ابو داؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما۔	تم مسجدوں کی آرائش کروگے جیسے یہود ونصارٰی نے آرائش کی، اسے ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

مگر اب ظاہری تزک واحتشام ہی قلوب عامہ پر اثر تعظیم پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا ائمہ دین نے حکم جواز دیا۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لا یکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذهب[4]۔	گچ اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش بنانا مکروہ نہیں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله کما فی نقش المسجد ای ماخلا محرابه ای بالجص وماء الذهب[5]۔	اس کا قول، جیسا کہ مسجد کی آرائش میں، یعنی محراب کے علاوہ، یعنی گچ اور سونے کے پانی سے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲۲/ ۳۰

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[3] سنن ابوداؤد باب فی بناء المسجد آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۵

[4] تبیین الحقائق فصل کرہ استقبال القبلہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/ ۱۶۸

[5] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب فی البیع ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۵/ ۲۴۷

(۳) یونہی مسجدوں کے لیے کنگرے بنانا کہ مساجد کے امتیاز اور دور سے ان پر اطلاع کا سبب ہیں، اگرچہ صدر اول میں نہ تھے، بلکہ یہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا تھا:

اِبْنُوْ ا الْمَسَاجِدَ واتخذوھا جُمًّا [1] ۔ رواہ ابن ابی شیبۃ والبیھقی فی السنن عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	مسجدیں مُنڈی بناؤ، اسے ابن ابی شیبہ نے اور سنن میں بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

دوسری حدیث میں ہے:

اِبْنُوْا مَسَاجِدَکُمْ جُمًّا وَابْنُوْا مَدَآئِنَکُمْ مُشْرَفَةً [2] ۔ رواہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	یعنی مسجدیں مُنڈی بناؤ اُن میں کنگرے نہ رکھو، اور اپنے شہر اونچے کنگرے دار بناؤ__اسے مصنف میں ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا(ت)

مگر اب بلا نکیر مسلمانوں میں رائج ہے۔

وَمَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَاللہِ حَسَن [3]۔	اور جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ خدا کے یہاں بھی اچھا ہے(ت)

امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں:

استنبط کراھیۃ زخرفۃ المسجد لاشتغال قلب المصلی بذٰلك اولصرف المال فی غیر وجھہ نعم اذا اوقع ذلك علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصرف علیہ من بیت المال فلا بأس بہ ولواوصی بتشیید مسجد وتحمیرہ وتصفیرہ نفذت وصیّتہ لانہ قدحدث للناس	یعنی حدیث سے مستنبط کیا گیا ہے کہ مسجدوں کی آرائش مکروہ ہے کہ نمازی کا خیال بٹے گا یا اس لیے کہ مال بیجا خرچ ہوگا۔ ہاں اگر تعظیم مسجد کے طور پر آرائش واقع ہو اور خرچ بیت المال سے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، اور اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے مسجد کی گچ کاری اور اس میں سرخ و زرد رنگ کریں تو وصیت نافذ ہوگی کہ لوگوں میں جیسی

---

[1] السنن الکبرٰی باب فی کیفیۃ بناء المسجد دار صادر بیروت ۲/ ۴۳۹

[2] المصنف لابن ابی شیبہ ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۰۹

[3] مسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۱/ ۳۷۹

فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنهم وکافرهم تشیید بیوتهم وتزیینها ولو بنینا مساجد نا باللبن وجعلنٰها متطامنة بین الدور الشاهقة و ربما کانت لاهل الذمة لکانت مستهانة[1]۔	نئی نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں ویسے ہی ان کے لیے فتوے نئے ہوئے کہ اب مسلمانوں کافروں سب نے اپنے گھروں کی گچکاری اور آرائش شروع کردی، اگر ہم ان بلند عمارتوں کے درمیان جو مسلمین تو مسلمین کافروں کی بھی ہوں گی کچّی اینٹ اور نیچی دیواروں کی مسجدیں بنائیں تو نگاہوں میں ان کی بے وقعتی ہوگی۔

اسی قبیل سے ہے مزارات اولیاء کرام وعلمائے عظام قدست اسرارہم پر عمارات کی بناء کہ باوصف حدیث مسلم وابوداؤد ونسائی ومسند احمد:

عن جابر رضی الله تعالٰی عنه نهی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان یقعد علی القبروان یجصص وان یبنی علیه[2]۔	حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے، اسے گچ سے پکی کرنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا۔ (ت)

جس میں صراحۃً اس کی ممانعت ارشاد ہوئی ہے سلفاً وخلفاً ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے جائز رکھی تکملہ مجمع بحارالانوار جلد ثالث صفحہ ۱۴۰ میں ہے:

قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورهم ویستریحون فیه[3]۔	بیشک ائمہ سلف صالحین نے اہل فضل اولیاء وعلماء کے مزارات طیبہ پر عمارت بنانا مباح فرمادیا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور ان میں راحت پائیں۔

جواہر اخلاطی میں ہے:

هو وان کان احداثا فهو بدعة حسنة وکم من شیئ کان احداثا وهو بدعة حسنة وکم من شیئ یختلف باختلاف	یعنی یہ اگرچہ نَو پیدا ہے پھر بھی بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں ہیں کہ نئی پیدا ہوئیں اور ہیں اچھی بدعت، اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے

[1] ارشاد الساری شرح البخاری باب بنیان المساجد دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۴۰
[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز البناء علی القبر نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۳۱۲
[3] تکملہ بحارالانوار تحت لفظِ قبر منشی نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۴۰

الزمان والمکان۔[1]	بدل جاتے ہیں۔

یعنی ایسی جگہ احکامِ سابقہ سے سند لانا حماقت ہے، جو حاجت اب واقع ہوئی اگر زمانہ سلف میں واقع ہوتی تو وہ بھی حکم کرتے جو اس وقت ہم کرتے ہیں، جیسے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا:

لَوْرَاٰی النّبِی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مَآاَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَھُنَّ الْمَسَاجِدَ کَمَا مُنِعَتْ نَسَاءُ بَنِیْ اِسْرائیلَ[2]۔	یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب تک نکالی ہیں، انھیں مسجدوں سے منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجدوں سے منع کیا گیا تھا۔ (ت)

اور آخر ائمہ دین نے عورات کو مسجدوں سے منع فرماہی دیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

اَتَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللہِ مَسَاجِدَ اللہِ[3]۔ رواہ احمد ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	اللہ تعالٰی کی باندیوں کو اللہ تعالٰی کی مسجدوں سے نہ روکو اسے امام احمد ومسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا (ت)

کیا ائمہ دین نے نظر بحال زمانہ جو حکم فرمایا اسے حدیث کی مخالفت کہا جائے گا؟ حاش للہ! ایسا نہ کہے گا مگر احمق، کج فہم، یوں ہی یہ تازہ تعظیموں کے احکام ہیں۔ سلف صالحین کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے۔ ظاہری تزک واحتشام کے محتاج نہ تھے، تو ان کے وقت میں یہ باتیں عبث وبے فائدہ تھیں اور ہر عبث مکروہ۔ اور اس میں مال صرف کرنا ممنوع، اب کہ بے تزک واحتشام ظاہری قلوب عوام میں وقعت نہیں آتی ان باتوں کی حاجت ہوئی، مصحف شریف پر سونا چڑھانے کی اجازت ہوئی مسجدوں میں سونے کے کلس، سونے چاندی کے نقش نگار کی اجازت ہوئی، مزارات پر قبہ بنانے، چادر ڈالنے، روشنی کرنے کی اجازت ہوئی، ان تمام افعال پر بھی احادیث واحکام سابقہ پیش نہ کرے گا مگر سفیہ ونافہم۔ یہ مختصر شرح ہے اس ارشاد امام ممدوح قدس سرہ کی، اور اس کی تفصیل بازغ وتحقیق بالغ ہمارے رسالہ طوالع النور فی حکم السراج علی القبور میں ہے وباللہ التوفیق۔

یہی امام جلیل کشف النور میں، پھر علامہ شامی ردالمحتار فصل اللبس اور عقود الدریہ مسائل شتی میں مزارات اولیاء کرام پر غلاف ڈالنے کی نسبت بھی اسی تعظیم سے استدلال فرماتے ہیں کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے

---

[1] جواہر الاخلاطی کتاب الاحسان والکراہیۃ قلمی نسخہ ص ۱۶۸۔ بی

[2] صحیح مسلم باب خروج الفساد الی المساجد نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۳

[3] صحیح مسلم باب خروج الفساد الی المساجد نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۳

اپنے فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے۔ت) اس کے علاوہ خاص روشنی مزار کریم کی نسبت ان سے بھی بہت اقدم امام اجل واقلم کا ارشاد بعونہ تعالٰی عنقریب آتا ہے۔ زید نے ایک ہی عالم مستند کا قول ملنے پر قبول وسرنہادن کا وعدہ کیا تھا۔ ان تحقیقات ائمہ مستندین اجلہ معتمدین ووعدہ زید کے بعد زیادہ کی حاجت نہیں، مگر اجمالاً بعض جملے اور گزارش ہوں کہ عوام بھائی شبہہ میں نہ پڑیں، واللہ الموفق:

(ا) امام ممدوح قدس سرہ نے جس طرح اصل مسئلہ کا فیصلہ فرمایا، زید کے اس بے معنٰی اعتراض کی بھی کہ "اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے" غلطی ظاہر فرمادی کہ ان پہلے تین فوائد عامہ کے بعد چوتھے فائدہ میں خاص مزارات اولیاء کرام کی تخصیص فرمائی، نیز اس کا وجوب ائمہ سلف دے چکے ہیں جن کا ارشاد مجمع بحارالانوار سے گزرا کہ مزارات اولیاء کرام وعلمائے عظام پر بنائے عمارت جائز ہے، عوام وفساق کی قبور پر کیوں نہ اجازت دی،

اقول: آدمی اگر آیہ کریمہ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ[1] (وہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ ان کی پہچان ہو جائے تو انھیں ایذا نہ دی جائے، ت) کہ حکمتِ جلیلہ سے آگاہ ہو جس سے وجہ استنباط طوالع النور میں مذکور تو ایسا مہمل اعتراض ہرگز خیال میں بھی نہ آئے۔ امام ممدوح قدس سرہ نے زید کے اس سوال کا کہ "بزرگوں کی قبروں پر کیوں کرتے ہیں، کسی فاسق وفاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے" جواب ارشاد فرمایا کہ **تعظیمًا لروحه المشرقة علٰی تراب جسده**[2] الخ یعنی ان کی روح کی تعظیم کی جاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا ہے اس سے تبرک وتوسل کرو کہ تمھاری دُعا مستجاب ہو۔

امام ممدوح قدس سرہ نے زید کے اس توہم کا بھی علاج فرمادیا کہ **تعظیما لروحه** (ان کی روح کی تعظیم کے لیے۔ت) **معاذ اللہ!** یہ تو ان کی عبادت نہیں ان کی روح پاک کی تعظیم ہے۔ ہر تعظیم عبادت ہو تو تعظیم انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام تو نصوص قطعیہ قرآن عظیم سے فرض ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی:

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ[3]۔	ہم نے اپنے رسول کو اس لیے بھیجا کہ اے لوگو! تم اللہ ورسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

وقال تبارك وتعالٰی:

[1] القرآن ۳۳/ ۵۹

[2] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

[3] القرآن ۴۸/ ۹

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الٰی قول عزوجل فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۟[1]	وہ جو پیروی کریں گے اس رسول نبی اُمی یعنی بے پڑھے غیب کے علوم جاننے بتانے والے کی، توجو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اوراس کی مدد کریں اور اس کے ساتھ جو نور اترا اس کے پیرو ہوں وہی لوگ مراد کو پہنچیں گے۔

وقال اللہ تبارك وتعالٰی:

لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ[2] ۔	بیشک اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور میرے رسولوں کی تعظیم کرو اللہ کے لیے قرض حسن دو تو ضرور میں تمھارے گناہ تم پر سے اتار دوں گا ضرور تمھیں بہشتوں میں داخل فرماؤں گا جن کے نیچے نہریں بہیں۔

بلکہ قرآن عظیم نے تو ماں باپ کی تعظیم بھی فرض کی۔ قال اللہ تبارك وتعالٰی:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ[3] ۔	اور جھکادو تم ان (ماں باپ) کے واسطے نرمی کے بازو رحمت سے۔

کیا معاذاللہ قرآن عظیم نے انبیاء ووالدین کی عبادت کا حکم فرمایا ہے!

(۴) امام ممدوح قدس سرہ نے شبہہ تعظیم قبر کا بھی جواب فرمادیا کہ:

تعظیما لروحه الٰی قوله قدس سرہ والاعمال بالنیات[4] ۔	یعنی تعظیم خشت وگل نہیں بلکہ روح محبوب کی تعظیم مقصود ہو جو بلاشبہہ محمود ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

اللہ اللہ! کیسے نفیس وجامع کلمات ارشاد فرمائے، گویا اپنے نور باطن سے ادراک فرمالیا تھا کہ زید وامثالہ کو یہ شبہات عارض ہوں گے، سب کا جواب ان دو لفظوں میں فرمادیا کہ تعظیما لروحه۔

---

[1] القرآن ۷/ ۱۵۷

[2] القرآن ۵/ ۱۲

[3] القرآن ۱۷/ ۲۴

[4] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

(۵) زید نے کبھی تعبد کو تقرب سے تعبیر نہیں کیا کہ "محض تعبداً یعنی از راہ تقرب کیا جاتا ہے" اور کبھی تقرب کو تعبد سے تفسیر کیا کہ "اگر تقرب بمعنی تعبد منظور نہیں تقرب یعنی تعبد ہے" گویا اس کے خیال میں تقرب و تعبد شیئ واحد یعنی ایک ہی چیز ہے، یہ محض باطل ہے، بلکہ تقرب تعبد کے اعم سے اعم ہے، تعبد سے تعظیم اعم ہے کما علمت (جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔ت) اور تعظیم سے تقرب اعم ہے کہ بنائے رباط وارسال ہدایا۔ تقرب ہے تعظیم نہیں **وتفصیل المقام فی تعلیقاتنا علٰی ردالمحتار** (اور اس مقام کی تفصیل ہمارے حاشیہ ردالمحتار میں ہے۔ت)

(٦) اسے تقرب بروجہ تعبد بتانا مسلمانوں پر کیسی سخت بدگمانی اور اس پر جزم کرنا مسلمان پر کیسا صریح ظلم وافتراء ہے۔ در مختار میں منیۃ الفتاوٰی وذخیرۃ وشرح وہبانیہ سے ہے:

انا لانسیئ الظن بالمسلم انه یتقرب الی الاٰدمی بھٰذا النحو۔[1]	کسی مسلمان کے متعلق ہم یہ بدگمانی نہیں کرسکتے کہ وہ کسی انسان کی طرف اس طرح کا تقرب کرے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای علی وجه العبادۃ لانه المکفر وھذا بعید من حال المسلم۔[2]	یعنی عبادت کے طور پر تقرب اس لیے کہ اس سے آدمی کافر ہوجاتا ہے اور یہ مسلمان کے حال سے بعید ہے۔ (ت)

طرفہ یہ کہ زید نے کہا "پیرزادے اس کو کرتے چلے آئے ہیں مگر پیرزادہ گان صالح ہوں، اہل اللہ ہوں معصوم نہیں، جہاں ہزاروں نیک کام مشائخ زمانہ کرتے ہیں، ایک یہ ناجائز بھی کسی مصلحت سے کرلیا، خدا معاف کرنے والا ہے۔" سبحان اللہ! صالح بھی ہیں، اہل اللہ بھی ہیں، اور غیر خدا کے عابد بھی ہیں، اس سے بڑھ کر محال کیا ہوگا!

(۸) جب زید کے نزدیک وہ تعبد ہے تو قطعاً شرک ہوا، اور شرک ہرگز معاف نہ ہوگا اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ[3] (بیشک اللہ شرک کو نہیں بخشتا۔ت) پھر اس جملہ کا کیا محل رہا کہ "خدا معاف کرنے والا ہے۔"

(۹) جب ہزارہا بندگان صالحین واہل اللہ پر یہاں تک بدگمانی ہے کہ تعبد غیر کا الزام ان کے سر تھوپا جاتا ہے، اور نہ صرف ظن بلکہ اس پر جزم کیا جاتا ہے۔ تو اس کی کیا شکایت کہ فقیر کے پاس سے جواب مسئلہ نہ پہنچنے کو پیرزادوں کی رعایت کے سبب سکوت عن الحق پر محمول کیا، فتاوٰی میں اس سوال کے جواب میں، متعدد مقامات پر مذکور سالہا سال سے اس پر مستقل فتوٰی مرقوم۔ خاص اس باب میں چھبیس برس سے رسالہ "طوالع النور" مکتوب،

---

[1] در مختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۰

[2] ردالمحتار کتاب الذبائح ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۵/ ۱۹۷

[3] القرآن ۴/ ۴۸

پھر رعایت وخوف سے سکوت کیا معنی! فقیر کے یہاں علاوہ ردِّ وہابیہ خذلھم اللہ تعالٰی ودیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کار فتوٰی اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر ودیگر بلاد امصار جملہ اقطار ہندوستان وبنگال وپنجاب وملیبار وبرہما وارکان وچین وغزنی وامریکہ وافریقہ حتی کہ سرکار حرمین شریفین محترمین سے استفتاء آتے ہیں اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجاتے ہیں۔ اس میں اگر جواب میں تاخیریں ہوں یا بعض استفتاء تحریرِ جواب سے رہ جائیں تو کیا جائے شکایت ہے لایکلف لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[1] (خدا کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بناتا۔ت) ان صاحب کا استفتاء باوصف تلاش کاغذات میں نہ نکلا، ممکن ہے کہ ہجوم انبار میں نہ ملا ہو یا آیا ہی نہ ہو یا بھیجا ہی نہ ہو اور جس طرح اہل اللہ پر تعبد غیر کا خیال بندھ گیا اس کا بھیجنا متخیل ہوا ہو۔ بہر حال رعایت کی صورت یہ نہیں ہوتی، ہاں ہاں! کھلی کھلی رعایت واغماض اور اپنے ساختہ متبوع کی خاطر حق سے صریح اعراض وہ ہے جو حضرات دیوبند کرتے ہیں، اسمٰعیل دہلوی صاحب نے اپنی کتاب مسمّٰی بہ "ایضاح الحق" میں زمان ومکان وجہت سے اللہ عزوجل کو منزہ ماننا اور اس کے دیدار بلاکیف وجہت ومحاذات حق جاننا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے بتایا جبکہ اس عقیدہ کو کوئی دینی عقیدہ تصور کرے جس سے صاف روشن کہ مذہبی طور پر اللہ عزوجل کو زمان ومکان وجہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلاکیف ماننا ضلالت وگمراہی وفی النار ہے۔ اور اہل سنت کے تمام ائمہ سلف وخلف معاذاللہ سب بدعتی وگمراہ تھے، ایک مسلمان نے دہلوی صاحب کے اس اقوال کا دیوبندی صاحبوں سے استفتاء کیا اور حسبِ دستور مسائل عمرو، بکر لکھ کر دریافت کرتے ہیں دہلوی صاحب کا نام نہ لکھا اس پر عالیجناب شیخ الکنا گہہ جناب مولوی رشید احمد) گنگوہی صاحب نے یہ جواب تحریر فرمایا:

الجواب:

"یہ شخص اہلسنت وجماعت صالحین سے جاہل اور بے بہرہ ہے اور یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے کفر ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ حضرت سلف صالحین اور ائمہ دین کا یہی مذہب ہے اور یہی احادیث صحیحہ وکلام شریف کی آیات سے ثابت ہے کہ حق تعالٰی جل شانہ زمان ومکان وجہت سے پاک ہے، اور دیدار اس کا بہشت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگا، چنانچہ عقاید اس سے مشحون ہیں، واللہ تعالٰی اعلم، بندہ رشید احمد گنگوہی۔" اور اس پر حضرات دیوبند مولوی محمود حسن صاحب وعزیز الرحمان صاحب وغیرہما نے مہریں کیں، اور جناب اسمٰعیل صاحب دہلوی پر بددین، ملحد، زندیق کی چوٹیں جڑیں، علی الخصوص ہمارے ذکر کے قابل عالیجناب مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب ہیں جنھوں نے اس حکم کفر دہلوی صاحب پر یوں تصدیق فرمائی: "**الجواب الصحیح**۔ اشرفعلی عفی عنہ"۔

---

[1] القرآن ۲/ ۲۸۶

جب حضرات یہ فتوٰی دے چکے، اب مسلمانوں نے پندرہ سوال کا استفتاء ان حضرات سے کیا اور اسمٰعیل دہلوی صاحب اور ان کی ناقص کتاب "ایضاح الحق" کا نام وکلام کھول کر دکھایا کہ مفتی صاحبو! وہ شریعت کا حکم اب بھی مانوگے یا طائفہ کے پیر جی کو خدا کی حکومت سے باہر جانوگے؟ ۲۸ صفر ۱۳۲۹ھ کو یہ استفتاء طبع ہو کر شائع ہوا، تین برس ہونے کو آئے ہیں سب صاحب ساکت وخاموش در خوابِ خرگوش، مشکل تو یہ ہے کہ بولیں تو کیا بولیں، قسمت کا لکھا کیونکر دھولیں، اپنے منہ اپنے امام الطائفہ پر کفر کا فتوٰی لگا چکے ہیں اب اس سے پھریں تو کیونکر، اور امام الطائفہ پر حکمِ کفر کریں تو کیونکر؟ اب وہ فتوٰی سانپ کے منہ کی چھچھوندر ہوگیا کہ اگلے تو اندھا، نگلے تو کوڑھی، چار ناچار سکوت کی اوڑھی، اسے حق پوشی کہتے ہیں، اسے ناحق کوشی کہتے ہیں، اسے پیر جی پرستی کہتے ہیں، اسے بادہ خیانت کی بدمستی کہتے ہیں، بلاپس ہو، جواب نہ دیتے دل میں پشیماں تو ہوتے کہ جسے خود اپنے فتووں میں کفر بکنے والا، بددین ملحد، زندیق لکھ چکے، اب تو اس کی غلامی چھوڑیں، اسے پیشوا ماننے سے منہ موڑیں، مگر حاشا۔

چُھٹتی کہاں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

اب تک وہ ویسا ہی چنین وچناں، ویسا ہی امام، یہ اس کے ویسی ہی چناں چنیں، ویسے ہی غلام۔

مسلمانو! انصاف کرو، یہ کون سا دین ہے، کون سی دیانت ہے، اور اس پر ادعائے ایمان وامانت ہے، **ولاحول ولاقوۃ الاّباللہ العلی العظیم۔**

مسلمانو! اس کا تعجب نہیں کہ اللہ واحد قہار محمد رسول اللہ سید الابرار جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سخت سے سخت توہینیں کرنے والے کیوں اپنے باطل پر ایسے اڑے ہیں؟ کیوں چاہِ ضلالت میں اوپر تلے یوں اوندھے پڑے ہیں، عجب تو یہ ہے کہ دیکھنے والے یہ کچھ ان کے کوتک دیکھیں اور پھر ان کے جُبّہ ودستار کے دام میں پھنسیں، گویا یہ حرکات ایک سہل سی بات، ناقابل التفات، کوئی کسی کا دس پانچ روپے کا مال چرالے یا دغا سے دبالے ہمیشہ کو نظروں سے گرجائے، چور دغا باز نام قرار پائے۔ اور معاذاللہ! اگر کوئی کسی مشہور بنام علم پر ایسا الزام عائد ہو تو اس کی تشہیر حد سے زائد ہو، دس پانچ روپے کا جُرم یوں ناقابل تلافی، اور خاص دین ومذہب وعقائد میں ایسی چوری خیانت سب معافی، معافی کیسی خطا ہی نہیں، وضوئے تمیز کبھی ٹوٹا ہی نہیں، یہ کیا ظلم ہے؟ کیا بے پروائی ہے، کیسی آنکھوں پر چربی چھائی ہے۔ مسلمانو! آنکھ کھولو، ورنہ پیشی فردا کے لیے مستعد ہولو ؎

بروز حشر شود ہمچو صبح معلومت | کہ باکہ باختہ عشق در شبِ دیجور

(حشر کے دن صبح کی طرح تجھ پر واضح ہوگا کہ تونے اندھیری رات میں کس سے عشق بازی کی ہے۔ ت)

اس تمام شرمناک واقعہ کی تفصیل اور وہ پندرہ سوال ایک مختصر رسالے "دیوبندی مولویوں کا ایمان" میں ہے،

اسے ملاحظہ کیجئے، کہ حق واضح ہے اور خیانت وحق پوشی دونوں کی پوری پہچان ہے۔ جس صاحب کو انکار ہو، گنتے گنتے بھول گئے، پھر گن لو، جناب مولوی تھانوی صاحب سے ان سوالوں کے جواب دلوالو، بہادری توجب ہے کہ ان کے منہ کی مہر کھلوالو۔ کچھ ایسا بہت سا قضیہ نہیں، کچھ علمی مباحث دقیقہ نہیں، حق گوئی حق پوشی کا سیدھا سا امتحان ہے کہ دہلوی صاحب کا جب تک نام معلوم نہ تھا کفر والحاد کا حکم مرقوم تھا، اب کہ قائل معلوم ہوا کہ وہ حکم کس لیے معدوم ہوا، کیا کوئی نئی شریعت آگئی، تحذیر الناس نئی نبوت کا سکہ جماگئی جس نے شریعت مصطفویہ علٰی صاحبہا افضل الصلٰوۃ والتحیۃ منسوخ کردی۔ امام جی کی قبر اَمْ لَکُمْ بَرَآءَۃٌ فِی الزُّبُرِ﴿۴۳﴾ (کیا تمھارے لیے کتابوں میں کوئی براءت ہے۔ت) سے بھردی، اور اگر نہیں تو کیوں نہیں اپنے ہونٹ کھولتے؟ کیوں نہیں وہ حکم کفر والحاد بولتے؟ **بیّنوا توجّروا، بیّنوا توجروا، بیّنوا توجروا** (بیان کرکے اجر پاؤ۔ت) اور نہیں تو زید صاحب ہی اتنا ثواب لیں اس فتوے کے ساتھ وہ سوال بھی حاضر ہوتے ہیں حضرت تھانوی صاحب سے اب جواب لیں، زید صاحب کی تحریر پکار رہی ہے کہ ان کو انصاف وحق جوئی سے دلچسپی ہے وہ ضرور تھانوی صاحب کی خبر لیں گے اور اب جواب نہ ملنے پر انصاف کرلیں گے، اے رب توفیق دے، ہدایت طریق دے، آمین آمین، **والحمد ﷲ رب العالمین۔**

(۱۰) اب زید صاحب کے حوالوں پر نظر ڈالئے، درمختار کا حوالہ محض غلط ہے۔

(۱۱) عالمگیری کی عبارت میں لا اصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ت) اپنی طرف سے بڑھالیا۔

(۱۲) بزازیہ کی عبارت سے واتلاف مالٍ (مال کا ضیاع۔ت) کم کردیا جس سے علتِ منع ظاہر ہوتی کہ جہاں بے فائدہ محض ہے وہاں ممانعت ہے۔

(۱۳) پھر اس کی کیا شکایت کہ عالمگیری میں اِلٰی رَاْسِ الْقُبُوْرِ (قبروں کے سرہانے۔ت) تھا، اسے اَلَی الْمَقَابِرِ (قبروں کی طرف ۔ت) بنالیا تاکہ عموم بڑھ جائے۔

(۱۴) ہاں پوری چالاکی یہ ہے کہ عبارت عالمگیری سے فِی اللَّیَالِی الْاَوَّلِ (پہلی چندراتوں میں۔ت) کا لفظ اڑادیا، عالمگیری کی اصل عبارت یہ ہے:

اِخْرَاجُ الشُّمُوْعِ اِلٰی رَاْسِ الْقُبُوْرِ فِی اللَّیَالِی الْاُوَلِ بِدْعَۃٌ کَذَا فِی السِّرَاجِیَّۃِ۔[1]	یعنی موت کی پہلی چندراتوں میں شمعیں گھروں سے قبروں کے سرہانے لے جانا بدعت ہے، ایسا ہی فتاوٰی سراجیہ میں ہے۔

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

فتاوٰی سراجیہ دیکھئے اس میں بھی یہ عبارت بعینہٖ اسی طرح ہے۔ اس کے بعد اتنا زائد ہے۔

ذکرہ الشیخ الامام الزاھد الصفار البخاری رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب الاعتقاد[1] ۔	یہ مسئلہ شیخ امام زاہد صفار بخاری رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔

ظاہر ہے کہ یہاں قبور عوام کا ذکر ہے کہ اعراس طیبہّ یا مزارات اولیاء کی روشنی فقط پہلی چند راتوں میں نہیں ہوتی، اور ظاہر ہے کہ وہ ایک عادت خاصہ کا بیان ہے ورنہ لیالی اول کی تخصیص بے وجہ تھی، اب جس طرح یہاں جُہّال میں رواج ہے کہ مردہ کی جہاں کچھ زمین کھود کر نہلاتے ہیں جسے عوام لحد کہتے ہیں، چالیس رات چراغ جلاتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ چالیس شب روح لحد پر آتی ہے اندھیرا دیکھ کر پلٹ جاتی ہے، یوں ہی اگر وہاں جُہال میں رواج ہو کہ موت سے چندرات تک گھروں سے شمعیں جلا کر قبروں کے سرہانے رکھ آتے ہوں اور یہ خیال کرتے ہوں کہ نئے گھر میں بے روشنی کے گھبرائے گا۔ تو اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہہ ہے۔ اور اس کا پتا یہاں بھی قبروں کے سرہانے چراغ کے لیے طاق بنانے سے چلتا ہے، اور بیشک اس خیال سے جلانا فقط اسراف و تضییعِ مال ہی نہیں کہ محض بدعت عمل ہو، بلکہ بدعتِ عقیدہ ہوئی کہ قبر کے اندر روشنی واموات کا اس سے دل بہلنا سمجھا، ولہٰذا امام صفار رحمہ اللہ تعالٰی نے اس مسئلہ کو کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔ اب ملاحظہ ہو کہ اس روایت کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق رہا! وَالْاِحْتِمَالُ یَقْطَعُ الْاسَتِدْلَالَ (اور احتمال، استدلال ختم کردیتا ہے۔ت)

(۱۵) اس روایت میں اخراج کا لفظ بھی قابل لحاظ ہے، قبور عوام ہی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہاں نہ کوئی مکان ہوتا ہے نہ حاضر رہنے والے، نہ کوئی سامانِ روشنی، گھر ہی سے چراغ لے جانا پڑتا ہے بخلاف مزاراتِ طیبہ کے کہ وہاں گھر سے لے جانے کی حاجت نہیں ہوتی، تو ذکر قبور عوام ہی کا ہے، اور اگر زید نہ مانے اور اسے چراغاں مزارات طیبہ کی نسبت جانے تو آٹھ برس سے تو اس روشنی کا ثبوت ہوگیا، جسے زید نے مشائخ زمانہ کا فعل کہا کہ امام زاہد صفار رحمہ اللہ تعالٰی کی وفات ۵۳۴ھ میں ہے[2] کمافی الطبقات الکبری وکشف الظنون (جیسا کہ طبقات کبرٰی اور کشف الظنون میں ہے۔)

(۱۶) سب سے زیادہ خوفناک تحریف یہ ہے یَتَّخِذُوْنَ عَلَیْھِمْ مَسَاجِدَ کو قرآن عظیم کا لفظ کریم بنالیا، حالانکہ یہ جملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں، یہ تینوں لفظ متفرق طور پر ضرور قرآن عظیم میں آئے ہیں مثلا تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ[3]۔ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ[4]۔ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ[5]۔ مگر اس ترکیب وترتیب سے کہیں نہیں ـــــ

[1] فتاوٰی سراجیہ کتاب الکراہیۃ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۷۳
[2] کشف الظنون
[3] القرآن ۲۶ / ۱۲۹
[4] القرآن ۱/ ۷
[5] القرآن ۲/ ۱۱۴

سورہ کہف میں یُوں ہے:

قَالَ الَّذِیۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰۤی اَمۡرِہِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیۡہِمۡ مَّسۡجِدًا ﴿۲۱﴾ [1]	وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔(ت)

پھر بھی دیوبندی صاحبوں کے حال سے غنیمت ہے کہ وہ تو انہونی کتابیں دل سے گھڑ لیتے ہیں، اُن کے صفحے بنالیتے ہیں، ان کی عبارتیں دل سے تراش لیتے ہیں، اور اکابر اولیائے کرام وعلمائے عظام کی طرف نسبت کردیتے ہیں، دیکھو دیوبندیوں کی لال کتاب "سیف النّقی" اور اس کے رَد میں العذاب البیئس وغیرہ تحریرات کثیرہ۔ **ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

(۱۷) زید کو اقرار ہے کہ فعل مشائخ قدیم چلاآتا ہے اگرچہ کہیں تو انھیں مشائخ زمانہ لکھا، کہیں پیرزادے اور کہیں مجاور، جن کے لیے قبور ذریعہ معاش ہیں، مگر شروع میں تحریر فرماچکے ہیں کہ "میں بقسم شرعی باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغانِ قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہوجائے تو میں رسمِ قدیم کی مخالفت نہ کروں۔" اور اس کا جواب وہ دیا کہ "پیرزادگان صالح ہوں، اہل اللہ ہوں،۔ معصوم نہیں۔" زید صاحب معصوم کے سوا کسی کی نہیں مانتے، مگر افسوس، جب وہ صالحین ہیں، اہل اللہ ہیں تو یہی عالمگیری جس کی سند سے آپ انھیں بدعتی بنانا چاہتے ہیں ان کے افعال کو دین میں سند وحجت بتاتی ہے، فتاوٰی عالمگیری میں مشائخ کرام ہی کے ذکر میں ہے:

یتمسك بافعال اھل الدین کذافی جواھر الفتاوٰی [2]۔	تمسک کیا جائے اہل دین کے افعال سے۔ایسا ہی جواہر االفتاوٰی میں ہے۔

(۱۸) سرکار اعظم حضور پرنور مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالٰی علٰی من طیبہا وآلہٖ وبارک وسلم میں وہ جلیل وجمیل روشنی، وہ جانفزا دلکشا روشنی، وہ دل افروز وہابی سوز روشنی کہ نہایت تزک واحتشام سے ہوتی ہے، اس کے جواب میں زید نے یہ تاویل گھڑی کہ وہ روشنی مسجد کریم کے لیے ہے، نہ کہ مزارِ اقدس کے واسطے صلی اللہ تعالٰی علی صاحبہٖ وآلہٖ وبارک وسلم۔ شاید زید کو زیارت سراپا طہارت نصیب نہ ہوئی، اپنے قصبہ کی کسی مسجد پر قیاس کیا جہاں دمڑی کے چراغ میں دھیلے کا تیل، وہاں کے فرشی جھاڑوں اور کثیر التعداد فانوسوں اور ہزارہا روپے کے شیشہ آلات اوران کی دل نواز جگمگاہٹ دیکھو تو آپ کی خشن بے ذوق طبیعت کے طور پر یہ مسجد کے لیے کب جائز ہو، وہی بزازیہ جس سے یہ سند لائے اسی کی دربارہ مسجد بھی سنیے، اس کی کتاب الوصایا فصل اول میں ہے:

---

[1] القرآن ۲۱/۱۸

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب السابع عشر فی الغناء واللھو الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

قال ثلث مالی فی سبیل اللّٰہ ففی النوازل لو صرف الی سراج المسجد یجوز لکن الی سراج واحد فی رمضان وغیرہ[1]۔	یعنی اگر کوئی اپنے تہائی مال کی وصیت راہِ خدا کے لیے کرے تو اس سے مسجد کا چراغ بھی جلا سکتے ہیں، مگر صرف ایک چراغ، رمضان ہو یا غیر رمضان۔ یعنی اگر کوئی اپنے تہائی مال کی وصیت راہِ خدا کے لیے کرے تو اس سے مسجد کا چراغ بھی جلا سکتے ہیں، مگر صرف ایک چراغ، رمضان ہو یا غیر رمضان۔

(۱۹) زید صاحب کو چاہئے ذرا حج وزیارت سے مشرف ہو وہاں ان مسجد الحرام شریف میں کچھ ہانڈیاں گرد مطاف نظر آئیں گی کہ ساری مسجد کریم کو پوری روشنی نہیں دیتی، اور سرکارِ اعظم میں وہ نظر آئے گا جس سے آنکھیں چندھیا جائیں، اگر یہ روشنی مسجد کے لیے ہوتی تو مسجد الحرام شریف زیادہ مستحق تھی کہ وہ مسجد مدینہ طیبہ سے افضل بھی ہے اور وسعت میں بھی کئی حصے زیادہ۔ نہیں نہیں، بالیقین وہ تجمل روضہ پرانوار حضور سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ہیں، جسے ہر سمجھ والا بنگاہ اولین ادراک کرلیتا ہے۔ میرے دل سے ان لفظوں کا ذوق نہیں جاتا جو ایک مسلمان زائر نے حج کے بعد شان و تجمل روضہ انور دیکھ کر کہے تھے کہ یہاں شانِ محبوبیت کھلتی ہے۔ اس نے کہ گھر سے پاک ہے اپنا گھر یوں سادہ رکھا ہے اور کاشانہ محبوب کے یہ ساز وسامان ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ دیکھیے نگاہ ظاہر پر اس شان وشکوہ کا کیسا اثر پڑا کہ اس ناظر کے دل میں ایمان جگمگا اٹھا۔ اسی حکمت کے لیے تو علمائے کرام نے تجمل ظاہر پسند فرمایا ہے۔ ورنہ حاشا للہ۔

حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را

(دل کو سکون دینے والے چہرے کے لیے آرائش کی ضرورت نہیں۔ت)

اللھم ارزقنا الایمان الکامل وامتنا علیہ بجاہ حبیبك وعروس مملکتك صلی اللّٰہ علیہ وعلٰی اٰلہ وبارك وسلم۔ اٰمین۔	اے اللہ! ہمیں ایمانِ کامل نصیب کر اور اسی پر موت دے اپنے حبیب اور اپنے عروس مملکت کے طفیل۔ اللہ تعالٰی ان پر اور ان کی آل پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ الٰہی قبول فرما! (ت)

(۲۰) مسجد میں روشنی خشت وگل کی ذات کے لیے نہیں ہوتی بلکہ نمازیوں کے واسطے، بلکہ نماز میں بھی اصل نظر صرف فرائض پر مقصود ہے کہ اصالتًا بنائے مسجد انہی کے لیے ہے۔ ولہٰذا جہاں تہجد وغیرہ نوافل خواں وذاکرین شب بھر مسجد میں رہتے یا رات کے سب حصّوں میں ان کی آمد ورفت مسجد میں رہتی ہو، اور اس وجہ سے وہاں شب بھر روشنی رکھنے کی عادت ہو یا واقف نے خود اس کی تصریح کردی ہو، ایسی جگہ کے علاوہ باقی تمام مساجد میں تہائی رات کے بعد روشنی گل کردینے کا حکم ہے کہ اب اسراف وتضییعِ مال ہے۔

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علٰی ھامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۳۵

فتاوٰی خانیہ وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہ میں ہے:

لاباس بان یترك سراج المسجد الی ثلث اللیل ولایترك اکثر من ذلك الااذا شرط الواقف ذلك اوکان ذٰلك معتادًا فی ذٰلك الموضع[1]۔	مسجد کا چراغ مسجد میں تہائی رات تک جلتا چھوڑ دینے میں حرج نہیں، اور اس سے زیادہ نہ جلایا جائے، لیکن جبکہ واقف نے اس کی شرط رکھی ہو یا وہاں اس کا رواج ہو۔ (ت)

سراج وہاج پھر ہندیہ میں ہے:

لو وقف علی دھن السراج المسجد لایجوز وضعہ جمیع اللیل بل بقدر حاجۃ المصلین وجوز الی ثلث اللیل اونصفہ اذا احتاج الیہ للصلٰوۃ فیہ[2]۔	اگر مسجد کے چراغ کے لیے وقف کیا تو پوری رات چراغ جلانا جائز نہیں بلکہ تہائی رات تک جواز ہے یا نصف شب تک جبکہ نماز کے لیے اس کی ضرورت ہو۔ (ت)

اور مسجد اکرم سرکار اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نماز عشاء کے بعد کوئی رہنے نہیں پاتا، لوگوں کو باہر کرکے سحر تک دروازے بند رکھتے ہیں، اور یہ عادات آج سے نہیں صدہا سال سے ہے۔ امام جلیل ابوالحسن سمہودی کتاب وفاء الوفاء میں جس کی تصنیف ۸۸۶ھ میں فرمائی، پھر اس کے خلاصہ خلاصۃ الوفاء میں فرماتے ہیں:

یطاف لاخراج الناس من المسجد بعد العشاء الاخرۃ بفوانیس ستۃ رتبھا شیخ الخدام شبل الدولۃ کافور المظفری الحریری وکان الطواف قبلہ بشعل من السعف[3]۔	نماز عشاء کے بعد لوگوں کو مسجد کریم سے باہر کرنے کیلئے اب چھ فانوس لے کر دورہ کرتے ہیں جن کو خدام کے شیخ شبل الدولہ کافور المظفری الحریری نے بنایا ہے جبکہ قبل ازیں کھجور کی شاخ کی شمع سے دورہ ہوتا تھا۔ (ت)

نیز اس پر اس سے بہت پہلے کی وہ جلیل القدر معجزہ خسف بدخواہان ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی عظیم حکایت دال ہے جو اسی کتاب وفاء الوفاء تصنیف ۸۸۶ ہجری، اور اس سے پہلے کتاب ریاض النضرۃ

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوقف منشی نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۱۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الحادی عشر فی المسجد الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۹

[3] وفاء الوفاء فصل ۳۱ عدد قنادیل المسجد داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۱-۸۲

امام محب الدین طبری متوفی ۶۹۴ ہجری، وکتاب تاریخ المدینہ للامام الجلیل ابی محمد عبداللہ المرجانی میں مذکور و ماثور ہے، اوران سب سے پہلے خادمِ روضہ مطہرہ نے امام ابوعبداللہ قرطبی کے سامنے اسے روایت کیا، اس کی اصل خود امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثابت۔ بلاذری نے ابوسعید مولٰی ابی اسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

قال کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنه یعس فی المسجد بعد العشاء فلا یری احدا لااخرجه الارجلا قائما یصلی۔[1]	فرمایا: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز عشاء کے بعد مسجد کریم میں دیکھ بھال کے لیے دورہ فرماتے جسے دیکھتے مسجد سے باہر فرمادیتے مگر جو شخص کھڑا نماز پڑھ رہا ہو۔

بااینہمہ مسجد کریم میں صبح تک روشنی رہتی ہے۔ اور فقہائے کرام نے اس کے جواز کی تصریح فرمائی۔ وہی بزازیہ کتاب الوقف فصل رابعہ ملاحظہ کیجئے،

یجوز ترك سراج المسجد فیه من المغرب الی العشاء لاکل اللیل الااذاجرت العادة بذلك کمسجد سیدنا صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔[2]	جائز ہے مسجد کے چراغ کا مسجد میں چھوڑنا مغرب سے عشاء تک نہ کہ تمام شب، مگر جب کہ اس کی عادت ہو جیسے کہ مسجد نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم۔

اس سے بھی روشن کہ یہ روشنی نمازیوں کے لیے نہیں ہے بلکہ روضہ اقدس کے لیے ہے اور ہم عنقریب کلام ائمہ اس کی تصریح نقل کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔

(۲۱) زید صاحب نے یہ روشنی مزار اطہر کے لیے نہ ہونے کی وہ بھاری دلیل گھڑی جس کے بوجھ میں خود ہی دب کر رہے۔ ذرا یہ نئی منطق جہاں بھر سے بھی جدا منطق الطیر سے سوا ملاحظہ ہو کہ "قبر شریف در حقیقت روپوش ہے بھلا روشنی اس کے لیے ہوسکتی ہے" گویا جو شے نظر نہ آئے اس سے اعتناء اس کی تکریم ہو ہی نہیں سکتی۔ اہل اللہ پر عبادت قبور کا الزام رکھا تھا جس کی تکذیب کو ان کا اہل اللہ ہونا ہی بس تھا مگر کہیں یہ مسئلہ عباد صنم کی تائید نہ کرے، وہ یہی کہتے ہیں کہ بے دیکھے تعظیم کیسی؟

(۲۲) حجرہ مطہرہ کی آرائش اور اس پر وہ ہزارہا روپے کی تیاری کا غلاف شریف یہ بھی شاید مسجد ہی کے لیے ہو کہ مزار کریم تو مستور ہے۔

---

[1] وفاء الوفاء فصل ۳۰ فی تحصیب المسجد احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۶۹

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ھامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۲۶۹

(۲۳) غنیمت ہے کہ اس مسئلہ میں تعظیم قبور کاالزام تو قطع ہوا، مزارات اولیائے کرام عموماً جہاں جہاں روشنی ہوتی ہے خصوصاً ایّام اعراس میں غلافوں سے روپوش ہوتے ہیں تو بطور زید بھی یہ روشنی تعظیم قبور کے لیے نہیں ہوسکتی۔
(۲۴) دوسری بات یہ کہ روشنی منجانب سلطان ہوتی ہے جس نے بنک قائم کیا۔ اس کہنے کا محل جب تھا کہ فعلِ سلطان سے کسی نے استناد کیا ہوتا کہ یہ روشنی اس لیے جائز ہوتی ہے کہ سلطان کی طرف سے ہوتی ہے اور جب ایسا نہیں تو بے محل محض سلطان ترکی کو باتباع لہجہ نصارٰی مکروہ لفظ ٹرکی سے تعبیر کرکے بلاوجہ سلطان اسلام کی عیب چینی' کیا مصلحت ہوئی حدیث میں ہے:

السلطان ظل الله فی الارض فمن اکرمه اکرمه الله ومن اهانه اهانه الله [1]۔ رواه الطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی الشعب عن ابی بکرة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔	سلطان زمین میں اللہ تعالٰی کاسایہ ہے جواس کی عزت کرے اللہ تعالٰی اس کو عزت دے، اور جو اس کی توہین کرے اللہ تعالٰی اسے ذلّت دے۔ اسے طبرانی نے معجم الکبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔

لاجرم یہ اپنی طرف سے عدم جواز روشنی پر اقامت دلیل ہے، یہ ضرورت اس کے ذکر کی طرف ہوئی اگرچہ اب بھی شرع مطہر مسئلہ کی روش سے دور ہے کہ اس کی سند کتابت بعض اخبارات ہی ہوگی اور اخباری بیانات جیسے ہوتے ہیں معلوم ہیں۔ امام حجۃ الاسلام نے احیاء العلوم میں تصریح فرمائی ہے کہ کسی مسلمان کی طرف نسبت کبیرہ حرام ہے، جب تک تواتر سے یقینی الثبوت نہ ہو، کہ محض اخباری گپیں، اگر صحیح بھی ہوں تو ممکن بلکہ مظنون کہ وہ اس نئی جماعت حریت کی طرف سے ہوگا تو سلطان کے سر اس کبیرہ کا باندھنا محض جزاف ہے پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ "بینک سود دینے کے لیے ہے یا معاذاللہ سُود لینے کے لیے، سلطنت میں اس وقت وہ وسعت کہاں کہ لوگوں کو کثیر المقدار قرض دے، وہ خود اپنی ضروریات شدیدہ کے لیے روپے کی حاجتمند ہے اور حاجت شرعیہ کے وقت سود دینے کی اجازت ہے۔ درمختار میں ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح [2]۔	نفع دینے کی شرط پر حاجتمند کو قرض لینا جائز ہے (ت)

بہر حال حاصل دلیل یہ ہے کہ یہ سلطان کی طرف سے ہے اور سلطان فاسق ہیں، اور جو فاسق کی طرف

[1] شعب الایمان باب فی طاعۃ اولی الامر حدیث ۷۳۷۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۱۷
[2] الاشباہ والنظائر بحوالہ القنیہ والبغیہ القاعدۃ السادسہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۲۶

سے ہو سب ناجائز ہے۔ اس دلیل کی خوبی اس کے کبرٰی کی کلیت سے ظاہر قرآن پر اعراب لگانا تو شاید سخت ہی بدتر کام ہوگا کہ حجاج جیسے ظالم اظلم کی طرف سے ہے۔

(۲۵) سلطانِ اسلام سے فارغ ہو کر حرمین شریفین کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہاں کا بڑا حصہ ڈاڑھی کترواتا ہے، الحمدللہ کہ کلیہ نہ کہا، ہر جگہ ہمیشہ بڑا حصہ عوام کا ہوتا ہے۔ اگر عام طور پر صدہا سال سے ایک فعل کریں اور وہ بھی مسجد میں، اور وہ بھی مسجد اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں، اور وہ بھی کارِ خیر و موجب اجر و تعظیم شعائر اللہ واجلال حرمات اللہ جان کر۔ باایںہمہ جماہیر علماء روزانہ دیکھیں اور منع نہ فرمائیں تو استناد تقریر علماء سے ہوگا نہ کہ فعلِ عوام سے۔

(۲۶) خود ہی سمجھ کر تعامل ہے نہ مجرد عمل عوام اس کا یہ علاج کیا کہ تعامل حرمین شریفین کا بعد قرون ثلثہ کے سند نہیں۔ قرون ثلثہ کی تخصیص کا قضیہ ہمارے رسالہ ردّ وہابیہ میں جابجا ہوچکا اور مسئلہ تعامل حرمین شریفین بھی کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" قاعدہ یازدہم میں واضح فرمادیا گیا، یہاں اسی قدر کافی کہ شیخ محقق جذب القلوب شریف میں حدیث صحیح بخاری: انھا طیبۃ تنفی الذنوب کما تنفی الکیر خبث الفضۃ (بیشک وہ طیبہ ہے، گناہوں کو دور کرتا ہے جیسے بھٹی چاندی کا میل دور کرتی ہے۔ت) وغیرہ بیان کرکے فرماتے ہیں:

"مراد نفی وابعاد اہل شر و فساداست ازساحت عزت ایں بلدہ طیبہ وبقول اکثر علمائے دین خاصیت مذکورہ دروے در جمیع ازمان ودہور پیداست[1]۔"	اس شہر پاک کی سرزمین سے شر فساد والوں کو دور کرنا مراد ہے اور اکثر علمائے دین کے بقول اس میں یہ خاصیت ہر دور اور ہر زمانے میں ہے۔ت)

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الایمان لیأرز الی المدینۃ کما تأرز الحیۃ الی جحرھا[2]۔	بیشک ایمان مدینہ کی طرف سمٹتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔

امام قرطبیؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

فیہ تنبیہ علی صحۃ مذھبھم وسلامتھم من البدع وان عملھم حجۃ فی ماننا[3]۔	اس حدیث شریف میں تنبیہ ہے اس پر کہ ان کا مذہب صحیح ہے اور وہ بدعتوں سے پاک ہیں ان کا عمل ہمارے زمانہ میں حجت ہے۔

---

[1] جذب القلوب باب دوم در ذکر فضائل منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۵

[2] صحیح البخاری باب الایمان یأرز الی المدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۲

[3] عمدۃ القاری شرح البخاری بحوالہ قرطبیؒ دار الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۰/ ۲۴۰

(۲۷) آگے ترقی کرکے تعامل حرمین شریفین کو بالکل ساقط و نامعتبر کردیا۔ قرونِ ثلٰثہ کا استثناء بھی اڑگیا، اور دلیل یہ کہ حجت صرف قرون وحدیث واجماع وقیاس مجتہدین ہیں، ابھی کہا تھا کہ "چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی عالم مستند کی کتاب سے نکل آئے تو مجھ کو کد نہ ہوگی۔" اور ممانعت کے لیے شاہ رفیع الدین صاحب کے فتوے اور قاضی صاحب پانی پتی کی مالا بد وارشاد الطالبین سے استناد کیا۔ یہ لوگ اور ان کا کلام بھی قرآن ہے، نہ حدیث، نہ اجماع، نہ قیاس مجتہدین۔ پھر یہ پانچویں حجت کہاں سے نکل آئی!

(۲۸) ابھی جواہر الفتاوٰی وفتاوٰی عالمگیریہ سے گزرا کہ دینداروں کے افعال سند ہوتے ہیں، یہ چھٹی حُجت ہوئی۔

(۲۹) اب یہ بفضل اللہ عزوجل ہم وہ عبارات جانفزاذ کر کریں جن سے یہ ثابت ہو کہ روضہ انور میں کیسی روشنی ہوتی ہے اور کئے برسوں سے رائج ہے۔ جب سلطنت عثمانیہ کی بنیاد بھی نہ پڑی تھی، اور یہ کہ وہ خاص روضہ اطہر ہی کے واسطے ہے نہ کہ بہ نیت مسجد، اور یہ کہ وہ بمنظوری علماء کرام ہے نہ کہ صرف فعلِ سلاطین۔ اور یہ کہ کیسے امام جلیل نے اس کے جواز کا روشن فتوی دیا، نہ فتوی بلکہ خاص اس باب میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا، والحمدللہ۔ عالمِ مدینہ طیبہ امام اجل سید ابوالحسن علی نورالدین بن عبداللہ سمہودی مدنی قدس سرہ معاصر امامِ اجل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہما اللہ تعالٰی نے (کہ دونوں حضرات کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہوئی) کتاب مستطاب خلاصۃ الوفاء باخبار دارالمصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصنیف ۸۹۳ ہجری کے باب رابع کی شانزدہ گانہ فصلوں میں تفصیل نمبر ۱۱ روضہ اقدس کے تزک واحتشام وشیشہ آلات وسامان روشنی کے بیان میں وضع فرمائی، اور فصل نمبر ۱۴ مسجد مقدس کے ستونوں، چراغوں وغیرہ کے بیان میں جدا لکھی، اس فصل مسجد میں فرمایا:

بصحن مسجد اربع مشاعل تشعل فی لیالی الزیارات المشهورة وماعلمت اول من احدثها وبالمسجد سلاسل کثیرة للقنادیل علمت بعد الحریق والمرتب للوقود منها یزید وینقص لما لا یخفی[1]۔	مسجد کریم کے صحن میں چار مشعلیں ہیں کہ زیارت کی مشہور راتوں میں روشن کی جاتی ہیں اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ اول یہ مشعلیں کس نے رکھیں، اور مسجد میں قندیلوں کی بہت سی زنجیریں ہیں کہ آتشزدگی کے بعد بنیں اور ان کی روشنی کا راتب گھٹتا بڑھتا ہے جس کا سبب ظاہر ہے۔

[1] وفاء الوفاء فصل ۳۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۱

اور اس فصل روضہ انور میں فرمایا:

حاصل یہ ہے کہ روضہ انور کا سامان روشنی، سونے کی قندیلیں اور چاندی کی، اور ان کے مثل اور قیمتی چیزوں کی کہ روضہ مطہر کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں، مجھے معلوم نہ ہوا کہ ان کی ابتداء کب سے ہے، ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد بن النجار متوفی ۶۴۲ھ نے اپنی کتاب الدر الثمینہ فی اخبار المدینہ میں فرمایا کہ سقف مسجد کریم کے اتنے ٹکڑے میں کہ دیوار قبلہ سے حجرہ مقدسہ تک ہے۔ جب زائرین مواجہہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کھڑے ہوں، ان کے سروں پر چالیس سے زائد قندیلیں آویزاں ہیں۔ بڑی بڑی اور چھوٹی چاندی کی نقشی اور ساری اور ان میں دو بلور کی ہیں، ایک سونے کی اور ایک چاندی کا چاند ہے سونے میں مغرق، اور یہ شہروں شہروں سے سلاطین واُمراء حاضر کیا کرتے ہیں انتہی۔ اور یہ دستور برابر چلا آتا ہے ہمیشہ ان قندیلوں میں ترقی ہوتی رہی، اور روضہ مطہرہ کی تمام آویزاں روشنیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جو میں نے دیکھی وہ فولادی بڑی قندیل ہے کہ نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے اس کے پیٹ اور کناروں پر سونا چڑھا ہوا ہے کہ اس میں روشنی کرنے سے دمکنے لگتا ہے اس پر لکھا ہوا ہے کہ ناصر الدین محمود بن قلادون نے اسے یہاں اپنے ہاتھ سے لٹکایا، انتہی ملتقطًا	اما معالیق الحجرة الشریفة التی تعلق حولها من قنادیل الذهب والفضة ونحوهما فلم اقف علی ابتداء حدوثها الا ان ابن النجار قال مالفظه فی سقف المسجد الذی بین القبلة والحجرة علی رأس الزوار اذ وقفوا معلق نیف واربعون قندیلا کبارا و صغارا من الفضة المنقوشة والساذجة وفیها اثنان من بلور وواحد من ذهب وفیهما قمر من فضة مغموس فی الذهب، وهذه تنفذ من البلدان من الملوك وارباب الحشمة انتهی، وعمل من ذکر مستمر بذلك لم تزل هذه القنادیل فی زیادة ومن احسن مارأیت من معالیق الحجرة قندیل من فولاد کبیر احسن التکوین مخرما مکفتا بذهب یضیئ اذا اسرج فیه وعلیه مکتوب ان الناصر محمد بن قلادون علقه بیده هناك[1]۔ انتهی ملتقطًا

یہاں تو آپ کو یہ معلوم ہوا کہ روشنی خاص روضہ منورہ کے لیے ہے اور یہ کہ کتنی کثیر وشاندار ہے اور یہ کہ صدہا سال سے ہے اور یہ کہ عثمانی سلطنت سے بھی پہلے سے ہے۔ اب مجمع علمائے کرام کا ذکر سنئے

[1] وفاء الوفاء فصل ۲۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۸۴ تا ۵۸۹

علامہ قطب الدین مکی حنفی معاصر امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالٰی کتاب الاعلام باعلام بیت الحرام ص ۳۰ میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں، جب سلطان مراد خان بن سلطان سلیم خان بن سلیمان خان رحمہم الرحمٰن نے ۹۸۴ھ میں باب عالی سے سونے کی تین قندیلیں بیش بہا جواہرات سے مرصّع محمد چادیش خان کے ہاتھ حاضر کی ہیں کہ وہ کعبہ معظّمہ کے اندر آویزاں کی جائیں، اور ایک حجرہ مزار اطہر میں چہرہ انور کے مقابل صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

جب مکہ معظّمہ میں آئے حضرت شریف مکہ سیدی حسن بن ابی نمی حسنی اور ناصر حرم محترم قاضی مدینہ منورہ شیخ الاسلام سید العلماء سیدی حسین حسینی مکی اور قاضی مکہ معظّمہ مولانا مصلح الدین لطفی بگ زادہ مع جملہ اعیان واکابر حرم محترم حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں: **وکافۃ العلماء والفقھاء والموالی** [1] یعنی مکہ معظّمہ کے تمام علماء وفقہاء وسردار گرد کعبہ معظّمہ جمع ہوئے، پھر آستانہ عالیہ کی طرف سے حضرت شریف ودیگر عظماء کو خلعت پہنائے گئے، کعبہ معظّمہ کا دروازہ کھولا گیا، سیدنا الشریف نے خلعت پہنا اور طوافِ کعبہ معظّمہ کیا، ادھر وہ طواف میں ہیں، اُدھر رئیس مؤذنان قبہ زمزم پر سلطنت وشریف کے لیے بآواز بلند دعا کر رہا ہے اور تمام حاضرین دعا وآمین میں مشغول ہیں، بعد فراغ طواف ورکعتین طواف حضرت شریف کعبہ معظّمہ کے اندر حاضر ہوئے اور اپنے دست مبارک سے قندیلیں آویزاں کیں، سب حاضرین جملہ علماء وفقہاء واُمراء وعظماء نے فاتحہ پڑھی اور دُعائیں کیں، اور جلسہ ختم ہوا، علامہ ممدوح فرماتے ہیں:

وکان یومًا شریفًا مشھودًا ووقتًا مبارکًا متیمنا مسعودا [2]۔	اور وہ دن بزرگ اور تمام اعیانِ مکہ کی حاضری کا تھا اور وہ وقت مبارک اور فرخندہ باسعادت تھا۔

پھر محمد چادیش باقی قندیل لے کر سرکار اعظم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، علامہ فرماتے ہیں:

واجتمعت لہ اکابر المدینۃ الشریفۃ واعیانھا وعلماؤھا وصلحاؤھا۔ [3] وعمل محفل شریف فی الحرم الشریف البنوی [4]۔ وفتحت الحجرۃ الشریفۃ النبویۃ علی ساکنھا افضل الصلٰوۃ وعلق ذلک	ان کے پاس مدینہ طیبہ کے اکابر وعمائد وعلماء وصلحاء سب جمع ہوئے۔ حرم کریم میں محفلِ عظیم منعقد کی گئی۔ حجرہ طاہرہ مزار پرانوار حضرت سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کھولا گیا اور وہ سونے کی قندیل جواہر

[1] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام
[2] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام
[3] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام
[4] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام

قندیل تجاہ وجہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ [1]	بے بہا سے مرصع رُوئے انور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مواجہ اقدس میں آویزاں کی گئی۔

وقرئت الفواتح وحصل الدعاء [2]۔ حاضرین نے فاتحہ پڑھی اور دعا کی، اور مجلس بخیر وخوبی ختم ہوئی۔ علامہ ممدوح اس حکایت کا خاتمہ ان لفظوں میں فرماتے ہیں:

وھو اول من علق قنادیل الذھب فی الحرمین الشریفین من سلاطین اٰل عثمان خلد اللہ تعالٰی سلطنتھم وقد سبق بھذہ المنقبۃ الشریفۃ اٰبائہ السلاطین العظام [3]۔	یعنی سلاطین آل عثمان میں کہ اللہ عزوجل ان کی سلطنت کو ہمیشہ رکھے، سلطان مراد خاں نے اس کی پہل کی کہ حرمین محترمین میں سونے کی قندیلیں آویزاں کیں، وہ اس عظیم منقبت میں اپنے باپ دادا سلاطین پر سبقت لے گئے۔

اس خاتمہ سے دو ۲ فائدے ظاہر ہوئے، ایک یہ کہ سلاطین عثمانیہ سے پہلے سلاطین بھی سونے کی قندیلیں حاضر کرتے، سلاطین عثمانیہ سے پہلے یہ سعادت سلطان محمد مراد خاں نے پائی۔ دوسرے یہ کہ علامہ ممدوح اس کا استحسان فرماتے، اور اسے منقبت شریفہ بتاتے ہیں۔

اب پھر عبارات سابقہ خلاصۃ الوفاء کی طرف رجوع کیجئے اور وہ سنئیے جو امام ممدوح سیدی نورالدین سمہودی اس عبارت کے اثناء میں اس جانفزا روشنی کے بیان میں حکم فرماتے ہیں وہ عبارت یہ ہے:

وقد الف السبکی تالیفا سماہ تنزیل السکینۃ علٰی قنادیل المدینۃ وذھب فیہ الی جوازھا وصحۃ وقفھا وعدم جواز صرف شیئ منھا لعمارۃ المسجد [4]۔	بیشک امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی متوفی ۷۵۶ھ رحمہ اللہ تعالٰی نے خاص اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی جس کا نام "تنزیل السکینۃ علٰی قندیل المدینۃ" رکھا اور اس کتاب میں ان کا وقف صحیح ہونا بیان فرمایا اور یہ کہ ان کو مسجد کی عمارت میں صرف کرنا جائز نہیں۔

یہ امام اجل وہ ہیں جن کی نسبت امام ابن حجر فرماتے ہیں: الامام المجمع علٰی جلالتہ واجتہادہ [5] یہ وہ امام کہ ان کی جلالتِ شان و قابلیت اجتہاد پر اجماع ہے۔

---

[1] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام

[2] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام

[3] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام

[4] وفاء الوفاء فصل ۲۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۹۵-۵۹۱

[5] امام ابن حجر

صلاح صفدی نے کہا:

الناس یقولون ماجاء بعد الغزالی مثله وعندی انهم یظلمونه وما هو عندی الامثل سفین الثوری [1]۔	لوگ کہتے ہیں امام حجۃ الاسلام کے بعد کوئی امام تقی الدین سبکی کے مثل پیدا نہ ہوا اور میرے نزدیک وہ ان کی شان گھٹاتے ہیں، میرے نزدیک تو وہ امام سفیان ثوری کے ہمسر ہیں۔

جو اجلہ اکابر تابعین سے تھے وہ اس روشنی کو فقط جائز ہی نہیں بتاتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اس پر رحمتِ الٰہی کا سکینہ اُترتا ہے۔ غالبًا اب تو زید صاحب اپنے تمام وساوس سے باز آکر اپنی قسم پوری کریں گے۔

(۳۰) حدیث مذکور کو زید نے بالجزم رسول خدا کا ارشاد بتایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ یہ سخت بیباکی وجرات ہے۔ وہ حدیث صحیح نہیں۔ اس کی سند کا مدار ابو صالح باذام پر ہے۔ باذام کو ائمہ فن نے ضعیف بتایا۔

تقریب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے:

باذام بالذال المعجمة ویقال اٰخره نون ابوصالح مولی ام هانی ضعیف مدلس [2]۔	باذام ذال معجمہ سے اور کہا جاتا ہے کہ اٰخر میں نون ــــ یعنی باذان ــــ ابو صالح ــــ اُم ہانی کا آزاد کردہ غلام ضعیف تدلیس کرنے والا ہے۔ (ت)

(۳۱) یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ حدیث قابلِ احتجاج نہیں کہ حدیثِ ضعیف در بارہ احکام حجت نہیں ہوتی، تحسین ترمذی باعتبار ترجمہ باب سے کہ اسے باب ماجاء فی کراهیة ان یتخذ علی القبر مسجدا میں وارد کیا اور قبور پر مسجد نہ بنانے میں بیشک احادیث متعدد وارد۔ خود جامع ترمذی میں ہے: وفی الباب عن ابی هریرة وعائشة رضی الله تعالٰی عنهما [3] (اس باب میں حضرت ابوہریرہ و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی روایت ہے۔ت) بخلاف چراغ کہ اِس کی ممانت میں یہی حدیث ضعیف باذام ہے۔ اس کا یہ ٹکڑا حسن نہیں۔ خود امام ترمذی اپنی اصطلاح میں فرماتے ہیں:

ماذکرنا فی هذا الکتاب حدیث حسن فانما اردنا حسن اسناده عندنا کل حدیث یروی لایکون	اس کتاب میں ہم نے جسے حدیث حسن بتایا اس سے یہی مراد ہے کہ وہ ہمارے نزدیک حسن ہے جس حدیث کی

---

[1] صلاح صفدی

[2] تقریب التہذیب حرف الباء الموحدہ ترجمہ ۶۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۱

[3] جامع الترمذی ابواب الصلٰوۃ باب ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۴۳

فی اسنادہ من یتھم بالکذب ولایکون الحدیث شاذا ویرویہ من غیروجہ نحو ذالك فھو عندنا حدیث حسن[1]۔	سند میں کوئی متہم بالکذب نہ ہو، نہ ہی وہ حدیث شاذ ہو، اور ایسے ہی متعدد طُرق سے مروی ہو، وہ ہمارے نزدیک حدیث حسن ہے۔(ت)

(۳۲) حدیث مانعین سے تین ۳ جواب ہیں:

پہلا یہ کہ حدیث سرے سے صحیح ہی نہیں اور سب میں اخیر تنزل کا جواب کہ امام نابلسی کے ارشاد سے گزرا۔ اور اوسط جواب یہ ہے کہ حدیث میں لفظ علٰی ہے اس سے قبر پر چراغ رکھنے کی ممانعت ہوئی، اسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں، ظاہر کہ علٰی کے معنی حقیقی یہ ہیں، اور حقیقت سے بلاضرورت عدول نامقبول، وہ عدول ہی تاویل ٹھہرے گا۔ اور اگر وجہ موجّہ نہ رکھتا ہو مردود رہے گا۔

تاویل یہ ہے کہ لفظ کو اس کے معنٰی ظاہر سے پھرا جائے، مگر طرفہ یہ کہ زید نے معنی حقیقی مراد لینے کا نام تاویل رکھا اور تاویل بھی کیسی ضعیف، اور نہ صرف ضعیف بلکہ معاذاللہ حدیث کے ساتھ مضحکہ۔ اس ظلم شدید کی کوئی حد ہے۔ اور نہ دیکھا کہ امام علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی اس حدیث کی شرح میں کیا فرماتے ہیں:

المتخذین علیھا ای القبور یعنی فوقھا[2]۔	قبروں پر یعنی ان کے اوپر۔(ت)

دیکھو اس معنی حقیقی کی تصریح فرمائی جسے زید نے معاذاللہ مضحکہ بنایا۔

(۳۳) کریمہ لنتّخذن علیھم مسجدا میں ضمیر جانب اصحابِ کہف ہے، اور آدمی کے جسم کے اوپر مسجد بنانے کے کوئی معنٰی نہیں تو مجاز متعین ہے، بخلاف حدیث کہ اس میں ضمیر جانب قبور ہے۔ اور قبر پر چراغ رکھنا ممکن، بلکہ بعض جگہ عوام سے واقع ہے، تو اسے آیت پر قیاس کرنا محض سُوئے فہم ہے۔ وہ چمک کر کہا تھا کہ "کیا اس کے یہ معنی ہیں اصحاب کہف کے سینہ پر سنگ بنیاد مسجد کا رکھیں گے۔" وہ خود اپنے شبہہ کے پاؤں میں تیشہ ہے۔ یہ معنی صحیح نہ ہونا ہی حقیقت سے صاف اور مجاز کا قرینہ ہوا، یہاں کہ بے تکلف معنی حقیقی بن رہے ہیں ان سے پھیرنے والا کون، اور مجاز کے لیے بے قرینہ کیا۔

(۳۴) دوسری مثال قبر پر چڑھاوا چڑھانے کی دی، اور نہ سمجھا کہ یہاں مجاز لفظ "پر" میں نہیں کہ علی بمعنی عند ہو، جس طرح تم حدیث میں لے رہے ہو، قبر کے نزدیک کسی چیز کے چڑھانے کے کیا معنی، بلکہ مجاز خود یہاں چڑھاوے کے لفظ میں ہے۔ صدقہ کہ جُہّال کسی مریض وغیرہ کے لیے چوراہے میں رکھتے ہیں اسے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصلٰوۃ ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۴۳

[2] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

اوتارا کہتے ہیں کہ اسے ذلیلوں خبیثوں شیطانوں کے لیے کرتے ہیں، اور نذور کہ مزارات طیبہ کے حضور لاتے ہیں اسے چڑھاوا کہتے ہیں کہ بلند مرتبہ معظموں کے حضور پیش کرتے ہیں، یہ اتار چڑھاؤ باعتبار مرتبہ ہے۔ نہ باعتبار جہت تحت وفوق۔ اور نہ سہی اگر ایک جگہ کوئی لفظ معنی مجازی میں مستعمل ہو تو اس کے حوالے سے دوسری جگہ بھی خواہی نخواہی اسے حقیقت سے توڑ کر مجاز پر ڈھالنا کون سی منطق ہے!

(۳۵) ملا قاری نے جو اس حدیث میں علٰی کو معنی حقیقی پر لیا، زید صاحب اس کی توجیہ یہ فرماتے ہیں کہ وجہ ممانعت یعنی مشابہت یہود ونصارٰی معنی مجازی یعنی قریب قبر میں نہیں رہتی، اس بنیاد پر معنی حقیقی لیے، یعنی معنٰی حقیقی ہی لینا محتاج وجہ خارجی ہے، اگر خارج سے کوئی وجہ اس کی نہ ملے تو معنی حقیقی نہ لیں گے، اس اُلٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا ہے! علامہ ملا قاری کی عبارت دیکھئے:

قید علیھا یفید اتخاذ المساجد بجنبھا لاباس بہ[1]۔ "علیھا"	(قبروں پر) کی قید یہ افادہ کر رہی ہے کہ ان کے پہلو میں مسجد بنائیں تو کوئی حرج نہیں (ت)

ملاحظہ ہو لفظِ "علی" سے یہ ثابت کیا کہ برابر تو حرج نہیں یا برابر میں حرج نہ ہونے سے علی کو اپنے معنی حقیقی پر لیا۔

(۳۶) علی قاری جب یہاں درباره مسجد علی کو معنی حقیقی پر لے چکے، جو آپ کو بھی مسلّم ہے۔ اور یہاں ایک ہی لفظ علٰی ہے جس سے مساجد وسرج کا یکساں علاقہ ہے کہ **والمتخذین علیھا المساجد والسرج**[2] (قبروں پر مسجدیں اور چراغ بنانے والے۔ت) اب اگر درباره قبور علٰی کو معنی مجازی پر لیجئے تو کھلا ہوا **جمع بین الحقیقۃ والمجاز** اور وہ باطل ہے۔ لاجرم درباره قبور بھی علٰی کو معنی حقیقی پر رکھیں گے، تو جس نے ان کی طرف اسے نسبت کیا ان کے لازم کلام سے استدلال کیا یہ ان پر اتہام کدھر سے ہو جائے گا۔

(۳۷) علی قاری نے درباره سُرج جو تین وجہ ممانعت نقل کرکے لکھا: **کذا قال وبعض علمائنا**[3] (ایسا ہی ہمارے بعض علماء نے فرمایا۔ت) قطع نظر اس کے کہ یہ نقل عن المجهول ہے اور ہمارے فقہاء نے اسی وجہ اول پر اقتصار فرمایا ہے کہ اسراف واتلافِ مال ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اور یہی وجہ خود آپ کی مستند بزازیہ میں

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۴۴۴

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدًا امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۴۳

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۴۴۴

مصرح تھی جسے آپ نے حذف کردیا، اور اوپر روشن ہولیا کہ یہ وجہ صرف قبور عوام میں پائی جاتی ہے، جبکہ وہاں نہ مسجد ہو نہ قبر، سرراہ نہ کوئی تلاوت وغیرہ میں مشغول۔ باقی دو وجہوں میں تعظیم قبور بھی عوام میں متحقق ہوگی خصوصا قبور فُساق میں جن کی نسبت آپ فرق پوچھ رہے ہیں، کہ "بزرگوں کی قبروں پر کیوں کرتے ہیں، فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے ۔" فاسق فاجر کی قبر پر کریں تو نفس قبر کی تعظیم ٹھہرے کہ مقبور معظم نہیں بخلاف مزارات کرام کے وہاں قبر یعنی خشت وگِل کی تعظیم نہیں بلکہ ان کی روح کریم کی تعظیم ہے۔ جیساکہ امام نابلسی نے فرمایا: **تعظیما لروحه المشرفة**[1] الخ (ان کے روح مبارک کے لیے الخ۔ت) تعظیم قبور معظمین کہ حقیقۃ تعظیم معظمین ہے۔ کس نے منع کی؟ اختیار شرح مختار اور اسی آپ کی مستند عٰلمگیری میں ہے:

ثم ینهض فیتوجه الی قبره صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولا یضع یده علی جدار التربة فهو اهیب واعظم للحرمة ویقف کما یقف فی الصلوٰة[2] اھ قدر الحاجة۔	یعنی پھر کھڑا ہو کر قبر اکرم حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو، اور تربت کریمہ کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے کہ اس میں زیادہ ہیبت و تعظیم حرمت کریمہ ہے، اور یوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے اھ بقدر ضرورت۔(ت)

منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط علی قاری میں ہے:

ولیغتنم ایام مقامه بالمدینة المشرفة فیحرص علی ملازمة المسجد وادامة النظر الی الحجرة الشریفة ان تیسراو القبة المنیفة ان تعسر مع المهابة والخضوع والخشیة والخشوع ظاهرًا وباطنًا فانه عبادة کالنظر الی الکعبة الشریفة[3]۔	یعنی مدینہ طیبہ میں حاضری کے دنوں کو غنیمت جانے اکثر اوقات مسجد کریم میں حاضر رہے اور ہوسکے تو مزار اطہر کے حجرہ مقدسہ ورنہ اس کے گنبد مبارک ہی کو دیکھتا رہے۔ خوف وادب اور خشوع وخضوع کے ساتھ کہ اس پر نگاہ ہی عبادت ہے جیسے کعبہ معظّمہ پر نظر۔(ت)

علامہ القاری فاکہی مکی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالٰی حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں: **ومنها ان لا یستدبر القبر الشریف**[4]۔ یعنی آداب میں سے ہے:

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

[2] فتاوٰی ہندیہ خاتمہ فی زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۶۵

[3] المسلک المتقسط شرح منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ دار الکتب العربی بیروت ص ۳۴۱

[4] حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل

کہ قبر اقدس کو پشت نہ کرے، سید اقدس قدس سرہ نے خلاصۃ الوفاء میں فرمایا: فی الصلٰوۃ ولا فی غیرھا[1] نہ نماز میں ادھر پیٹھ کرے نہ غیر نماز میں پھر امام عزالدین بن عبدالسلام سے نقل فرمایا:

اذا اردت صلٰوۃ فلا تجعل حجرتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وراء ظھرك ولابین یدیك والادب معہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد وفاتہ مثلہ فی حیاتہ فما کنت صانعہ فی حیاتہ فاصنعہ بعد وفاتہ من احترامہ والاطراق بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2]	جب تو نماز پڑھنا چاہے تو حجرہ مطہرہ مزار اطہر کو پیٹھ نہ کر، نہ نماز میں اپنے سامنے رکھ، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ویسا ہی ہے جیسا عالم حیات ظاہر میں تھا، تو جیسا تو اس وقت ادب کرتا اور حضور کے سامنے سر جھکاتا ایسا ہی مزارِ اطہر کے حضور کر۔

یہ سب تعظیم نہیں تو اور کیا ہے۔ اس قسم کے ارشاداتِ ائمہ اگر جمع کیے جائیں تو ایک دفتر ہو، اور خود اس سے زیادہ اور کیا تعظیم قبر اطہر ہوگی، جو حدیث میں ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خواب میں جمال جہاں آرا کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے تعلیم فرمائی در منظّم امام ابوالقاسم محمد لولوی لبستی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صلی علٰی روح محمد فی الارواح و علٰی جسدہٖ فی الاجساد وعلٰی قبرہ فی القبور راٰنی فی منامہ ومن راٰنی فی منامہ رانی یوم القیامۃ ومن رانی یوم القیامۃ شفعت لہ و من شفعت لہ شرب من حوضی وحرم اللہ جسدہ علی النار۔[3]	جو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح اقدس پر ارواح میں، اور جسد اطہر پر اجسام میں، اور قبر انور پر قبور میں درود بھیجے وہ مجھے خواب میں دیکھے، اور جو خواب میں دیکھے مجھے قیامت میں دیکھے گا۔ اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی شفاعت فرماؤں گا۔ اور جس کی میں شفاعت فرماؤں گا وہ میرے حوضِ کریم سے پئے گا اور اللہ عزوجل اس کے بدن پر دوزخ کو حرام فرمائے گا۔

اللھم ارزقنا بجاھہٖ عندك اٰمین (اے اللہ! ہمیں نصیب فرما ان کی اس وجاہت کے طفیل جو تیرے حضور ان کے لیے ہے۔ الٰہی قبول فرما۔ ت)

---

[1] وفاء الوفاء الفصل الرابع من الباب الثامن احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۱۰

[2] وفاء الوفاء الفصل الرابع من الباب الثامن احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۱۰

[3] در منظّم امام ابوالقاسم محمد لولوی لبستی

علماء فرماتے ہیں یعنی یُوں درود شریف پڑھو: **اللّٰھم صل علٰی رُوح سیدنا محمد فی الارواح اللّٰھم صل علی جسد سیدنا محمد فی الاجسام اللّٰھم صلّ علٰی قبر سیدنا محمد فی القبور**۔ قبر کریم پر درود بھیجنے کا حکم ہوا، اور دوردوہ تعظیم ہے کہ بالاستقلال انبیاء وملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں۔

(۳۸) رہی تیسری وجہ کہ وہ آثار جہنم سے ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی**۔

اقول: اس کی غایت ایک تفاول ہے وہ اس قابل نہیں کہ جس کے لحاظ نہ کرنے پر مسلمان لعنت کا مستحق ہو، تو یہ اس کی توجیہ نہیں ہوسکتی، شرع کو ایسی فالوں کا اتنا عظیم لحاظ ہوتا تو میّت کو گرم پانی سے نہلانے کا حکم نہ ہوتا کہ وہ بھی آثار جہنم سے ہے۔

قال اللہ تعالٰی:

یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ﴿۱۹﴾ [1]۔	اس (جہنمی) پر انکے سروں کے اوپر سے گرم پانی بہایا جائے گا۔ (ت)

حالانکہ وہ شرعًا مطلوب ہے۔ درمختار میں ہے:

یصب علیه ماء مغلی بسدران تیسر والا فماء خالص [2]۔	اس (میّت) پر بیری جوش دیا ہوا پانی بہایا جائے اگر میسر ہو، ورنہ سادہ پانی۔ (ت)

ردالمحتار ونہر الفائق میں ہے:

افادان الحار افضل سواء کان علیه وسخ اولا [3]۔	اس سے مستفاد ہوا کہ گرم پانی بہتر ہے میّت کے جسم پر میل ہو یا نہ ہو۔ (ت)

اور بفرضِ تسلیم اس کا محل وہی ہے کہ خاص قبروں پر چراغ رکھیں کہ فال ہے تو اس میں ہے نہ کہ اس کے گرد یا مناروں یا احاطہ کی دیواروں پر" علماء نے تفاول کے سبب جب پکی اینٹ قبر میں لگانی مکروہ بتائی کہ وہ آگ دیکھے ہوئے ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، تصریح فرمائی کہ یہ اس صورت میں ہے کہ خاص لحد پر پختہ اینٹیں لگائیں جو قریب میّت ہے ورنہ بالائے قبر اس میں حرج نہیں ،یہ خود آگ ہے۔ اس میں بالائے قبر بھی حرج ہے مگر حول میں حرج

---

[1] القرآن ۲۲/ ۱۹

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۰

[3] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۷۵

مسلم نہیں، ردالمحتار میں ہے:

يسوى اللبن عليه والقصب لاالاجر المطبوخ والخشب لو حوله اما فوقه فلايكره۔[1]	اس پر کچّی اینٹ اور بانس چُن دیں، پکی اینٹ اور لکڑی اس کے گرد نہ رکھیں، ہاں اوپر ہو تو حرج نہیں۔(ت)

ابن ملک بدائع میں ہے:

لانه مما مسته النار فيكره ان يجعل على الميّت تفاولا[2]۔	اس لیے کہ اس پر آگ کا اثر پہنچا ہوا ہے تو تفاول کے سبب میّت پر چننا مکروہ ہے۔(ت)

حلیہ میں ہے:

قال الامام التمرتاشی هذا اذاكان حول الميّت فلوفوقه لايكره[3]۔	امام تمرتاشی نے فرمایا: یہ اس وقت ہے جب خاص میّت کے گرد ہو، اوپر ہو تو مکروہ نہیں۔(ت)

(۳۹) کس نادانی کا اعتراض ہے کہ علی معنی حقیقی پر لیں تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں چراغ جلائے تو وہ جائز ہوجائے۔ دربارہ مسجد توآپ کو بھی مسلّم کہ علیٰ معنی حقیقی پر ہے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں مسجد بنائے یا نماز پڑھے تو وہ جائز ہوجائے، کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے۔ اب بھی کہیے کہ استغفراللہ۔ یہ حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔

(۴۰) کثرتِ چراغاں کا ذکر روشنی روضہ انور میں گزرا اور اس کے متعلق احیاء العلوم شریف کی ایک عبارت اور لکھیں کہ موافقین کے دل روشن ہوں اور مخالفین کی آنکھیں چکاچوند سے جلیں، امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی قبیل کتاب آداب النکاح میں فرماتے ہیں:

حكى ابوعلى الرودبارى رحمه الله تعالٰى عن رجل انه اتخذ ضيافة فاوقدفيها الف سراج وقال له رجل قداسرفت فقال له ادخل فكلما اوقدته لغير الله	یعنی امام اجل عارفِ اکمل، سند الاولیاء حضرت سیدنا امام ابوعلی رودباری رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ اجلّہ اصحاب سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہیں ۳۲۲ ہجری میں وصال شریف ہے،

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۵
[2] بدائع الصنائع فصل فی سنۃ الحفر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۱۸
[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فاطفئه فدخل الرجل فلم يقدر على اطفاء واحد منها فانقطع[1]۔	امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ نے رسالہ مبارک میں ان کی نسبت فرمایا اظرف المشائخ واعلمھم بالطریقۃ (مشائخ میں سب سے زیادہ عقلمند اور طریقت کے سب سے بڑے عالم۔ت)

حکایت فرماتے ہیں کہ ایک بندہ صالح نے احباب کی دعوت کی اس میں ہزار ہا چراغ روشن کیے، کسی نے کہا آپ نے اسراف کیا، صاحب خانہ نے فرمایا: اندر آیئے جو چراغ میں نے غیر خدا کے لیے روشن کیا وہ گُل کر دیجئے، معترض اندر گئے، ہر چند کوشش کی ایک چراغ بھی نہ بجھاسکے، آخر قائل ہوگئے وللہ الحمد۔

بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ قبور عامہ ناس پر روشنی جب خارج سے کوئی مصلحت مصالح مذکورہ کے امثال سے نہ ہو ضرور اسراف ہے اور اسراف بیشک ممنوع، فقہاء اسی کو منع فرماتے ہیں، کہ یہی علت منع بتاتے ہیں، اور اگر زینت قبر مطلوب ہو تو قبر محل زینت نہیں، اب بھی اسراف ہوا، بلکہ کچھ زائد، یوں ہی اگر تعظیم قبر مقصود ہو کہ یہاں تعظیم نسبت نہیں رہے مزارات محبوبان الٰہ، ان میں اگر زینت قبر یا تعظیم نفس قبر کی نیت ہو یہاں بھی وہی ممانعت رہے گی کہ یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں، اور اگر ان کی روح کریم کی تعظیم وتکریم مقصود ہو، اب نہ اسراف ہے کہ نیت صالحہ موجود ہے، نہ تعظیم قبر، بلکہ تعظیم روح محبوب، اور وہ شرعاً بلاشبہہ مطلوب، امام اجل تقی الدین سبکی وامام نورالدین سمہودی وامام عبدالغنی نابلسی رحمھم اللہ تعالٰی اسی کو جائز بتاتے ہیں اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اسے تعظیم قبر ہی مقصود ہے نہ کہ تعظیم روح ولی محض خراف وبد گمانی وحرام بنص قرآنی ہے۔ قال اللہ تبارك وتعالٰی:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾[2]	اور اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ بیشک کان، آنکھ ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔(ت)

وقال اللہ تبارك وتعالٰی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ[3]۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم	اے ایمان والو! زیادہ گمان سے بچو، بلاشبہہ بعض گمان گناہ ہیں(ت) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] احیاء العلوم والدین الباب الرابع من آداب الضیافۃ مکتبہ ومطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/ ۲۰

[2] القرآن ۱۷/ ۳۶

[3] القرآن ۴۹/ ۱۲

افلا شققت عن قلبہ [1]۔ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایّاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث [2]۔	تو تونے اس کا دل کیوں نہ چاک کیا؟ (ت) اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: گمان سے بچو کہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے (ت)

اور تعظیم رُوح اور تعظیم قبر میں فرق نہ کرنا سخت جہالت ہے، عارف نابلسی کا ارشاد گزرا، اور امام سمہودی فرماتے ہیں:

لیس القصد تعظیم بقعۃ القبر بعینھا بل من حل فیھا [3]۔	خاص زمین قبر کی تعظیم مقصود نہیں بلکہ اس کی تعظیم مقصود ہے جو اس میں فروکش ہے۔ (ت)

بلکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ مسند شریف میں بسند حسن روایت فرماتے ہیں:

اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجھہ علی القبر فاخذ مروان برقبتہ ثم قال ھل تدری ماتصنع فاقبل علیہ فقال نعم انی لم اٰت الحجر انما جئت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم اٰت الحجر سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یَقُوْلُ لَاتَبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَہ اَھْلُہ وَلٰکِنْ اِبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَہ غَیْرُ اَھْلِہٖ [4]۔	یعنی مروان نے اپنے زمانہ تسلط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبر اکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں مروان نے ان کی گردن مبارک پکڑ کر کہا: جانتے ہو کیا کررہے ہو؟ اس پر ان صاحب نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ہاں میں سنگ وگِل کے پاس نہیں آیا ہوں میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں، میں اینٹ پتھر کے پاس نہ آیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا دین پر نہ رؤو جب اس کا اہل اس پر والی ہو، ہاں اس وقت دین پر رؤو جبکہ نااہل والی ہو۔

یہ صحابی سیدنا ابوایّوب انصاری تھے رضی اللہ تعالٰی عنہ__ تو تعظیم قبر وروح مطہر میں فرق نہ کرنا مروان کی جہالت اور اسی کے ترکہ سے وہابیہ کو پہنچی، اور تعظیم قبر سے جدا ہو کر تعظیم روح کریم کی برکت لینا

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث اُسامہ بن زید دارالفکر بیروت ۵/ ۲۰۷

[2] صحیح البخاری باب قول اللہ تعالٰی من وصیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

[3] وفاء الوفاء الفصل الثانی من الباب الثامن داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۶۶

[4] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ایوب الانصاری دارالفکر بیروت ۵/ ۴۲۲

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی سنت ہے۔ اور اہلسنت کو ان کی میراث ملی، وللہ الحمد۔

تنبیہ: سب سے زائد اہم بات یہ ہے کہ زید صاحب سمجھیں تو بہت کچھ حق مانیں، ہدایت کے شکر گزار ہوں یہ کہ تحریر زید کا خاتمہ کلمہ سخت شنیع وشتم فظیع پر ہوا کہ "اس قدر وعید کے بعد بھی کوئی شخص اس میں کٹ حجتی کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قبر میں تصفیہ کے قابل موسٰی بدین خود عیسٰی بدین خود۔" زید نے دو فریق بنائے ایک کہ حق پر بتایا اور دوسرے کو کٹ حجتی کرنے والا، وعید الٰہی کے مقابل ہٹ دھرمی سے پیش آنے والا۔ اور اس پر مثال وہ ڈھادی کہ موسٰی بدین خود اور عیسٰی بدین خود، اس تمثیل کی تطبیق کی جائے تو معاذ اللہ جو حاصل نکلے اس کے قہر وخباثت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے، ایسی جگہ انبیاء کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کا ذکر سخت جرأت وگستاخی وبدزبانی ودریدہ دہنی ہے۔ توبہ فرض ہے اور اللہ تعالٰی ہادی،

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہٖ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارك وسلم، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی ہمارے آقا مولٰی حضرت محمد، ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کے فرزند اور ان کی جماعت پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے، اور خدائے پاک برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۰: از بنارس تھانہ بھلوپورہ محلّہ احاطہ روہیلہ مرسلہ حافظ عبدالرحمٰن رفوگر ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

حضرت کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ بزرگوں کے مزار پر جائیں تو فاتحہ کس طرح سے پڑھا کریں اور فاتحہ میں کون کون سی چیزیں پڑھا کریں؟

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم حافظ صاحب کرم فرما سلمکم، مزار شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز بادب عرض کرے السّلام علیك یا سیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر درود غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورہ اخلاص سات بار، پھر درود غوثیہ سات بار، اور وقت فرصت دے تو سورہ یٰسٓ اور سورہ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی! اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے، نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندہ مقبول کو نذر پہنچا، پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اس کے لیے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے، پھر اس طرح سلام کرکے واپس آئے، مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے

اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۱ و ۱۵۲: از شہر علی گڑھ محلّہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) قبر پر جانے سے مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی عزیز آیا یا کوئی شخص آیا، یا نہیں معلوم ہوتا اور زندہ کو مردہ کی قبر پر جانے سے مردہ کو کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی ہے یا نہیں، اور وہ کچھ پڑھ کر ثواب بخشے تو مردہ کو علم ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) زید قبر پر کسی عزیز کی روز جاتا تھا پھر جانا بند کردیا، یہ دریافت طلب ہے کہ اس مردہ کو زید کے آنے اور جانے سے کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی تھی یا نہیں؟

الجواب:

(۱) قبر پر کوئی جائے تو مردہ دیکھتا ہے اور جو کچھ کلام کرے وہ سنتا ہے اور جو ثواب پہنچائے مردہ کو پہنچتا ہے، اگر کوئی عزیز یا دوست جائے تو اس کے جانے سے مردہ کو راحت اور فرحت ملتی ہے، جیسے دنیا میں، یہ سب مضامین صحاح احادیث میں وارد ہیں، وقد فصلنا ھا فی حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (ہم نے حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں ان کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ت)

(۲) اس کا جواب سوال سابق کے جواب میں آگیا، بیشک اعزّہ واحباب کے جانے سے اموات کو فرحت ہوتی ہے اور دیر لگانے سے ان کا انتظار رہتا ہے، وفیہ حکایۃ نفیسۃ فی شرح الصدور (اس سلسلے میں شرح الصدور (للسیوطی) کے اندر ایک نفیس حکایت ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۳: از شہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان میں ماں باپ کی زیارت کرنا بعد نماز فجر افضل یا بعد نماز عصر یا بعد نماز مغرب؟ اور بعد مغرب زیارت کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

زیارت ہر وقت جائز ہے، مگر شب میں تنہا قبرستان میں نہ جانا چاہیے۔ اور زیارت کا افضل وقت روز جمعہ بعد نماز صبح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۴ و ۱۵۵: از بہیڑی ضلع بریلی جناب ریاض الدین صاحب کلف حکیم مقیم الدین صاحب مصنف اسلام کھنڈ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید قبرستان میں جاکر اس طرح پر فاتحہ پڑھتا ہے کہ اول قبرستان کے دروازے پر کھڑے ہو کر تمام اہل قبور کی ارواح کو ثواب بخشتا ہے پھر اپنے کسی عزیز خاص یا کسی اہل اللہ کی قبر پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ کر ایک ایک کو جُدا جُدا ثواب بخشتا ہے تو کیا جدا جدا قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے سے اس کے عزیز جیسے والدین و بھائی بہن وغیرہ کو کچھ ثواب یا فرحت بہ نسبت دیگر اہل قبور کے زیادہ ہوگا یا نہیں؟ اور اس جدا جدا قبر پر جانے سے والدین کا حق اور ولی کا مرتبہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) دوسرے یہ کہ قرآن مجید پڑھ کر بخشنے والے کو بھی کچھ ثواب ملے گا یا نہیں؟ کیونکہ زید کہتا ہے کہ جب پڑھ کر بخش چکے تو پھر ہمارے پاس کیا رہ گیا۔ آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ۝[1] تو کیا احسان کا بدلہ احسان بھی جاتا رہا۔ **توجروا۔**

الجواب:

(۱) بلاشبہہ اس صورت میں جس جس کے لیے جدا فاتحہ پڑھے گا اسے ثواب زائد پہنچے گا اور فرحت زیادہ ہوگی، اور والدین و اعزّہ کی قبر پر جدا جدا جانے سے انس حاصل ہوگا جیسے حیات میں۔ اور ولی کے مزار پر جدا حاضر ہونے میں اس کی خاص تعظیم ہے جو ایک عام بات میں شامل کرنے سے نہیں ہوسکتی، زید کا یہ فعل بہت حسن ہے، مگر اس کا لحاظ لازم ہے کہ جس قبر کے پاس بالخصوص جانا چاہتا ہے اس تک قدیم راستہ ہو، اگر قبروں پر سے ہو کر جانا پڑے تو اجازت نہیں، سرراہ دور کھڑے ہو کر ایک قبر کی طرف متوجہ ہو کر ایصال ثواب کردے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) زید غلط کہتا ہے وہ دنیا کی حالت پر قیاس کرتا ہے کہ ایک چیز دوسرے کو دے دیں تو اپنے پاس ہی نہ رہے۔ وہاں کی باتیں یہاں کے قیاس پر نہیں۔ صحیح حدیث میں فرمایا کہ جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے ان کی روحیں شاد ہوں، اور یہ ان کے ساتھ نیکوکار لکھا جائے اور دونوں کو پورے حج کا ثواب ملے اور اس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہو، اسکی نظیر دنیا میں علم ہے کہ جتنا تقسیم کیجئے اوروں کو ملتا ہے اور اپنے پاس سے کچھ نہیں گھٹتا بلکہ بڑھ جاتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۵۶و ۱۵۷: از منجان مرسلہ علی محمد عیسٰی برادرز ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

(۱) قبرستان میں کلام شریف یا پنج سورہ قبر کے نزدیک بیٹھ کر تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قبر پر سبزی یا پھول یا اگربتی رکھنا، جلانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] القرآن ۶۰/۵۶

الجواب:

(۱) قبر کے پاس تلاوت یاد پر خواہ دیکھ کر ہر طرح جائز ہے جبکہ لوجہ اللہ ہو، اور قبر پر نہ بیٹھے، نہ کسی قبر پر پاؤں رکھ کر وہاں پہنچاہو، اور اگر بے اس کے وہاں تک نہ جاسکے تو قبر کے نزدیک تلاوت کے لیے جانا حرام ہے، بلکہ کنارے ہی سے جہاں تک بے کسی قبر کو روندے جاسکتا ہے، تلاوت کرے، در مختار میں ہے:

یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذالم یصل الی قبرہ الابوطی قبر ترکہ لایکرہ الدفن لیلا ولااجلاس القارئین عند القبر وھو المختار[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	قبرستان کے اندر ایسے راستے پر چلنا ممنوع ہے جس کے بارے میں گمان ہو کہ وہ نیا بنالیا گیا ہے یہاں تک کہ جب اپنی میّت کی قبر تک کسی دوسری قبر کو پامال کئے بغیر نہ پہنچ سکتا ہو تو وہاں تک جانا ترک کرے۔ رات کو دفن کرنا اور قبر کے پاس تلاوت کرنے والوں کو بٹھانا مکروہ نہیں، یہی مختار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

قبر پر سبزی پھول ڈالنا اچھا ہے۔ عالمگیری میں ہے: وضع الورد والریاحین علی القبور حسن[2]۔ قبروں پر گلاب وغیرہ کے پھول رکھنا اچھا ہے (ت) ردالمحتار میں ہے:

یؤخذ من ذلك (ای من انہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالٰی فیونس المیّت وتنزل بذکرہ الرحمۃ) ومن الحدیث ندبا وضع ذلك للاتباع ویقاس علیہ مااعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوہ[3]۔	پھول جب تک تر رہتا ہے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرکے میّت کا دل بہلاتا ہے، اور خدا کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ اس بات سے اور حدیث پاک کے اتباع کے لحاظ سے اس کا مندوب ہونا اخذ ہوتا ہے۔ اسی پر قیاس بھی ہوگا جو ہمارے زمانے میں آس وغیر کی شاخیں رکھنے کا دستور ہے۔ (ت)

اگر بتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوءِ ادب اور بدفالی ہے۔ عالمگیری میں ہے: ان سقف القبر حق المیّت[4] (قبر کی چھت حقِ میّت ہے۔ ت) ہاں قریب قبر زمین خالی پر رکھ کر سلگائیں کہ خوشبو محبوب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] در مختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶
[2] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۱
[3] ردالمحتار مطلب وضع الجرید ونحو الآس علی القبور ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۶۰۷
[4] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

مسئلہ ۱۵۸: از مراد آباد محلّہ اصالت پورہ مسئولہ کارد علی صاحب ۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑھنا قرآن شریف کا قبر پر بیٹھ کر جائز ہے یا نہیں؟ و نیز قرآن شریف سامنے رکھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب:

قبر کے سامنے بیٹھ کر تلاوت کی جائے، حفظ خواہ قرآن مجید دیکھ کر، اس کی رحمت اترتی ہے، اور مردہ کا دل بہلتا ہے مگر قبر پر بیٹھنا جائز نہیں کہ میّت کی توہین وایذا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۵۹ تا ۱۶۱: از موضع بکہ جیبی والاعلاقہ جاگل تھانہ بری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد خان ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) بوسہ قبر کا کیا حکم ہے؟ **(۲)** قبر کا طواف کرنا کیسا ہے؟ **(۳)** قبر کس قدر بلند کرنی جائز ہے؟

الجواب:

(۱) بعض علماء اجازت دیتے ہیں اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں، کشف الغطاء میں ہے:

در کفایۃ الشعبی اثرے در تجویز بوسہ دادن قبر والدین را نقل کردہ وگفتہ دریں صورت لاباس است شیخ اجل ہم در شرح مشکوٰۃ بود آں در بعضے اشارت کردہ بے تعرض بجرح آں[1]۔	کفایۃ الشعبی میں قبر والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک اثر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اور شیخ بزرگ نے بھی شرح مشکوٰۃ میں بعض آثار میں اس کے وارد ہونے کا اشارہ کیا اور اس پر کوئی جرح نہ کی۔ (ت)

مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں، تو اس سے احتراز ہی چاہئے، اشعۃ اللمعات میں ہے:

مسح نہ کند قبر رابدست وبوسہ نہ دہد آں را۔[2]	قبر کو ہاتھ نہ لگائے، نہ ہی بوسہ دے۔ (ت)

کشف الغطاء میں ہے: كذا في عامة الكتب[3] (ایسا ہی عامۂ کتب میں ہے۔ ت)

---

[1] کشف الغطاء فصل دہم زیارت قبور مطبع احمدی دہلی ص ۷۹

[2] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۱۶

[3] کشف الغطاء فصل دہم زیارت قبور مطبع احمدی دہلی ص ۷۹

مدارج النبوۃ میں ہے:

دربوسہ دادن قبر والدین روایت بیہقی می کنند و صحیح آنست کہ لایجوز است[1]، واللہ تعالٰی اعلم	قبر والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک روایت بیہقی ذکر کرتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ ناجائز ہے (ت)

(۲) بعض علماء نے اجازت دی۔ مجمع البرکات میں ہے:

ویمکنہ ان یطوف حولہ ثلث مرات فعل ذلك[2]۔	گرد قبر تین بار طواف کرسکتا ہے۔ (ت)

مگر راجح یہ کہ ممنوع ہے۔ مولانا علی قاری منسک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں:

الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء[3]۔	طواف کعبہ کی خصوصیات سے ہے انبیاء واولیاء کی قبروں کے گرد حرام ہوگا۔ (ت)

مگر اسے مطلقًا شرک ٹھہرادینا جیسا کہ طائفہ وہابیہ کا مزعوم ہے محض باطل وغلط اور شریعت مطہرہ پر افتراء ہے۔

(۳) ایک بالشت یا کچھ زائد۔

فی الدرالمختار یسنم قدر شبر[4] فی ردالمحتار اواکثر شیئا قلیلا بدائع[5]۔	ایک بالشت کی مقدار کوہان کی طرح بنادی جائے (درمختار) یا کچھ زیادہ کردی جائے، بدائع (ردالمحتار) (ت)

زیادہ فاحش بلندی مکروہ ہے۔ حلیہ میں ہے:

تحمل الکراھۃ علی الزیادۃ الفاحشۃ وعدمھا علی القلیلۃ المبلغۃ لہ مقدار اربع اصابع اوما فوقہ قلیل[6]۔ واللہ تعالٰی اعلم	کراہت بہت زیادہ اونچی کرنے پر محمول ہے، اور عدمِ کراہت قلیل زیادتی پر جو ایک بالشت کی مقدار ہو یا اس سے کچھ زائد۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] مدارج النبوۃ ذکر نماز گزاردن آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلف ابوبکر الخ مکتبہ نوریہ رضویہ بیروت ۲/ ۴۲۴

[2] مجمع البرکات

[3] منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ الخ دارالکتب العربی بیروت ص ۳۴۲

[4] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۵

[5] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۶۰۱

[6] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

مسئلہ: از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگال مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی مرشدی کرنالی ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

پیر مرشد کے مزار کا طواف کرنا، اور مزار کی چوکھٹ کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگانا اور مزار سے اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹ کے، ہاتھ باندھے ہوئے واپس آنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہئے، علماء اس میں مختلف ہیں۔ اور بہتر بچنا، اور اسی میں ادب زیادہ ہے آستانہ بوسی میں حرج نہیں، اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع میں ممانعت نہ آئی۔ اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہو سکتی قال اللہ تعالٰی اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ[1] (اللہ کا ارشاد ہے: حکم نہیں مگر اللہ کا۔ت) ہاتھ باندھے الٹے پاؤں واپس آنا ایک طرز ادب ہے۔ اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں حرج نہیں، ہاں اگر اس میں اپنی یا دوسرے کی ایذاء کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۶۳: مزارات اولیائے کرام علیہم رحمۃ المنعام کے چومنے کو کفر یا شرک کہنا کیسا ہے؟

الجواب:

فی الواقع بوسہ قبر میں علماء مختلف ہیں، اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ایک امر ہے کہ دو چیزوں داعی ومانع کے درمیان دائر، داعی محبت ہے اور مانع ادب، تو جسے غلبہ محبت ہو اس پر مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت ہے۔ اور عوام کے لیے منع ہی احوط ہے، ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزارِ اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو، پھر تقبیل کی کیا سبیل! عالمِ مدینہ علامہ سید نورالدین سمہودی قدس سرہ خلاصۃ الوفاء شریف میں جدارِ مزار انور کے لمس و تقبیل و طواف سے ممانعت کے اقوال نقل کرکے فرماتے ہیں:

فی کتاب العلل والمسؤلات لعبد اللہ بن احمد بن حنبل سألت ابی عن الرجل یمس منبر النبی صلی اللہ تعالٰی	یعنی امام احمد بن حنبل کے صاحبزادہ امام عبداللہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ سے پوچھا کوئی شخص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے منبر کو چھوئے

[1] القرآن ۱۲/۴۰

علیه علٰی اٰلہٖ وسلم تبرك بمسه وتقبیله ویفعل بالقبر مثل ذٰلك جاء ثواب اللہ تعالٰی فقال لاباس به [1]۔	اور بوسہ دے۔ اور ثواب الٰہی کی امید پر ایسا ہی قبر شریف کے ساتھ کرے، فرمایا، اس میں کچھ حرج نہیں۔ (ت)

امام اجل تقی الملّۃ والدین علی بن عبد الکافی سبکی قدس سرہ الملکی شفاءُ السقام، پھر سید نور الدین خلاصۃ الوفاء میں بروایۃ یحیٰی بن الحسن عن عمر بن خالد عن ابی نباتۃ عن کثیر بن یزید عن المطلب بن عبداللہ بن حنطب ذکر فرماتے ہیں کہ مروان نے ایک صاحب کو دیکھا کہ مزار اعطر سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے لپٹے ہوئے ہیں اور قبر شریف پر اپنا مُنہ رکھے ہیں، مروان نے ان کی گردن پکڑ کر کہا جانتے ہو یہ تم کیا کر رہے ہو، انھوں نے اس کی طرف منہ کیا اور فرمایا:

نَعم اِنِّی لَمْ اٰتِ الْحَجَرَ انما جِئْتُ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم سَمِعْتُ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یقول لاتَبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَهٗ اَهْلُه وَلٰکِنْ اَبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَه غَیْرُ اَهْلِهٖ [2]۔	ہاں میں کسی پتھر کے پاس نہ آیا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا، دین پر نہ روجب اس کا والی اس کا اہل ہو، ہاں دین پر روجب نا اہل اس کا والی ہو۔

سید قدس سرہ فرماتے ہیں: رواہ احمد بسند حسن [3] امام احمد نے یہ حدیث بسند حسن روایت فرمائی۔ نیز فرماتے ہیں:

روی ابن عساکر جید عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنه ان بلالا رای النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وهو یقول له ماهذہ الجفوۃ یابلال اما اٰن لك ان تزورنی فانتبه حزینا خائفا فرکب راحلته وقصد المدینة فاتی قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فجعل یبکی	یعنی ابن عساکر نے بسند صحیح ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ شام کو چلے گئے تھے ایک رات خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے ہیں: اے بلال! یہ کیا جفا ہے کیا وہ وقت نہ آیا کہ ہماری زیارت کو حاضر ہو؟ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ غمگین اور ڈرتے ہوئے جاگے اور بقصد زیارت اقدس سوار ہوئے، مزارِ پر انوار پر

[1] وفاء الوفا الفصل الرابع فی آداب الزیارۃ والمجاورۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۰۴
[2] وفاء الوفا الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۵۹
[3] وفاء الوفا الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۵۹

عندہ ویمرغ وجھه علیه [1]۔	حاضر ہو کر رونا شروع کیااور منہ قبر شریف پر ملتے تھے۔

امام حافظ عبدالغنی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں:

لیس الاعتماد فی السفر للزیارۃ علی مجرد منامه بل علی فعله ذٰلك والصحابة متوفرون ولاتخفی عنھم ھذہ القصة [2]۔	یعنی زیارت اقدس کے لیے شدالرحال کرنے میں ہم فقط خواب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اس پر کہ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ کیااور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم بکثرت موجود تھے اور انھیں معلوم ہوااور کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

عالمِ مدینہ (سید نورالدین سمہودی علیہ الرحمۃ) فرماتے ہیں:

ذکر الخطیب بن حملة ان بلالا رضی اللہ تعالٰی عنه وضع خدیه علی القبر الشریف وان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما کان یضع یدہ الیمنی علیه ثم قال ولا شك ان الاستغراق فی المحبة یحمل علی الاذن فی ذٰلك والقصد به التعظیم والناس تختلف مراتبھم کما فی الحیٰوۃ فمنھم من لا یملك نفسه بل یبادر الیه ومنھم من فیه اناۃ فیتاخر اھ ونقل عن ابن ابی الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین وعن اسمٰعیل التیمی قال کان ابن المنکدر یصیبه الصمات فکان یقوم فیضع خدہ علی قبرالنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فعوتب فی ذٰلك فقال انه یستشفی بقبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم [3]۔	یعنی خطیب بن حملہ نے ذکر کیاکہ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قبر انور پر اپنے دونوں رخسارے رکھے اورابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اپنا دہنا ہاتھ اس پر رکھتے، پھر کہا شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس میں اذن پر باعث ہوتا ہے اور اس سے مقصود تعظیم ہے، اورلوگوں کے مرتبے مختلف ہیں، جیسے زندگی میں، تو کوئی بے اختیارانہ اس کی طرف سبقت کرتا ہے اور کسی میں تحمل ہے وہ پیچھے رہتا ہے، اورابن ابی الصیف اور امام محب طبری سے نقل کیاکہ مزارات اولیاء کو بوسہ دینا جائز ہے۔ اوراسمٰعیل تیمی سے نقل کیا کہ ابن المنکدر تابعی کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام دشوار ہوجاتاوہ کھڑے ہوتے اور اپنا رخسار قبرانور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر رکھتے، کسی نے اس پر اعتراض کیا، فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مزاراقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں۔

[1] وفاء الوفا الفصل الثانی فی بقیہ ادلۃ الزیارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۵۶

[2] وفاء الوفا الفصل الثانی فی بقیہ ادلۃ الزیارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۵۷

[3] وفاء الوفا الفصل الرابع فی آداب الزیارۃ والمجاورۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۰۶

علامہ شیخ عبدالقادر فاکہی مکی رحمۃ اللہ تعالٰی کتاب مستطاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل میں فرماتے ہیں:

یعنی خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اس کے سبب کسی ناجائز شرعی کی طرف جائے گا، ایسے وقت بارگاہ اقدس کی مٹی اور آستانہ پر اپنا منہ اور رخسارہ اور داڑھی رگڑنا مستحب اور مستحسن ہے جس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا، مگر اس کے لیے جس کی نیت اچھی ہو اور افراط شوق او رغلبہ محبت اسے اس پر باعث ہو۔	تمریغ الوجه والخد واللحیة بتراب الحفرة الشریفة واعتابها فی زمن الخلوۃ المامون فیها توهم عامی محذور اشرعیا بسببه، امر محبوب، حسن لطلابها، وامره لاباس به فیها یظهر لکن لمن کان له فی ذلك قصد صالح وحمله علیه فرط الشوق والحب الطافح[1]۔

پھر فرماتے ہیں:

یعنی علاوہ بریں میں تجھے یہاں ایک ایسا تحفہ دیتاہوں جس سے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائیں وہ یہ کہ امام اجل تقی الملۃ والدین سبکی دارالحدیث کے اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدس اللہ سرہ العزیز قدم مبارک رکھتے تھے ان کے قدم کی برکت لیتے اور ان کی زیارت تعظیم کے شہرہ دینے کو اپنا چہرہ اس پر ملا کرتے تھے جیساکہ خود فرماتے ہیں کہ دارالحدیث میں ایک لطیف معنی ہیں جن کے ظاہر کرنے کا مجھے عشق ہے کہ شاید میرا چہرہ پہنچ جائے اس جگہ پر جس کو قدم نووی نے چھوا تھا۔ اور ہمارے شیخ تاج العارفین امام سنت خاتمہ المجتہدین آستانہ بیت الحرام حطیم شریف پر جہاں سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کا مزار کریم ہے اپنا چہرہ اور داڑھی ملا کرتے تھے۔	علا انی اتحفك بامر یلوح لك منه المعنی بان الشیخ الامام السبکی وضع حروجه علی بساط دارالحدیث التی مسها قدم النووی لینال برکة قدمه وینوه بمزید عظمته کما اشار الٰی ذلك بقول وفی دارالحدیث لطیف معنی الی بسط له اصبو واوی لعلی ان قال بحروجهی مکانا مسه قدم النووی وبان شیخنا تاج العارفین امام السنة خاتمة المجتهدین کان یمرغ وجهه ولحیته علی عتبة البیت الحرام بحجر اسمٰعیل[2]۔

بالجملہ یہ کوئی امر ایسا نہیں جس پر انکار واجب کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اور اجلہ ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی سے ثابت ہے تو اس پر شورش کی کوئی وجہ نہیں، اگرچہ ہمارے نزدیک عوام کو اس سے بچنے ہی میں احتیاط ہے۔

[1] حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل
[2] حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل

امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

المسئلة متی امکن تخریجها علی قول من الاقوال فی مذهبنا او مذهب غیرنا ، فلیست بمنکر یجب انکاره والنهی عنه وانما المنکر ماوقع الاجماع علی حرمته والنهی عنه [1] ۔ والله تعالٰی اعلم	جب کسی مسئلہ کا ہمارے مذہب یا دیگر ائمہ کے مذہب پر جواز نکل سکتا ہو تو وہ ایسا گناہ نہیں کہ اس پر انکار اور اس سے منع کرنا واجب ہو۔ ہاں گناہ وہ ہے کہ وہ اس کے حرام ہونے اور اس کے منع ہونے پر اجماع ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۴: ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبروں کو بوسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ زیارت قبور کی نشست و برخاست کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب:

قبروں کا بوسہ لینا نہ چاہیے۔ زیارت قبر میّت کے مواجہ میں کھڑے ہو کر ہو۔ اور راس کی طرف سے جائے کہ اس کی نگاہ کے سامنے ہو، سرہانے سے نہ آئے کہ اسے سر اُٹھا کر دیکھنا پڑے۔ سلام وایصال ثواب کے لیے اگر دیر کرنا چاہتا ہے رُو بقبر بیٹھ جائے اور پڑھتا رہے، یا ولی کا مزار ہے تو اس سے فیض لے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۵ تا ۱۶۶:

(۱) قبور شہداء یا اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم پر جا کر اور قبر شریف ہی پر مالیدہ یا شرینی مع پھول وغیرہ نیاز کرنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟ **(۲)** جس شہید یا اولیاء اللہ کے مزار کا حال ہم کو معلوم نہیں ہے کہ آیا کسی کی مزار ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کس کی ہے؟ مرد اہل اسلام، یہودی یا نصارٰی یا عورت یہود، یا نصارٰی یا مسلمان کی، تو اس مزار پر فاتحہ پڑھنا یا بطریق مذکور نیاز وغیرہ کرنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

(۱) قبور مسلمین کی زیارت سنّت اور مزارات اولیاء کرام و شہداء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی حاضری سعادت بر سعادت اور انھیں ایصال ثواب مندوب وثواب۔ اور مالیدہ وشیرینی خصوصیاتِ عرفیہ میں اگر وجوب

---

[1] حدیقۃ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ نوع ۳۳ الکلام فی حال الخطبۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۳۰۹

نہ جانے حرج نہیں، اور قبر پر لے جانے کی نہ ضرورت نہ اس میں معصیت۔ ہاں اسے شرعًا لازم جانے بغیر اس کے فاتحہ کا قبول نہ سمجھے تو یہ اعتقاد فاسد ہے، اس اعتقاد سے احتراز لازم ہے۔ قبور مسلمین خصوصًا اولیاء پر پھول چڑھانا حسن ہے، عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح فرمائی۔ مگر شیرینی وغیرہ جو اس قسم کی چیزیں لے جائے اس کو قبر پر نہ رکھے۔ یہ ممنوع ہے۔

(۲) جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی، اس کی زیارت کرنی، فاتحہ دینی ہر گز جائز نہیں کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب، اور قبر کافر کی زیارت حرام ہے اور اسے ایصال ثواب کا قصد کفر،

قال اللہ تعالٰی وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ[1] وقال تعالٰی وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ[2] وقال تعالٰی اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَی الْكٰفِرِیْنَ[3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا اس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہونا۔ اور فرمایا، اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور فرمایا بیشک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۷: کسی اولیاء اللہ یا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر پھول یا کپڑے کی چادر منت مان کر چڑھانا کیسا ہے۔ چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

یہ منت کوئی شرعی نہیں اذلیس من جنسہ واجب (اس لیے کہ اس کی جنس سے کوئی واجب نہیں۔ت) ہاں پھول چڑھانا حسن ہے کماتقدم (جیسا کہ گزر چکا۔ت) اور قبور اولیائے کرام قدسنا اللہ باسرارہم پر چادر بقصد تبرک ڈالنا مستحسن ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ[4]۔	وہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچان ہو جائے تو انھیں ایذا نہ دی جائے۔ (ت)

امام عارف باللہ علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے **کشف النور عن اصحاب القبور**[5] میں اس کی تصریح فرمائی، پھر علامہ شامی نے عقود الدریہ میں اسے نقل کیا اور مقرر رکھا۔

[1] القرآن ۹/ ۸۴
[2] القرآن ۲/ ۱۰۲و۲۰۰
[3] القرآن ۷/ ۵۰
[4] القرآن ۳۳/ ۵۹
[5] کشف النور عن اصحاب القبور مع الحدیقۃ الندیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۴

مسئلہ ۱۶۸: از کلکتہ زکریا اسٹیٹ ۲۲ مسئولہ مولوی عبدالحق صاحب ومولوی مبارک کریم صاحب بمعرفت حاجی لعل خاں صاحب ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ نے مرید کو وصیت کی تھی کہ میری قبر کا کل سامان روشنی وقرآن خوانی ولنگر خان عرس وغیرہ کاتم انتظام کرنا۔ چنانچہ مرید نے بموجب وصیت تمام سامان کیا، کل اخراجات کامتکفل ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ جو لوگ چادر وشیرینی ونقد جنس مزار پر چڑھاتے ہیں وہ کس کا حق ہے؟ اس مرید کا جس نے یہ سامان اور اخراجات کئے اور جو خادم ہے یا وہ فرزندِ شیخ کا؟

الجواب:

چادر جومزار پر ڈالی جائے وہ کسی کا حق نہیں، نہ اس مرید خادمِ مزار کا، نہ فرزند صاحب مزار کا، نہ وہ وقف ہو، بلکہ وہ ڈالنے والے کی ملک پر رہتی ہے، جیسے کفن کہ تبرعًا کسی نے میّت کو دیا۔ درمختار میں ہے:

لایخرج الکفن عن ملك المتبرع [1]۔	کفن تبرع کرنے والے (بطور احسان دینے والے) کی ملک سے نہیں نکلتا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لوافترس المیّت سبع کان للمتبرع لاللورثة نهر [2]۔	اگر میّت کو کسی درندے نے کھالیا تو کفن جو رہ گیا وہ تبرع کرنے والے کا ہوگا ورثہ کا نہیں۔ نہر۔ (ت)

باقی اور چڑھاوے اگرچہ وہ چادریں ہوں جومزار پر نہ ڈالیں نہ اس پر ڈالنے کو دیں۔ بلکہ دیگر نذور کی طرح سمجھیں، ان میں عرف عام یہ ہے کہ خادم مزار ہی ان کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ اسی قصد سے لوگ لاتے اور اس کا انتفاع وتصرف دیکھتے، جانتے، روا رکھتے ہیں **والمعروف کالمشروط** (معروف، مشروط کی طرح ہے۔ ت) تو وہ خدمت والا ہی ان کا مالک ہے ترکہ نہیں کہ فرزند کو جائے۔ اور اس قسم کے چڑھاوے شرع میں کہیں مطلقًا منع نہیں، نہ یہ نذورِ شرعی، بلکہ عرف ہے کہ اکابر کے حضور جوکچھ لے جاتے اسے نذر کہتے ہیں، جیسے بادشاہ کی نذریں گزریں۔ بعض متاخرین نے منع کیا میّت کے لیے منت ماننے کو منع کیا ہے، وہ صورت یہاں عام مواقع میں نہیں، اکثر چڑھاوے منت ہی نہیں ہوتے، نہ یہ نذر شرعی نذر۔ اور یہاں مباحث نفسیہ ہیں کہ ہم نے تعلیقاتِ ردالمحتار میں ذکر کیں، معہذا امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی سیدی اسمٰعیل بن عبدالغنی قدس سرہ القدسی

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۱

[2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ، مصر ۱/ ۵۷۱

حدیقہ ندیہ شریف میں فرماتے ہیں:

ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرك بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذلك علی حصول شفاء اوقدم غائب فانه مجاز عن الصدقة علی الخادمین بقبورھم کما قال الفقھاء فیمن دفع الزکوٰۃ لفقیر وسماھا قرضا صح لانه العبرة بالمعنی لاباللفظ وکذلك الصدقة علی الغنی ھبة والھبة للفقیر صدقة[1]۔	اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت اور اولیاء وصالحین کے مزارات سے برکت لینا اور کسی بیمار کی شفایابی یا کسی غائب کی آمد کی شرط کرکے ان کے لیے نذر پیش کرنا کہ دراصل یہ قبروں کے خدام پر صدقہ سے مجاز ہے جیسا کہ فقہا نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو فقیر کو زکوٰۃ دے اور اسے قرض کہے تو زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے اس لیے کہ اعتبار معنی کا ہے لفظ کا نہیں، اسی طرح غنی پر صدقہ ہو تو ہبہ وعطیہ ہے اور فقیر کو ہبہ ہو تو صدقہ ہے۔(ت)

نذر اولیاء کا نفیس بیان ہمارے فتاوٰی افریقہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۹تا۱۷۶: از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسائل میں کہ:

(۱) مردہ کے نام کھانا جو امیر وغریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہیے اور کس کو نہیں؟ اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا مصلّی امیر وغریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بزرگوں کے مزار پر عرُسوں میں یا اس کے علاوہ میں عورتیں جاتی ہیں یا ناپاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب میں حاجت برآری کے لیے، اور وہاں ٹھہرتی ہیں اور ان کے لیے ٹھہرنے کے لیے وہی قبرستان ہے، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ باتیں بری ہیں تو اس بزرگ میں تصرف اور قوت اس کے روکنے کی ہے یا نہیں؟ اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگان میں آنے والے ان کے مہمان ہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کرسکتے، اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وہ تصرف کرسکتے تو وہاں رنڈیاں گاتی ہیں، ناچتی ہیں، بجاتی ہیں، عورتیں غیر محرم رہتی ہیں، ان کے بچے پیشاب وغیرہ کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے، یہ کہنا اور اس کی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں؟ اس کا کیا جواب؟

(۳) بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی غیبی سے ہوتی ہے یہ کیسی ہے اور اس سے اس صاحب مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الناس والاربعون الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۵۱

(۴) بزرگوں کے مزار پر فاتحہ، قرآن پڑھنے اور کھڑے ہو کر وسیلہ چاہنے کے لیے عمارت بنادے اور عرس کرے کرائے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۵) قبر پر درخت لگانا، دیوار کھینچنا یا قبرستان کی حفاظت کے لیے اس کے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) کسی بزرگ کے روضہ کے گرد قبریں اور وسعت جگہ کے لیے اس قبہ سے لگا کر اسی گرد کے قبر پر مثل سائبان کے پایہ زینہ دے کر چھپّر ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحب مزار ولی اللہ سے ظاہر طریقہ سے ہمکلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں؟

(۸) کوئی شخص اپنی زندگی میں قُل کرائے، فاتحہ پڑھوائے، آیا جائز ہے یا نہیں، اور اس کا ثواب اپنے لیے بعد وفات رکھے، یعنی یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اس کا ثواب ملے۔

الجواب:

(۱) مردے کا کھانا صرف فقراء کے لیے ہو، عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے، غنی نہ کھائے، کما فی فتح القدیر ومجمع البرکات (جیسا کہ فتح القدیر اور مجمع البرکات میں ہے۔ت)

(۲) عورتوں کو مقابر اولیاء ومزارات عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ اولیاء کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بیشک حق ہے۔ اور وہ بیہودہ دلیل محض باطل ہے۔ اصحاب مزارات دارِ تکلیف میں نہیں وہ اس وقت محض اہل تکوینیہ کے تابع ہیں، سیکڑوں ناحفاظیاں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں اللہ عزوجل تو قادر مطلق ہے کیوں نہیں روکتا؟ حاضرانِ مزار مہمان ہوتے ہیں مگر عورتیں ناخواندہ مہمان۔

(۳) اگر منجانب اللہ ہے تو ضرور بزرگی ثابت ہوتی اور اگر بزرگی ثابت ہے تو منجانب اللہ ہے ورنہ امر متحمل ہے۔ شیطان بھی بہت کرشمے دکھاتا ہے، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ازواج مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں ایک شمع روشن ہو جاتی، ایک روز حضور نے ملاحظہ فرمایا اسے بجھادیا اور فرمایا کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے پھر ایک ربانی نور ان کے ساتھ فرمادیا کما فی بھجۃ الاسرار ومعدن الانوار (جیسا کہ بہجۃ الاسرار اور معدن الانوار میں ہے۔ت)

(۴) جائز ہے کما فی مجمع بحار الانوار (جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں ہے۔ت) ہاں منکراتِ شرعیہ مثل رقص ومزامیر سے بچنا لازم ہے۔

(۵) حفاظت کے لیے حصار بنانے میں حرج نہیں۔ اور درخت اگر سایہ زائرین کے لیے ہوں تو اچھا ہے

مگر قبر سے جدا ہوں۔

(۶) کسی قبر پر کوئی پایہ چُننا جائز نہیں۔

(۷) بکثرت ہیں کہ امام جلال الدین (سیوطی) کی شرح الصدور وغیرہ میں مذکور۔

(۸) جائز ہے اور قبول ہوا تو ثواب ملے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۷۷: از گوالیار مرسلہ مولوی محمود الحسن صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کو قبروں پر فاتحہ کو جانا درست ہے یا نادرست؟

الجواب:

اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۷۸: از نصیر آباد تعلقہ جل گاؤں ضلع خانداس مرسلہ بسم اللہ منشی ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیارت قبور میں عورتوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ دیگر کسی کے بزرگوں کے پاس سے پشت در پشت کسی اولیاء اللہ کی مجاوری اور خدمت گزاری ملی ہے تو فاتحہ دینا اس قبر پر صندل چڑھانا، غلاف چڑھانا، مجاور مرد لوگ موجود ہو کر عورت کو جائز ہے، اس مزار پر ہمیشہ مرد مجاور رہا کرتے ہیں، وہ عورت مجاور کے خاندان سے ہے مگر نہایت بد چلن ہے۔ اس عورت کو کیا اختیار ہے؟

الجواب:

عورتوں کو زیارت قبور منع ہے۔ حدیث میں ہے: **لعن اللہ زائرات القبور**[1] اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں، مجاور مردوں کو ہونا چاہئے، عورت مجاور بن کر بیٹھے اور آنے جانے والوں سے اختلاط کرے یہ سخت بد ہے، عورت کو گوشہ نشینی کا حکم ہے، نہ یوں مردوں کے ساتھ اختلاط کا، جس میں بعض اوقات مردوں کے ساتھ اسے تنہائی بھی ہوگی، اور یہ حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۷۹: از پٹنہ مرسلہ ابوالمساکین مولوی ضیاء الدین ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کے واسطے زیارت قبور درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **لعن اللہ زوارت القبور**[2] (قبروں کی زیارت

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب زیارۃ القبور ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/ ۶۹

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث حسّان بن ثابت دار الفکر بیروت ۳/ ۴۴۲

کو جانے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ت) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الافزوروھا[1]۔	میں نے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، سن لو اب ان کی زیارت کرو۔(ت)

علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد الٰہی میں عورات بھی داخل ہوئیں یا نہیں، اصح یہ ہے کہ داخل ہیں **کما فی البحر الرائق** (جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ت) مگر جوانیں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حُزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔

اقول: قبور اقرباء پر خصوصًا بحال قُرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزارات اولیاء پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز تو سبیل اطلاق منع ہے ولہٰذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا البتہ حاضری وخاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے۔ اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۸۰: ازتر پول سولول ڈاکخانہ ہرول ضلع در بھنگہ بلگرام چرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۸ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

کوئی آدمی کسی قبرستان میں ایک مسلمان قبر پر بزرگ سمجھ کر اس کی قبر پر درگاہ بنا کر کوئی تاریخ مقرر کرکے ہر سال میلہ لگاتا ہے۔ ہر پیر وجوان عورت واسطے عرض اپنے وہاں جمع ہوتی ہیں، بلکہ عورت مرد کا مجمع کثیر ہوتا ہے اور بڑے بڑے عہدہ دار یا ہندو کو دعوت دے کر بلاتے ہیں جس میں ڈھول باجے اور فونو گرام وغیرہ بھی بجتا ہے اور عورت لوگ اس بزرگ کی قبر پر پھول، خصی مرغے، سرنی وغیرہ چڑھاتے ہیں، اور اس قبرستان پر پیشاب پاخانہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا ہے اس درگاہ کی شرکت کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز، او شرکت کرنے والے کو برا سمجھیں یا اچھا، اور اس درگاہ کا متولی چھوٹی قوم ہے مونچھ داڑھی سے زیادہ رکھتا ہے اور رہاتھ میں لوہے کا مالا پہنتا ہے اور رہاتھ میں لوہے کا چھرار کھتا ہے اور رلوگوں کو گالی فحش دیتا ہے اور لوگ جو شرکت کرتے ہیں اسے بزرگ اور پیر سمجھتے ہیں، ایسے لوگ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز، اس لیے دور رہنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

اولیاء کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجالس کرنا اور اس کا

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

ثواب ارواح طیبہ کو پہنچانا جائز ہے۔ جبکہ منکرات شرعیہ مثل رقص ومزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ عورتوں کو قبور پر ویسے جانا نہ چاہیے نہ کہ مجمع میں بے حجابانہ اور تماشے کا میلہ کرنا، اور فونو وغیرہ بجوانا، یہ سب گناہ وناجائز ہیں۔ جو شخص ایسی باتوں کا مرتکب ہو اسے امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ

جُمَلُ النّورفی نہی النساء عن زیارۃ القبور ۱۳۳۹ھ

(نور کے جملے، عورتوں کو زیارت قبور سے روکنے کے بارے میں)

بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۱۸۱: مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب مدرس اول مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات محلّہ جمال پور ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جس میں بحرالرائق و تصحیح المسائل مولانا فضل رسول صاحب رحمہ اللہ علیہ کے حوالے سے عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کو جانے کی اجازت پر زور دیا گیا تھا، ان کو یہ جواب بھیجا گیا۔

الجواب:

مولانا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کی دو رجسٹریاں آئیں، تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں تھی، ، میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے، مدت ہوئی اس بارے میں میرا فتوٰی تحفہ حنفیّہ میں چھپ چکا، میں اس رخصت کو جو بحرالرائق میں لکھی ہے مان کر نظر بحالات نساء سوائے حاضری روضہ انور کہ واجب یا قریب بواجب ہے۔ مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیہ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہر گز پسند نہیں کرتا، خصوصا اس طوفان بے تمیزی رقص ومزامیر وسرود

میں آج کل جُہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت تومیں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا نہ کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حُدی خوانی بالحان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرما کرانھیں نازک شیشاں فرمایا۔ والسلام

مولوی صاحب نے دوبارہ رجسٹری بھیجی۔ جس پر جواب ارسال ہوا۔

مسئلہ: ازاحمد آباد گجرات محلّہ جمال پور مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

مخدومی مکرمی معظمی جناب مولانا صاحب دام مجدکم، بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کے واضح رائے عالی ہو کہ محبت نامہ موصول ہو۔ فتوٰی کو آپ کے دیکھا، حضرت مولانا! مجھے آپ اس مسئلہ میں سمجھائے کہ مسجد نبوی میں تین سو مرد اور ایک سو ستر عورتیں تھیں، یہ منافقین آخری صف میں کھڑے ہوئے تھے اور عورتوں کو جھانکتے تھے، نماز فجر وعشاء میں عورتیں توجہ انوار حقیقت محمدی وحقیقت قرآن کے لیے حاضر ہوتی تھیں تو منافقین کی نالائق حرکت کا انتظام خدائے تعالٰی اور قرآن عظیم نے یہ نہ کیا کہ منافقین اور فیض لینے والی عورتوں کو یہ حکم دیا ہوتا کہ دونوں مسجد نبوی میں جمع نہ ہوں، اور فیض رسانی عورتوں کی اس بہانے سے بند نہ ہوئی بلکہ انتظام رسانی یہ ہوا کہ

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ ﴿۲۴﴾ [1] وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾ [2]	بیشک ہمیں معلوم ہیں تم میں کے آگے والے اور پیچھے والے اور بیشک تمھارا رب ان کو جمع کرے گا۔ بلاشبہہ وہ حکمت والا علم والا ہے۔ (ت)

اور انتظام حضرت نبی علیہ الصلٰوۃ والسّلام نے یہ کیا:

خیر صفوف الرجال اولھا وشرھا اٰخرھا و خیر صفوف النساء اٰخرھا وشرھا اولھا [3]۔	مردوں کی صفوں میں سب سے بڑھ کر اگلی ہے اور سب سے کم تر پچھلی، اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر پچھلی ہے اور سب سے کم تر اگلی ہے۔ (ت)

مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہوئی اس کو بندہ مانتا ہے، فیض حقیقت محمدی وحقیقت قرآن لینے کو باپردہ پانچ دس عورتیں محلّہ کی مل کر مرشد کے مکان پر جائیں اور مرشد طریقت مرتعش اور شیخ فانی پردہ میں بٹھا کر ان کو توجہ حقیقت محمدی اور قرآن کی دے اس پر حکم حُرمت لگانا غلط اور فیض محمدی کا مقابلہ اور مورد یُرِیْدُوْنَ اَنْ

---

[1] القرآن ۱۵/ ۲۴

[2] القرآن ۱۵/ ۲۵

[3] صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۲

یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ[1] (اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھانا چاہتے ہیں۔ت) بنتا ہے۔ شیخ طریقت تو اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ[2] الآیۃ (بیشک ہم نے امانت پیش کی الآیۃ۔ت) میں جو امانت ہے اس کو ذاکرات کے سینہ میں باپردہ بٹھا کر توجہ دے کر جماتا ہے۔ اور یہ اس امانت کی جڑ اکھاڑتا ہے۔ یہ فیض جڑ اکھاڑنے والے کو بے وقار کرکے اکھاڑ دے گا۔ محمدی المشرب سنتِ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرتا ہے۔ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے عورتوں کو توجہ دی، اول مرید کرکے، یہ بھی عورتوں کو مرید کرکے توجہ دیتا ہے۔ طریقہ عالیہ قادریہ کی توجہ کلمہ طیبہ کے ذکر کی ہوگی، اب عورتوں کو پردہ میں بٹھا کر ذکر کلمہ طیبہ کا بتایا جائے گا ضربِ الا اللہ قلب پر مارنا سکھایا جائے گا۔ پردہ میں عورت خلیفہ مرشد طریقت کی بیٹھ کر ذکر کلمہ طیبہ کا سکھاتی ہے اور مرشدِ طریقت اونچ نیچ سمجھاتے ہیں، پردہ میں ایک عورت نہیں محلّہ کی دس پندرہ عورتیں بیٹھیں ہیں، یہاں خلوتِ اجنبیہ کا حکم نہیں لگتا۔ یہ جلوت ہے۔ جلوت میں فیض رسانی طریقت عالیہ قادریہ کی ہوتی ہے۔ اور اسی طرح اس مجلس میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی توجہ بھی عورتوں کو دی جاتی ہے۔ بریلی میں حاضری کا کئی بار موقع ہوا ہے، وہاں یہ عمل دیکھنے میں نہیں آیا، نہ وہاں سُنا کہ کوئی مشائخ یہ کرتے ہیں ہمارے یہاں ڈولی میانہ مشکل سے ملتا ہے، غرباء مساکین میں قدرت ان سواریوں میں بیٹھنے کی نہیں۔ اور نہ قرآن عظیم نے ڈولی ومیانہ کا حکم دیا ہے ــــــ

یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ[3] (ان پر اپنی چادریں ڈال دیں۔ت)

اور قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ[4] وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ[5] (ایمان والے مردوں سے فرماؤ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور ایمان والی عورتوں سے فرماؤ اپنی نظریں پست کریں۔ت) وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ[6] (اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔ت) اس پردہ پر احمد آباد کی ذاکرات کا عمل ہے۔ عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۴ ص ۷۸:

حاصل الکلام من ھذا کلہ ان زیارۃ القبور مکروھۃ للنساء بل حرام فی ھذا الزمان لاسیّما نساء مصر لان خروجھن علٰی وجہ الفساد والفتنۃ وانما رخصت الزیارۃ لتذکر امر الاٰخرۃ	حاصل یہ کہ عورتوں کے لیے زیارت قبور مکروہ ہے بلکہ اس زمانے میں حرام ہے خصوصًا مصر کی عورتوں کے لیے اس لیے کہ ان کا جانا فتنہ اور خرابی کے طور پر ہوتا ہے زیارت کی رخصت اس لیے ہوئی تھی کہ امر آخرت کو

[1] القرآن ۹/ ۳۲
[2] القرآن ۳۳/ ۷۲
[3] القرآن ۳۳/۵۹
[4] القرآن ۲۴/۳۰
[5] القرآن ۲۴/۳۱
[6] القرآن ۲۴/۳۱

وللاعتبار بمن مضی وللتزھد فی الدنیا[1]	یاد کریں، وفات پانے والوں سے عبرت لیں، اور دنیا سے بے رغبت ہوں۔(ت)

یہ حکم مصر کی بغایہ مغنیہ دلالہ کا ہے اس حکم کو نیک بخت عورتوں پر لگانا غلط ہے۔ لوادرك رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مااحدثت النساء (اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ دیکھتے جو عورتوں نے اب پیدا کیا۔ت) کی شرح عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۰ میں ہے:

بعضھن یغنین باصوات عالیۃ مطربۃ منھن صنف بغایا[2]	ان میں کچھ ایسی ہوتی ہیں جو طرب انگیز بلند آوازوں سے گاتی ہیں اور کچھ بدکار قسم کی ہیں۔(ت)

احمد آباد میں تین کوس درگاہ حضرت گنج احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ہے، مکان بہت پر فضا ہے اور تالاب سنگین ہے، وہاں دھنے کی قوم کی اور لکڑ بیچنے والی قوم کی عورتیں لہنگا ساڑھی پہن کر جاتی ہیں اور گربے گاتی ہیں اور ان کی قوم کی ضیافتیں ہوتی ہیں اس میں وہ عورتیں گربے گاتی ہیں، حلقہ عورتوں کا بن جاتا ہے اور تالی بجاتی ہیں اور پھرتی جاتی ہیں رنڈیوں کی طرح گیت گاتی جاتی ہیں ان پر بل حرام فی ھذا الزمان لاسیما نساء مصر (بلکہ اس زمانے میں خصوصًا زنانِ مصر کے لیے حرام ہے۔ت) کا حکم برابر عمدہ طور پر چسپاں ہے۔ اور غنیۃ المستملی کے صفحہ ۵۹۵ میں وان یکون فی زماننا للتحریم لمافی خروجھن من الفساد[3] اھ (ہمارے زمانے میں تحریم کے لیے ہوگا کیونکہ ان کے جانے میں خرابیاں ہیں اھ۔ت) اور جو عورتیں قوالی رنڈیوں کی اور قوالی مردوں کی سننے جاتی ہیں ان کو زیارت القبور کو جانا حرام ہے، ان کے حرام ہونے سے ذاکرات اور فیض لینے جانے والی عورتوں کو کیا نقصان، اگرچہ ایک عورت ہزاروں میں ایک ہو۔ دس ہزار آدمیوں نے کُتے اور خنزیر کے گوشت کی بریانی پکائی ہے اور ایک نے بکری کے گوشت کی بریانی پکائی۔ دونوں بریانوں پر حکم حرمت اور حکم حلت غلط، او کتے کی بریانی پر حکم اور بکری کے بریانی پر حکم حلت صحیح، دونوں کا حکم جدا مفتی کو بیان کرنا پڑھے گا۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَسْتَوٗنَ ۟[4] اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ ۟[5]۔	توکیا جو مومن ہے فاسق کی طرح ہوگا؟ دونوں برابر نہیں۔ یا پرہیزگاروں کو ہم بدکاروں کی طرح کردیں؟(ت)

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب زیارت لقبور حدیث ۴۲ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/ ۷۰
[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد حدیث ۲۵۰ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۶/ ۱۵۸
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی لاجنائز البحث الخامس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۴
[4] القرآن ۳۲/ ۱۸
[5] القرآن ۳۸/ ۲۸

اساف اور نائلہ نے جاہلیت میں (خانہ کعبہ کے اندر) زنا کیا اور قدرت الٰہیہ نے دونوں کو مسخ کر دیا ایسے متبرک مکان میں دونوں نے خباثت کی، یا کوئی سفر حرمین طیبین میں خبیث عمل سے پیش آئے تو کیا خبیث کی خباثت کو دیکھ کر اور اسی سے استناد کرکے عورتوں کے حج وزیارت حضرت نبی علیہ الصلٰوۃ والسلام کے عدم جواز کا فتوٰی جاری کر دیا جائے گا۔ ہر گز نہیں، حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس میں غربی دیوار میں کلام مجید رکھا ہے۔ اس دیوار کے پیچھے عورتیں بیٹھ کر توجہ لیتی ہیں۔ ذکر مراقبہ کرتی ہیں، بُرقع اوڑھ کر آتی ہیں، اختلاط مردوں اور عورتوں کا یہاں بالکل نہیں، اب یہ عورتیں نوراللہ دل میں بھرنے کے لیے حاضر ہوتی ہیں یہ فیض رسانی حقیقت محمدی کی عورتوں کو خواجہ غریب نواز قدسہ سرہ، العزیز کرتے ہیں، اوراس فیض میں وہ قوت ہیں کہ لاکھوں کوسوں سے فیض لینے والیوں کو آپ بلالیتے ہیں۔ یہ جگہ مقام قوالی سے دور ہے اور نماز فجر سے اشراق تک اور مغرب سے عشاء کے بیچ میں اس پردے والے مکان میں عورتیں جمع ہو کر فیض لیتی ہیں اور اس وقت نقصان قوالی کا بالکل نہیں، اور یہ عورتیں نیک بخت پردہ نشین بُرقع اوڑھ کر آنے والی ہیں، آپ نے اس کو آنکھوں سے نہیں دیکھا اور میں نے اسکو آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بندہ اس کو شہادت کے طور پر بیان کرسکتا ہے۔ اور آپ کو آنکھوں سے دکھا کر تسلی کرسکتا ہے۔ اب ان عورتوں پر حکم حرمت لگانا غلط ہے۔ سرخیز قصبہ احمد آباد میں جو عورتیں گربے گانے والیاں فاحشات، مغنیات اور رنڈئیں اور باپردہ سوالاکھ کلمہ طیب کا ختم پڑھنے والی، ذکر حفی، مراقبہ۔ فیض حقیقت محمدی لینے والی ذاکرات پر رنڈیوں کا حکم لگا کر دونوں کو ایک پھانسی میں لٹکا دینا غلط ہے۔ حقوق اولیاء وخیر خواہی اولیاء وخیر خواہی سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ نہیں الدین النصیحۃ للّٰہ ولرسولہ وللمؤمنین [1] (دین خیر خواہی ہے اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے۔ ت) یہ کہاں ہوئی۔ اولیاء فیض حقیقت محمدی کا دینے کو ذاکرات کو بلاتےُ ہیں، وہ باپردہ اور شریعت کے احکام کو سرپر رکھ کر حاضر ہوتی ہیں اور مفتی ان پر حکم عدم جواز لگائیں، اس صورت میں فیض حقیقت محمدی کو روکنا ہے۔ اس کا نام دوستی حضرت نبی علیہ الصلٰوۃ والسلام نہیں، ہم آپ سے چھوٹے اور آپ کے اقدام کو اپنے سروں پر رکھنے والے ہیں، مگر آپ کا قدم صراطِ مستقیم سے پھسل گیا تو عرض کرنا چاہئے ہُدہُد دوپیسے کی چڑیا حضرت سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے:

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ﴿۲۲﴾ [2] ۔	میں نے وہ دیکھا جو آپ نے نہ دیکھا اور میں آپ کے شہر سبا سے یقینی خبر لایا ہوں۔ (ت)

[1] السنن للنسائی کتاب البیعۃ النصیحۃ للامام نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۸۵/۲

[2] القرآن ۲۷/۲۲

اول تو ایک مدت سے آنکھیں آپ کی رمد میں مبتلا ہیں اور ہاتھ بڑوں بڑوں سے ملایا ہے۔ طبیعت پریشان ہے۔ یہ قلم اس وقت میرانہ سمجھئے، آپ کے ہم غلام ہیں تو دست بستہ عرض کرتے ہیں، اس کو آپ بغاوت نہ سمجھیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو زیارت قبور کے وقت سلام کرنا حضرت نبی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے بتایا مشکٰوۃ شریف، مسلم شریف، نسائی جزا صفحہ ۶۳۵ میں ہے:

ایں دلالت دارد بر جواز مر نساء را[1]۔	اس میں عورتوں کے لیے جواز زیارت کی دلیل ہے۔ (ت)

امام نووی شرح مسلم کی جلد ا صفحہ ۳۱۴ میں فرماتے ہیں:

فیہ دلیل لمن جوز للنساء زیارۃ القبور[2]۔ الخ	اس میں عورتوں کے لیے زیارت قبور جائز ماننے والوں کے لیے دلیل ہے۔ (ت)

فتح الباری پارہ ۵ مطبع انصاری دہلی ص ۶۶۲ میں ہے:

اختلف فی النساء فقیل دخلن فی عموم الاذن وھو قول الاکثر ومحلہ اذا امنت الفتنۃ[3]۔	عورتوں کے بارے میں اختلاف ہوا، کہا گیا کہ اجازت کے عموم میں یہ بھی داخل ہیں، اور یہی اکثر قول ہے۔ اور اس کا حکم کا موقع فتنہ سے امن کی حالت میں ہے (ت)

اب تطبیق سمجھ لیجئے کہ گربے گانے والی۔ قوالی سننے والی عورتوں کے لیے زیارت قبور اولیاء کو جانا حرام اور فیض الٰہی لینے والی عورتوں کو باپردہ شریف کے احکام کو بجالا کر ناجائز، میں نے مسئلہ اس طرح مشرح بیان کیا ہے۔ اس کو آپ صحیح سمجھتے ہیں یا میری سمجھ میں کوئی غلطی ہے مجھے سمجھائے، آپ میرے مربی اور قبلہ وکعبہ حاجات ہیں، خدا تعالٰی آپ کو صحت کُلیہ عاجلہ عطافرمائے، آمین ثم آمین!

رقیمہ حکیم عبدالرحیم عفی عنہ مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات دکن جمالپور مسجد کانچ ۱۵ ربیع الاول شریف اور مصطفٰی میاں کو پاس بٹھا کر جواب ان سے لکھوا کر میری تسلّی کردیجئے، میں غلط سمجھا ہوں تو صحیح سمجھائے، اور وہ فتوٰی جو تحفہ حنفیّہ میں عدم جواز زیارت قبور نساء کے بارے میں ہے اس کی نقل بھی کروا کر روانہ فرمائے، اس کے دلائل سے بھی واقف ہونا بندہ چاہتا ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکٰوۃ باب زیارۃ القبور فصل ثالث نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۱۹

[2] شرح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الذھاب الٰی زیارۃ القبور نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۳۱۴

[3] فتح الباری شرح البخاری باب زیارۃ القبور مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۳۹

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط نحمدہ، ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

مولانہ المکرم اکرم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کی رجسٹری ۱۵ ربیع الاوّل شریف کو آئی۔ میں ۱۲ ربیع الاول شریف کی مجلس پڑھ کر شام ہی سے ایسا علیل ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا، میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا، آج تک یہ حالت ہے کہ دروازہ سے متصل مسجد ہے چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد لے جاتے اور لاتے ہیں میرے نزدیک وہی دو حرف کہ اول گزارش ہوئے کافی تھے اب قدرے تفصیل کروں،

(۱) پہلے گزارش کرچکا کہ عبارات رخصت میری نظر میں ہیں، مگر نظر بحال زمانہ میرے نہ میرے بلکہ منافقین کے باعث عورتوں کو مسجد کریم میں حاضری سے اللہ جل وعلا ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ممانعت نہ فرمائی بلکہ منافقوں کو تہدید وترہیب ارو مردوں کو تقدم عورتوں کو تاخر کی ترغیب فرمائی اور میں اتنا اور زائد کرتا ہوں کہ صرف یہی نہیں بلکہ نساء کو حضور نے عیدین کی سخت تاکید فرمائی، یہاں تک حکم فرمایا کہ برکت جماعت ودُعاء مسلمین لینے کو حیض والیاں بھی نکلیں، مصلّی سے الگ بیٹھیں، پردہ نشین کنواریاں بھی جائیں، جس کے پاس چادر نہ ہو ساتھ والی اپنی چادر میں لے لے۔ صحیحین میں ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

امرنا ان نخرج الحیض یوم العیدین وذوات الخدور فیشھدن جماعۃ المسلمین ودعوتھم وتعتزل الحیض عن مصلاھن قالت امرأۃ یارسول اللہ احدٰنا لیس لھا جلباب قال لتلبسھا صاحبتھا من جلبابھا[1]۔	ہمیں حکم دیا گیا کہ عیدین کے دن حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو بھی ساتھ لے جائیں تاکہ یہ بھی مسلمانوں کی جماعت اور دعا میں شریک ہوں اور حیض والیاں نماز کی جگہ سے الگ رہیں، ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ ہم میں کوئی عورت ایسی بھی ہوتی ہے جس کے پاس چادر نہیں، فرمایا: اس کے ساتھ والی اپنی چادر کا حصہ اُڑھادے۔ (ت)

اور یہ صرف عیدین میں ہی امر نہیں بلکہ مساجد سے عورتوں کو روکنے سے مطلقًا نہی بھی ارشاد ہوئی کہ اللہ کی

[1] صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ العیدین نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۹۱، صحیح البخاری کتاب صلٰوۃ العیدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۴

باندیوں کواللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ مسند احمد و صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتمنعوا اماء الله مساجد الله [1]۔	اللہ کی باندیوں کواللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ (ت)

یہ [عـہ] حدیث صحیح بخاری کتاب الجمعہ میں بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاامر وجوب کے لیے ہےاور نہی تحریم کے لیے، اور فیض وبرکت لینے کا فائدہ خود حدیث میں ارشاد ہوا۔ باینہمہ آپ ہی لکھتے ہیں کہ مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہوئی اس کو بندہ مانتاہے۔ درمختار کی عبارت آپ کے سے مخفی نہ ہوگی کہ:

یکرہ حضورھن الجماعة والجمعة وعید ووعظ مطلقا ولوعجوز الیلا علی المذھب المفتی به لفساد الزمان [2]۔	جماعت میں عورتوں کی حاضری___ اگرچہ جمعہ، عیداور وعظ کے لیے ہو___ مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ بوڑھی عورت رات کو جائے، یہی وہ مذہب ہے جس پر فسادِ زمانہ کے باعث فتوٰی ہے۔ (ت)

اسی طرح اور کتب معتمدہ میں ہے۔ ائمہ دین نے جماعت وجمعہ وعیدین درکنار وعظ کی حاضری سے بھی مطلقاً منع فرمادیا اگرچہ بڑھیاہو، اگرچہ رات ہو۔ وعظ سے مقصود تو صرف اخذِ فیض وسماع امر بالمعروف ونہی عن المنکر وتصحیح عقائد واعمال ہے کہ توجہ مشیخت سے ہزار درجہ اعظم اوراس کی اصل مقدم ہے۔ اس کا فیض بے توجہ مشیخت بھی عظیم مفید ودافع ہر ضرر وشدید ہے۔ اور یہ نہ ہو توجہ مشیخت کچھ مفید نہیں بلکہ ضرر سے قریب نفع سے بعید ہے۔

عــہ: غیرانه لم یصرح فیه باسم الصحابی فقیل عن عمر کما عند عبدالرزاق واحمد قیل عن ابن عمر کما عند مسلم واحمد والله تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

مگراس میں صحابی کے نام کی صراحت نہیں، کہاگیاکہ یہ روایت حضرت عمر سے ہے جیساکہ مصنف عبدالرزاق اور مسند امام احمد میں ہے۔ اور کہاگیاکہ حضرت ابن عمر سے ہے رضی اللہ تعالٰی عنہما، جیساکہ صحیح مسلم اور مسند امام احمد میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] صحیح مسلم شریف باب خروج النساء الی المساجد نور محمد اصح لمطابع کراچی ۱/ ۱۸۳، صحیح البخاری کتاب الجمعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۳

[2] درمختار باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

کیاامام اعظم وامام ابویوسف وامام محمد وسائر آئمہ مابعد رضی اللہ تعالٰی عنہم کو فیض حقیقت اقدس سے روکنے والا اور **معاذ اللہ معاذاللہ** یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـٴُـوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ[1] (خدا کا نور اپنے منہ سے بجھانا چاہتے ہیں۔ت) میں داخل ماناجائے گا، حاشا یہ اطبائے قلوب ہیں، مصالح شرع جانتے ہیں۔

(۲) صحیح بخاری و صحیح مسلم وسُنن ابی داوٗد میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ارشاد اپنے زمانہ میں تھا:

لو ادرك رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علہ وسلم مااحدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء نبی اسرائیل[2]۔	اگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انھیں مسجد سے منع نہ فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کردی گئیں۔

پھر تابعین ہی کے زمانے سے ائمہ نے ممانعت شروع فرمادی، پہلے جوان عورتوں کو پھر بوڑھیوں کو بھی، پہلے دن میں پھر رات کو بھی، یہاں تک کہ حکم ممانعت عام ہوگیا، کیااس زمانے کی عورتیں گربے والیوں کی طرح گانے ناچنے والیاں یا فاحشہ دلالہ تھیں اب صالحات ہیں یاجب فاحشات زائد تھیں اب صالحات زیادہ ہیں یاجب فیوض وبرکات نہ تھے اب ہیں یاجب کم تھے اب زائد ہیں، حاشہ بلکہ قطعًا یقینا اب معاملہ بالعکس ہے۔اب اگر ایک صالحہ ہے توجب ہزار تھیں، جب اگر ایک فاسقہ تھی اب ہزار ہیں، اب اگر ایک حصہ فیض ہے جب ہزار حصے تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یأتی عام الا والذی بعدہ شر منہ[3]۔	جو سال بھی آئے اس کے بعد والا اس سے بُرا ہی ہوگا۔(ت)

بلکہ عنایہ امام اکمل الدین بابرتی میں ہے کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا، وہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس شکایت لے گئیں، فرمایا: اگر زمانہ اقدس میں حالت یہ ہوتی حضور عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔

حیث قال ولقد نہی عمر رضی اللہ تعالٰی	وہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عورتوں کو

---

[1] القرآن ۹/۳۲

[2] صحیح مسلم باب خروج النساء الی المساجد نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۳

[3] صحیح البخاری باب الایاتی الزمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۴۷، فتح الباری شرح البخاری باب الایاتی الزمان الخ دارالمعرفۃ بیروت ۱۳/ ۱۷

عنہ النساء عن الخروج الی المساجد فشکون الٰی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فقالت لو علم البنی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماعلم عمر ماأذن لکن فی الخروج[1]۔	مسجد جانے سے روک دیا، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہاکے پاس شکایت لے کر گئیں، انھوں نے فرمایا: اگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ دیکھتے جو حضرت عمر نے دیکھا تو وہ بھی مسجد جانے کی اجازت نہ دیتے۔(ت)

پھر فامایا:

فاجتمع بہ علماؤنا و منعوا الشواب عن الخروج مطلقا امام العجائز فمنھن ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن الخروج فی الظھروالعصر دون الفجر والمغرب والعشاء والفتوی الیوم علٰی کراھۃ حضورھن فی الصلوات کلھا الظھور الفساد[2]۔	اسی سے ہمارے علماء نے استدلال کیا، اور جوان عورتوں کو جانے سے مطلقًا منع فرمایا۔ رہ گئیں بوڑھی عورتیں، ان کے لیے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ظہر وعصر میں جانے سے ممانعت اور فجر، مغرب اور عشاء میں اجازت رکھی، اور آج فتوٰی اس پر ہے کہ تمام نمازوں میں ان کی بھی حاضری منع ہے اس لیے کہ خرابیاں پیدا ہوچکی ہیں۔(ت)

اسی عینی جلد سوم میں آپ کی عبارت منقولہ سے ایک صفحہ پہلے ہے:

وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ المراۃ عورۃ واقرب ماتکون الی اللہ فی قعر بیتھا فاذا خرجت استشرفھا الشیطان وکان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما یقوم یحصب النساء یوم المجمعۃ یخرجھن من المسجد وکان ابراہیم یمنع نساءہ الجمعۃ والجماعۃ[3]۔	یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں عورت سراپا شرم کی چیز ہے۔ سب سے زیادہ اللہ عزّو جل سے قریب اپنے گھر کی تہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے۔ اور امام ابراہیم نخعی تابعی استاذ الاستاذ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی مستورات کو جمعہ وجماعات میں نہ جانے دیتے۔

[1] العنایہ علی ھامش فتح القدیر باب الامامۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۱۷
[2] العنایہ علی ھامش فتح القدیر باب الامامۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۱۷
[3] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۶/ ۱۵۷

جب ان خیر کے زمانوں میں ان عظیم فیوض وبرکات کے وقتوں میں عورتیں منع کردیں گئیں، اور کاہے سے، حضور مساجد وشرکت جماعات سے، حالانکہ دین متین میں ان دونوں کی شدید تاکید ہے۔ تو کیا ان ازمنہ شرور میں ان قلیل یا موہوم فیوض کے حیلے سے عورتوں کو اجازت دی جائے گی، وہ بھی کاہے کی، زیارت قبور کو جانے کی، جو شرعا موکد نہیں، اور خصوصًا ان میلوں کھیلوں میں جو خدا نا ترسوں نے مزاراتِ کرام پر نکال رکھے ہیں، یہ کس قدر شریعت مطہرہ سے منافقت ہے۔ شرع مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ جب مصلحت پر سلب مفسدہ کو مقدم رکھتی ہے درء المفاسد اھم جلب المصالح (خرابیوں کے اسباب دور کرنا خوبیوں کے اسباب حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہے۔ت) جبکہ مفسدہ اس سے بہت کم تھا، اس مصلحت عظیمہ سے ائمہ دین امام اعظم وصاحبین ومن بعد ہم نے روک دیا، اور عورتوں کی مسلیں نہ بنائیں کہ صالحات جائیں، فاسقات نہ آئیں، بلکہ ایک حکم عام دیا جسے آپ ایک پھانسی میں لٹکانا فرمارہے ہیں، کیا انھوں نے یہ آیتیں نہ سنی تھیں

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا[1] اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ[2]	کیا جو ایمان والا ہے وہ اس کی طرح ہوگا جو نافرمان ہے؟ یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کردیں؟ (ت)

تو اب کہ مفسدہ جب سے بہت اشد ہے۔ اس مصلحت قلیل سے روکنا کیوں لازم ہوگا، اور عورتوں کی قسمیں کیونکر چھانٹی جائیں گی۔

(۳) صلاح وفساد قلب امر مضمر ہے اور دعوے کے لیے سب کی زباں کشادہ اور محقق ومبطل نامعلوم معہذا، اصلاح سے فساد کی طرف انقلاب کچھ دشوار نہیں، خصوصًا ہو الگ کر خصوصًا عورتوں کے دل کہ قلب کیلئے بہت آمادہ۔ ولهذا رويدك انجشة رفقا بالقوارير (انجشہ! آبگینوں کے ساتھ نرمی کی خاطر سواریاں آہستہ چلاؤ۔ت) ارشاد ہوا مرد کہ اپنے نفس پر اعتماد کرے احمق ہے نہ کہ عورت، نفس تمام جہاں سے بڑھ کر جھوٹا۔ جب قسم کھائے، حلف اٹھائے، نہ کہ جب خالی وعدوں پر امید دلائے ومایعدھم وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا[3] (اور شیطان انھیں فریب ہی کے وعدے دیتا ہے۔ت) بالخصوص اب کہ قطعًا فساد غالب اور صلاح نادر ہے۔ اس صورت میں مفتی کو تفصیل کیونکر جائز۔ یہ تفصیل نہ ہوگی بلکہ شیطان کو ڈھیل اور اس کی رسی کو تطویل۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الفائز بهذا مع السلامة اقل قليل	حرم پاک میں سکونت کرکے گناہ سے سلامت رہ جانیوالے

---

[1] القرآن ۱۸/۳۲

[2] القرآن ۲۸/۳۸

[3] االقرآن ۱۲۰/۴

فلا یبنی الفقه باعتبارھم ولایذکر حالھم قیدا فی الجواز، لان شان النفوس الدعوی الکاذبة و انھا لاکذب مایکون اذا حلفت فکیف اذا ادعت [1]۔ (ملخصاً)	حضرات کم سے کم تر ہیں فقہی کی بنیاد ان کے اعتبار سے نہ ہوگی، نہ ہی ان کا حال حکمِ جواز کی قید بنا کر مذکور ہوگا، (بلکہ اکثر کا اعتبار کرکے مطلقاً عدمِ جواز کا حکم دیا جائے گا) اس لیے نفس کا حال یہ ہے کہ وہ جھوٹے دعوے کرتا ہے اور وہ جب قسم کھائے اس وقت بھی سب سے زیادہ جھوٹا ہوتا ہے پھر جب صرف دعوی کرے اس وقت کیسا ہوگا!

ساداتِ ثلاثہ علامہ حلبی وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی فرماتے ہیں:

وھو وجیه فینص علی الکراھة ویترك التقیید بالوثوق [2]۔	یہ کلام عمدہ ہے تو سکونتِ حرم کو صراحۃً مکروہ بتایا جائے گا اور یہ نہ کہا جائے گا کہ اگر اپنے نفس پر گناہ سے سلامتی کا بھروسہ رکھتا ہو تو مکروہ نہیں۔ (ت)

منتقی شرح ملتقی میں ہے:

امامن کان بخلافھم فنادر فی ھذا الزمان فلایفرد بحکم دفعا لحرج التمییز بین المصلح والمفسد [3]۔	اس زمانے میں ایسے طالب علم کا وجود نادر ہے جوان بگڑے ہوئے طالبہ کے برخلاف ہو تو اس کے لیے کوئی الگ حکم نہ ہوگا کیونکہ یہ امتیاز کرنا دشوار ہے کہ مصلح کون ہے اور مفسد کون ہے! (ت)

شرح لباب میں ہے:

لو کانت الائمة فی زماننا وتحقق لھم شأننا لصرحوا بالحرمة [4]۔	اگر ائمہ ہمارے زمانے میں ہوتے اور ہماری حقیقتِ حال ان کے سامنے آتی تو وہ بھی سکونتِ حرم کو صاف صاف ناجائز ہی بتاتے (ت)۔

(ان عبارتوں سے استناد یہ ہے کہ فقہی احکام اکثر کے لحاظ سے ہوتے ہیں مترجم)

(۴) زیارتِ قبور پہلے مطلقاً ممنوع تھی پھر اجازت فرمائی، علماء کو اختلاف ہوا کہ عورتیں بھی اس رخصت میں داخل ہوئیں یا نہیں۔ عورتوں کو خاص ممانعت میں حدیث لعن اللہ زوارات القبور [5] (خدا کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں، ت) سے قطع نظر کرکے تسلیم کیجئے کہ ہاں عورتوں کو بھی

---

[1] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منشورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۴

[2] ردالمحتار کتاب الحج مطلب فی المجاورۃ بالمدینہ الخ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۲/ ۲۵۸

[3] منتقی شرح الملتقی علی ھامش مجمع الانہر کتاب النکاح فصل نفقۃ الطفل الفقیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۰۰

[4] شرح الباب مع ارشاد الساری فصل اجمعہ اعلیٰ الخ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۵۲

[5] عمدۃ القاری شرح البخاری باب زیارۃ القبور ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۸/ ۶۹

شامل ہوئی، مگر جس قدر اول کی عورتوں کو جن میں خصوصًا مساجد و جمعہ و عیدین کی اجازت بلکہ حکم تھا، جب زمانہ فساد آیا ان ضروری تاکیدی حاضریوں سے عورتوں کو ممانعت ہوگئی، تو اس سے یقینًا بدرجہ اولٰی اسی غنیہ کے اسی صفحہ ۵۹۵ میں اسی آپ کی عبارت منقولہ سے پہلے اس کے متصل ہے:

ینبغی ان یکون التنزیہ مختصابز منہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم حیث کان یباح لھن الخروج للمساجد والاعیاد وغیرہ ذلك وان یکون فی زماننا للتحریم [1] الخ	ممانعت کا تنزیہی ہونا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد پاک سے خاص ہونا چاہئے جبکہ ان کے لیے مسجدوں اور عیدین وغیرہ کی حاضری جائز تھی ہمارے زمانے میں تو تحریمی ہونا ہی مناسب ہے۔ الخ (ت)

اسی عینی جلد چہارم میں آپ کی عبارت منقولہ سے چند سطریں پہلے امام ابو عمر سے ہے:

ولقد کرھہ اکثر العلماء خروجھن الی الصلوات فکیف الی المقابر ، وما اظن سقوط فرض الجمعۃ علیھن الا دلیلا علٰی امساکھن عن خروج فیما عداھا [2]۔	اکثر علماء نے نمازوں کے لیے عورتوں کا جانا مکروہ رکھا ہے تو قبرستانوں میں جانے کا حکم کیا ہوگا؟، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ان سے فرض جمعہ ساقط ہوجانا اس بات کی دلیل ہے کہ انھیں اس کے ماسوا سے بھی روکا جائے گا۔ (ت)

(۵) حکم کتب میں بہت واضح ہے، جواز نفس مسئلہ کا فی ذاتہٖ حکم ہے اور ممانعت بوجہ عارض غالب تو فتوٰی نہ ہوگا مگر منع مطلق پر۔ فقہ میں اس کے نظائر بکثرت ہیں کہ برعایت قیود حکم جوازٗ اور اس کی تصحیح تک کتب میں مصرح اور نظر بحال زمانہ حکم علماء منع مطلقًا جیسے جوارِ حرم ودخول زناں بہ حمام ونفقہ طالب علم ولعب شطرنج وغیرہا۔ اول وسوم کی عبارات گزریں، درمختار میں دربارہ دوم ہے۔ فی زماننا لا شك فی الکراہۃ [3] (شہر کے عام حمام میں عورتوں کا جانا ہمارے زمانے میں بلاشبہہ منع ہے۔ت) کافی وجامع الرموز وردالمحتار میں دربارہ اخیر ہے:

ھوحرام وکبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام	ہمارے نزدیک شطرنج کھیلنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور اسے جائز ٹھہرانے میں اسلام اور مسلمانوں کے

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۵

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب زیارۃ القبور ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۶۹/۸

[3] درمختار باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۷۸/۲

والمسلمین [1]۔	خلاف شیطان کو مدد دینا ہے۔(ت)

(۶) اس تقریر سے اس کا جواب واضح ہوگیا کہ اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو، جیسی ہزاروں میں ہزار ہوں، جب بھی معتبر نہیں کہ حکم فقہ باعتبار غالب کے ہوتا ہے نہ کہ ہزاروں میں ایک، یہیں سے بریانیوں کا حال کھل گیا، دس ہزار بریانیاں مردار مینڈھے دنبے بکرے کی ہوں اور ان میں دس ہزار مذبوح جانوروں کی مختلط ہوں، بیس ہزار حرام ہیں یہاں تک کہ ان میں تحری کرکے جس کی طرف علت کا خیال جمے، اسے کھانا بھی حرام نہ کہ دس ہزار میں ایک، درمختار میں ہے:

تعتبر الغلبة فی اوان طاھرة ونجسة وذکیة ومیّتة فان الاغلب طاھر تحری و بالعکس والسواء لا [2]۔	پاک وناپاک برتنوں اور مردار مذبوح جانوروں میں کثرت کا اعتبار ہوگا اگر اکثر پاک ہیں تو تحری کرے اور جس کی پاکی پر دل جمے اسے استعمال کرے اور اگر ناپاک زیادہ ہوں یا برابر ہوں تو تحری نہ کرے کہ اب کسی کا استعمال جائز نہیں۔(ت)

ہاں ایک حلال جدا ممتاز معلوم ہو تو کثرت حرام سے اس پر کیا اثر۔ مگر یہاں سن چکے کہ فساد وصلاح قلب مضمر، وتمیز متعذر، نامیسر، اور منتقٰی کی عبارت ابھی گزری پھر غلبہ فساد متیقن، توقطعًا مطلقًا حکم ممانعت متعین، جیسے وہ بیسیوں ہزار بریانیاں سب حرام ہوئیں حالانکہ ان میں یقینا دس ہزار حلال تھیں، یہی مسلک علمائے کرام چلے۔

(۷) عینی شرح بخاری جلد سوم کی عبارت آپ نے نقل کی اس میں نہ زنانِ مصر سے حکم خاص ہے نہ مغنیہ ودلالہ کی تخصیص۔ اس میں سولہ صنف فسادِ زناں تو بیان کیں جن میں دو یہ ہیں، اور فرمایا اور اس کے سوا اور بہت سے اصناف قواعد شریعت کے خلاف، اور بتایا کہ اُمّ المومنین اپنے ہی زمانہ کی عورتوں کو فرماتی ہیں کہ ان میں بعض امور حادث ہوئے، کاش ان حادثات کو دیکھتیں کہ جب ان کا ہزارواں حصہ نہ تھے، اپنی عبارت منقولہ سے ایک ہی ورق پہلے دیکھئے جہاں انھوں نے اپنے ائمہ حنفیّہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب نقل فرمایا ہے کہ حکم مطلق رکھا ہے نہ کہ زنان فتنہ گر سے خاص۔ اور اس کی علت خوف فتنہ بتاتی ہے نہ کہ خاص وقوع، یہی بعینہٖ نص ہدایہ ہے:

یکرہ لھن حضور الجماعات یعنی الشواب	جماعتوں میں عورتوں یعنی جوان عورتوں کی حاضری

[1] ردالمحتار کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۵/ ۲۵۳
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۷

منھن لما فیہ من خوف الفتنۃ[1]	مکروہ ہے اس لیے کہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے۔(ت)۔

ہاں جن سے وقوع ہو رہا ہے، جیسے زنانِ مصر، ان کے لیے حرام بدرجہ اولٰی بتایا ہے کہ جب خوفِ فتنہ پر ہمارے ائمہ مطلقاً حکمِ حرمت فرما چکے تو جہاں فتنے پورے ہیں وہاں کا کیا ذکر۔ عبارت عینی یہ ہے:

قال صاحب الھدایۃ یکرہ لھن حضور الجماعات وقالت عـــہ الشراح یعنی الشواب منھن و قولہ الجماعات یتناول الجمع والاعیاد والکسوف والاستسقاء وعن الشافعی یباح لھن الخروج قال اصحابنا لان فی خروجھن خوف الفتنۃ وھو سبب للحرام ومایفضی الی الحرام فھو حرام فعلی ھذا قولھم یکرہ مرادھم یحرم لاسیما فی ھذا الزمان الشیوع الفساد فی اھلہ[2]۔	صاحب ہدایہ نے فرمایا: عورتوں کے لیے جماعتوں کی حاضری مکروہ ہے۔ بعض شارحین نے کہا یعنی جوان عورتوں کے لیے ___ اور "جماعتوں" کا لفظ جمعہ، عیدین، کسوف، استسقاء سبھی کو شامل ہے، اور امام شافعی سے روایت ہے کہ ان کے لیے جانے کی اجازت ہے۔ ہمارے مشائخ نے ممانعت کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان کے نکلنے میں فتنے کا اندیشہ ہے، اور یہ حرام کا سبب ہے، اور جو حرام تک لے جانے والا ہو وہ حرام ہے ___ اس کے پیش نظر لفظ "مکروہ" سے ان کی مراد "حرام" ہے، خصوصًا اس زمانے میں اس لیے کہ اب لوگوں میں خرابی او ربرائی عام ہو گئی ہے (ت)

پھر اسی صفحہ پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا جمعہ کے دن عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالنا اور امام اجل ابراہیم نخعی تابعی کا اپنے یہاں کی مستورات کو جمعہ وجماعت میں نہ جانے دینا ذکر کیا۔ **کما تقدم** (جیسا کہ پہلے گزرا۔ت) عنایہ سے گزرا کہ امیر المومنین فاروق اعظم نے عورتوں کو حضور مسجد سے منع فرمایا۔ کیا مدینہ طیبہ کی وہ بیبیاں کہ صحابیات وتابعات تھیں۔ اور ان امام اجل تابعی کی مستورات معاذاللہ فتنہ گروہ اہل فساد تھیں، حاشا ہر گز نہیں، یا للعجب اگر صحابہ وتابعین کرام کو بھی کہا جائے کہ سب کو ایک

عـــہ: **اقول:** لابل ھو نفس نص الھدایۃ کما سمعت ۔ منہ غفرلہ (م)	میں کہتا ہوں نہیں بلکہ خود ہدایہ کی عبارت ہے جیسا کہ سن چکے۔ منہ غفرلہ (ت)

[1] الہدایۃ باب الامامۃ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۰۵

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۶/۱۵۶

لکڑی ہانکا اور متقین وفجار کا فرق نہ کیا__ حاشا ثم حاشا ہم__ تو ثابت ہوا کہ منع عام ہے صرف فاسقات سے خاص نہیں اور ان کا خصوصًا ذکر فرما کر زنانِ مصر کے خصائل گنانا اس لئے ہے کہ ان پر بدرجہ اولٰی حرام ہے نہ کہ فقط فتنے اٹھانے والیوں کو ممانعت ہے یا وہ بھی صرف مغنیہ ودلالہ کو۔

(۸) اسی لیے آپ کی منقولہ عبارت عینی جلد چہارم کا مطلب واضح کردیا کہ حکم یہ بیان فرمایا کہ اب زیارتِ قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا اس زمانہ کی کیا تخصیص! آگے فرمایا: خصوصًا زنان مصر۔ اور اس کی تعلیل کی کہ ان کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی تحریم کی وجہ ہے نہ کہ حکم وقوع فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ ہاں یہ مسلک شافعیہ کا ہے۔ ابھی امام عینی سے سن چکے کہ عن الشافعی یباح لھن الخروج [1] (شافعی سے کہ ان کے لیے مسجدوں اور عیدین وغیرہ کے لیے نکلنا جائز تھا۔ت) ولہٰذا کرمانی، پھر عسقلانی، پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں، شروح بخاری میں اس طرف گئے۔ کرمانی نے قول امام تیمی کہ اس حدیث میں فساد بعض زنان کے سبب سب عورتوں کی ممانعت پر دلیل ہے۔ نقل کرکے کہا:

قلت الذی یعول علیہ ماقلنا ولم یحدث الفساد فی الکل [2]۔	میں نے کہا: معتمد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ فساد وخرابی سب عورتوں میں نہیں آئی ہے۔(ت)

ان کے اس خیال کے دو شافی جواب ابھی گزرے اور تیسرا سب سے اعلٰی باذنہ تعالٰی عنقریب آتا ہے۔ امام عینی نے یہاں اس سے تعرض نہ فرمایا کہ اسی حدیث کے نیچے ڈیڑھ ہی ورق پہلے اپنے مذہب اور اپنے ائمہ کا ارشاد بتاچکے تھے۔

(۹) عبارت غنیہ کہ آپ نے نقل کی اس سے اوپر کی سطر دیکھیے کہ اجازت اس وقت تھی جب انھیں مسجدوں میں جانا مباح تھا۔ اب مسجدوں کی ممانعت دیکھئے سب کو ہے یا زنانِ مصر فتنہ گر کو۔ اس کے سات سطر بعد کی عبارت دیکھیے:

یعضدہ المعنی الحادث باختلاف الزمان الذی بسببہ کرہ لھن حضور الجمع والجماعات الذی اشارت الیہ	اس کی تائید اختلاف زمانہ سے پیدا ہونے والے معنی سے ہوتی ہے جس کے سبب عورتوں کے لیے جمعہ اور جماعتوں کی حاضری مکروہ ہوگئی اس معنی کی جانب

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۵۶/۶

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۵۶/۶

عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بقولہا لوان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی ما احدث النساء بعدہ لمنعھن کما منعت نساء بنی اسرائیل واذا قالت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ھذا عن نساء زمانہا فما ظنك بنساء زماننا[1]۔	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے یوں اشارہ فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ باتیں دیکھتے جو عورتوں نے ان کے بعد پیدا کرلیں تو انھیں مسجدوں سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا یہ جب اپنے زمانے کی عورتوں کے بارے میں فرمارہی ہیں تو ہمارے زمانے کی عورتوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ (ت)

دیکھیے اسی منع مساجد سے سندلی جس کا حکم عام ہے تولما فی خروجھن من الفساد (ان کے نکلنے میں خرابی ہے۔ت) سے فسادِ بعض ہی مراد، اور اسی کی منع کل مستفاد، نہ کہ صرف فساد والیوں پر قصر ارشاد۔

(۱۰) غنیہ نے ان دونوں عبارتوں کے بیچ آپ کی عبارت منقول کردہ متصل بحوالہ تارتارخانیہ تھا، یہ شعبی سے جو کچھ نقل فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو:

سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر قال لایسأل عن الجواز الفساد فی مثل ھذا وانما یسأل عن مقدار مایلحقہا من اللعن فیہا واعلم انہا کلما قصدت الخروج کانت فی لعنۃ اللہ و ملائکتہ واذا خرجت تحفہا الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور یلعنہا روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنۃ اللہ[2]۔	یعنی امام قاضی سے استفتاء ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: ایسی جگہ جواز وعدم جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے۔ جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے، جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں، جب قبر تک پہنچتی ہے میّت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے، جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے (ت)

ملاحظہ ہو استفتاء کیا خاص فاسقات کے بارے میں تھا۔ مطلق عورتوں کے قبروں کو جانے سے سوال تھا اس کا یہ جواب ملا اب جواب میں کہیں فاسقات کی تخصیص ہے۔ غرض یہ تمام عبارات جن سے آپ نے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۴
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۴

استدلال فرمایا آپ کی نقیض مدعا میں نص ہیں۔

یہاں ایک نکتہ اور ہے جس سے عورتوں کی قسمیں بنانے، ان کے صلاح وفساد پر نظر کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے، اور قطعًا حکم سب کو عام ہوجاتا ہے اگرچہ کیسی صالحہ پارسا ہو۔ فتنہ وہی نہیں کہ عورت کے دل سے پیدا ہو وہ بھی ہے اور سخت تر ہے جس کا فساق سے عورت پر اندیشہ ہو۔ یہاں عورت کی صلاح کیا کام دے گی، حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ صالحہ، عابدہ۔ زاہدہ۔ تقیہ، نقیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو اسی عملی طور سے متنبہ کرکے حاضری مسجد کریم مدینہ طیبہ سے باز رکھا۔ ان پاک بی بی کو مسجد کریم سے عشق تھا، پہلے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نکاح میں آئیں، قبل نکاح امیر المومنین سے شرط کرالی کہ مجھے مسجد سے نہ روکیں، اس زمانہ خیر میں محض عورتوں کو ممانعت قطعی جزمی نہ تھی جس کے سبب بیبیوں سے حاضری مسجد اور گاہ گاہ زیارت بعض مزارات بھی منقول۔ صحیحین میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

نھینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا [1]۔	ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے منع فرمایا گیا مگر قطعی ممانعت نہ تھی۔

اسی پر غنیہ کی اس عبارت میں فرمایا کہ یہ اس وقت تھا جب حاضری مسجد انھیں جائز تھی اب حرام اور قطعی ممنوع ہے [2]۔ غرض اس وجہ سے امیر المومنین نے ان کی شرط قبول فرمالی۔ پھر بھی چاہتے یہی تھے کہ مسجد نہ جائیں، یہ کہتیں آپ منع فرمادیں میں نہ جاؤں گی، امیر المومنین بہ پابندی شرط منع نہ فرماتے، امیر المومنین کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نکاح ہوا، منع نہ فرماتے وہ نہ مانتیں، ایک روز انھوں نے یہ تدبیر کی کہ عشاء کے وقت اندھیری رات میں ان کے جانے سے پہلے راہ میں کسی دروازے میں چھپ رہے۔ جب یہ آئیں اس دروازے سے آگے بڑھی تھیں کہ انھوں نے نکل کر پیچھے سے ان کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور چھپ رہے حضرت عاتکہ نے کہا: ان للہ فسد الناس [3] ہم اللہ تعالٰی کے لیے ہیں لوگوں میں فساد آگیا۔ یہ فرماکر مکان کو واپس آئیں اور پھر جنازہ ہی نکلا۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں یہ تنبیہ فرمائی کہ عورت کیسی ہی صالحہ ہو اس کی طرف سے اندیشہ نہ سہی فاسق مردوں کی طرف سے اس پر خوف کا کیا علاج! اب یہ سب کو ایک پھانسی پر لٹکانا ہوا یا مقدس پاک دامنوں کی عزت کو شریروں کے شر سے بچانا! ہمارے ائمہ

---

[1] صحیح البخاری باب اتباع النساء الجنازۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۰

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص۵۹۵

[3] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ترجمہ ۶۹۵ عاتکہ بنت زید الخ دار صادر بیروت ۴/۳۵۷

نے دونوں علتیں ارشاد فرمائیں، ارشاد ہدایہ لما فیہ من خوف الفتنہ [1] (اس لیے کہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے۔ت) دونوں کو شامل ہے، عورت سے خوف ہو یا عورت پر خوف ہو، اور آگے علت دوم کی تصریح فرمائی کہ:

لابأس للعجوز ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء ھذا عند ابی حنیفۃ وقالا یخرجن فی الصلوات کلھا لانہ لافتنۃ لقلۃ الرغبۃ ولہ ان فرط الشق حاصل فتنقع الفتنۃ غیر ان الفساق انتشارھم فی الظھر والعصر والجمعۃ [2]۔	بوڑھی عورت کے لیے فجر، مغرب اور عشاء کے لیے نکلنے میں حرج نہیں، اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ یہ تمام نمازوں میں جائے کیونکہ اس کی جانب رغبت کم ہونے کی وجہ سے کوئی فتنہ نہیں، امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ فاسقوں میں شہوت کی زیادتی انھیں بوڑھی عورت پر بھی برانگیختہ کرے گی اس طرح فتنہ واقع ہوگا، مگر یہ ہے کہ فاسقون کا اِدھر اُدھر چلنا پھرنا ظہر۔ عصر اور مغرب کے وقت ہوتا ہے (اس لیے فجر، مغرب اور عشاء میں اسے جانے کی اجازت دی گئی)۔ (ت)

محقق علی لاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

بالنظر الی التعلیل المذکور منعت غیر المزنیۃ ایضا لغلبۃ الفساق دلیلا وان کان النص یبیحہ لان الفساق فی زماننا اکثر انتشار رھم و تعرضھم باللیل و عمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلھا لغلبۃ الفساد فی سائر الاوقات [3]۔	دلیل مذکور کے پیش نظر ایسی عورت کے لیے بھی ممانعت ہوئی جو خود بدکار نہیں، کیونکہ بدمعاشوں کا غلبہ ہے اور رات کو بھی ممانعت ہوئی اگرچہ امام اعظم کے نص سے اس کی اباحت ثابت ہے، وجہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں فاسقوں کا گھومنا پھرنا اور چھیڑ چھاڑ کرنا زیادہ تر رات ہی کو ہوتا ہے۔ اور متاخرین نے بوڑھی، جوان سب عورتوں کے لیے تمام نمازوں میں عام ممانعت کردی اس لیے کہ سبھی اوقات میں فساد وخرابی کا غلبہ ہے۔ (ت)

اس مضمون کی عبارات جمع کی جائیں تو ایک کتاب ہو۔ خود اسی عمدۃ القاری جلد سوم میں اپنی عبارت منقولہ سے سوا صفحہ پہلے دیکھیے:

فیہ (ای فی الحدیث) انہ ینبغی (ای للزوج)	اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ جس کام میں عورت کے لیے

---

[1] الہدایۃ باب الامامۃ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۰۵

[2] الہدایۃ باب الامامۃ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۰۵

[3] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/

ان یاذن لھا ولا یمنعھا ممافیه منفعتھا وذلك اذا لم یخف الفتنة علیھا ولا بھا وقدکان ھوا لاغلب فی ذلك الزمان بخلاف زماننا ھذا فان الفسادفیه فاش والمفسدون کثیرون وحدیث عائشه رضی الله تعالٰی عنھا الذی یاتی یدل علٰی ھذا[1]۔	منفعت ہے اس کے لیے چاہئے کہ شوہر اسے نکلنے کی اجازت دے دے اور منع نہ کرے، اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب عورت پر اور عورت کے سبب فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اور اس زمانے میں اکثری حالات اطمینان وبے خوفی ہی کی تھی، مگر اب ہمارے زمانے میں تو فساد اور برائی عام ہے اور مفسد بہت ہیں، ہم نے حالتِ امن کی جو قید ذکر کی اسکی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث ہے۔ (ت)

اس کی جلد چہارم کی عبارت کا مطلب واضح کردیا کہ حکم کیا بیان فرمایا یہ کہ اب زیارت قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے، ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا، اس زمانہ کی کیا تخصیص آگے فرمایا خصوصًا زنان مصر اور اس کی تعلیل کی کہ ان کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی اولویت تحریم کی وجہ سے سن چکے کہ عن الشافعی یباح لھن الخروج[2] (امام شافعی سے روایت ہے کہ ان کا نکلنا جائز تھا۔ ت) ولہٰذا کرمانی پھر عسقلانی پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں، شروح بخاری میں اس طرف گئے۔ کرمانی نے قول امام تیمی کہ فساد بعض زناں کے سبب سب عورتوں کو ممانعت پر دلیل ہے۔ نقل کرکے کہا:

قلت الذی یعول علیه ماقلناه ولم یحدث الفساد فی الکل[3]۔	**میں نے کہا:** معتمد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا، اور فساد و خرابی سب میں نہیں آئی ہے۔ (ت)

جلد چہارم میں ابوعمر عبدالبر سے دیکھیے:

اماالشواب فال تومن من الفتنة علیھن وبھن حیث خرجن، ولاشیئ للمرأة احسن من لزوم قعربیتھا[4]۔	لیکن جوان عورتیں تو وہ جہاں بھی نکلیں ان کے سبب اور ان کے اوپر فتنہ سے بے خوفی نہیں۔ اور عورت کے لیے اپنے گھر کے اندر رہنا سب سے اچھا ہے (ت)

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۶/۱۵۷
[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۶/۱۵۷
[3] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱/۱۵۹
[4] عمدۃ القاری شرح البخاری باب زیارت القبور ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/۶۹

الحمدﷲ اب توضوح حق میں کچھ کمی نہ رہی۔ ذرا یہ بھی دیکھ لیجئے کہ ہمارے علماء نے خروج زن کے چند مواضع گنائے جن کا بیان ہمارے رسالہ **مروج النجا لخروج النساء** (۱۳۱۵ھ) میں ہے۔ اور صاف فرمادیا کہ ان کے سوا میں اجازت نہیں۔ اور اگر شوہر اذن دے گا تو دونوں گنہگار ہوں گے، درمختار میں ہے:

لاتخرج الالحق لھا اوعلیھا اولزیارۃ ابویھا کل جمعۃ مرۃ اوالمحارم کل سنۃ ولکونھا قابلۃ اوغاسلۃ لافیما عدا ذلك وان اذن کان عاصین[1] ۔	عورت نہ نکلے مگر اپنے حق کے لیے یا اپنے اوپر کسی حق کے سبب، یا ہر ہفتہ میں ایک بار والدین کی ملاقات کے لیے۔ یا سال میں ایک بار دیگر محارم کی ملاقات کے لیے۔ یا اس وجہ سے کہ وہ دایہ یا میّت کو نہلانے والی ہے۔ ان کے علاوہ صورتوں میں نہ نکلے۔ اگر شوہر نے اجازت دی تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ (ت)

نوازل امام فقیہ ابواللیث وفتاوٰی خلاصہ وفتح القدیر وغیرہا میں ہے:

یجوز للخروج ان یأذن لھا بالخروج الٰی سبعۃ مواضع اذا استأذنتہ زیارۃ الابوین وعیادتھا وتعزیتھما اواحدھما وزیارۃ المحارم فان کانت قابلۃ او غاسلۃ اوکان لھا علٰی اٰخرحق اوکان لاخر علیھا حق تخرج بالاذن ولغیر الاذن والحج علی ھذا وفیما عدا ذلك من زیارۃ الاجانب وعیادتھم والولیمۃ لایأذن لھا لواذن وخرجت کانا عصیین[2] ۔	شوہر عورت کو سات مقامات میں نکلنے کی اجازت دے سکتا ہے: (۱) ماں باپ دونوں یا کسی ایک کی ملاقات (۲) ان کی عیادت (۳) ان کی تعزیت (۴) محارم کی ملاقات (۵) اور اگر دایہ ہو (۶) یامُردہ کو نہلانے والی ہو (۷) یا اس کا کسی دوسرے پر حق ہو یا دوسرے کا اس کے اوپر حق ہو تو اجازت سے اور بلااجازت دونوں طرح جاسکتی ہے۔ حج بھی اسی حکم میں ہے۔ ان کے علاوہ صورتیں جیسے اجنبیوں کی ملاقات، عیادت اور ولیمہ ان کے لیے شوہر اجازت نہ دے اور اگر اجازت دی اور عورت گئی تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ (ت)

ملاحظہ ہوں ان میں کہیں زیارت قبور کا بھی استثناء کیا، کیا یہ استثناء کسی معتمد کتاب میں مل سکتا ہے۔

(۱۳) اقول: وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں __ اور توفیق

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲

[2] خلاصۃ الفتاوٰی المجنس الخامس فی خروج المرأۃ من البیت مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۵۳

خدا ہی سے ہے۔ اور اسی کی مدد سے تحقیق تک رسائی ہے۔ ت) ان تمام مباحث جلیلہ سے بحمد اللہ تعالٰی ایک جلیل ودقیق توفیق انیق ظاہر ہوئی، عام مجوزینِ نفس زیارت قبر لکھتے ہیں کہ اس کی اجازت عورتوں کو بھی ہوئی، زیارت قبور کے لیے خروج نساء نہیں کہتے میں عام کتب میں اسی قدر ہے اور مانعین زیارت قبر کے لیے عورتوں کے جانے کو منع فرماتے ہیں، ولہذا خروج الی المسجد کی ممانعت سے سند لاتے ہیں، اور ان کے خروج میں خوف فتنہ سے استدلال فرماتے ہیں۔ تمام نصوص کہ ہم نے ذکر کیے اسی طرف جاتے ہیں، تو اگر قبر گھر میں ہو یا عورت مثلاً حج یا کسی سفرِ جائز کو گئی راہ میں کوئی قبر ملی اس کی زیارت کرلی بشرطیکہ جزع وفزع وتجدید حزن وبکار ونوحہ وافراط وتفریط ادب وغیرہا منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ کشف بزدوی میں جن روایات سے صحتِ رخصت پر استناد فرمایا ان کا مفاد اسی قدر ہے۔

حیث قال والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ للرجال والنساء جمیعا فقد روی ان عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کانت تزور قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی کل وقت وانہا لما خرجت حاجۃ زارت قبرا اخیہا عبدالرحمٰن [1]۔	وہ فرماتے ہیں اصح یہ ہے کہ رخصت مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ثابت ہے اس لیے کہ مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ہر وقت قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت کرتی تھیں اور جب حج کو جاتیں تو راہ میں واقع اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر کی زیارت کرتیں۔ (ت)

بحر الرائق وعالمگیری وجامع الرموز ومختار الفتاوٰی وکشف الغطاء وسراجیہ ودر مختار وفتح المنان کی عبارتیں جن سے تصحیح المسائل میں استناد کیا۔ ہمارے خلاف نہیں۔ ہاں مائۃ مسائل پر رد ہیں جس میں مطلق کہا تھا:

زنان راز یارت قبور بقول اصح مکروہ تحریمی ست [2]۔	عورتوں کے لیے زیارت قبور بقول اصح مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)

لاجرم وہی در مختار جس میں تھا۔ لاباس بزیارۃ القبور للنساء [3] (عورتوں کے لیے زیارت قبور میں کوئی حرج نہیں۔ ت)

اسی میں ہے: ویکرہ خروجھن تحریما [4] (عورتوں کا نکلنا مکروہ تحریمی ہے۔ ت)

---

[1] کشف الاسرار عن اصول البزدوی بیان جواز زیارۃ القبور للنسائ دارالکتاب العربی بیروت ۳/۱۸۶

[2] مائۃ مسائل

[3] در مختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۴

[4] در مختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۴

وہی بحرالرائق جس میں تھا: الاصح ان الرخصۃ لھما [1] (اصح یہ ہے کہ رخصت مردوں عورتوں دونوں کے لیے ثابت ہے۔ت) اسی میں ہے:

لاینبغی للنساء ان یخرجن فی الجنازۃ لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھاھن عن ذلك وقال انصرفن مأزورات غیر ماجورات [2]۔	عورتوں کو جنازے میں نہ جانا چاہیے اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لیے اس سے ممانعت کی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اگر جائیں تو ثواب سے خالی گناہ سے بھاری ہو کر پلٹیں گی۔(ت)

اتباع جنازہ کو فرض کفایہ ہے جب اس کے لیے ان کا خروج ناجائز ہوا تو زیارت قبور کہ صرف مستحب ہے اس کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔پھر نفس زیارت قبر جس کے لیے عورت کا خروج نہ ہو اس کا جواز بھی عندالتحقیق فی نفسہٖ ہے کہ جن شروط مذکورہ سے مشروط ان کا اجتماع نظر بعاوت زنانِ نادر ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا۔تو سبیل اسلم اس سے بھی روکنار ہے۔ردالمحتار و منحۃ الخالق میں ہے:

ان کان ذلك لتجدید الحزن والبکاء والندب علی ماجرت بہ عادتھن فلا یجوز علیہ حمل حدیث لعن اللہ زائرات القبور وان کان للاعتبار والترحم من غیر بکاء والتبرك بزیارۃ قبور الصالحین فلا بأس اذا کن عجائز ویکرہ اذا کن شواب کحضور الجماعۃ فی المسجد اھ زادفی رد المحتار وھو توفیق حسن [3] اھ وکتبت علیہ **اقول:** قد علم ان الفتوی علی المنع مطلقا ولو عجوزا ولو لیلا فکذلك فی زیارۃ القبور بل اولی۔	اگر یہ زیارت غم تازہ کرنے اور رونے چلانے کے لیے ہو جیسا کہ عورتوں کی عادت ہے تو ناجائز ہے اور اسی پر یہ حدیث محمول ہے:"خدا کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں"اور اگر عبرت حاصل کرنے، روئے بغیر رحم کھانے اور قبور صالحین سے برکت لینے کے لیے ہو تو جماعت مسجد کی حاضری کی طرح بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے مکروہ ہے اھ۔ردالمحتار میں مزید اتنا اور ہے کہ "یہ عمدہ تطبیق ہے اھ "اس پر میں نے (امام احمد رضا نے) یہ حاشیہ لکھا ہے: **اقول:** معلوم ہے کہ فتوی اس پر ہے کہ جماعتوں کی حاضری عورتوں کے لیے مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ بوڑھی عورت ہو اور اگرچہ رات کو نکلے۔تو یہی حکم زیارت قبور میں بھی ہوگا بلکہ یہاں بدرجہ اولٰی ہوگا۔(ت)

[1] بحرالرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹۰

[2] بحرالرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹۲

[3] ردالمحتار مطلب فی زیارۃ القبور ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۶۰۴

(۱۴) آپ نے ایک صورت شیخ فانی مرتعش سے پردے کے اندر توجہ لینے کی ذکر کی ہے۔ اس میں کیا حرج ہے، جبکہ خارج سے کوئی فتنہ نہ ہو، نہ اسے یہاں سے علاقہ۔

(۱۵) مگر وہ جو عورت کا خلیفہ ہونا لکھا، صحیح نہیں، ائمہ باطن کا اجماع ہے کہ عورت داعی الی اللہ نہیں ہوسکتی۔ ہاں تدابیر ارشاد کردہ مرشد بتانے میں سفیر محض ہو تو حرج نہیں۔ امام شعرانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں:

قد اجمع اھل الکشف علٰی اشتراط الذکورۃ فی کل داع الی اللّٰہ ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت لتربیۃ المریدین ابد النقص للنساء فی الدرجۃ وان وردالکمال فی بعضھن کمریم بنت عمران واٰسیۃ امرأۃ فرعون فذلك کمال بالنسبۃ للتقوی والدین لابالنسبۃ للحکم بین الناس وتسلیکھم فی مقامات الولایۃ وغایۃ امرالمرأۃ ان تکون عابدۃ زاھدۃ کرابعۃ العدویۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔	اہل باطن کا اس پر اجماع ہے کہ داعی الی اللہ کیلئے مرد ہونا شرط ہے۔ اور ہمیں ایسی کوئی روایت نہیں ملی کہ سلف صالحین کی مستورات میں سے کوئی خاتون تربیت مریدین کے لیے کبھی صدر نشین ہوئی ہو۔ وجہ یہ ہے کہ عورتیں مرتبہ میں ناقص ہیں، اور بعض خواتین مثلاً حضرت مریم بنت عمران اور حضرت آسیہ زوجہ فرعون کے بارے میں جو کامل ہونے کا ذکر آیا ہے تو یہ کمال تقوی اور دین داری کے لحاظ سے ہے لوگوں کے درمیان حاکم ہونے اور انھیں ولایت کے مقامات طے کرانے کے لحاظ سے نہیں__ عورت کی غایتِ شان یہ ہے کہ عابدہ، زاہدہ ہو، جیسے رابعہ عَدَویّہ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ بہیئت مروجہ کہ کھانا سامنے رکھ کر درود وقرآن پڑھ کر ثواب اس کا بنام میّت کرتے ہیں اور وہ کھانا محتاج کو دے دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ کھانا محتاج کو دینے سے پہلے ثواب میت کو نہیں پہنچاسکتے، لہٰذا پہلے کھانا دے اس کے بعد ثواب پہنچائے، اور کہتا ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر ناجائز وناروا ہے۔ آیا قول اس کا صحیح ہے یا

[1] المیزان الکبرٰی کتاب الاقضیۃ مصطفی البابی مصر ۲/۱۸۹

غلط؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اور اجرا پاؤ۔ ت)

الجواب:

فاتحہ بہیئت مروّجہ جس طرح سوال میں مذکور، بلاریب جائز و مستحسن ہے۔ اہلسنت کے نزدیک اموات کو ثواب پہنچانا ثابت ہے۔ اور اس میں حدیثیں صحیح اور روایتیں فقہی معتبر بہ کثرت وار۔ باقی رہا طعام اور قرآن کا جمع، خود ان کے امام الطائفہ معلمِ ثانی اسمٰعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں اس اجتماع کو بہتر کہا۔ کماحیث قال:

ہرگاہ ایصال نفع بمیّت منظور دارد موقوف براطعام نہ گزارد، اگر میسر باشد بہتر ست والّا صرف ثوابِ سُورۃ فاتحہ واخلاص بہترین ثوابہاست[1]۔	جب میّت کو نفع پہنچانا منظور ہو کھانا کھلانے پر ہی موقوف نہ رکھے، اگر میسر ہو تو بہتر ورنہ صرف سُورہ فاتحہ واخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے۔ (ت)

اور قبل اس کے کہ صدقہ محتاج کے ہاتھ میں پہنچے ثواب اس کا میّت کو پہنچانا جائز، اور حدیث سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں مروی ثابت:

انہ قال یا رسول اللہ ان اُم سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء قال فحفر بیر اوقال ھذہ لام سعد[2]۔	یعنی انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میری ماں نے انتقال کیا تو کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: پانی۔ انھوں نے کُنواں کھود کر کہا: یہ مادر سعد کے لیے ہے۔ (ت)

اس سے صاف متبادر یہ کہ کُنواں تیار ہو جانے پر یہ الفاظ کہے، اور ایک دو دن یا دس بیس برس بھی سہی تو صرف اس قدر پانی کا ثواب پہنچانا منظور تھا جو اس وقت آدمیوں جانوروں کے صَرف میں آیا، حاشا بلکہ جب تک کُنواں باقی رہے بحکم ھذہ لام سعد سب کا ثواب مادر سعد کو پہنچے گا، اور سب کا ایصال منظور تو تھا تو قبل تصرف ایصال ثواب ہر طرح حاصل۔ اور خود احادیث مرفوعہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ثواب عمل قبول ایصال فرمایا۔ اور فقیر نے انھیں حدیثوں سے کھانا سامنے رکھنے کی اصل استنباط کی جس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔

---

[1] صراط مستقیم ہدایت ثالثہ در ذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السّلفیہ لاہور ص ۶۴

[2] سُنن ابی داؤد کتاب الزکٰوۃ باب فی فضل سقی الماء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۶، سنن النسائی کتاب الوصایا فضل الصدقۃ عن المیّت نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۱۳۳

رواہ البیہقی عن انس والطبرانی فی الکبیر عن سھل بن سعد وھو العسکری فی الامثال عن النواس بن سمعان والدیلمی عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنھم وزادان اللہ عزوجل لیعطی العبد علٰی نیتہ مالایعطیہ علی علمہ وذلك ان النیۃ لاریاء فیھا والعمل یخالطہ الریاء [1] ھذا الحدیث الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	(اسے بیہقی نے حضرت انس سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سہل بن سعد سے اور طبرانی وعسکری نے امثال میں نواس بن سمعان سے اور دیلمی نے حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا، اس میں اتنا اور ہے۔ ت) بیشک اللہ عزوجل بندہ کو اس کی نیت پر وہ ثواب دیتا ہے جو اس کے عمل پر نہیں دیتا۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ نیت میں ریاء نہیں ہوتی اور عمل کے ساتھ ریا کی آمیزش ہوجاتی ہے۔ یہ حضرت اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث ہے جو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ (ت)

زید کہ اسے ناجائز کہتا ہے حدیث کی مخالفت کرتا ہے۔ طرفہ تر یہ کہ خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی اپنی تقریر ذبیحہ میں اس تقریر وہابیہ کو ذبح کرگئے۔ لکھتے ہیں:

اگر شخصے بزے راخانہ پرور کند تا گوشت او خوب شود اور اذبح کردوپختہ فاتحہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست [2]۔	اگر کوئی شخص کوئی بکری گھرپالے تاکہ اس کا گوشت عمدہ ہو پھر اس کو ذبح کرکے اور پکاکر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلائے تو کوئی خلل نہیں ہے۔ (ت)

ان حضرت سے پوچھا ہوتا کہ یہ "فاتحہ خواندہ بخوراند" (فاتحہ پڑھ کر کھلائے۔ ت) کیسی، "خوراندہ فاتحہ بخواندہ" (کھلا کر فاتحہ پڑھے۔ ت) کہا ہوتا۔

اقول: بات یہ ہے کہ فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے، اور مومن کو عمل نیک کا ایک ثواب اس کی نیت کرتے ہی حاصل، اور عمل کیے پر دس ۱۰ ہوجاتا ہے، جیسا کہ صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوا۔ بلکہ متعدد حدیثوں میں فرمایا گیا کہ: **نیۃالمومن خیر من عملہ** [3] مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے، فاتحہ میں دو ۲ عمل نیک ہوتے ہیں: قراءتِ

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۶۸۴۳ دارالکتاب العلمیۃ بیروت ۴/ ۲۸۶

[2] زبدۃالنصائح

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۶۸۴۳ دارالکتاب العلمیۃ بیروت ۴/ ۲۸۶

قرآن واطعام طعام۔ طریقہ مرّوجہ میں ثواب پہنچانے کی دعااس وقت کرتے ہیں جب کہ کھانا دینے کی نیت کرلی۔اور کچھ قرآن عظیم پڑھ لیاتو کم سے کم گیارہ ثواب اس وقت مل سکے۔ دس ثواب قراءت کے اور ایک نیتِ اطعام کا۔ کیا انھیں میّت کو نہیں پہنچاسکتے؟ رہا کھانا دینے کا ثواب۔ وہ اگرچہ اس وقت موجود نہیں تو کیا ثواب پہنچانا شاید ڈاک یا پارسل میں کیسی چیز کا بھیجنا ہوگا جب تک وہ شے موجود نہ ہو کیا بھیجی جائے۔ حالانکہ اس کا طریقہ صرف جناب باری میں دعا کرنا ہے کہ وہ ثواب میّت کو پہنچائے، خود امام الطائفہ صراط مستقیم میں لکھتا ہے:

"طریق رسانیدن آں دُعا بجناب الٰہی ست"[1] (اس کے پہنچانے کا طریقہ جناب الٰہی میں دعا ہے۔ت)

کیا دعا کرنے کے لیے بھی اُس شے کا موجود فی الحال ہونا ضروری ہے۔ مگر ہے یہ کہ جہالت سب کچھ کراتی ہے، اور وقتِ فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصولِ ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں۔ جو اسے ناجائز وناروا کہے، ثبوت اس کا دلیل شرعی سے دے ورنہ اپنی طرف سے بحکم خدا ورسول کسی چیز کو ناروا کہہ دینا خدا ورسول پر افتراء کرنا ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا، تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے۔ لیکن نفسِ فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ حرف نہیں آتا۔ **ومن ادعی فعلیه البیان** (اور جو دعوی کرے بیان اس کے ذمہ۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] صراط مستقیم ہدایت ثانیہ درذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السّلفیہ لاہور ص ۵۵

رسالہ

الحُجّۃ الفائحۃ لطیب التعین والفاتحۃ ۱۳۰۷ھ

(دن متعین کرنے اور فاتحہ کے عمدہ ہونے پر عطر بیز حجت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۸۳:

سوم ودہم وچہلم وششماہی وسالیانہ کہ دریں دیار ہند مروہ ست ، اور بعض علماء بدعت شنیعہ مکروہہ گویند واقوال چند بردرستی اوست وطعامے کہ بعد موتے بہ نیت ثواب می پزند وہر دودست برداشتہ فاتحہ ہندآں راعلماء ظواہر غیر مقلدین بباعث فاتحہ، مردار وحرام دانستہ گویند، ایں طریقہ درزمانہ نبوی واصحاب کبار مصطفوی وتابعین واتباع تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین بنود بلکہ طعام وشیرینی کہ نیاز بزرگان دین است مثل مردار پس	تیجہ، دسواں، چالیسواں، چھ ماہی، برسی جو دیار ہند میں رائج ہے اسے بعض علماء مکروہ بدعت شنیعہ کہتے ہیں، اور کچھ کے اقوال یہ ہیں کہ وہ درست ہے۔ اور کسی موت کے بعد ثواب کی نیت سے جو کھانا پکاتے ہیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دیتے ہیں اس کو غیر مقلد ظاہری علماء فاتحہ کی وجہ سے مردار اور حرام جانتے ہیں، وہ کہتے ہین کہ یہ طریقہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ان کے بزرگ اصحابہ، تابعین اور اتباع تابعین رضوان اللہ تعالٰی اجمعین کے زمانے میں

دریں مسئلہ ہرچہ حکم شرعی واجب التعمیل باشد بیان فرمایند بسند کتاب۔ بیّنوا توجروا

نہ تھا۔ بلکہ بزرگان دین کی نیاز کے لیے جو کھانا اور شرینی ہے وہ مردار کی طرح ہے ___ تو اس مسئلہ میں جو واجب العمل حکم شرعی ہو کتاب کے حوالہ سے بیان فرمائیں۔ بیان کریں اور اجر پائیں۔ (ت)

الجواب:

قول فیصل و سخن مجمل درین باب آنست کہ ایصال ثواب وہدیہ اجر باموات مسلمین باجماع کافہ اہلسنت وجماعت امریست مرغوب ودر شرع مندوب۔ احادیث بسیار از حضور سید الابرار علیہ افضل الصلٰوۃ من ملک الجبار ودر ترغیب وتصویب ایں کاروارد شد۔ امام علامہ محقق علی الاطلاق در فتح القدیر وامام علامہ فخر الدین زیلعی در نصب الرایہ وامام علامہ جلال الدین سیوطی در شرح الصدور و فاضل علامہ علی قاری در مسلک متقسط وغیرہم فی غیر ما بذکر برخی ازانہا پرداختہ اند وخود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیہ جاہل یا ضال مطلق مبتدعان زمانہ راکہ خون پنہاں معتزلیت بجوش آمدہ است درپردہ ترخیص نیابت و تخصیص وکالت، اہدائے ثواب را انکار کنندہ و پیش خویش اجماع قطعی اہلسنت را برہم زنند باز بشہادت احادیث کثیر وجزم تصحیح جمہور ائمہ وصول ثواب خاص بقربات مالیہ نیست بلکہ مالیہ وبدنیہ ہر دو را عام ہمیں ست مذہب ائمہ حنفیّہ وبریں اند بسیارے از محققین شافعیہ وعلیہ الجمھور وھو الصحیح الرجیح المنصور باز اجماع ایں ہر دو کہ ہم قرآن خوانند وہم تصدق کنند وثواب ہر دو بمسلماناں رسانند نیست مگر

اس باب میں قول فیصل اور اجماع کلام یہ ہے کہ مسلمان مُردوں کو ثواب پہنچانا اور اجر ہدیہ کرنا ایک پسندیدہ اور شریعت میں مندوب امر ہے جس پر تمام اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے ___ اس عمل کو درست قرار دینے اور اس کی رغبت دلانے سے متعلق حضور سید الابرار علیہ الصلٰوۃ والسلام سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں ___ جن میں سے کچھ احادیث امام علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں امام علامہ فخر الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں امام علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں فاضل علامہ علی قاری نے مسلک متقسط میں اور دوسرے حضرات نے دوسری کتابوں میں بیان فرمائی ہیں ___ اس عمل کا انکار وہی کرے گا جو بے وقوف جاہل یا گمراہ صاحب باطل ہو ___ اس زمانہ کے بدمذہبوں میں معتزلیت کا چُھپا ہوا خون جوش میں آگیا ہے معتزلہ کی نیابت اور خصوصی وکالت کے پردے میں ایصال ثواب کے منکر ہیں اور خود اہلسنت کے اجماع قطعی کے مخالف ہیں۔ پھر احادیث کثیرہ کی شہادت اور جمہور ائمہ کے جزم اور تصحیح سے ثابت ہے کہ ثواب پہنچنا قربتِ مالی سے خاص نہیں بلکہ مالی وبدنی دونوں کو عام ہے ___ یہی ائمہ حنفیّہ کا مذہب ہے اور اسی پر بہت سے محققین شافعیہ بھی ہیں اور اسی پر جمہور ہیں۔

جمع حسن باحسن ومندوب وزنہار یکے بعد دیگرے منافی نیست کا لتلاوۃ من المصحف فی الصلٰوۃ نہ شرعی بانکار ایں جمع و ارشد کقراءۃ القراٰن فی الرکوع والسجود پس اور امحذور گفتن از دائرہ عمل بیرون رفتن ست۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی دراحیاء العلوم فرماید **اذا لم یحرم الآحاد فمن این یحرم المجموع**[1]؟ وہمدرانست **ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلك المجموع مباحا**[2]، تمام تحصیل این اصل انیق امام المدققین ختام المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد درکتاب مستطاب "**اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد**" ارشاد فرمودہ اندو این معنی را از حدیث صحاح استنباط نمودہ، من شاء فلیتشرف بمطالعتہ، وخود معلّم اول طائفہ مانعیں مولوی اسمٰعیل دہلوی راخوبی این اجتماع قرآن وطعام مقبول ومسلم است وصراط مستقیم چناں راہ اعتراف وتسلیم پوید، "ہرگاہ ایصال نفعے بمیّت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد اگر میسر باشد بہتر است والاصرف ثواب سورہ فاتحہ واخلاص بہترین ثواب ہاست[3] اھ وشک نیست کہ طریقہ ایصال ثواب دعا بجناب رب الارباب ست

اور یہی صحیح، راجح اور نصرت یافتہ مسلک ہے۔ پھر بدنی ومالی دونوں کو جمع کرنا اس طرح کہ قرآن بھی پڑھیں، صدقہ بھی کریں، اور دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچائیں، یہ حسن کو حسن اور مندوب کو مندوب کے ساتھ یکجا کرنا ہی تو ہے، ہرگز ان دونوں میں کوئی منافات نہیں، جیسے نماز کے اندر مصحف دیکھ کر تلاوت کرنے میں ہے، نہ ہی شریعت میں اس جمع سے منع وارد ہے جیسے رکوع وسجود میں قراءت قرآن سے متعلق ہے، پھر اس کو ممنوع ٹھہرانا عقل کے دائرے سے قدم باہر لانا ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: جب الگ الگ افراد حرام نہیں تو مجموعہ کہاں سے حرام ہوجائے گا!___ اور اسی میں ہے: جب مباحات کے افراد مجتمع ہوں تو مجموعہ بھی مباح ہی ہوگا___ اس عمدہ قاعدے کا پورا بیان اہل تدقیق کے پیشوا، اہل تحقیق کی مہر، حضرت والد قدس سرہ، نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں کیا ہے اور صحاح کی حدیث سے اس معنٰی کا استنباط فرمایا ہے۔ جو چاہے اس کے مطالعہ سے مشرف ہو___ خود طائفہ مانعین کے معلم اول مولوی اسمٰعیل دہلوی کو قرآن اور طعام کی اس یکجائی کا عمدہ ہونا قبول وتسلیم ہے، صراط مستقیم میں یوں اقرار وتسلیم کی راہ اختیار کی ہے: "جب میّت کو کوئی فائدہ

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد مکتبہ ومطبعہ الشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۲۷۳
[2] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد مکتبہ ومطبعہ الشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۲۷۳
[3] صراطِ مستقیم ہدایت ثالثہ دربدعاتیکہ الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۶۴

جل جلالہ۔امام الطائفہ در صراط مستقیم گوید"ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود ثواب آں بروح کسے از گزشتگان برساند وطریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہی ست پس ایں خود البتہ بہتر و مستحسن است[1] الخ دو دست برداشتن از آداب مطلق دُعاست در حصن حصین فرماید آداب الدعا منھا بسط الیدین۔ت مس : ورفعھا [2]یعنی ہر دودست برداشتن بحکم حدیث صحاح ستہ از آداب دُعا است و از ائمہ وعلمائے ماچہ گوئی خود معلم ثانی طوائف منکرین در مسائل اربعین گوید"دست برداشتن برائے دعاوقت تعزیت ظاہرا جواز است زیراکہ رفع یدین در دعا مطلقا ثابت شدہ پس دریں وقت ہم مظائقہ نہ دارد ولیکن تخصیص آں برائے دعاوقت تعزیت ماثورہ نیست [3]اھ"بینید باآنکہ خصوصیات راغیر ماثور گفت اما بدلیل اطلاق استظہار جواز کرد۔ودر فعل او ہیچ مضائقہ ندید۔بالجملہ ازیں امور زنہار چیزے نیست کہ در شرع مطہرہ مستنکرات باشد ومجرد عدم ورود خصوصیات رامطلقا مستلزم منع دانستن غلطی ست واضح وجہلے فاضح فقیر بعون القدیر ایں مبحث را در مجموعہ مبارکہ "البارقۃ الشارقۃ علٰی مارقۃ المشارقۃ"

پہنچانا منظور ہو کھانا کھلانے پر موقوف نہ رکھے اگر میسر ہو بہتر ہے ورنہ صرف سورہ فاتحہ واخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے اھ"___اور شک نہیں کہ ایصال ثواب کا طریقہ یہی ہے کہ رب الارباب جل جلالہ کی باگاہ میں دعا ہو۔ امام الطائفہ نے صراط مستقیم میں لکھا ہے:"جو عبادت کسی مسلمان سے ادا ہو اور اس کا ثواب گزرے ہوئے لوگوں میں سے کسی کی روح کو پہنچائے،اور اس کے پہنچانے کا طریقہ جنابِ الٰہی میں دعا ہے تو یہ خود بلاشبہ بہتر اور مستحسن ہے الخ"اور ہاتھ اٹھانا مطلق دعا کے آداب سے ہے___ حصن حصین میں ہے:"دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ہاتھوں کو پھیلائے (ترمذی، مستدرک حاکم) اور بلند کرے (صحاح ستّہ)۔"معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھ اٹھانے کا آداب دعا سے ہونا صحاح ستّہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ ہمارے ائمہ اور علماء کی کیا بات ہے خود طوائف منکرین کے معلم ثانی نے مسائل اربعین میں لکھا ہے:"وقتِ تعزیت کی دعا میں ہاتھ اٹھانا ظاہر یہی ہے کہ جائز ہے اس لیے کہ حدیث شریف سے مطلقًا دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے تو اس وقت میں بھی کوئی مضائقہ نہ ہوگا، مگر خاص وقتِ تعزیت کے لیے ہاتھ اٹھانا

[1] صراط مستقیم ہدایت اولٰی در ذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السّلفیہ لاہور ص ۵۵
[2] حصن حصین آداب الدعاء افضل المطابع لکھنؤ ص ۱۷
[3] مسائل اربعین

روشن ترگفتہ۔ وعلمائے سنت بارہا ایں مدعیان راتاخانہ رسانده وبرخاک مذلت نشاندہ اند، حاجت تفصیل و تطویل نیست، اما آنچہ امام الطائفہ باوجود تسلیم عدم ورود دریں باب گفتہ است شنیدن دارد، در تقریر ذبیحہ مطبوع رسالہ زبدۃ النصائح می گوید "ہمہ او صناع از قرآن خوانی وفاتحہ خوانی وطعام خورانیدن سوائے کندن چاہ وامثال ودعائے واستغفار واضحیہ بدعت است، گو بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روز عید ومصافحہ بعد نماز صبح یا عصر[1] اھ "ارباب طائفہ امام خود شاں پرسند کہ باآنکہ ایں طریقہ ہا را عموماً فاتحہ خوانی را خصوصاً بدعت ومحدث میدانی چہ گونہ حسنہ می گوئی وخلاف طائفہ راہ می پوئی، باز ذکر معانقہ عید سنگ آمد وسخت آمد، آرے تلون ایں امام متبعانش راکار بجان وکار با استخواں رسانده است ولاحول ولاقوۃ الاّ باﷲ العلی وکلام معلم ثانی حالا گزشت کہ باوجود عدم ثبوت خصوصیت مضائقہ نہ دانست۔

اکنوں آمدیم بر نقل چند اقوال دیگر از کبراء وعمائد

آثار میں منقول نہیں، اھ "دیکھئے خصوصیت کو غیر ماثور بتانے کے باوجود، دلیل اطلاق سے جواز کو ظاہر کہا اور اس کے کرنے میں کبھی بھی کوئی چیز بُری نہیں ہوتی، اور ان خصوصیات کے صرف وارد نہ ہونے کو مستلزم ممانعت سمجھنا تو ایک کھلی ہوئی غلطی اور شرمناک جہالت ہے۔ فقیر نے رَبِّ قدیر کی مدد سے یہ بحث "البارقۃ الشارقۃ علٰی مارقۃ المشارقۃ" میں زیادہ روشن طور پر تحریر کی ہے۔ اور علمائے سنت نے بارہا ان مدعیوں کو گھر تک پہنچایا اور خاک ذلت پر بٹھایا ہے، تفصیل و تطویل کی ضرورت نہیں۔ لیکن امام الطائفہ نے اس باب میں عدم ورود تسلیم کرنے کے باوجود جو کچھ لکھا ہے وہ سننے کے قابل ہے۔ رسالہ "زبدۃ النصائح" میں طبع شدہ تقریر ذبیحہ میں لکھا ہے:- "کنواں کھودنے اور اس جیسے کاموں اور دعا، استغفار، قربانی کے سوا قرآخوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا سب طریقے بدعت ہیں، گو خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے عید کے دن معانقہ اور نماز صبح یا عصر کے بعد مصافحہ۔ "ارباب طائفہ خود اپنے امام سے پوچھیں کہ ان طریقوں کو عموماً اور فاتحہ خوانی کو خصوصاً بدعت اور نوایجاد قرار دینے کے باوجود "حسنہ "کیسے کہتے ہو؟ __ اور ہمارے گروہ کے خلاف کیسے جاتے ہو؟ پھر معانقہ عید کا ذکر تو "سنگ آمد و سخت آمد" ان کے لیے بڑی سخت چٹان ہے __ اس امام کو تلون مزاجی سے اس کے متبعین کی جان واستخوان پر بَن آتی ہے اور ان کا سارا کام ہی تمام کردیا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باﷲ العلی العظیم __ اور معلم ثانی کا کلام ابھی گزرا کہ خصوصیت ثابت نہ ہونے کے باوجود کوئی مضائقہ نہ جانا۔ (ت)

اب ہم کچھ اور اقوال امام الطائفہ کے بزرگان و

[1] رسالہ زبدۃ النصائح

و اساتذہ و مشائخ امام الطائفہ تابیباک رواں دانند کہ بے منع شرعی بتحریم فاتحہ زبان کشودن وطعام فاتحہ وشیرینی نیاز بزرگان قدست اسرارہم راحرام ومراد گفتن چہ کیفر ہاکہ نمی چشاند وکدام بد روز نمی نشاند۔ (۱)شاہ ولی اللہ در انفاس العارفین از والد خودشاں شاہ عبدالرحیم نقل کنندہ : "می فرمودند در ایام وفات حضرت رسالت پناہ۔صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چیزے فتوح نشد کہ نیاز آں حضرت طعام پختہ شود قدرے نخود بریاں وقندسیاں نیاز کردم[1] الخ دردرالثمین فی مبشرات النبی الامین ہمین سخن راچناں آوردند : الحدیث الثانی العشرون اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع طعاما صلۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شی اصنع بہ طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرایتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبین یدیہ ھذا الحمص مبتھجا بشاشا[2]۔" [2]شاہ صاحب مذکور درانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ نویسند : "برقدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت	عمائد اور اساتذہ کے نقل کرتے ہیں تاکہ ان بے باکوں کو پتا چلے کہ شریعت سے ممانعت کے بغیر فاتحہ کو حرام بتانے پر زبان کھولنا اور فاتحہ کے کھانے، بزرگوں کی نیاز کی شیرینی کو حرام ومردار کہنا کیسی سخت سزائیں چکھاتا ہے اور کیسے بُرے دن دکھاتا ہے۔ (۱) شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم سے نقل کرتے ہیں کہ : "وہ فرماتے ہیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ایام وفات میں کچھ میسر نہ ہوا کہ آں حضرت کی نیاز کا کھانا پکایا جائے تھوڑے سے بُھنے ہوئے چنے اور قندسیاہ (گُڑ) پر نیاز کیا الخ۔' الدرالثمین فی مبشرانت النبی الامین میں اسی بات کو یوں نقل کیا ہے : " بائیسویں حدیث : مجھے سیدی والد ماجد نے بتایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیاز کیلئے کچھ کھانا تیار کراتا تھا ایک سال کچھ کشائش نہ ہوئی کہ کھانا پکواؤں، صرف بُھنے ہوئے چنے میسر آئے وہی میں نے تقسیم کئے، میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سامنے یہ چنے موجود ہیں اور حضور مسرور شادماں ہیں۔" یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل الاولیاء اللہ میں لکھتے ہیں : " تھوڑی شیرینی پر عموما خواجگان چشت

[1] انفاس العارفین (اردو) حضور کیہ نیاز کی اشیاء کی مقبولیت المعارف گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۰۶
[2] الدرالثمین مبشرات النبی الامین کتب خانہ علویہ رضویہ فیصل آباد ص ۴۰

عموماً بخوانند وحاجت از خدائے تعالٰی سوال نمایند۔ ہمیں طور ہر روز مے خوانده باشند[1] اھ۔" لفظ شیرینی وفاتحہ ہر روز از یاد مرد ۔

[۳]او شاہ صاحب مسطور در ہمعات گویند: "از ینجاست حفظ اعراس مشائخ ومواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں[2]"

[۴]شاہ صاحب مزبور در فتوٰی مندرجہ زبدۃ النصائح گویند: "اگر ملیدہ شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند وبخورانند مضائقہ نیست جائز ست وطعام نذر اللہ اغنیاء راخوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء راہم خوردن دراں جائز ست[3]۔"

[۵]شاہ صاحب مرحوم در انفاس العارفین نگارند: "حضرت ایشاں[عـــہ] در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند و شب ہنگام بود دراں فرمود مخدوم ضیافت مامی کنند و می گویند کہ چیزے خوردہ روید توقف کردند تاآنکہ اثر مردم

کے نام فاتحہ پڑھیں اور خدائے تعالٰی سے حاجت طلب کریں، اسی طرح روز پڑھتے رہیں" اھ شیرینی اور فاتحہ اور ہر روز کے الفاظ ذہن سے نہ نکلیں۔[۳] یہی شاہ صاحب "ہمات" میں فرماتے ہیں: "یہیں سے ثابت ہے کہ اعراس مشائخ کی نگہداشت اور ان کے مزارات کی زیارت پر مداومت اور ان کے لیے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کا التزام ۔") یہی شاہ صاحب "زبدۃ النصائح" میں مندرج فتوٰی میں لکھتے ہیں: "اگر کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے قصد سے ملیدہ اور کھیر پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں،۔ جائز ہے۔ اور خدا کی نذر کا کھانا اغنیاء کے لیے حلال نہیں۔ لیکن اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو اس میں اغنیاء کو کھانا بھی جائز ہے۔"[۵] یہی شاہ صاحب انفاس العارفین میں لکھتے ہیں: "حضرت (یعنی ان کے والد مرشد شاہ عبدالرحیم صاحب) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کے لیے گئے تھے، رات کا وقت تھا، اسی وقت فرمایا کہ مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرمارہے ہیں

عـــہ: یعنی والد مرشد ایشاں شاہ عبدالرحیم ۱۲ (م)

یعنی ان کے والد و مرشد شاہ عبدالرحیم ۱۲ (ت)

[1] الانتباہ فی سلاسل الاولیاء ذکر طریقہ ختم خواجگانِ چشت برقی پریس دہلی ص ۱۰۰

[2] ہمعات ہمہ ۱۱ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد سندھ ص ۵۸

[3] زبدۃ النصائح

منقطع شدہ ملال بریاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبق برنج وشیرینی برسرو گفت کہ نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہما ں ساعت ایں طعام پختہ بہ نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیارسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم وآرزو کردم کہ کسے آں جا باشد تا تناول کند[1]"

۶ مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب در تحفہ عشریہ فرمایند: "حضرت امیر وذریۃ طاہرہ اور اتمام اُمت برمثال پیران و مرشداں می پرستند وامور تکوینہ را وابستہ بایشاں می دانند وفاتحہ ودرود و صدقات ونذر و منت بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ ماجمیع اولیاء ہمیں معاملہ است[2]۔"ایں عبارت سراپا بشارت کہ حرف حرفش برسر مخالف برقے ست خالف یار یحے قاصف حرف حرف بخاطر باید داشت واز مخالفاں پر سید کہ شاہ صاحب بطور شمار جمیع اُمۃ را صراحۃً تجویز و تحسین نمودہ کافر ومشرک شدند یانہ۔ برتقدیر اول امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کہ غلامان غلام ومرید مرید ایشاں ست در صراط مستقیم بمدح ایشاں

کہ کچھ کھا کر جاؤ، توقف فرمایا، یہاں تک کہ لوگوں کی آمد و رفت ختم ہوگئی اور دوستوں پر اکتاہٹ غالب آگئی، اس وقت ایک عورت چاول اور شیرینی کا طبق سر پر لیے آئی اور کہا میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرے شوہر آجائیں تو اسی وقت یہ کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیا کی درگاہ کے حاضرین کے پاس پہنچاؤں گی، شوہر اسی وقت آئے میں نے نذر پوری کی اور میری آرزو تھی کہ کوئی وہاں موجود ہو جو اسے تناول کرے۔"

(۶) مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثناء عشریہ میں فرماتے ہیں: "حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی اور ان کی اولاد پاک کو تمام امت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتی ہے اور امور تکوینیہ ان سے وابستہ جانتی ہے اور ان کے نام فاتحہ و درود اور صدقات کا معمول ہے اور ایسے ہی تمام اولیاء اللہ کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔"یہ عبارات سراپا بشارت جس کا ایک ایک حرف مخالف کے سر پر برقِ خاطف یا تباہ کن بگولا ہے دل میں محفوظ رکھنا چاہئے اور مخالفین سے پوچھنا چاہئے کہ شاہ صاحب نے تمہارے طور پر ساری امت کو صاف صاف گمراہ اور مشرک بتایا یا نہیں؟ اور خود اس طرح کی باتوں کو جائز اور عمدہ بتا کر کافر و مشرک ہوئے یا نہیں؟ بر تقدیر اول، امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی جو ان کے غلاموں کا غلام، اور ان کے

[1] انفاس العارفین (اردو) دعوتِ مخدوم الہ دیہ المعارف گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۱۲
[2] تحفہ اثناء عشریہ الباب ہفتم درامامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

مرید کا مرید ہے "صراط مستقیم" کے اندر ان کی مدح میں یوں رطب اللسان ہے "جناب ہدایت مآب، ارباب صدق وصفا کے پیشوا، اصحاب فناء وبقاء کے خلاصۃ، علماء کے سردار اولیاء کی سند، سارے جہاں پر اللہ کی حجت انبیاء ومرسلین کے وارث ہر ذلت و عزت والے کے مرجع ۔ ہمارے آقا اور ہمارے مرشد شیخ عبدالعزیز ۔" ان عظیم وجلیل الفاظ سے معاذاللہ ایک کافر ومشرک کی تعریف کرکے، اور اسے خدا کی حجت انبیاء کا نائب وغیرہ وغیرہ اعتقاد کرکے خود کافر مرتد ہوا یا نہیں؟ پھر تم سب اس کافر ومرتد کو امام وپیشوا، سردار ومقتداء اور مرجع وماوا بنا کر، اور ہر مسئلہ وعقیدہ میں اس کے خطِّ فرمان پر سر جھکا کر، اس کے قدم بہ قدم چل کر کافر وبے دین اور مرتد ولعین ہوئے یا کچھ اور؟ بیّنوا توجروا۔ (ت)	چنانچہ ترزباں "جناب ہدایت مآب، قدوۃ ارباب صدق وصفا، زبدہ اصحاب فناء بقا، سید العلماء وسند اولیاء حجۃ اللہ علی العارفین، وارث الانبیاء والمرسلین، مرجع کل ذلیل وعزیز مولانا مرشدنا الشیخ عبدالعزیز [1]۔" معاذاللہ کافرے مشرکے رابچنیں الفاظ عظیمہ جلیلہ ستودہ وحجتِ خداونائب انبیاء وکذا وکذا اعتقاد نمودہ خود کافر مرتد گوید یا ہیچ باز شمایاں کہ ایں کافر ومرتد را امام پیشوا وسرور مقتدا ومرجع ماوا گرفتہ ودرہر مسئلہ وعقیدہ سر بر خط فرمانش نہادہ قدم بر قدم او رفتہ اید ازیں رو بر ہمہ کافر وبے دین ومرتد لعین شدید یا چہ؟ بینوا توجروا۔

باز بمطلب عنان تابیم (اب پھر ہم مقصد کی جانب لگام موڑتے ہیں۔ت) مولوی خرمعلٰی بلہوری معلم ثالث طائفہ حادث درنصیحۃ المسلمین گوید (مولوی خرمعلٰی بلہوری طائفہ نو کے معلم ثالث نے "نصیحۃ المسلمین" میں لکھا ہے ۔ ت)

"حاضری حضرت عباس کی، صحنک حضرت فاطمہ کی، گیارھویں عبدالقادر جیلانی کی، مالیدہ شاہ مدار کا، سہ منی بوعلی قلندر کی، تو شہ شاہ عبدالحق کا، اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے۔ اس نیت سے ہرگز منع نہیں [2]" اھ ملخصًا۔

(۸) خود امام الطائفہ نے تقریر ذبیحہ میں یہ نغمہ سرائی	[8] خود امام الطائفہ در تقریر ذبیحہ سراید "اگر

[1] صراط مستقیم خاتمہ دربیان پارہ الخ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۶۴
[2] نصیحۃ المسلمین چند شرکیہ رسمیں سبحانی اکیڈمی لاہور ص ۴۱

شخصے بُزے راخانہ پرور کند تا گوشت اوخوب شود، اورا ذبح کردہ وپختہ فاتحہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست[1]۔"

ایں لفظ "خواندہ بخوراند" نیز نگاہ داشتن است کہ بسیارے از منکرین ایں راہم مناط انکار سازند وگویند اگر ایں اجتماع اطعام وقراءت جائز بودے تاہم بایستے کہ خوراندہ نہ کہ خواندہ خوراندہ کہ عبث وباطل ست جواب کامل ازیں شبہہ باطل در "بارقہ شارقہ" یاد کردہ ایم ہمچناں ایں لفظ غوث اعظم بردل نگاہ شتنے کہ برایمان تقویۃ الایمان صراحۃً شرک است، طرفہ آنکہ اتباع جہول طعام فاتحہ راحرام ومردار دانند وامام الطائفہ طعام وگوشت گاؤنذرِ اولیا ہمہ راحلال می خواند بشرطیکہ تقرب بذبح بسوئے میّت بناشد وسپیدی گوید کہ "جانورے کہ نذر اولیا کردہ باشند اگرچہ چنداں نذر بروجہ حرام قبیح ہم کنند۔ تاہم درحلت جانورے سخنے نیست" فکیف کہ نذر اولیا بروجہ حسن باشد چہ جائے آنکہ محض بے نذر ایصال ثواب شودچہ محل آنکہ از ذبح جانور داراقت دم اثرے نبود۔ ہمیں قراءت قرآنی وتصدّق طعامے بمیان آید ،مگر در تقریر مذکور چناں می نگارد، "اگر شخصے نذر کنند کہ اگر فلاں حاجت من برآید ایں قدر نیاز حضرت سید احمد کبیر بکنم وایں قدر طعام نیاز ایشاں مردم ہم رابخورانم اگرچہ دریں نذر

کی ہے: "اگر کوئی شخص کسی بکری کو گھر میں پالے تاکہ اس کا گوشت عمدہ ہو، اس کو ذبح کرکے اور پکا کر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلائے تو کوئی خلل نہیں ہے۔"

یہ لفظ "پڑھ کر کھلائے" بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سے منکرین اسے مدار انکار بناتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کھلانے اور پڑھنے کا اجتماع جائز نہ ہوتا تو بھی چاہئے تھا کہ کھلا کر پڑھے نہ کہ "پڑھ کر کھلائے" کہ عبث اور باطل ہے ___ اس باطل شبہہ کا کامل جواب ہم نے بارقہ شارقہ میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح یہ لفظ "غوث اعظم" بھی دل پر لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ "تقویۃ الایمان" کی رو سے کھلا ہوا شرک ہے ___ طُرفہ تر یہ کہ نادان تبعین تو فاتحہ کے کھانے کو حرام ومردار اور گائے کے گوشت سب کو حلال کہتا ہے بشرطیکہ ذبح سے میّت کی جانب تقرب مقصود نہ ہو___ اور صاف کہتا ہے کہ "جو جانور اولیا کی نذر کیا ہو، اگرچہ ایسی نذر حرام قبیح طور پر بھی کرتے ہیں پھر بھی جانور کے حلال ہونے میں کلام نہیں___ پھر اولیاء کی نذر عمدہ طور پر ہو تو حرمت کیسے؟___ پھر بغیر نذر کے محض ایصال ثواب ہو تو وہ حرام کیسے؟___ پھر جانور کو ذبح کرنے اور خون بھانے کا کوئی نام ونشان بھی نہ ہو صرف قرآن کی قراءت اور طعام

[1] رسالہ زبدۃ النصائح

گفتگو ست لیکن طعام حلال است وہمچنیں ست حکم گوشت، مثلاً اگر شخصے بگوید کہ دو من گوشت نذر سب احمد کبیر بعد برآمدن حاجت خواہم خورانید گوشت حلال است و اگر بگوکہ گوشت گاو خواہم خورانید نیز درست است و اگر ہمیں قصد گاؤ راندر کند نیز رواست چراکہ مقصودش گوشت ست۔ وہمچنیں اگر گاؤ زندہ بنام سید احمد کبیر کسے رابد ہد بطوریکہ نقدی دہند رواست گوشت آں حلال است [1]۔" "ہم درآں ست اگر ہمیں طور نذر برائے اولیائے گزشتگان قدس اللہ اسرارہم کند رواست، ایں قدرفرق ست کہ بسبب انتقال از عالم دنیابعالم برزخ منتفع بنقد وجنس وطعام نمی توانند شد بلکہ ثواب صرف آں اللہ تعالٰی بارواح مطہرہ ایشان میر ساند پس احوال ایشاں درحالت حیات وممات برابرست [2]۔"ست بازمی گوید"۔ "اگر نذر بطریق حسن است خلل نہ واگر قبیح ست فعلش حرام است وحیوان حلال [3]۔" "ایں یازدہ قول ست بعد دایام یازدہم شریف حضرت غوث اعظم قطب اکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ سہ از امام الطائفہ بالا گوشت ودواز شاہ عبدالعزیز صاحب عنقریب می آید وباللہ التوفیق والھدایۃ الٰی سواء الطریق۔	کا صدقہ درمیان میں آئے تو اس کے حرام ہونے کا کیا موقع؟___ تقریر مذکور میں یوں لکھا ہے: (۹) "اگر کوئی شخص نذر مانے کہ اگر میری فلاں حاجت برآئے تو اس قدر حضرت سید احمد کبیر کی نیاز کروں گا اور ان کی نیاز کا اتنا کھانا لوگوں کو کھلاؤں گا___ اگرچہ اس نذر میں کلام ہے مگر کھانا حلال ہے__یہی حکم گوشت کا بھی ہے__مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں اپنی حاجت برآنے کے بعد سید احمد کبیر کی نذر کا دو من گوشت کھلاؤں گا تو گوشت حلال ہے___اور اگر اسی قصد سے گائے کو نذر کرے تو بھی روا ہے__اس لیے کہ اس کا مقصود گوشت ہے__اسی طرح اگر زندہ گائے سید احمد کبیر کے نام پر کسی کو دے دے جیسے نقد دیتے ہیں۔ تو بھی جائز ہے اور اس کا گوشت حلال ہے۔" "اُسی میں ہے: "اسی طرح اگر گزشتہ اولیا اقدس اللہ اسرارہم کے لیے نذر کرے تو جائز ہے___فرق اتنا ہے کہ وہ عالم دنیا سے عالم برزخ میں انتقال کر جانے کے سبب نقد وجنس اور طعام سے نفع اندوز نہیں ہو سکتے بلکہ صرف ان کا ثواب اللہ تعالٰی ان کی ارواح پاک کو پہنچاتا ہے___تو ان کے احوال بحالتِ حیات اور بعد وفات برابر ہیں۔" (۱۱) آگے لکھا ہے: "اگر نذر کرے کہ میری حاجت برآئے تو دوسال کی فربہ گائے حضرت غوث اعظم کی نیاز کروں گا__تو اس کا حکم بھی حکم طعام کی طرح ہے۔

[1] رسالہ زبدۃ النصائح
[2] رسالہ زبدۃ النصائح
[3] رسالہ زبدۃ النصائح

اگر نذر کنند کہ بشرط برآمدن حاجت خود گاؤ دوسالی فربہ نیاز حضرت غوث الاعظم خواہد کرد۔ پس حکم ایں مثل طعام اگر نذر بطور حسن ہے تو کوئی خلل نہیں، اور اگر قبیح طور پر ہے تو اس کا فعل حرام ہے اور جانور حلال ہے۔" یہ گیارہ اقوال ہیں حضرت غوثِ اعظم قطب اکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی گیارھویں کے ایام کی تعداد کے برابر ___ اور تین اقوال امام الطائفہ کے اوپر گزرے، اور دو قول شاہ عبدالعزیز صاحب کے عنقریب آرہے ہیں، اور خدا ہی سے توفیق اور راہ راست کی ہدایت ہے۔ (ت)

سخن گفتن ماند از تعیینِ اوقات کہ در مردماں رائج ست ہمچوں سوم وچہلم وسرسال وششماہ

اقول: وبحول اللہ اصول توقیت یعنی کارے را وقت معین داشتن بردوگونہ است شرعی وعادی، شرعی آنکہ شرع مطہر عملے را وقتے تعیین فرمودہ است کہ در غیر او اصلا صورت نہ بندد وا گر بجائے آرانداں عمل شرعی نہ کردہ باشند، چوں ایام نحر مراضحیہ را یا آنکہ تقدیم و تاخیرش ازاں وقت ناروا باشد چوں اشہر حرم مراحرام حج را یا آنکہ ثوابیکہ در غیر او نیاز بند چوں ثلث لیل مرنماز عشار او عادی آنکہ از جانب شرع اطلاق است ہر وقتیکہ خواہند بجاآرند۔ اما حدث را از زمان ناگزیرست ووقوع در زمان غیر معین محال عقلی کہ وجود وتعین مساوق ہم دگر است۔ پس از تعین چارہ نیست۔ این ہمہ تعینات بربناء اطلاق علٰی وجہ البدالیۃ صالح ایقاع بود ازینہا یکے را بربناء مصلحتے اختیار کنند بے آن کہ وقت معین را مبنائے صحت یا مدار حلت یا مناط اثابت دانند پیدا است کہ بایں تقیید مقید از فردیت مطلق برنیاید وحکمے کہ مطلق راست در جمیع افرادش ساری باشد مالم یرد منع عن خصوص خصوصا پس ہمچوں جاسبیل نہ آنست کہ ثبوت خصوصیت از مجوز جویند بلکہ آنکہ تصریح بمنع ایں خاص از شرع برآرند۔ عبارت معلم

اب وقت معیّن کرنے سے متعلق گفتگو کرنی ہے جس کا لوگوں میں رواج ہے، جیسے سوم، چہلم، ایک سال چھ ماہ،

اقول: وبحول اللہ اصول (میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی دی ہوئی قوت سے حملہ کرتا ہوں) توقیت یعنی کسی کام کے لیے وقت مقرر کرنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) شرعی اور (۲) عادی۔o شرعی یہ کہ شریعت مطہرہ نے کسی کام کے لیے کوئی وقت مقرر فرمایا ہے کہ (i) جو اس کے علاوہ وقت میں وہ ہو ہی نہیں سکتا، اور اگر کریں تو وہ عمل شرعی ادا نہ ہوگا۔ جیسے قربانی کے لیے ایام نحر۔ (ii) یا یہ کہ اس وقت سے اس عمل کو مقدم یا مؤخر کرنا ناجائز ہو، جیسے احرام حج کے لیے حرمت والے مہینے (شوال، ذی قعدہ، ذوالحجہ)۔ (iii) یا یہ کہ اس وقت میں جو ثواب ہو وہ دوسرے وقت میں نہ ملے، جیسے نماز عشاء کے لیے تہائی رات، o عادی یہ کہ شریعت کی جانب سے کوئی قید نہیں جب چاہیں عمل میں لائیں ___ لیکن حدث (کام ہونے) کے لیے زمانہ ضروری ہے۔ اور زمانہ غیر معین میں وقوع محال عقلی ہے، اس لیے کہ وجود اور تعین ایک دوسرے کے مُساوِق (ساتھ ساتھ) ہیں، تو تعیّن سے چارہ نہیں

ثانی طائفہ درباره دست برداشتن بدعائے تعزیہ بالاشنیدی واینک اول وامام معول طائفہ دررسالہ بدعت چناں نغمہ سرا" طریق ثانی آنکہ بمطلق بالنظر الٰی ذاتہ حکمے از احکام شرعیہ متعلق گردد۔ پس مطلق بنظر ذات خود در جمیع خصوصیات ہما حکم اقتضامی نماید گودر بعض افراد بحسب عوارض خارجیہ حکم مطلق مختلف گردد (الی ان قال) در تحقیق حکم صورت خاصہ کسیکہ دعوی جریان حکم مطلق درصورت خاصہ مبحوث عنہامی نماید ہمانست متمسکت بہ اصل کہ دراثبات دعوی خود حاجت بدلیلے نہ وراد۔ دلیل او ہماحکم مطلق ست وبس [1] الخ حضرت والد قدس سرہ الماجد این اصل منیف وقاعدہ شریعت را تحقیق بالغ وتنقیح بازغ دراصول الرشاد افادہ وارشاد فرمودہ اند آنجا باید جست۔

من باول سخن باز گردم **فاقول:** باز اگر درین وقت معین مر جحے حامل براختیارش فی نفسہ موجودست فبہاورنہ ہنگام

یہ سبھی تعینات (اوقات معیّنہ) اطلاق کی بناء پر بطور بدیست وہ عمل واقع کیے جانے کے قابل تھے، مگر ان ہی میں سے کسی کو کسی مصلحت کی وجہ سے اختیار کرتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ وقت معین کو صحت کی بنیاد یا حلت کا مدار یا ثواب دئے جانے کا مناطر جانیں، ظاہر ہے کہ اس تقیید کی وجہ سے مقید، مطلق کا فرد ہونے سے خارج نہ ہوگا، اور مطلق کا جو حکم ہے وہ اس کے تمام افراد میں جاری ہوگا تب کہ کسی فرد خاص سے متعلق خاص طور پر ممانعت وارد نہ ہو__ تو ایسے مقام میں راہ یہ نہیں کہ جائز کہنے والے سے خصوصیت کا ثبوت مانگیں بلکہ راہ یہ ہوگی کہ اس فرد خاص سے متعلق ممانعت کی صراحت شریعت سے نکالیں۔ اس طائفہ کے معلم ثانی کی عبارت دعائے تعزیعت میں ہاتھ اٹھانے سے متعلق اوپر گزری، اور یہ طائفہ کے معلم اول اور امام معتمد "رسالہ بدعت" میں یوں نغمہ سرا ہیں "دوسرا طریقہ یہ کہ خود ذاتِ مطلق کی جانب نظر کرتے ہوئے اس سے کوئی حکم شرعی متعلق ہو، تو مطلق اپنی ذات کے لحاظ سے تمام خصوصیات میں اسی حکم کا مقتضی ہوگا، گو بعض افراد میں خارجی عوارض کے اعتبار سے مطلق کا حکم مختلف ہوجائے (آگے لکھا) صورتِ خاص کے حکم کی تحقیق میں جو شخص زیر بحث خاص صورت کے اندر بھی مطلق کا حکم جاری ہونے کا دعوی رکھتا ہے وہی اصل سے تمسک کرنے والا ہے، جسے اپنا دعوی ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ دلیل وہی حکم مطلق ہے اور بس "الخ حضرت والد قدس سرہ الماجد نے اس اصل اور قاعدے کی کامل اور روشن تحقیق وتنقیح اصول ارشاد میں افادہ فرمائی ہے وہاں سے اسے طلب کرنا چاہیے۔ (ت)

میں پھر پہلی گفتگو کی طرف پلٹتا ہوں۔ **اقول:** پھر اگر اس وقت معیّن کی ذات میں خود کوئی ترجیح دینے والی

[1] رسالہ بدعت (معلم اول)

تساوی ارادہ مختار ترجیح رابسند ست چنانکہ در دو جام تشنہ و دو راہ راہے مشاہدہ کنی، علی الاول مصلحت عیاں ست و علی الثانی کم نہ ازاں کہ ایں تعیین باعثِ تذکیر و تنبیہ ومانع تسویف و تفویت باشد ہر عاقل از وجدان خود یابد کہ چوں کارے راو قتے معین بنہند آمدن وقت یادش دہد ورنہ بسا باشد کہ از دست رود۔ از ہمیں جاست او قات معین کردن ذاکرین وشاغلین وعابدین مر ذکر و شغل عبادت را یکے پیش از نماز صبح صد بار کلمہ طیبہ برخود گرفتہ است۔ دیگرے پس از نماز عشا صد بار درود واگراین توقیت را از اقسام ثلثہ توقیت شرعی نہ دانند زنہار از شرعا معاتب نشوند جان برادر اگر بقول الجمیل شاہ ولی اللہ وصراط مستقیم امام الطائفہ وغیر ہما کتب ایں فن کہ اکابر و عمائد طائفہ تصنیف کردہ اند رجوع آرے چیز ہا ازیں تعینات متلزمہ یابی کہ زنہار از تاقیت شرعی نشانے نہ دارد۔ ہیہات خود از تعین ایام و او قات چہ گوئی آنجا تو دہاست ازا عمال واشغال و طُرق وہیات محدثہ مخترعہ کہ در قرون سالفہ ازا نہا اثرے وخبرے پیدا نبود واینان راباحداث وابتداع آنہا خود اعتراف است۔ شاہ ولی اللہ درقول الجمیل گویند: "صحبتنا و تعلمنا آداب الطریقۃ متصلہ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان لم یثبت تعین الاٰداب والاتلک الاشغال[1]۔"

چیز موجود ہے جو اسے اختیار کرنے کی باعث ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ جب تمام او قات یکساں اور برابر ہوں تو صاحب اختیار کا ارادہ ترجیح دینے کے لیے کافی ہے، جیسے دو جام یکساں ہیں اور پیاسا اپنے ارادے سے کسی ایک کو ترجیح دے کر اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح دو راہیں یکساں ہیں اور چلنے والا کسی ایک کواختیار کرلیتا ہے۔ پہلی صورت میں تو مصلحت خود عیاں ہے ___ اور دوسری صورت میں کم از کم اتنا ضرور ہے کہ اس کو معین کرلینے سے یاد دہانی اور اگاہی ہوگی اور یہ ٹالنے اور فوت کرڈالنے سے مانع ہوگی ہر عقل والے کا وجدان خود گواہ ہے کہ جب کسی کام کے لیے کوئی وقت معین رکھتے ہیں تو جب وقت آتا ہے وہ کام یاد آجاتا ہے ورنہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ فوت ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ذاکرین، شاغلین، عابدین اپنے ذکر و شغل اور عبادت کے لیے او قات معین کرلیتے ہیں۔ کسی نے نماز صبح سے پہلے سو بار کلمہ طیبہ پڑھنا اپنے ذمہ کرلیا ہے۔ کسی نے نماز عشاء کے بعد سو بار درود پڑھنا مقرر کرلیا ہے ___ اگر اس تعیین وتوقیت کو توقیت شرعی کی تینوں قسموں سے نہ جانیں تو شریعت کی جانب سے ان پر ہرگز کوئی عتاب نہیں ___ جان برادر! اگر شاہ ولی اللہ کی القول الجمیل، امام الطائفہ کی صراط مستقیم اور ان کے علاوہ اس طائفہ کے اکابر و عمائد کی تصنیف کردہ اس فن کی کتابیں دیکھوں تو ان میں از خود لازم کیے ہوئے تعینات سے بہت سی چیزیں پاؤگے جن میں شریعت کی جانب

[1] القول الجمیل معہ ترجمہ شفاء العلیل فصل ۱۱ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

	سے تعیین وتوقیت کا کوئی نام ونشان بھی نہیں ہے۔ دُور کیوں جایئے اور تعیین ایام واوقات کی بات کیوں کیجئے، وہاں تو دسیوں اعمال واشغال اور ہیآت وطُرق ایجادی اور اختراعی ایسے موجود ہیں جن کا قرونِ سابقہ میں کوئی نام ونشان تھا، نہ ذکر وخبر۔ ان حضرات کو ان کی ایجاد اور ابتداع کا خود اقرار ہے۔ (۱) شاہ ولی اللہ القول الجمیل میں لکھتے ہیں: "ہماری صحبت اور ہماری تعلیم آداب طریقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل ہے اگرچہ ان آداب اور ان اشغال کی تعیین حضور سے ثابت نہیں۔" (ت)
۲ مولوی خرمعلٰی در ترجمہ این عبارت گفت۔	(۲) مولوی خرمعلٰی شاہ صاحب کی مذکورہ بالا عربی عبارت کا ترجمہ یہ لکھتے ہیں: (ت)

"ہماری صحبت اور طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک، اگرچہ تعیین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں[1]" اھ ملخصًا

۳ ہم در شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل گوید۔	(۳) یہی صاحب القول الجمیل کے ترجمہ شفاء العلیل میں لکھتے ہیں: (ت)

"حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑا۔ بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے[2] الخ۔"

۴ ہمدران از شاہ عبدالعزیز صاحب آرد۔	(۴) اسی میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتے ہیں: (ت)

"مولانا حاشیے میں فرماتے ہیں اور اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات اور ہیات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسب مخفیہ کے سبب سے[3]" الخ

۵ باز خود می گوید۔	(۵) پھر خود لکھا ہے: (ت)

"یعنی ایسے امور کو مخالفِ شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں[4]۔"

---

[1] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳
[2] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۷
[3] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۱
[4] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۱

امام ٦ الطائفہ در صراط مستقیم سراید: "محققان از اکابر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناء علیہ مصلحت دید ووقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تعین کردہ تجوید اشغال نمودہ شود [1]۔" اھ ملخصًا ٧ ودر حال پیر خود گوید: "در تلقین وتعلیم طریقہ چشتیہ بازوئے ہمت کشاند وتجدید اشغالے کہ ایں کتاب مستطاب براں محتوی گردیدہ فرمودند [2]۔"
سبحان اللہ! اینان کہ براصل شما صراحۃً احداث فی الدین کروند وقطعًا چیزہا برآوردند کہ قرون سابقہ ازانہا خبرے نہ داشتہ، ضال ومبتدع نباشد بلکہ ہمچناں امام ومقتدا وعرف و علماء مانند دیگراں بر ہمیں قدر جرم کہ چندامور محمودہ ثابت فی الشرع راجمع نمودند وفعل آنہارا از جملہ اوقات جائز فی الشرع وقتے معین گرفتند، معاذاللہ گمراہ وبدعتی شوند، للہ انصاف ایں تحکم بیجارا چہ گفتہ آید، مگر شریعت گردانید۔ ہان دہان اے طالب حق ایناں رادر طغیان وعدوان اینان بگداز، و روئے بآثار واحادیث آرتاچیزے از تعینات عادیہ برتو خوانیم ازین قبیل ست انچہ در حدیث آمد کہ حضور پر نور سید عالم

(٦) امام الطائفہ نے صراط مستقیم میں لکھا ہے: "محققین اکابر نے تجدید اشغال کے طریقے میں بڑی کوشش کی ہیں، اسی بنا پر مصلحت اور وقت کا تقاضا یہ ہوا کہ اس کتاب کا ایک باب اس وقت کے مناسب اشغال جدیدہ کے بیان کے لیے معیّن کیا جائے اور اشغال کی تجدید عمل میں لائی جائے۔" اھ ملخصًا
(٧) اپنے پیر کے حال میں لکھا ہے: "طریقہ چشتیہ کی تلقین وتعلیم میں بازوئے ہمت کشادہ کیا، اور ان اشغال کی تجدید فرمائی جن پر یہ کتاب مستطاب مشتمل ہے۔ سبحان اللہ! یہ لوگ جو تمھارے قاعدے کے مطابق صراحۃً "احداث فی الدین" اور کھلی ہوئی بدعت جاری کرنے کے مرتکب ہیں، اور بلاشبہہ ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں جن کی قرون سابقہ میں کوئی خبر نہیں، وہ تو گمراہ اور بدعتی نہ ہوں بلکہ ویسے ہی امام ومقتداء اور عُرفاء وعُلماء رہیں ___ دُوسرے صرف اتنے جرم پر کہ انھوں نے شریعت میں ثابت چند پسندیدہ امور کو یکجا کردیا، اوران کو عمل میں لانے کیلئے شریعت میں جائز اوقات میں سے ایک وقت معین کرلیا، معاذاللہ گمراہ اور بدعتی ہوجائیں ___ للہ انصاف! اس بے جا تحکم اور ناروازبردستی کو کیا کہا جائے، شاید شریعت تمھارے گھر کا کاروبار ہے کہ جیسے چاہو الٹ پھیر کرتے رہو ہوشیار۔ ہوشیار اے طالبان حق

[1] صراط مستقیم مقدمۃ الکتاب باب اول المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ٧ و ٨
[2] صراط مستقیم باب چہارم المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ١٦٦

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیارتِ شہدائے احد را سر سال مقرر فرمودن کما سیأتی وآمدن مسجد قبارا روز شنبہ[1] کما فی الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وروزہ شکر رسالت را روز دوشنبہ[2] کما فی صحیح مسلم عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وباصدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ مشاورہ دینی صبح وشام[3] کما فی صحیح البخاری عن ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وانشائے سفر جہاد را پنجشنبہ[4] کما فیہ عن کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ وطلبِ علم را دوشنبہ[5] کما عند ابی الشیخ وابن حبان والدیلمی بسند صالح عن انس ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ، وعبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وعظ وتذکیر را روز پنجشنبہ[6] کما فی صحیح البخاری عن وائل وعلماء ہدایت درس را روز چہار شنبہ[7] کما فی تعلیم المتعلم للامام برھان الاسلام

ان کو، ان کی سرکشی اور زیادتی میں چھوڑ اور اثار واحادیث کی جانب متوجہ ہو تاکہ ہم کچھ تعیناتِ عادیہ تجھے سنائیں:
اسی قبیل سے ہے جو حدیث میں آیا کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کی زیارت کے لیے سر سال کا وقت مقرر فرمالیا تھا جیسا کہ آگے ذکر آرہا ہے۔ اور سنیچر کے دن مسجد قبا میں تشریف لانا، جیسا کہ صحیحین میں (بخاری ومسلم) میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے۔ (۳) اور شکرِ رسالت کے لیے دوشنبہ کا روزہ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، (۴) اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دینی مشاورت کے لیے وقتِ صبح وشام کی تعیین، جیسا کہ صحیح بخاری میں اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے۔ (۵) اور سفر جہاد شروع کرنے کے لیے پنجشنبہ کی تعیین، جیسا کہ اسی صحیح بخاری میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ اور (٦) طلب علم

---

[1] صحیح مسلم باب فضلِ مسجد قبا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۸
[2] صحیح مسلم باب استحباب صیام ثلاثۃ آیام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳٦۸
[3] صحیح البخاری باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۵۲
[4] صحیح البخاری باب من اراد غزوۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۱۴
[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۳۷ دار لکتب العلمیہ بیروت ۱/۸۷، کنز العمال حدیث ۲۹۳۴۰ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۰/۲۵۰
[6] صحیح البخاری باب من جعل لاہل العلم ایاما معلومۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱٦
[7] تعلیم المتعلم فصل فی بدایۃ السبق مطبع علیمی دہلی ص ۴۳

الزرنوجی حکایت کردش ازاُستاد خود امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ وگفت ھکذا کان یفعل ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ[1]۔ صاحب تنزیہہ الشریعۃ فرمود وکذا کان جماعۃ من اھل العلم[2]۔اینہمہ ہا از باب توقیت عادی ست حاشاکہ مراد سیدالاسیاد علیہ افضل الصلٰوۃ من الملک الجواد آن باشد کہ زیارت جز بر منتہائے سال زیارت نیست یا روا نباشد یا اجر عظیم کہ این روز بر بندہ نوازی وامت پروری وتشریف مزارات شہدائے کرام بتراب اقدام برکت نظام نصیب آن شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کنندر وز دیگرنہ کنند ہمچناں مقصود ابن مسعود آں نہ بود کہ وعظ جز بروز پنجشنبہ وعظ نیست یا در غیر اوجواز نے یا روز دیگر ایں اجر مقصود یا شرع مطہر این تعیین نمود، حاش اللہ، بلکہ ہمیں عادتے التزام فرمودہ تاہر ہفتہ بتذکیر مسلماناں پرداز وتعیین یوم طالبان خیر را بآسانی جمع در بعضے ازانہا مرجحی جداگانہ حاصل ست ہچو وقوع بعثت وحصول علم نبوت در روز دوشنبہ وعظم برکت در بکور پنجشنبہ درجائے اتمام در بدایت چار شنبہ کہ حدیثے ذکر کنند ما من شیئ بدیٔ یوم الاربعاء الاتم[3] ودر بعض دیگر ہمیں ترجیح ارادی ست کہ مصلحت	کے لئے دو شبہ کی تعیین جیسا کہ ابوالشیخ، ابن حبان اور ویلمی نے بسند صالح حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ (۷) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وعظ وتذکیر کے لیے پنچشنبہ کا دن مقرر کیا، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابواوائل سے مروی ہے۔ (۸) اور علما نے سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا دن رکھا، جیسا کہ امام برہان الاسلام زرنوجی کی تعلیم المتعلم میں ہے۔ انھوں نے اپنے استاد امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ سے اس کی حکایت فرمائی اور کہا کہ اسی طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہا کرتے تھے، صاحب تنزیہہ الشریعۃ نے فرمایا اوراسی طرح ایک جماعت کے علماء کا دستور رہا ہے۔ یہ سب توقیت عادی کے باب سے ہیں، حاشا کہ سید سرداراں علیہ الصلٰوۃ والسلام کی مراد یہ ہے کہ انتہائے سال کے علاوہ کسی دوسرے وقت، زیارت نہیں، یا جائز نہیں، یا اس دن بندہ نوازی امت پروری اور قدم مبارک کی خاک پاک سے مزاراتِ شہدائے کرام کو شرف بخشنے پر جو اجر عظیم اس شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطا ہوگا وہ دوسرے دن نہ ملے گا۔

[1] تعلیم المتعلم فصل فی بدایۃ السبق الخ مطبع علیمی دہلی ص ۴۳

[2] تنزیہہ الشریعۃ باب ذکر البلدانج والایام الخ فصل ثانی حدیث ۲۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵۶/۲

[3] تعلیم المتعلم فصل فی بدایہ السبق الخ مطبع علیمی دہلی ص ۴۳، تنزیہی الشریعۃ باب ذکر البلدان والایام الخ فصل ثانی حدیث ۲۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵۶/۲

ودروے کم از کم وتیسیر نیست۔ ہم ازیں باب ست تعینات مردم درسوم وچہلم وشش ماہ سرسال کہ بعضے ازانہار مصلحتے خاص وارد وبعض آخر بقصد آسانی ویاد دہانی معتاد معہود گردید ولامشاحته فی الاصطلاح۔ اینجا کلام مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کہ امام الطائفہ راعم نسب وپدر وجد طریقت بود شنیدن دارد۔ در تفسیر عزیزی زیر قولہ عزوجل والقمر اذا تسق فرمود۔ واردست کہ مردہ درین حالت مانند غریقے ست کہ از انتظار فریاد رسی می برد۔ وصدقات وادعیہ وفاتحہ درین وقت بسیار بکار اومی آید وازین ست کہ طوائف بنی آدم تایکسال وعلی الخصوص تایک چلہ از موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند"[1] اھ	اسی طرح حضرت ابن مسعود کا مقصود یہ نہ تھا کہ پنجشنبہ کے علاوہ کسی اور دن وعظ نہیں، یا دوسرے دن اس کا جواز نہیں، یا دوسرے دن یہ اجر فوت ہوجائے گا، شرع مطہر نے یہ تعیین فرمائی تھی۔ ہر گز نہیں۔ بلکہ یہی ایک عادت مقرر کرلی تھی تاکہ ہر ہفتہ میں مسلمانوں کی تذکیر کا کام انجام دیتے ہیں، اور دن متعین ہونے کی وجہ سے طالبان خیر آسانی سے جمع ہوجائیں ــــ اسی طرح باقی امور کو قیاس کرو۔ ہاں ان میں سے بعض میں کوئی الگ مرجح بھی موجود ہے۔ جیسے دوشنبہ کے دن بعثت کا وقوداور علم نبوت کا حصول ــــ اور پنجشنبہ کو صبح سویرے نکلنے میں عظیم برکت کا وجود ــــ اور چہار شنبہ (بدھ) کو شروع کرنے میں تکمیل کی امید ــــ کہ یہاں ایک حدیث ذکر کرتے ہیں کہ "جو کام کی بھی چہارشنبہ کو شروع کیا جائے وہ پورا ہو۔" اور بعض دیگر میں یہی ترجیح ارادی ہے جس میں کم از کم یاد دہانی اور آسانی کی مصلحت ضرور کارفرما ہے۔ اسی باب سے سوم، چہلم، چھ ماہ، اور انتہائے سال کے تعینات سے جو لوگوں نے جاری کر رکھے ہیں۔ ان میں سے بعض میں کوئی خاص مصلحت بھی ہے اور بعض دیگر آسانی ویاد دہانی کے خیال سے رائج ومعمول ہیں۔ اور اصطلاح میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ (ت) یہاں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی (جو امام الطائفہ کے نسبی چچا، علمی باپ اور طریقت میں دادا تھے) کا کام سننے کے قابل ہے۔ تفسیر عزیزی میں قولِ باری عزوجل "والقمر اذا اتسق" کے تحت فرماتے ہیں: "وارد ہے کہ مُردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریادرس کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت صدقے، دعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ، موت سے ایک سال تک، خصوصًا چالیس دن تک اس طرح کی امداد میں بھرپور کوشش کرتے ہیں۔" اھ (ت)

[1] تفسیر عزیزی آیہ والقمر اذا اتسق کے تحت مذکور ہے لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

ولطیف تر آنکہ شاہ صاحب موصوف عرس پیران وپدراں خودشاں باہتمام تمام بجامی آوردند وپیش ایشاں برقبور درویشاں اجتماع مردم وفاتحہ خوانی وتقسیم طعام وشرینی بتجویز وتقریر ایشاں می شد چنانکہ درعامہ اہل سجادہ جاری وساری است۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی بریں افعال شاہ بہ بہماں شبہات واہیہ کہ حضرات منکرین بکار می برند برشاہ صاحب زبانِ مطاعن ومثالب کشود ورقم نمود "کسانیکہ اقوال اینہا مطابق افعال شان نیستندی، عرس بزرگاں خود بر خود مثل فرض دانستہ سال بسال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام وشیرینی درانجار تقسیم نمودہ مقابر راوثنا یعبد می کنند [1] اھ ملخصا

شاہ صاحب در رسالہ ذبیحہ مطبوعہ مجموعہ زبدۃ النصائح بپاسخ ایں طعن فرمایند **قولہ** "عرس بزرگان خود آہ ایں طعن مبنی ست بر جہل باحوال مطعون علیہ زیراکہ غیر ازفرائض شرعیہ مقررہ راہیچکس فرض نمیداندآرے زیارت وتبرک بقبور صالحین وامداد ایشاں باہدائے ثواب وتلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء وتعین روز عرس برائے آن ست کہ آن روز مذکر انتقال ایشاں می باشد،از

زیادہ پر لطف بات یہ ہے کہ شاہ صاحب موصوف اپنے پیروں اور باپ داداکا عرس پورے اہتمام سے کرتے تھے اور ان کے سامنے ان کی اجازت سے، اور ان کے برقرار رکھنے سے درویشوں کی قبروں پر آدمیوں کا اجتماع، فاتحہ خوانی اور طعام وشیرینی کی تقسیم ہوتی تھی، جیساکہ سبھی اہل سجادہ میں جاری وساری ہے۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی نے ان ہی بے وزن شبہات کے تحت جو حضرات منکرین پیش کرتے ہیں، شاہ صاحب کے ان افعال کے باعث شاہ صاحب زبان لعن طعن دراز کی اور لکھا کہ وہ لوگ جن کے اقوال افعال کے مطابق نہیں اپنے بزرگوں کا عرس اپنے اوپر فرض کی طرح لازم جان کر سال بہ سال مقبرے پر اجتماع کرکے وہاں طعام وشیرینی تقسیم کرکے ان مقبروں کو بُتِ معبود بناتے ہیں۔"اھ ملخصًا (ت)

شاہ صاحب "رسالہ ذبیحہ "میں جو مجموعہ زبدۃ النصائح میں چھپاہے اس طعن کے جواب میں فرماتے ہیں"**قولہ** عروس بزرگان خود الخ۔ یہ طعن مطعون علیہ کے حالات سے بے خبری پر مبنی ہے اس لیے شریعت میں مقررہ فرائض کے سوا کسی کام کو کوئی فرض نہیں جانتا۔ ہاں قبور صالحین کی زیارت قرآن، دعائے خیر اور تقسیم شرینی وطعام سے ان کی امداد باجماع علماء مستحسن اوراچھا عمل ہے ___ اور

[1] مفتی عبدالحکیم پنجابی

دارالعمل بدار الثواب والاہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجبِ فلاح ونجات ست وخلف راالازم ست کہ سلف خودرا بایں نوع برواحسان نماید[1]۔ باز تعین سرسال والتزامش راسند از احادیث آورند کہ ابن المنذر وابن مردویہ ازانس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کردند ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یاتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشھداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار [2]یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال بأُحد تشریف ارزانی میداشت، چوں بردرہ کوہ می رسید بر گور شہیداں سلام می کردومی فرمود سلام باد بشمابہ شکیبائی شما۔ پس چہ نیکوست سرائے آخرت،وامام ابن جریر در تفسیر خودش از محمد بن ابراہیم روایت نمود قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یأتی قبور الشھداء علی راس کل حول فیقول السلام علیکم بماصبرتم فنعم عقبی الدارط وابوبکر وعمر وعثمٰن [3]یعنی سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سرہر سال برخاک شہداء قدم رنجہ می فرمودمی گفت سلام علیکم الآیۃ ـ بعدہ، حضرت صدیق فاروق وذی النورین نیز ہمچناں میکردند رضی اللہ

روز عرس کا تعین اس لیے ہے کہ وہ دن دارالعمل سے دارالثواب کی جانب ان کے انتقال فرمانے کی یاد دہانی کرنے والا ہے ورنہ جس دن بھی یہ کام ہو فلاح ونجات کا سبب ہے۔ اور خلف پر لازم ہے کہ اپنے سلف کے لیے اسی طرح کی بھلائی اور نیکی کرتا رہے۔ پھر سال کے تعین اور اس کے التزام کے سلسلے میں احادیث سے سند ذکر فرمائی کہ ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال احد تشریف لاتے، جب درہ کوہ پر پہنچتے تو شہیدوں کی قبر پر سلام کرتے اور فرماتے: تمھیں سلام ہو تمھارے صبر پر کہ دارِ آخرت کیا ہی عمدہ گھر ہے،اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت محمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی خاک پر قدم رنجہ فرماتے اور کہتے تم پر سلام ہو ___ آخر تک ___ حضور کے بعد حضرت صدیق و فاروق اور ذی النورین بھی ایسا ہی کرتے، رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

---

[1] زبدۃ النصائح

[2] درمنشور بحوالہ ابن منذر وابن مردویہ زیر آیۃ سلام علیکم الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۴/ ۵۸

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) زیر آیۃ سلام علیکم الخ مطبعۃ میمینہ مصر ۱۳/ ۸۴

تعالٰی عنہم۔ ودر تفسیر کبیر ست عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یأتی قبور الشھداء راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ○ والخلفاء الاربعۃ ھکذا کانوا یفعلون [1] یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال بمزار شہداء می شد وآیہ مذکورہ می خواند وہمچنان حضرات خلفاء اربعہ می کردند رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین [2]۔

اور تفسیر کبیر میں ہے: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال شہداء کے مزار پر تشریف لے جاتے اور آیۂ مذکورہ پڑھتے۔ اور اسی طرح حضرات خلفائے اربعہ بھی کرتے۔ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔ (ت)

بالجملہ حق آنست کہ تخصیصات مذکورہ ہمہ تعینات عادیہ است کہ زنہار جائے طعن ملامت نیست۔ این قدر احرام وبدعت شنیعہ گفتن جہلے ست صریح وخطائے قبیح۔ شاہ الدین مرحوم دہلوی برادر مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب در فتوی خودش چہ خوش سخن انصاف گفتہ عبارتش چناں آوردہ اند۔

الحاصل حق یہ ہے کہ مذکورہ تخصیصات سبھی تعینات عادیہ سے ہیں جو ہرگز کسی طعن اور ملامت کے قابل نہیں۔ اتنی بات کو حرام اور بدعت شنیعہ کہنا کھلی ہوئی جہالت اور قبیح خطا ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھائی شاہ رفیع الدین دہلوی نے اپنے فتاوٰی میں کیا ہی عمدہ انصاف کی بات لکھی ہے۔ ان کی عبارت یُوں نقل کی گئی ہے:

سوال: تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگان مثل کھچڑا در فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ وتوشہ در فاتحہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ذلک وہمچناں تخصیص خورندگان چہ حکم وارد؟

"**سوال:** بزرگوں کی فاتحہ میں کھانوں کو خاص کرنا، مثلاً امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فاتحہ میں کھچڑا، شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ میں توشہ وغیر ذلک، یوں ہی کھانے والوں کو خاص کرنا، ان سب کا کیا حکم ہے؟

جواب: فاتحہ وطعام بلاشبہہ از مستحسنات ست و تخصیص کہ فعل مخصص است باختیار اوست کہ باعث منع نمی تواند شد این تخصیصات از قسم عرف وعادت اند کہ بمصالح ومناسبت خفیہ ابتداءً بظہور آمدہ ورفتہ رفتہ شیوع یافتہ [3] الخ

جواب: فاتحہ اور طعام بلاشبہہ مستحسن ہیں، اور تخصیص جو مخصص (خاص کرنے والے) کا فعل ہے۔

---

[1] التفسیر الکبیر للرازی زیر آیۃ سلام علیکم مطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۹/۴۵

[2] زبدۃ النصائح

[3] فتاوٰی شاہ رفیع الدین

ثم اقول: بلکہ اگر اینجار خود ہیچ مصلحتے دینی نباشد تاعدمِ وجود مفسدت نیست کہ موجب انکار این کار شود ورنہ مباح کجا رود۔ امام احمد در مسند بسند حسن از خاتونے صحابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا راوی ست حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود صیام السبت لالک ولاعلیک [1] روز ہائے روز شنبہ نہ مر تراست نہ بر تو علماء در شرحش فرمایند لالک فیہ مزید ثواب ولاعلیک فیہ ملامہ ولا عتاب [2] نہ ترا در وے افزونی ثوابے نہ بر تو در وے ملامتے وعتاب۔ روشن شد کہ تخصیص بے مخصص اگر نافع نیاید مضر ہم نباشد، وھو المراد۔ آرے ہر عامی کہ ایں تعین عادی را توقیت شرعی داند وگمان برد کہ ایصالِ ثواب در غیر این ایام صورت نہ بندد یا روانہ باشد ایں ایام از ایامِ دیگر اتم است وافر بلاشبہہ غلط کار وجاہل ودرین خاطی ومبطل ست، اما این قدر گمان معاذاللہ دراصل ایمان خلل نیارد نہ موجب قطعی ووعید حتمی گردد۔ چنانکہ امام الطائفہ درر تقویۃ الایمان اعتقاد دارد واین جہالتِ فاحشہ او از جہل آں عامی بدر جہا تبر ست آں

وہ اس کے اختیار میں ہے۔ ممانعت کا سبب نہیں ہوسکتا، یہ خاص کر لینے کی مثالیں، سب عرف اور عادت کی قسم سے ہیں جو ابتداء میں خاص مصلحتوں اور خفی مناسبوں کی وجہ سے رونما ہوئیں پھر رفتہ رفتہ عام ہوگئیں۔" الخ

ثم اقول: بلکہ اگر یہاں خود کوئی دینی مصلحت نہ ہو (تو بھی حرام نہیں ہوسکتا) کیونکہ مصلحت نہ ہونے کا معنٰی یہ نہیں کہ مفسدہ موجودہ ہے کہ باعثِ انکار ہوجائے ورنہ مباح کہا جائے گا؟ امام احمد مسند میں بسندِ حسن ایک صحابیہ خاتون رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنیچر کے روزے نہ تیرے لیے نہ تیرے اوپر__ علماء نے اس کی شرح میں فرمایا: نہ تیرے لیے اس میں کسی ثواب کی زیادتی ہے نہ اس میں تجھ پر کوئی عتاب اور ملامت ہے__ واضح ہوا کہ بے وجہ تخصیص کے خاص کرلینا اگر مفید نہ ہو تو مضر بھی نہ ہوگا، اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ ہاں جو عامی شخص اس تعین عادی کو توقیتِ شرعی جانے اور گمان کرے کہ ان کے علاوہ دنوں میں ایصال ثواب ہوگا ہی نہیں، یا جائز نہیں، یا ان ایام میں ثواب دیگر ایام سے زیادہ کامل ووافر ہے، تو بلاشبہہ وہ شخص غلط کار اور جاہل ہے اور اس گمان میں خطا کار اور صاحب باطل ہے__ لیکن اتنا گمان اصل ایمان میں خلل نہیں لاتا، نہ ہی کسی قطعی

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث امراۃ رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۶/ ۳۶۸

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۵۱۲۰ دارالمعرفت بیروت ۴/ ۲۳۰

از جہلے وجزافے بیش نیست وایں ضلال بعید و اعتزال شدید است ولاحول ولاقوۃ الاّ باللّٰہ العزیز الحمید۔ اینجانیز حصہ امام الطائف در سفاہت وسخافت وحمق وجزافت پیداست یقال لھم لیس من یعلم کمن لا یعلم ہمچناں انچہ عوام جہلہ در باب ایصال ثواب امور مستنکرہ احداث کردہ اند مثلاً ریاء وسُمعہ و تفاخر جمع اغنیاء ومنع فقراء وآنکہ ورسوم جماعتے یکجا نشستہ ہرہمہ قرآن بجہر خوانند وفریضہ استماع ازدست دہند ایں ہمہ ممنوع ومحظور مکروہ ومحذ درست علما را باید کہ بر مفاسد زوائد سرزنش کنند نہ آں کہ باطلاق لسان وسلاطب زبان اصل کار راز نند، چنانکہ بسیارے از عوام در نماز خصوصًا نوافل کہ تنہا گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیرہ محظورات عدیدہ خوکردہ اند، ایں معنی مستلزم وترہیب می باید کرد، وبرادائے نماز تحریص وترغیب این ست، سخن مجمل و قولِ فیصل کہ خواص آنسود کہ حق این است واز حق نشاید گزشت واللّٰہ الھادی الی سبیل الرشاد والصلوٰۃ والسلام علی المولی الجوادس محمد واٰلہٖ وصحبہ الامجاد، واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ، اتم۔

عذاب اور حتمی وعید کا سبب ہوتا ہے جیسا کہ امام الطائفہ کا اپنی تقویۃ الایمان میں یہ اعتقاد ہے اور اس کی یہ جہالتِ فاحشہ اس عامی کی جہالت سے بدر جہا بدتر ہے ــ وہ ایک نادانی اور اٹکل سے زیادہ نہیں، اور یہ بڑی گمراہی اور شدید اعتزال ہے والاحول والاقوۃ الاّ باللّٰہ العزیز الحمد ـــ۔ یہاں بھی سفاہت۔ سخافت، حماقت اور جزافت میں امام الطائفہ کا حصہ نمایا ہے، ان سے کہا جائے گا جاننے والا انجان کی طرح نہیں، اسی طرح جاہل عوام نے ایصال ثواب کے باب میں جو جو ناپسندیدہ امور پیدا کرلیے ہیں ـــ جیسے نمائش، ناموری، مفاخرت، مالداروں کو جمع کرنا، محتاجوں کو منع کرنا، اور یہ کہ سوم میں ایک جماعت اکٹھا بیٹھی ہے اور سب کے سب بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں اور سننے کا فرض ترک کرتے ہیں، یہ سب ممنوع وناروا ہے، مکروہ اور برا ہے ـــ علماء کو چاہئے کہ ان زائد مفاسد پر سرزنش کریں نہ یہ پوری بے لگامی اور زبان درازی سے خصوصًا نوافل میں جنھیں تنہا ادا کرتے ہیں تعدیل ارکان وغیرہ کی عدم رعایت جیسے متعدد ممنوعات کے عادی ہیں، یہ حالت اس کو مستلزم نہیں کہ انھیں نماز سے روک دیا جائے ،بلکہ ان بری عادات سے بچانا اور ڈرانا چاہئے اور نماز ادا کرنے کی تشویق وترغیب ہونی چاہئے ـــ یہ ہے اجمالی کلام اور قولِ فیصل، جو اس طرف کے خواص اور اس طرف کے بعض عوام دونوں پر گراں گزرے گا، مگر کیا کیا جائے کہ حق یہی ہے اور حق سے تجاوز نہیں ہوسکتا ـــ اور خدا ہی راہ ہدایت کی جانب ہادی ہے ـــ فیاض آقا حضرت محمد اور انکی بزرگ واصحاب پر درود وسلام ہو اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے، وراس ذات بزرگ کا علم سب سے کامل ہے۔ (ت) ÷

مسئلہ ۱۸۴: از بغداد شریف، آرمرڈ کار ٹینک کو مسئولہ علی رضا خاں فٹر مستری ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فاتحہ دلانہ شرع سے جائز ہے یا نہیں؟ کوئی ایسی حدیث لکھ دیجئے جس سے یہ ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی طرح فاتحہ دلائی تھی؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

فاتحہ دلانہ شریعت میں جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

الاصل ان کل من ابی بعبادۃ مالہ جعل ثوابھا لغیرہ وان نواھا عند الفعل لنفسہ لظاھر الادلۃ[1]۔	اصل یہ ہے کہ جو کوئی عبادت کرے اسے اختیار ہے کہ اس کا ثواب دوسرے کے لیے کردے اگرچہ ادائے عبادت کے وقت خود اپنے لیے کرنے کی نیت رہی ہو، ظاہر دلائل سے یہی ثابت ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

سواء کانت صلٰوۃ اوصوما اوصدقۃ اوقراءۃ[2]۔	خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قراءت۔(ت)

اور جس طرح مدار اور خانقاہیں اور مسافرخانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان ان کو فعل ثواب سمجھتے ہیں، کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح بنوائے تھے، یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دی جاتی ہے جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میّت کو پہنچاتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بیشک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللہ ورسول نے منع نہ فرمایا دوسرا کہ منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گھڑے گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ۫ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم	بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید وکلمہ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا، جسے سوم یا تیجا کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

---

[1] درمختار باب الحج عن الغیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۱

[2] ردالمحتار باب الحج عن الغیر ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۲/۲۳۶

[3] القرآن ۱۶/۱۱۷-۱۱۶

الجواب:

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مردہ کو ثواب پہنچتا ہے۔ اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ ثواب پاکر خوش ہوتا ہے اور ثواب کا منتظر ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے، تو قرآن شریف وکلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بنا پر ہے۔ اس میں بھی حرج نہیں، حدیث میں ہے: **صوم یوم السبت لالك ولاعلیك**[1] (سنیچر کے روزہ میں نہ تیرے لیے کوئی مزید فائدہ ہے نہ کوئی نقصان۔ ت) اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے، غنی لوگ اس میں سے نہ لیں، باقی جو بیہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں مثلاً اس میں شادی کے سے تکلفات کرنا، عمدہ عمدہ فرش بچھانہ، یہ باتیں بیجا ہیں، اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچے گا اور روز کم، تو یہ عقیدہ بھی اس کا غلط ہے۔ اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں، نہ چنے بانٹنے کے سبب کئی برائی پیدا ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۸۶: از کرہ ڈگسائی ضلع شملہ بمعرفت کمال الدین مرچنٹ مرسلہ حبیب اللہ ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ کھانے کے اوپر کلام الٰہی یعنی **الحمد** اور **قل ھو اللہ** پڑھنا منع ہے، اور پڑھنے سے طعام حرام ہو جاتا ہے، لہٰذا امیدوار ہوں کہ کلام الٰہی سے کھانا کیوں حرام ہو گیا، اور کلام الٰہی کیا ایسا خراب ہے جس کے پڑھنے سے حلال چیز حرام ہو جائے؟

الجواب:

فاتحہ بیشک جائز ہے۔ وہ مسلمان میّت کو نفع پہنچتا ہے، اور فرض کے بعد کوئی چیز مولٰی تعالٰی کو اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں کہ مسلمان کو نفع پہنچایا جائے۔ حدیث میں ہے:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعه[2]۔	جو اپنے بھائی کو نفع پہنچاسکتا ہو تو چاہئے کہ اسے نفع پہنچائے۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

احب الاعمال الی المولٰی تعالٰی بعد الفرائض	اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں فرائض کے بعد سب سے زیادہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث الصماء بنت بسر رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۳۶۸

[2] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۲۲۴

ادخال السرور فی قلب المسلم [1]۔	پسندیدہ عمل یہ ہے کہ مسلمان کا دل خوش کرے (ت)

جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید پڑھنے سے کھانا حرام ہو جاتا ہے وہ کذاب ہیں،۔ شرع مطہرہ پر افتراء کرتے ہیں، قرآن مجید میں ہے ایسے لوگ فلاح نہ پائیں گے ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ان پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء والارض [2]۔	جو بغیر علم کے فتوی دے اس پر اسمان وزمین کے فرشتوں کی لعنت ہو۔ (ت)

ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم [3]۔	ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں (ت)

مسئلہ ۱۸۷: از الہ آباد مسئولہ محمود مستری صاحب ۱۳۳۲ھ

اپنے بزرگوں کے نام پر کھانا پکوا کر اس کو آگے رکھ کر، پانی وغیرہ رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے یا ناجائز؟ موافق حدیث شریف نیت گیارھویں شریف کرکے فاتحہ پیران پیر صاحب کی جائز ہے یا نہیں؟ کس کا طریقہ ہے؟ یاسنت ہے؟ فقط

الجواب:

امواتِ مسلمین کے نام پر کھانا پکا کر ایصال ثواب کے لیے تصدق کرنا بلاشبہہ جائز ومستحسن ہے اور اس پر فاتحہ سے ایصال ثواب دوسرا مستحسن ہے، اور دو چیزوں کو جمع کرنا زیادتِ خیر ہے۔ اور پانی سے بھی ایصال ثواب کرسکتے ہیں۔ بلکہ حدیث میں ہے: افضل الصدقه سقی الماء [4]۔ سب سے بہتر صدقہ پانی پلانا ہے۔ ایک حدیث میں ہے: جہاں پانی نہ ملتا ہو کسی کو پانی پلانا ایک جان کو زندہ کرنے کی مثل ہے اور جہاں پانی ملتا ہو وہاں

---

[1] مرقات المفاتیح عن ابن عباس بحوالہ الطبرانی کتاب الادب مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۷۵۳، مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی لاوسط باب فضل قضاء الحوئج دارالکتاب بیروت ۸/ ۱۹۳، الترغیب والترہیب کتاب البر والصلۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۹۴

[2] کنزالعمال بحوالہ ابن دساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[4] الدرالمنشور زیر آیۃ افیضوا علینا من الماء الخ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۳/ ۹۰

پلانا غلام کو آزاد کرنے کے مثل ہے او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جیسا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ت) یوں ہی گیارھویں شریف جائز ہے اور باعث برکات اور وسیلہ مجربہ قضاء حاجات ہے۔ اور خاص گیارھویں کی تاریخ کی تخصیص خصیصِ عرفی اور مصلحت پر مبنی ہے جبکہ اسے شرعًا واجب نہ جانے، **کمابیناہ فی فتاوٰنا وقد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوم یوم السبت لالك ولاعلیك**[1] (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے شنبہ کا روزہ تیرے لیے زیادہ نافع نہ کچھ مضر۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۸۸تا۱۹۸: از اودے پور میواڑ محلّہ مہاوت دوڑی مرسلہ فتح محمد ورحیم بخش نعلبند ۱۴رمضان ۱۳۳۸ھ

میرے آقا میرے ہادی، حضرت مولٰنا دام اقبالہ،

(۱) متوفی کے نام پر دونوں وقت مساکین کو کھانا کھلانے اور خیرات کرنے سے مرحومہ کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

(۲) مرحومہ کے نام پر ایک پانی کا برتن پرندوں کے پانی کے لیے رکھا ہے اور انھیں اناج بھی ڈالنا، اور مرحومہ کے نام پر کُتّے کو بھی روٹی ڈالنا اس کا ثواب پہنچے گا یا نہیں؟

(۳) بیس روپے کے ہدیہ میں تیس پارے علیحدہ علیحدہ منگا کر مرحومہ کے نام پر مسجد میں نمازیوں کے پڑھنے کے لیے رکھے ہیں، اور فقیر و مساکین کو جوڑا کپڑا بھی دیا جائے تو ان کا بھی مرحومہ کو ثواب ہوتا ہے یا نہیں؟

(۴) مرحومہ کی قبر پر دونوں وقت پھول چڑھانا اور اگر بتّی جلانا اور فاتحہ پڑھنا اس سے بھی ثواب ملے گا؟ اور میرے قبر پر جانے کا حال مرحومہ کو معلوم ہوتا ہے یا نہیں؟

(۵) اور میلاد شریف مرحومہ کے نام سے کرنا اس کا بھی ثواب ملے گا؟

(۶) ربیع الاول کے ماہ ختم ہونے کی پنجشنبہ چاند رات کی صبح کو انتقال ہوا اور دوبجے دفن ہوئی اور بعد مغرب تک قرآن پڑھنے والے کو جمعہ کو سپرد کرنے کے لیے رکھا اور یہ جمعہ میں شریک ہوئے یا نہیں؟

(۷) مرحومہ کو شروع نوماہ کا حمل تھا، خون جاری ہو کر انتقال ہوا اور کفن پر بھی خون کا داغ تھا، گو میّت کو غسل دے دیا تھا مگر وقتِ دفن بھی خون کا داغ نظر آیا، اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۸) مرحومہ میرے خواب میں آئیں، ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پڑھاتے ہوئے نظر آئیں، اور کسی روز خواب میں بنگلے باغیچے میں بیٹھے ہوئے خرش وخُرم دیکھنا اور مجھے صبر کے لیے کہنا اور مجھ سے

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث الصماء بنت بسر ارضی اللہ تعالٰی عنہا دار الفکر بیروت ۳۶۸/۶، الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۵۱۳ دار المعرفۃ بیروت ۲۳۰/۴

اپنا حال ظاہر کرنا، یہ معاملہ کیسا ہے؟ کوئی دن خواب میں نہیں ٹلتا۔

الجواب:

اللہ تعالٰی مرحومہ کو جنت عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل دے۔ **لاحول شریف** ۶۰ بار پڑھ کر ایک گھونٹ پانی پر دم کرکے پی لیا کیجئے، مساکین کو کھانا کھلانا اور نیک نیت سے خیرات کرنا جس میں نہ محتاج پر احسان رکھا جائے نہ اس کو تکلیف دی جائے، پرندوں کے لیے پانی رکھنا، دانا ڈالنا حتی کہ روٹی دینا، مسکین کو کپڑا دینا، میلاد شریف پڑھوانا۔ یہ سب اجر وثواب کی باتیں ہیں ان کا ثواب میّت کو پہنچتا ہے اور وہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے دنیا میں دوستوں کے ہدیے سے۔ ملائکہ ان ثوابوں کے نور طبق میں رکھ کر میّت کے پاس لے جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے گہری گور والے! یہ ثواب تیرے فلاں عزیز یا دوست نے تجھے بھیجا ہے۔ قرآن مجید کے پارے پڑھنے کے لیے مسجد میں رکھنے کا صدقہ جاریہ ہے جب تک وہ رہیں گے اور پڑھے جائیں گے اس رکھنے والے اور میّت کو ثواب پہنچے گا، اور کیسا ثواب پہنچے گا، ہر حرف پر دس نیکیاں، اور صحیح حدیث میں فرمایا:

"میں نہیں فرماتا **الم** ایک حرف ہے بلکہ الف الگ حرف ہے، لام الگ حرف ہے، میم الگ حرف ہے۔"[1]

میّت کی قبر پر پھول چڑھانا مفید ہے، وہ جب تک تر ہے رب العزت کی تسبیح کرتا ہے اور میّت کا دل بہلتا ہے اگر کوئی بتی جلانا اگر تلاوت قرآن کے وقت تعظیم قرآن کے لیے ہو یا وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں ان کی ترویح کے لیے ہو تو مستحسن ہے۔ ورنہ فضول اور تضییع مال، میّت کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ قبر مسلم پر جو زیارت کے لیے جاتا ہے میّت اسے دیکھتا ہے اور اس کی بات سنتا ہے۔ اگر دنیا میں اسے پہچانتا تھا اب بھی پہچانا ہے کہ میرا فلاں عزیز یا دوست میرے پاس آیا۔ اور اگر نہیں پہچانتا تھا تو اتنا جانتا ہے کہ ایک مسلمان آیا اور ثواب رسانی کرتا ہے۔ جمعہ کو سپرد کرنا کوئی چیز نہیں، نہ غیر جمعہ میں مرنے والے کو اس سے جمعہ مل سکے۔ حمل میں انتقال شہادت ہے۔ صحیح حدیث میں فرمایا: **المرأۃ تموت بجمع شہیدا**[2] (عورت جو حمل کی وجہ سے مرے شہید ہے۔ت) خواب بہت اچھا ہے ان شاء اللہ ان کے لیے دلیل مغفرت ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۹۶تا۱۹۸: از چمن سرائے سنبھل مرسلہ احمد خان صاحب ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی من قرأحرفا من القرآن امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۱۵/۲

[2] مؤطا امام مالک النہی عن البقاء علی المیّت میر محمد کتب خانہ کراچی ص۲۱۶

(۱) عشرہ محرم الحرام میں کھانے یاشیرینی یامالیدہ یاشربت جس قدر میسر ہو روبرو رکھ کر ہاتھ اٹھا کر الحمد شریف قل ہو اللہ شریف، درود شریف پڑھ کر یہ کہنا کہ نذر اللہ رسول، میں اس کھانے اور جو کھانے اور جو کلام پڑھا ہے اس کا ثواب بروح پاک جناب امامین وجمیع شہدائے دشتِ کربلا پہنچانا بخشتا ہوں یہ جائز ہے یانہیں؟ اور یہ کھانا یاجو کچھ فاتحہ کا ہے یہ حق محتاجین ہے یا غنی بھی کھاسکتے ہیں؟ اور شریعت میں شرائط اور صفات محتاج کیا ہیں؟ اور جو شخص مسلمان ہو کر نذر ونیاز بزرگانِ دین کو حرام بتائے بلکہ یہ کہے کہ شربت سبیل جناب امام حسین عالی مقام کا نعوذ باللہ مثل پیشاب ہے، ایسا کہنے والا مسلمان ہے یانہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یانہیں؟ اوسلام یا مصافحہ ایسے شخص سے کرے یانہیں؟

(۲) تیجہ، دسواں، چہلم، ششماہی، برسی جائز ہے یانہیں؟ اور روحیں ان ایام میں اتی ہے یانہیں؟ اور اپنے عزیزوں کا ان کو علم ہوتا ہے یانہیں؟ اور کھانا ان کی فاتحہ کا کس کا حق ہے؟ اور اگر فاتحہ دلانے والا خود محتاج ہے تو فاتحہ دلا کر خود کھالے اور بچوں کو کھلائے تو جائز ہے یانہیں؟ اور الفاظ ثواب رسانی کیا ادا کرے؟ اور اگر غنی فاتحہ دے اور ثواب پہنچائے بروح اموات، تو ثواب کھانے اور فاتحہ کا فورًا اس میّت کو پہنچے گا یا ایک عبادت کا؟ اگر محتاجین کو کھانا فاتحہ دے تو نیت پر ثواب پہنچایانہیں؟ اگر محتاج ایسے نہ ملیں جن پر شرائط محتاج ثابت ہوں تو پھر کھانا کسے دے اور کہاں صرف کرے؟ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اور حضور کے صحابہ نے فاتحہ دی یانہیں؟ اور تیجہ صحابہ میں ہوتا رہا یانہیں؟

(۳) قبر اہل۔اللہ پر شامیانہ چڑھانا یاشیرینی نزد قبر رکھ کر ایصال ثواب کرنا یاچراغ نزد قبر جلانا یا عروس کرنا جائز ہے یا حرام ہے؟

الجواب:

(۱) شیرینی وغیرہ پر حضرت شہدائے کرام کی نیاز دینا بیشک باعثِ اجر وبرکات ہے اور عشرہ محرم شریف اس کے لیے زیادہ مناسب، اور جبکہ وہ منّت مانی ہوئی نہ تو اغنیاء کو بھی اس کا کھانا جائز ہے۔ اور وقت فاتحہ کھانا سامنے رکھنے کی ممانعت نہیں مگر اسے ضروری جاننا یا یہ سمجھنا کہ بے اس کے فاتحہ نہیں ہوسکتی یا ثواب کم ملے گا، غلط وباطل خیال ہے۔ فاتحہ پڑھ کر جب ایصال ثواب کا وقت جس میں دعا کی جاتی ہے کہ الٰہی! یہ ثواب فلاں کو پہنچا، س وقت ہاتھ اٹھانا چاہئے کہ یہ دعا کی سنت ہے۔ جس وقت تک قرآن مجید کی تلاوت کررہا ہے ہاتھ اُٹھانے کی حاجت نہیں۔ ہاں سورۃ فاتحہ شریف خود دعا ہے، یوں ہی درود شریف، حدیث میں فرمایا: **افضل الدعاء الحمد اللہ**[1] (سب سے افضل دعا الحمد اللہ ہے، ت) اور **قل ھو اللہ**

---

[1] سنن ابن ماجہ باب فضل الحامدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۸، المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۸

شریف ذکر حمد الٰہی ہے۔ اور علماء فرماتے ہیں: کُل دعا ذکر اور کل ذکر دعا، تو وہ بھی دعا ہے۔ اس نیت سے ان کے بڑھتے وقت ابتداء ہی سے ہاتھ اٹھائے تو ضرور بجا ہے اور اکابر کو ثواب رسانی میں بخشنے کا لفظ کہنا بیجا ہے بخشنا بڑے سے چھوٹے کے لیے ہوتا ہے اور ایصال ثواب میں نذر اللہ نہ کہنا چاہئے، اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ ثواب اسے نذر کیا جائے، ہاں نذرِ رسول اللہ کہنا صحیح ہے۔ معظمین کی سرکار میں جو ہدیہ حاضر کیا جاتا ہے اسے عرف میں نذر کہتے ہیں، جیسے بادشاہوں کو نذر دی جاتی ہے، اولیاء کی نذر کے بہت ثبوت ہمارے فتاوٰی افریقہ میں ہیں۔ اور تازہ ثبوت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب انسان العین فی مشائخ الحرمین میں حالِ سید عبدالرحمٰن ادریسی قدس سرہ، میں فرماتے ہیں:

ازاطراف دیار اسلام نذور برائے وے می آوردند[1]۔	مسلمان علاقوں سے ان کے لے نذریں پیش کی جاتی ہیں (ت)

جو مالک نصاب نہ ہو شرعًا اسے محتاج کہتے ہیں، جو نذر ونیاز کو حرام بتائے اور شریعت نیاز کی نسبت وہ ناپاک ملعون لفظ وہ نہ ہوگا مگر وہابی، اور وہابیہ اصلًا مسلمان نہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض، اور اس سے مصافحہ حرام اور اسے سلام کرنا جائز وگناہ۔

(۲) تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ جائز ہیں جبکہ اللہ کے لیے اور مساکین کو دیں، اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں، فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے، اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھالے اپنے بی بی بچّوں کو کھلائے سب اجر ہے۔

حدیث میں ہے:

مااطعمت ولدك فهولك صدقة ومااطعمت خادمك فهولك صدقة وما اطعمت نفسك فهو لك صدقة[2]۔	جو کچھ تو اپنی اولاد کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو اپنے نفس کو کھلائے وہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے۔ (ت)

ثواب رسانی میں کہے کہ الٰہی! جو ثواب تونے مجھ کو عطا فرمایا وہ میری طرف سے فلاں شخص کو پہنچادے غنی ہو یا فقیر ہو، اگر صرف فاتحہ دے گا تو اسی کا ثواب پہنچے گا اور صرف کھانا دے گا تو اسی کا، اور دونوں تو دونوں کا، اور ثواب پہنچانا صرف نیت ہی سے نہ ہو بلکہ اس کی دعا بھی ہو۔ یہ سوال کہ (اگر محتاج ایسے نہ ملیں جن پر شرائط محتاج شریعت ثابت ہوں) خلاف واقع ہے۔ وہ کون سی جگہ ہے جہاں محتاج نہیں۔

[1] انسان العین فی مشائخ الحرمین

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۱۳۱/۴

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایصال ثواب کے لیے حکم بھی دیا، اور صحابہ نے ایصال ثواب کیا، اور آج تک کے مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا، تخصیصات عرفیہ جبکہ لازم شرعی نہ سمجھی جائیں خدانے مباح کی ہیں۔ حدیث میں ہے: **صوم یوم السبت لالك ولا علیك**[1] (شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے زیادہ نافع نہ کچھ مضر۔ت)

(۳) مزار اولیاء پر نفع رسانی زائرین حاضرین کے لیے شامیانہ کھڑا کرنا، یونہی ان کے نفع کو چراغ جلانا، اور عرس کہ منہیاتِ شرعیہ سے خالی ہو اور شرینی پر ایصال ثوابِ۔ یہ سب جائز ہیں، اور نزد قبر رکھنے کی ضرورت نہیں، نہ اس میں جرم جبکہ لازم نہ جانے، چراغ کی تفصیل ہمارے رسالہ بریق المنار بشموع المزار میں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۹۹: از شہر علی گڑھ محلّہ مدار دروازہ مسئولہ احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

مُردہ کو جو پڑھ کر کلام مجید یا درود شریف یا کھانا مساکین کو کھلائیں یا کپڑا خیرات کریں تو اس کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں اور وہ کس صورت میں مردہ کو پہنچتا ہے؟ اور مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کے فلاں شخص یا عزیز نے بھیجا ہے یا نہیں؟ معلوم ہوتا ہے اگر معلوم ہوتا ہے تو کس طریقہ سے؟ فقط

الجواب:

مسلمان میّت کو جو ثواب پہنچایا جائے اسے پہنچتا ہے اور اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے حیات میں تحفہ بھیجنے سے اسے معلوم ہوتا ہے کہ میرے فلاں عزیز یا دوست یا مسلمان نے بھیجا ہے۔ یہ سب مضامین احادیث میں وارد ہیں **بینھا الامام الجلیل الجلال السیوطی فی شرح الصدور** (ان کو امام جلیل الدین سیوطی نے شرح ال-صدور میں بیان فرمایا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۰۰: از شہر علی گڑھ محلّہ مدار دروازہ مسئولہ احمد سوداگ پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

زید تین مرتبہ یٰس شریف اور ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، تین مرتبہ سورہ اخلاص اور ایک سو مرتبہ درود شریف اور اس کے علاوہ جو کچھ ہوسکتا ہے پڑھ کر بخشتا ہے اور دعا اس کے واسطے مغفرت کے کرتا ہے وہ اس کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور یہ دعا اور اس کا پڑھنا اس کی مغفرت کو کافی ہے یا نہیں؟ اگر کافی نہیں ہے تو موافق شرع شریف کے کوئی عمل یا دعا تحریر فرمائے تاکہ اس کے پڑھنے سے ہندہ کے مغفرت کو کافی ہو۔ فقط

الجواب:

ثواب پہنچتا ہے اور مغفرت باختیار خدا ہے، **قل ھو اللہ** شریف گیارہ بار کرے اور سورہ ملک شامل

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث امراۃ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۳۶۸

کرے کہ وہ بالخصوص عذابِ قبر سے بچانے کو اکسیر اعظم ہے۔ اس کا نام واقعہ مانعہ منجیہ ہے۔ حفاظت کرنے والی، عذاب دفع کرنے والی، نجات دینے والی۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۰۱ تا ۲۰۴: از شفاخانہ فرید پور، ڈاکخانہ خاص اسٹیشن پتمبر پور ضلع بریلی مسئولہ عظیم اللہ کمپاونڈر ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) زید کو گیارھویں شریف کس طریقے سے کرنی چاہئے؟ آیا اس کو دل میں یہ نیت یا خیال کرنا چاہئے یا سمجھنا چاہئے کہ یہ کھانا اللہ تعالٰی کے لیے کرتا ہوں، اور جو کچھ ثواب ملے وہ ثواب گیارھویں والے میاں صاحب کو پہنچے، یا اس خیال اور نیت سے کرے کہ یہ کھانا میں گیارھویں شریف والے میاں صاحب کو کرتا ہوں وہ مجھ سے خوش اور راضی ہوں گے اور اللہ تعالٰی سے دعا کریں گے یا مجھ کو اس کا بدلہ دیں گے، اس طریقہ سے جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) فاتحہ دینا کس طریقہ سے جائز ہے، کھانے کے اوپر سے دعا کریں گے جائز ہے یا نہیں؟ جس کھانے پر زید کو فاتحہ دینا ہے اس کو تناول کرنے کے بعد یعنی کھانا چکنے کے بعد فاتحہ دینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) زید کے پاس ایک شخص تین جگہ بتاسے لایا کہ ایک پر اللہ رسول کے نام پر فاتحہ دے دو، دوسری جگہ یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کی تیسری جگہ محلّہ میاں صاحب کی بعد فاتحہ کے ان بتاسوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام کا شربت کرنا اور پینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طریقہ سے کرنا اور پینا چاہئے اور کیا نیت ہونا چاہئے؟

الجواب:

(۱) یہ دو طریقے نہیں بلکہ ایک ہی طریقہ ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے ہونے کے یہ معنی نہیں کہ خود یہ کھانا حضور کے واسطے ہے، بلکہ قطعًا ثواب ہی مراد اور ان کی رضاجوئی اور ان سے حسن جزا اور نیک دعا کی طلب، ان میں سے کوئی بات شرعًا ممنوع نہیں۔

(۲) کھانے پر فاتحہ جائز ہے، قبل کھانے کے بھی اور بعد بھی، اور قبل دینے میں ایصال ثواب میں تعجیل ہے اور تعجیل خیر خیر ہے۔

(۳) فاتحہ یعنی ایصال ثواب ہے۔ اور اللہ عزوجل کے نام کی فاتحہ ہونا بے معنٰی ہے، وہ ثواب سے پاک منزّہ ہے۔ باقی یہ تین متفرق فاتحہ ہونے نے بتاسوں کو کیوں ناجائز کردیا۔

(۴) نیت ایصال ثواب کی ہو اور ریا وغیرہ کو دخل نہ ہو، اس کے جواز میں کوئی شبہہ نہیں، شربت کریں اور عرض کریں کہ الٰہی! یہ شربت ترویحِ رُوح حضرت امام کے لیے کیا ہے۔ اس کا ثواب انھیں پہنچا اور

ساتھ فاتحہ وغیرہ پڑھیں تو اور افضل، پھر مسلمانوں کو پلائیں اور من واذی سے بچیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۰۵: از سہسوان ضلع بدایوں مسئولہ سید پرورش علی صاحب یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقابر میں ایک شخص سورہ اخلاص وفاتحہ ومعوذتین وغیرہ پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے: یااللہ! ان آیات کا ثواب مقدس حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ تابعین اور اولیائے امت اور آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام سے اس وقت تک جو مسلمان مرے ہیں اور جو یہاں مدفون ہیں سب کی ارواح کو پہنچے یا پہنچادے، اس کی اصلاح فرمائی جائے۔

الجواب:

اس میں اتنا اور اضافہ کرنا انسب ہے کہ جتنے مسلمان مرد وعورت اب موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آنے والے ہیں، ان سب کی روح کو پہنچادے اسے تمام مومنین ومومنات اولین وآخرین سب کی گنتی کے برابر ثواب ملے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۶: از کانپور محلّہ بوچڑ خانہ مسجد رنگیاں مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن حبشانی طالبعلم مدرسہ فیض عام ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی (اے علماء کرام رحمکم اللہ تعالٰی! تمھارا کیا جواب ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ مُردہ کا نام لے کر فاتحہ بخش دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ہاں۔ وقد حققناہ فی البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقہ فی المسلك المتقسط للملا علی القاری وعنہ نقل فی ردالمحتار یقرأ مایتسرلہ من الفاتحۃ والاخلاص سبعًا او ثلثًا ثم یقول اللھم اوصل ثواب ماقرأناہ الی فلان اوالیھم [1] اھ ملخصًا وفی الشامیۃ ایضا صرح علماؤنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ	اور ہم نے اس کی تحقیق البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ میں کی ہے۔ ملّا قاری کی المسلک المتقسط میں ہے اور اس کے حوالے سے ردالمحتار میں بھی نقل ہے کہ سورۃ فاتحہ اور سورہ اخلاص سات بار یا تین بار جس قدر میسر ہو پڑھے، پھر یہ کہے کہ اے اللہ! ہم نے جو پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا ان سب کو پہنچادے اھ ملخصًا۔ شامی ہی میں یہ بھی ہے کہ ہمارے علماء نے باب الحج عن الغیر میں صراحت فرمائی ہے

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المقسط مع ارشاد الساری فصل یستحب زیارۃ اھل المصلی دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۳۲۴

صلٰوۃ او صوما او صدقۃ اوغیرھا کذا فی الھدایۃ[1] الخ واللہ تعالٰی اعلم	کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتا ہے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا کچھ اور۔ ایسا ہی ہدایہ میں ہے الخ__اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۲۰۷تا۲۰۹: از رائے بریلی مدرسہ رحمانیہ مرسلہ حافظ نیاز حسین صاحب ۱۷شعبان ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) بوقت ایصال ثواب فلان بن فلان کہنے کی ضرورت ہوگی یا محض اس کا نام لیناکافی ہوگا؟ اگر ولدیت کے اظہار کی ضرورت ہوگی اوراس سے لاعلمی ہے توایصال ثواب کاکیا طریقہ اختیار کیا جائے گا؟

(۲) بروز وفات جو کھانا اہل میّت کے یہاں بطریق بھاتی بھیجاجاتا ہے اس کو اہل میّت کے اعزاء قریب یاا عزاء پڑوسی خواہ مرد ہوں یا عورت جو بعض مصروفیت تجہیز وتکفین رہتے ہیں اور بعض اگرچہ اپنے یہاں کھانا پکا کر کھاسکتے ہیں مگر عرفاً معیوب سمجھ کر محض بخیال ہمدردی اہل میّت اس کے شریک حال رہتے ہیں اس کھانے کو کھاسکتے ہیں یا نہیں؟ بصورت عدم جواز کھانا مکروہ ہوگا یاحرام؟

(۳) بروز سوم، دہم، چہلم، ششماہی وغیرہ کھانا بغرض ایصال ثواب پکاکر مساکین کو تقسیم کیا جاتا ہے اس میں بقدر ضرورت اضافہ کرکے علاوہ مساکین کے دیگر اعزّہ واحباب کو کھلایا اوراہل برادری میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بصورت جواز کتب فقہ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا: **التقریب للسرور لاللحزن** (تقریب خوشی کے لیے ہوتی ہے غمی کے لیے نہیں۔ت) بصورت عدم جواز کھان اس کامکروہ ہوگا یاحرام؟

الجواب:

(۱) ایصال ثواب بذریعہ دعاہے اور دعارب عزوجل سے۔اور عزوجل بکل شیئ علیم ہے۔وہ جانتا ہے کہ فلاں سے اس کی مراد وہ شخص ہے ولدیت وغیرہ کی کوئی حاجت نہیں۔

(۲) پہلے دن صرف اتنا کھانا کہ میّت کے گھروالوں کو کافی ہے بھیجنا سنت ہے۔اس سے زیادہ کی اجازت نہیں نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت، نہ اوروں کے واسطے بھیجا جائے نہ اوراس میں کھائیں، **وبیان ذلك فی فتاوٰنا** (اوراس کابیان ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ت)

[1] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیّت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵

(۳) ایصال ثواب سنت ہے اور موت میں ضیافت ممنوع۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے:

یکرہ اتخاذالضیافۃ من الطعام من اھل المیّت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ روی الامام احمد وابن ماجۃ باسناد صحیح عن جریر بن عبداللہ قال کنا نعد الاجتماع الٰی اھل المیّت وصنعھم الطعام من النیاحۃ[1]۔	اہل میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں، اور یہ بدعتِ شنیعہ ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ بسند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں ہم گروہ صحابہ اہل میّت کے یہاں جمع ہونے اور کھانا تیار کرنے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔ (ت)

جب علماء نے اسے غیر مشروع وبدعتِ قبیحہ کہا تو اس کا کھانا بھی غیر مشروع و بدعت قبیحہ ہوا کہ معصیت پر اعانت ہے اور معصیت پر اعانت گناہ۔

قال اللہ تعالٰی وَلَاتَعَاوَنُوْاعَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم	اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۰: از حب والہ ضلع بجنور تحصیل دھانپور مرسلہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کا تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں متعین کرکے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے ایک اشتہار میں جو آپ کی جانب سے تھا اور مشتہر اس کے لعل خاں تھے، دیکھا تھا کہ دسواں بیسواں متعین کرکے کرنا اور میلاد مروجہ بہتر نہیں۔ الفاظ اس کے بعینہٖ مجھے یاد نہیں۔

الجواب:

اموات کو ایصال ثواب قطعًا مستحب۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[3]۔	جو اپنے بھائی کو نفع پہنچاسکے تو چاہیے کہ اسے نفع پہنچائے۔ (ت)

اور یہ تعینات عرفیہ ہیں، ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انھیں شرعًا لازم نہ جانے، یہ نہ سمجھے کہ انہی دنوں ثواب

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۰۳

[2] القرآن ۵/۲

[3] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۲۲۴

پہنچے گا آگے پیچھے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صوم یوم السبت لالك ولاعلیك[1] (روز شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے، نہ تیرے اوپر۔ ت)

میرے فتاوٰی ورسائل مجلس مبارک کے استحباب اوران اشیاء کے جوا سے مالامال ہیں، حامیِ سنت حاجی لعل خاں نے کوئی اشتہاراس مضمون کانہ دیا۔ وہابیہ کا کوئی افتراء آپ کی نظر پڑا ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۱۱: از شہر بازار بانس منڈی معرفت عبدالحکیم طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گیارھویں شریف کو منع کرے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور گیارھویں شریف کا کرنا سنت ہے یا مستحب؟ اگر سنت ہے تو زائد ہے یا موکد؟ اور سنت سے کون سی سنت مراد ہوگا؟ آیا سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا سنتِ صحابہ رضوان علیہم اجمعین؟ اور جیسے گیارھویں شریف کو ہم لوگ گیارہ تاریخ میں ضرور سمجھتے ہیں، یہ سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر گیارہ تاریخ کے بجائے بارہ یا تیرہ کو کرے تو ہوگی یا نہیں؟ اور ایسے ہی تیجے کو یا چہلم کو ایک دن یا دو دن آگے پیچھے کریں تو کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو جیسے ہم لوگ کرتے ہیں کہ تیسری کو تیجا اور گیارہ تاریخ کو گیارھویں اور چہلم کو چہلم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور بتاسے اور ریوڑی وغیرہ سامنے لانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور بجز لانے کے نیاز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور چند سورہ جو مروجہ ہیں ان کے علاوہ اور کوئی سورہ شریف پڑھ کر فاتحہ ونیاز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ **بیّنوا بالدلیل توجروا عندالجلیل باجر جزیل۔**

الجواب:

یہاں گیارھویں شریف کو منع کرنے والے نہیں مگر وہابی یا رافضی، اور دونوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ گیارھویں شریف اپنے مرتبہ فردیت میں مستحب ہے، اور مرتبہ اطلاق میں کہ ایصال ثواب سنت ہے، اور سنت سے مراد سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور یہ سنت قولیہ مستحبہ ہے۔ یہ "ہم لوگ" کہنا اپنی تہ میں وہابیت کا فریب رکھتا ہے، سنیوں میں کوئی اسے خاص گیارھویں تاریخ ہونا شرعًا واجب نہیں جانتا، ور جو جانے محض غلطی پر ہے۔ ایصال ثواب ہر دن ممکن ہے او کسی خصوصیت کے سبب ایک تاریخ کا التزام جبکہ ایسے شرعًا واجب نہ جانے مضائقہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر پیر کو نفلی روزہ رکھتے کیا اتوار یا منگل کو رکھتے تو نہ ہوتا، یا اس سے یہ سمجھا گیا کہ معاذاللہ حضور نے پیر کا روزہ واجب سمجھا؟ یہی حال تیجے اور چہلم کا ہے۔ روٹی کھاتے وقت روٹی کو سامنے لانے کی ضرورت نہیں، پیٹھ کے پیچھے بھی رکھ کر کھا سکتے ہیں اور سر پر

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث امراۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا دارالفکر بیروت ۳۶۸/۶

رکھ کر بھی توڑ سکتے ہیں مگر وہابیہ بھی التزامًا سامنے ہی رکھ کر کھاتے ہیں کیا شرعًا فرض واجب ہے؟ وہابیہ کے نزدیک جو واجب نہ ہو اس کے التزام سے شیطان کا حصہ آجاتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ وہابیہ شیطان کا حصہ کھاتے ہیں، ایصال ثواب میں کوئی سورہ شرعًا معیّن نہیں، اور بلا اعتقاد وجوب معین کرنے میں حرج نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۱۲: از پیلی بھیت محلّہ پکریا متصل سٹی ڈاکخانہ مسئولہ ملّا لطیف احمد سوداگر لکڑی ۷۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آٹا جو روزمرہ پکانے کو نکالا جاتا ہے اس میں سے ایک چٹکی نکال کر جمع کی جائے، جب تین تیس دین مہینے کے پورے ہو جائیں اور گیارھویں شریف کا دن آئے تو اس آٹے جمع کئے ہوئے پر گیارھویں شریف کی فاتحہ درست ہے یا نہیں؟ اور روزمرہ ایک چٹکی آٹا برائے فاتحہ گیارھویں شریف جائز ہے یا نہیں؟ اگر روزمرہ چٹکی نکالنا جائز ہے تو دوسرا طریقہ کون سا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ طریقہ بہت برکت کا باعث ہے اور اس میں آسانی رہتی ہے، روز کے آٹے میں سے ایک چٹکی نکالنا معلوم بھی نہیں ہوتا اور وہ مہینہ بھر بعد ایک مقدار معتدبہ ہو جاتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۱۳: از موضع گہرکھالی تھانہ منگنڈوا بازار ہانچورانہ ضلع ارکان عرف اکیاب مسئولہ مولوی ابوالحسن صاحب ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مسلم صالح کا انتقال بروز جمعہ بوقت صبح ہوا۔ اب زید کے واسطے قبل نماز جمعہ تسبیح و تہلیل وختم قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب جائز ہے یا نہیں؟ برتقدیر اول جب زید قبر کے عذاب سے محفوظ ہے پھر ایصال وثواب کی کیا ضرورت، بناءً علیہ بعض علماء ان امور مذکورہ کو جائز مانتے ہیں، اب قول فیصل کیا ہے؟ **بینوا جروا**

الجواب:

جائز ہے، جبکہ میّت کی تجہیز وتکفین میں اس کے باعث تاخیر نہ ہو، اس کا اہتمام اور لوگ کرتے ہوں نہ اس کے سبب ان پڑھنے والوں کو جمعہ میں تاخیر ہو جائے، اس کے اہتمام کا وقت آنے سے پہلے فارغ ہو جائیں۔ اب یہ نفع بلاضرورت اور اس حدیث صحیح کو عموم میں داخل ہے کہ:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلیفعل[1] رواہ مسلم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	جو اپنے بھائی کو فائدہ پہنچاسکتا ہو تو چاہئے کہ اسے فائدہ پہنچائے، اسے امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۲۲۳

یہ خیال کہ جب ہو حکم حدیث ان شاء اللہ العزیز فتنہ قبر سے مامون ہے کہ اس مسلم کی موت روز جمعہ واقع ہوئی خصوصًا وہ خود ہی صالحین سے تھا تو اب ایصال ثواب کی کیا حاجت، محض غلط اور بے معنی ہے۔ ایصال ثواب جس طرح منعِ عذاب میں باذن اللہ تعالٰی کام دیتا ہے یونہی رفعِ درجات وزیادت حسنات میں اور حق سبحانہ وتعالٰی کے فضل اور اس کی زیادت وبرکت سے کوئی غنی نہیں۔

قال تعالٰی لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰی وَزِیَادَۃٌ [1]۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: نیکوکاروں کے لیے بھلائی ہے اور مزید بھی ہے۔(ت)

سیدنا ایوب علیہ الصلٰوۃ والسلام کی مولٰی جلا وعلا نے اموال عظیمہ عطا فرمائے تھے، ایک روز نہا رہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹیریاں برسیں، ایوب علیہ الصلٰوۃ والسلام چادر میں بھرنے لگے، رب عزوجل نے ندا فرمائی: یاایوب الم اکن اغنیک عماتری اے ایوب! جو تمھارے پیشِ نظر ہے کیا میں نے تمھیں اس سے بے پروانہ کیا تھا؟ عرض کی: بلٰی وعزتک ولکن لا غنی عن برکتك [2] ضرو غنی کیا تھا تیری عزت کی قسم مگر مجھے تیری برکت سے تو بے نیازی نہیں رواہ البخاری واحمد والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام بخاری وامام احمد ونسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے۔ت) جب حق جل وعلا کی دینوی برکت سے بندہ کو غنا نہیں تو اس کی دینی برکت سے کون بے نیاز ہو سکتا ہے۔ صلحاء تو صلحا خود امام اعاظم اولیاء بلکہ حضرات انبیاء خود حضور پر نور نبی الانبیاء علیہ الصلٰوۃ والسلام کو ایصال ثواب زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اب تک معمول ہے حالانکہ انبیاء کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام قطعًا معصوم ہیں تو موتِ جمعہ یا صلاح کیا مانع ہو سکتی ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

ان ابن عمر کان یعتمر عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمرا بعد موتہ من غیر وصیۃ وحج ابن الموفق (رحمۃ اللہ تعالٰی) وھو فی طبقۃ الجنید قدس سرہ) عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبعین حجۃ وختم ابن السراج عنہ صلی اللہ تعالٰی	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال کے بعد بغیر کسی وصیت کے ان کی طرف سے عمرے کیا کرتے تھے، ابن موفق رحمہ اللہ نے (جو حضرت جنید بغدادی قدس سرہ، کے طبقہ سے ہیں) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

[1] القرآن ۱۰/۲۶

[2] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل وایوب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸۰، در منثور بحوالہ احمد وبخاری وبیہقی آیہ وایوبہ اذ نادٰی ربہ مکتبہ آیۃ العظمٰی قم ایران ۴/۳۳۰

علیه وسلم اکثر من عشر الاف ختمة وضحٰی عنه مثل ذلك (نقله عن الامام ابن حجر المکی عنب الامام الاجل تقی الملة والدین السبکی رحمها الله تعالٰی ثم قال اعنی الشامی) احمد بن الشلبی شیخ صاحب البحر نقلا عن شرح الطیبة للنویری (رحمهم الله تعالٰی ثم قال) وقول علمائنا له ان یجعل ثواب عمله لغیره یدخل فیه النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فانهی احق بذلك حیث انقذنا من الضلالة ففی ذلك نوع شکر واسداء جمیل له والکامل قابل لزیادة الکمال ملخصا[1]۔ والله تعالٰی اعلم	طرف سے ستّر حج کیے، ابن سراج نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے دس ہزار ختم سے زیادہ پڑھے، اور اسی کے مثل سرکار کی جانب سے قربانی بھی کی۔ اسے امام ابن حجر مکی سے انھوں نے امام اجل تقی الملۃ والدین سبکی سے نقل کیا، رحمہما اللہ تعالٰی، آگے علامہ شامی نے لکھا: اسی جیسا مضمون مفتی حنفیّہ شہاب الدین احمد الشلبی شیخ صاحب بحر کی قلمی تحریر میں نویری کی شرح طیبہ کے حوالے سے دیکھا رحمہم اللہ۔ آگے علامہ شامی نے فرمایا، اور ہمارے علماء کا یہ قول کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسروں کے لیے کرسکتا ہے، اسی میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی داخل ہیں اسی لیے کہ وہ اس سے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ حضور ہی نے ہمیں گمراہی سے نکالا تو اس میں ایک طرح کی شکر گزاری اور حسن سلوک ہے اور صاحب کمال مزید کمال کے قابل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۴: از موضع سرینا ضلع بریلی تحصیل بریلی مسئولہ عبدالکریم صاحب ۲۰ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ کفن میں تہبند ورومال، سرمہ، کنگھی وغیرہ کم کرنا جائز ہے یا نہیں بلکہ ہو بہتر ہے۔ اور ہر روز خوراک پہ میّت کے فاتحہ دکھانا اور ہر جمعرات کو چند مسکین کو دعوت کرکے کھلانا اور چالیس یوم تک ہر روز فاتحہ دلانا اور جمعرات کو فقیروں کو کھلانا اور چالیسویں یوم کو گھڑے یا مٹکے میں پانی بھر کر اس پر چادر رکھتے ہیں، کچھ پکا کر فاتحہ دیتے ہیں اور اس کو روح نکالنا مکان سے قرار دیتے ہیں اور جریس یعنی چاول میں شکر ڈال کر تقسیم کرتے ہیں، او رحلوہ روٹی بہ جریس۔ برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے اور شب برات و عرفہ تک اس میّت کی فاتحہ علیحدہ ہوتی ہے۔ بعد عرفہ شب برات کے یعنی شب برات کو شامل ہوتی ہے اور برادری کو دعوت فاتحہ میّت میں شامل نہ کریں تو بہت بُرا مانتے ہیں، یہ رسمیں جو ناجائز ہوں وہ علیحدہ تحریر فرمائی جائیں۔

الجواب:

مرد کے لیے کفن کے تین کپڑے سنت ہیں اور عورت کے لیے پانچ۔ ان کے سوا کفن میں کوئی اور تہبند یا رومال

[1] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیّت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵ و ۶۰۶

دینا بدعت وممنوع ہے۔ سُرمہ، کنگھی اگر فقیر کو بطور صدقہ دیں تو حرج نہیں اور کفن میں رکھنا حرام ہے۔ ہر روز ایک خوراک پر میّت کی فاتحہ لاکر مسکین کو دینا اور ہر پنجشنبہ کی رات چند مساکین کو کھلانا، چالیس، روز تک ایسا ہی کرنا اور ہوسکے تو سال بھر تک یا ہمیشہ کرنا یہ سب باتیں بہتر ہیں اور اس طرح روح نکالنا محض جہالت وحماقت وبدعت ہے۔ ہاں فاتحہ دلانا اچھا ہے، شکر، چاول مساکین کو تقسیم کرنا خوب ہے مگر برادری میں موت کے لئے نہ بانٹا جائے، عرفہ تک یا بعد تک اگر الگ ہمیشہ فاتحہ دیں تو حرج نہیں، شامل رکھیں تو حرج نہیں، یہ سمجھنا کہ عرفہ تک الگ کا حکم ہے پھر شامل کا، یہ غلط وجہالت ہے، میّت کی دعوت برادری کے لیے منع ہے ان کا بُرا ماننا حماقت ہے، ہاں برادری میں جو فقیر ہو اسے دینا اور فقیر کے دینے سے افضل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۵ تا ۲۱۶: از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود صاحب قادری برکاتی بنگالی طالب علم مدرسہ مذکورہ ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) گھر میں بیٹھ کر فاتحہ پڑھ کر ثواب رسانی کرنے سے زیادہ ثواب ہے یا قبرستان پر، اور فاتحہ پڑھنے کا وقت قبر پر پانی ڈالنا۔

(۲) اکثر مساجد بنگال میں دستور ہے کہ محلّہ والے جمعہ کے دن چاول روٹی کھانے کی چیزیں پکا کر فاتحہ کے واسطے اور نمازیوں کو تقسیم کرنے کے لیے مسجدوں میں بھیجا کرتے ہیں، ان اشیاء موصوفہ کو کھانا نمازیوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان چیزوں کو مسجد کے اندر تقسیم کرنا چاہئے یا باہر؟ یا بالکل ممانعت کردی جائے اور کہہ دیا جائے کہ مسجدوں میں نہ بھیجا کرو۔

الجواب:

(۱) قبرستان میں جاکے پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے کہ زیارتِ قبور بھی سنت ہے او روہاں پڑھنے میں اموات کا دل بھی بہلتا ہے۔ اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے رحمتِ الٰہی اترتی ہے۔ قبر اگر پختہ ہے اس پر پانی ڈالنا فضول وبے معنی ہے، یونہی اگر کچی ہے اور اس کی مٹی جمی ہوئی ہے۔ ہاں اگر کچی ہے اور مٹی منتشر ہے تو اس کے جم جانے کو پانی ڈالنے میں حرج نہیں، جیسا کہ ابتدائے دفن میں خود سنت ہے۔

(۲) بھیجنا جائز ہے۔ اور جبکہ بھیجنے والے عام نمازیوں کے لئے بھیجیں تو اغنیاء کو ناجائز ہے۔ اور مسجد کے اندر کسی چیز کے کھانے کی غیر معتکف کو اجازت نہیں بلکہ مسجد سے باہر کھائیں، اسی کی تاکید کی جائے اور بھیجنے سے ممانعت نہ کی جائے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۷تا۲۱۸: از باگ ضلع الجھسرہ ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب مرسلہ اشرف علی صاحب پنشنر ریاست کوٹہ ۱۲جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) کھانا پانی سامنے رکھ کر اور اس پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دینا یہ طریقہ سنت ہے یا کیا؟

(۲) جو کھان بہ نیت خاص برائے ایصال ثواب خواہ بزرگان دین سے ہوں یا عام مسلمان، پکوایا جائے تو اس کھانے کو اغنیا کھا سکتے ہیں؟

الجواب:

(۱) کھانا پانی سامنے رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے۔

(۲) اغنیا بھی کھا سکتے ہیں سوا اس کھانے کے جو موت میں بطور دعوت کیا جائے وہ ممنوع و بدعت ہے۔ اور عام مسلمین کی فاتحہ چہلم، برسی، ششماہی کا کھانا بھی اغنیاء کو مناسب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۹ تا ۲۲۲: از شہر کوٹہ راجپوتانہ محلّہ لارڈ پورہ معرفت گانس بہرو مسئولہ الٰہی بخش صاحب ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

(۱) حضرت مولانا صاحب! واقعات کو بغور ملاحظہ فرمائیں، مسجد کے پیش امام کو محلّہ میں ایک جگہ پر فاتحہ و ایصال ثواب کو بلالے گئے، چند عورتیں تھیں، گھر کا دروازہ بند کرکے کہا بیوی صاحبہ کی فاتحہ پڑھ دو۔ ملّاں جی نے کہا کہ پردہ کرکے یا کپڑے سے بند کرکے دلانا، یہ عورتوں کا مسئلہ ہے شریعت میں ایسا نہیں ہے، خیر کپڑا ڈال دو مگر کھانا تو سامنے رکھو۔ خیر بند کرکے بھی کھانا سامنے نہیں رکھا گیا۔ تھوڑا سا دروازہ کھولا گیا، پردہ کردیا گیا، ملّاں جی نے فاتحہ پڑھ دی، عورتیں کہنے لگیں یہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تھی اب بیوی کی پڑھو اور اسی طرح سے علی کی پڑھ دینا، ملّاں جی ناراض ہو کر بولے کہ تم خلاف قاعدہ اور خلاف اصولِ شرع فاتحہ دلاتی ہو اس طرح سے میں نہیں دے سکتا میرے عقیدے میں خلل ہوتا ہے اور میں اپنا اسلام نہیں بیچ سکتا ہوں، یہ کہہ کر مکان پر چلے آئے۔ بعد میں ایک عورت نے ملّاں جی کو بہت سخت وسست کہا اور لعن طعن کی۔ انھوں نے صبر کیا۔ دلی مطلوب ملّاں جی کا یہ تھا کہ سلف سے جو طریقہ فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کا چلا آتا ہے اور تمام بزرگان دین ایصال ثواب کرتے چلے آئے ہیں وہ بات ہونا چاہئے نئے نئے طریقے کیوں نکالتی ہو؟ جس پر اس عورت کے بعض عزیز بھی ملّاں جی پر ناراض ہوئے۔ یہ واقعات ہیں۔

(۲) یہ عورتیں حضرت بی بی فاطمہ خاتونِ جنت کی فاتحہ پردہ ڈال کر یا کپڑا ڈال کر امہات المومنین حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور جملہ پیغمبروں کی بیویوں سے علیحدہ دلاتی ہیں اور چند قیدیں لگاتی ہیں کہ سوائے شوہر والی بیوہ یا عقد ثانی والی یا مرد یہ کھانا نہ کھائیں، آیا اس کا ثبوت کہیں شریعت سے بھی ہے یا کیا؟ جیسا ہو ویسا بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

(۳) حضور کی نیاز یا صحابہ کی نیاز بھی پردہ کرکے یا کپڑا ڈال کر دلانے کا کہیں حکم ہے یا ویسے ہی لغو ہے؟ اور جو لوگ امام مسجد یا کوئی دوسرا شخص کسی کے کہنے سے اس کام کو نہ کرے کیا وہ مستحق لعن ہے؟ جیسا ہو ویسا حوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔

(۴) یہاں پر اکثر شب برآءت یا عید بقرہ یا عید الفطر یا شادی بیاہ دیگر خوشی کے وقت دودھ روٹی یا تھوڑا تھوڑا کھانا الگ الگ رکھ فاتحہ دلاتی ہیں اور کہتی ہیں اس پر میرے دادا کی یا باپ کی یا فلاں کی دے دو۔ شرع شریف میں یہ بات جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

(۱) فاتحہ وایصال ثواب کے لیے کھانے کا پیش نظر ہونا کچھ ضرور نہیں، یہ اس پیش امام کی غلطی تھی، اور حضرت خاتون جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں انھیں اس سے باز رکھا جائے پیش امام اور عورتیں دونوں اپنی اپنی غلطی سے توبہ کریں اور جس عورت نے پیش امام کو سخت وسست کہا وہ اس سے معافی مانگے۔

(۲) یہ محض بے ثبوت اور نری اختراعی باتیں ہیں، مردوں پر لازم ہے کہ ان غلط خیالوں کو مٹائیں۔

(۳) کسی نیاز پر پردہ ڈالنے کا کہیں حکم نہیں اور جو امام ایسا نہ کرے اس نے اچھا کیا۔ اس وجہ سے اس پر لعن سخت حرام ہے، ایسی لعنت خود لعنت کرنے والے پر پلٹتی ہے۔

(۴) ایک جگہ سب کی فاتحہ دلائیں تو جائز، اور جدا جدا دلائیں تو جائز، جیسے حیات دنیا میں، لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا[1] (تم پر حرج نہیں کہ مل کر کھاؤ یا جدا جدا۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۲۳: از رامپور پور گول بازار ممالک متوسط مرسلہ محمد سلیم خاں کتب فروش ۲ جمادی الاخری ۱۳۳۰ھ

ایک شخص ہے وہ کہتا ہے کہ فاتحہ میں ثواب رسانی کے سلسلہ میں ایسا لفظ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ارواح متبرکہ کو اس کا ثواب پہنچے۔ ایسا لفظ حضرت کی شان میں ارواح کا لفظ لانا بے ادبی میں داخل ہے۔ ارواح کا لفظ مت شامل کرو۔ ایسا مت کہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ارواح کو ثواب پہنچے، آپ حیات النبی ہیں، فقط

الجواب:

رُوح زندہ کے لیے بھی ہے بلکہ روح ہی سے زندگی ہے اور درود شریف کے صیغوں میں ہے:

[1] القرآن ۶۱/۲۴

اللھم صل علی روح سیدنا محمد فی الارواح تواصل لفظ کے کہنے میں کوئی حرج نہیں، مگر جہاں عوام سے یہ سمجھتے ہوں جیسے اس نیک پاکیزہ خیال نے سمجھے تو ضرور اس کہنے سے ان کو روکا جائے یا یہ وہم ان کے دلوں سے نکال دیا جائے کہ ارواح کا اطلاق اموات ہی کے حق میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام انبیاءِ کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام حقیقۃً ایسے ہی زندہ ہیں جیسے رونق افروزی دنیا کے زمانہ میں تھے، ان کی موت یک آن کے لئے تصدیق وعدہ الٰہیہ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ[1] (ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ت) کے واسطے ہوتی ہے، پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ بحیات حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں، مجالس خیر میں تشریف لے جاتے ہیں، کھانا پینا سب کچھ دنیا کی طرح بے کسی آلائش کے جاری ہیں کما نطقت بہ الاحادیث وائمۃ القدیم والحدیث (جیسا کہ اس بارے میں احادیث اور زمانہ قدیم وجدید کے ائمہ کے ارشادات موجود ہیں۔ت) واللہ سبحٰنہ، وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴: از بہیرہ ضلع شاہ پور، ملک پنجاب، ملتانی دوازہ، مسئولہ فضل حق صاحب چشتی ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب سلطان العلماء، المتبحرین، برہان الفضلاء، المتصدرین، کنز الہدایہ والیقین، شیخ الاسلام والمسلمین مولٰنا المفتی العلامۃ الشاہ محمد احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گیارھویں شریف کس چیز پر دینی افضل ہے۔ چاول یا حلوہ وغیرہ اور کن کن لوگوں میں بانٹنی چاہئے؟ آپ بھی تبرک چکھنا چاہئے یا نہیں؟ اور کس پیر صاحب یا سید کو اس میں سے حصہ دینا یا نہیں؟ ایک مسجد میں چند ایک اصحاب مل کر گیارھویں پکاتے ہیں تو کیا وہ گیارھویں شریف پکی ہوئی، مسجد کے نمازیوں میں بانٹنی چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

نیاز کا ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصہ پھینکا نہ جائے، جیسے زردہ یا حلوا یا خشکہ، یا وہ پلاؤ جس میں سے ہڈیاں علیحدہ کرلی گئی ہوں، بانٹنے کا اختیار ہے، جس سنی مسلمان کو چاہے دے اگر غنی کو ہو اگرچہ سید ہو۔ اور خود بھی تبرک کھائے تو حرج نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتاوٰی میں لکھا ہے: نیاز کا کھانا تبرک ہوجاتا ہے، ہاں اگر شرعی منت مانی ہو تو اس میں سے نہ خود کھاسکتا ہے نہ کسی غنی یا سید کو دے سکتا ہے، وہ غیر ہاشمی فقرائے مسلمین کا حق ہے۔ اور بدمذہبوں خصوصًا وہابیوں رافضیوں کو دینا جائز نہیں، چندے والے جس نیت سے پکائیں اس میں صرف کریں، اگر خاص نمازیوں کے لئے پکائی ہے تو صرف انھیں کو دیں، اور سب کے لئے تو سب کو۔ ہاں کافر کو دینا جائز نہیں جیسے بھنگی، چمار، وہابی، رافضی، قادیانی۔ ہاں جس کی بدمذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیلہ، اسے دینے میں حرج نہیں، اور سنی کو دینا افضل۔ حدیث میں ہے:

---

[1] القرآن ۱۸۵/۳

لایاکل طعامك الاتقی [1]۔ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن حبان والحاکم باسانید صحیحۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم	تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار۔ (اسے امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح سندوں سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵: از شہر محلّہ گلاب نگر ۱۹رجب ۱۳۲۷ھ

تبارک جو کیا جاتا ہے اس کی اصل کیا ہے؟ اور کس شیئ پر ادا کیا جانا افضل ہے؟ جس شیئ پر پڑھا جائے وہ شیئ اگر کھانے کی ہے تو کس کو کھلانا بہتر زیادہ ہے؟ اس کا جو رواج ہے اس سے جناب خوب واقف ہیں اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

تبارک کی اصل ایصال ثواب ہے جس کا حکم احادیث کثیرہ میں ہے اور خاص سورہ تبارک الذی شریف کی تخصیص اس لیے کی صحیح حدیثوں میں اسے عذاب قبر سے بچانے والی، نجات دینے والی فرمایا، جس شے پر کرتے ہیں محتاج کی حاجت روائی زیادہ ہو اس میں زیادہ ثواب ہیں، ایام قحط میں کھانے پر ہونا زیادہ مناسب ہے۔ فقیر کے یہاں کھانے پر ہوتی ہے۔ کپڑے کے جوڑوں کبھی روپوں پر موافق حالت برادران مساکین مسلمین کے جو مناسب سمجھا گیا کیا جاتا ہے۔ کھانا ہو یا کپڑے یا دام دنیا سب سے پہلے اپنے عزیزوں، قریبوں کا حق ہے جو حاجتمند ہوں، پھر ہمسایوں، پھر یتیم، بیوہ، مسکین مسلمانانِ اہل شہر کا، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۲۶تا۲۲۸: از اجمیر شریف کارخانہ کرتباں علاقہ نمبر ۳ لوہار خانہ مرسلہ جمال محمد ۴ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

(۱) مردہ کے ساتھ کھانا لے جانا حلال ہے یا حرام؟

(۲) گلاب قبر میں چھڑکنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) اور قبر سے چالیس قدم جاکر دعا مانگنا؟

الجواب:

(۱) مردہ کی طرف سے تصدق کرنا چاہئے اور ساتھ لے جانا فضول ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے اسے بدعت لکھا ہے۔ **وھو تعالٰی اعلم**

(۲) قبر میں گلاب وقت دفن کے چھڑکنے میں حرج نہیں اور اوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا۔ **وھو تعالٰی اعلم**

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند ابو سعید الخذری دارالفکر بیروت ۳/ ۳۸

(۳) دعا مانگنا ہر وقت جائز ہے اور چالیس قدم کی خصوصیت بلاوجہ۔ **وھو تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۲۹: از کرتپور ضلع بجنور مرسلہ طفیل احمد صاحب بچڑابونی ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو اطعام بہ نیت ایصال ثواب بروح مردگان تقسیم کیا جاتا ہے اس کو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ عام اموات مومنین کے لیے جو کھانا وغیرہ دیا جاتا ہے اس میں اور اس طعام میں جو انبیاء عظام اور اولیاءِ کرام کے ارواح کے لیے ہدیہ کیا جاتا ہے کچھ ذاتی فرق ہے یا نہیں؟ برکت وعدم برکت کے اعتبار سے دونوں حالتوں میں مصروف ایک ہوگا یعنی صرف فقراء کو دینا یا اغنیاء کے لیے بھی کھانا جائز ہوگا۔ فقط **بینوا توجروا**

الجواب:

طعام تین قسم ہے: ایک وہ کہ عوام ایامِ موت میں بطور دعوت کرتے ہیں یہ ناجائز وممنوع ہے۔

لان الدعوۃ انما شرعت فی السرور لا فی الشرور [1] کما فی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور۔	اس لیے کہ دعوت کو شریعت نے خوشی میں رکھا ہے غمی میں نہیں، جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ کتبِ اکابر میں ہے۔(ت)

اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں۔

دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصال ثواب کے لیے بہ نیت تصدق کیا جاتا ہے فقراء اس کے لیے احق ہیں، اغنیاء کو نہ چاہئے۔

تیسرے وہ طعام کہ نذور ارواح طیبہ حضرات انبیاء واولیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء کیا جاتا ہے اور فقراء واغنیاء سب کو بطور تبرک دیا جاتا ہے یہ سب کو بلاتکلف روا ہے۔ اور وہ ضرور باعث برکت ہے۔ برکت والوں کی طرف جو چیز نسبت کی جاتی ہے اس میں برکت آجاتی ہے۔ مسلمان اس کھانے کی تعظیم کرتے ہیں اور وہ اس میں مصیب ہیں، ائمہ دین نے بسندِ صحیح روایت فرمایا کہ ایک مجلس سماع صوفیاء کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں نذر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایک بدرہ زر رکھا ہوا تھا، یہ حالت وجد میں ایک صاحب کا پاؤں اس سے لگ گیا فورًا رب العزت وعلا نے ان کا حالِ ولایت سلب فرمالیا نسأل اللہ العفو ولعافیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۰۲/۲، مراقی الفلاح علٰی ھامش حاشیہ الطحطاوی فصل فی حملھا ودفنھا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹

مسئلہ ۲۳۰: از شہر محلّہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چنگی ۱۷ جمادی الآخر

کیا حکم ہے علمائے اہلسنت والجماعت کا اس مسئلہ میں کہ چنوں پر جو سویم کی فاتحہ کے قبل کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے اس کے کھانے کو بعض شخص مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے، آیا یہ صحیح ہے تو ان کو کیا کرنا چاہئے؟ اسی طرح فاتحہ کو جو عام لوگوں کی ہوتی ہے کہتے ہیں ایک موضع میں ان سوم کے پڑھے ہوئے چنوں کو مسلمان اپنا اپنا حصہ لے کر مشرک چماروں کو دے دیتے ہیں، وہاں یہی رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ لہٰذا ان کلمہ طیبہ کے پڑھے ہوئے چنوں کو مشرک چماروں کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ کیا یہ گناہ ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ چیزیں غنی نہ لے۔ اور وہ جوان کا منتظر رہتا ہے ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے مشرک یا چمار کو اس کا دینا گناہ، گناہ۔ فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں، اور لے لئے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے دے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے، نیاز اولیائے کرام طعامِ موت نہیں وہ تبرک ہے فقیر و غنی سب لیں۔ جبکہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو، شرعی پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۳۱: از قصبہ رچھا روڈ۔ ضلع بریلی مسئولہ حکیم محمد احسن ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سوم کے چنوں کا کھانا علاوہ چھوٹوں کے بڑوں کو بھی جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

یہ چنے فقراء ہی کھائیں، غنی کو نہ چاہئے بچہ یا بڑا، غنی بچوں کو ان کے والدین منع کریں، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۳۲: از بلگرام ضلع ہردوئی محلّہ میدان پورہ مرسلہ سید محمد تقی صاحب قادری ابوالحسینی ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

اگر مردہ کو اس کا خویش واقارب خواب میں دیکھے تنہا یا اس کو کسی قسم کی چیز طلب کرتے ہوئے دیکھے تو ایسی حالت میں مردہ کا فاتحہ کھانے پر دلانا جائز ہے یا نہیں؟ یا وہ چیز جو اس نے خواب میں طلب کی ہے وہ اس کے نام پر فاتحہ دلا کر خیرات کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور فاتحہ کے وقت ہمراہ کھانے کے پانی کا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

بہتر ہے کہ جو چیز طلب کی محتاج کو اس کی طرف سے دی جائے اور کھانے پر فاتحہ اس کے سبب سے منع نہ ہوگی وہ بھی اور پانی رکھنے میں حرج نہیں۔ محتاج کو وہ کھانا کھلائیں اور پانی پلائیں سب کا ثواب پہنچے گا۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۳: امانت علی شاہ قصبہ نواب گنج ضلع بریلی ۱۷رمضان ۱۳۳۱ھ

مٹی کے چراغ میں گھی ڈال کر جلانا چاہئے یا نہیں؟ آٹے کے چراغ میں گھی ڈال کر جلا کر کھانا یا ملیدہ کے اوپر رکھ کر فاتحہ دینا چاہئے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

بلاضرورت گھی جلانا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ اور فاتحہ وقرآن خوانی اور درود خوانی کے لئے اگر چراغ کے قرب کی حاجت ہو اور اس خیال سے کہ تیل میں کبھی بدبُو آتی ہے گھی سے چراغ روشن کرے اور اس لحاظ سے کہ استعمال چراغ صاف نہیں ہوتا اور کورے میں جلائیں تو گھی پئے گا اور بے کار جائے گا لہٰذا آٹے کا چراغ بنائیں کہ آٹے پئے تو اس کی روٹی پک سکتی ہے، تو اس میں حرج نہیں، مگر یہ عادت کرلینی کہ بلاضرورت بھی فاتحہ کے لیے گھی جلائیں وہی اسراف وحرام ہے، اور وہ صورتِ جواز جو ہم نے لکھی اس میں بھی وہ چراغ کھانے کے اوپر نہ رکھا جائے بلکہ کھانے سے الگ۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۳۴: از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سہ راستہ دار بتاریخ ۱۸/ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ وغیرہ میں اکثر لوگ گھی کے چراغ، کپڑے، جوتی وغیرہ رکھتے ہیں، یہ اشیاء رکھنا کیسا ہے؟ فقط

الجواب:

کپڑا، جوتے یا جو چیز مسکین کو نفع دینے والی مسکین کی نیت سے رکھیں کوئی حرج نہیں ثواب ہے، مگر فاتحہ کے وقت گھی کا چراغ جلانا فضول ہے، اور بعض اوقات داخلِ اسراف ہوگا، اس سے احتراز چاہئے، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۳۵: مرزا باقی بیگ رام پوری ۱۶محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس فعل نیک کا ثواب چند اموات کو بخشا جائے وہ ان پر تقسیم ہوگا یا سب کو اس پورے فعل کا ثواب ملے گا؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اللہ عزوجل کے کرمِ عمیم وفضل عظیم سے امید ہے کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے گا، اگرچہ ایک آیت یا درود یا تہلیل کا ثواب آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین ومومنات احیاواموات کے لیے ہدیہ کرے، علمائے اہلسنت سے ایک جماعت نے اسی پر فتوٰی دیا۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وسعت فضل الٰہی کے لائق یہی ہے۔علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم اویصل لك منھم مثل ثواب ذلك کاملہ فاجاب بانہ فتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل[1] اھ۔	حضرت ابن حجر مکی سے سوال ہوا اگر اہل مقبرہ کے لئے فاتحہ پڑھا تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو اس کا پورا ثواب ملے گا؟ انھوں نے جواب دیا کہ جماعت نے دوسری صورت پر فتوٰی دیا ہے اور وہی فضل ربانی کی وسعت کے شایاں ہے اھ (ت)

اور ہر شخص کو افضل یہی کہ جو عمل صالح کرے اس کا ثواب اولین وآخرین احیاء واموات تمام مومنین ومومنات کے لیے ہدیہ بھیجے سب کو ثواب پہنچے گا اور اُسے اُن سب کے برابر اجر ملے گا۔

فی ردالمحتار عن التاتارخانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلہ ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ[2] اھ	ردالمحتار میں تارتارخانیہ سے، اس میں محیط سے منقول ہے کہ جو کوئی نفل صدقہ کرے تو بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین ومومنات کی نیت کرے اس لیے کہ وہ سب کو پہنچے گا اور اس کے اجر سے کچھ کم نہ ہوگا اھ (ت)

دارقطنی وطبرانی ودیلمی وسلفی امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مر علی المقابر وقرأ قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات[3]۔	جو مقابر پر گزرے اور قل ھو اللہ گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب اموات کو بخشے بعدد تمام اموات کے ثواب پائے۔

رہا ابن قیم ظاہری المذہب کا کتاب الروح میں تقسیم ثواب کو اختیار کرنا یعنی ایک ہی ثواب ان پر ٹکڑے ہو کر بٹ جائے گا حیث قال لواھدی الکل الی اربعۃ یحصل لکل منھم ربعہ[4] اھ (اس کے الفاظ یہ ہیں:

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیّت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

[2] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیّت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

[3] فتح القدیر عن علی رضی اللہ عنہ باب الحج عن الغیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۶۵، کنز العمال رافعی عن علی حدیث ۴۲۵۹۶ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۶۵۵، ردالمحتار عن علی مطلب فی اہداء الثواب الاعمال لغیر مصطفی البابی مصر ۲/۲۵۷

[4] ردالمحتار بحوالہ کتاب الروح مطلب فی القراءۃ للمیّت الخ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۶۰۵

اگر چار آدمیوں کو سب ہدیہ کیا تو ہر ایک کو چوتھائی ملے گا۔ (ت)

اقول: **وباللہ التوفیق** علماء کہ سب کو ثواب کامل ملے گا، اس قولِ ابن قیم پر بچند وجہ مرجح ہے:

اولاً ابن قیم بدمذہب ہے، تو اس کا قول علمائے اہلسنت کے مقابل معتبر نہیں۔

ثانیاً وہ اسی کا قول ہے اور یہ یک جماعت کا فتوی والعمل بما علیہ الاکثر (اور عمل اس پر ہوتا ہے جس پر اکثر ہوں۔ت)

ثالثاً **وھو الطراز المعلم** (اور وہی نقش بانگار ہے، یعنی زیادہ مضبوط جواب ہے۔ت) ثواب واحدہ کا سب پر منقسم ہونا ایک ظاہری بات ہے جسے آدمی بنظرِ ظاہر اپنی رائے سے کہہ سکتا ہے۔ عالم شہود میں یونہی دیکھتے ہیں، ایک چیز دس کو دیجئے تو سب کو پوری نہ ملے گا ہر ایک کو ٹکڑا ٹکڑا پہنچے گا۔ غالباً اس ظاہری نے اسی ظاہری بات پر نظر اور معقول پر محسوس کو قیاس کرکے تقسیم کا حکم دے دیا۔ نہ کہ حدیث سے اس پر دلیل پائی ہو، بخلاف اس حکم کمال کے کہ اگر کروڑوں کو بخشو تو ہر ایک کو پورا ثواب ملے گا، ایسی بات بے سند شرعی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے تو ظاہر کہ جماعت اہل فتوی نے جب تک شرع مطہر سے دلیل نہ پائی ہرگز اس پر جزم نہ فرمایا بلکہ تصریح علماء سے ثابت کہ جو بات رائے سے نہ کہہ سکیں وہ اگرچہ علماء کا ارشاد ہو حدیثِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم میں سمجھا جائے گا۔ آخر جب یہ عالم متدین ہے اور بات میں رائے کو دخل نہیں تو لاجرم حدیث سے ثبوت ہوگی، امام علامہ قاضی عیاض نے سریج بن یونس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا کہ اللہ تعالٰی کے کچھ سیاح فرشتے ہیں جن کے متعلق یہی حدیث ہے کہ جس گھر میں احمد یا محمد نام کوئی شخص ہو اس گھر کی زیارت کیا کریں۔ علامہ خفاجی مصری اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

فھو ظاھر وان کان لسریج فھو فی حکم المرفوع لان مثلہ لایقال بالرای[1] اھ ملخصاً۔	یہ اگرچہ سریج کا قول ہے مگر وہ مرفوع کے حکم میں ہے اس لئے کہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاتی اھ ملخصاً (ت)

یہ سریج نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع تابعین میں ہے، بلکہ علمائے مابعد سے ہیں، بایں ہمہ علامہ خفاجی نے ان کے قولِ مذکور کو حدیث مرفوع کے حکم میں ٹھہرایا کہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاتی، اسی طرح مانحن فیہ (زیر بحث مسئلہ۔ت) میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ علماء کا وہ فتوی بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہونا چاہئے۔

ثم اقول: **وباللہ التوفیق** (میں پھر اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ،

---

[1] نسیم الریاض الباب الثالث فصل الاول دار الفکر بیروت ۲/ ۲۲۵

نے خاص اس بات میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تین حدیثیں پائیں:

حدیث اول: امام ابوالقاسم اصبہانی کتاب الترغیب اورامام احمد بن الحسین بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من حج عن والد یه بعد وفاتهما کتب الله له عتقا من النار وکان للمحجوج عنهما اجر حجة تامة من غیر ان ینقص من اجورهما شیئ[1]۔	جو اپنے ماں باپ کی طرف سے ان کی وفات کے بعد حج کرے اللہ تعالٰی اس کے لیے دوزخ سے آزادی لکھے، اور ان دونوں کے لئے پورے حج کا اجر بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔

اگر ثواب نصف نصف ملتا تو اس آدھے میں سے کمی ہوجانے کا کیا احتمال تھا جس کی نفی فرمائی گئی۔ ہاں وہی اجر یہاں اجور ہوجائے۔ ہر ایک پورا پورا بے کمی پائے، یہ خلاف عقل ظاہر تھا۔ تو اسی کا افادہ ضرور مفید واہم ہے۔

حدیث دوم: طبرانی اوسط میں اورابن عساکر حضرت عبداللہ بن عمرابن العاص رضی للہ تعالٰی عنہما سے روای، حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماعلی احد کم اذا ارادان یتصدق الله صدقة تطوعا ان یجعلها عن والدیة اذاکانا مسلمین فیکون لوالدیه اجرها، وله مثل اجورهما بعد ان لا ینقص من اجورهما شیئ[2]۔	یعنی جب تم میں سے کوئی شخص کسی صدقہ نافلہ کا ارادہ کرے تو اس کا کیا حرج ہے کہ وہ صدقہ اپنے ماں باپ کی نیت سے دے کہ انھیں اس کا جواب پہنچے گا اور اسے ان دونوں اجروں کے برابر ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔

ان دونوں حدیثوں میں اگر کچھ تشکیک کی جائے تو حدیث سوم گویا نص صریح جس نے بحمدہٖ تعالٰی اس امید کمال کو قوی کردیا، اور فتوی علماء کی تاکید اکید فرمادی کہ ہر ایک کو کامل ثواب ملے گا۔ امام دارقطنی اور ابوعبداللہ ثقفی فوائد ثقفیات میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا حج الرجل عن والدیه تقبل منه ومنهما، واستبشرت ارواحهما، وکتب عند الله برا[3]۔	جب آدمی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے وہ حج اس حج کرنے والے اور ماں باپ تینوں کی طرف سے قبول کیا جائے اور ان کی روحیں خوش ہوں، اور یہ

[1] شعب الایمان باب فی برالوالدین حدیث ۷۹۱۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۵/۶

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحوالہ ابن عساکر حدیث ۷۹۴۳ دارالمعرفۃ بیروت ۴۵۶/۵

[3] سنن الدارقطنی کتاب الحج نشرت السنۃ ملتان ۲۶۰/۲

اللہ تعالٰی کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا نیکوکار لکھا جائے۔ یہ لفظ دارقطنی کے ہیں، اور ثقفیات میں ان لفظوں سے ہے:

من حج عن ابویه لم یحجا اجزاء عنهما وبشرت ارواحهما فی السماء وکتب عند الله برا [1]۔	جس کے ماں باپ بے حج کئے مرگئے ہوں یہ ان کی طرف سے کرے وہ ان دونوں کا حج ہوجائے اور ان کی روحوں کو آسمان میں خوشخبری دی جائے اور یہ شخص اللہ تعالٰی کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنیوالا لکھا جائے۔

ظاہر ہے کہ حج ایک عبادتِ واحدہ ہے جس کا بعض کافی نہیں، نہ وہ کل سے مغنی ہو، بلکہ قابل اعتبار ہی نہیں، جیسے فجر کی دو رکعتوں سے ایک رکعت، یا صبح سے دوپہر تک کا روزہ، تو یہ حج کہ ان دونوں کی طرف سے کافی ہو، ضرور ہے کہ ہر ایک کی جانب سے پورا حج واقع ہو، مگر فقہ میں مبین ومبرہن ہولیا کہ یہ اجزاء بمعنی اسقاط فرض نہیں تولاجرم یہی معنی مقصود کہ دونوں کو کامل حج کا ثواب ملے۔ محدّث جلیل امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی اس حدیث کی تفسیر فرماتے ہیں:

لااعلم احدا قال بظاهر من الاجزاء عنهما بحج واحده وهو محمول علی وقوعه الاصل فرضا وللفرغ نقلا [2] اھ نقله فی التیسیر مع التقریر والحمد الله رب العٰلمین هذا والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده، اتم واحکم۔	جہاں تک مجھے علم ہے کوئی اس کے ظاہر کا قائل نہیں یعنی یہ کہ وہ ایک ہی حج دونوں کی طرف سے کافی ہوجائیگا۔ وہ اس پر محمول ہے کہ اصل کے لئے فرض ادا ہوگا اور فرع کے لیے نفل ہوگا اھ۔ اسے تیسیر میں نقل کیا اور برقرار رکھا۔ اور ساری خوبیاں اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کے پروردگار ہے۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے اور اس رب بزرگ کا علم سب سے زیادہ کامل اور محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۶تا۲۳۹: از شہر کہنہ محلّہ کوٹ مرسلہ محمود علی صاحب بنگالی ۲صفر المظفر ۱۳۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین متین وفضلائے شریعت امین ان مسئلوں میں:

اول یہ کسی شخص نے ایک کلام مجید تلاوت کرکے ختم کیا ور اس کا ثواب پندرہ شخصوں کی ارواح کو للہ بخشا ان روحوں میں تقسیم ہوجائے گا یعنی فی روح دو پارے پہنچے گا یا فی روح کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا؟

---

[1] فوائد ثقفیات لابی عبداللہ ثقفی

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من حج عن ابیه مکتبۃ الامام الشافعی الریاض سعودیہ ۲/ ۴۱۳

اور نتیجہ اس کا دنیا میں ملے گا یا عقبٰی میں؟

دوسرے یہ کہ ثواب کس طرح کہہ کر پہنچائے؟

تیسرے یہ کہ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ واہل بیتہٖ وسلم کو ثواب پہنچائے تو اس کی شمول میں اور ارواح بھی شامل کرسکتا ہے یا نہیں، اور پچھلے اولیاء اور انبیاء کا نام بھی لیا جائے یا نہیں؟

چوتھے یہ کہ دنیا میں کیا فائدہ اور عقبی میں کیا بدل حاصل ہوگا؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اللہ عزوجل کے فضل سے امید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

سئل ابن حجرمکی عمالو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم اویصل لکل منھم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل[1]۔	امام ابن حجر مکی سے سوال ہوا: اگر قبرستان والوں کے لیے فاتحہ پڑھی تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو اسی کے مثل پورا پورا ثواب ملے گا؟۔ انھوں نے جواب دیا کہ ایک جماعت علماء نے دوسری صورت پر فتوٰی دیا ہے اور ۳ وہی فضل الٰہی کی وسعت کے لائق ہے۔ (ت)

اس مسئلہ کی پوری تحقیق فتاوٰی فقیر میں ہے۔ نتیجہ ملنا اللہ سبحٰنہ، وتعالٰی کے اختیار میں ہے مسلمانوں کو نفع رسانی سے اللہ عزوجل کی رضا و رحمت ملتی ہے اور اس کی رحمت دونوں جہان کا کام بنادیتی ہے۔ آدمی کو اللہ کے کلام میں اللہ کی نیت چاہئے۔ دنیا اس سے مقصود رکھنا حماقت ہے۔ دعا کرے کہ الٰہی! یہ جو میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں شخص یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا، اور افضل یہ ہے کہ تمام مسلمین و مسلمات کو پہنچائے۔ مسلک متقسط میں ہے:

یقرأ ماتیسرلہ من الفاتحہ والاخلاص سبعا اوثلثا ثم یقول اللھم اوصل ثواب ماقرأ الٰی فلان اوالیھم[2]۔	جو میسر آئے پڑھے سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص سات بار یا تین بار۔ پھر کہے: اے اللہ! ہم نے جو پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا ان سب کو پہنچا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیّت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

[2] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل یستحب زیارۃ اہل المعلی دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۳۲۴

محیط و تتارخانیہ وشامی میں ہے:

الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ [1]۔	جو کوئی نفل صدقہ کرے اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرے اس لیے کہ وہ ان سب کو ملے گا اور اس کے اجر سے کچھ نہ گھٹے گا۔(ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل میں تمام انبیاء واولیاء و مومنین و مومنات جو گزر گئے اور جو موجود ہیں اور جو قیامت تک آنے والے ہیں سب کو شامل کرسکتا ہے اور یہی افضل ہے۔ صحیحین میں ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضحّٰی بکبشین املحین احدھما عن نفسہ والاخر عن امتہ [2]۔ وزادا بن ماجۃ ذبح احدھما عن امتہ لمن شھد للہ بالتوحید وشھد لہ بالبلاغ وذبح الاخر عن محمد وآل محمد [3] ولاحمد وغیرہ عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قولہ عند التضحیۃ اللھم لك ومنك عن محمد وامتہ [4]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کی، جن کے رنگ سفیدی سیاہی ملے ہوئے تھے، قربانی کی، ایک کی اپنی طرف سے، دوسرے کی اپنی امت کی طرف سے ابن ماجہ میں یہ اضافہ ہے: ایک اپنی امت کی طرف سے قربان کیا ہر اس شخص کی طرف سے جس نے کلمہ طیبہ کی شہادت کی اور حضور اکرم کے لیے تبلیغ رسالت کی گواہی دی اور دوسرا حضرت محمد اور آلِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام سے ذبح کیا امام احمد وغیرہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ قربانی کے وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یوں کہا تھا: اے اللہ! تیرے لیے اور تجھ سے، یہ محمد اور اس کی امّت کی جانب سے ہے۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

لافرق بین ان یکون المجعول لہ	اس میں کوئی فرق نہیں کہ جس دوسرے کے لیے اپنا ثواب

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیّت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

[2] فتح القدیر بحوالہ الصحیحین عن الج عن الغیر نوریہ رضویہ سکھر ۳/۶۵، مجمع الزوائد باب اضحیۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارالکتاب بیروت ۴/۲۲

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی باب اضاحی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۲

[4] سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی باب اضاحی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳

میّتا اوحیا[1]۔	ہدیہ کرے وہ وفات پاچکا ہو یا زندہ ہو۔ (ت)

جو کچھ اللہ چاہے قال اللہ تعالٰی:

وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِی الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۵﴾[2]۔	جو کوئی دنیا کا عوض چاہے ہم اسے اس میں سے دیں گے اور جو آخرت کا ثواب چاہے ہم اسے اس میں سے عطا فرمائیں گے او رقریب ہے کہ ہم شکر کرنے والوں کو جزا بخشیں۔

اور فرماتا ہے عزوجل:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾[3]۔	جو دنیا چاہے ہم اس میں سے جتنا چاہیں یہاں دے دیں، پھر اس کے لیے جہنم رکھیں اس میں بیٹھے مذمتیں ہوتا، دھکّے دیا جاتا، اور جو آخرت چاہے اس کی سی کوشش کرے اور ہو مسلمان، توایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔

مسئلہ ۲۴۰: از کاراڈاکخانہ اونیرا ضلع گیا مرسلہ مولوی علی احمد صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۱ھ

زید کہتا ہے اگر دو چار شخصوں کو اجمالاً ایصال ثواب کیا جائے تو ہر ایک کو پورا پورا پہنچے گا، اور بکر تقسیم کا قائل ہے۔ زید اپنے ثبوت میں شامی کی یہ عبارت پیش کرتا ہے:

لکن سئل ابن حجر المکی عمالو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحہ ھل یقسم الثواب بینھم اویصل لکل منھم مثل ثواب ذلك کاملا فاجاب بانه افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل[4]۔	ابن حجر مکی سے سوال ہوا: اگر اہل قبرستان کے لیے فاتحہ پڑھے تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ان میں سے ہر ایک کو اس کا ثواب مثل کامل طور پر پہنچے گا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ایک جماعت نے صورت دوم پر فتوی دیا ہے اور وسعتِ کرم کے لائق وہی ہے۔ (ت)

[1] بحر الرائق باب الحج عن الغیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۵۹
[2] القرآن ۳/ ۱۴۵
[3] القرآن ۱۷/ ۱۸ و ۱۹
[4] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیّت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵

اور بکر کہتا ہے کہ سوال میں دو باتیں مذکور ہوئیں: ایک تو ایصال ثواب قراءت اور اس کے ساتھ تقسیم ثواب مقروء، اور دوسرے وصول مثل ثواب، چونکہ عند الشافعیہ عبادات بدنیہ کا ثواب ہی نہیں پہنچتا۔ اس لیے علامہ ابن حجر نے اول جواب سے تو بالکل سکوت فرمایا اور فقط شق ثانی کا بموجب مختار متاخرین شافعیہ جواب دیا جس کی تشریح علّامہ شامی اس عبارت سے کچھ اوپر بایں الفاظ فرماتے ہیں:

والذی حررہ المتاخرون من الشافعیہ وصول القرأۃ للمیّت اذاکانت بحضرتہ اودعی لہ عقبہا، والدعاء عقبہا ارجی للقبول ومقتضاہ ان المراد انتفاع المیّت بالقرأۃ لاحصول ثوابہا لہ ولہذا اختاروا فی الدعاء اللھم اوصل مثل ثواب ماقرأتہ الی فلاں واماعندنا فالو اصل الیہ نفس الثواب[1]۔	متاخرینِ شافعیہ نے جو تنقیح کی ہے وہ یہ ہے کہ قرأت میّت کو پہنچتی ہے جبکہ قرأت اس کے پاس ہو یا بعد قرأت اللہ سے دعا کی جائے اس لیے کہ قرأت قرآن کے بعد دعا میں امید قبول زیادہ ہے۔ اس کا مقتضاء یہ ہے کہ میت کو قراءت سے فائدہ ملتا ہے یہ نہیں کہ قرأت کا ثواب اسے حاصل ہوتا ہے اسی لیے دعا میں وہ یہ الفاظ اختیار کرتے ہیں کہ اے اللہ! میں نے جو پڑھا اس کے ثواب کا مثل فلاں کو پہنچا مگر ہمارے نزدیک خود ثواب اسے پہنچتا ہے۔ (ت)

غرض بموجب مذہب حنفیہّ کہ وہ وصول ثواب مقروء کے قائل ہیں تقسیم لابدی ہے کیونکہ ہر عمل کا ثواب خواہ بتضاعیف ہی سہی عند اللہ ایک امر معدود ہے جس کا وصول دو چار شخصوں کو بلا تقسیم کے عقلاً ممتنع ہے۔ اور ابن حجر کا قول ثانی کو "لائق بسعۃ الفضل" فرمانا بھی اسی کو مقتضی ہے کہ قائلین وصول ثواب قرأت کے نزدیک تقسیم ضروری ہے اگر اول صورت بھی وصول کامل ہو تو ثانی لائق بسعۃ الفضل فرمانا بالکل بے معنی ہے لعدم الفرق بینہما (کیونکہ دونوں میں فرق نہ ہوگا۔ ت) اب علمائے کرام فرمائیں کہ حق بجانب کون شخص ہے زید یا بکر؟ اور بموجب مذہب حنفیہّ تقسیم ضروری ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

عبارت فتاوی ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مطلب بہت صاف ہے، بکر نے بالکل تحویل کر دیا۔ امام ابن حجر مکی سے ایک سوال ہے جس میں سائل دریافت کرتا ہے کہ متعدد مسلمانوں کے لیے فاتحہ پڑھے تو ثواب ان پر تقسیم ہوگا یا ہر میّت کو کامل ثواب ملے گا مثل لفظ کہ شق ثانی میں سائل شافعی المذہب نے اپنے مذہب کی رعایت سے بڑھایا، شقِ اول میں بھی ان کے طور پر ملحوظ ہے **ولہذا ثوابہا** نہ کہا بلکہ الثواب بلام عہد یعنی وہی

---

[1] ردالمحتار مطلب فی القرأۃ للمیّت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

ثواب کہ ہم شافعیہ کے نزدیک معروف و معہود ہے کہ مثل ثواب قاری ہے۔آیا اموات پر تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو پورا ملے گا۔ روشن ہے کہ یہ ایک ہی سوال ہے اور اس میں مقصود بالاستفادہ تقسیم و تکمیل کی دو شقوں سے ایک متعین جس کا جواب امام نے دیا کہ ایک جماعت نے شق دوم پر فتوٰی دیا یعنی ہر ایک کو پورا ثواب پہنچے گا اور یہی وسعتِ رحمت الٰہیہ کے لائق ہے نہ یہ کہ دو سوال تھے، پہلا مذہب حنفیّہ اور دوسرا مذہب شافعیہ سے امام نے پہلے جواب سے سکوت کیا اور دوسرے کا جواب دیا۔ یوں ہوتا تو تقسیم اور لکل منھم فضول تھا کہ حنفیّہ وشافعیہ کا یہ اختلاف ایک جماعت اموات کے لیے قرات سے خاص نہیں ایک میّت کے لیے قرات بھی یہی ہے کہ ہمارے نزدیک نفس ثواب پہنچتا ہے اور ان کے نزدیک اس کا مثل۔ ایسا ہوتا تو امام اس غلطی پر متنبہ فرماتے۔ پھر جواب یُوں نہ ہوتا کہ ایک جماعت نے ثانی پر فتوٰی دیا، بلکہ یوں ہوتا کہ ہمارا مذہب شق ثانی ہے پھر نفس ومثل میں سعتہ رحمت کا کیا فرق ہے جسے امام ھو اللائق بسعۃ الفضل فرمارہے ہیں۔ بکر کا استدلال کہ "ابن حجر کے قول ثانی کو الخ" عجیب ہے۔ شق اول میں لفظ تقسیم خود مصرح ہے۔ سائل پوچھتا ہی یہ ہے کہ ثواب جو کچھ بھی پہنچے کہ وہ ان کے نزدیک مثل ثواب قاری ہے نہ نفس تقسیم ہوگا یا ہر ایک کو پورا پہنچے گا؟ امام نے جواب دیا کہ ہر ایک کو پورا پہنچنا الیق ہے، تو قائلین وصول ثواب سے یہ بھی ہوئے۔ شق اول میں نفس ثواب القاری کہاں تھا۔

ثم اقول: **وباللہ التوفیق** (میں پھر اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہوں۔ت) یہاں تحقیق امر اور ہے جو شبہ کو راسًا ختم کردے۔ جب نظر عامہ اہل ظاہر پر شے واحد کا دو شخصوں کو بلا تقسیم وصول عقلاً ممتنع ہے یعنی عرض واحد دو محل سے قائم نہیں ہوسکے (ورنہ اس تعبیر میں تو صریح منع ہے) تو واجب کہ حنفیّہ کے نزدیک جب نفس ثواب قاری میّت کو پہنچے قاری کے پاس نہ رہے، ورنہ یہ بھی عرض واحد کا دو محل سے قیام ہوگا حالانکہ احادیث وحنفیّہ وسائر علماء کرام خلاف پر تصریح فرماہیں، محیط پھر تاتار خانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المومنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ [1]۔	صدقہ نفل کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرے کہ وہ سب کو پہنچے گا اور اس ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا (ت)

توجب وہی ثواب اس کے پاس بھی رہا اور دوسرے کو بھی پہنچا اور تقسیم نہ ہوا کہ **لاینقص من اجرہ شیئ** اس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوا، تقسیم ہوتا تو قطعًا کم ہوتا، تو اگر دو سو یا لاکھ یا سب اولین وآخرین مومنین و مومنات کے وہی ثواب پورا پورا پہنچے اور تقسیم نہ ہو کیا استحالہ ہے، جیسے دو ویسے کروڑہا کروڑ۔ امام جلال الملۃ والدین سیوطی

[1] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیّت الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

زہر الربٰی شرح سنن نسائی میں نقل فرماتے ہیں:

ان للروح شانا اخرفیکون فی الرفیق الاعلی وھی متصلة بالبدن بحیث اذاسلم المسلم علی صاحبه ردعلیه السلام وھی فی مکانها هناك وهذا جبریل علیه السلام راہ النبی صلی ا للہ تعالٰی علیه وسلم وله ستمائة جناح منها جناحان سدا الافق وکان ید نو من النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حتی یضع رکبتیه الی رکبتیه ویدیه علی فخذیه وقلوب المخلصین تتسع للایمان بانه من الممکن انه کان هذا الدنو وھو فی مستقرہ من السمٰوٰت، وهذا محمل تنزله تعالٰی الی سماء الدنیا ودنوہ عشیة عرفة ونحوہ فهو منزہ عن الحرکة والانتقال وانما یأتی الغلط ههنا من قیاس الغائب علی الشاهدفیعتقد ان الروح من جنس مایعهد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن ان تکون فی غیرہ وهذا غلط محض، فثبت بهذا انه لا منافاة بین کون الروح فی علیین او الجنة اوالسماء وان لها بالبدن اتصالا بحیث تدرك وتسمع وتصلی وتقرء بها وانما یستغرب هذالکون الشاهد الدنیوی لیس فیه مایشاهد به هذا وامور البرزخ والاٰخرة علی نمط غیر المألوف فی الدنیا [1] اھ مختصرًا۔	روح کی شان ہی کچھ اور ہے وہ ملاء اعلٰی میں رہ کر بھی بدن سے متصل ہوتی ہے کہ جب مسلمان صاحب قبر کو سلام کرتا ہے تو وہ اسے جواب دیتا ہے جبکہ روح وہاں اپنے مقام میں ہے ــــ یہ حضرت جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام ہیں جنھیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سوپَر ہیں جن میں سے دو پَر پورے افق پر چھائے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قریب آتے ہیں یہاں تک کہ اپنے زانو حضور کے زانوؤں کے متصل اور اپنے ہاتھ حضور کی رانوں پر رکھ دیتے، مخلصین کے قلوب اس بات پر ایمان لانے کی وسعت رکھتے ہیں کہ یہ امر ممکن ہے کہ ان کا حضور سے یہ قرب عین اسی حالت میں ہو جب وہ آسمانوں کے اندر اپنے مستقر میں موجود ہوں۔ یہی حال اس کا بھی ہے جو مروی ہے کہ رب تعالٰی آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور قریب ہوتا ہے عرفہ کی شام کو اور اس کے مثل، کیونکہ وہ تو حرکت وانتقال سے منزّہ ہے۔ یہاں غلطی غائب کو شاہد پر قیاس کرنے سے ہوتی ہے۔ آدمی یہ اعتقاد کرتا ہے کہ روح بھی معہود اجسام کی جنس سے ہے کہ جب ایک مقام میں ہو تو دوسرے مقام میں ہونا ممکن نہیں، یہ محض غلط ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس میں کوئی منافات نہیں کہ روح علیین اور جنت اور آسمان میں ہو اور بدن سے بھی اس کا ایسا اتصال ہو کہ ادراک، سماعت، نماز، قرأت سارے کام کرتی ہے۔

[1] زہر الربٰی علی حاشی سنن النسائی ارواح المومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۹۲

حضرت جامی قدس سرہ، السامی نفحات الانس شریف میں فرماتے ہیں: شیخ مفرح رحمہ اللہ تعالٰی از اہل صعید مصرست بسیار جلیل القدر وکبیر الشان بود، ویکے از اصحاب او وے را روز عرفہ در عرفات دیدویکے دیگر درہمان روز درخانہ خویش دید وتمام روز باوے بود چوآں دو شخص بہم رسیدند و ہریک آنچہ دیدہ بود باھم گفتند میان ایشاں نزاع شدیکے گفت وے روز عرفہ در عرفات بود، برصدق آں سوگند بطلاق خورد، یکے گفت تمام آں روز درخانہ خود بود، وے نیز سوگند بطلاق خورد، پس خصومت کناں پیش مفرح آمدند، شیخ گفت ہر دوراست گفتہ اید بذن ہیچکدام طلاق نشدہ است، یکے از اکابر میگوید کہ من از شیخ مفرح پرسیدم کہ صدق ہریک موجب حنث دیگر ست، چوں سوگند ہیچکش حانث نہ شدہ باشد، ودراں مجلس کہ من ایں پرسیدم جماعتے از علماء حاضر بودند، شیخ اشارت بہمہ کرد کہ دریں مسئلہ سخن گویند ہر کس چیزے گفت اما ہیچکس جواب شافی وکافی نہ گفت، دراں اثنا جواب آں برمن ظاہر شد کہ شیخ اشارت بمن کرد کہ جواب آں بگو، من گفتم چوں ولی بولایت متحقق گردد دراں معنی کہ روحانیت وے مصور بصورتے تواند شد، متمکن بود کہ در وقت واحد درجہات مختلفہ خود رابصورتہائے متعددہ بنماید چنانکہ خواہد، پس آنکس کہ وے رادر بعضے ازاں صور بعرفات دیدہ

یہ بات صرف اس لیے عجیب معلوم ہوتی ہے کہ دنیاوی محسوسات میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتے جو اس سے ملتی جلتی ہو مگر برزخ اور آخرت کے معاملات تو دنیا کے طرز مالوف سے جداگانہ شان رکھتے ہیں اھ مختصراً (ت)

شیخ مفرح رحمہ اللہ تعالٰی علیہ مصر کے اہل دل حضرات سے ہیں، بزرگ رتبہ اور بڑی شان رکھتے تھے، ان کے ایک مرید نے عرفہ کے دن انھیں عرفات میں دیکھا اور دوسرے مرید نے اسی دن انھیں اپنے گھر میں دیکھا اور دن بھر ان کے ساتھ رہا، جب دونوں مریدوں کی ملاقات ہوئی اور ایک نے جو دیکھا تھا آپس میں بیان کیا تو ان کے درمیان اختلاف ہوا۔ ایک نے کہا: حضرت عرفہ کے دن عرفات میں تھے، اور اس کی صداقت پر طلاق کی قسم کھائی۔ دوسرے نے کہا: اس روز دن بھر اپنے گھر میں تھے، اس نے بھی طلاق کی قسم کھائی، پھر جھگڑتے ہوئے شیخ مفرح کے پاس آئے۔ شیخ نے کہا: دونوں سچ کہتے ہیں، کسی کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی، اکابر میں سے ایک کا بیان ہے کہ میں نے شیخ مفرح سے پوچھا: ہر ایک کی صداقت دوسرے کی قسم ٹوٹنے کی مقتضی ہے پھر کسی کی قسم کیسے نہیں ٹوٹی؟ ___ جس مجلس میں میں نے سوال کیا علماء کی ایک جماعت موجود تھی، شیخ نے سب کو اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں کلام کریں، ہر شخص نے کچھ نہ کچھ بیان کیا مگر کسی نے شافی وکافی جواب نہ دیا۔ اسی اثناء میں جواب مجھ پر منکشف ہوگیا اور شیخ نے میری طرف اشارہ فرمایا کہ تم اس کا جواب دو ___ میں نے عرض کیا کہ جب ولی کی ولایت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ اس

باشد، ہم راست دیدہ باشد وآنکہ دربعضے دیگرازان صور درخانہ خودش دیدہ باشد ہم راست دیدہ باشد وبسوگند ہیچ یک حانث نہ شود، وشیخ مفرح فرمود کہ جواب صحیح این است کہ توگفتی رضی اللہ تعالٰی عنہ و **نفعنابہ**[1]	کی روحانیت کسی صورت سے مصوّر ہوسکے تو ممکن ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت کے اندر مختلف جہتوں میں اپنے کو متعدد صورتوں میں جیسے چاہے دکھائے۔ تو جس شخص نے حضرت کو ان صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں عرفات میں دیکھا صحیح دیکھا، اور اسی وقت دوسرے نے کسی اور صورت میں اپنے گھر کے اندر تشریف فرما دیکھا اس نے بھی سچ دیکھا، اور کسی کی قسم نہ ٹوٹے گی، شیخ مفرح نے فرمایا: صحیح جواب یہ ہے کہ جو تم نے دیا ــــ خدا ان سے راضی ہو اور ہمیں ان سے نفع دے (ت)

حضرت میر سید عبدالواحد قدس سرہ، الماجد سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں:

مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری راقدس اللہ تعالٰی روحہ، درماہ ربیع الاول بجہت عرس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازدہ جااستدعا آمدہ کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہر دہ استدعا راقبول کردند۔ حاضران پرسیدند اے مخد وم ہر دہ استدعا راقبول فرمود وہر جا بعد از نماز پیشین حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد۔ فرمود کِشن کہ کافر بود چند صد جاحاضر می شد، اگر ابوالفتح دہ جاحاضر شود چہ عجب بعد از نماز پیشین از ہر دہ جاچوڈول رسید مخدوم ہر بارے از حجرہ بیرون می آمد برچوڈول سوار میشد و می رفت ونیز وددر حجرہ حاضر می ماند۔ خردمندا تو ایں رابر تمثیل حمل مکن یعنی مپندار کہ تمثیلہائے شیخ بچندیں جاہا حاضر شدہ است۔ لاواللہ بلکہ عین ذات شیخ بہر جا حاضر شدہ بود، ایں خوددریک شہر ویک مقام واقع شد۔ وذات ایں موحد خود دراقصائے عالم	ماہ ربیع الاول میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عرس پاک کی وجہ سے مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری قدس سرہ، کی دس جگہ سے دعوت آئی کہ بعد نماز ظہر تشریف لائیں۔ حضرت نے دسوں دعوتیں قبول کیں۔ حاضرین نے پوچھا: حضور نے دسوں دعوتیں قبول فرمائی ہیں اور ہر جگہ نماز ظہر کے بعد پہنچنا ہے یہ کیسے میسر ہوگا؟ فرمایا: کِشن جو کافر تھا سیکڑوں جگہ حاضر ہوتا تھا اگر ابوالفتح دس جگہ حاضر ہو تو کیا عجب ہے؟ نماز ظہر کے بعد دسوں جگہ سے پالکی پہنچی، مخدوم ہر بار حجرہ سے آتے، سوار ہوجاتے، تشریف لے جاتے اور حجرہ میں بھی موجود رہتے ــــ اے عقل مند! اسے تمثیل پر محمول نہ کرنا، یعنی یہ نہ سمجھنا کہ شیخ کی مثالیں اتنی جگہوں میں حاضر ہوئیں۔ یہ تو ایک شہر اور ایک مقام میں واقع ہوا خود اس موحد کی ذات عالم

[1] نفحات الانس شیخ مفرح رحمۃ اللہ علیہ انتشارات کتاب فروشی مطبع توحیدی ص ۵۸۱۔۸۲

حاضر است خواہ علویات خواہ سفلیات[1]۔	کے سروں میں موجود ہے خواہ علویات ہوں خواہ سفلیات۔ (ت)

جس کا دل ان حقائق کی وسعت نہ رکھے اور امور برزخ وآخرت کو اپنے مشہودات دنیا ہی پر قیاس کرے اس پر یہ ماننا لازم ہوگا کہ حنفیّہ کے نزدیک بھی میّت کو مثل قاری ثواب پہنچتا ہے کہ قاری کا ثواب تو اس کے پاس سے نہیں جاتا اور فرق مذہبین اتنا رہے گا کہ حنفیّہ کے نزدیک وہ ثواب اثر ہبہ قاری ہے اور شافعیہ کے نزدیک اجابت دعائے قاری بہر حال وہ استبعاد جس کی بناپر تقسیم ثواب لازم سمجھے تھے باطل ہوگیا۔ لاکھوں ہو تو لاکھوں کو اتنا ہی ثواب پہنچے گا اور قاری کا ثواب کم نہ ہوگا، بلکہ بعدد اموات ترقی کرے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قرأ الاخلاص احدی عشر مرّۃ ثمّ وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات[2]۔ رواہ الطبرانی والدارقطنی۔	جو سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اموات مسلمین کو اس کا ثواب بخشے بعدد اموات اجر پائے۔ (اسے طبرانی اور دارقطنی نے روایت کیا۔ ت)

باقی اصل مسئلہ کی تحقیق اور ہر ایک کو پورا ثواب پہنچنے کی توثیق ہمارے فتوٰی میں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۴۱: از بندر کراچی محلّہ جمعدار گل محمد مکرانی مرسلہ مولوی عبدالرحیم مکرانی ۲۷ شعبان ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام ومفتیان عظام رحمکم ربکم اندریں مسئلہ کہ اگر گروہ صبیان قرآن خواندہ یا دیگر اعمال حسنہ کردہ وثواب بموتٰی بخشند، شرعاً می رسد یا نہ؟ بینوا الجواب بسند الکتاب وتوجروا عند اللہ بحسن المآب صاحبًا حسبۃً للہ تعالٰی، جواب ایں مسئلہ بعبارت شافی ودلائل کافی از کتب فقہ حنفیّہ وحدیث شریفہ مع حوالہ کتبِ فقہ نوشتہ وبمواہیر علمائے اعلام آنجائے ثبت نمودہ بفرستند کہ عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور خواہند شد، چراکہ درباب ایں	علمائے کرام ومفتیان عظام، آپ پر خدا کی رحمت ہو، اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ اگر بچوں کی جماعت قرآن پڑھ کر یا دوسرے نیک اعمال کرکے اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو شرعاً پہنچتا ہے یا نہیں؟ کتاب کی سند سے واضح جواب دیں اور خدا کے یہاں حسن انجام کا ثواب لیں۔ حضور! خالصًا للہ اس سوال کا جواب شافی عبارت اور کتب فقہ حنفی وحدیث شریف کے دلائل سے کتب فقہ کے حوالوں کے ساتھ تحریر فرما کر اور

[1] سبع سنابل سنبلۂ ششم در حقائق وحدت الخ مکتبہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۷۰

[2] کنزالعمال بحوالہ رافعی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۴۲۵۹۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۶۵۵، فتح القدیر عن علی رضی اللہ عنہ باب الحج عن الغیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۶۵، ردالمحتار باب الحج عن الغیر مصطفی البابی مصر ۲/۲۵۷

مسئلہ درمیان علمائے بندر کراچی مباحثہ واختلاف افتادہ است آخر الامر طرفین بریں قرار دادہ اند کہ ہر جوابیکہ علمائے کرام بریلی دہند، باید کہ جانبین تسلیم نمایند۔	وہاں کے علمائے اعلام کی مہریں ثبت فرماکر ارسال فرمائیں، خدا کے یہاں اجر پائیں گے اور لوگ شکر گزار ہوں گے اس مسئلہ میں بندر کراچی کے علماء میں مباحثہ اور اختلاف واقع ہوا۔ آخر طرفین نے یہ طے کیا کہ بریلی کے علمائے کرام جو جواب دیں وہ جانبین تسلیم کریں۔ (ت)

الجواب:

| اللھم لك الحمد صل علی المصطفی واٰلہ العمد ہر قربتے کہ صبی اہل آنست (نہ ہمچو اعتاق وصدقہ وہبہ مال کہ اصلا از وصورت نہ بندد) چو از صبی عاقل ادا شود بر قول جمہور ومذہب صحیح ومنصور ثوابش ہم ازان او باشد علامہ استروشنی در جامع صغار فرماید حسنات الصبی قبل ان یجری علیہ القلم للصبی لا لا بویہ لقولہ تعالٰی وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی ھذا قول عامۃ مشائخنا [1]۔ علامہ زین العابدین ابن نجیم مصری دراحکام الصیبان از کتاب الاشباہ فرماید: تصح عباداتہ وان لم تجب علیہ واختلفوا فی ثوابھا والمعتمد انہ لہ وللمعلم ثواب التعلیم، وکذا جمیع حسناتہ [2]۔ باز علمائے ما اصولاً وفروعاً تصریحات جلیہ دارند کہ | اے اللہ! تیرے ہی لیے حمد ہے حضرت محمد مصطفٰی اور ان کی آل معتمد پر درود نازل فرما۔ ہر وہ قربت کہ بچہ جس کا اہل ہے (غلام آزاد کرنا، صدقہ کرنا، مال کا ہبہ کرنا اور اس طرح کی قربتیں نہیں، کہ یہ بچّے سے واقع ہو نہیں سکتیں) جب عاقل بچّہ سے وہ ادا ہوگی تو قول جمہور اور مذہب صحیح ومنصور یہ ہے کہ اس کا ثواب بھی بچے ہی کے لیے ہوگا، علامہ استروشنی جامع صغار میں فرماتے ہیں: بچے کی نیکیاں جو اس پر قلم جاری ہونے سے قبل ہوں وہ بچے ہی کے لیے ہیں اس کے والدین کے لیے نہیں کیونکہ ارشاد باری ہے: انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے کوشش کی ___ یہ ہمارے عامہ مشائخ کا قول ہے۔ (ت) علامہ زین العابدین ابن نجیم مصری کتاب الاشباہ کے احکام الصیبان میں فرماتے ہیں: بچے کی عبادتیں صحیح ہیں اگرچہ اس پر واجب نہیں، ان کے ثواب کے بارے میں اختلاف ہے۔ معتمد یہ ہے کہ ثواب بچے ہی کے لیے ہوگا، اور معلم کو سکھانے کا ثواب ملے گا۔ اسی طرح اس کی تمام نیکیوں کا حال ہے۔ (ت) پھر کتب اصول وفروع میں ہمارے علماء کی روشن تصریحات |

---
[1] جامع احکام الصغار علی ھامش جامع الفصولین مسائل الکراہیۃ مطبع ازہریہ مصر ۱/۱۴۸

[2] الاشباہ والنظائر احکام الصیبان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۴۲

انسان رامی رسد کہ ثواب اعمال خودش ازاں با غیرے کند کما نص علیہ فی الھدایۃ وشروحھا و الملتقی والدر و خزانۃ المفتین والھندیۃ وغیرھا من کتب المذہب۔ علمائے کرام ایں سخن راہمچناں مرسل و مطلق گزاشتہ اند وہیچ بوئے از تخصیص وتقیید ندادہ، پس آن چنانکہ باطلاق اعمال بر شمول فرائض وتناول عملیکہ ابتداء برائے خود بے نیت غیر کردہ باشد وبہ ارسال غیر بر دخول حضور پر نور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلٰوۃ والثناء استدلال کردہ اند ہمچناں اطلاق انسان بر دخول صبیان دلیلے کافی است تا آنکہ برہانے صحیح استثنائے آناں قائم شود وخود آں برہان کجاو کدام۔

فی ردالمحتار فی البحر بحثا ان اطلاقھم شامل للفریضۃ [1] اھ وفیہ' عنہ ان الظاھر انہ لافرق بین ان ینوی بہ عند الفعل للغیر اوبفعلہ لنفسہ ثم بعد ذلك یجعل ثوابہ لغیرہ لاطلاق کلامھم [2] اھ فیہ قلت وقول علمائنا لہ ان جعل ثواب عملہ لغیرہ یدخل فیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ احق بذلك حیث انقذنا من الضلالۃ [3] اھ۔

موجود ہیں کہ انسان اپنے اعمال کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتاہے۔ جیسا کہ ہدایہ، شروح ہدایہ، ملتقی، درمختار، خزانۃ المفتین، ہندیہ وغیرہا کتب مذہب میں اس کی صراحت ہے (ت) علمائے کرام نے یہ کلام اسی طرح مُرسَل و مطلق رکھا ہے۔ کسی تخصیص وتقیید کااشارہ ونشان نہ دیا___ توجس طرح اعمال کو مطلق ذکر کرنے سے علماء نے یہ استدلال کیاکہ یہ حکم فرائض کو بھی شامل ہے اوراس عمل کو بھی جسے ابتداء میں اپنے لیے دوسرے کی نیت کے بغیر کیا ہو___ اور جس طرح "غیر" کے عموم سے یہ استدلال کیاکہ اس میں حضور پر نور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلٰوۃ والثناء بھی داخل ہیں اسی طرح لفظ "انسان" مطلق مذکور ہونااس بات کی کافی دلیل ہے کہ اس میں بچے بھی داخل ہیں جب تک کہ کوئی صحیح برہان ان کے استثناء پر قائم نہ ہوجائے مگر ایسی برہان کہاں اور کون؟ (ت) ردالمحتار میں ہے: بحر میں بطور بحث ہے کہ علماء کااعمال کو مطلق ذکر کرنا فرض کو بھی شامل ہے اھ اور اسی میں اسی بحر کے حوالے سے ہے: ظاہر یہ ہے کہ میرے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں کہ عمل کے وقت دوسرے کے لیے کرنے کی نیت کی ہو یااپنے لیے کرنے کی نیت کی ہو، پھراس کا ثواب دوسرے کے لیے کردے۔ اس لیے کہ کلام علماء میں اطلاق ہے، ایسی کوئی قید نہیں اھ اسی میں ہے: میں نے کہا: ہمارے علما کاقول ہے کہ "وہ اپنے عمل کا

---

[1] ردالمحتار باب الحج عن الغیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۶

[2] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیّت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵

[3] ردالمحتار مطلب فی اہداء ثواب القراءۃ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۶۔ ۶۰۵

نہایت آنچہ اینجا بخاطر خطور توان کرد آن ست کہ نزد اصحاب معشر حنفیّہ عمّہم اللہ بالطافہ الخفیہ۔ این کار ہبہ ثواب وابدائے آنست وصبی از اہل تبرع نیست۔

اقول: وباللہ التوفیق صبی عاقل از ہر گونہ تبرع مجور نیست۔ منشائے حجر ہمیں ضرر ست۔ ولو فی الحال کما فی القرض ولو بالاحتمال کما فی البیع آنجا کہ ہیچ ضرر نیست در حجر نظر نیست بنلکہ خلاف نظر وعین اضرار ست کہ بمشابہ الحاق او بجماد واحجار ست۔ آخر نہ بینی کہ صبی بالاجماع از اہل ابتداء بسلام است بلکہ مودبش را باید کہ اگر خود گرنباشد تعلمیش نماید۔ حالانکہ این نیز از باب تبرع است تاآنکہ در حدیث او راصدقہ نامیدہ اند ابو داؤد عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تسلیمہ علی من لقی صدقۃ[1]۔ ہمچنان بابرادر خود بکشادہ روی سخن فرمودن وباظہار بشاشت دندان سپیدہ نمودن البخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن حبان فی صحیحہما عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تبسمک فی وجہ اخیک لک صدقۃ[2]۔

ثواب "دوسرے" (اپنے غیر) کے لیے کرسکتا ہے"___ تو اس میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی داخل ہیں اس لیے کہ وہ اس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ حضور نے ہی ہمیں گمراہی سے نجات دی اھ (ت) زیادہ سے زیادہ جو شبہ یہاں دل میں گزر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے علمائے حنفیّہ کے نزدیک ___ ان پر اللہ کی پوشیدہ عنایتیں عام ہوں ___ یہ عمل ثواب کا ہبہ اور ہدیہ ہے اور بچہ تبرّع (اپنی طرف سے بھلائی اور احسان کے طور پر کچھ کرنے) کا اہل نہیں ہے۔ (ت)

اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ ت) عاقل بچہ ہر طرح کے تصرف سے مجور نہیں (حَجْر کا معنٰی تصرف سے روک دینا) حجر کا منشا یہی ضرر ہے اگرچہ فی الحال نقصان ہو جیسے قرض دینے میں یا اس کا احتمال ہو جیسے بیع میں ___ جہاں کوئی ضرر نہیں وہاں حجر میں نظر اور بچہ کی رعایت نہیں بلکہ یہ خلاف نظر اور بعینہٖ ضرررسانی ہے کہ گویا اسے جماد اور پتھر سے لاحق کردینا ہے۔ دیکھئے کہ بچہ بالاجماع اس کا اہل ہے کہ سلام میں پہل کرے بلکہ اس کے مربی کو چاہئے کہ اگر خود اس کا عادی نہ ہو تو اسے سکھائے حالانکہ یہ بھی تبرع ہی کے باب سے ہے یہاں تک کہ حدیث میں اسے صدقہ کا نام دیا گیا ہے۔ ابوداؤد حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک حدیث میں راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جو ملے اس سے سلام کرنا صدقہ ہے۔" اسی طرح اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی اماطۃ الاذی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۵

[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۷

ہمچنان راہ گم کردہ را بذکر معالم طریق دلالت کردن احمد والشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دل الطریق صدقۃ [1] وفی حدیث ابی ذر المذکور ارشادك الرجل فی ارض الضلال صدقۃ [2]۔

ہمچنان کر را سخن شنواند ان الخطیب فی جامعہ عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسماع الاصم صدقۃ [3]۔ ہمچناں کہ باکسیکہ جماعت نیافت اقتداء نمودن احمد وابوداؤد وابن حبان والحاکم عن ابی سعید الخدری رضی ا للہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الارجل یتصدق علی ھذا فیصلی معہ [4]۔

بات کرنا اور اظہار بشاشت کے ساتھ مسکرانا ___ امام بخاری نے ادب المفرد میں اور ترمذی وابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں ان ہی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے بھائی کے سامنے تیرا تبسم کرنا تیرے لیے صدقہ ہے۔ (ت) اسی طرح راستہ بھول جانے والے کو راہ کے نشانات بتاکر راہنمائی کردینا ___ امام احمد اور بخاری ومسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "راستہ بتانا صدقہ ہے" ___ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث مذکور میں ہے: "جہاں کوئی راہ بھٹک جائے اس کی رہنمائی کردینا صدقہ ہے۔" (ت) اسی طرح بہرے شخص کو بات سنوانا ___ خطیب اپنی جامع میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "بہرے کو سنانا صدقہ ہے۔" اسی طرح جس شخص نے جماعت نہ پائی اس کی اقتداء کرنا ___ امام احمد، ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "ارے کوئی ایسا شخص نہیں جو اس پر صدقہ کردے کہ اس کے ساتھ نماز ادا کرے۔" (ت)

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب الخدمۃ فی الغزو قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۴
[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷
[3] جامع للخطیب مروی از مسند ابی سعید الخدری دارالفکر بیروت ۳/۶۴
[4] سنن ابی داؤد باب فی الجمع فی المسجد مرتین آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵، مسند احمد بن حنبل مروی از ابوامامہ دارالفکر بیروت ۵/۲۵۴

ہمچناں انواع بر کثیر ووافراست ودرآنہائے وبرروئے صبیان مسلمین فراز نیست تازیانے یااندیشہ اونباشد ازیں ہمہ بگز رو بالاتر شنو، ترامیر سد کہ پسر خود پسران ماذون ہر کراخواہی کہ بے حاجت باذن کسے و مجور راز ولی پر سیدہ در خصومات خویش وکیل کنی یامتاع خودت فروختن یاکالائے برائے توخریدن فرمائی بے آنکہ نام اجرے درمیان باشد، ایں خود خبر تبرع چیست۔ امار واداشتند کہ زیانے نہ پنداشتند بلکہ تصحیح عبارات او راسود نگاشتند، درجامع الصغار است فی وکالۃ الذخیرۃ اذا وکل صبیا یبیع عبدہ، او وکلہ بان یشتری لہ شیئا فباع واشتری جاز اذاکان یعقل ذلك فلا عھدۃ علی الصبی وانما العھدۃ علی الأمر، وکذلك لو وکل صبیا بالخصومۃ جاز بعد ان یکون الصبی بحیث یعقل مایقول ومایقال وھذہ المسئلۃ فی الحاصل علی وجھین اما ان یکون صبیہ اوصبی غیرہ فان وکل صبیہ جاز ولایستأمر احدا وان وکل صبی غیرہ فان کان ماذونا لہ فی التجارۃ لایستأمرولیہ فان اذن ولیہ جاز لہ ان یوکلہ وھذا لان استعمال صبی الغیر بغیر اذن الولی لایجوز، وباذنہ یجوز، قالوا وھذہ المسئلۃ روایۃ ان للاب ان یعیرہ ولدہ وقد اتفق علیہ المشائخ وھل لہ ان یعیر مال ولدہ بعض المتاخرین

اس طرح کی بہت سی اور کثیر نیکیاں ہیں ___ اور ان کا دروازہ مسلمان بچوں پر بند نہیں جب تک کہ کوئی نقصان یا اندیشہ نقصان نہ ہو۔ ان سب سے آگے بڑھئے اور بلند تر سنئے ___ انسان اپنے لڑکے کو، یا ماذون لڑکوں میں سے جس کو چاہے ___ بغیر اس کے کہ کسی کے اذن کی حاجت ہو ___ اور مجور ہو تو اس کے ولی سے پوچھ کر، اپنے مقدمات میں وکیل بناسکتا ہے یا اسے اپنا سامان بیچنے یا اپنے لیے کوئی سامان خریدنے کا حکم دے سکتا ہے، بغیر اس کے کہ درمیان میں کسی اجرت کا نام ہو ___ یہ خود تبرُّع نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر علما نے اسے ناجائز رکھا کیونکہ اس میں کوئی نقصان نہ سمجھا، بلکہ اس کی عبارت کی تصحیح کو فائدہ قرار دیا۔ جامع الصغار میں ہے: ذخیرہ کتاب الوکالۃ میں ہے: اپنا غلام بیچنے کے لیے کسی بچے کو وکیل بنایا اور بچے نے خرید وفروخت کیا تو جائز ہے جبکہ بچہ اسے سمجھتا ہو اور ذمہ بچے پر نہیں بلکہ آمر پر ہوگا ___ اسی طرح اگر کسی بچے کو مقدمے کا وکیل بنایا تو جائز ہے جبکہ یہ سمجھتا ہو کہ خود کیا کہہ رہا ہے اور اس سے کیا کہا جارہا ہے، بلحاظ حاصل اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں: (۱) یا تو خود اس کا بچہ ہوگا (۲) یا دوسرے کا ہوگا، اگر اپنے بچہ کو وکیل بنایا تو جائز ہے اور کسی سے اجازت نہیں لینا ہے۔ اور اگر دوسرے کے بچے کو وکیل بنایا تو (دو حالت ہے) اگر وہ تجارت کے لیے ماذون تھا تو اس کے ولی سے اجازت لے ___ اگر اس نے اجازت دے دی تو اسے وکیل بنانا جائز ہے ___ یہ اس لیے کہ دوسرے کے بچے

قالو اله ذلك وعامتهم علٰی انه لیس له ذلك ثم ان محمدً ا رحمه الله تعالٰی جوز بیع الصبی المحجور علیه وشراه لغیره ولم یجوز بیعه وشراءه لنفسه لان بیعه و شراه لنفسه متردد ان بین النفع والضرر واما بیعه وشراءه لغیر علٰی وجه لایلزم العهدة نفع محض لان فیه تصحیح عبارته والصبی العاقل من اهل التصرفات النافعة المحضة کقبول الهبة وغیر ذلك وانما لایلزم العهدة لان فیه ضرر للصغیرا الخ[1]

ہمچناں در فصل سی وچہارم از جامع الفصولین در احکام الصبیان ست والعبارة الاولی اتم فائدة واعظم عائدة[2]

پس بوضوع پیوست کہ صبی اگر چہ محجور است از تبرع بے ضرر، محجور نیست ھذہ کبری ولنبین صغری چوں بتوفیقہ تعالٰی برہنمائی فقہ وحدیث درمانحن فیہ، نظرے کنیم ہبہ ثواب واہدائے او بمسلمانے رابحمد اللہ تعالٰی نفع بے ضررے یابیم این نہ ہمچو رہبہ مال ست کہ چو بکسے

سے اجازت ولی کے بغیر کام لینا جائز نہیں، اور اس کے اذن سے ہو تو جائز ہے ___ علماء نے فرمایا: اس مسئلہ سے متعلق ایک روایت ہے وہ یہ کہ باپ اپنے بچے کو عاریۃً دے سکتا ہے، اس پر مشائخ کا اتفاق ہے۔ اپنے بچے کے مال کو عاریۃً دے سکتا ہے یا نہیں؟ بعض متاخرین نے کہا دے سکتا ہے۔ اور اکثر اس پر ہیں کہ باپ کو اس کا اختیار نہیں ___ پھر جو بچہ مجور ہے وہ اگر دوسرے کے لیے خرید وفروخت کرے تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسے جائز رکھا ہے، اور اپنے لیے خرید وفروخت کرے تو اس کو جائز نہ قرار دیا اس لیے کہ اپنے لیے اس کی جو خرید وفروخت ہوگی اس میں نفع ونقصان دونوں کا احتمال ہے اور دوسرے کے لیے جب اس طور پر خرید وفروخت ہوگی کہ ذمہ بچے پر نہ آئے تو اس میں اس کے لیے محض نفع ہے کیونکہ اس کی تعبیر اور گفتگو صحیح قرار پا جاتی ہے ___ اور عاقل بچہ ایسے تصرفات کا اہل ہے جن میں صرف نفع ہو جیسے ہبہ قبول کرنا وغیرہ ___ اور ذمہ بچہ پر نہ آئے گا اس لیے اس میں بچہ کا ضرر ہے الخ (ت) اس طرح جامع الفصولین کی فصل ۳۴ میں بچوں کے احکام کے بیان میں ہے ___ مگر عبارت بالا زیادہ مفید اور عظیم نفع کی حامل ہے۔

اس کی تفصیل سے واضح ہو گیا کہ بچہ اگر چہ مجور ہو مگر بے ضرر تبرُّع سے مجور نہیں ہے یہ کبرٰی ہوا اب ہم صغرٰی بیان کرتے ہیں، بتوفیق الٰہی جب ہم فقہ وحدیث کی رہنمائی میں زیر بحث مسئلہ میں غور کرتے ہیں تو کسی مسلمان کو ثواب ہبہ وہدیہ کرنے کو بحمدہٖ تعالٰی ہم نفع بے ضرر پاتے ہیں ___

---

[1] جامع احکام الصغار علٰی ھامش جامع الفصولین مسائل الوکالۃ مطبعۃ الازہریہ مصر ۱/۲۷۶۔ ۲۷۵

[2] جامع الفصولین فصل ۳۴ احکام الصبیان مطبعۃ الازہریہ مصر ۲/۰۸۔ ۲۰۷

دہی از خود گم کنی، تانز دتست بدیگرے نہ رسد چوں بدیگرے رسد پیش تونماند این جابسعت فضل وکمال کرم رب العزۃ جل جلالہ ہم ثواب تونزد توماند۔ وہم بموہوب لہ پرسد بلکہ بایں کار خوب ثواب تودہ بالاشود۔ پس این نفع بقصور وتجارۃ لن تبوراست۔

یہ ہبہ مال کی طرح نہیں کہ مال جب کسی کو دیا تواپنے پاس سے گیا۔ اور جب تک اپنے پاس ہے دوسرے کے پاس پہنچ جائیگا تواپنے پاس نہ رہے گا۔ یہاں وسعتِ فضل الٰہی اور کمال ربانی سے ہدیہ کرنے والے کا ثواب خود اس کے پاس بھی رہتاہے، اور موہوب لہ کے پاس بھی پہنچتاہے بلکہ اس عمل کی وجہ سے خود اس کا ثواب دس گنا ہوجاتاہے تو یہ ایسا نفع ہے جس میں کوئی کمی نہیں، اور ایسی تجارت ہے جس میں ہرگز کوئی خسارہ نہیں۔

درحدیث (۱): است کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود من حج عن میّت فللذی حج مثل اجرہ [1]۔ ہر کہ از جانب مردہ حج کند مرادرا مثل ثواب آں میّت باشد رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حدیث ۱: حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی وفات یافتہ کی جانب سے حج کرے اس کے لیے بھی ثواب میّت کے مثل ثواب ہو، اسے طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث (۲): کہ حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ فرمود اذا تصدق احدکم بصدق تطوعا فلیجعلھا من ابویہ فیکون لھما اجرھا فلا ینقص من اجرہ شیئ [2]۔ چوں کسے از شما صدقہ نافلہ کردن خواہد باید کہ اوراز مادر وپدر خود گرداند کہ ایشاں راثواب اوباشد واز ثواب ایں کس چیز نکاہد رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن عساکر عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

حدیث ۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نفل صدقہ کرنا چاہے تو چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی جانب سے کردے کہ انھیں اس کا ثواب ملے گا اور اس شخص کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

حدیث (۳): روی نحوہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن معاویۃ بن حَیَدۃ القُشَیری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حدیث ۳: اسی کے ہم معنی دیلمی نے مسند الفردوس میں معاویہ بن حَیدہ قُشَیری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط کتاب الحج باب فیمن مات وعلیہ الحج دارالکتاب بیروت ۳/ ۲۸۲

[2] مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط کتاب الزکوۃ باب الصدقہ علی المیّت دارالکتاب بیروت ۳/ ۱۳۸

حدیث (۴): کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من مر علی المقابر وقرأ قل ھواللہ احد، احدٰی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات [1] ہر کہ بگورستان گزرد وسورہ اخلاص یازدہ بار خواندہ بمردگان بخشد بشمار مردگان ثوابش دادہ شود۔ رواہ الدار قطنی والطبرانی والدیلمی والسلفی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجھہ۔

حدیث (۵): کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنھما [2] الحدیث چوں کسے از والدین خودش حج کند ہم از قبول کردہ شود وہم ایشاں رواہ الدار قطنی عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پیداست کہ معنی قبول ہمیں عطائے ثواب ست کما نص علیہ العلماء ولذا قال فی التیسیر ای اثابہ واثابھما علیہ فیکتب لہ ثواب حجۃ مستقلۃ ولھما کذالك [3]۔

حدیث (٦): کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حج عن ابیہ اوعن امہ فقد قضی عنہ

حدیث ۴: حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو قبرستان سے گزرے اور سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے اسے مردوں کی تعداد کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ اسے دارقطنی، دیلمی اور سلفی نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کی ہے۔

حدیث ۵: رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو اس کی جانب سے بھی قبول کیا جائے اور ان کی جانب سے بھی ___ اسے دارقطنی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ظاہر ہے کہ قبول کا معنٰی یہاں ثواب دینا ہے۔ جیسا کہ علماء نے اس کی تصریح فرمائی۔ اسی لیے تیسیر میں فرمایا: یعنی اس پر اسے بھی ثواب دے اور اس کے ماں باپ کو بھی ثواب دے تو اس کے لیے بھی مستقل حج لکھے اور ان کے لیے بھی ویسا ہی۔

حدیث ٦: رسول انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے باپ یا ماں کی طرف سے حج کیا تو

---

[1] کنز العمال بحوالہ رافعی عن علی حدیث ۴۲۵۹۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۶۵۵، اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابو محمد سمرقندی فی فضائل سورۃ الاخلاص دار الفکر بیروت ۱۰/ ۳۷۱

[2] سنن الدار قطنی کتاب الحج نشر السنۃ ملتان ۲/ ۲۶۰

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ما قبل مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۸۹

حجته وکان له فضل عشر حجج[1] ہر کہ از پدر و مادر خود حج کرد پس بدر ستے کہ حج ازاوادا کرد خودش فضیلت دہ حج یافت رواہ الدارقطنی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	بے شک اس کی جانب سے حج ادا کردیااور خود دس حج کی فضیلت پائی ___ اسے دارقطنی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔
در ردالمحتار است الثواب لاینعدم کما علمت[2] اھ ای اذا اھدی ثواب علمه لغیرہ وصل الیه ولم ینعدم من عندہ۔	ردالمحتار میں ہے: ثواب معدوم نہیں ہوجاتا جیسا کہ معلوم ہوا اھ ___ یعنی جب اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو ہدیہ کیا تو اس کے پاس پہنچ گیااور خود ہدیہ کرنے والے کے پاس سے فنا نہ ہوا۔
وفیه عن العلامة نوح اُفندی عن مناسك القاضی حج الانسان عن غیرہ افضل من حجه عن نفسه[3] الخ	اسی ردالمحتار میں علامہ نوح آفندی سے منقول ہے وہ مناسک قاضی سے ناقل ہیں: انسان کا دوسرے کی جانب سے حج کرنا خود اپنی طرف سے حج کرنے سے افضل ہے الخ۔
وفیه عن التاتار خانیة عن المحیط، الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المومنین والمؤمنات لانها تصل الیهم ولاینقص من اجرہ شیئ اھ قال وہو مذہب اهل السنة والجماعة[4] الخ۔	اور اسی میں تاتارخانیہ سے، اس میں محیط سے منقول ہے: جو کوئی نفل صدقہ کرے اس کے لیے افضل یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرلے کہ وہ ان سب کو پہنچے اور اس کے اجر سے کچھ کم نہ ہوگا اھ ___ فرمایا: یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے الخ۔
بالجملہ اہدائے ثواب ہمچو روشن کردن چراغ از چراغ ست کہ ازیں چراغ چیزے نہ کاہد۔ وہ چراغ دیگر روشنائی یابد، وشک نیست کہ صبی از ہمچو تبرّع	مختصر یہ کہ ثواب ہدیہ کرنا ایسا ہے جیسے چراغ سے چراغ جلانا کہ اس چراغ سے کچھ کم نہیں ہوتا اور دوسرے چراغ کو روشنی مل جاتی ہے ___ اور بلاشبہہ بچہ اس

[1] سُنن الدارقطنی کتاب الحج نشر السنۃ ملتان ۲/۲۶۰
[2] ردالمحتار باب الحج عن الغیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳۶
[3] ردالمحتار باب الحج عن الغیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۴۱
[4] ردالمحتار باب مطلب فی القراءۃ للمیّت الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

زنہار مجبور نیست بلکہ چراغ افروختن نیز نظیر او نتوان شد کہ آنجار اگر از چراغ چیزے کم نشود فزوں ہم نشود وانیجا ثواب واہب یکے دہ می شود واللہ یضٰعف لمن یشاء واللہ واسع علیم۔

بمثل فرض کن اگر در محسوس نیز صورتے ہمچناں یافتہ شدے کہ صبی درہمی دہد وآں درہم ہم بموہوب لہ رسد و ہم بدست صبی برقرار ماند و یکے دہ گردد آیا معقول بود کہ شرع مطہر صبی رااز ہمچو تصرف بازداشتے حاش للہ حجر برائے نظر و وضع ضرراست نہ بہر دفع نفع والحاق بحجر این ست دریں مسئلہ طریق نظر۔

ثم اقول: وباللہ التوفیق ہمانا از کلمات علماء نص جزیہ برآریم علمائے مادر عامہ کتب تصریح فرمودہ اند کہ مسئلہ حج عن الغیر برہماں اصل کلی مبتنی ست کہ انسان رامی رسد کہ ثواب عملش ازاں دیگرے کند۔ فی الہدایہ باب الحج عن الغیر:

الاصل فی ھذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلٰوۃ ا او صوما او صدقۃ اوغیرھا عنداھل السنۃ والجماعۃ[1] اھ ومثلہ فی خزانۃ المفتین برمز "ہ"لھا۔

و فی الدر باب الحج عن الغیر الاصل ان کل من اتی بعبادۃ مّالہ

طرح کے تبرّع سے ہر گز مجبور نہیں ___ بلکہ چراغ جلانا بھی اس کی نظیر نہیں ہو سکتی کہ وہاں اگر چراغ سے کچھ کم نہیں ہوتا تو کچھ زائد بھی نہیں ہوتا۔ اور یہاں ہبہ کرنیوالے کا ثواب ایک کا دس ہو جاتا ہے۔ اور اللہ جس کیلئے چاہے اور زیادہ کرتا ہے۔ اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

بطور مثل فرض کیجئے اگر عالم محسوس میں بھی کوئی ایسی صورت ہوتی کہ بچہ ایک درہم دے وہ درہم موہوب لہ کے پاس بھی پہنچے اور بچے کے ہاتھ میں بھی برقرار رہے اور ایک کا دس ہو جائے تو کیا یہ متصور تھا کہ شرع مطہر بچے کو ایسے تصرف سے روک دیتی ___ حاشاللہ! حجر ضرر دور کرنے پر نظر کے لیے ہے نفع دور کرنے اور حجر (پتھر) سے لاحق کرنے کے لیے نہیں ہے ___ یہ اس مسئلہ میں طریق نظر ہے۔ (ت)

ثم اقول: وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق خدا تعالٰی ہی سے ہے۔ت) کلمات علماء سے ہم خود اس جزیہ کی صراحت لائیں۔ ہمارے علماء نے عامہ کتب میں تصریح فرمائی ہے کہ دوسرے کی جانب سے حج کی بنیاد اسی قاعدہ کلیہ پر ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کر سکتا ہے ___ ہدایہ باب الحج عن الغیر میں ہے: اس باب میں اصل یہ ہے کہ اہلسنت وجماعت کے نزدیک انسان کو حق حاصل ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کے لیے کر دے۔ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اور کچھ، اھ اسی کے مثل خزانۃ المفتین میں ہدایہ کے لیے "ہ" کے رمز کے ساتھ ہے۔

[1] الہدایۃ باب الحج عن الغیر المکتبہ العربیہ کراچی ۱/۲۷۶

جعلُ ثوابها لغيره[1] اھ وفی الهنديه عن الغاية كالهداية مع زيادة مفيدة وفی ملتقى الابحر اخر الباب وللانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره فی جميع العبادات[2] اھ قال فی شرح مجمع الانهر هذا وقع فی معرض العلة لما قبله[3] اھ پس ثابت شد کہ حج از دیگرے کردن از باب اہدائے ثواب است، ورنہ این تفریع راچہ محل بودے، حالا باید دید کہ صبی نیز حج عن الغیر تواں کرد یانہ، در کتب مذہب تصریحات جلیہ است کہ می تواں کرد۔ در تنویر الابصار است يشترط اهلية المامور لصحة الافعال[4]۔

درحاشیۂ علامہ طحطاوی است عبر بالصحة دون الوجوب ليعم المراهق فانه اهل للصحة دون الوجوب[5]۔

در درمختار است فجاز حج الصرورة والمرأة والعبد والمراهق وغيرهم اولی لعدم الخلاف[6] اھ ملخصاً۔

ودر ردالمحتار است الشرط هو الاهلية دون الذكورة والحرية والبلوغ[7] اھ ملخصا وہم دراں از لباب در تعداد شرائط آورد

درمختار باب الحج عن الغیر میں ہے: اصل یہ ہے کہ جو شخص بھی کوئی بھی عبادت کرے اسے اختیار ہے کہ اس کا ثواب دوسرے کے لیے کردے اھ، ہندیہ میں غایہ کے حوالے سے عبارت ہدایہ کی طرح ایک مفید اضافے کے ساتھ ہے۔ ملتقی الابحر باب مذکور کے آخر میں ہے: انسان کو تمام عبادات پر اختیار ہے کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کردے اھ اس کی شرح مجمع الانھر میں ہے: یہ عبادت بیان ما قبل کے علت کی منزل میں ہے ___ تو ثابت ہوا کہ دوسرے کی جانب سے حج کرنا اہدائے ثواب کے باب سے ہے ___ ورنہ اس تفریع کا کیا موقع ہوتا ___ اب دیکھنا چاہئے کہ بچہ بھی دوسرے کی جانب سے حج کرسکتا ہے یا نہیں؟ ___ کتب مذہب میں روشن تصریحات موجود ہیں کہ کرسکتا ہے ___ تنویر الابصار میں ہے: صحتِ افعال کے لیے مامور کا اہل ہونا شرط ہے

حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے: "صحت" سے تعبیر فرمائی "وجوب" سے نہیں۔ تاکہ مراہق (قریب البلوغ لڑکے)

---

[1] درمختار باب الحج عن الغیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۱

[2] ملتقی الابحر باب الحج عن الغیر موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۳۴

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الحج عن الغیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱۰

[4] درمختار شرح تنویر الابصار باب الحج عن الغیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۱

[5] طحطاوی علی الدرالمختار باب الحج عن الغیر دارالمعرفۃ بیروت ۱/۵۴۹

[6] درمختار باب الحج عن الغیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۲

[7] ردالمحتار باب الحج عن الغیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۴۱

والتاسع عشر تمیز المامور فلا یصح احجاج صبی غیر ممیز ویصح احجاج المراھق [1] ہم دراں ست ھذہ الشرائط کلھا فی الحج الفرض واما النفل فلا یشترط فیہ شیئ منھا الا السلام والعقل والتمییز [2] ___ ہمچناں در مناسک علامہ سندی است ودر ہندیۃ از غایۃ السروجی شرح ہدایۃ از علامہ کرمانی آورد الافضل ان یکون عالما بطریق الحج وافعالہ ویکون حرا عاقلا بالغا [3] اھ

اقول: المراد بالعاقل مایقابل المعتوہ الذی حکمہ حکم الصبی العاقل دون ما یقابل المجنون لان اصل العاقل شرط صحۃ العبادات والکلام ھٰھنا فی الافضلیۃ وکان الحاصل ان الافضل ان لایکون عبدا ولامعتوھا ولا صبیا ممیزا وانما اکثرنا من النقول فی المسئلۃ لما وقع فی بعض نسخ اللباب من تصحیف اوقع الشارح فی بحث مضطرب وقد اجبنا بحول اللہ تعالٰی فی ما علقنا علی طرقہ بمالا مزید علیہ ولاحاجۃ بنا الی الاطالۃ بایرادہ ھنا ط باز برظاہر الروایۃ موید بنصوص صراح احادیث صحاح کہ نفس عمل از جانب آمر واقع شود۔ ایں معنی درایں

کو بھی شامل ہو کیونکہ حج کی ادائیگی اس سے صحیح ہے مگر اس پر واجب نہیں درمختار میں ہے: صرورہ (جس نے اپنا حج اسلام نہ کیا ہو) عورت، غلام اور مراہق کا حج جائز ہے اور ان کے علاوہ (حج بدل کے لیے) ہوں تو بہتر ہے تاکہ اختلاف ائمہ نہ رہے اھ ملخصا ___ ردالمحتار میں ہے: شرط صرف اہلیت ہے۔ مرد ہونا، آزاد ہونا، بالغ ہونا شرط نہیں اھ ملخصا اسی میں لباب سے تعداد شرائط میں نقل ہے: انیسویں شرط یہ ہے کہ مامور باتمیز سمجھدار رہو، تو ناسمجھ بچے سے حج کرانا صحیح نہیں اور مُراہق سے حج کرانا صحیح ہے ___ اسی میں ہے: یہ ساری شرطیں حج فرض میں نفل میں اسلام، عقل اور تمیز کے سوا کوئی شرط نہیں اسی طرح مناسک علامہ سندی میں ہے ___ ہندیہ میں غایۃ السروجی از علامہ کرمانی کے حوالے سے ہے: افضل یہ ہے کہ طریقہ حج اور افعال حج سے باخبر ہو اور آزاد، عاقل، بالغ ہو اھ

اقول: یہاں عاقل سے مراد معتوہ کا مقابل ہے جس کا حکم عاقل بچے کا ہے، مجنون کا مقابل مراد نہیں اس لیے کہ نفس عقل تو تمام عبادات کی "صحت" کے لیے شرط ہے، اور یہاں کلام "افضلیت" کے بارے میں ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ افضل یہ ہے کہ نہ غلام ہو،

---

[1] ردالمحتار بحوالہ اللباب باب الحج عن الغیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۴۰

[2] ردالمحتار بحوالہ اللباب باب الحج عن الغیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۴۰

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع فی الحج عن الغیر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۵۷

کارمارا مؤید راست کہ چوں صبی ممیّز اصل عمل بہر دیگرے وازاں او مے تواں کرد وہبہ ثواب یکے از توابع اوست وذلك قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فیما روینا عنه تقبل منه ومنهما کما اسفلنا پس از مجرد اہدائے ثواب مانع کیست وحاجر چیست، سخن اینجا دراز است ودر فیض الٰہی بازاما بر ہمیں قدر بسندہ کنیم حامدین لربنا علٰی جودہ ونوالہ ومصلین علی سیدنا محمد واٰلہ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	نہ معتوہ۔ نہ ممیّز بچہ___ ہم نے اس مسئلہ میں حوالے زیادہ پیش کئے جس کی وجہ یہ ہے کہ لباب کے بعض نسخوں میں کچھ خطائے کتابت واقع ہوئی جس نے شارح کو ایک بااضطراب بحث میں ڈال دیا جس کا جواب بعونہ تعالٰی ہم نے اس کے حاشیہ میں کامل طور پر دے دیا ہے یہاں اسے ذکر کرکے کلام طویل کرنے کی ضرورت نہیں___ پھر ظاہر الروایہ کی بنیاد پر جو صحیح احادیث کے صریح نصوص سے تائید یافتہ ہے کہ نفس عمل آمر کی جانب سے واقع ہوتا ہے۔ یہ معنی اس کام میں ہمارے لیے زیادہ مؤید ہے کہ جب ممیّز بچہ اصل عمل دوسرے کے لیے اور اس کے حق میں کرسکتا ہے اور ثواب ہبہ کرنا بھی اس کے توابع میں سے ایک ہے اور وہ رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا روایتِ مذکورہ میں یہ ارشاد ہے کہ "اس سے اور اس کی ماں باپ دونوں کی جانب سے قبول کیا جائے" تو ثواب ہدیہ کرنے سے مانع کون ہے اور رکاوٹ کیا ہے؟ کلام یہاں طویل ہے اور فیض الٰہی کا دروازہ کشادہ، مگر ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں اس کے ساتھ اپنے رب کی، اس کے جود وکرم پر حمد کرتے ہیں اور اپنے آقا حضرت محمد اور ان کی آل پر درود بھیجتے ہیں اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے، اور اس ذات بزرگ کا علم زیادہ کامل اور محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۲: ازالہ آباد مدرسہ سبحانیہ دارالطباء مرسلہ محمد سعید الحسن صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے یہ دستور مقرر کر رکھا ہے کہ ہر ششماہی یا سالانہ یوم معین وتاریخ مقررہ پر اپنے پیر کا عرس ہوا کرے، لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ جو شخص یہ عرس کرے اور عرس کی نیاز کردہ شیرینی کھائے گا او پر بلاشبہہ جنت مقام دوزخ حرام ہے، یہ کہنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

یہ کہنا جزاف اور یاوہ گوئی ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ کس کا جنت مقام اور کس پر دوزخ حرام، عرس کی شیرینی کھانے پر اللہ تعالٰی ورسول کا کوئی وعدہ ایسا ثابت نہیں جس کے بھروسہ پر یہ حکم لگا سکیں، تو یہ تَقَوُّل علی اللہ (اللہ تعالٰی پر اپنی طرف سے لگا کر کچھ بولنا۔ت) ہوا اور وہ ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ [1]	کیا اس نے غیب دیکھ لیا ہے یا رحمان کے یہاں کوئی عہد کر رکھا ہے۔ (ت)

[1] القرآن ۱۹/ ۷۸

قال اللہ تعالٰی:

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ﴿۲۸﴾ [1] ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	کیا تم خدا پر وہ بولتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۳تا۲۴۴: از بنگال ضلع سلہٹ موضع شوبید پور مرسلہ مولوی انوارالدین صاحب ۳ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) میّت کے ثواب رسانی کے لیے قرآن شریف کر ہدیہ کرنا یا چند نماز وروزہ وغیرہ کے کفارہ کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے ہو تو کون کون صورتوں میں؟ یعنی بعض میّت کے ثلث مال قدر کفارہ کے ہے اور بعض کے کم اور بعض کے بالکلیہ نہیں۔ اوران صورتوں میں مع وصیت کے کیا حکم ہے؟

(۲) بوقت دفن میّت کے دعا غیرہ پڑھ کر چھوٹے چھوٹے ڈھیلا وغیرہ پر دم کرکے قبر کے اندر رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

(۱) قرآن مجید کسی مسلمان کو دے کر اس کا ثواب میّت مسلم کو پہنچانا جائز ہے، کفارے کے عوض میں قرآن مجید دے کر جو حیلہ یہاں عوام میں رائج ہے محض باطل وبے سود ہے، بلکہ بحال وصیت ثلث مال یا باجازت ورثہ بالغین اس سے زائد، اور بلا وصیت جس قدر مال پر وارث عاقل بالغ چاہے اگر کفارہ واجبہ کی قدر کو کافی نہ ہو بطریق دور پورا کریں یعنی ایک بار فقیر کو دے دیں اس قدر کا کفارہ ادا ہوا۔ فقیر بعد قبضہ پھر اسے اپنی طرف ہبہ کردے۔ وارث پھر فقیر کو کفارہ میں دے، یہاں تک کہ الٹ پھیر میں قدر کفارہ تک پہنچ جائے **کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الا سفار الغر وقد حققناہ فی فتاوٰنا** (جیساکہ درمختار اوراس کے علاوہ کتب مبارکہ میں اس کی تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت)

(۲) کوئی حرج نہیں جبکہ قبر میں جگہ نہ گھیرے **لعدم المنع وما لم یمنع لایمنع** (کیونکہ اس سے ممانعت نہ آئی اور جس سے منع وارد نہیں وہ ممنوع نہ ہوگا۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۴۵: از پوسٹ فراش گنج ضلع نواکھالی ملک بنگالہ ۱۰جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ثواب رسانی کی نیت سے قرآن مجید پڑھ کر اس پر اُجرت دینا

---

[1] القرآن ۷/ ۲۸

اور لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک قرآن مجید پڑھ کر چالیس درم سے کچھ کم اُجرت لینا اور پڑھانے والے کے لیے چالیس درہم سے کم اُجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ثواب رسانی کے لیے قرآن مجید پڑھنے پر اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز ہے، اور چالیس درہم اجرت محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ۲۴۶: از بنارس کچی باغ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

دستور ہے کہ اغنیاء قرآن خوانی کے واسطے بُلائے جاتے ہیں اور ان کی دعوت دی جاتی ہے، کیا ان اغنیاء کو بعد قرآن خوانی دعوت طعام چہلم جائز ہے؟ اور یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

موت میں دعوت بے معنی ہے، فتح القدیر میں اسے بدعت مستقبحہ فرمایا **لان الدعوۃ شرعت فی السرور لافی الشرور**[1] (اس لیے کہ دعوت خوشی میں مشروع ہے غمی میں نہیں۔ت) اغنیا کا اس میں کچھ حق نہیں اور اگر بنظر **المعہود عُرفاً کالمشروط لفظاً** (جو عرفاً معلوم ہے اسی کی طرح ہے جو لفظاً مشروط ہے۔ت) وہ اجرت قرآن خوانی کی حد تک پہنچ گیا ہو، کھلانے والا جانتا ہو ان کی تلاوت کے عوض مجھے کھانا دینا ہے، یہ جانتے ہوں ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے، تو آپ ہی حرام ہے، کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی حرام، وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا[2] (میری آیتوں کے بدلے حقیر مال دُنیا نہ لو۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۷: از لکھنؤ محلّہ فرنگی محل احاطہ حیدر جان طوائف برد وگان ہیزم سوختنی مسئولہ زین العابدین ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ضلع اعظم گڑھ کے قریب وجوار یہ رسم قدیم میّت کے ایصال ثواب کے واسطے جاری تھی کہ ورثاء میّت چہلم تک قرآن خوانی کراتے تھے اور بعد اختتام میعاد قرآن خوانی کی اجرت بصورت نقد و پارچہ اور اشارے قرآن خوانی میں کھانا دیا کرتے تھے، اب چند لوگوں دیوبند سے تعلیم پا کر اسی ضلع میں آئے اور ہم لوگوں کے طریقہ مستمر ایصال ثواب کو ممنوع وناجائز کہتے اور فعل عبث قرار دیتے ہیں، پس علمائے اہلسنت وجماعت سے استدعا ہے کہ طریقہ مروجہ ایصال ثواب عند الشرع جائز ودرست ہے

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملہا ودفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۹

[2] القرآن ۲/ ۴۱

یا ممنوع، اور میّت کو ثواب قرآن خوانی و کھانا وغیرہ کا ملتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

دیوبندی عقیدہ والوں کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں، اور فرمایا: **من شك فی عذابه وکفره فقد کفر**[1] جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ان کی کوئی بات نہ سنی جائے نہ ان کی کسی بات پر عمل کیا جائے جب تک اپنے علماء سے تحقیق نہ کرلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتونکم[2]۔	ان سے دور بھاگو اور انھیں اپنے سے دور کریں۔ کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اور ان کا بتایا ہوا کوئی مسئلہ اگر صحیح بھی نکلے تو اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ عالم ہیں، یا ان کے اور مسائل بھی صحیح ہوں گے۔ دنیا میں کوئی ایسا فرقہ نہیں جس کی کوئی نہ کوئی بات صحیح نہ ہو، مثلاً یہود و نصارٰی کی یہ بات صحیح ہے کہ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں۔ کیا اس سے یہودی اور نصرانی سچے ہوسکتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الکذوب قد یصدق**[3] بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے، دیوبندی تو اموات مسلمین کو ثواب پہنچانے ہی سے جلتے ہیں، فاتحہ، سوم، دہم، چہلم سب کو حرام کہتے ہیں، یہ سب باتیں جائز ہیں، میّت کو قرآن خوانی وطعام دونوں کا ثواب پہنچتا ہے، تیجے وچالیسویں وغیر کا تعین عرفی ہے جس سے ثواب میں خلل نہیں آتا، ہاں قرآن خوانی پر اُجرت لینا دینا منع ہے، اس کا طریقہ یہ کیا جائے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لیے نوکر رکھ لیں کہ جو چاہیں کام لیں گے اور یہ تنخواہ دیں گے، پھر اس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے، اب یہ اجرت بلاشبہہ جائز ہے کہ اس وقت کے مقابل ہے نہ کہ تلاوت قرآن کے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۸ تا ۲۵۰: از شہر محلّہ بہاری پور مسئولہ عبدالجبار صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف پڑھ کر یا زیارتِ قبور وختم تہلیل کرکے جس میں ایصال ثواب مقصود ہوتا ہے اُجرت لینا جو حرام ہے وہ قطعی حرام ہے یا نہ؟

(۲) بلاتعین اسی وقت اگر قاری کو کچھ دے دیا جائے وہ بھی حرام ہے یا نہ؟

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب فصل اول مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۸

[3] مجمع بحار الانوار تحت لفظ صدق نولکشور لکھنؤ ۲/۲۳۹

(۳) المعروف کالمشروط (جو معروف ہے وہ مشروط کی طرح ہے۔ت) قاعدہ کلیہ ہے یا نہ؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) تلاوت و تہلیل میں اُجرت لینا ضرور حرام ہے اور گناہ ہونے میں قطعی اور غیر قطعی ہونے کا فرق نہیں، گناہ اگرچہ صغیرہ ہوں اسے ہلکا جاننا قطعی حرام ہے۔

(۲) جبکہ عادات و رواج کے مطابق قاری کو معلوم ہے کہ ملے گا اور اسے معلوم ہے کہ دینا ہوگا۔ تو ضرور اُجرت میں داخل ہے **فان المعروف کالمشروط** (معروف مشروط کی طرح ہے۔ت)

(۳) المعروف کالمشروط قاعدہ کلیہ ہے مگر جب صراحۃً معروف کی نفی کر دے تو مشروط نہیں رہے گا۔ مثلاً قاری سے صاف کہہ دیا جائے کہ دیا کچھ نہ جائے گا۔ یا وہ کہہ دے کہ میں لوں گا کچھ نہیں، اس کے بعد پڑھے پھر جو چاہیں دے دیں وہ اجرت میں داخل نہ ہوگا، **لان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی الخانیۃ وغیرھا** (اس لیے کہ صریح کا درجہ دلالت سے اوپر ہے جیسا کہ خانیہ وغیرہ میں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۵۱ تا ۲۵۵: حاجی عبدالغنی صاحب طالب علم مدرسۃ منظر الاسلام بریلی ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں عالم اہلسنت، ناصر ملت اس بارے میں کہ:

(۱) میّت کے تابوت کو لے کر دس قدم چلنا پھر جانب بدلنا، اسی طرح چاروں جانب چالیس قدم چلنا سنت ہے یا نہیں؟

(۲) اور اگر قبرستان چالیس قدم سے کم ہو تو میّت کو لے کر قبر کے چاروں طرف چالیس قدم گھومنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) نماز جنازہ پڑھ کر اور قبور کی زیارت کرکے خیرات لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جو شخص اس کو ناجائز سمجھ کر اعلان کر دے کہ میں اس کو ناجائز سمجھتا ہوں کوئی صاحب اس کی اجرت ہم کو ہرگز نہ دو، پھر اگر کوئی بطور ہدیہ دے تو لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) میّت کی روح پر ثواب رسانی کے لیے قرآن شریف و میلاد شریف پڑھ کر خیرات لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) مستحب ہے **(۲)** جہالت و ممنوع ہے **(۳)** ناجائز ہے **(۴)** جائز ہے **(۵)** ناجائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۵۶: از بنگالہ ضلع میمن سنگھ موضع مرزاپور مرسلہ منشی آدم غرہ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

ماتقولون یا علماء الفحول فی ھذہ المسئلۃ کافر مات وارادورثہ ان یطعموا طعاما للمسلمین	اس مسئلہ میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں ایک کافر فوت ہوا اب اس کے ورثہ مسلمانوں کو کھانا کھلانا چاہتے ہیں، تو

هل يجوز الاكل للمسلمين ام لا۔	مسلمانوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب:

| لا ينبغي لهم ان يجيبوا لانها ان كانت ضيافة فالضيافة فى الموت من النياحة روى الامام احمد وابن ماجة بسند صحيح عن جرير بن عبدالله رضى الله تعالٰى عنه قال كنا نعد الاجتماع الى اهل الميّت وصنعة الطعام من النياحة [1] وان كانت بزعمه صدقة مع انه لا صدقة من كافر ولالكافر ففيه ازدراء بالمسلمين لانه يعد نفسه الخبيثة متفضلة عليهم بالتصدق و اياهم آكلى صدقته و اليد العليا خير من اليد السفلى ولاينبغي ليد كافر ان تكون عليا بل الاسلام يعلوه ولايعلى هذا ماظهر لى و ارجو ان تكون صوابا ان شاء الله تعالٰى۔ والله تعالٰى اعلم۔ | انھیں یہ دعوت نہ قبول کرنا چاہئے اس لیے کہ یہ اگر ضیافت ہے تو موت میں ضیافت نیاحت سے ہے، امام احمد اور ابن ماجہ نے بسند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی: ہم گروہ صحابہ میّت کے پاس جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرنے کو نیاحت سے شمار کرتے تھے ___ اور اگر اس کے خیال میں صدقہ ہو ___ جبکہ صدقہ کسی کافر سے اور کسی کافر کے لیے ہو ہی نہیں سکتا ___ تو اس میں مسلمانوں کی بے عزتی ہے اس لیے کہ وہ صدقہ کرکے اپنے نفس خبیث کو ان پر احسان کرنے والا اور انھیں صدقہ کھانے والا سمجھا جاتا ہے۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہوتا ہے ___ اور کسی کافر کا ہاتھ اونچا نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا ___ یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا، اور امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالٰی درست ہوگا، اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت) |

مسئلہ ۲۵۷: از بریلی مسئولہ شیخ عبدالعزیز بساطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

اہل ہنود اگر فاتحہ دلوانا چاہیں تو دینی چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

فاتحہ ایصالِ ثواب ہے۔ کافر کی طرف سے یا کافر کے مال کا ثواب پہنچانا کیا معنی؟ کافر اصلاً اہل ثواب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۰۴، سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن الاجتماع الی اہل المیّت الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۷، کنزالعمال حدیث ۴۲۴۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۶۶

مسئلہ ۲۵۸: از عثمان پور ڈاکخانہ کوٹھی ضلع بارہ بنکی مرسلہ محمد حسن یار خاں صاحب ۱۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان کسی کافر یا مشرک یا رافضی کو قرآن خوانی اور کسی ذریعہ سے ایصال ثواب کرے تو اس کافر یا مشرک یا رافضی کو ثواب پہنچے گا یا نہیں؟ اور ایصال ثواب کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:
کافر خواہ مشرک ہو یا غیر مشرک جیسے آج کل کے عام رافضی کہ منکرانِ ضروریات دین ہیں، اسے ہر گز کسی طرح کسی فعل خیر کا ثواب نہیں پہنچ سکتا، **قال اللہ تعالٰی وَمَالَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ** ؈[1] (اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ت) اور انھیں ایصال ثواب کرنا معاذ اللہ خود راہ کفر کی طرف جانا ہے کہ نصوص قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے۔ رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے، ہاں جو تبرائی نہیں جیسے تفضیلی، انھیں ثواب پہنچ سکتا ہے اور پہنچانا بھی حرام نہیں جبکہ ان سے دینی محبت یا ان کی بدعت کو سہل وآسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو، ورنہ انکم اذا مثلھم یہ بھی انھیں میں شمار ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵۹: از منڈی ہلد وانی ضلع نینی تال مرسلہ حفیظ احمد مستری ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ
ہندو میّت کے ثواب کے لیے میلاد شریف کے واسطے کچھ روپیہ دے تو اس ہندو کے روپے سے میلاد شریف پڑھوانا کیسا ہے؟

الجواب:
ہندو سے روپیہ اس واسطے نہ لیا جائے۔ حدیث میں ہے: **انی نھیت عن زبد المشرکین**[2] (مجھے مشرکین کی جھاگ سے منع کیا گیا۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] القرآن ۲/۲۰۰

[2] سنن ابی داؤد باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۸۷

رسالہ

اِتْیَانُ الْاَرْوَاح لِدِیَارِھِمْ بَعْدَ الرَّوَاح [۱۳۲۱ھ]

(روحوں کا بعد وفات اپنے گھر آنا)

بسم اللہ الرّحمن الرحیم

مسئلہ ۲۶۰: ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ جس وقت سے روح انسان کی جسم سے پرواز کرتی ہے بعد اس کے پھر بھی اپنے مکان پر آتی ہے یا نہیں؟ اور اس سے کچھ ثواب کی خواستگار خواہ قرآن مجید یا خیرات وغیرہ طعام ہو یا روپیہ پیسہ ہوتی ہے یا نہیں؟ اور کون کون دن روح اپنے مکان پر آیا کرتی ہے؟ اور اگر آتی ہے تو منکر اس کا گنہگار ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کس گناہ میں شامل ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

خاتمۃ المحدثین شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں:

مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میّت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز تصدق از میّت نفع	میّت کے دنیا سے جانے کے بعد سات دن تک اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ میّت کی طرف سے

می کند او را بے خلاف میان اہل علم وارد شدہ است در آں احادیث صحیحہ بہ میّت رامگر صدقہ ودعا، ودر بعض روایات آمدہ است کہ روح میّت می آید خانہ خود راشب جمعہ، پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یانہ۔"[1] واللہ تعالٰی اعلم	صدقہ اس کے لیے نفع بخش ہوتا ہے۔اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں، اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہیں، خصوصا پانی صدقہ کرنے کے بارے میں __ اور بعض علماء کا قول ہے کہ میّت کو صرف صدقہ اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے __ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ رُوح شب جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور انتظار کرتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں واللہ تعالٰی اعلم (ت)

شیخ الاسلام "کشف الغطاء عمالزم للموتی علی الاحیاء" فصل ہشتم میں فرماتے ہیں:

"در غرائب وخزانہ نقل کردہ کہ ارواح مومنین می آیند خانہ ہائے خود راہر شب جمعہ روز عید وروز عاشورہ وشب برات، پس ایستادہ می شوند بیرون خانہائے خود وندامی کند ہریکے بآواز بلند اندوہ گین اے اہل واولاد من ونزدیکانِ من مہربانی کنید برما بصدقہ۔"[2]	غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مومنین کی روحیں ہر شب جمعہ، روز عید، روز عاشورہ، اور شب برات کو اپنے گھر آکر باہر کھڑی رہتی ہیں اور ہر روح غمناک بلند آواز سے ندا کرتی ہے کہ اے میرے گھر والو، اے میری اولاد، اے میرے قرابت دارو! صدقہ کرکے ہم پر مہربانی کرو۔(ت)

اسی میں ہے:

"شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در شرح الصدور احادیث شتے در اکثر ازیں اوقات آوردہ اگرچہ اکثرے خالی از ضعف نیست۔"[3]	شرح الصدور میں شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ان میں سے اکثر اوقات کے بارے میں مختلف حدیثیں نقل کی ہیں اگرچہ ضعف سے خالی نہیں ہیں۔(ت)

اکثرے کا لفظ صریح دلالت کررہا ہے کہ بعض بالکل ضعف سے خالی ہیں۔ تو صاحب مائۃ مسائل کا مطلقاً اس کی طرف نسبت کرنا کہ "این روایات راتضعیف ہم فرمودہ اند۔"[4] کذب وافترا ہے یا جہل واجترا۔

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱۶ و ۷۱۷
[2] کشف الغطاء عمالزم للموتی علی الاحیاء فصل احکام دعا وصدقہ ص ٦٦
[3] کشف الغطاء عمالزم للموتی علی الاحیاء فصل احکام دعا وصدقہ ص ٦٦
[4] مائۃ مسائل

اور استناد کا صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر اور صحاح کا صرف کتب ستہ پر قصر، جیسا کہ صاحب مأۃ مسائل سے یہاں واقع ہوا۔ جہل شدید وسفہ بعید ہے، حدیث حسن بھی بالا جماع حجت ہے۔ غیر عقائد واحکام حلال وحرام میں حدیث ضعیف بھی بالا جماع حجت ہے، ہمارے ائمہ کرام حنفیّہ وجمہور ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل غیر متصل الاسناد بھی حجت ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قول صحابی بھی حجت ہے کہ یہ سب مسائل ادنٰی طلبہ علم پر بھی روشن ہیں، اور حدیث صحیح کا ان چھ کتابوں میں محصور نہ ہونا بھی علم کے ابجد خوانوں پر بین ومبرہن (ظاہر ودلائل سے ثابت۔ ت) ہے۔ **ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون** (لیکن وہابیہ نادان ہیں۔ ت)

طرفہ (تعجب۔ ت) یہ کہ خود صاحبِ مائۃ مسائل نے اس کتاب اور اربعین میں اور بزرگانِ خاندان دہلی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب وشاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تصانیف کثیرہ میں وہ وہ روایات غیر صحاح وروایات طبقہ رابعہ اوران سے بھی نازل تر (کم مرتبہ۔ت) سے استناد کیا ہے جیسا کہ ان کتب کے ادنٰی مطالعہ سے واضح ومبین ہے **ولکن النجدیۃ یجحدون الحق وھم یعلمون** (لیکن نجدیہ جان بوجھ کر حق کا انکار کرتے ہیں۔ ت)

امام اجل عبداللہ بن مبارک وابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری ومسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے موقوفاً اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی۔

وھذا لفظ ابن المبارک قال ان الدنیا جنۃ الکافر وسجن المؤمن، وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی السجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض یتفسح فیھا[1]۔	(اور یہ ابن مبارک کے الفاظ ہیں، ت) بیشک دنیا کافر کی بہشت اور مسلمان کا قید خانہ ہے، جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص زندان میں تھا اب آزاد کردیا گیا تو زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔

روایت یوں ہے:

فاذا مات المؤمنین یخلی بہ یسرح حیث شاء[2]۔	جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔

[1] کتاب الزہد لابن المبارک باب فی طلب الحلال حدیث ۵۹۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۱
[2] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الزہد حدیث ۱۶۵۷۱ ادارۃ القرآن کراچی ۳۵۵/۱۳

ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی وعبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہما باہم ملے، ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر مجھ سے پہلے انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا، کہا کیا زندے اور مردے بھی ملتے ہیں؟ کہا:

نعم اما المومنون فان ارواحھم فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت[1]۔	ہاں مسلمان کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں انھیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہیں جائیں۔

ابن المبارک کتاب الزہد وابوبکر ابن ابی الدنیا وابن مندہ سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال ان ارواح المؤمنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاءت ونفس الکافر فی سجین[2]۔	بیشک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں، اور کافر کی روح سجین میں مقید ہے۔

ابن ابی الدنیا مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال بلغنی ان ارواح المومنین مرسلۃ تذھب حیث شاءت[3]۔	فرمایا: مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مسلمانوں کی روحیں آزاد ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں:

رجح ابن البران ارواح الشھداء فی الجنۃ وارواح غیرھم علی افنیۃ القبور فتسرح حیث شاءت[4]۔	امام ابو عمر ابن عبدالبر نے فرمایا: راجح یہ ہے کہ شہیدوں کی روحیں جنت میں ہیں اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر، جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں،

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل وانفکت من القیود بالموت تحول الی حیث شاءت[5]۔	بیشک جب روح اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولاں کرتی ہے۔

---

[1] شعب الایمان باب التوکل والتسلیم حدیث ۱۳۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۲۱

[2] کتاب الزہد لابن مبارک باب ماجاء فی التوکل حدیث ۴۲۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۴۴

[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۸

[4] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۰۵

[5] تیسیر شرح جامع صغیر تحتِ حدیث ان روح المومنین الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۳۲۹

قاضی ثناء اللہ بھی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:

ارواح ایشاں (یعنی اولیائے کرام قدست اسرارہم) از زمین وآسمان وبہشت ہر جاکہ خواہند می روند[1]۔"	اولیائے کرام قدست اسرارہم کی روحیں زمین آسمان، بہشت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں (ت)

خزانۃ الروایات میں ہے:

عن بعض العلماء المحقیقین ان الارواح تتخلص لیلۃ الجمعۃ وتنتش فجاؤا الی مقابر ثم جاؤا فی بیوتھم[2]۔	بعض علماء محققین سے مروی ہے کہ روحیں شب جمعہ چھٹی پاتی اور پھیلتی جاتی ہیں، پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔

دستور القضاۃ مسند صاحبِ مائۃ مسائل میں فتاوٰی امام نسفی سے ہے:

ان ارواح المومنین یاتونی فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی ویا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ و اذکرونا ولاتنسونا وارحمونا فی غربتنا[3] الخ۔	بیشک مسلمانوں کی روحیں ہر روز وشب جمعہ اپنے گھر آتی اور دروازے کے پاس کھڑی ہو کر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو! اے میرے بچّو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقہ سے مہر کرو، ہمیں یاد کرو بھول نہ جاؤ، ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ۔

نیز خزانۃ الروایات مستند صاحب مائۃ مسائل میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما اذا کان یوم عید اویوم جمعۃ اویوم عاشوراء ولیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علٰی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا[4] الحدیث۔	ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے جب عید یا جمعہ یا عاشورہ کا دن یا شب برات ہوتی ہے اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں: ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے، ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔

اسی طرح کنزالعباد میں بھی کتاب الروضہ امام زندویسی سے منقول، یہ مسئلہ کہ نہ عقائد کا ہے نہ فقہ کے

---

[1] تذکرۃ الموتٰی والقبور اردو ترجمہ مصباح النور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں نوری کتب خانہ لاہور ص ۷۶ و ۷۵

[2] خزانۃ الروایات

[3] دستور القضاۃ

[4] خزانۃ الروایات

حلال وحرام کا، ایسی جگہ دو ایک سندیں بھی بس ہوتیں نہ کہ اس قدر کثیر و وافر۔

امام جلال الملۃ والدین سیوطی مناہل الصفافی تخریج احادیث الشفاء زیر رثائے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لم اجدہ فی شیئ من کتاب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفٰی بذلک سندًا المثلہ فانہ لیس ممایتعلق بالاحکام [1]۔	یعنی میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی مگر صاحبِ اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں اسے ایک حدیث طویل میں بے سند ذکر کیا۔ ایسی حدیث کو اتنی ہی سند کافی ہے کہ وہ کچھ احکام سے متعلق نہیں۔

باقی رہاضلّالِ حال کے شیخ الضّلال گنگوہی کا "براہین قاطعہ" میں زعم باطل کہ ارواح کا اپنے گھر آنا یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور ومتواتر صحاح کی حاجت ہے قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنّیات صحاح کا یعنی اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم وصریح حدیثوں میں ہو کہ روحیں آتی ہیں اور وہ حدیثیں بھی ان کے دھرم (مذہب ۱۲) میں مردود ہوں گی کہ ان روایات میں عمل نہیں بلکہ علم ہے اور تسلیم بھی کرلیے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل، براھین قاطعۃ لما امر اللہ بہ ان یوصل (اللہ تعالٰی نے جس چیز کے ملانے کا حکم دیا اسے قطع کرنے والی کتاب۔ ت) میں چار ورق سے زائد پر یہی اعجوبہ اضحوکہ، طرح طرح کے مزخرفات سے آلودہ اندودہ (مزین وملمع ۱۲) کیا ہے سخت جہالت فاحشہ ہے۔

اقول: اگرچہ ہر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو اگرچہ اسے نفیاً واثباتاً کسی طرح عقاید میں دخل نہ ہو، نافی یا مثبت کسی پر اس نفی واثبات کے سبب حکم ضلالت وگمراہی محتمل نہ ہو سب باب عقاید میں داخل ٹھہرے، جس میں احادیث بخاری ومسلم بھی جب تک متواتر نہ ہوں نامقبول ٹھہریں، تو

اولاً سیر ومغازی ومناقب یہ علوم کے علوم سب گاؤخورد ودریا بُرد ہو جائیں، حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان علوم میں صحاح درکنار ضعاف بھی مقبول، سیرت انسان العیون میں ہے:

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم، والضعیف والبلاغ، والمرسل والمنقطع، والمعضل دون الموضوع، وقد قال الامام	مخفی نہیں کہ کتب سیر، میں موضوع چھوڑ کر صحیح، سقم، ضعیف، بلاغ، مرسل، منقطع، معضل ہر قسم کی روایتیں ہوتی ہیں، امام احمد وغیرہ ائمہ نے

[1] مناہل الصفاء فی تخریج احادیث الشفاء

احمد بن حنبل وغیرہ من الائمۃ ، اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذرویناً فی الفضائل ونحوھا تساھلنا[1]۔	فرمایا ہے: جب ہم حلال وحرام یعنی باب احکام میں روایت کرتے ہیں تو شدت برتتے ہیں اور جب باب فضائل وغیرہ میں روایت کرتے ہیں تونرمی رکھتے ہیں۔(ت)

اس مبحث کی تفصیل فقیر کی کتاب منیر العین فی حکم تقبل الابھامین میں ملاحظہ ہو، یہیں دیکھیے رثائے مذکور امیر المؤمنین کیا فضائل اعمال سے تھا، وہ بھی باب علم سے ہے۔ جس میں امام خاتم الحفاظ نے بعض علماء کی بے سند حکایت بھی کافی بتائی۔

ثانیاً: علم رجال بھی مردود ہو جائے کہ وہ بھی علم ہے، نہ عمل وفضل، عمل تو غیر قطعیات سب باطل ومہمل۔

ثالثاً: دو تہائی سے زائد بخاری ومسلم کی حدیثیں محض باطل ومردود قرار پائیں۔

رابعاً: عقائد واعمال میں تفرقہ جس پر اجماع ائمہ ہے ضائع جائے، کہ احکام حلالِ وحرام میں کیا اعتقاد، حلت وحرمت نہیں لگا ہوا ہے، اور وہ عمل نہیں بلکہ علم ہے تو کسی شے کے حلال یا حرام سمجھنے کے لیے بخاری ومسلم کی حدیثیں مردود، اور جب حلالِ وحرام کچھ نہ جانیں تو اسے کیوں کریں اس سے کیوں بچیں!

خامساً: بلکہ فضائل اعمال میں بھی احادیث صحیحین کا مردود ہونا لازم۔ حالانکہ ان میں ضعیف حدیثیں بھی یہ سفیہ خود مقبول مانتا ہے، ظاہر ہے کہ اس عمل میں یہ خوبی ہے اس پر یہ ثواب یہ جاننا خود عمل نہیں بلکہ علم ہے اور علم باب عقائد سے ہے اور عقائد میں صحاح ظنیات مردود۔

سادساً: اگلے صاحب نے تو اتنی مہربانی کی تھی کہ حدیث صحیح مرفوع متصل السند مقبول رکھی تھی، انھوں نے بخاری ومسلم بھی مردود کردیں، جب تک قطعیات نہ ہوں کچھ نہ سنیں گے۔

قدم عشق پیشتر بہتر

سابعاً: ختم الٰہی کا ثمرہ دیکھئے، اسی براہین قاطعہ **لما امر اللہ بہ ان یوصل** میں فضیلت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کرایا تاکہ صحیحین بخاری ومسلم کی حدیثیں بھی جو وسعت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر دال ہیں مردود ٹھہریں، اور وہیں وہیں اسی منہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو محض بے اصل وبے سند حکایت سے سند لایا کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، حالانکہ حضرت شیخ

---

[1] انسان العیون خطبۃ الکتاب مصطفی البابی مصر ۱/۳و۴

قدس سرہ، نے اسے ہرگز روایت نہ کیا بلکہ اعتراضاً ذکر کرکے صاف فرمادیا تھا کہ "ایں سخن اصلے نہ دارد و روایت بدان صحیح نشدہ است" (اس کلام کی کوئی اصل نہیں، اور اس کے بارے میں روایت صحیح نہیں۔ت)

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل ماننے کو توجب تک حدیث قطعی نہ ہو بخاری ومسلم بھی مردود اور معاذاللہ حضور کی تنقیص فضائل کے لیے بے اصل وبے سند وبے سروپا حکایت مقبول ومحمود، اور پھر دعوی ایمان وامانت ودین ودیانت بدستور موجود۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ۝ (اسی طرح اللہ ہر متکبر سخت گیر کے دل پر مہر کردیتا ہے۔ت)

بالجملہ یہ مسئلہ نہ باب عقائد سے نہ باب احکامِ حلال وحرام سے۔ اسے جتنا ماننا چاہئے کہ اس کے لیے اتنی سندیں کافی ووافی، منکر اگر صرف انکار یقین کرے یعنی اس پر جزم ویقین نہیں تو ٹھیک ہے، اور عامہ مسائل سیر ومغازی واخبار وفضائل ایسے ہی ہوتے ہیں، اس کے باعث وہ مردود نہیں قرار پاسکتے، اور اگر دعوی نفی کرے یعنی کہے مجھے معلوم وثابت ہے کہ روحیں نہیں آتیں تو جھوٹا کذاب ہے، بالفرض اگر ان روایات سے قطع نظر بھی تو غایت یہ کہ عدم ثبوت ہے نہ ثبوت عدم، اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم وستم، آنے کے بارے تو اتنی کتب علماء کی عبارات اتنی روایات بھی ہیں نفی وانکار کے لیے کون سی روایت ہے؟ کس حدیث میں آیا کہ روحوں کا آنا باطل وغلط ہے؟ تو ادعائے بے دلیل محض باطل وذلیل۔

کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ طرف مقابل پر وایات موجودہ بربنائے ضعف مردود، اور اپنی طرف روایت کا نام ونشان اور ادعائے نفی کا بلند نشان، روحوں کا آنا اگر باب عقائد سے ہے تو نفیاً واثباتاً ہر طرح اسی باب سے ہوگا، اور دعوی نفی کے لیے بھی دلیل قطعی درکار ہوگی، یا مسئلہ ایک طرف سے باب عقائد میں ہے کہ صحاح بھی مردود، اور دوسری طرف سے ضروریات میں ہے کہ اصلاً حاجت دلیل مفقود،

ولکن الوھابیة لایعقلون ولاحول ولاقوة الاّ باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقه محمد واٰله وصحبه اجمعین، اٰمین، واللہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔ فقط	لیکن وہابیہ بے عقل ہوتے ہیں__ اور برائی سے رکنے، نیکی کے کرنے کی طاقت نہیں مگر بلند عظیم خدا ہی کی طرف سے۔ اور خدائے برتر اپنی مخلوق میں سب سے بہتر محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر درود نازل فرمائے۔ الٰہی! قبول کر۔ اور اللہ تعالٰی خوب جاننے والا ہے اور اس ذات بزرگ کا علم کامل اور محکم ہے (ت)

مسئلہ ۲۶۱: از کانپور محلّہ مول گنج مرسلہ امام الدین صاحب ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

مرنے کے بعد میّت کو اپنے عزیزوں سے کس طرح تعلقات رہتے ہیں؟

الجواب:

موت فنائے روح نہیں، بلکہ وہ جسم سے روح کا جدا ہونا ہے، روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے، حدیث میں ہے انما خلقتم للابد، تم ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے بنائے گئے، تو جیسے تعلقات حیات دنیوی میں تھے اب بھی رہتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا کہ "ہر جمعہ کو ماں باپ پر اولاد کے ایک ہفتہ کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں، برائیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں، تو اپنے گزرے ہوؤں کو رنجیدہ نہ کرو، اے اللہ کے بندو! **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۲: از لاہور مسجد بیگم شاہی اندرون دروازہ مستی مرسلہ صوفی احمد الدین طالبعلم ۲۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ارواح مومنین کی جگہ کون ہے، کیا جسد کے ساتھ رہتے ہیں یا علیحدہ؟

الجواب:

ارواح مومنین برزخ میں اجسام مثالی ہیں، جیسے شہداء کے لیے **حواصل طیور خضر**[1] رمایا سبز پرندوں کے بھیس میں، اوران کے مقام حسبِ مراتب مختلف ہیں، قبور پر یاچاہ زمزم میں یا فضائے آسمان میں یا کسی آسمان پر یا عرش کے نیچے نور کی قندیلوں میں، **کما فصلہ الامام السیوطی فی شرح الصدور** (جیساکہ امام سیوطی نے شرح الصدور میں اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۶۳تا۲۶۸: از کانپور محلّہ مول گنج مرسلہ امام الدین صاحب ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) عزیزوں پر جو اثر ہوتا ہے کیا اس کا اثر میّت پر بھی ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) عذاب وثواب کی کیا شکل ہے جبکہ انسان خاک میں مل جاتا ہے اور روح اپنے مقام پر چلی جاتی ہے۔

(۳) روح کا مقام مرنے کے بعد کہاں ہے؟

(۴) خواب میں اپنے کسی مرحوم عزیز کو دیکھتے ہیں کیا اس کا اثر مرحوم پر بھی پڑتا ہے یا نہیں؟

(۵) روح کیا چیز ہے؟ اکثر سنا گیا ہے کہ روح تمام دنیاوی کیفیات کا ادراک ہر وقت بعد موت کرتی ہے۔

(۶) قبر پر کوئی شخص جانے اس کا علم میّت کو ہوتا ہے؟

---

[1] شرح الصدور باب مقر الارواح مطبوعہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۹۶

الجواب:

(۱) عزیزوں کو اگر تکلیف پہنچتی ہے اس کا ملال میّت کو بھی ہوتا ہے، اموات پر رونے کی ممانعت میں فرمایا کہ جب تم روتے ہو مردہ بھی رونے لگتا ہے، تو اسے غمگین نہ کرو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) انسان کبھی خاک نہیں ہوتا بدن خاک ہو جاتا ہے، اور وہ بھی کُل نہیں، کچھ اجزائے اصلیہ دقیقہ جن کو عجب الذنب کہتے ہیں وہ نہ جلتے ہیں نہ گلتے ہیں ہمیشہ باقی رہتے ہیں، انھیں پر روز قیامت ترکیب جسم ہوگی، عذاب وثواب روح وجسم دونوں کے لیے ہے۔ جو فقط روح کے لیے مانتے ہیں گمراہ ہیں، روح بھی باقی اور جسم کے اجزائے اصلی بھی باقی، اور جو خاک ہوگئے وہ بھی فنائے مطلق نہ ہوئے، بلکہ تفرق اتصال ہوا اور تغیر ہیأت۔ پھر استحالہ کیا ہے۔ حدیث میں روح وجسم دونوں کے معذب ہونے کی یہ مثال ارشاد فرمائی کہ ایک باغ ہے اس کے پھل کھانے کی ممانعت ہے۔ ایک لنجھا ہے کہ پاؤں نہیں رکھتا اور آنکھیں ہیں وہ اس باغ کے باہر پڑا ہوا ہے، پھلوں کو دیکھتا ہے مگر ان تک جا نہیں سکتا، اتنے میں ایک اندھا آیا اس لنجھے نے اس سے کہا: تو مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر لے چل، میں تجھے رستہ بتاؤں گا، اس باغ کا میوہ ہم تم دونوں کھائیں گے، یوں وہ اندھا اس لنجھے کو لے گیا اور میوے کھائے دونوں میں کون سزا کا مستحق ہے؟ دونوں ہی مستحق ہیں، اندھا اسے نہ لے جاتا تو وہ نہ جا سکتا، اور لنجھا اسے نہ بتاتا تو وہ نہ دیکھ سکتا، وہ لنجھا روح ہے کہ ادراک رکھتی ہے اور افعال جوارح نہیں کرسکتی۔ اور وہ اندھا بدن ہے کہ افعال کرسکتا ہے اور ادراک نہیں رکھتا۔ دونوں کے اجتماع سے معصیت ہوئی دونوں ہی مستحقِ سزا ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۳) روح کا مقام بعد موت حسب مراتب مختلف ہے۔ مسلمانوں میں بعض کی روحیں قبر پر رہتی ہیں اور بعض کی چاہِ زمزم میں اور بعض کی آسمان وزمین کے درمیان، اور بعض آسمانِ اول دوم ہفتم تک، اور بعض اعلٰی علیین میں، اور بعض سبز پرندوں کی شکلیں میں زیر عرش نور کی قندیلوں میں، کفار میں بعض کی روحیں چاہ وادی برہوت میں، بعض کی زمین دوم سوم ہفتم تک، بعض سجین میں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۴) کبھی پڑتا ہے کبھی نہیں، دونوں قسم کے خواب شرح الصدور میں مذکور ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۵) روح میرے رب کے حکم سے ایک شے ہے اور تمھیں علم نہ دیا گیا مگر تھوڑا، روح کے ادراکات علم وسمع وبصر باقی رہتے، بلکہ پہلے سے بھی زائد ہو جاتے ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۶) قبر پر آنے والے کو میّت دیکھتا ہے۔ اس کی بات سنتا ہے۔ اگر زندگی میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا ہے اگر اس کا عزیز یا دوست ہے تو اس کے آنے سے انس حاصل کرتا ہے: یہ سب باتیں احادیث،

اقوال ائمہ میں مصرح اور اہلسنت کا اعتقاد ہیں، ان کی تفصیل ہماری کتاب ''حیات الموات فی بیان سماع الاموات'' میں دیکھیں۔
واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۴: ۱۶ جمادی الآخری ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو جمعرات کو انتقال کرے اس پر عذاب قبر ہر جمعرات کو یا دائمی معاف ہے یا نہیں؟

الجواب:

جمعرات کے لیے کوئی حکم نہیں آیا۔ شب جمعہ اور رمضان مبارک میں ہر روز کے واسطے یہ حکم ہے کہ جو مسلمان ان میں مرے گا سوال نکیرین و عذابِ کرم سے محفوظ رہے گا **واللہ اکرم ان یعفو من شیئ ثم یعود فیہ اللہ** اس سے زیادہ کریم ہے کہ ایک شے کو معاف فرما کر پھر اس پر مواخذہ کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم** اصل لفظ قبر ہے

مسئلہ ۲۶۵: از عبداللہ صاحب محلّہ بہاری پور شہر بریلی ۱۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے آج یہ بیان کیا کہ ایک نام کے دو آدمی ہوں تو ایسا ہو جاتا ہے کہ بجائے اس کے کہ جس کی قضا آئی ہو دوسرے آدمی کی روح قبض کر لیتے ہیں فرشتے، اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ وقوعہ میرے روبرو کا ہے کہ ایک کی جان قبض کر لی گئی اور چند منٹوں کے بعد وہ زندہ ہو گیا اور اس نام کا اس محلّہ کے قریب ایک شخص تھا وہ مر گیا۔ جو شخص اول مر گیا تھا جب اس سے حال دریافت کیا تو اس نے بہت کچھ قصہ بیان کیا۔ اس کے بارے میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں۔ زیادہ حدِ ادب

الجواب:

یہ محض غلط ہے، اللہ کے فرشتے اس کے حکم میں غلطی نہیں کرتے **قال اللہ تعالٰی وَیَفْعَلُوْنَ مَایُؤْمَرُوْنَ**[1] فرشتے وہ کرتے ہیں جو انھیں حکم ہوتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] القرآن ۱۶/۵۰

رسالہ

جَلِیُّ الصَّوْت لِنَھْیِ الدَّعْوَۃِ اَمَامَ مَوْت ١٣٠٩ھ

(کسی موت پر دعوت کی ممانعت کا واضح اعلان)

مسئلہ ٢٦٦: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلاد ہندیہ میں رسم ہے کہ میّت کے روز وفات سے اس کے اعزہ واقارب واحباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں، اس اہتمام کے ساتھ جو شادیوں میں کیا جاتا ہے۔ پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں، بعض چالیس دن تک بیٹھتی ہیں، اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے، پان چھالیا کا اہتمام اہل میّت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں، اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو اس ضرورت سے قرض لیتے ہیں، یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں، اگر نہ کریں تو مطعون وبدنام ہوتے ہیں، یہ شرعًا جائز ہے کیا؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللہ الذی ارسل نبینا الرحیم الغفور بالرفق والتیسیر واعدل الامور فسن الدعوۃ عند السرور دون الشرور صلی اللہ	سب خوبیاں اللہ کے لیے جس نے ہمارے رحم کرنے بخشنے والے نبی کو نرمی وآسانی کے ساتھ بھیجا اور کاموں میں اعتدال رکھا، تو دعوت کا طریقہ سرور کے

تعالٰی علیه وسلم وبارك علیه وعلٰی اٰله الکرام وصحبه الصدور۔	وقت رکھا نہ کہ شرور کے وقت، خدائے تعالٰی ان پر ان کی معزز آل، اور مقدم اصحاب پر درود سلام اور برکت نازل فرمائے۔ (ت)

سبحان اللہ! اے مسلمان! یہ پوچھتا ہے جائز ہے یا کیا؟ یوں پوچھو کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔ **اولاً** یہ دعوت خود ناجائز وبدعت شنیعہ قبیحہ ہے۔ امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی سے راوی:

کنا نعد الاجتماع الی اهل المیّت وصنعة الطعام من النیاحة [1]۔	ہم گروہِ صحابہ اہل میّت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔

جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق ــــ امام محقق علی الاطلاق ۱فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

یکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیّت لا نه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة [2]۔	اہل میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

اسی طرح علامہ حسن شرنبلالی نے ۲مراقی الفلاح میں فرمایا:

ولفظه یکره الضیافة من اهل المیّت لانها شرعت فی السرور لا فی شرور وهی بدعة مستقبحة [3]۔	میّت والوں کی جانب سے ضیافت منع ہے اس لیے کہ اسے شریعت نے خوشی میں رکھا ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بری بدعت ہے۔ (ت)

۳فتاوٰی خلاصہ و ۴فتاوٰی سراجیہ و ۵فتاوٰی ظہیریہ و ۶فتاوٰی تاتار خانیہ اور ظہیریہ سے ۷خزانۃ المفتین وکتاب الکراہیۃ اور تاترخانیۃ سے ۸فتاوٰی ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے:

والفظ للسراجیة لایباح اتخاذ الضیافة عند	سراجیہ کے الفاظ ہیں کہ غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبداللہ بن عمرو دارالفکر بیروت ۲/ ۲۰۴، سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن الاجتماع الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۱۷

[2] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

[3] مراقی الفلاح علٰی ھامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی حملہا ودفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص۳۳۹

ثلثة ایام فی المصیبة [1] اھ زاد فی الخلاصه لان الضیافة تتخذ عند السرور [2]۔	جائز نہیں، اھ خلاصہ میں یہ اضافہ کیا کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے (ت)

فتاوٰی [9] امام قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافة فی ایام المصیبة لانها ایام تأسف فلا یلیق بها مایکون للسرور [3]۔	غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں۔

[10] تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے:

لاباس بالجلوس للمصیبة الی ثلث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمة من اھل المیّت [4]۔	مصیبت کے لیے تین دن تک بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ جیسے مکلّف فرش بچھانے اور میّت والوں کی طرف سے کھانے۔

[11] امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں:

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث و بعد الاسبوع [5]۔	یعنی میّت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و ممنوع ہیں۔

[12] علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

اطال ذلك فی المعراج وقال وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیتحرز عنها [6]۔	یعنی [13] معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت طویل کلام کیا اور فرمایا: یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔

[14] جامع الرموز آخر الکراھیۃ میں ہے:

یکرہ الجلوس للمصیبة ثلثة ایام اواقل فی	یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع

---

[1] فتاوٰی سراجیہ کتاب الکراہیۃ باب الولیمہ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۷۵

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراہیۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۴۲

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الکراہیۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۱

[4] تبیین الحقائق فصل فی تعزیۃ اہل البیت مطبعہ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۲۴۶

[5] فتاوٰی بزازیہ علی ھامش فتاوٰی ہندیہ الخامس والعشرون فی الجنائز نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۸۱

[6] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطلب فی کراہیۃ الضیافۃ الخ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/۲۰۳

المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ھذہ الایام وکذا اکلھا کمافی خیرۃ الفتاوی [1]۔	ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع ہے، جیساکہ [۱۵]خیرۃ الفتاوی میں ت۔صرح کی۔

اور [۱۶]فتاوٰی انقروی اور [۱۷]واقعات المفتین میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ ثلاثۃ ایام واکلھا لانھا مشروعۃ للسرور [2]	تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوئی ہے۔

[۱۸]کشف الغطاء میں ہے:

ضیافت نمودن اہل میّت اہل تعزیت را وپختن طعام برائے آنہا مکروہ ست۔ باتفاق روایات چہ ایشاں رابہ سبب اشتغال بمصیبت استعداد وتہیہ آن دشوار است [3]۔	تعزیت کرنے والوں کے لیے اہل میّت کا ضیافت کرنا اور کھانا پکانا باتفاق روایات مکروہ ہے اس لیے کہ مصیبت میں مشغولی کی وجہ سے اس کا اہتمام ان کے لیے دشوار ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

پس انچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را درسوم وقسمت نمودن آن میان اہل تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع است وتصریح کردہ بداں در خزانہ چہ شریعت ضیافت نزد سرور ست نہ نزد شرور وھو المشھور عند الجمھور [4]۔	تو یہ رواج پڑگیا ہے کہ تیسرے دن اہل میّت کا کھانا پکاتے ہیں اور اہل تعزیت اور دوستوں کو بانٹتے کھلاتے ہیں ناجائز وممنوع ہے۔ خزانۃ میں اس کی تصریح ہے اس لیے کہ شرع میں ضیافت خوشی کے وقت رکھی گئی ہے مصیبت کے وقت نہیں اور یہی جمہور کے نزدیک مشہور ہے۔ (ت)

ثانیًا غالبًا ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے۔ یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے، نہ ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے، جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ وَ سَیَصْلَوْنَ	بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہہ وہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں، اور قریب ہے

[1] جامع الرموز کتاب الکراہیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۳۲۸

[2] فتاوٰی انقرویہ کتاب الکراہیۃ والاستحسان دار الاشاعت العربیۃ قندھار ۱/ ۳۰

[3] کشف الغطاء فصل نہم تعزیت ص ۴۷

[4] کشف الغطاء فصل نہم تعزیت ص ۴۷

سَعِيْرًا۝ [1]۔	کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔

مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود ناجائز ہے، **قال تعالٰی**: لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ [2] (اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔ ت) خصوصًا نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے ہے نہ اس کے باپ نہ اسے کے وصی کو **لان الولایۃ للنظر لاللضرر علی الخصوص** (اس لیے کہ ولایت فائدے میں نظر کے لیے ہے نہ کہ معین طور پر ضرر کے لیے۔ت) اور اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے، **والعیاذ باللہ رب العالمین**۔ ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں توحرج نہیں بلکہ خوب ہے۔ بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یاترکہ سے کریں، توسب وارث موجود وبالغ وراضی ہوں، خانیہ وبزازیہ وتتارخانیہ وہندیہ میں ہے:

ان اتخذ طعاماللفقراء کان حسنا اذاکانت الورثۃ بالغین وان کان فی الورثہ صغیر لم یتخذوا ذلك من الترکۃ [3]۔	اگر فقراء کے لیے کھانا پکوائے تواچھا ہے جب کہ سب ورثہ بالغ ہوں، اور اگر کوئی وارث نابالغ ہو تو یہ ترکہ سے نہ کریں۔(ت)

نیز فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

ان اتخذ ولی المیّت طعاما للفقراء کان حسنا الاان یکون فی الورثۃ صغیر فلا یتخذ ذلك من الترکۃ [4]۔	ولی میّت اگر فقراء کے لیے کھانا تیار کرائے تواچھا ہے۔ لیکن ورثہ میں اگر کوئی نابالغ ہو توترکہ سے یہ کام نہ کرے۔(ت)

ثالثًا یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعالِ منکرہ کرتی ہیں، مثلًا چلّا کر رونا پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا، **الٰی غیر ذلک**، اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے، ایسے مجمع کے لیے میّت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی، **قال تعالٰی**: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ [5] (گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ت) نہ کہ اہل میّت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے، تواس

---

[1] القرآن ۴/۱۰

[2] القرآن ۲/۱۸۸

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۴

[4] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ منشی نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۱

[5] القرآن ۵/۲

ناجائز مجمع کے لئے ناجائز تر ہوگا، کشف الغطاء میں ہے:

ساختن طعام در روز ثانی وثالث برائے اہل میّت اگر نوحہ گراں جمع باشند است زیرا کہ اعانت است ایشاں را بر گناہ [1]۔	اگر نوحہ کرنے والیاں جمع ہوں تو اہل میّت کے لیے دوسرے تیسرے دن کھانا پکوانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں گناہ پر اعانت ہے۔ (ت)

رابعًا اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے، یہاں تک کہ میّت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لیے کھانا، پان چھالیا کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔ ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کے لیے بھی زنہار پسند نہیں، نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لیے، پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہوگیا، اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملے کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے باعث لعنت ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا۔ غرض اس رسم کی شناعت وممانعت میں شک نہیں، اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعًا ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین ودنیا کا ضرر ہے ترک کردیں، اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں، واللہ الہادی۔

تنبیہ: اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں کو ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میّت کے لیے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار انھیں کھلائیں، مگر یہ کھانا صرف اہل میّت ہی کے قابل ہونا سنت ہے۔ اس میلے کے لیے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور ان کے لیے بھی فقط روز اول کا حکم ہے آگے نہیں، کشف الغطاء میں ہے:

مستحب است خویشاں وہمسایہائے میّت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز والحاح کنند تا بخورند ودر خوردن غیر اہل میّت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ است [2] اھ ملخصًا	میّت کے عزیزوں، ہمسایوں کے لیے مستحب ہے کہ اہل میّت کے لیے اتنا کھانا پکوائیں جسے ایک دن رات وہ سیر ہو کر کھا سکیں، اور اصرار کرکے کھلائیں، غیر اہل میّت کے لیے یہ کھانا قول مشہور کی بنیاد پر مکروہ ہے اھ ملخصا! (ت)

عالمگیری میں ہے:

حمل الطعام الی صاحب المصیبۃ والاکل	اہل میّت کے یہاں پہلے دن کھانا لے جانا اور ان کے

[1] کشف الغطاء فصل نہم تعزیت ص ۴۷

[2] کشف الغطاء فصل نہم تعزیت ص ۴۷

معهم فی الیوم الاول جائز لشغلهم بالجهاز وبعده یکره کذافی التتار خانیة [1] ۔ والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔	ساتھ کھانا جائز ہے کیونکہ وہ جنازے میں مشغول رہتے ہیں اور اس کے بعد مکروہ ہے۔ ایسا ہی تتار خانیہ میں ہے: والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔(ت)

مسئلہ ۲۶۷تا۲۶۸: از ایرایاں محلّہ سادات ضلع فتحپور مسؤلہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) سوم ودہم وچہلم میّت کے لیے کھانا جو پکتا ہے اس کو برادری کو کھلائے اور خود جاکر کھائے تو جائز ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ تین روز کے اندر میّت کے گھر کانہ کھائے بعد کو جائز ہے۔ یہ تفریق صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو وجہ مابہ الفرق ارشاد ہو۔

(۲) مقولہ **طعام المیّت یمیت القلب** (طعام میّت دل کو مردہ کردیتا ہے۔ت) مستند قول ہے۔ اگر مستند ہے تو اس کے کیا معنٰی ہیں؟

الجواب

(۱) سوم، دہم وچہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے، برادری کو تقسیم یا برادری کے جمع کرکے کھلانا بے معنی ہے۔ **کما فی مجمع البرکات** (جیساکہ مجمع البرکات میں ہے۔ت) موت میں دعوت ناجائز ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے:

انها بدعة مستقبحة لانها شرعت فی السرور لافی الشرور [2] ۔	وہ بری بدعت ہے کیونکہ دعوت کو شریعت نے خوشی میں رکھا ہے، غمی میں نہیں۔ (ت)

تین دن تک اس کا معمول ہے۔ لہٰذا ممنوع ہے۔ اس کے بعد بھی موت کی نیت سے اگر دعوت کرے گا ممنوع ہے۔

(۲) یہ تجربہ کی بات ہے اور اس کے معنٰی یہ ہیں کہ جو طعام میّت کے متمنی رہتے ہیں ان کا دل مرجاتا ہے۔ ذکر وطاعت الٰہی کے لیے حیات وچستی اس میں نہیں رہتی کہ وہ اپنے پیٹ کے لقمہ کے لیے موت مسلمین کے منتظر رہتے ہیں اور کھانا کھاتے وقت موت سے غافل اور اس کی لذت میں شاغل۔ واللہ تعالٰی اعلم

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۴

[2] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲، مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی فصل فی حملہا ودفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص۳۳۹

مسئلہ ۲۶۹: از کلی ناگر۔ پرگنہ پورن پور، ضلع پیلی بھیت، مکان علن خاں نمبر دار، مرسلہ اکبر علی شاہ ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مرے اور اس کے گھر والے چہلم کا کھانا پکائیں اور جو برادر یا غیر ہوں ان سے کہیں کہ تمھاری دعوت ہے تو وہ دعوت قبول کی جائے یا نہیں؟ اور کھانا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اللھم ہدایۃ الحق والصواب۔ عرف پر نظر شاہد کہ چہلم وغیرہ کے کھانے پکانے سے لوگوں کا اصل مقصود میّت کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے، اسی غرض سے یہ فعل کرتے ہیں، ولہٰذا اسے فاتحہ کا کھانا چہلم کی فاتحہ وغیرہ کہتے ہیں، شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں:

وارد ست کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریاد رسی مے بردو صدقات وادعیہ وفاتحہ درین وقت بسیار بکار اومی آید ازیں ست کہ طوائف بنی آدم تایک سال وعلی الخصوص تایک چلہ بعد موت درین نوع امداد کوشش تمام می نمایند۔[1]	وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریاد رسی کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت میں صدقے، دعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ لوگ مرنے سے ایک سال تک خصوصًا چالیس دن تک اس طرح مدد پہنچانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں (ت)

اور شک نہیں کہ اس نیت سے جو کھانا پکایا جائے مستحسن ہے اور عندالتحقیق صرف فقراء ہی پر تصدق میں ثواب نہیں بلکہ اغنیاء پر بھی مورث ثواب ہے، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **فی کل ذات کبد رطبۃ اجر**[2] ہر گرم جگر میں ثواب ہے، یعنی زندہ کو کھانا کھلائے گا، پانی پلائے گا ثواب پائے گا۔ **اخرجہ البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ واحمد عن عبداللہ بن عمرو وابن ماجۃ عن سراقۃ بن مالك رضی اللہ عنھم** (اسے بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ سے، امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے، اور ابن ماجہ نے حضرت سراقہ بن مالک سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ت) حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فیما یاکل ابن آدم اجر وفیما یاکل	جو کچھ آدمی کھا جائے اس میں ثواب ہے اور جو

---

[1] تفسیر عزیزی زیر آیۃ والقمر اذا تسق الخ مسلم بک ڈپو۔ لال کنواں دہلی ص ۲۰۲

[2] سنن ابن ماجہ باب فضل صدقۃ الماء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۰

السبع اوالطیر اجر [1]۔ رواہ الحاکم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما وصحح سندہ۔	درندہ کھا جائے اس میں ثواب ہے جو پرند کو پہنچے اس میں ثواب ہے (حاکم نے اسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اس کی سند کو صحیح کہا۔ت)

بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مااطعمت زوجك فھو لك صدقۃ وما اطعمت ولدك فھو لك صدقۃ وما اطعمت خادمك فھو لك صدقۃ وما اطعمت نفسك فھو لك صدقۃ۔ [2] اخرجہ الامام احمد والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح عن المقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جو کچھ تو اپنی عورت کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو اپنے بچوں کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو خود کھائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے (اسے امام احمد نے مسند میں اور طبرانی نے کبیر میں بسند صحیح حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ردالمحتار میں ہے:

صرح فی الذخیرۃ فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الفقیر [3]۔	ذخیرہ میں صراحت ہے کہ غنی پر صدقہ کرنا ایک طرح کی قربت ہے جس کا درجہ فقیر پر تصدق کی قربت سے کم ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الصدقۃ لا رجوع فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب [4]۔	صدقہ سے رجوع نہیں ہو سکتا اگرچہ غنی پر ہو اس لیے کہ اس کا مقصود ثواب ہوتا ہے۔ (ت)

اسی طرح ہدایہ وغیرہ میں ہے ___ مجمع بحار الانوار میں توسط شرح سنن ابی داؤد سے ہے:

الصدقۃ ماتصدقت بہ علی الفقراء ای غالب	صدقہ وہ ہے جو تم فقراء پر تصدق کرو، یعنی صدقہ کی

---

[1] مستدرک علی الصحیحین کتاب الاطعمہ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۳۳

[2] المعجم الکبیر مروی از مقدام بن معدی کرب حدیث ۶۳۴ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۰/ ۲۶۸، مسند احمد بن حنبل حدیث المقدام بن معدیکرب دارالفکر بیروت ۴/ ۱۳۱

[3] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۷

[4] درمختار فصل فی مسائل متفرقہ من کتاب الھبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۶

انواعها كذلك فانها على الغنى جائزة عندنا يثاب به بلاخلاف [1]۔	اکثر قسمیں فقراء ہی پر ہوتی ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک غنی پر بھی صدقہ جائز ہے بلاخلاف اس پر وہ مستحق ثواب ہے۔ (ت)

اور مدار کار نیت پر ہے انما الاعمال بالنیات۔ تو جو کھانا فاتحہ کے لیے پکایا گیا ہے بلاتے وقت اسے بلفظ دعوت تعبیر کرنا اس نیت کو باطل نہ کرے گا، جیسے کسی نے اپنے محتاج بھائی بھتیجوں کو عید کے کچھ روپیہ دل میں زکوۃ کی نیت اور زبان سے عیدی کا نام لے کرکے دئے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی، عیدی کہنے سے وہ نیت باطل نہ ہوگی کما نصوا علیہ فی عامۃ الکتب (جیسا کہ عامہ کتب میں علماء نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ت) معہذا اپنے قریبوں عزیزوں کے مواسات بھی صلہ رحم وموجب ثواب ہے، اگرچہ وہ اغنیاء ہوں وقد عرف ذلک فی الشرع بحیث لا یخفی الاعلی جاھل (جیسا کہ شریعت میں یہ ایسا معروف ہے کہ کسی جاہل ہی سے مخفی ہوگا۔ت) اور آدمی جس امر پر خود ثواب پائے وہ فعل کوئی فعل ہو اس کا ثواب میّت کو پہنچا سکتا ہے۔ کچھ خاص تصدق ہی کی تخصیص نہیں، کما تبین ذلک فی کتب اصحابنا رحمھم اللہ تعالٰی (جیسا کہ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی کی کتابوں میں یہ روشن ہو چکا ہے۔ت) امام عینی بنایہ میں فرماتے ہیں:

الاصل ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلٰوة اوصومًا اوصدقة اوغيرها ش كالحج وقراءة القراٰن والاذكار وزيارة قبور الانبياء والشهداء والاولياء والصالحين وتكفين الموتى وجميع انواع البر والعبادة كالزكٰوة والصدقة والعشور والكفارات ونحوها، اوبدنية كالصوم والصّلٰوة والاعتكاف وقراءة القراٰن و الذكر والدعاء اومركبة منها كالحج والجهاد وفى البدائع جعل الجهاد من البدنيات وفى المبسوط جعل المال فى الحج	اصل یہ ہے کہ انسان اپنے کسی عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کر سکتا ہے، نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اس کے علاوہ، ہدایہ۔ جیسے حج تلاوتِ قرآن، اذکار، انبیاء، شہداء، اولیاء اور صالحین کے مزارات کی زیارت، مُردے کو کفن دینا، اور نیکی وعبادت کی تمام قسمیں جیسے زکوۃ، صدقہ، عشر، کفارہ اور ان کے مثل مالی عبادتیں، یا بدنی جیسے روزہ، نماز اعتکاف، تلاوت قرآن، ذکر، دعا یا دونوں سے مرکب جیسے حج اور جہاد ــــ اور بدائع میں جہاد کو بدنی عبادتوں سے شمار کیا ہے اور مبسوط میں مال کو حج کے وجوب کی شرط بتایا ہے تو حج مالی وبدنی سے مرکب نہیں بلکہ

[1] مجمع بحار الانوار تحت لفظ صدق نولکشور لکھنؤ ۲/۲۳۸

شرط الوجوب فلم یکن الحج مرکبا قیل ھو اقرب الی الصواب ولھذ الایشترط المال فی حق المکی اذا قدر علی المشی الی عرفات فاذا جعل شخص ثواب ماعملہ من ذلك الی اخر یصل الیه وینتفع بہ حیا کان المھدی الیه او میتا [1] اھ ونقلنا عبارة الشرح بطولھا للمافیھا من ا لفوائد۔	صرف بدنی عبادت ہوا۔ کہا گیا یہ درستی سے زیادہ قریب ہے۔ اسی لیے مکی کے حق میں مال کی شرط نہیں جبکہ وہ عرفات تک پیادہ جانے پر قادر ہو، تو جب مذکورہ عبادات میں سے اپنی ادا کی ہوئی کسی عبادت کا ثواب کوئی شخص دوسرے کے لیے کردے تو وہ اسے پہنچے گا اور اس سے اس کو فائدہ ملے گا۔ جسے ہدیہ کیا ہے وہ زندہ ہو یا وفات پاچکا ہو اھ بنایہ۔ ہم نے شرح کی یہ طویل عبارت اس لیے نقل کردی کہ اس میں متعدد فوائد ہیں۔ (ت)

یوں بھی اس نیت محمود میں کچھ خلل نہیں اگرچہ افضل وہی تھا کہ صرف فقراء پر تصدق کرتے کہ جب مقصود ایصال ثواب تو وہی کام مناسب تر جس میں ثواب اکثر و وافر، پھر بھی اصل مقصود مفقود نہیں، جبکہ نیت ثواب پہنچانا ہے۔ہاں جسے یہ مقصود ہی نہ ہو بلکہ دعوت و مہمان داری کی نیت سے پکائے، جیسے شادیوں کا کھانا پکاتے ہیں تو اسے بے شک ثواب سے کچھ علاقہ نہیں، نہ ایسی دعوت شرع میں پسند نہ اس کا قبول کرنا چاہئے کہ ایسی دعوتوں کا محل شادیاں ہیں نہ کہ غمی۔ ولہذا علماء فرماتے ہیں کہ یہ بدعت سیئہ ہے، جس طرح میّت کے یہاں روز موت سے عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ان کے کھانے دانے، پان چھالیا کا اہتمام میّت والوں کو کرنا پڑتا ہے۔ وہ کھانا فاتحہ وایصال ثواب کا نہیں ہوتا بلکہ وہی دعوت و مہمان داری ہے کہ غمی میں جس کی اجازت نہیں، کما بیناہ ذلك فی فتاوٰنا (جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت)

یوں ہی چہلم یا برسی یا ششماہی پر کھانا بے نیت ایصال ثواب محض ایک رسمی طور پر پکاتے اور شادیوں کی بھاجی کی طرح برادری میں بانٹتے ہیں،۔ وہ بھی بے اصل ہے، جس سے احتراز چاہئے، ایسے ہی کھانے کو شیخ محقق مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی مجمع البرکات میں فرماتے ہیں:

آنچہ بعد از سالے یا ششماہی یا چہل روز درین دیار پزند درمیان برادران بخشش کنند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آنست کہ نخورند [2] اھ۔ ھکذا نقل عنه	وہ جو اس دیار میں ایک سال یا چھ ماہ پر پکاتے اور برادری میں بانٹتے ہیں کوئی معتبر چیز نہیں، بہتر یہ ہے کہ نہ کھائیں اھ ____ اسی طرح ان سے شیخ الاسلام

[1] البنایۃ شرح الھدایۃ باب الحج عن الغیر المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۱۶۱۱/۲

[2] مجمع البرکات

شیخ الاسلام فی کشف الغطاء۔	نے کشف الغطاء میں نقل کیا ہے (ت)

خصوصًا جب اس کے ساتھ ریاء وتفاخر مقصود ہو کہ جب تو اس فعل کی حرمت میں اصلًا کلام نہیں۔ اور حدیث صحیح میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن طعام المتبارییں ان یوکل [1] اخرجہ ابوداؤد والحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما باسناد صحیح۔ قال المناوی ای المتعارضین بالضیافۃ فخرا و ریاء لانہ للریاء لاللہ [2]۔	یعنی جو کھانے تفاخر و ریاء کے لیے پکائے جاتے ہیں ان کے کھانے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ (اسے ابوداؤد اور حاکم نے بسند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نقل کیا ہے۔ ت) امام مناوی نے کہا یعنی ضیافت کے ذریعہ ناموری اور دکھاوا مقصود ہو تو یہ اللہ تعالٰی کے لیے نہیں دکھاوے کے لیے ہے۔ (ت)

مگر بے دلیل واضح کسی مسلمان کا یہ سمجھ لینا کہ یہ کام اس نے تفاخر و ناموری کے لیے کیا ہے جائز نہیں کہ قلب کا حال اللہ تعالٰی جانتا ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام۔

ھذا ھو بحمد اللہ القول الوسط لاوکس فیہ ولاشطط وان خالف من فرط فی الباب و افرط، واللہ سبحانہ، وتعالٰی اعلم۔	یہ بحمد اللہ درمیانی قول ہے جس میں نہ کمی ہے نہ زیادتی۔ اگرچہ اس باب میں تفریط اور افراط کرنے والوں کے خلاف ہو۔ اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۲۷۰: ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کے گھر کا کھانا، جو اہل میّت سوم تک بطور مہمانی کے پکاتے ہیں اور سوم کے چنوں بتاشوں کا لینا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

میّت کے گھر کا وہ کھانا تو البتہ بلاشبہہ ناجائز ہے جیسا کہ فقیر نے اپنے فتوے میں مفصلًا بیان کیا، اور سوم کے چنے بتاشے کہ بغرض مہمانی نہیں منگائے جاتے بلکہ ثواب پہنچانے کے قصد سے ہوتے ہیں، یہ اس حکم میں داخل نہیں، نہ میرے اس فتوے میں ان کی نسبت کچھ ذکر ہے۔ یہ اگر مالک نے صرف محتاجوں کے دینے کے لیے منگائے اور یہی اس کی نیت ہے تو غنی کو ان کا بھی لینا ناجائز، اور اگر اس نے حاضرین پر تقسیم کے لیے منگائے تو اگر غنی بھی لے لے گا تو گنہگار نہ ہوگا، اور یہاں بحکم عرف ورواج عام حکم یہی ہے کہ وہ خاص مساکین کے لیے نہیں ہوتے

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الاطعمۃ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۲۹

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر زیر حدیث مذکور ۹۴۹۱ دارالمعرفۃ بیروت ۶/ ۳۳۵، التیسیر شرح الجامع الصغیر زیر حدیث مذکور مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲/ ۴۷۴

تو غنی کو بھی لینا جائز نہیں، اگرچہ احتراز زیادہ پسندیدہ۔ اور اسی پر ہمیشہ سے اس فقیر کا عمل ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۷۱ : ۴ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی موت اپنی حیات میں کردی ہے تو اس صورت میں ہندہ کو کب تک دوسرے کے یہاں کی میّت کا کھانا نہیں چاہئے، اور اگر ہندہ کے گھر میں کوئی مر جائے تو اس کا بھی کھانا جائز ہے اور کب تک یعنی برسی تک یا چالیس دن تک۔ اور اگر ہندہ نے شروع سے جمعرات کی فاتحہ نہ دلائی ہو تو چالیس دن کے بعد سات جمعرات کی فاتحہ دلانا چاہئے، ہوسکتی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

میّت کے یہاں جو لوگ جمع ہوتے ہیں اور ان کی دعوت کی جاتی ہے اس کھانے کی تو ہر طرح ممانعت ہے، اور بغیر دعوت کے جمعراتوں، چالیسویں، چھ ماہی، برسی میں جو بھاجی کی طرح اغنیاء کو بانٹا جاتا ہے وہ بھی اگرچہ بے معنی ہے مگر اس کا کھانا منع نہیں، بہتر یہ ہے کہ غنی نہ کھائے اور فقیر کو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہی اس کے مستحق ہیں، اور ان سب احکام میں وہ جس نے اپنی موت اپنی حیات میں کردی اور جس نے نہ کی سب برابر ہیں، اور اپنی یہاں موت ہوجائے تو اپنا کھانا کھانے کی کسی کو ممانعت نہیں اور چالیس دن کے بعد بھی جمعراتیں ہوسکتی ہیں، اللہ کے لیے فقیروں کو جب اور جو کچھ دے ثواب ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

رسالہ
حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات ۱۳۰۵ھ
(بے جان کی زندگی، مُردوں کی سماعت کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان* علمہ البیان* واعطاہ سمعا وبصرا وعلما فزان* وجعلہ مظہر الصفات الرحمن* ولم یجعلہ معدوما بفناء الابدان* والصلٰوۃ والسلام الاتمان الاکملان* علی السمیع البصیر العلیم الخبیر الملک المستعان* المولی الکریم الرؤف الرحیم العظیم الشان* سیدنا ومولٰنا محمد النافذ حکمہ فیک عوالم الامکان* وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ الغوث الباھر السلطان* الحیّ المنعم فی القبر المکرم	تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے بیان سکھایا۔ اسے سماعت، بصارت اور علم دے کر سنوارا۔ اسے رحمان کی صفات کا مظہر بنایا۔ اور بدنوں کے فنا ہونے سے اس کو معدوم نہ فرمایا، اورزیادہ تام وکامل تر درود وسلام ہو ان پر جو سننے، دیکھنے، جاننے، خبر دینے والے سُلطان ہیں جن سے مدد مانگی جاتی ہے۔ جو کریم آقا، بڑے مہربان، رحم کرنے والے، بڑی شان والے ہیں، ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت **محمد** جن کا حکم امکان کے جہانوں میں نافذ ہے اور ان کی آل واصحاب اور ان کے

بفضل المنان* واشھدان لا الٰہ الاّ اللہ وحدہ لاشریك له شھادۃ یحیی بھا وجه الدیان* واشھد انّ محمدًا عبدہ، ورسوله شھادۃ توردنا موارد الرضوان* فصلی اللہ وسلم وبارك وانعم علی ھذا الحبیب القریب الملتجی، البعید المرتقی الرفیع المکان* وعلٰی اٰله وصحبه وعیاله وحزبه اولی العلم والعرفان* وعلینا معھم وبھم ولھم یاجلیل الاحسان* وجمیل الامتنان* اٰمین اله الحق اٰمین	فرزند روشن دلیل والے غوث والے پر جو بہت احسان فرمانے والے رب کے فضل سے قبر مکرم میں زندہ انعام یافتہ ہیں، اور میں شہادت دیتاہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ایسی شہادت جس سے جزا دینے والے رب کو تحیت پیش کی جائے۔ اور میں شہادت دیتاہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں ایسی شہادت جو ہمیں رضوان کے مقامات میں اتارے۔ توخدا کادرود وسلام اور برکت وانعام ہو اس محبوب پر جو التجاکے لیے قریب، منزل ارتقامیں بلند مرتبے والے ہیں، اور ان کی آل و اصحاب وعیال اور علم وعرفان والی جماعت پر، اور ان کے ساتھ، ان کے طفیل، ان کے سبب ہم پر بھی، اے بزرگ احسان، جمیل امتنان والے، قبول فرما، قبول فرما، اے معبود برحق قبول فرما! (ت)

امابعد! یہ معدود سطریں ہیں یامنضود سلکیں، تنقیح مسئلہ علم وسماع موتٰی، وطلب دعا بمشاہد اولیاء ہیں، جنھیں افقر الفقراء احقر الورٰی عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی، سُنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، اصلح اللہ عملہ وحقق املہ، نے وائل ماہ رجب ۱۳۰۵ ہجری کی چند تاریخوں میں رنگ تحریر دیا، اور بلحاظ تاریخ حیاۃ الموات فی بیان سماع الوصال (۱۳۰۵ھ) سے مسمّٰی کیا، اس سے پہلے کہ فقیر غفرلہ، نے چند کلمے مسمّی بہ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال (۱۳۰۳ھ) جمع کئے تھے، ان کے اکثر مطالب ومضامین بھی اس رسالہ کے بعض انواع وفصول میں مندرج ہوئے۔ اب یہ عجالہ نہ صرف علم وسماع موتٰی کا ثبوت دے گا بلکہ بحول اللہ تعالٰی خوب واضح کرے گا کہ حضرات اولیاء بعد الوصال زندہ اور ان کے تصرف وکرامات پایندہ اور ان کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں خادموں محبوں معتقدوں کے ساتھ وہی امداد واعانت ویاری، والحمد للہ القدیر الباری۔

یہ رسالہ حق سے متصل، باطل سے منفصل مقدمہ وسہ مقصد وخاتمہ پر مشتمل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ھو مولٰنا وعلیه التعویل۔

مقدمہ باعث تالیف میں سلخ جمادی الاٰخرہ ۱۳۰۵ھ کو ایک مسئلہ بغرض تصدیق واظہار ادعائے طلب تحقیق فقیر کے پاس آیا، صورت سوال یہ تھی:

مسئلہ ۲۷۲: بسم اللہ الرحمن الرحیم چہ می فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین دریں باب (کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں۔ت) کہ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا اس وقت یہ کلمہ زبان سے نکلا کہ اے بزرگ برگزیدہ درگاہ کبریائی! آپ اللہ پاک سے میرے واسطے دعا کیجئے کہ حاجت میری فلانی برآوے کیونکہ آپ بزرگ ہیں، بطفیل رسول عــہ۱ مقبول، واسطے اللہ کے حاجت برآوے، بعد کو کچھ فاتحہ ودرود شریف پڑھا اور پیشتر میں پڑھا، یوں مزارگاہ میں جانا اور دعا مانگنا اور زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زیادہ والسلام، فقط انتہی بلفظہ۔

اس پر بعض اجلہ مخادیم کا جواب مزیّن بمہر ودستخط جناب تھا۔ جس میں صاف صاف صورت مذکورہ کو شرک اور ادنٰی، درجہ شائبہ شرک قرار دیا، اور دلیل میں ایک نئے طور پر اصحاب قبور کے انکار سماع بلکہ استحالہ وامتناع سے کام لیا، تحریر شریف یہ ہے: بسم اللہ الرحمن الرحیم اس میں شک نہیں کہ زیارت قبور مومنین خاصہ بزرگان دین، اور پڑھنا درود شریف اور سورہ فاتحہ وغیرہ کا اور ثواب خیرات، اموات کو بخشنا مندوب ومسنون ہے۔ جس پر حدیث شریف جناب سید الثقلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزورھا[1]۔	میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا تو اب تم ان کی زیارت کرو۔(ت)

نص صریح ناطق، لیکن بزرگانِ اہل قبور کو خطاب طلب دعائے حاجت روائی خود کرنا خالی از شائبہ وشبہہ شرک نہیں۔ کیونکہ جب درمیان زائر اور مقبور کے حجب عدیدہ سمع وبصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال، اگرچہ بعض اموات کو بوجہ عــہ۲ قطع تعلق از مادہ، زیادت عــہ۳ ادراک بھی حاصل ہو، لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں بلا توجہ خاص جس کا

عــہ۱: صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

عــہ۲: عجیب لطیفہ غیبی **اقول:** وباللہ التوفیق، ذی علم اگرچہ لغزش کریں پھر بھی سخن حق ان کے کلام میں اپنی جھلک دکھا ہی جاتا ہے، یہ بوجہ مولوی صاحب نے ایسے فرمائے جس نے مذہب حق کی وجہ موجہ ظاہر کردی۔ میں عرض کروں جب زیارت ادراک کی وجہ علائق مادی کا انقطاع ہے تو وہ عموماً ہر میّت کو حاصل (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی زیارۃ القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳، مشکوٰۃ المصابیح باب زیارۃ القبور فصل اول مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۵۴

انکشافِ حال خارج از علم زائر اور بحیز اختیار پروردگار عالم ہے۔ بروقت دعا زائر کے وہ بزرگ اس کی دعا کو سن لیں، جب زائر بلا حصولِ علم مرتکب سوال کا ہے تو گویا سائل نے اہل قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے، اور نہیں ہے یہ اعتقاد مگر شرک، اور ادنٰی درجہ کا شائبہ وشبہہ شرک تو ضرور ہوا، جس سے احتراز واجتناب لازم و واجب، فرقانِ حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریح تام وموجودہ ازانجملہ ہے۔ سورہ یوسف میں ہے:

وَمَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۝۱۰۶ [1]۔	اور ان میں اکثر خدا کو نہیں مانتے مگر شرک کرتے ہوئے۔ (ت)

اور حدیث شریف میں ہے:

من حلف بغیر الله فقد اشرك [2]۔	جس نے غیر خدا کی قسم کھائی اس نے شرک کا کام کیا۔ (ت)

اور اس حرمت کا سبب سوائے اس کے نہیں کہ حالف کی اس قسم غیر خدا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی ضرر رسان جانتا ہے جو معنًی شرک ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

اس جواب کو دیکھ کر زیادہ تر حیرت یہ ہوئی کہ مولوی صاحب کی کوئی تحریر ان خلاف محدثہ میں آج تک نظر سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہ موت خود اسی قطع تعلق مادی کا نام ہے، تو بعض اموات کی تخصیص محض بے وجہ، بلکہ تمام اموات کو حاصل ہونا چاہئے، اور بیشک ایسا ہے۔ اسی لیے اکابر محققین تصریح فرماتے ہیں کہ موت کے بعد کا ادراک بہ نسبت ادراک حیات کے صاف تر اور روشن تر ہے۔ مقصد اخیر میں اس کی بعض تصریحیں آئیں گی، زیادہ نہیں تو نوع دوم مقصد سوم مقال چہارم میں شاہ عبدالعزیز صاحب ہی کا قول ملاحظہ ہو جائے۔ منہ

عـــہ۳: مولوی صاحب اس کلام سے شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس قول کی طرف مشیر ہیں، جس کا ایک پارہ نوع ۲ مقصد ۳ مقال ۱۶ میں مذکور ہوگا۔ اور تتمہ جس نے آدھی وہابیت کا کام تمام کر دیا عنقریب سوال ۱۵ میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی، اس میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے شائبہ شبہہ ثابت مانا ہے کہ اللہ تعالٰی بعض اولیائے کرام کے مدارک کو ایسی وسعت دیتا ہے، مولوی صاحب کے لفظ یہاں ایسے واقع ہوئے جو اقرار وانکار دونوں کا پہلو دیں، خیر اگر شاہ صاحب کو اس قول میں خاطی پائیں اور اپنی اگرچہ کو اعانت یا فرض ہی پر محمول رکھیں تاہم ہمیں مضر نہیں، نہ آپ کے کلام کی اصلاح کرسکتا ہے، **کما ستری، ان شاء اللہ تعالٰی۔ منہ**

---

[1] القرآن ۱۲/۱۰۶

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عمر دار المعرفہ بیروت ۲/۸۷

نہ گزری تھی۔ گمان یوں تھا کہ قصداً احتراز فرماتے ہیں بلکہ غلو منکرین کو خود بھی لائق انکار ٹھہراتے ہیں۔ طرفہ تر یہ کہ پہلی بسم اللہ قلم کو اذن رقم ملا تو یوں کہ طرز ارشاد فریقین کے مضاد، پھر سراپا ناتمامی تقریب وناکامی مدعاء ۔ واجنبیت دلیل و بے تعلّقی دعوی اگرچہ حضراتِ نجدیہ کا قدیمی دستور، مگر فضیلت سے بغایت دور، فقیر کو بعض وجوہ سے مولوی صاحب کی رعایت ایک حدتک منظور، ولہٰذا ان سطور میں نام نامی مستور و نامسطور، مگر اظہار حق بنص قرآن ضرور، اور حدیث صحیح میں **الدین النصح لکل مسلم**[1] (دین ہر مسلم کی خیر خواہی ہے۔ت) ماثور، میرا مقصد تھا کہ اس مسئلہ میں تحقیق بالغ وتنقیح بازغ سے کام لوں، اس تفصیل جامع و تحریر لامع سے اختتام دوں کہ براہین اثبات کا حصر وافی ہو، ازہاق شبہات کا احاطہ کافی ہو، مگر جب دیکھا کہ خود جواب جناب مذہب منکرین سے منزلوں دور، اور اکثر اوہام جو ادھر سے پیش ہوتے ہیں آپ ہی کی تحریر سے ہباءً منثور، تو مجھے بہت کفایتِ مؤنت و کمی مشقت ہوئی، اور آخر رائے اس پر ٹھہری کہ بالفعل جناب کی تقریر خاص پر جواعتراضات میرے ذہن میں ہیں گزارش کرکے چند آثار واحادیث واقوال علمائے قدیم وحدیث ونبذ بحث اصل مدعا، یعنی ارواح طیبہ سے طلب دعا، اور بعد وصال ان کا فیض ونوال لکھ کر ختم کلام کروں اور بقیہ تحقیقات باہرہ وتدقیقات قاہرہ جو بحمد اللہ حاضر خاطر بندہ قاصر ہیں، انھیں بشرط جواب مولوی صاحب دور آئندہ پر محول رکھوں، باایںہمہ یہ مختصر رسالہ ان شاء اللہ تعالٰی ثابت کردے گا کہ مولوی صاحب کی یہ چند سطری تحریر اور اس پر مع ان کے اصل مذہب عـــہ چارسو۴۰۰ وجہ سے دار وگیر۔ واللہ المعین وبہ استعین۔

المقصد الاول فی الاعتراضات وازاحۃ الشبہات

(پہلا مقصد اعتراضات اور ازالۂ شُبہات میں)

اوراس میں دو نوع ہیں:

نوع اوّل اعتراضات مقصودہ میں ــــ شاید مولوی صاحب نام اعتراضات سے ناراض ہوں، لہٰذا مناسب کہ پیرایہ سوال میں اعتراض ہوں۔

فاقول: وبہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق (تو میں کہتا ہوں، اور خدا ہی سے توفیق، اور اسی کی

عـــہ: اصل مذہب سے کبرائے مذہب مولوی صاحب کی تصریح مراد ہے کہ میّت جماد ہے ۱۲ منہ سلّمہ ربہ

[1] الصحیح البخاری باب الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

مدد سے بلندیٔ تحقیق تک رسائی ہے۔ت)

سوال (۱): جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سننی، صورت دیکھنی محال ٹھہرائی، اس سے مراد محال عقلی یا شرعی یا عادی، بر تقدیر اول کاش کوئی برہان قاطع اس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالٰی قادر ہے کہ یہ حائل مانع احساس نہ ہو، اگر کہیے نہ، تو اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝ [1] (بیشک اللہ تعالٰی ہر شے پر قادر ہے۔ت) کا کیا جواب؟____ اورفرمایئے ہاں تو استحالہ کہاں؟____ بر تقدیر ثانی آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ سے ثابت کیجئے کہ جب تک یہ حجاب حائل رہیں گے ابصار وسماع نہ ہوسکیں گے، الفاظ شریفہ ملحوظ خاطر رہیں____ بر تقدیر ثالث عادتِ اہل دنیا مراد یا عادت اہل برزخ۔ در صورت اول کیا دلیل ہے کہ مانع دنیوی حائل برزخ بھی ہے۔ کیا جناب کے نزدیک برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے؟ اہل دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے مگر بطور خرق عادت اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں، حتی کہ کفار بھی۔ احادیث نکیرین چھپنے کی چیز نہیں، در صورت دوم جناب نے یہ عادت اہل برزخ کیونکر جانی، اموات نے تو آکر بیان ہی نہ کیا، اور طریقے سے علم ہوا تو ارشاد ہو، اور ماموں کہ دعوی بتامہا زیر لحاظ رہے۔

سوال (۲): اسی تشقیق سے احد الشقین الاولین مراد تو آپ ہی کا آخر کلام اس کا اول راد کہ محال عقلی، صالح تعلق اذن نہیں، اور محال شرعی سے ہر گز اذن متعلق نہ ہوگا، وبر شق ثالث اسکا اعتقاد ممکن کا اعتقاد کہ ہر محال عادی، ممکن عقلی ہے اور شرک اعظم محالات عقلیہ کا اعتقاد، تو اعتقاد ممکن عقلی کا شرک ہونا محال عقلی **بین الفساد وبعبارۃ اخری اوضح واجلی** (اور بعبارات دیگر زیادہ واضح وروشن۔ت) جناب کی پچھلی عبارت صاف گواہ کہ بعض اموات کو ایسی زیادتِ ادراک عطا ہوتی ہے کہ وہ توجہ خاص کریں تو باذن اللہ دعائے زائرین سن سکتے ہیں____ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالٰی قادر ہے یا نہیں کہ یہ قوت انھیں ہر وقت کے لیے بخشے____ بر تقدیر انکار سخت مشکل، اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ [2] (تو کیا ہم پہلی تخلیق سے تھک گئے۔ت) در صورت اقرار میّت یہ وصف ملنے سے خدا کا شریک ہوگیا یا نہیں؟ میں جانتا ہوں ہاں نہ کہئے گا، اور جب نہ کہ ٹھہری تو میں عرض کروں، وہ وصف جس کے ثبوت سے خدا کی شرکت لازم نہ آئی، اس کے اثبات سے خدا کا شریک ہونا کیونکر قرار پایا؟ او رجس کی حقیقت شرک نہیں اس کا گویا شائبہ کیونکر ہوا؟

سوال (۳): کیا آدمی اسی کام کو حلال جانے جس کے بکار آمد ہونے پر یقین رکھتا ہو، باقی کو حرام سمجھے یا صرف امید کافی اگرچہ علم نہ ہو، در صورت اولٰی واجب کہ نماز روزہ اور تمام اعمال حسنہ کو حرام جانیں کہ وہ بے قبول وبکار آمد نہیں اور

---

[1] القرآن ۱۰۹/۲

[2] القرآن ۱۵/۵۰

ہم میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اعمال قطعاً مقبول ___ در صورت ثانیہ جب آپ کے نزدیک بھی بعض اکابر کا ایسا قوی الادراک عـــہ۱ ہونا مسلم کہ بتوجہ خاص باذن اللہ تعالٰی دعائے زائر سن لیں تو وہاں کرم الٰہی سے ہر وقت امید و توقع موجود کہ سننے کا علم نہیں، تو نہ سننے پر بھی جزم نہیں، پھر کلام کیوں کر، ناروا ہوسکتا ہے۔ جناب کو اپنا اطلاق حکم ملحوظ خاطر عاطر رہے۔

سوال (۴): یہ تو ظاہر کہ سائل جن کے دروازوں پر سوال کرتے ہیں وہ ہر وقت فراخ دست نہیں ہوتے، اب ان سائلوں کو حضرت کے اعتقاد میں ہر شخص کے حالِ خانہ پر اطلاع و وقوف ہے یا نہیں، اگر کہیے ہاں تو جس طرح جناب کے نزدیک زائر بیچاروں نے حضرت اولیاء کو سمیع و بصیر علی الاطلاق مانا، یونہی عـــہ۲ آپ نے ان بھیک مانگنے والوں، جوگیوں، سادھوؤں کو علیم و خبیر علی الاطلاق جانا۔ والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی، اور اگر فرمائیے نہ، تو جبکہ سائل بلا حصول علم مرتکب سوال ہوتے ہیں، آپ کے طور پر گویا اہل بیوت کو معطی وقدیر علی الاطلاق قرار دیتے ہیں یا نہیں ___ بر تقدیر اول واجب ہوا کہ سوال شرک نہ ہو تو ادنٰی درجہ شائبہ وشبہہ شرک ضرور ہو حالانکہ بہت اکابر علماء اولیاء نے وقت حاجت اس پر اقدام فرمایا ہے، حضرت ابوسعید خراز قدس سرہ العزیز جن کی عظمت عرفان وجلالت شان آفتاب نیمروز سے اظہر، ہنگامہ فاقہ ہاتھ پھیلاتے اور شیئاً للہ فرماتے ___ یونہی سید الطائفہ جنید بغدادی کے استاد حضرت ابو حفص حداد و حضرت ابراہیم ادھم وامام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے وقت ضرورت شرعیہ سوال منقول [1] **نقل کل ذلك العلامة المناوی فی التیسیر** عـــہ۳ (یہ سب علامہ مناوی نے تیسیر میں نقل کیا ہے۔ ت) کتب فقہیہ شاہد عادل کہ بعض صور میں علمائے کرام نے سوال فرض بتایا ہے۔ معاذ اللہ! یہ آپ کے طور پر شرک یا شائبہ شرک فرض ہونا ہوگا۔ بر تقدیر ثانی زائر بیچارہ بلا حصول علم

عـــہ۱: اگر تسلیم تحقیقی ہے تو امر ظاہر اور بطور تجویز و تقدیر ہے۔ تو یہی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ صورت مان کر پھر اس کلام کی کیا گنجائش ہے۔ یہ نکتہ محفوظ رہنا چاہئے، ۱۲ منہ

عـــہ۲: تشبیہ مقصود بالذات ہے کہ یہ سوال نقض اجمالی ہے ورنہ ہمارے نزدیک نہ صرف اتنا علم وخبر مطلق نہ فقط اتنا سمع وبصر مطلق۔ ۱۲ منہ

عـــہ۳: **تحت قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سأل من غیر فقر فکانما یأکل الجمر** ۱۲ منہ

زیر ارشاد رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: جس نے بغیر احتیاج کے سوال کیا گویا وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث من سأل مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۴۲۱/۲

سوال کرنے پر کیوں ان الفاظ کا مصداق ہوا۔

سوال (۵): جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جاکر جس وقت بات کیجئے سن لے۔ اس قدر سے اسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا یا نہیں۔ اور اگر کہیے ہاں، تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے، ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ دولت خانہ پر جاکر جب کسی نے بات کی ہے آپ کے کان تک پہنچی ہے۔ اور فرمائیے نہ۔ تو مزار پر جاکر سمیع علی الاطلاق جانا کیونکر سمجھا گیا!

سوال (۶): زمانہ وجود مخاطب کے استغراق ازمنہ باوصف خصوص مکان کو جناب نے مثبت سمع علی الاطلاق ٹھہرایا تو استغراق ازمنۂ وجود وامکنۂ دنیا بدرجہ اولٰی موجب ہوگا۔ اب کیا جواب ہے اس حدیث سے کہ امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی و عقیلی اور ابن النجار وابنِ عساکر و ابوالقاسم اصبہانی نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

ان للّٰہ تعالٰی ملکا اعطاہ اسماع الخلائق (زاد الطبرانی کلھا) قائم علٰی قبری (زاد الٰی یوم القیٰمۃ) فما من احد یصلّی صلٰوۃ الاّ ابلغنیھا[1]۔	بیشک اللہ تعالٰی کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام جہاں کی بات سن لینی عطا کی ہے۔ وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے۔ جو مجھ پر درود بھیجتا ہے جو مجھ سے عرض کرتا ہے۔ (ت)

علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ عبدالرؤف شرح جامع صغیر میں اعطاہ اسماع الخلائق کی شرح میں یوں فرماتے ہیں:

ای قوۃ یقتدر بھا علٰی سماع ماینطق بہ کل مخلوق من انس وجن وغیرھما (زاد المناوی فی ای موضع کان[2]۔	یعنی اللہ تعالٰی نے اس فرشتے کو ایسی قوت دی ہے کہ انسان جن وغیرہما تمام مخلوقِ الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلے اسے سب کے سننے کی طاقت ہے چاہے کہیں کی آواز ہو (ت)

اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثروا الصلٰوۃ علی فان اللہ تعالٰی وکل لی ملکا	مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالٰی نے میرے مزار پر

---

[1] الترغیب بحوالہ المعجم الکبیر الترغیب فی اکثار الصلٰوۃ علی النبی مصطفی البابی مصر ۲/۴۹۹۔ ۵۰۰

[2] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت ان اللہ ملکا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۳۳۰

عند قبری فاذا صلی علی رجل من امتی قال لی ذلك الملك یامحمد ان فلان بن فلان یصلی علیك الساعة [1]۔	ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے جب کوئی امتی میرا مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ سے عرض کرتا ہے: یارسول اللہ! فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی حضور پر درود بھیجی ہے (ت)
اللھم صلی وبارك علی ھذا الحبیب المجتبی والشفیع المرتجی وعلی اله واصحابه واولیاء امّته وعلماء ملته اجمعین صلٰوۃ تدوم بدوامك وتبقی ببقائك کما ھو اھل له وکما انت اھل له اٰمین اٰمین اله الحق اٰمین۔	اے اللہ! درود اور برکت نازل فرمااس حبیب پر جو برگزیدہ ہیں اور اس شفیع پر جن سے کرم کی امید ہے اور ان کی آل، اصحاب، ان کی امت کے اولیاء ان کی ملت کے علماء سب پر ایسا درود جسے تیرے دوام کے ساتھ دوام اور تیری بقاکے ساتھ بقا ہو، ایسادرود جس کے وہ اہل ہیں اور جو تیری شان کے لائق ہو، قبول فرما، قبول فرمااے معبود برحق قبول فرما! (ت)

ے جاں می دہم درآرزوائے قاصد آخر باز گو
در مجلس آں نازنین حرفے گر ازمامے رود

(اے قاصد! اس آرزو میں جان دے رہاہوں کہ اس محبوب کی مجلس میں پھر ایک بات پہنچادو اگر پہنچ سکے۔ت)

بھلاارشاد ہو۔اولیاء کرام تو خاص حاضرانِ مزار کی بات سننے پر سمیع علی الاطلاق ہوئے جاتے ہیں، یہ بندہ خداکہ بارگاہ عرش جاہ سلطانی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے جدانہیں ہوتااور وہیں کھڑے کھڑے ایک وقت میں شرقاً غرباً جنوباً شمالاً تمام دنیاکی آوازیں سنتاہے اسے کیاقرار دیا جائے گا۔آپ کو تو کیاکہوں مگران نجدی شرک فروشوں نے نہ خداکی قدرت دیکھی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کیا کیا عطا فرماسکتاہے۔نہ اس کی عظمت صفات سمجھی ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر شرک کا ماتھا ٹھنکتا ہے۔ مَاقَدَرُوااللّٰہَحَقَّ قَدۡرِہٖ [2] (انھوں نے خداکی قدرت نہ جانی جیساکہ اس کی قدر کا حق تھا۔ت)

سوال(۷): کیابات سننے کے لیے صورت دیکھنی بھی ضرور، جب تو واجب کہ تمام اندھے بہرے ہوں اور فرشتہ مذکور،آپ کے طورپر بصیر علے الاطلاق بلکہ اس سے بھی کچھ زائد، ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا کیونکر مفہوم

---

[1] کنزالعمال بحوالہ مسند الفردوس حدیث ۲۱۸۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۴۹۴

[2] القرآن ۲۲/ ۷۴

ہوا، عموم واطلاق تو بالائے طاق۔

سوال (۸): بغرض لزوم سماع کلام کو مطلق بصر درکار۔ جو رویتِ مخاطب سے حاصل، یابصر علی الاول ملازمت باطل، وعلی الثانی لازم کہ تمام مخلوق الٰہی بہری اور کسی بات کا سننا کسی غیر خدا کے لیے ماننا مطلقًا مستلزم شرک ہو، تو سب مشرک ہیں، یاہر ذی سمع، بصیر علی الاطلاق تو آفت اشد ہے۔ **والعیاذ باللہ**۔

سوال (۹): ان اولیاء کی زیارت ادراک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سن لیں تو اسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سنیں آپ خود عدم استلزام فرماتے ہیں، نہ استلزام عدم، تو دونوں صورت میں محتمل رہیں، پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیونکر ہوسکتا ہے، غایت یہ کہ بے دلیل ہو تو غلط سہی، کیاہر غلط بات شرک ہوتی ہے!

سوال (۱۰): مجھے نہیں معلوم کہ قرآن عظیم میں ایک جگہ بھی بیان فرمایا ہو کہ مزارات پر جاکر کلام وخطاب کرنا شرک یاحرام ہے۔ یا اتناہی ارشاد ہوا ہو۔ جو ایسا کرتا ہے گویا اصحاب قبور کو سمیع یا ب۔صیر علی الاطلاق مانتا ہے۔ اور حضرات کی صحتِ استدلال انھیں امور پر مبنی، آپ فرماتے ہیں فرقان حمید میں، بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود، میں مقاماتِ متعددہ کی تکلیف نہیں دیتا۔ ایک ہی آیت فرمادیجئے جس میں صاف صاف مضمون مذکور مزبور ہو۔ **بینوا توجروا**

سوال (۱۱): سورہ یوسف کی آیۂ کریمہ کہ تلاوت فرمائی اس کا ترجمہ ومطلب میں کیوں عرض کروں مولوی اسمٰعیل سے سنئے۔ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے: "نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں[1] یعنی اکثر لوگ جو دعوی ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں" ا نتھی

خدارا اس میں مزارات اولیاء پر جانے یا ان سے کلام وخطاب کرنے کا کون سا حرف ہے۔ **استغفر اللہ**! نام کو بو بھی نہیں، تصریح تام تو بڑی چیز ہے۔ پھر اُس آیت نے جناب کا کون سا دعوی ثابت کیا یا حضار مزار کو کیاالزام دیا۔ اگر ایسے ہی بے علاقہ استناد کا نام صریح تام، تو ہر شخص اپنے دعوے پر قرآن عظیم کی آیت پیش کرسکتا ہے، مثلًا فلسفی کہے: توسیط عقول حق ہے ورنہ لازم آئے کہ تمام اشیاء متکثرہ اس واحد حقیقی سے بالذات صادر ہوئی ہوں، اور یہ خدائے عزوجل پر افتراء۔ **فان الواحد لایصدر عنہ الا الواحد** (کیونکہ واحد سے واحد ہی صادر ہوسکتا ہے۔ ت) اور اللہ تعالٰی پر افتراء حرام قطعی۔ قرآن حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود، ازانجملہ ہے سورہ انعام میں: اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾[2] (جولوگ

---

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید وشرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴۴

[2] القرآن ۱۰/۶۹ ۱۱۶/۱۶

اللہ پر جھوٹا افتراء کرتے ہیں وہ مراد کو پہنچنے والے نہیں۔ت) یا نصرانی کہے انکار تثلیث گناہ عظیم ہے کہ تثلیث ایت انجیل محرف سے ثابت ،اور آیت الٰہیہ کی تکذیب موجب عذاب شدید، فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود ازانجملہ ہے سورۂ عنکبوت میں: وَمَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوۡنَ۝[1] (ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر وہی جو ظالم ہیں۔ت) ارشاد فرمایئے کیا ان تقریروں سے ان کی استدلال تام ہو گئی ، اور ان کے جھوٹے دعوے معاذاللہ قرآن عظیم نے ثابت کردئے؟ حاش للہ، واستغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ ____ میں نہیں چاہتا کہ عیاذًا باللہ فلاں وہماں کی طرح آیات الٰہیہ کو ان کے موقع و محل سے بیگانہ کرکے بزور زبان دوسری طرف پھیرا جائے، ورنہ حضرات منکرین کے مقابل آیہ کریمہ کَمَا یَئِسَ الۡکُفَّارُ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡقُبُوۡرِ۝[2] (جیسے کفار اہل قبور سے ناامید ہو بیٹھے۔ت) بہت اچھی طرح پیش ہو سکتی ہے۔ اور وہ آیت کی نسبت جو آپ نے تلاوت کی ہزار درجہ زیادہ محل و موقع سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اہل قبور سے کافر لوگ ناامید ہو بیٹھے۔ اب غور کر لیا جائے کہ کون لوگ اہل قبور سے امید رکھتے ہیں اور کون یاس کے ہاتھوں آس توڑے بیٹھے ہیں، انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

صنف آخر من ھٰذا النوع

اسی نوع کی ایک اور قسم

یہاں ان اکابر خاندان عزیزی کے بعض اقوال رنگ تحریر فرمائیں گے جنھوں نے بے حصول علم ارتکاب سوال جائز رکھا اور مولوی صاحب کے طور پر شرک خالص یا ہارے درجے شائبہ شرک میں گرفتار ہوئے۔

سوال (۱۲): شاہ ولی اللہ ہمعات میں حدیث نفس کا علاج بتاتے ہیں:

بارواح طیبہ مشائخ متوجہ شود وبرائے ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود وازانجا انجذاب دریوزہ کند[3]۔	مشائخ کی پاک روحوں کی جانب متوجہ ہو اور ان کے لیے فاتحہ پڑھے یا ان کے مزارات کو جائے اور وہاں سے بھیک مانگے۔ (ت)

اقول اولاً جناب کے نزدیک مزاراتِ اولیاء سے بھیک مانگنے کا کیا حکم ہے۔ وہاں تو ان سے دُعا

[1] القرآن ۲۹/ ۴۹

[2] القرآن ۶۰/ ۱۳

[3] ہمعات ہمعہ ۸ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد ص ۳۴

منگوانا شرک ہوا جاتا تھا یہاں خود ان سے بھیک مانگی جاتی ہے۔

ثانیاً کسی سے بھیک مانگنی یونہی معقول کہ وہ اس کی عرض سنے اور اس کی طرف توجہ کرے، ورنہ دیواروں پتھروں سے کیا بھیک مانگنا۔ مگر آپ فرما چکے کہ "توجہ خاص کا انکشاف حال خارج از علم زائر بحیز اختیار پرودگار عالم ہے۔" اب یہ جو بھیک مانگنے والا شاہ صاحب کے حکم سے بیحصول علم مرتکب سوال کا ہے اس نے گویا اہل قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا یا نہیں؟ اور شاہ صاحب نے یہ شرک خالص یا شائبہ شرک تعلیم کیا یا نہیں؟ اور ایسی چیز کا سکھانے والا کافر یا مشرک یا بدعتی بدمذہب ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

ثالثاً انھوں نے مزار پر جا کر گدائی تو پیچھے بتائی، پہلے گھر ہی بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرا رہے ہیں اب تو اطلاق کا پانی سر سے اونچا ہو گیا۔

سوال (۱۳): انھی شاہ صاحب نے ایک رباعی لکھی:

آنانکہ زاد ناس بہیمی جستند　　　بالجۂ انوار قدم پیوستند

فیض قدس از ہمت ایشاں می جو　　　دروازۂ فیض قدس ایشاں ہستند[1]

(جو لوگ نفس حیوانی کی آلودگیوں سے باہر ہو گئے وہ ذات قدیم کے انوار کی گہرائیوں سے جا ملے: فیض قدس ان کی ہمت سے طلب کرو، فیض قدس کا دروازہ یہی لوگ ہیں۔ت)

اور مکتوب شرح رباعیات میں خود اس کی شرح یوں کی:

یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح وسر نفع بلیغ دارد[2]۔	یعنی مشائخ کی ارواح طیبہ کی جانب توجہ روح اور باطن کو سنوارنے میں نفع بلیغ رکھتی ہے (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں ۔ت) کیا اچھا نفع بلیغ ہے کہ بلاحصول علم ان کی ہمت سے فیض چاہ کر مشرک ہو گئے۔

سوال (۱۴): یہی شاہ صاحب "**قول الجمیل**" میں لکھتے ہیں۔ ان کی عبارت عربی لا کر ترجمہ کروں، اس سے یہی بہتر ہے کہ مولوی خرم علی صاحب بلہوری مصنفِ نصیحۃ المسلمین کا ترجمہ نقل کروں۔ یہ صاحب بھی عمائد وکبرائے منکرین سے ہیں، شفاء العلیل میں کہتے ہیں:

"مشائخ چشتیہ نے فرمایا: قبرستان میں میّت کے سامنے کعبہ معظّمہ کو پشت دے کر بیٹھے، گیارہ بار سورہ فاتحہ پڑھے پر میّت سے قریب ہو پھر کہے یا رُوح اور یا روح الرّوح کی دل میں ضرب کرے،

---

[1] مکتوبات ولی اللہ از کلمات طیبات مکتوب بست ودوم در شرح بعض اشعار مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۴

[2] مکتوبات ولی اللہ از کلمات طیبات مکتوب بست ودوم در شرح بعض اشعار مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۴

یہاں تک کہ کشائش ونور پائے، پھر منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو اس کے دل پر[1] اھ ملخصا

اقول: اوّلاً اس ندائے یارُوح کا حکم ارشاد ہو۔

ثانیاً یہ سائلان فیض جو تقریر وتسلیم واشاعت و تعلیم شاہ صاحب و مترجم صاحب جب چاہا بلاحصول علم قبور کے سامنے یارُوح یا رُروح کرنے اور فیض مانگنے بیٹھ گئے۔ آپ کے طور پر اہل قبور کو سمیع وبصیر ومعطی ومفیض علی الاطلاق مان کر اور ماتن ومترجم بتاجتا کر مشرک ہوئے یا نہیں؟

سوال (۱۵): شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں، وہیں جہاں انھوں نے بعض خواص اولیاء کو ایسی زیادت ادراک ملنی لکھی ہے۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

"اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی ازانہا مے نمایند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود ازانہامی طلبند وے یابند۔"[2]	اُویسی لوگ اپنے کمالات باطنی کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں، اور اہل حاجات ومقاصد اپنی مشکلوں کا حل ان سے مانگتے اور پاتے ہیں (ت)

کہئے زیادت ادراک مسلم، مگر توجہ خاص کا انکشاف حال تو خارج از علم بحیز اختیار پروردگار ہے۔ پھر اویسی لوگ جو بلاح۔صول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں کیونکر مصداق ان لفظوں کے نہ ہوئے اور ایسی نسبت کہ معاذاللہ بذریعہ شرک ملتی ہے۔ کیونکر صحیح ومقبول ٹھہری، یہی شاہ صاحب اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحب سے ناقل اویسیت کی نسبت قوی اور صحیح ہے۔ شیخ ابو علی فارمدی کو ابوالحسن خرقانی سے روحی فیض ہے اور ان کو بایزید بسطامی کی روحانیت سے، اور ان کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت ہے[3] اھ نقلہ البلھوری فی شفاء العلیل (اسے مولوی خرم علی لاہوری نے شفاء العلیل میں نقل کیا۔ت)

ثانیاً ذرا شاہ صاحب کے پچھلے لفظ کہ "اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل ان سے مانگتے اور پاتے ہیں" ملحوظ خاطر رہیں، کس دھوم دھام سے ارواح اولیاء کو حاجت روا مشکل کشا بتایا ہے۔ واللہ! کہا سچ، اگرچہ بُرا مانیں ناواقف ؎

الناس اعداء لما جھلوا

(لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں۔ت)

---

[1] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل پانچویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۲

[2] تفسیر فتح العزیز پارہ عم بیان صدقات وفاتحہ الخ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ۲۰۶

[3] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل گیارھویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۸

؎ غوثِ اعظم بمن بے سر وساماں مددے
قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

(غوث اعظم ! مجھ بے سر وسامان کی مدد فرمائیں، قبلہ دیں ! مدد فرمائیں، کعبہ ایمان ! مدد فرمائیں)

سوال (۱۶): اُسی تفسیر عزیزی میں دفن کو نعمت الٰہی ٹھہرا کر اس کے منافع وفوائد میں لکھتے ہیں:

ازاولیائے مدفونین انتفاع واستفادہ جاریست[1]۔	مدفون اولیاء سے نفع پانا اور فائدہ طلب کرنا جاری ہے۔ (ت)

اقول اولاً انتفاع تک خیر تھی کہ بے مقصد منتفع بھی ممکن، استفادہ نے غضب کردیا کہ وہ نہیں مگر طلب فائدہ، پھر کیا اچھا نفع دفن میں نکالا کہ بندگانِ خدا بے حصول علم مرتکب سوال ہو کر معاذاللہ مشرک ہوتے ہیں۔

ثانیاً لفظ "جاری ست" پر لحاظ رہے کہ اس سے مراد نہیں مگر مسلمانوں میں جاری ہونا، اور جو مسلمانوں میں جاری ہرگز شرک نہیں کہ جن میں شرک جاری ہرگز مسلمان نہیں۔

سوال (۱۷): مرزا مظہر جانجاناں صاحب جنھیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکاتیب میں قیم طریقہ احمدیہ وداعی سنت نبویہ لکھتے ہیں، اور حاشیہ مکتوبات ولویہ پر انھیں شاہ صاحب سے ان کی نسبت منقول ہند وعرب وولایت میں ایسا متبع کتاب وسنت نہیں سلف میں بھی کم ہوئے اھ ملخصا مترجمًا، یہ مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں:

نسبت ما بجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ می رسد، وفقیر رانیازی خاص بآنجناب ثابت است۔ دروقت عروض عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود وسبب حصول شفامی گردد[2]۔	امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ تک نسبت پہنچتی ہے اور فقیر کو اس جناب سے خاص نیاز حاصل ہے، جب کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہوتا ہے تو آنحضور کی جانب میری توجہ ہوتی ہے اور شفایابی کا سبب بنتی ہے۔ (ت)

سوال (۱۸): آگے فرماتے ہیں:

یکبار قصیدہ کہ مطلعش اینست؎	ایک بار وہ قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے:؎

[1] تفسیر فتح العزیز پارہ عم استفادہ ازاولیاء مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

[2] مکاتیب مرزا مظہر از کلمات طیبات ملفوظات مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

فروغ چشمِ اگاہی امیر المومنین حیدر	چشم معرفت کو روشنی عطا ہوا اے امیر المومنین حیدر
زانگشت ید اللہ ی امیر المومنین حیدر	خدائی ہاتھ والی انگشت سے اے امیر المومنین حیدر
بجناب ایشاں عرض نمودم نواز شہا فرمودند اھ [1]۔	حضرت کی بارگاہ میں عرض کیا تو بڑی نوازشیں فرمائیں اھ (ت)

اقول: اولاً جب جناب مرزا صاحب امراض میں بارگاہ مشکل کشائی کی طرف توجہ کرتے تھے انھیں کیا خبر تھی کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الاسنی اس وقت میری طرف متوجہ ہیں یا میری طرف سے التفات فرمائیں گے۔

ثانیاً یونہی جب قصیدہ عرض کرنے بیٹھے، کیا جانتے تھے کہ حضرت والا اس وقت سن لیں گے، تو ان سب اوقات میں بے حصول علم، مرتکب عرض وتوجہ ہو کر انھوں نے جناب اسد اللّٰہی کو سمیع وبصیر علی الاطلاق ٹھہرایا، اور حضرت کے طور پر وہ برا لقب پایا یا نہیں۔

ثالثاً مزار پر جا کر کلام وخطاب تو وہ آفت تھا، مرزا صاحب جو بے حضور مزار ہی توجہیں کرتے قصیدے سناتے ان کے لیے حکم کچھ زیادہ سخت ہوگا یا نہیں۔

رابعاً اس نیازی خاص پر بھی نظر رہے کہ یہ معالجہ کرے گا ان جُہال کے وہم کا جو "نیاز" کے لفظ کو خاص بجناب بے نیاز مانتے، اور اسی بناپر فاتحہ فاتحہ حضرات اولیاء کو نیاز کہنا شرک وحرام جانتے ہیں،

خامساً یہ بڑی گزارش تو باقی ہی رہ گئی کہ دفع امراض کے لئے ارواح طیبہ کی طرف توجہ استمداد بالغیر تو نہیں۔ اور جناب کے نزدیک بھلا ایسا شخص اتباعِ شریعت میں یکتا وبے نظیر جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا، بالائے طاق، سرے سے متبع سنت بلکہ از روئے ایمان، تقویۃ الایمان، راسًا مسلم وموحد کہا جائے گا یا نہیں

سوال (۱۹): شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کی نسبت کیا حکم ہے؟ وہ بھی اس شرک عالمگیر سے محفوظ نہ رہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں: **وایضا تادب شیخنا عبدالرحیم علی روح جدہ لامہ الشیخ رفیع الدین محمد** [2]۔ شفاء العلیل میں اس کا ترجمہ یوں کیا: "اور بھی ہمارے مرشد شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا شیخ رفیع الدین کی روح سے۔" اور حاشا یہ فیض یوں نہ تھا کہ ادھر سے بے طلب آیا ہو، بلکہ یہی جا کر قبر پر متوجہ ہوا کرتے۔ خود شاہ ولی اللہ

---

[1] مکاتیب مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[2] القول الجمیل مع شفاء العلیل گیارھویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۹۔۱۸۰

اپنے والد ماجد سے انفاس العارفین میں ناقل:

می فرمودند مرادر مبدء حال بمزار شیخ رفیع الدین الفتے پیداشد۔آں جاہی رفتم وبقبر شاں متوجہ می شدم [1] الخ	فرماتے تھے مجھے ابتدائے حال میں شیخ رفیع الدین کے مزار سے ایک الفت پیدا ہو گئی۔ وہاں جاتا اور ان کی قبر کی طرف متوجہ ہوتا تھاالخ (ت)

یارب! جب مولوی اسمٰعیل کے اساتذہ ومشائخ سب گرفتار شرک ہوئے یہ انھیں کے خوشہ چین، انھیں کے نام لیوا، ان کے مداح، ان کے مقلد کیونکر مومن موحد رہے۔

وحسن نبات الارض من کرم البذر

(زمین کا پودہ عمدہ جب ہی ہوتا ہے کہ بیج اچھا ہو۔ت)

صنف آخر من ھٰذا النوع

اسی نوع کی ایک اور قسم

اس میں وہ سوالات مذکور ہوں گے جو مولوی صاحب کے استدلال دوم یعنی تمسك بحدیث من حلف الخ سے متعلق ہیں:

سوال (۲۰): حدیث من حلف بغیر الله فقد اشرك [2] کی جو عمدہ شرح افادہ فرمائی،

ذرا کتب ائمہ حدیث وفقہ پر نظر کرکے ارشاد ہوجائے کہ کلمات عُلماء سے کہاں تک موافق ہے، فقیر بہت ممنون احسان ہوگا اگر ایک عالم معتمد کی تحریر سے بھی آپ نے اپنا بیان مطابق کر دکھایا۔ الفاظ شریفہ پیش نظر رہیں کہ "اس حرمت کا سبب سوا اس کے نہیں" الخ

سوال (۲۱): اعتقاد نفع وضرر پر قسم کی دلالت، کسی قسم کی دلالت، آیا لغۃً اس کے معنی سے یہ امر مفہوم، یا عقلاً خواہ عرفاً لازم وملزوم، کہ آدمی اسی کی قسم کھائے جس سے نفع وضرر کی امید رکھے۔

صدر اسلام میں جو صحابہ کرام کعبہ معظّمہ کی قسم کھاتے [3] کما رواہ النسائی وغیرہ (جیسا کہ نسائی

---

[1] انفاس العارفین (اردو ترجمہ) زندہ جاوید المعارف گنج بخش روڈ۔لاہور ص ۳۶

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر دارالفکر بیروت ۲/ ۸۷

[3] سُنن نسائی الحلف بالکعبۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۴۳

وغیرہ نے روایت کیا۔ت) اس وقت کعبہ کی نسبت کیا اعتقاد عـــه رکھتے تھے؟ **بینوا توجروا**

سوال (۲۲): غیر خدا کو کسی طرح نافع یا ضار جاننا مطلقاً شرک ہے یا خاص اس صورت میں کہ اسے نفع وضرر میں مستقل بالذات مانے۔ بر تقدیر اول یہ وہ شرک ہے جس سے عالم میں کوئی محفوظ نہیں۔ جہاں شہد کو نافع اور زہر کو مضر جانتا ہے۔ سچے دوست سے نفع کی امید، پکے دشمن سے ضرر کا خوف رکھتا ہے۔ عالم کی خدمت حاکم کی اطاعت اسی لیے کرتے ہیں کہ دینی یا دنیاوی نفع کی توقع ہے۔ مخالف مذہب سے احتیاط، سانپ سے احتراز اسی لیے رکھتے ہیں کہ روحانی یا جسمانی ضرر کا اندیشہ ہے۔ خود قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے:

اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ[1]۔	تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے ان میں کون تمھیں نفع دینے میں زیادہ نزدیک ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ[2]۔	اور وہ اس سے کسی کو ضرر نہ پہنچائیں گے بے حکم خدا کے۔

صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی: حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعه[3]۔	تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع دے سکے نفع دے۔

امام احمد وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ بسند حسن مالک بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ضارّ ضار اللہ به ومن شاق شق اللہ علیه[4]۔	جو کسی کو ضرر دے گا اللہ تعالٰی اسے نقصان پہنچائے گا اور جو کسی پر سختی کرے گا اللہ تعالٰی اسے مشقت میں ڈال دے گا۔

عـــه: ذکر نسخ نافع نہ ہوگا۔ کیا شرک وتوحید میں بھی نسخ جاری ہے ۱۲منہ (م)

---

[1] القرآن ۱۱/۴

[2] القرآن ۱۰۲/۲

[3] صحیح مسلم باب استحباب الرقیہ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۴/۲

[4] جامع الترمذی باب ماجاء فی الخیانۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۸۷/۱

حاکم کی حدیث میں ہے مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حجرِ اسود کی نسبت فرمایا:

بلٰی یا امیر المومنین یضر و ینفع [1]۔	کیوں نہیں اے امیر المومنین! یہ پتھر نقصان دے گا اور نفع پہنچائے گا۔ (الحدیث)

بر تقدیر ثانی واقع و نفس الامر اس گمان کے خلاف پر شاہد عادل، لاکھوں آدمی اپنے یا اپنے محبوب کے سر یا آنکھوں یا جان کی قسم کھاتے ہیں، اور ہر گز ان کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں بالاستقلال ہمارے نفع و ضرر کی مالک ہیں۔ نہ ہر گز سامع کا ذہن اس طرف جاتا ہے۔ بھلا حضرت نابغۂ جعدی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے کیا معنی ہیں:ع

لعمری وما عمری علی بھین

لقد نطقت بطلا علیّ الاقارع

(میری زندگی کی قسم، اور میری زندگی کوئی معمولی چیز نہیں__ بلاشبہہ اژدہوں (دشمنوں) نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے۔ت)

اور جناب کے نزدیک اس سے کیا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے__ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا و غیرہما پیشوایانِ دین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے اپنے باپ اور اپنی جان کی قسم کھانی کہ خادم حدیث پر مخفی نہیں۔

سوال (۲۳): خیر قسم غیر سے توآپ کے نزدیک یہ صرف ظاہر ہی ہوتا تھا کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع و ضرر رسان جانتا ہے۔ بگمان جناب اتنی ہی بات پر شرع مطہر میں بنائے تحریم ہوئی حالانکہ اس کے دل کا حال خدا جانے۔ اب ان کی نسبت حکم ارشاد ہو۔ جو صاف صاف بالتصریح غیر خدا کو نہ فقط نفع و ضرر رسان بلکہ مالک نفع و ضرر بتائیں، اور وہ بھی کسے۔ اس شقی کو جو مدعی الوہیت رہا ہو۔ اور برسوں خرانِ بے عقل نے اسے پوجا ہو۔ وہ کون، فرعون بے عون۔ **نسأل اللہ عن حالہ الصون** (خدا سے دعا ہے کہ ہمیں اس کی حالت سے بچائے۔ت) شاہ عبد العزیز صاحب اس امر کے ثبوت میں کہ سامری والوں کی گوسالہ پرستی قبطیوں کی فرعون پرستی سے بدتر تھی، تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

تعظم بادشاہ صاحب اقتدار کہ مالک نفع و ضرر باشد	ایسے صاحب اقتدار بادشاہ کی تعظیم جو نفع و ضرر کا

[1] المستدرک للحاکم الحجر الاسود یمین اللہ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۵۷

فی الجملہ وجہ معقولیت دارد۔ گوسالہ لایعقل کہ در بلادت وحمق ضرب المثل است ہیچ وجہ شایان تعظیم نیست۔[1]	مالک ہو فی الجملہ ایک وجہ معقولیت رکھتی ہے مگر بے عقلی گائے کا بچھڑا جو بلادت اور بیوقوفی میں ضرب المثل ہے کسی طرح قابل تعظیم نہیں۔ (ت)

سوال (۲۴): یہ توآئندہ عرض کروں گا کہ طلب دعا کو اعتقاد نفع وضرر سے کتنا تعقل۔ بالفعل اسے یونہی فرض کرکے گزارش کرلوں کہ دعا منگوانے میں تووہ اعتقاد نفع وضرر نکلا، جو معنًی شرک۔ حالانکہ وہ خود ان سے کسی حاجت کی خواستگاری نہیں۔ پھر:

(۱) ان کے مزارات عظیمہ البرکات پر حاضر ہوکر خود ان سے بھیک مانگنا۔

(۲) یارُوح یارُوح پکار کر ان کے فیض کا منتظر رہنا۔

(۳) اپنی مشکلوں کا ان سے حل چاہنا۔

(۴) بیمار پڑیں توشفاء ملنے کو ان کی طرف توجہ کرنا کہ ابھی صنفِ سابق میں منقول ہوئے ان میں کتنا اعتقاد نفع وضرر ثابت ہوتا ہے۔ اور

(۵) لفظ انتفاع واستمداد خود بمعنے نفع یافتن وفائدہ خواستن، اس کا قصد بے اعتقاد نفع، کس عاقل سے معقول، ہاں ہاں، انصاف کیجئے تو دعا طلبی سے دریوزہ گری وحاجت خواہی کہیں زیادہ ہے، اس میں صرف نیت سائل پر مدار تفرقہ ہے۔ اگر سبب ظاہری ومظہر عون باری جانا تو خالص حق، اور معاذاللہ مستقل مانا تو نرا شرک، بخلاف طلب دعا کہ وہاں نفس کلام مطلوب منہ کی غلامی وبندگی اور حضرت غنی جل جلالہ، کی طرف محتاجی پر دلیل واضح۔ یہاں تک کہ توہّم استقلال سے اس کا اجتماع محال کما لا یخفٰی علی اولی النھٰی (جیسا کہ اہل عقل پر مخفی نہیں۔ت) بااینہمہ اگر یہ شرک ہے تو اس کے لیے تو کوئی لفظ مجھے شرک سے بدتر ملتا بھی نہیں جس کا مصداق ٹھہراؤں ع ؎

ضاق عن وصفکم نطاق البیان

(آپ کے وصف سے بیان کا دائرہ تنگ ہے۔ت)

سوال (۲۵): اگرمان بھی لیں کہ غیر خدا کی قسم اس لیے حرام ہوئی تو اس کو مسئلہ دائرہ سے کیا علاقہ۔ کیا کسی سے دعا کے لیے کہنے میں بھی اسی طرح کے نفع وضرر کا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے جو معنًا شرک ہے۔

(۱) خود مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دعا چاہی

---

[1] تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ بیان رفتن موسٰی علیہ السلام برائے آوردن کتاب الخ افغانی دارالکتب لال کنواں دہلی ۲۳۸

جب وہ مکہ معظّمہ جاتے تھے۔ ارشاد فرمایا:

لاتنسنا یا اخی من دعائك [1]۔ رواہ ابوداؤد عنه رضی الله تعالٰی عنه۔	اے بھائی! اپنی دعا میں ہمیں نہ بھول جانا (اسے ابوداؤد نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

احمد وابن ماجہ کی روایت میں ہے۔ فرمایا:

اشرکنا یا اخی فی صالح دعائك ولاتنسنا [2]۔	بھائی! اپنی نیک دعا میں ہمیں بھی شریک کرلینا اور بھول نہ جانا۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی جب دفنِ میّت سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہر کر صحابہ کرام سے ارشاد فرماتے:

استغفر والاخیکم واسئلو اله التثبیت فانه الاٰن یسأل [3]۔ رواہ ابوداؤد والحاکم والبیہقی بسند حسن عن عثمان الغنی رضی الله تعالٰی عنه۔	اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے ثابت رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا (اسے ابوداؤد، حاکم اور بیہقی نے بسند حسن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(۳) امام احمد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اذالقیت الحاج فسلم علیه وصافحه ومرہ ان یستغفرلك قبل ان یدخل بیته فانه مغفورله [4]۔	جب تو حاجی سے ملے سلام ومصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں جائے اپنی مغفرت کی دعا اس سے منگوا کہ وہ بخشا ہوا ہے۔

(۴) حضور الحضور نے اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر کرکے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حکم دیا:

فمن لقیه منکم فلیامرہ فلیستغفرله [5]۔	تم میں جو اسے پائے اپنے لیے اس سے دعائے بخشش

---

[1] سنن ابی داؤد باب الدّعا آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۱۰

[2] سنن ابن ماجہ باب فضل دعاء الحاج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳

[3] سنن ابی داؤد باب الاستغفار آفتاب علم پریس لاہور ۲/۱۰۳

[4] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر دارالفکر بیروت ۲/۶۹

[5] صحیح مسلم فضائل اویس قرنی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۱

اخرجه مسلم والبیہقی عن عمر فاروق رضی الله تعالٰی عنه۔	کرائے۔ اسے مسلم اور بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے رروایت کیا۔ (ت)

ایک روایت میں ہے حضرت فاروق کو بالتخصیص بھی حکم ہوا ان سے دعا کرانا کہ وہ اللہ کے حضور عزت والے ہیں، اخرجه الخطیب وابن عساکر[1] (اسے خطیب اور ابن عساکر نے روایت کیا۔ ت)

(۵) حسب الحکم امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے دعا چاہی[2]۔

اخرجه ابن سعد والحاکم وابو عوانه و الرویانی والبیہقی فی الدلائل وابو نعیم فی الحلیة کلهم من طریق اسیر بن جابر عن عمر رضی الله تعالٰی عنه۔	اسے بطریق اسیر بن جابر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابن سعد، حاکم، ابو عوانہ، رویانی، دلائل میں بیہقی، اور حلیہ میں ابو نعیم نے روایت کیا۔ (ت)

(۶) ایک روایت میں ہے امیر المومنین فاروق وامیر المومنین مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں کو حضرت اویس سے طلب دعا کا حکم تھا۔ دونوں صاحبوں نے اپنے لیے دعا کرائی[3]۔ اخرجه ابن عساکر (اسے ابن عساکر نے روایت کیا۔ ت)

(۷) امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری ومسلم اپنے مصنف اور امام بیہقی دلائل النبوۃ کی مجلد یازدہم میں بسند صحیح عــہ۱ بطریق ابو معٰویۃ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں:

قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل عــہ۲ الی قبر النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال یارسول الله استسق الله	یعنی عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا۔ ایک صاحب یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مزار اقدس حضور ملجاء بیکساں صلی اللہ

عــہ۱: نص علی صحته الامام القسطلانی فی المواهب ۱۲ منه (م)	امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اس کے صحیح ہونے کی تصریح فرمائی۔ (ت)
عــہ۲: هو بلال بن الحارث المزنی الصحابی کما عند سیف فی کتاب الفتوح ۱۲ زرقانی شرح مواهب (م)	وہ بلال بن حارث مزنی صحابی ہیں، جیسا کہ سیف کی کتاب الفتوح میں ہے ۱۲ زرقانی شرح مواہب (ت)

[1] مختصر تاریخ ابن عساکر فی ترجمہ اویس قرنی دار الفکر بیروت ۵/ ۸۲
[2] المستدرک للحاکم ذکر لقاء اویس قرنی دار الفکر بیروت ۳/ ۴۰۳
[3] مختصر تاریخ ابن عساکر فی ترجمہ اویس قرنی دار الفکر بیروت ۵/ ۸۳ و ۸۴

لا متك فانهم قدهلكوا فاتاه رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی المنام فقیل له ائت عمر فاقرأه السلام واخبره انکم مستقیون[1] الحدیث۔	تعالٰی علیہ وسلم پر حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے اللہ تعالٰی سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان صحابی کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جا کر اسے سلام پہنچا اور لوگوں کو خبر دے کہ پانی آیا چاہتا ہے۔الحدیث (ت)

شاہ ولی اللہ قرۃ العینین میں یہ حدیث نقل کرکے کہتے ہیں: **رواہ ابو عمر فی الاستیعاب**[2] (اسے ابو عمر بن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کیا۔ت)

تنبیہ نبیہ: یہ چند حدیثیں ہیں احیائے حقیقی سے طلب دعا میں۔ اور اموات سے طلب کی قدرے بحث کہ اصل مسئلہ مسئولہ سائل ہے، ان شاء اللہ تعالٰی مقصد سوم میں مذکور ہوگی۔ یہاں ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو بات شرک ہے اس کے حکم میں احیاء واموات وانس وجن وملائک وغیر ہم تمام مخلوق الٰہی یکساں ہیں کہ غیر خدا کوئی ہو خدا کا شریک نہیں ہوسکتا تو امور شرک میں حیات وموت تفرقہ، جیسا کہ اس طائفہ جدیدہ کا شیوہ قدیمہ ہے۔ دائرہ عقل وشرع دونوں سے خروج، کیا زندے خدا کے شریک ہوسکتے ہیں، صرف شراکت اموات ہی ممنوع ہے۔ مولوی صاحب اپنی مقیس علیہ یعنی قسم غیر کو ملاحظہ کریں کہ حلال نہیں تو مردے زندے کسی کے لیے حلال نہیں، یونہی اگر طلب دعا میں شرک ہو تو ہرگز یہ حکم فقط اموات سے خاص نہ ہوگا بلکہ یقیناً احیاء سے دعا کرانی بھی حرام ٹھہرے گی کہ خدا کا شریک نہ ہوسکنے میں زندے مُردے سب ایک سے۔ **ولہٰذا** شیخ الشیوخ علمائے ہند مولٰنا وبرکتنا سیدی شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرّہ العزیز نے شرح مشکوٰۃ شریف میں فرمایا:

اگر ایں معنی کہ درامداد واستمداد ذکر کردیم موجب شرک وتوجہ بماسوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم می کند پس باید کہ منع کردہ شود، توسل وطلب دعا از صالحان ودوستان خدا درحالت حیات نیز وایں ممنوع نیست بلکہ مستحب ومستحسن است باتفاق وشائع است	یہ معنٰی جو ہم نے امداد اور مدد طلبی میں بیان کیا اگر شرک کا موجب اور غیر کی طرف توجہ قرار پائے، جیسا کہ منکر خیال رکھتا ہے تو چاہئے کہ صالحین اور اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی توسل اور دعا طلبی سے منع کیا جائے حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب و

[1] مصنف ابن ابی شیبہ فضائل عمر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۲/ ۳۲

[2] قرۃ العینین نوع چہلم المکتبۃ السّلفیہ، لاہور ص ۱۹

در دین[1]۔	مستحسن اور دین میں عام ہے۔ (ت)

عزیز! یہ نکتہ بہت کارآمد ہے، اور اکثر اوہام و شبہات کارَد۔ فاحفظ تحفظ و تحظی من الرشد باوفی حظ (اسے یاد رکھوگے تو محفوظ رہوگے اور ہدایت سے بھرپور حصہ پاؤگے۔ ت)

نوع دوم: مخالفات مولوی صاحب وہم مذہبانِ مولوی صاحب میں۔ یہاں اس امر کا ثبوت ہوگا کہ مولوی صاحب کی تحریر مذہب منکرین سے بھی موافق نہیں۔ بوجوہ عدیدہ واصول وفروع طائفہ جدیدہ سے صریح مخالفت اور مذہب مہذب اہل حق سے بعض باتوں میں گونہ موافقت فرمائی ہے۔ پھر یہی نہیں کہ صرف ہم مذہبوں ہی سے خلاف ہوں اور خود مولوی صاحب ان مخالفات کا بخوشی التزام فرمالیں۔ نہیں، نہیں، بلکہ بہت وہ بھی ہیں جو نادانستہ سرزد ہوگئیں کہ ظاہر ہوئے پر خود بھی آپ کو گوارانہ ہوں۔اور اگر تسلیم فرمالیں تو اس سے کیا بہتر۔ دیکھئے تو، یہیں کتنے مسائل نزاعیہ طے ہوئے جاتے ہیں۔

مخالفت (۱): مولوی صاحب فرماتے ہیں: زیارتِ قبور مومنین خاصۃً بزرگان دین مندوب و مسنون ہے۔ یہ خصوصیت ہمارے طور پر بیشک حق، مگر صاحب مائۃ مسائل کے بالکل خلاف۔ انھوں نے جو قسم زیارت شرعًا بلا کراہت جائز مانی اس میں مزاراتِ عالیہ حضرات اولیا اور ہر شرابی زناکار کی قبر یکساں جانی۔ **حیث قال** (ان کے الفاظ یہ ہیں):

دریں قسم زیارت کردن قبر ولی وغیر ولی وشہید وغیر شہید وصالح وفاسق وغنی وفقیر برابر است[2]۔	اس قسم میں ولی، غیر ولی، شہید، غیر شہید، صالح، فاسق، غنی اور فقیر سب کی قبر کی زیارت یکساں ہے۔ (ت)

پھر اس برابری پر بھی صبر نہ آیا۔ آگے الٹی ترقی معکوس کرکے فرمایا:

بلکہ زیارت قبور اغنیاء وملوک زیادہ تر عبرت حاصل می گردد۔[3]	بلکہ مالداروں اور بادشاہوں کی قبروں کی زیارت سے زیادہ عبرت حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

مطلب یہ کہ جس عــہ فائدہ کے لیے شرع نے زیارت قبور جائز کی ہے وہ مزارات اولیاء میں ہر گز ایسا نہیں

عــہ: **اقول: وباللہ التوفیق** ان مردعاقل محرر مائۃ مسائل سے پوچھنا چاہئے کہ اگر (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۰۳
[2] مائۃ مسائل سوال سیزدہم مکتبہ توحید وسنۃ پشاور ص ۲۴۔ ۲۳
[3] مائۃ مسائل سوال سیزدہم مکتبہ توحید وسنۃ پشاور ص ۲۳۔ ۲۴

جیسا روپے والوں کی قبروں میں ہے۔ توآدمی کو چاہئے کہ وہیں جائے جہاں دوآنے زیادہ پائے، **انّاللہ وانا الیہ راجعون**

مخالفت (۲): مولوی صاحب وقت زیارت قبور درود و فاتحہ پڑھ کر اموات کو ثواب بخشا مندوب ومسنون فرماتے ہیں۔ بہت اچھا، قرآن وحدیث سے درود فاتحہ کی خصوصیت ثابت کردکھائیں، یاقرون ثلاثہ میں اس تخصیص کا رواج بتائیں، ورنہ ندب واستنان درکنار اصول طائفہ پر **کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار**[1] میں داخل ٹھہرائیں۔

مخالفت (۳): سوال سائل میں درود وفاتحہ دونوں کامعًاپڑھنامذکور تھااوراسی پر حضرت کاجواب وراد۔ بالفرض اگرفرداًفرداًان کا پڑھنا ثابت بھی فرمالیں تواصول طائفہ پرہیأت اجتماعیہ محل میں کلام رہیں گے۔ اس بناپر آپ کو حکم بدعت دینا تھا۔ یا تسلیم فرمایئے کہ بعد حسن احاد حسن مجموعہ میں کلام نہیں جب تک خصوصی اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تمھارا بیان حق ہے تو واجب تھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر قبور اُحد وبقیع پر سو بار رونق افروز ہوئے تو بادشاہوں جباروں کے مقابر پر دو سو بار تشریف لے گئے ہوتے تاکہ امت کو اختیار نفع وافضل کی طرف ارشاد فرمائے یا نہ سہی۔ برابر ہی سہی، کم ہی سہی، کبھی ہی سہی، ایک ہی بار ثابت کردو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعلی علیہ وسلم کسی بادشاہ کی خاک پر تشریف فرماہوئے ہوں یا قبر غنی کی بوجہ غناء تخصیص فرمائی ہو پھر سخت عجب ہے کہ جس خاص امر کے لیے حضور نے زیارت قبور جائز فرمائی اس کا حصول جہاں بیشتر اور منفعت شرعیہ اتم واوفر اُسی کو دائمًا ترک فرمائیں نہ وہ صحابہ کرام میں ہرگز رواج پائے۔ پھر ہر قرن وطبقہ کے اہل اسلام ہمیشہ زیارت مزارات صلحاء کا اہتمام واعتنار کھیں، نہ یہ کہ فلاں بادشاہ یا سیٹھ کی گور پر چلو وہاں نفع زائد ملے گا۔ حق یہ ہے کہ مزارات عالیہ حضرات اولیاء کرام قدست اسرارہم پر امر عبرت میں بھی ترجیح، ممنوع او رمشروعیت زیارت کی غرض اس میں منحصر ہونا قطعًا باطل ومدفوع، خود انھیں حضرت کی مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ کی بعض عبارات مقصد سوم میں ملیں گے۔ جوظاہر کردیں گی کہ صاحب مائۃ مسائل نسی ماقدمت یداہ (پہلے جوکچھ لکھ چکے اسے بھول گئے۔ ت) **واللہ سبحانہ وتعالٰی علم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی** (م)

---

[1] الدر المنثور بحوالہ مسلم وغیرہ تحت آیت من یھدی اللہ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران ۳/ ۱۴۷

مخالفت (۴): متکلمین طائفہ کی تقریریں گواہ کہ جو فعل فی نفسہٖ حسن ہو مگر عوام میں ان کے زعم پر خلط مفاسد کے ساتھ جاری۔ وہ اصل کو ممنوع ٹھہراتے ہیں، نہ کہ مفاسد سے منع۔ اور اصل کی تجویز کریں، جب آپ کے نزدیک زیارت مزارات متبرکہ بطور شرک رائج کہ استمداد مذکور شائع وشہور۔ تو اصول طائفہ پر اصل زیارت کو حرام کہنا تھا۔ نہ مندوب ومسنون۔

مخالفت (۵): مولوی اسحاق مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں:

اذان دادن بعد از دفن بدعت ومکروہ است زیراکہ معہود از سنت نیست وانچہ معہود از سنت نیست بموجب روایات کتب فقہ مکروہ می باشد۔ وعبارۃ الکتب ھذا یکرہ عند القبر مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الازیارتہ والدعاء عندہ قائما کما فی فتح القدیر والبحر الرائق والنھر الفائق والفتاوی العالمگیری[1]۔	دفن کے بعد اذان دینا بدعت اور مکروہ ہے اس لیے کہ سنت سے معہود نہیں۔ اور جو کچھ سنت سے معہود نہ ہو کُتب فقہ کی روایات کے مطابق مکروہ ہوتا ہے اور کتابوں کی عبارت یہ ہے قبر کے پاس جو سنت سے معہود نہیں مکروہ ہے۔ اور سنت سے معہود صرف یہ ہے کہ زیارت اور وہاں کھڑے ہو کر دعا ہو جیسا کہ فتح القدیر، البحر الرائق، النہر الفائق اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے (ت)

اگرچہ ان عبارات کا مطلب جو صاحبِ مائۃ مسائل نے ٹھہرایا انھیں کتابوں کی بہت عبارتوں سے مردود۔ مگر عجب ہے کہ جناب نے اس کلیہ پر عمل فرما کر وقتِ زیارت درود وفاتحہ پڑھ کر ثواب بخشنے کو کیوں نہ مکروہ فرمایا:

مخالفت (۶): جناب نے امتناع رویت وسماع کو ان حجب عدیدہ کی حیلولت پر مبنی فرمایا یہ ابتنٰی باعلٰی ندامنادی کہ اموات کو فی انفسہم قوت سمع وابصار حاصل ہے مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت وصورت کا ادراک نہیں ہوتا ورنہ اگر خود ان میں راسًا یہ قوتیں نہ ہوتیں تو بنائے کار حیلولت پر رکھنی محض بے معنی، دیوار بیت کی نسبت کوئی نہ کہے گا کہ باہر کی چیزیں اس وجہ سے نہیں دیکھتے کہ بیچ میں آڑ ہے۔ اب متکلمین طائفہ سے استفسار ہوجائے کہ وہ اس تخصیص کے مقر ہوں گے یا راسًا منکر۔ معلم ثانی منکرین ہند یعنی مولوی اسحاق دہلوی سے سوال ہوا: سماعت موتٰی سوائے سلام جائز است (سوائے سلام کے مردے کا سننا جائز ہے؟۔ت) جواب دیا ثابت نیست[2] (ثابت نہیں۔ت) کیا آدمی اسی وقت میّت ہوتا ہے جب قبر میں رکھ کر مٹی دے دیں۔

---

[1] مائۃ مسائل سوال بست وہشتم مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۶۹

[2] مائۃ مسائل سوال بست وششم مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۵۱،۵۰

مخالفت (۷): جب آپ کے نزدیک مانع ادراک حیلولت خاک۔ تو جب تک مٹی نہ دی ہو یا جہاں دفن ہے اس طرح کرتے ہوں کہ باہر کی آواز اندر جانے سے روک نہ ہو، جیسے علامہ ابن الحاج مدخل میں اہل مصر کا رواج بتاتے ہیں کہ اموات کی قبریں نہیں بناتے بلکہ تہ خانوں میں رکھ کر آتے ہیں اور ان کے لیے دروازے ہوتے ہیں جب چاہو اندر جاؤ باہر آؤ۔ وہاں کے لیے حکم الٰہی ارشاد ہو۔ اگر ایسی جگہ کوئی یوں پکارے اور اموات سے دعا کرنے کو کہے تو قطعًا مشرک یا شائبہ وشبہہ شرک میں گرفتار ہوگا یا نہیں، متکلمین طائفہ تو ہر گز نہ مانیں گے آپ اپنے کلام کا لحاظ فرمائیں۔

مخالفت (۸): الحمد اللہ کہ جناب کا طرز کلام اول سے آخر تک شاہد عدل کہ آیت کریمہ **اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى**[1] کو نفی سماع سے کچھ علاقہ نہیں، نہ ہر گز اس سے یہ مفہوم۔ ورنہ کلام جناب کلام اللہ کے صریح خلاف ہوگا۔

اوّلًا آیہ کریمہ یقینا عام، پس اگر اس سے نفی سماع مستفاد ہو تو قطعًا سلب کلی پر دلالت کرے گی۔ پھر آپ ارشاد ربّانی کے خلاف بعض اموات کے لیے ایجاب کیونکر کہہ سکتے ہیں۔

ثانیًا اس تقدیر پر مفاد آیت یہ ہوگا کہ نفس موت منافی سماع ہے۔ نہ یہ کہ موتٰی کو اصل قوت حاصل اور عدم ادراک بوجہ حائل۔ پھر آپ کیونکر برخلاف قرآن حیلولت حجب پر بنائے کار رکھتے ہیں۔

لاجرم واضح ہوا کہ آیہ کریمہ کے صحیح معنی ذہن سامی میں ہیں اور آپ خوب سمجھ چکے ہیں کہ اس میں نفی سماع کا اصلًا ذکر نہیں **کما ھوا الحق الناصع** (جیسا کہ یہی حق خالص ہے۔ ت) اور عجب نہیں کہ اسی لیے آپ نے آیہ کریمہ کا ذکر نہ فرمایا، ورنہ اسی کے ہوتے بیگانہ باتوں کی کیا حاجت ہوتی۔ لہذا فقیر نے بھی اس بحث کو بشرطیکہ مولوی صاحب جواب میں اس کی طرف رجعت فرمائیں جواب الجواب پر محمول رکھا۔ **واللہ الموفق**۔

مگر ازانجا کہ مقام خالی نہ رہے بتوفیقہ تعالٰی بعض جوابوں کی طرف اشارہ کروں۔ **فاقول وباللہ استعین** (میں تو کہتا ہوں اور خدا ہی سے مدد کا طالب ہوں۔ ت)

جواب اوّل: آیت کا صریح منطوق نفیِ اسماع ہے۔ نہ نفی سماع، پھر اسے محل نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیر اس کی آیہ کریمہ **اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ**[2] ہے۔ اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا **وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ**[3] یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے۔ یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا:

---

[1] القرآن ۸۰/۲۷

[2] القرآن ۵۶/۲۸

[3] القرآن ۲۷۲/۲

اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ[1] (بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے۔ت) وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سُننا تمھاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

الاٰیۃ من قبیل اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ[2]۔	یہ آیت اس آیت کی قبیل سے ہے۔ بیشک تم ہدایت نہیں دیتے مگر خدا دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔(ت)

جواب دوم: نفی سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعًا بمعنی سمعِ قبول وانتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے، وہ میری نہیں سنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ صاف یہی کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں، اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا، آیہ کریمہ میں اسی معنے کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ کہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیہ کریمہ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل:

اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾[3]۔	تم نہیں سناتے مگر انھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

اور پُر ظاہر کہ پند ونصیحت سے نفع حاصل کا وقت یہی زندگی دنیا ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل قیامت کے دن سہی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ[4] (کیا اب جبکہ اس سے پہلے نافرمان ہے۔ت) تو حاصل یہ ہو کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھایئے نہیں مانتے۔ علّامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا:

السماع المنفی فی الایت بمعنی السماع النافع وقد اشار الٰی ذلك الحافظ الجلال السیوطی بقولہ ؎ سماع موتی کلام الخلق قاطبۃ حق قد جاءت بہ عندنا الاثار فی الکتب	آیت میں جس سننے کی نفی کی گئی ہے وہ سماع نافع کے معنی پرہے، اور اس کی طرف حافظ جلال الدین السیوطی نے اپنے اس کلام سے اشارہ فرمایا ہے: ؎ مردوں کا کلام مخلوق سننا حق ہے، اس سے متعلق ہمارے پاس کتابوں میں آثار وارد ہیں۔

---

[1] القرآن ۳۵/ ۲۲
[2] مرقاۃالمصابیح باب حکم الاسراء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵۱۹/۷
[3] القرآن ۸۱/۲۷
[4] القرآن ۹۱/۱۰

وآیت النفی معناھا سماع ھدی لایقبلون ولا یصغون للادب[1]۔	اور آیت نفی کا معنی سماع ہدایت ہے یعنی وہ قبول نہیں کرتے اور ادب کی بات پر کان نہیں دھرتے۔ (ت)

امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیہ سورہ فاطر میں فرمایا:

شبہ الکفار بالموتی حیث لاینتفعون بمسموعھم[2]۔	کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وہ جو سنتے ہیں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ (ت)

مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

النفی منصب علی نفی النفع لاعلی مطلق السمع[3]۔	مطلق سننے کی نفی نہیں بلکہ معنٰی یہ ہے کہ ان کا سننا نفع بخش نہیں ہوتا۔ (ت)

جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے، موتٰی سے، موتٰی کون ہے؟ ابدان، کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں، اہل سنت وجماعت کا یہی مذہب ہے جس کی تصریحات بعونہ تعالٰی تمہید وفصلہ اول ودوم، نوع اول مقصد سوم میں آئیں گی۔ ہاں کسی سے نفی فرمائی؟ من فی قلبور سے یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں کون ہے؟ جسم، کہ روحیں تو علّیّین یا جنّت یا آسمان یا چاہِ زمزم وغیرہا مقامات عزوکرام میں ہیں، جس طرح ارواح کفار سجّین یا نار وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت وآلام میں۔ امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

لاندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی وھو الروح[4]۔	ہم یہ دعوٰی نہیں کرتے کہ جو موت سے متصف ہے وہی سننے سے بھی متصف ہے، مرنے کے بعد سننا ایک ذی حیات کا کام ہے جو روح ہے۔ (ت)

شاہ عبدالقادر صاحب برادر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیر کریمہ ومانانت بمسمع من القبور فرماتے ہیں:
حدیث میں آیا ہے کہ "مردوں سے سلام علیک کرو، سنتے ہیں، بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سُن سکتا ہے[5]۔

[1] السیرۃ الحلبیۃ باب غزوۃ الکبرٰی المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۲/ ۱۸۲
[2] تفسیر مدارک التنزیل تحت سورہ ۳۵ آیت ۲۲ دارالکتاب العربیۃ بیروت ۳/ ۳۳۹
[3] مرقاۃ المصابیح باب حکم الاسراء مکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ ۷/ ۵۱۹
[4] شفاء السقام الباب التاسع الفصل الخامس نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۵۹
[5] موضح القرآن تحت سورہ ۳۵ آیت ۲۲ ناشران قرآن مجید لمٹیڈ، اردو بازار لاہور ص ۶۹۷

یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعہ کلام علماء ذہن فقیر میں آئے تھے، پھر ان کی تصریحیں کلمات علماء میں دیکھیں کما سمعت وللہ الحمد (جیسا کہ آپ نے سنا اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے۔ت) اور ابھی ائمہ علماء کے جواب اور بھی ہیں:

وفیما ذکرنا کفایۃ لمن القی السمع وھو شھید ان اللہ یسمع من یشاء ویھدی الی صراط الحمید۔	اور جو ہم نے بیان کیا وہ کافی ہے اس کے لیے جو کان لگائے اور متوجہ ہو۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور ذات حمید کے راستے کی ہدایت دیتا ہے (ت)

مخالفت (۹): سائل نے مطلق کہا تھا ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا جو اپنے ارسال واطلاق سے شہر میں جانے اور سفر کرکے جانے دونوں کو شامل، کمالایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) اور آپ نے بھی یونہی بر سبیل اطلاق زیارت قبور کی تحسین فرمائی اور سند میں حدیث بھی وہ ذکر کی جس میں امر بزیارت مطلق وارد۔ یہ اطلاقات مذہب جمہور اہل حق سے تو بیشک موافق، مگر مشرب طائفہ میں آپ پر لازم تھا کہ بلاسفر کے قید لگادیتے، ورنہ سائل ودیگر ناظرین اگر اطلاق دیکھ کر زیارت مزارات کو جانا مطلق جائز سمجھے تو مانعین کے نزدیک ان کا یہ وبال اطلاق فتوٰی کے ذمہ رہے گا۔

المقصد الثانی فی الاحادیث

(مقصد دوم احادیث میں)

اگرچہ حیات وادراک وسماع وابصار ارواح میں احادیث وآثار اس درجہ کثرت ووفور سے وارد جن کے استیعاب کو ایک مجلد عظیم ودفتر ضخیم درکار اور خود ان کے احاطہ واستقصا کی طرف راہ کہاں، مگر یہاں بقدر حاجت صرف ساٹھ حدیثوں پر اقتصار اور مثل مقصد اول اس میں بھی دونوں پر انقسامِ گفتار۔

نوع اول: بعد موت بقائے روح وصفات وافعال روح میں، یہاں وہ حدیثیں مذکور ہوں جن سے ثابت کہ روح فنا نہیں ہوتی اور اس کے افعال وادراکات جیسے دیکھنا، بولنا، سننا، آنا جانا، چلنا پھرنا، سب بدستور رہتے ہیں، بلکہ اس کی قوتین بعد مرگ اور صاف وتیز ہوجاتی ہیں، حالت حیات میں جو کام ان آلاتِ خاکی یعنی آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان سے لیتے تھے اب بغیر ان کے کرتی ہے۔ اگرچہ جسم مثالی کی یادآوری سہی، ہر چند اس مطلب نفیس کے ثبوت میں وہ بے شمار احادیث وآثار سب حجۃ کافیہ دلائل شافیہ جن میں:

(۱) بعد انتقال عقل وہوش بدستور رہنا۔ **(۲)** روح کا پس از مرگ آسمانوں پر جانا۔

(۳) اپنے رب کے حضور سجدے میں گرنا۔ (۴) فرشتوں کو دیکھنا۔
(۵) ان کی باتیں سننا۔ (۶) ان سے باتیں کرنا۔
(۷) اپنے منازل جنّت کا پیشِ نظر رہنا۔ (۸) نیک ہمسایوں سے نفع پانا۔
(۹) بدہمسایوں سے ایذا اٹھانا۔ (۱۰) ملائکہ کا ان کے پاس تحفے لانا۔
(۱۱) ان کی مزاج پرسی کو آنا۔ (۱۲) ان کا منتظرِ صدقات رہنا۔
(۱۳) قبر کا ان سے بزبان فصیح باتیں کرنا۔ (۱۴) ان کے منتہائے نظر تک وسیع ہونا۔
(۱۵) زندوں کے اعمال انھیں سنائے جانا۔ (۱۶) نیکیوں پر خوش ہونا، بُرائیوں پر غم کرنا۔
(۱۷) پسماندوں کے لیے دعائیں مانگنا۔ (۱۸) ان کے ملنے کا مشتاق رہنا۔
(۱۹) روحوں کا باہم ملنا جلنا۔ (۲۰) ہرگونہ کلام کے دفتر کُھلنا۔
(۲۱) منزلوں کی فصل سے آپس کی ملاقات کو جانا (۲۲) اگلے اموات کا مُردہ نو کے استقبال کو آنا۔
(۲۳) اس کا گزرے قریبوں کو دیکھ کر پہچاننا، ان سے مل کر شاد ہونا۔
(۲۴) ان کا اس سے باقی عزیزوں دوستوں کے حال پوچھنا۔ (۲۵) آپس میں خوبی کفن سے مفاخرت کرنا۔
(۲۶) بُرے کفن والے کا ہم چشموں میں شرمانا۔ (۲۷) اپنے اعمال حسنہ یا سیّئہ کو دیکھنا۔
(۲۸) ان کی صحبت سے انس وفرحت یا معاذ اللہ خوف ووحشت پانا۔
(۲۹) عالم دین کا علم شریعت (۳۰) اہلسنت کا مذہب سنّت
(۳۱) مسلمان کے دل خوش کرنے والے کا اس سرور وفرحت سے صحبت دلکشا رکھنا۔
(۳۲) تالیِ قرآن کا قرآن عظیم کی پاکیزہ طلعت سے صحبت دلکشا رکھنا
(۳۳) دشمنانِ عثمان کا اپنی قبروں میں عیاذًا باللہ دجال پر ایمان لانا۔
(۳۴) نیک بندوں کا خدمتِ اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعباد اللہ الصالحین میں حاضر ہونا۔
(۳۵) اپنی قبور میں نمازیں پڑھنا۔ (۳۶) حج کرنا لبیک کہنا
(۳۷) تلاوت قرآن میں مشغول رہنا۔ (۳۸) بلکہ ملائکہ کا انھیں تمام وکمال قرآن عظیم حفظ کرانا۔
(۳۹) اپنے رب جل جلالہ، سے باتیں کرنا۔ (۴۰) رب تبارک وتعالٰی کا ان سے کلامِ جانفزا فرمانا۔
(۴۱) بیل اور مچھلی کا لڑتے ہوئے ان کے سامنے آنا تماشا دیکھ کر جی بہلانا،
(۴۲) جنّت کی نہروں میں غوطے لگانا۔

(۴۳) جو تلاوت قرآن میں مشغول مرے قرآن عظیم کا ہر وقت ان کی دلجوئی فرمانا، ہر صبح وشام ان کے اہل وعیال کی خبریں انھیں پہنچانا۔

(۴۴) دودھ پیتے شہزادے کا انتقال ہوا، جنت کی دائیاں مقرر ہونا، مدّت رضاعت تمام فرمانا۔

(۴۵) نیکوں کا شوق قیامت میں جلدی کرنا۔ **(۴۶)** بدوں کا نام قیامت سے گھبرانا۔

(۴۷) مقتولان راہِ خدا کے دل میں دوبارہ قتل کی آرزو ہونا۔

(۴۸) مسلمانوں کا سبز یا سپید پرندوں کے روپ میں جہاں چاہنا اُڑتے پھرنا۔

(۴۹) جنّت کے پھل پانی کھانا پینا۔

(۵۰) سونے کی قندیلوں میں عرش کے نیچے بسیرا لینا۔ اللھم ارزقنا۔

اور ان کے سوا بہت سے امور وارد ہوئے۔ جو ان کے علم وادراک وسمع وبصر وکلام سیر وغیرہا صفات واحوال حیات پر برہان ساطع، بلکہ تمام آیات واحادیث عذاب قبر ونعیم قبر اس مدعا پر حجت قاطع، جسے ان تمام باتوں پر اطلاع تفصیل منظور ہو تصانیف ائمہ دین خصوصًا کتاب مستطاب شرح الصدور بکشف حال الموتی والقبور تصنیف لطیف امام اجل خاتمہ الحفاظ المحققین امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ، المکین کی طرف رجوع کرے۔ مگر میں اس نوع میں صرف چند حدیثیں ذکر کروں گا جن میں ارواح کا بعد انتقال، اہل دنیا کو دیکھنا، ان سے باتیں کرنا، ان کی باتیں سننا اور اسی قسم کے امور متعلقہ بدنیا مذکور ہیں، اور ان میں بھی وقائع جزئیہ نہ لکھوں گا کہ کوئی کہے واقعۃ حال لا عموم لھا (ایک واقعہ ہے جو عام نہیں ہوتا۔ ت) اگرچہ دقیق النظر کو ان سے دلیل کی ترتیب اور اتمام تقریب دشوار نہ ہو۔ معہذا پھر ان میں وہ اکثر جن کا ایراد موجب اطالت، لہٰذا صرف انھیں بعض امور کلیہ کی روایت پر اقتصار چاہتا ہوں، جو ایک عام طور پر حال ارواح میں وارد ہوئے۔ میرے لیے ان احادیث نوع اول میں دو غرضیں ہیں:

اولاً جب بعد فراق بدن ان کا علم وادراک وسمع وبصر ثابت ہوا تو یہ بعینہٖ مسئلہ مقصودہ کا ثبوت ہے کہ اسی وقت سے نام میّت ان پر صادق ہوتا ہے۔ قبر میں بند ہونے نہ ہونے کو اس میں دخل نہیں، تو عام منکرین پر حجت ہوں گے۔

ثانیاً جب ان سے ثابت ہوگا کہ روح بعد موت اپنے صفات وافعال پر باقی۔ اور ان آلات جسمانیہ سے مستغنی، تو اس وقت خاص مولوی صاحب کے مقابل یوں گزارش ہوسکتی ہے کہ جس پر جناب مٹی وغیرہ کے حائل وحجاب دیکھ رہے ہیں وہ جسم خاکی ہے نہ کہ روح پاک، اور سمع وبصر وعلم وخبر جس کے اوصاف ہیں وہ جان پاک ہے نہ کہ یہ تودہ خاک۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث (۱): امام اجل عبداللہ بن مبارک وابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ [عــہ] بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما

عــہ: صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲منہ (م)

سے موقوف اور امام اجل احمد بن حنبل اپنی مسند اور طبرانی معجم الکبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مرفوعًا راوی:

والموقوف ابسط لفظا واتم معنی وانت تعلم انه فی الباب کمثل المرفوع وھذا لفظ امام ابن المبارك قال ان الدنیا جنة الکافر وسجن المؤمن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسه کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منه فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیھا[1]۔ولفظ ابی بکر ھکذا الدنیا سجن المومن وجنة الکافر فاذا مات المومن یخلی سربه یسرح حیث شاء[2]۔	(اور حدیث موقوف لفظًا زیادۃ مبسوط اور معنًا زیادہ تام ہے۔ اور معلوم ہے کہ اس باب میں موقوف بھی مرفوع کا حکم رکھتی ہے۔ اور یہ روایت امام ابن مبارک کے الفاظ ہیں۔ ت) بیشک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی زندان ہے، اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اب اس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔(اور روایت ابوبکر کے الفاظ یہ ہیں۔ت) دنیا مسلمان کا قید خانہ اور کافر کی بہشت ہے۔ جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔

حدیث (۲): سیدی محمد علی ترمذی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ماشبھت خروج المومن من الدنیا الامثل خروج الصبی من بطن امه من ذٰلك الغم والظلمة الٰی روح الدنیا[3]۔	یعنی دنیا سے مسلمان کا جانا عــه ایسا ہے جیسے بچے کا ماں کے پیٹ سے نکلنا اس دم گھٹنے اور اندھیری کی جگہ سے اس فضائے وسیع دنیا میں آنا۔

عــه **فائدہ**: اسی کے موید دو حدیثیں اور ہیں مرسل سلیم بن عامر و بن دینار سے اخرجھا ابن ابی الدنیا (ابن ابی الدنیا نے ان دونوں کو روایت کیا ہے۔ت) (م)

---

[1] کتاب الزہد لابن مبارک حدیث ۵۹۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۱

[2] المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۱۶۵۷۱ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳/ ۳۵۵

[3] نوادر الاصول الاصل الثالث والخمسون فی ان الکبائر لا تجامع دار صادر بیروت ص ۷۵

اسی لیے علماء فرماتے ہیں دنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے جو رحمِ مادر کو دنیا سے۔ پھر برزخ کو آخرت سے یہی نسبت ہے جو دنیا کو برزخ سے۔ اب اس سے برزخ ودنیا کے علوم وادراک میں فرق سمجھ لیجئے، وہی نسبت چاہئے جو علم جنین کو علکم اہل دنیا سے، واقعی روح طائر ہے اور بدن قفس، اور علم پرواز، پنجرے میں پرندکی پَر فشانی، کتنی؟ ہاں، جب کھڑکی سے باہر آیا اس وقت اس کی جولاناں قابل دید ہیں،

حدیث (۳): صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا وصف الجنازۃ واحتملھا الرجال علٰی اعناقھم، فان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت لاھلھا یا ویلھا ان تذھبو بھا بسمع صوتھا کل شیئ الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق[1]۔	جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اسے اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں، اگر نیک ہوتا ہے کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ، اور اگر بد ہوتا ہے کہتا ہے ہائے خرابی اس کی کہاں لیے جاتے ہو، ہر شے اس کی آواز سنتی ہے مگر آدمی کہ وہ آدمی وہ سُنے تو بیہوش ہوجائے۔ (ت)

اقول: اگرچہ اہلسنت کا مسلک ہے کہ نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول ہوں گے۔ جب تک کہ اس میں محذور نہ ہو۔ لہٰذا ہم اس کلام جنازہ کو یوں بھی کلام حقیقی پر محمول کرتے ہیں، مگر بحمد اللہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان پچھلے لفظوں سے نص کر مفسر فرمادیا کہ ہر شے اس کی آواز سنتی ہے اب کسی طرح مجال تاویل وتشکیک باقی نہ رہی، وللہ الحمد!

حدیث (۴): ابوداؤد طیالسی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا روایت کیا: **اذا وضع المیّت علٰی سریرہ**[2]۔ الحدیث مانند حدیث ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حدیث (۵): امام احمد وابن ابی الدنیا وطبرانی ومروزی وابن مندہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان المیّت یعرف من یغسلہ ویحملہ ومن یکفنہ ومن یدلیہ فی حفرتہ[3]۔	بیشک مُردہ پہچانتا ہے اسے کو غسل دے اور جو اٹھائے اور جو کفن پہنائے اور جو قبر میں اتارے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب قول المیّت وھو علی الجنازۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۶

[2] مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث ۲۳۳۶ دارالفکر بیروت ص ۳۰۷

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید خدری دارالفکر بیروت ۳/۳

حدیث (۶): ابوالحسن بن البراء کتاب الروضہ میں بسند خود عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن میّت یموت الاوھو یعرف غاسله وینا شد حامله ان کان بُشّر بروح وریحان وجنة نعیم ان یجعله وان کان بشر بنزل من حمیم وتصلیة جحیم، ان یحبسه[1]۔	ہر مردہ اپنے نہلانے والے کو پہچانتا اور اٹھانے والے کو قسمیں دیتا ہے اگر اسے آسائش اور پھولوں اور ارام کے باغ کا مژدہ ملا، تو قسم دیتا ہے مجھے جلد لے چل، اور اگر آبِ گرم کی مہمانی اور بھڑکتی آگ میں جانے کی خبر ملتی ہے قسم دیتا ہے مجھے روک رکھ۔

حدیث (۷): ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن میّت یوضع عیل سریرہ فیخطی به ثلٰث خطوات الاتکلم بکلام یسمع من شاء الله الاّ الثقلین الجن والانس یقول یا اخوتاہ ویاحملة نعشاہ لاتغر نکم الدنیا کما غرتنی ولا یلعبن بکم الزمان کما لعب بی خلفت ما ترکت لورثتی والدیان یوم القٰیمة یخاصمنی ویحاسبنی وانتم تشیعونی وتدعونی[2]۔	جب مردے کو جنازہ پر رکھ کر تین قدم لے چلتے ہیں ایک کلام کرتا ہے جسے سب سنتے ہیں، جنھیں خدا چاہے سوا جن وانس کے، کہتا ہے اے بھائیو! اے نعش اٹھانے والو! تمھیں دنیا وفریب نہ دے جیسا مجھے دیا اور تم سے نہ کھیلے جیسا مجھ سے کھیلی، اپنا ترکہ تو میں وارثوں کے لیے چھوڑ چلا اور بدلہ دینے والا قیامت میں مجھ سے جھگڑے گا اور حساب لے گا۔ تم میرے ساتھ چل رہے اور اکیلا چھوڑ آؤ گے۔

حدیث (۸): ابن مندہ راوی، حِبّان بن ابی جبلہ عــہ نے فرمایا:

بلغنی ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال ان الشهید اذا استشهد انزل	مجھے حدیث پہنچی کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کے لیے جسم نہایت خوبصورت

عــہ: یہ تابعی ثقہ ہیں رجال بخاری سے، کتاب الادب المفرد میں ۱۲ منہ (م)

[1] شرح الصدور بحوالہ کتاب الروضۃ باب معرفۃ المیّت من یغسلہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۳۹

[2] شرح الصدور کتاب القبور لابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیّت من یغسلہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

الله تعالٰی جسد اکاحسن جسد ثم یقال لروحه ادخلی فیه فینظر الٰی جسده الا ول مایفعل به ویتکلم فیظن انهم یسمعون کلامه وینظر الیهم فیظن انهم یرونه حتی یأتیه ارواجه یعنی من الحور العین فیذهبن به[1]۔	یعنی اجسامِ مثالیہ سے اترتا ہے اور اس کی روح کو کہتے ہیں اس میں داخل ہو، پس وہ اپنے بدن کو دیکھتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور کلام کرتا ہے اور اپنے ذہن میں سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی باتیں سن رہے ہیں، اور آپ جو انھیں دیکھتا ہے تو یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ بھی اسے دیکھ رہے ہیں یہاں تک کہ حور عین میں سے اس کی بیبیاں آکر اسے لے جاتی ہیں (ت)

حدیث (۹): ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی:

ان سلمان الفارسی وعبدالله بن سلام التقیا فقال احدهما لصاحبه ان لقیت ربك قبلی فاخبرنی فی ماذا لقیت، فقال اوتلقی الاحیاء الاموات، قال نعم اماالمومنون فان رواحه فی الجنة وهی تذهب حیث شاءت[2]۔	سلمان فارسی وعبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہما ملے، ایک صاحب نے دوسرے سے فرمایا: اگر آپ مجھ سے پہلے انتقال کریں تو مجھے خبر دیں کہ وہاں کیا پیش آیا، دوسرے صاحب نے پوچھا کہ کیا زندے اور مردے بھی آپس میں ملتے ہیں؟ فرمایا: ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں اور انھیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہے جائیں۔

مغیرہ بن عبدالرحمان کی روایت میں تصریح آئی کہ یہ ارشاد فرمانے والے حضرت سلمان عہ فارسی تھے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔
سعید بن منصور اپنے سُنن اور ابن جریر طبری کتاب الادب میں ان سے راوی:

قال لقی سلمان الفارسی عبدالله بن سلام فقال له ان مت قبلی فاخبرنی بما تلقی، وان مت قبلك اخبرتك الحدیث[3]۔	یعنی سلمان فارسی نے عبداللہ بن سلام سے فرمایا: اگر تم مجھ سے پہلے مرو تو مجھ خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا اور اگر میں تم سے پہلے مروں گا تو میں تمھیں خبر دونگا۔

عــــہ: صحابی، عظیم الشان الجلیل القدر صحابی ان چاروں میں سے جن کی طرف جنت مشتاق ہے ۱۲منہ سلمہ (م)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۰۳
[2] شعب الایمان حدیث ۱۳۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۲۱/۲
[3] شرح الصدور بحوالہ کتاب الادب لابن جریر خلافت اکیڈمی سوات ص ۹۸

حدیث (۱۰): ابن ابی شیبہ استادِ بخاری و مسلم اپنے مصنف میں سیدنا ابوہریرہ عــہ۱ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

لا یقبض المومن حتّٰی یرٰی البشرٰی فاذا قبض نادی فلیس فی الدار دابة صغیرة ولا کبیرة الااللّٰہ وھی تسمع صوته الاّ الثقلین الجن والانس، تعجلو ابی الٰی ارحم الراحمین فاذا وضع علٰی سریرہ قال ما ابطاء ماتمشون[1]۔ الحدیث	مسلمانوں کی روح نہیں نکلتی جب تک بشارت نہ دیکھ لے۔ پھر جب نکل چکتی ہے تو ایسی آواز میں جسے انس و جن کے سوا گھر کا ہر چھوٹا بڑا جانور سنتا ہے۔ ندا کرتی ہے مجھے لے چلو ارحم الراحمین کی طرف، پھر جب جنازے پر رکھتے ہیں کہتی ہے کتنی دیر لگا رہے ہو چلنے میں۔ الحدیث۔

حدیث (۱۱): امام احمد کتاب الزہد میں ام الدرداء عــہ۲ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ فرماتیں:

ان المیّت اذا وضع عی سریرہ فانه ینادی یااھلاہ ویاجیراناہ ویا حملة سریراہ لاتغرنکم الدنیا کما غرتنی[2] الحدیث۔	بیشک مردہ جب چارپائی پر رکھا جاتا ہے پکارتا ہے اے گھر والو، اے ہمسایوں، اے جنازہ اٹھانے والو! دیکھو دنیا تمھیں دھوکا نہ دے جیسا مجھے دیا۔

حدیث (۱۲): ابن ابی الدنیا امام مجاہد عــہ۳ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی:

اذامات المیّت فملك قابض نفسه فما من شیئ الا وھو یراہ عند غسله وعند حمله حتی یوصله الٰی قبرہ[3]۔	جب مردہ مرتا ہے ایک فرشتہ اس کی روح ہاتھ میں لیے رہتا ہے، نہلاتے اٹھاتے وقت جو کچھ ہوتا ہے وہ سب دیکھتا جاتا ہے یہاں تک کہ فرشتہ اسے قبر تک پہنچادیتا ہے۔

عــہ۱: صحابی، جلیل القدر رفیع الذکر ہیں جن کی عام شہرت ان کی تعریف سے مغنی ۱۲منہ (م)

عــہ۲: یہ دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں حضرت ابودرداء صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیبیاں ہیں، پہلی کبرٰی کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام، دوسری صغرٰی تابعیہ ثقہ فقیہ مجتہدہ رواۃ صیاح ستہ سے ہجمیہ نام رضی اللہ تعالٰی عنہا ۱۲ منہ (م)

عــہ۳: تابعی جلیل الشان امام مجتہد مفسر ثقہ علماء مکہ معظّمہ واجلہ تلامذہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سب صحاح میں ان سے روایت ہے ۱۲منہ (م)

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الزہد کلام ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳/ ۳۴۸

[2] شرح الصدور بحوالہ کتاب الزہد لاحمد باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۳۹

حدیث (۱۳): وہی عمرو بن دینار عــہ۱ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی:

مامن المیّت یموت الاّ وھو یعلم مایکون فی اھلہ بعدہ وانھم یغسلونہ ویکفونہ وانہ لینظر الیھم[1]۔	ہر مردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں کیا ہورہا ہے لوگ اسے نہلاتے ہیں کفناتے ہیں اور وہ انھیں دیکھتا جاتا ہے۔

حدیث (۱۴): ابو نعیم انہیں سے راوی:

مامن میّت یموت الاروحہ فی ید ملك ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ ویقال لہ وھو علٰی سریرہ اسمع ثناء الناس علیك[2]۔	ہر مردے کی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی جاتی ہے کیونکر غسل دیتے ہیں، کس طرح کفن پہناتے ہیں، کیسے لے کر چلتے ہیں اور وہ جنازے پر ہوتا ہے کہ فرشتہ اس سے کہتا ہے سن تیرے حق میں بھلا یا بُرا کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۵): امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا کہ امام ابن ماجہ صاحب سنن کے استاد ہیں امام اجل بکر عــہ۲ بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

بلغنی انہ مامن میّت یموت الاوروح فی ید ملك الموت فھم یغسلونہ ویکفنونہ وھو یرٰی مایصنع اھلہ فلم یقدر علی الکلام لینھاھم عن الرنۃ والعویل[3]۔	مجھے حدیث پہنچی کہ جو شخص مرتا ہے اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے، لوگ اسے غسل وکفن دیتے ہیں اور وہ دکھتا ہے کہ اس کے گھر والے کیا کرتے ہیں، وہ ان سے بول نہیں سکتا کہ انھیں شور وفریاد سے منع کرے۔

اقول: اس نہ بولنے کی تحقیق زیر حدیث ۳۵ مذکور ہوگی، ان شاء اللہ تعالٰی۔

عــہ۱: یہ بھی تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں علماء مکہ معظّمہ ورجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

عــہ۲: تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں رواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ سلمہ ربہ (م)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ عمرو بن دینار باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۳۹

[2] حلیۃ الاولیاء مترجم نمبر ۲۴۶ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۳۴۹

[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰۔ ۳۹

حدیث (۱۶): یہی امام سفیان عــہ۱ علیہ رحمۃ المنان سے راوی:

ان المیّت لیعرف کل شی حتی انہ لینا شد غاسلہ باللہ الاخففت علی قال ویقال لہ وھو علی سریرہ اسمع ثناء الناس علیک [1]۔	بیشک مردہ ہر چیز کو پہچانتا ہے یہاں تک کہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ آسانی سے نہلانا، اور یہ بھی فرمایا کہ اس سے جنازے پر کہا جاتا ہے کہ سن لوگ تیرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۷): یہی عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی عــہ۲ علیہ رحمۃ اللہ وسبحانہ وتعالٰی سے راوی:

الروح بید ملك بمشی بہ مع الجنازۃ یقول لہ اسمع ما یقال لك [2] الحدیث۔	روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اسے جنازہ کے ساتھ لے کر چلتا اور اس سے کہتا ہے سن تیرے حق میں کیا کہا جاتا ہے۔

حدیث (۱۸): یہی ابن ابی نجیح عــہ۳ سے راوی:

مامن میّت یموت الاروحہ فی ید ملك ینظر الٰی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ الٰی قبرہ [3] الحدیث۔	جو مردہ مرتا ہے اس کی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی ہے کیونکر نہلایا جاتا ہے، کیونکر کفن پنایا جاتا ہے، کیونکر قبر کی طرف لے کر چلتے ہیں۔

حدیث (۱۹): یہی ابوعبداللہ بکر مزنی عــہ۴ رحمۃ اللہ علیہ سے راوی:

حدثت ان المیّت لیستبشر بتعجیلہ	مجھ سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ دفن میں جلدی کرنے

عــہ۱: تبع تابعین ومجتہدان کوفہ ورجال ستہ سے ہیں، امام ثقہ حجت محدّث مجتہد عارف باللہ ۱۲منہ (م)

عــہ۲: یہ تابعی عظم القدر جلیل الشان میں رجال صحاح ستہ سے ۱۲منہ (م)

عــہ۳: تبع تابعین وعلمائے مکہ ورواۃِ صحاح ستہ سے ۱۲منہ (م)

عــہ۴: تابعی جلیل القدر کمامر ۱۲منہ (م)

---

[1] شرح الصدور عن سفیان باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

[2] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

[3] شرح الصدور عن ابن نجیح باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

الی المقابر [1]۔ جعلنا اللہ بمنہ وکرمہ من السرورین المستبشرین برحمۃ المسریحین بالموت بجودہ وسابغ نعمتہ اٰمین بجاہ النبی الکریم الرؤف الرحیم واٰلہ وصحبہ واولیاء امۃ افضل الصلوۃ والتسلیم عــہ۔	سے مردہ خوش ہوتا ہے۔ اللہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو اس کی رحمت سے شاداں وفرحاں ہوتے، اس کے وجود وانعام کامل کے سبب موت سے راحت پاتے ہیں، الٰہی! قبول فرما نبی کریم رؤف ورحم کی وجاہت کے صدقے، ان پر ان کی آل واصحاب اور ان کی میّت کے اولیاء پر بہترین درود وسلام ہو۔

نوع دوم: احادیث سمع وادراک اہل قبور میں، اور اس میں چند فصلیں ہیں:

فصل اول اصحاب قبور سے حیا کرنے میں:

حدیث (۲۰): اُم المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ارشاد جو مشکوٰۃ شریف میں بروایت امام احمد منقول اور اسے حاکم نے بھی صحیح مستدرک میں روایت کیا اور بشرط بخاری ومسلم صحیح کہا کہ فرماتیں:

کنت ادخل بیت الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھما فواللہ مادخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر [2]۔	میں اس مکان جنت آستان میں جہاں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مزار پاک ہے یونہی بے لحاظ ستر وحجاب چلی جاتی اور جی میں کہتی وہاں کون ہے۔ یہی میرے شوہر یا میرے باپ صلی اللہ تعالٰی علٰے زوجہاثم ابیہا ثم علیہا وبارک وسلم۔ جب سے عمر دفن ہوئے خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی عمر سے شرم کے باعث رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

فرمائیے اگر اربابِ مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا اس شرم کے کیا معنی تھے؟ اور دفن فاروق سے پہلے اس لفظ کا کیا منشاء تھا کہ مکان میں میرے شوہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا میرے باپ ہی تو ہیں غیر کون ہے!

عــہ: اس نوع کی بعض احادیث بوجہ مناسبت نوع دوم میں مذکور ہوئیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ (م)

---

[1] شرح الصدور عن بکر المزنی باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

[2] مشکوۃ المصابیح زیارۃ القبور فصل ثالث مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۵۴، مستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دارالفکر بیروت ۴/ ۷

حدیث (۲۱): ابن ابی شیبہ وحاکم حضرت عقبہ بن عامر صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ماابالی فی القبور قضیت حاجتی اما فی السوق والناس تنظرون[1]۔	یعنی میں ایک سا جانتاہوں کہ قبرستان میں قضائے حاجت کو بیٹھوں یا بیچ بازار میں کہ لوگ دیکھتے جائیں۔

مقصد ثالث میں اس کے مناسب سلیم بن عمیر سے مذکور ہوگا کہ شرمِ اموات کے باعث مقابر میں پیشاب نہ کیا حالانکہ سخت حاجت تھی۔

فصل دوم: احیاء کے آنے، پاس بٹھنے، بات کرنے سے مردون کے جی بہلنے میں ____ ظاہر ہیں کہ اگر دیکھتے، سنتے، سمجھتے نہیں تو ان امور سے جی بہلنا کیسا!

حدیث (۲۲): شفاء السقام امام سبکی وار بعین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی:

انس مایکون المیّت فی قبرہ اذازارہ من کان یحبہ فی دارلدنیا[2]۔	قبر میں مردے کازیادہ جی بہلنے کاوقت وہ ہوتاہے جب اس کا کوئی پیارازیارت کوآتاہے۔

حدیث (۲۳): ابن ابی الدنیاکتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضورپُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن رجل یزور قبر اخیہ ویجلس عندہ الاّ استأنس وردعلیہ حتی یقوم[3]۔	جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے میّت کادل اس سے بہلتاہے اور جب تک وہاں سے اٹھے مردہ اس کاجواب دیتاہے۔

حدیث (۲۴): صحیح مسلم شریف میں ہے عمروبن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا:

اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شناً ثم اقیموا حول قبری قدرما تنحر جزور ویقسم لحمھا حتی استانس بکم وانظر ماذا اراجع	جب مجھے دفن کر چکو مجھ پر تھم تھم کرآہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میر قبر کے گرداتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز ادارۃ القرآن کراچی ۳/۳۳۹

[2] شرح الصدور بحوالہ اربعین طائیہ باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۵

[3] شرح الصدور بحوالہ کتاب القبور ابن ابی الدنیا باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴

بہ رسل ربی [1]۔	یہاں تک کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسول کو کیا جواب دیتاہوں۔

فصل سوم: احیاء کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پانے میں ____ ظاہر ہے کہ افعال واحوال احیاء پر انھیں اطلاع نہیں تو ایذا پانی محض بے معنی۔

حدیث (۲۵): امام احمد بسند حسن عمارہ بن جزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا: لا تؤذ صاحب ھذا القبر یعنی اس قبر والے کو ایذانہ دے۔ یافرمایا: لاتؤذہ [2] اسے تکلیف نہ پہنچا۔ یاصاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولایؤذیك [3] (او قبر والے ! قبر سے اترآ، نہ تو صاحب قبر کوایذا دے نہ وہ تجھے)

مقصد سوم: میں اس حدیث کی شرح امام اجل حکیم ترمذی سے منقول ہوگی۔

روایت مناسبہ: ابن ابی الدنیاابوقلابہ بصری [عہ۱] سے راوی: میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اترا وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سوگیا، جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے: لقد اٰذیتنی منذ اللیلۃ اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی۔

روایت دوم: امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان [عہ۲] نہدی سے وہ ابن مینا تابعی سے راوی: میں مقبرے میں گیا، دو۲ رکعت پڑھ کر لیٹ رہا، خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کہ کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے: قم فقد اٰذیتنی اُٹھ کہ تو نے مجھے اذیت دی۔ پھر کہا کہ تم عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے

عہ۱: تابعی، ثقہ، فاضل، رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

عہ۲: اجلہ اکابر تابعین سے ہیں، زمانہ رسالت پائے ہوئے ثقہ ثبت عمائد رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

---

[1] صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ماقبلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۶

[2] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد کتاب الجنائز باب دفن المیّت مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴۹

[3] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی الکبیر باب البناء علی القبور الخ دارالکتاب بیروت ۳ / ۶۱

خدا کی قسم اگر تیری طرح دو رکعتیں میں بھی پڑھ سکتا مجھے تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہوتا[1]۔

روایت سوم: حافظ بن مندہ امام قاسم عـــہ بن مخیمرہ رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی:

اگر میں تپائی ہوئی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہوجائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں، پھر فرمایا: ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا جاگتے میں سُنا **الیك عنی یا رجل ولا تؤذنی**[2] اے شخص! الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔

حدیث (۲۶): امام مالک واحمد وابوداؤد وابن ماجہ وعبدالرزاق وسعید بن منصور وابن حبان ودارقطنی اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **واللفظ لاحمد کسر عظم المیّت واذاہ ککسرہ حیا**[3] مردے کی ہڈی توڑنی اور اسے ایذا دینی ایسی ہے جیسی زندہ کی ہڈی توڑنی۔ بعض روایات دارقطنی میں لفظ **فی الالم**[4] اور زائد درد پہنچنے میں زندہ ومردہ برابر ہیں، ذکرہ فی مقاصد الحسنۃ (اسے مقاصد حسنہ میں ذکر کیا گیا۔ت) ___ مقصد سوم میں اس کے متعلق امام ابوعمر کا قول آئے گا۔

حدیث (۲۷): دیلمی وابن مندہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

احسنوا الکفن ولاتؤذوا موتاکم بعویل ولا بتاخیر وصیة ولا بقطعیة وعجلوا قضاء دینه، واعدلوا عن جیران السوء[5]۔	کفن اچھا دو اور اپنی میّت کو چلا کر رونے یا اس کی وصیت میں دیر لگانے یا قطع رحم کرنے سے ایذا نہ پہنچاؤ اور اس کا قرض جلد ادا کرو اور برے ہمسایہ سے الگ رکھو، یعنی قبور کفار واہل بدعت وفسق کے پاس فن نہ کرو۔

عـــہ: تابعی، ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستہ سے غیر انه عندخ فی التعلیقات (البتہ امام بخاری نے تعلیقات میں اس کا ذکر کیا ہے۔

---

[1] شرح الصدور بحوالہ بیہقی فی دلائل النبوۃ باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۹

[2] شرح الصدور بحوال ابن مندہ باب تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[3] مسند احمد بن حنبل مرویات حضرت عائشہ دارالفکر بیروت ۶/ ۱۰۵

[4] المقاصد الحسنۃ حدیث ۸۰۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۶

[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۸۰۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۹۸

حدیث (۲۸): امام احمد ابوالربیع سے راوی:

کنت مع ابن عمر فی جنازۃ فسمع صوت انسان یصیح فبعث الیہ فاسکتہ فقلت لم اسکتہ یا ابا عبدالرحمن قال انہ یتاذی بہ المیّت حتی یدخل فی قبرہ[1]۔	میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں تھا کسی کے چلانے کی آواز سنی، آدمی بھیج کر اسے خاموش کرادیا، میں نے عرض کی: اے ابوعبدالرحمٰن! آپ نے اسے کیوں چپایا، فرمایا: اس سے مردے کو ایذا ہوتی ہے یہاں تک کہ قبر میں جائے۔

حدیث (۲۹): امام سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انہ رأی نسوۃ فی جنازۃ فقال ارجعن مازورات غیر مأجورات ان کن لتفتن الاحیاء وتؤذین الاموات[2]۔	یعنی انھوں نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں اور ارشاد فرمایا پلٹ جاؤ گناہ سے بوجھل ثواب سے اوجھل۔ تم زندوں کو فتنے میں ڈالتی اور مردوں کو اذیت دیتی ہو۔

تنبیہ: سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو حدیث صحیح مشہور میں فرمایا: **المیّت یعذب ببکاء الحی علیہ**[3] زندوں کے رونے سے مردے پر عذاب ہوتا ہے۔ جسے امام احمد و شیخین نے ۱عمر فاروق و ۲عبداللہ بن عمرو ۳مغیرہ بن شعبہ، اور ابویعلٰی نے ۴ابوبکر صدیق و ۵ابوہریرہ، اور ابن حبان نے ۶انس بن مالک و ۷عمران بن حصین اور طبرانی نے ۸سمرہ بن جندب سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، ایک جماعت ائمہ کے نزدیک اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ زندوں کے چلانے سے مردوں کو صدمہ ہوتا ہے۔ امام اجل سیوطی نے شرح الصدور میں اس معنٰی کو ایک حدیث مرفوع سے مؤید کرکے فرمایا امام ابن جریر کا یہی قول ہے، اور اسی کو ایک گروہِ ائمہ نے اختیار فرمایا، پھر اس کی تائید میں یہ دو۲ حدیثیں ابن مسعود وابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کی کہ ہم نے بیان کیں۔ ذکر فرمائیں، اس تقدیر پر ارشاد اقدس **المیّت یعذب**، الحدیث کی آٹھوں روایتیں بھی یہاں شمار کے قابل تھیں مگر ازانجا کہ علماء کو اس کے معنی میں بہت اختلاف ہے۔ نہ ہمارا قصد وحصر واستیعاب۔ لہٰذا انہیں معدود نہ کیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔

حدیث (۳۰): ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ	مسلمان کو بعد موت ایذ دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں

[1] مسند احمد بن حنبل مرویات عبداللہ بن عبدالرحمان دارالفکر بیروت ۱۳۵/۲
[2] سنن سعید بن منصور
[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۰۲/۱

فی حیاته [1]۔	اسے تکلیف پہنچائی۔

حدیث (۳۱): سعید بن منصور اپنے سنن میں راوی، کسی نے اس جناب سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما اکرہ اذی المومن فی حیاته فانی اکرہ اذاہ بعد موته [2]۔	مجھے جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یونہی مُردہ کی۔

حدیث (۳۲): طبرانی عبدالرحمٰن بن علا بن لجلاج سے ان کے والد علا (عہ) رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ان سے فرمایا:

یابنی اذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللہ وعلی ملة رسول ثم شن لی التراب شنا ثم اقرأ عند راسی بفاتحه القبرة وخاتمها فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ذلک [3]۔	اے میرے بیٹے! جب مجھے لحد میں رکھے بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ کہنا۔ پھر مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا، پھر میرے سرہانے سورہ بقرہ کا شروع یعنی **مفلحون** تک اور خاتمہ یعنی اٰمن الرسول سے پڑھنا کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔

اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد صحیح مسلم سے ابھی گزرا کہ مجھ پر مٹی تھم تھم کر بہ نرمی ڈالنا، شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وترجمہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

چہ می دفن کنید مرا پس بنرمی وبسہولت بیندازید بر من خاک رایعنی اندک اندک زید واین اشارت است بآں کہ میّت احساس می کند ودرد ناک می شود بانچہ دردناک مے شود بآن زندہ [4]۔	جب مجھے دفن کرنا مجھ پر مٹی نرمی وسہولت سے یعنی ذرا ذرا کرکے ڈالنا، یہ اشارہ ہے اس بات کا کہ مردے کو احساس ہوتا ہے اور جس چیز سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اسے بھی ہوتی ہے۔

عـــہ: تابعی ثقہ ہیں اور ان کے بیٹے عبدالرحمان تبع تابعین مقبول الروایۃ سے دونوں صاحب رجال جامع الترمذی میں ہیں ۱۲منہ (م)

---

[1] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجنائز ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/ ۳۶۷

[2] شرح الصدور بحوالہ سنن سعید بن منصور باب تاذی المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[3] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی باب مایقول عند ادخال المیّت قبر دار الکتب العربی بیروت ۳/ ۴۴

[4] اشعۃ اللمعات کتاب الجنائز باب دفن المیّت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۷

فصل چہارم: میں وہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مُردے اپنے ائرین کو پہچانتے اور ان کا سلام سنتے اور انھیں جواب دیتے ہیں۔

حدیث (۳۳): امام ابو عمر ابن عبد البر کتاب الاستذکار والتمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن احدیمر بقبرا خیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الاعرفه ورد علیه السلام [1]۔	جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا اور اسے سلام کرتا ہے اگر وہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا اور جواب سلام دیتا ہے۔

امام ابو محمد عبدالحق کہ اجلہ علمائے حدیث سے ہیں اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں [2]، ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور والفاضل الزرقانی فی شرح المواھب (اسے امام سیوطی نے شرح الصدور میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ذکر کیا۔ت) اسی طرح امام ابو عمر سید علامہ سمہودی نے اس کی تصحیح فرمائی، ذکرہ الشیخ المحقق فی جامع البرکات وجذب القلوب (اسے شیخ محقق نے جامع البرکات اور جذب القلوب میں ذکر فرمایا ہے۔ت) امام سبکی شفاء السقام میں یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں:

ذکرہ جماعة وقال القرطبی فی التذکرة ان عبد الحق صححه ورویناہ فی الخلعیات من حدیث ابی ھریرة ایضاً [3] انتھی	اسے ایک جماعت نے ذکر کیا اور امام قرطبی نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ امام عبدالحق نے اسے صحیح کہا اور خلعیات میں اسے ہم نے حضرت ابوہریرہ کی روایت سے بھی بیان کیا ہے انتہی (ت)

قلت وستسمع ذلك (میں نے کہا: وہ حدیث آگے سنوگے)

حدیث (۳۴): ابن ابی الدنیا و بیہقی وصابونی وابن عساکر وخطیب بغدادی وغیرہم محدثین ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا مر الرجل بقبر یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام وعرفه	جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اسے سلام کرتا ہے میّت جوابِ سلام دیتا

---

[1] شرح الصدور بحوالہ التمہید لابن عبد البر باب زیارت القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴

[2] شرح الصدور بحوالہ التمہید لابن عبد البر باب زیارت القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴

[3] شفاء السقام الباب الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۸۸

واذا مر بقبر لا یعرفه فسلم علیه رد علیه السّلام [1]۔	اور اسے پہچانتا ہے، اور جب ایسی قبر پر گزرتا جس سے جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میّت اسے جواب سلام دیتا ہے [عـــہ]۔

حدیث (۳۵): امام عقیلی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال قال ابوزرین یا رسول الله ان طریقی علی الموتٰی فهل من کلام اتکلم به اذا مررت علیهم؟ قال قل السلام علیکم یا اهل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلفا ونحن لکم تبع تبعا وانا ان شاء الله بکم لاحقون قال ابوزرین یا رسول الله یسمعون قال یسمعون ولکن لایستطیعون ان یجیبوا [2]۔	یعنی ابوزرین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! میرا راستہ مقابر پر ہے۔ کوئی کلام ایسا ہے کہ جب ان پر گزروں کہا کروں، فرمایا: یوں کہہ سلام تم پر اے قبر والو! اہل اسلام اور اہل ایمان سے تم پر ہمارے آگے ہو اور ہم تمھارے پیچھے، اور ہم ان شاء اللہ تعالٰی تم سے ملنے والے ہیں، ابوزرین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! کیا مردے سنتے ہیں؟ فرمایا سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

تنبیہ نبیہ: امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

ای جوابًا یسمعه الحی والا فهم یردون حیث لایسمع [3]۔	یعنی حدیث کی یہ مراد ہے کہ مردے ایسا جواب نہیں دیتے جو زندے سن لیں ورنہ وہ ایسا جواب تو دیتے ہیں جو ہمارے سننے میں نہیں آتا۔

اقول: یہ معنی خود اسی فصل کی دو حدیث سابق سے واضح کہ ان میں تصریحًا فرمایا مُردے جواب سلام دیتے ہیں، اور اس کی نظیر وہ ہے جو حدیث ۱۵ میں بکر بن عبداللہ مزنی سے گزرا کہ روح سب کچھ دیکھتی ہے مگر

عـــہ: سمہودی گوید کہ احادیث دریںمعنی بسیار است وایں معنی درآحادست وعموم مومنین متحقق ۱۲ منہ (م)	علامہ سمہودی فرماتے ہیں اس معنی میں احادیث بہت ہیں اور یہ معنی ہونا خود ہی ثابت ہے افراد اُمت اور عام مومنین میں متحقق ہے۔ (ت)

[1] شعب الایمان حدیث ۹۲۹۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۱۷

[2] کتاب الضعفاء الکبیر مترجم ۱۵۷۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۱۹

[3] شرح الصدور باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴

بول نہیں سکتی کہ شور وفریاد سے منع کرے۔ اس کے معنٰی بھی وہی ہیں کہ اپنی بات احیاء کو سنا نہیں سکتے، ورنہ صحیح حدیثوں میں اس کا کلام کرنا وارد۔ جیسا کہ حدیث ۳ وغیرہ میں گزرا۔

تنبیہ دوم: فقیر کہتا ہے پھر یہ ہمارا نہ سُننا بھی دائمی نہیں، صدہا بندگانِ خدا نے اموات کا کلام وسلام سنا ہے۔ جن کی بکثرت روایات خود شرح الصدور وغیرہ میں مذکور۔ اور بعض اسی مقصد میں فقیر نے بھی نقل کیں اور عجب نہیں کہ ان شاء اللہ تعالٰی اپنے محل پر اور بھی مذکور ہوں۔

تنبیہ سوم: بس نافع ومہم۔

اقول: وباللہ التوفیق طُرفہ یہ ہے کہ جواب سوال نوزدہم میں صاحب مائۃ مسائل نے بھی اس حدیث کو عن القاری عن السیوطی عن العقیلی نقل کیا اور اموات کے لیے سلام احیاء کا سننا مسلّم رکھا[1]۔ اسی قدرے اپنی وہ سب جولانیاں جو زیر سوال ۲۶ کے ہیں باطل مان لیں کہ وہاں جن پانچ عبارتوں سے استناد کیا ان سب میں نفی مطلق ہے۔ اسی طرح آیہ کریمہ بفرض غلط نافی سماع ہو تو وہاں بھی سلام وکلام کچھ تخصیص نہیں، اور عبارت دوم میں تو صاف منافات موت وافہام مذکور کیا بعض جگہ متنافیین بھی جمع ہو جاتے ہیں، اور عبارت پنجم میں صریحًا لفظ جمادات موجود، پھر پتھروں کے آگے سلام کلام سب ایک سا۔ غرض اگر آیت اور ان عبارات کا وہی مطلب تو سماع سلام کی تسلیم میں ان سب استنادوں کو دفعتًا سلام ہوا جاتا ہے۔ پھر ناحق اپنے یہاں حدیث عقیلی سے استناد اور کلمات قاری وسیوطی کی سنئے گا تو بہت کچھ ماننا پڑے گا۔ ان کی تحقیقاتِ قاہرہ وتصریحات باہرہ عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی مقصد ثالث میں جگر شگاف مکابرہ واعتسفاف ہوتے ہیں، ادھر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیثوں پر کان رکھا اور ارواح گزشتگان کو جماد وسنگ ماننے کا دھرم گیا۔ ذرا خدا لگتی کہنا ایک عقیلی کی حدیث سے آپ نے سماع سلام تو تسلیم کیا، بخاری ومسلم وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز اور سلام کے سوا اور انواع کلام بھی سننا اور ان پتھروں کا اپنے زائروں کو پہچاننا، ان کا جواب سلام دینا اور ان سے اُنس حاصل کرنا، اور ان کے سوا صدہا امور جو ثابت ومذکورہ وہ کس جی سے مانئے گا، یا وہاں پھر **فالف بعض الحدیث وکان ببعض** (کسی حدیث کا الف اور کسی حدیث کا کاف لیجئے گا۔ ت) کی ٹھہرے گی، علاوہ بریں خود یہ حدیث عقیلی اس تخصیص سلام کے رَد کو کیا تھوڑی ہے۔ یہاں بھی اموات سے فقط السلام علیکم

[1] مائۃ مسائل مسئلہ ۱۹ سماعتِ موتٰی مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۴۰

نہ کہا گیا۔ ذرا آنکھیں مل کر ملاحظہ ہو آگے ان پتھروں سے کچھ کلام وخطاب بھی نظر آتے ہیں کہ تم ہمارے سلف، ہم تمھارے خلف، ہم ان شاء اللہ تعالٰی تم سے ملیں گے۔ اس سارے کلام پر ابوزرین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وہ سنتے ہیں؟ فرمایا: ہاں سنتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ اس حدیث کے بعد امام سیوطی کا وہ قول بھی نقل کر گئے کہ حدیث میں جواب نہ دینے سے یہ مراد ہے۔ ورنہ اموات واقع میں جواب دیتے ہیں سبحان اللہ سلام بھی سنیں، کلام بھی سنیں، جواب بھی دیں۔ اور پھر پتھر کے پتّھر، انا للہ وانآ الیہ راجعون۔

سچ فرمایا مولوی معنوی قدس سرہ، نے: ع

ما سمیعیم وبصیریم وخوشیم   باشمانا محرماں ماخامشیم[1]

(ہم سمیع وبصیر ہیں اور خوش ہیں مگر تم نامحرموں کے سامنے مہر بہ لب ہیں۔ت)

حدیث (۳۶): طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے اور فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لایسلم علیهم احد الا ردوا الٰی یوم القیمة[2]۔	قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا جواب دیں گے،

حدیث (۳۸): بعینہٖ اسی طرح حاکم نے صحیح مستدرک میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے تصحیح کی۔

حدیث (۳۸): حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالد مخزومی عبدالاعلٰی بن عبداللہ سے وہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیارت شہدائے احد کو تشریف لے گئے اور عرض کی:

اللهم ان عبدك ونبيك يشهد ان هٰؤلاء شهداء وانه من زارهم اوسلم عليهم الٰی يوم القٰيمة ردوا عليه[3]۔	الٰہی! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

تتمہ حدیث: عطاف کہتے ہیں میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں میں ایک بار زیارت قبور شہداء کو گئی میرے

[1] مثنوی مولوی معنوی دفتر سوم حکایت مارگیری کہ اژدہائے افسردہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۲۷
[2] شرح الصدور بحوالہ المعجم الاوسط باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۵
[3] المستدرک للحاکم کتاب المغازی دارالفکر بیروت ۳/ ۲۹

ساتھ دولڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے۔ میں نے مزارات پر سلام کیا، جواب سنا، اور آواز آئی: **واللہ انا نعرفکم کمایعرف بعضنابعضا** خدا کی قسم تم لوگوں کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو میرے بدن پر بال کھڑے ہوگئے۔ سوار ہوئی اور واپس آئی۔[1]

روایت دوم مناسب او: امام بیہقی نے ہاشم بن محمد عمری سے روایت کی: مجھے میرے باپ مدینہ سے زیارت قبور اُحد کو لے گئے، جمعہ کا روز تھا، صبح ہوچکی تھی، آفتاب نہ نکلا تھا، میں اپنے باپ کے پیچھے تھا، جب مقابر کے پاس پہنچے انھوں نے بآواز کہا: **سلامٌ علیکم بماصبر تم فنعم عقبی الدار**۔ جواب آیا: وعلیکم السلام یاابا عبداللہ۔ باپ نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! تونے جواب دیا؟ میں نے کہا: نہ۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داہنی طرف کرلیا اور کلام مذکور کا اعادہ کیا، دوبارہ ویساہی جواب ملا، سہ بارہ کیا پھر وہی جواب ہوا۔ میرے باپ اللہ تعالٰی کے حضور سجدہ شکر میں گر پڑے[2]۔

روایت سوم: ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں انھیں عطاف مخزومی کی خالہ سے راوی: ایک دن میں نے قبر سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس نماز پڑھی، اس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام ونشان نہ تھا۔ بعد نماز مزار مطہر پر سلام کیا۔ جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا:

من یخرج من تحت القبر اعرفه کما اعرف ان اللہ خلقنی وکما اعرف اللیل والنھار[3]۔	جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں اسے پہچانتا ہوں جیسا یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالٰی نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس طرح رات اور دن کو پہچانتا ہوں۔

حدیث (۳۹): ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت محمد بن واسع [عہ] سے راوی:

قال بلغنی ان الموتٰی یعلمون بزوار ھم یوم الجمعة ویوما قبله ویوما بعدہ[4]۔	مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مردے اپنے زائروں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور ایک دن اس سے پہلے اور ایک دن اس سے بعد۔

عــــہ: یہ تابعی ہیں، ثقہ، عابد، عارف باللہ، کثیر المناقب، رجال صحاح ستہ سے، الاالطرفین ۱۲منہ (م)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب المغازی دارالفکر بیروت ۳/ ۲۹

[2] دلائل النبوۃ باب قول اللہ لاتحسبین الذین دارالکتب العربیہ بیروت ۳/ ۳۰۹

[3] دلائل النبوۃ باب قول اللہ لاتحسبین الذین دارالکتب العربیہ بیروت ۳/ ۳۰۸

[4] شعب الایمان حدیث ۹۳۰۱ دارالکتب العربیہ بیروت ۷/ ۱۸

تنبیہ: اس حدیث کے یہ معنی کہ بوجہ برکتِ جمعہ ان تین دن میں ان کے علم وادراک کو زیادہ وسعت دیتے ہیں، جو معرفت وشناسائی انھیں ان روزں میں ہوتی ہے اور دنوں سے بیش وافزوں ہے نہ یہ کہ صرف یہی تین دن علم وادراک کے ہوں، ابھی سن چکے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ مطلق ہیں جن میں بلا تخصیص ایام ان کا علم وادراک ثابت فرمایا۔ تصریح اس معنی کی ان شاء اللہ مقصد سوم میں مذکور ہوگی۔

فصل پنجم: میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماعِ اہل قبور سلام ہی پر مقصود نہیں بلکہ دیگر کلام واصوات بھی سنتے ہیں:

حدیث (۴۰): بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی اپنے صحاح اور امام احمد مسند میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور پرنور سید العالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

واللفظ لمسلم ان المیّت اذا وضع فی قبرہ انہ یسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا۔[1]	(مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔ت) مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کرکے پلٹتے ہیں بیشک وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

حدیث (۴۱): احمد وابوداؤد بسند جید براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان المیّت یسمع خفق نعالھم اذاولو امدبرین۔[2]	بیشک مردہ جوتیوں کی پہچل سنتا ہے جب لوگ اسے پیٹھ دے کر پھرتے ہیں۔

حدیث (۴۲): بیہقی وطبرانی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المیّت اذا دفن یسمع خفق نعالھم اذا ولّوا عنہ منصرفین۔[3]	بیشک جب مردہ دفن ہوتا ہے اور لوگ واپس آتے ہیں وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

حدیث بیہقی کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں فرمایا: **باسناد حسن**[4] (اس کی سند حسن ہے۔ت) اور سند

---

[1] صحیح مسلم باب عرض مقعد المیّت قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۸۶

[2] مسند احمد بن حنبل مرویات البراء ابن عاذب دارالفکر بیروت ۴/ ۲۹۶

[3] کنزالعمال بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۲۳۷ مکتبۃ التراث الاسلامی مصر ۱۵/ ۶۰۰

[4] شرح الصدور باب فتنۃ القبر خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۰

طبرانی کو علامہ مناوی نے تیسیر میں کہا: رجالہ ثقات[1] (اس کے رجال ثقہ ہیں۔ت)

حدیث (۴۳): ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف اور ابنِ حبان نے صحیح مسمّٰی بالتقاسیم والانواع اور حاکم نیشاپوری نے الصحیح المستدرک علی البخاری و مسلم اور بغوی نے شرح السنہ اور طبرانی نے معجم اوسط اور ہناد نے کتاب الزہد اور سعید بن السکن نے اپنی سنن اور ابن جریر و ابن منذر و ابن مردویہ و بیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، حضور سید عالم۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان المیّت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم حین یولون عنہ[2]۔	قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کفش پائے مردم کی آواز سنتا ہے جب اس کے پاس سے پلٹتے ہیں۔

حدیث (۴۴): جو یبر نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک حدیث طویل روایت کی جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فانہ یسمع خفق نعالھم ونقض ایدیکم اذا ولیتم عنہ مدبرین[3]۔	بیشک وہ یقینا تمھارے جوتوں کی پچپل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سنتا ہے جب تم اس کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلتے ہو۔

حدیث (۴۵): طبرانی و ابن مردویہ ایک حدیث طویل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن راوی:

قال شھدنا جنازۃ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالی وسلم فلما فرغ من دفنھا وانصرف الناس قال انہ الان یسمع خفق نعالکم[4]۔ الحدیث	فرمایا: ہم ایک جنازہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب حاضر تھے۔ جب اس کے دفن سے فارغ ہوئے اور لوگ پلٹے حضور نے ارشاد فرمایا: اب وہ تمھاری جوتیوں کی آواز سن رہا ہے۔

فائدہ جلیلہ: چالیس ۴۰ سے پینتالیس تک جو چھ حدیثیں مذکور ہوئیں پہلے ہی لاجواب ٹھہر چکی ہیں، آج تک کوئی جواب معقول ان سے نہ ملا نہ ملے۔ غایت سعی ان کی طرف سے یہ ہے کہ سماع مذکور کو اول

[1] التیسیر بشرح الجامع الصغیر تحت ان المیّت اذا دفن مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۳۰۳

[2] المستدرک للحاکم المیّت یسمع خفق نعالھم دار الفکر بیروت ۱/۳۸۰

[3] شرح الصدور بحوالہ جو یبر باب فتنۃ القبر خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۱

[4] شرح الصدور بحوالہ طبرانی اوسط باب فتنۃ القبر خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۴

وضع فی القبر سے تخصیص کریں یعنی جب قبر میں رکھ کر مٹی دیتے ہیں اس وقت میّت کو ایسی قوت سامعہ ملتی ہے کہ اب عنقریب سوال منکر نکیر ہونے والا ہے اس کے لیے پیشتر سے ایسے حواس عطا ہو جاتے ہیں، پھر بعد سوال یہ قوت نہیں رہتی۔ حالانکہ عندالانصاف یہ ادعا محض بے دلیل ولاطائل ہے۔

اولاً یہ تخصیص ظاہر حدیث کے خلاف جس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ حدیثیں صاف صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ میّت کی قوت سامعہ قبر میں اس درجہ تیز اور قوی ہے کہاں سے جانا کہ یہ اسی وقت کے لیے ملتی ہے اور پھر جاتی رہتی ہے۔

ثانیاً مقدمہ سوال کے لیے پیشتر سے حواس مل جانا کیا معنٰی کیا فوراً وقتِ سوال نہ مل سکتی تھی یا عطائے الٰہی میں معاذاللہ کچھ دیر لگتی ہے کہ پہلے سے اہتمام ہو رہنا ضرور ہوا۔

یہ دونوں اعتراض شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مدارج النبوۃ میں افادہ فرمائے:

حیث قال ایں تخصیص خلاف ظاہر است ودلیلے نیست برآن وظاہر حدیث آنست کہ ایں حالت حاصل ست میّت دارد قبر و زندہ گردانیدن میت در وقت سوال است وپیش ازاں زندہ گردانیدن برائے مقدمہ سوال چہ معنی دارد۔[1]	یہ تخصیص ظاہر کے خلاف ہے۔ اس پر کوئی دلیل بھی نہیں، ظاہر حدیث یہ ہے کہ قبر کے اندر میّت کی یہ حالت ہوتی ہے ــ میّت کو زندہ کرنا سوال کے وقت ہے تو اس سے پہلے مقدمہ سوال کے لیے زندہ کرنا کیا معنٰی رکھتا ہے۔ (ت)

وثالثاً کما اقول سلمنا (جیسے کہ میں کہتا ہوں ہم تسلیم ہم کرتے) کہ پہلے ہی سے ہوش وحواس مل جانا ضروری تھا مگر حاجت اسی قدر تھی جس میں وہ نکیرین کی بات سن سمجھ لیتا اس قدر قوت عظیمہ کی کیا ضرورت تھی کہ باوجود اتنے حائلوں کے ایسی ہلکی آوازیں بے تکلف سُنے۔ خود یہی حضرات مسئلہ یمین فی الضرب (مارنے کے بارے میں قسم) کی یہی توجیہ کرتے ہیں کہ ہمارے مارے سے مُردے کو تکلیف یا ایذا ؏ نہیں ہوتی اس کا ادراک عذاب الٰہی کے واسطے ہے۔ یونہی چاہیے تھا کہ اس کا سماع سوال نکیرین کے لیے ہو، نہ اصواتِ خارجہ کے واسطے۔

ورابعاً کما اقول ایضاً اگر مسئلہ یمین فی الکلام عدمِ سماع پر مبنی ہو کما زعموا۔ اور اب آپ نے بھی

؏: **تنبیہ:** یہ بات بھی خلاف تحقیق ہے کہ بیشک ایذا ہوتی ہے۔ دیکھو اس مقصد کی فصل سوم اور مقصد سوم کی پنجم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

---

[1] مدارج النبوۃ اصل در سماعت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۹۵

بشوکت احادیث قاہرہ اتنی دیر کے لیے سماع تسلیم کیا تو واجب کہ اس میّت سے کلام کرنے والا حانث ہو کہ وہ مبنٰی آپ کے اقرار سے یہاں منتفی، حالانکہ مسئلہ قطعًا مطلق ہے، لاجرم ماننا پڑے گا کہ ایمان عرف پر مبنی اور عرفًا اس قسم سے بعد موت کلام کرنا نہیں سمجھا جاتا۔ لہٰذا حالتِ حیات سے مقید رہا، ہم کہیں گے اب حق کی طرف رجوع ہوئے، واقعی اس مسئلہ کا یہی مبنٰی ہے اور اب انکار سماع موتٰی سے اسے کچھ علاقہ نہ رہا کما لایخفی، اسی طرح حضرات نجدیہ سے کہا جائے کہ اگر آپ بھی احادیث صحیحہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لاکر سماعت میّت تسلیم کرتے ہیں۔ اگر اس وقت خاص ہی میں سہی، تو اب حکم ارشاد ہو، اگر کوئی بندہ مسلمان کسی عبد صالح کے دفن ہوتے ہی فورًا اس سے استمداد وطلب دعا کرے تو بھی وہ بربنائے انکار یعنی عدم سماع متحقق نہ ہو۔ ذرا جی کڑا کرکے اس وقت خاص ہی میں اجازت دے دیجئے۔

وخامسًا کما اقول ایضًا موت کو تمام احواس وادراکات ودیگر اوصافِ حیات سے یکساں نسبت ہے۔ معاذ اللہ اگر پتھر ہونا ٹھہرا تو سننا، دیکھنا، سمجھنا، بولنا سب کا بطلان لازم۔ اور یہ حضرات کرام خود فرما چکے کہ موت منافی فہم ہے۔ اب کیا جواب ہے ان حدیثوں سے جو فصل اول ودوم وسوم میں گزریں، جن سے ثابت کہ اموات ہمیشہ اپنے زائروں کو پہچانتی ہے اور ان سے انس حاصل کرتی اور ان کے سلام کا جواب دیتی اور ان کی بے اعتدالیوں سے ایذا پاتی ہیں الٰی غیر ذٰلک من الماموں المذکورۃ (امور مذکورہ جیسے دیگر امور۔ ت) ____ بھلا یہاں تو مقدمہ سوال کی تخصیص نکلی تھی ان مقدمات میں کونسی خصوصیت آئے گی۔

تنبیہ: میرا یہ سب کلام حقیقتًا اُن حضراتِ منکرین سے ہے جو عبارات علماء کے یہ معنی سمجھے، ورنہ فقیر کے نزدیک ان کے ارشاد کا وہ محل ممکن جو عقیدہ اہل حق سے مخالف نہ ہو۔ مولوی صاحب اگر جواب فقیر میں ان عبارات کو یاد کریں گے اس وقت انشاء اللہ تعالٰی وہ تحقیق تدقیق انیق حاضر کروں گا۔ اور عجب نہیں کہ مقصد سوم میں اس کی بعض کی طرف عود ہو۔ والعود احمد (اور عود کرنا اچھا ہے۔ ت) **وباللہ سبحٰنہ وتعالٰی التوفیق۔**

حدیث (۴۶): صحیح بخاری شریف وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

اطلع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی اھل القلیب فقال وجدتم ما وعد ربکم حقافقیل لہ اتدعوا امواتا فقال ما انتم باسمع منھم	یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چاہ بدر پر تشریف لے گئے۔ جس میں کفار کی لاشیں پڑیں تھیں۔۔ پھر فرمایا: تم نے پایا جو تمھارے رب نے تمھیں سچا وعدہ دیا تھا۔ یعنی عذاب۔ کسی نے عرض کی: حضور مُردہ کو پکارتے

ولکن لا یجیبون [1]۔	ہیں، ارشاد فرمایا: تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سننے والے پر وہ جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۴۷): صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یرینا مصارع اھل بدر و ساق الحدیث الٰی ان قال فانطلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی انتھٰی الیھم فقال یا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان ھل وجھتم ما وعدکم اللہ ورسولہ حق فانی قد وجدت ماوعدنی اللہ حقا قال عمر یا رسول اللہ کیف تکلم اجسادا لا ارواح فیھا قال ما انتم باسمع لما اقول منھم غیر انھم لایستطیعون ان یردوا علی شیئا [2]۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیں کفار بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں، جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا وہیں وہیں ان کی لاشیں گریں۔ پھر بحکم حضور وہ جیفے ایک کنویں میں بھر دئے گئے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور نام بنام ان کفار لیام کو ان کا اور ان کے باپ کا نام لے کر پکارا۔ اور فرمایا: تم نے بھی پایا جو سچا وعدہ خدا اور رسول نے تمھیں دیا تھا کہ میں نے تو پالیا جو حق وعدہ اللہ تعالٰی نے مجھے دیا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور نے ان جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ فرمایا: جو میں کہہ رہا ہوں کسے کچھ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر انھیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث (۴۸): یونہی صحیح مسلم وغیرہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اور اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تین دن بعد اس کنویں پر تشریف لے گئے اور عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جواب میں فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم ولکنھم لایقدرون ان یجیبوا [3]۔	قسم اس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں جو فرمارہا ہوں اس کے سننے میں تم اور وہ برابر ہو مگر وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

---

[1] الصحیح للبخاری باب ماجاء فی عذاب القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۳

[2] صحیح مسلم باب ماجاء مقعد المیّت قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۸۷

[3] صحیح مسلم باب ماجاء مقعد المیّت قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۸۷

حدیث (۴۹): یوہی صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حدیث ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی[1]:

اما البخاری فساقہ بطالہ واما مسلم فاحالہ علی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	امام بخاری نے تو اسے تفصیل سے ذکر کیا مگر امام مسلم نے تفصیل حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے کی۔ (ت)

حدیث (۵۰): طبرانی نے بسند صحیح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یسمعون کما تسمعون ولکن لا یجیبون[2]۔	جیسا تم سنتے ہو ویسا ہی وہ بھی سنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۵۱): اسی طرح امام سیلمان بن احمد مذکور نے حدیث عبداللہ بن سیدان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

تنبیہ نبیہ: ان چھ حدیثوں کے جواب میں جو کچھ کہا گیا تخصیص بے مخصص و دعوی بے دلیل سے زیادہ نہیں۔ مثلاً یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاص اعجاز تھا۔ یا یہ امر صرف ان کفار کے لئے ان کی حسرت و ندامت بڑھانے کو واقع ہوا حالانکہ ان کی تخصیصوں پر اصلاً کوئی دلیل نہیں۔ ایسی گنجائش ملے تو ہر نص شرعی جیسے چاہیں مخصص ہوسکے۔ اور ان سے بڑھ کر یہ رکیک تاویل ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ خطاب حقیقۃً اموات سے خطاب نہ تھا بلکہ زندوں کو عبرت و نصیحت تھا، حالانکہ نفسِ حدیث اس کے رد پر حجت کافیہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جواب میں صاف ان کا سننا ارشاد فرمایا، نہ یہ کہ ہمارا یہ کلام صرف تنبیہ احیاء کے لیے ہے۔ جیسے مرثیہ سیدنا امام حسین (رضی اللہ تعالٰی عنہ) میں کسی کا مصرع:

اے آب خاک شوکہ ترا آبرو نماند

(اے آب! خاک ہو جا کہ تیری آبرو نہ رہی۔ت)

باقی اس کے متعلق ابحاث فتح البخاری وارشاد الساری وعمدۃ القاری شروح صحیح بخاری و

[1] الصحیح للبخاری باب ماجاء فی عذاب القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۴۔ ۱۸۳، صحیح مسلم باب مقعد المیّت قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۸۷

[2] فتح الباری بحوالہ عبداللہ بن سیدان باب قتل ابی جہل دار المعرفہ بیروت ۸/۲۵۹

مرقاۃ و لمعات و اشعۃ اللمعات شروح مشکوۃ مدارج النبوہ وغیرہ صدہا تصانیف علماء میں طے ہوچکی ہیں۔ جن کی تفصیل موجب، تطویل۔ مولوی صاحب اگر امور طے شدہ کی طرف پھر رجعت کریں تو ذرا کتب مذکورہ پر نظر کرکے تقریر وہ فرمائی جائے جس میں ان کی تنقیحات جلیلہ سے عہدہ برآئی سمجھ لیں، اس کے بعد ان شاء اللہ فقیر بھی وہ شوارق ساطعہ و بوارق لامعہ حاضر کرے گا جو اس وقت میرے پیش نظر جولانیوں پر ہے، اور شاید ان میں سے چند حروف مقصد سوم میں استطرادًا مسکور ہوں **وباللہ التوفیق**۔

حدیث (۵۲): ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی:

کانت امرأۃ تقم المسجد فماتت ولم یعلم بها النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فمر علی قبرها فقال ما هذا القبر قالوا ام محجن، قال التی کانت تقم المسجد قالوا نعم فصف الناس فصلی علیها ثم قال ای العمل وجدت افضل قالوا یارسول الله اتسمع قال ما انتم باسمع منها فذکر انها اجابته ان اقم المسجد [1]۔	یعنی ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی ان کا انتقال ہوگیا۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی نے خبر دی حضور ان کی قبر پر گزرے۔ دریافت فرمایا یہ قبر کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ام محجن کی۔ فرمایا وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی عرض کی ہاں۔ حضور نے صف باندھ کر نماز پڑھائی پھر ان بی بی کی طرف خطاب کرکے فرمایا تو نے کون سا عمل افضل پایا صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے پھر فرمایا اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی۔

حدیث (۵۳): طبرانی معجم کبیر و کتاب الدعاء میں اور ابن مندہ اور امام ضیائی مقدسی کتاب الاحکام اور ابراہیم حربی کتاب اتباع الاموات اور ابوبکر علاء الخلال کتاب الشافی اور ابن زہیرہ وصایا العلماء عند الموت اور ابن شاہین کتاب ذکر الاموت وغیرہ علماء محدثین اپنی تصانیف حدیثیہ میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مات احد من اخوانکم فسویتم التراب علی قبره فلیقم احدکم علی راس قبره ثم لیقل یافلان بن فلانة فانه یسمعه	جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کرچکو تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور فلاں بن فلانہ ^{عـــہ} کہہ کر پکارے بیشک وہ سنے گا

عـــہ: یعنی اسے اس کی ماں کی طرف نسبت کرکے مثلاً اے زید بن ہندہ، اور اگر ماں کا نام نہ معلوم ہو تو بن حوا کہے کہ وہ سب کی ماں ہیں۔ خود اسی حدیث میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ معنی مروی ۱۲ منہ

---

[1] شرح الصدور بحوالہ ابو شیخ باب معرفۃ المیت من یغسلہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

ولایجیب ثم یقول یا فلان بن فلانة فانه یستوی قاعدا ثم یقول یا فلان بن فلانة فانه یقول ارشدنا رحمك الله ولکن لاتشعرون، فلیقل ذکر ماخرجت علیه من الدنیا شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله وانك رضیت بالله ربّاوباالاسلام دینا وبمحمد نبیا وبالقران اماما فان منکرا و نکیرا یاخذ کل و احد منهما بید صاحبه ویقول ان انطلق بنا مانقعد عند من قدلقن حجته[1] ۔ الحدیث	اور جواب نہ دے گا دوبارہ پھر یوں ہی ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا سہ بارہ پھر اسی طرح آواز دے اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کہ اللہ تجھ پر رحم کرے مگر تمہیں اس کے جواب کی خبر نہیں ہوتی اس وقت کہے یاد کر وہ بات جس پر توں دنیا سے نکلا تھا گواہی اس کی کہ اللہ کے سواء کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ توں نے پسند کیا اللہ تعالٰی کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نبی اور قرآن کو پیشوا منکر و نکیر ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہے گے چلو ہم کیا بھیٹے اس کے پاس جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔

فائدہ: امام ابن الصلاح وغیرہ محدثین اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:

اعتدت بشواهد وبعمل اهل الشام قدیما[2] نقله العلامة ابن امیر الحاج فی الحلیة	یعنی اس کو دو وجہ سے قوت ہے ایک تو حدیث اس کی موید، دوسرے زمانہ صلف سے علماء شام اس پر عمل کرتے آئے (علامہ ابن امیر الحاج نے اسے حلیہ میں نقل کیا۔ت)

اسی طرح امام نقاد الحدیث ضیائی مقدسی وامام خاتم الحفاظ حافظ الشان، ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی نے اس کی تقویت اور امام شمس الدین سخاوی نے اس کی تقریر فرمائی اور اس باب میں خاص ایک رسالہ تالیف فرمایا، اور امام احمد رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کرنا علماء شام سے نقل فرمایا، اور امام ابوبکر ابن العربی نے اهل مدینہ اور بعض دیگر علماء میں اهل قرطبہ وغیرہ سے اس کا عمل نقل کیا میں کہتا ہوں یہ عمل زمانہ صحابہ وتابعین سے ہے حضرت ابوامامہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خدا اپنے لئے تلقین کی وصیت فرمائی[3]۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۹۷۹ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۸/ ۹۹، ۲۹۸

[2] حاشیہ الطحطاوی علی المراقی الفلاح فصل فی حملہا ودفنہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۸

[3] شرح الصدور باب مایقال عند الدفن والتلقین خلاف اکیڈمی سوات ص ۴۴

کما اخرجه ابن منده من وجه اٰخر کما ذکره الامام السیوطی فی شرح الصدور قلت بل والطبرانی ایضًا علٰی ماساق لفظه البدر المحمود فی البنایة شرح الهدایة۔	جیسا کہ ابن مندہ نے دوسرے طریق سے اس کی روایت کی، اسے امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے، جیسا کہ علامہ بدرالدین محمود عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں اس کے الفاظ ذکر کیے ہیں۔ (ت)

اور تین تابعیوں سے عنقریب منقول ہوگا کہ اسے مستحب کہا جاتا تھا۔ ظاہر ہے ان کی یہ نقل نہ ہوگی مگر صحابہ یا اکابر تابعین سے جو ان سے پہلے ہوئے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ علامہ ابن حجر مکی کی شرح مشکوٰۃ میں ہے: **اعتضد بشواهد یرتقی بها الٰی درجة الحسن**[1] (یہ حدیث بوجہ شواہد درجہ حسن تک ترقی کیے ہے) اسی طرح ذیل مجمع بحار الانوار میں تصریح کی کہ اس نے شواہد سے قوت پائی۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

حدیث (۵۴تا۵۶): امام سعید بن منصور شاگرد امام مالک واستاذ امام احمد اپنے سنن میں راشد [عہ۱] ابن سعد وضمرہ بن حبیب [عہ۲] وحکیم بن عمیر [عہ۳] سے راوی، ان سب نے فرمایا:

اذا سوی علی المیّت قبره وانصرف الناس عنه کان یستحب ان یقال للمیّت عنده قبره یافلان قل لا اله الا اللّٰه ثلث مرات یافلان قل ربی اللّٰه ودینی الاسلام ونبی محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم[2]۔	جب میّت پر مٹی دے کر قبر درست کرچکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ مُردے سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہوکر کہا جائے: اے فلاں! کہہ لا الٰہ الاّ اللہ تین بار، اے فلاں! کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام اور میرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

وصل اٰخر من هذا الفصل: فصل پنجم کی حدیثوں نے جس طرح بحمد اللہ سماع موتٰی کی

عہ۱: تابعی ثقہ رجال سنن اربعہ سے ۱۲منہ (م)

عہ۲: تابعی ثقہ رجال صحاح ستہ سے ۱۲منہ (م)

عہ۳: تابعی صدوق رجال ابوداؤد وابن ماجہ سے ۱۲منہ (م)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۰۹

[2] شرح الصدور بحوالہ سنن سعید بن منصور باب مایقال عند الدفن خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۴

تصریح فرمائی یونہی ان میں اکثر نے ثابت کر دکھایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا اہل قبور سے کلام صرف سلام پر مقتصر نہ تھا اور بدیہ ہے کہ جماد محض سے مخاطبہ وگفتگو معقول نہیں۔ لہذا ہم آخر فصل میں وہ بعض حدیثیں جن میں اجلہ صحابہ کا اہل قبور سے سوائے سلام دیگر انواع کلام فرمانا مذکور، نقل کرکے مقصد ثانی کو ختم اور مقصد ثالث کی طرف ان شاء اللہ تعالٰی تصمیم عزم کرتے ہیں، وباللہ التوفیق۔

حدیث (۵۷): ابن ماجہ بسند عـــہ حسن صحیح عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال جائز اعرابی الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکرالحدیث الٰی ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حیثما مررت بقبر مشرك فبشرہ بالنار. قال فاسلم الاعرابی بعد وقال لقد کلفنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعبا مامررت بقبرکافر الا بشرته بالنار [1]۔	یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا: جہاں کسی مشرک کی قبر پر گزرے اسے آگ کا مژدہ دینا ــــ اس کے بعد وہ اعرابی مسلمان ہوگیا تو وہ صحابی فرماتے ہیں مجھے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا، کسی کافر کی قبر پر میرا گذر نہ ہوا مگر یہ کہ اسے آگ کا مژدہ دیا۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ دینا بے سماع محال، اور صحابی مخاطب نے ارشاد اقدس کو معنٰی حقیقی پر حمل کیا، وللہذا عمر بھر اس پر عمل فرمایا فتبصر،

حدیث (۵۸): ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انه مربالبقیع فقال السلام علیکم یا اھل القبور اخبار ما عندنا ان نساء کم قد تزوجن و دیارکم قد سکنت واموالکم قد فرقت فاجابه ھاتف یاعمر ابن الخطاب اخبار ماعندنا ان ما قدمناہ فقد وجدناہ وما انفقنافقد ربحناہ وما خلفناہ فقد	یعنی ایک بار امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بقیع پر گزرے اہل قبور پر سلام کرکے فرمایا: ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ تمھاری عورتوں نے نکاح کرلیے اور تمھارے گھروں میں اور لوگ بسے، تمھارے مال تقسیم ہوگئے۔ اس پر کسی نے جواب دیا: اے عمر بن الخطاب! ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو اعمال کئے تھے یہاں پائے اور

عـــہ **فائدہ**: یہ حدیثیں طبرانی نے معجم الکبیر میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ۱۲منہ (م)

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی زیارۃ القبور المشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۴

خسرناہ[1]۔	جو راہ خدا میں دیا تھا اس کا نفع اٹھایا اور جو پیچھے چھوڑا وہ ٹوٹے میں گیا۔

حدیث (۵۹): امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن المسیّب سے راوی:

| قال دخلنا مقابر المدینۃ مع علی ابن ابی الطالب فنادٰی یا اھل القبور السلام علیکم ورحمۃ اللہ تخبرونا باخبارکم تریدون ان نخبرکم قال فسمعت صوتا و علیك السلام ورحمہ اللہ وبرکاتہ یا امیر المومنین اخبرنا عماکان بعدنا فقال علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اما ازواجکم فقد تزوجن واما اموالکم فقد اقتسمت و اولاد فقد حشر وا فی زمرۃ الیتامٰی والبناء الذی شیدتم فقد سکن اعداء کم فھذہ اخبار ما عندنا فما عندکم فاجابہ میّت فقد تخرفت الاکفان وانتثرت الشعور و تقطعت الجلود وسالت الاحداق علی الخدود وسالت مناخیر بالقیح والصدید وماقدمناہ ربحناہ وماخلفناہ خسرنا ونحن مرتھنون بالاعمال[2]۔
وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم سبحٰن من تفرد بالبقاء وقھر عبادہ بالموت سبحان | یعنی ہم مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہمرکاب مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولا علی نے اہل قبر پر سلام کرکے فرمایا: تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤگے یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمھیں خبر دیں؟ سعد بن مسیب فرماتے ہیں: میں نے آواز سنی کسی نے حضرت مولٰی کو جواب سلام دے کر عرض کی: امیرالمومنین! آپ بتائیے ہمارے بعد کیا گذری؟ امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: تمھاری عورتوں نے تو نکاح کرلیے، اور تمھارے مال سو وہ بٹ گئے، اور اولاد یتیموں کے گروہ میں اٹھی، اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا اس میں تمھارے دشمن بسے، ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں اب تمھارے پاس کیا خبر ہے؟ ایک مُردے نے عرض کی کہ کفن پھٹ گئے، بال جھڑپڑے، کھالوں کے پرزے پُرزے ہوگئے، آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے، نتھنوں سے پیپ اور گندا پانی جاری ہے اور جو آگے بھیجا تھا اس کا نفع ملا اور جو پیچھے چھوڑا اسکا خسارہ ہوا اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں،
ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے، طاقت و قوت نہیں مگر عظمت وبلندی والے خدا ہی سے پاک ہے وہ جو اکیلا باقی رہنے والا ہے، اور اپنے |

[1] شرح الصدور بحوالہ کتاب القبور لابن ابی الدنیا باب زیارۃ القبور خلافت اکیدمی سوات ص ۸۷

[2] شرح الصدور بحوالہ کتاب القبور الابن ابی الدنیا تاریخ ابن عساکر خلافت اکیدمی سوات ص ۸۷

الحی الذی لایموت ابدا وھو الغفور الرحیم۔	بندوں کو موت کے تابع فرمان کردیا ہے۔ پاک ہے وہ حیات والا جسے کبھی موت نہیں، اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

تنبیہ: جن صاحبوں نے جواب حدیث چہلم میں اس خطاب جناب ولایت مآب کرم اللہ وجہہ کو محض وعظ وتنبیہ احیاء کے لیے قرار دیا **کما نقلہ فی مائۃ مسائل**[1] (جیساکہ مائۃ مسائل میں اسے نقل کیا گیا۔ت) غالبًا انھوں نے پوری حدیث ملاحظہ نہ فرمائی ورنہ اس کے لفظ اول سے آخر تک پکار رہے ہیں کہ یہاں حقیقۃً اموات ہی سے خطاب مقصود تھا۔ اسی قدر کو دیکھ لیجئے کہ جناب مولا نے ابتداء یہ لفظ ارشاد نہ کئے بلکہ اول ان سے استفسار فرمایا کہ پہلے تم اپنی خبریں بتاؤ گے یا ہم شروع کریں، کہئے بے ارادہ خطاب حقیقی اس دریافت کرنے اور اختیار دینے کے کیا معنٰی تھے، پھر ان کی درخواست پر حضرت نے اخبار دینا ارشاد فرما کر انھیں حکم دیا: اب تم اپنی خبریں بتاؤ۔ چنانچہ انھوں نے عرض کیں۔ پھر مخاطبہ حقیقی میں کیا شک ہے! **واللہ الموفق۔**

حدیث (۶۰): ابن عساکر نے ایک طویل حدیث روایت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک جوان عابد تھا۔ امیر المؤمنین اس سے بہت خوش تھے، دن بھر مسجد میں رہتا، بعد نماز عشاء باپ کے پاس جاتا، راہ میں ایک عورت کا مکان تھا اس پر عاشق ہوگئی، ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی، جوان نظر نہ فرماتا، ایک شب قدم نے لغزش کی، ساتھ ہولیا، دروازے تک گیا، جب اندر جانا چاہا خدا یاد آگیا اور بے ساختہ یہ آیہ کریمہ زبان سے نکلی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۚ﴿۲۰۱﴾[2]۔	ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا، عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی، دیکھنے نکلا، دورازے پر بیہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر اُٹھوایا، رات گئے ہوش آیا، باپ نے حال پوچھا، کہا خیر ہے، کہا بتادے، ناچار قصہ کہا۔ باپ بولا جان پدر! وہ آیت کون سی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی، پڑھتے ہی غش آیا، جنبش دی، مُردہ پایا، رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کردیا، صبح کو امیر المؤمنین نے خبر پائی، باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی، عرض کی: یاامیر المومنین! رات تھی، پھر امیر المؤمنین ہمراہیوں

---

[1] مائۃ مسائل مسئلہ بست وششم مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۵۴

[2] القرآن ۷/ ۲۰۱

کو لے کر تشریف لے گئے ___ آگے لفظ حدیث یوں ہیں:

فقال عمر یافلان ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن، فاجابہ الفتی من داخل القبر یا عمر قد اعطانیھا ربی فی الجنۃ مرتین[1]۔ نسأل اللہ الجنۃ لہ الفضل والمنۃ وصلی اللہ تعالٰی علی نبی الانس والجنۃ واٰلہ وصحبہ واصحابہ السنۃ اٰمین اٰمین اٰمین!	یعنی امیر المومنین نے جوان کا نام لے کر فرمایا: اے فلان! جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اس کے لیے دو باغ ہیں، جوان نے قبر میں سے آواز دی، اے عمر! مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمی جنت میں دو بار عطافرمائی۔ ہم اللہ سے جنت کے خواستگار ہیں، اسی کے لیے فضل واحسان ہے۔ اور خدائے برتر کا درود سلام ہو انس وجن کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کی آل واصحاب اور اہل سنت پر۔ الٰہی! قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما! (ت)

المقصد الثالث فی اقوال العلماء

(مقصد سوم علماء کے اقوال میں)

قال الفقیر محرر السطور غفرلہ المولٰی الغفور اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کی تصریح وتلویح وتنقیص وتلمیح وتائید وترجیح وتسلیم وتصحیح میں ارشادات متکاثرہ واقوال متوافرہ ہیں حضراتِ عالیہ صحابہ کرام وتابعین فخام واتباع اعلام ومجتہدین اسلام وسلف وخلف علمائے عظام سے رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین وحشرنا فی زمرتھم یوم الدین اٰمین (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو اور ہمیں روز قیامت ان کے زمرے میں اٹھائے۔ الٰہی قبول فرما۔ ت) فقیر غفرلہ، اللہ تعالٰی اگر بقدر قدرت ان کے حصر واستغفار کا ارادہ کرے موجز عجالہ حد مجلد سے گزرے، لہٰذا اولًا صرف سو **ائمہ دین وعلماء کاملین** کے اسماء طیبہ شمار کرتا ہوں جن کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر اور اس رسالہ کے فصول ومقاصد میں جلوہ گر وفضل اللہ سبحانہ اوسع واکثر (اور اللہ سبحانہ کا فضل اور زیادہ وسیع افروز تر ہے۔ ت) پھر دس نام ان عالموں کے بھی حاضر کروں گا جن پر اعتماد میں مخالف مضطر وھذا لدیھم ادھٰی وامر والحمد اللہ العلی الاکبر (اور یہ ان کے نزدیک سخت اور تلخ ہے۔ اور سب خوبیاں بلندی وکبریائی والے خدا ہی کے لیے ہیں۔ ت)

فمن الصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی اجمعین علیھم اجمعین: (۱) امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم

---

[1] کنز العمال بحوالہ ک حدیث ۴۶۳۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲ / ۱۷۔۵۱۶

(۲) امیر المؤمنین علی مرتضٰی **(۳)** حضرت عبداللہ بن مسعود

(۴) حضرت سلیمان فارسی **(۵)** عمرو بن عاص

(۶) عبداللہ بن عمر **(۷)** ابوھریرہ

(۸) عبداللہ بن عمرو **(۹)** عقبہ بن عامر

(۱۰) ابوامامہ باہلی **(۱۱)** صحابی اعرابی صاحب حدیث حیثما مررت وغیر ہم رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اور میں ان کے سوا ان صحابہ کرام کے نام یہاں شمار نہیں کرتا جنھوں نے سماع وادراک موتٰی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا یا حضور کی زبان پاک سے سُنا مثل عبداللہ بن عباس وانس بن مالک وابوزرین وبراء بن عازب وابو طلحہ وعمارہ بن حزم وابوسعید خدری وعبداللہ بن سیدان وام سلمہ وقیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم، اگرچہ معلوم کہ ارشاد والا حضور اعلٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سن کر ان کے خلاف پر اعتقاد حضرات صحابہ سے معقول نہیں، نہ مقام مقام احکام کہ احتمال خلاف بعلم ناسخ ہو، تاہم جب قصد استیعاب نہیں تو انھیں پر اقتصار جن کے خود اقوال وافعال دلیل مسئلہ ہیں، وباللہ التوفیق۔

ومن التابعین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین: **(۱۲)** مجاہد مکی **(۱۳)** عمرو بن دینار **(۱۴)** بکر مزنی **(۱۵)** ابن ابی لیلٰی **(۱۶)** قاسم بن مخیمرہ **(۱۷)** راشد بن سعد **(۱۸)** ضمرہ بن حبیب **(۱۹)** حکیم بن عمیر **(۲۰)** علاء بن لجلاج **(۲۱)** بلال بن سعد **(۲۲)** محمد بن واسع **(۲۳)** اُم الدرداء وغیر ہم رحمہم اللہ تعالٰی۔

ومن تبع تابعین لطف اللہ بھم یوم الدین: (۲۴) عالم قریش سیدنا ابو محمد بن ادریس شافعی (۲۵) عالِم کوفہ فقیہ مجتہد امام سفیان **(۲۶)** عبدالرحمٰن بن العلاء وغیر ہم روح اللہ تعالٰی ارواحہم۔

ومن اعاظم السلف واکارم الخلف نور اللہ تعالٰی مراقدھم: **(۲۷)** عالم اہلبیتِ رسالت حضرت [1]امام علی بن موسٰی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی وبتول بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم **(۲۸)** [2]امام اجل عارف باللہ محمد بن علی حکیم ترمذی **(۲۹)** [3] امام محدث جلیل کبیر اسمٰعیل **(۳۰)** [4]امام فقیہ عابد وزاہد احمد بن عصمہ ابوالقاسم صفار حنفی بدو واسطہ شاگرد امام ابویوسف وامام محمد رحمہم اللہ تعالٰی **(۳۱)** [5]امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی **(۳۲)** [6]امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی **(۳۳)** [7]امام ابوالفضل محمد بن احمد حاکم شہید حنفی صاحب کافی **(۳۴)** [8]امام ابوالفضل قاضی عیاض یحصبی مالکی **(۳۵)** [9]امام حجۃ السلام مرشد الانام ابو حامد محمد محمد محمد غزالی **(۳۶)** [10]امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن

فرح قرطبی صاحب تذکرہ (۳۷) [1]امام شمس الائمہ حلوائی حنفی (۳۸) [2]امام عارف باللہ فقیہ زاہد (۳۹) [3]امام محدث محی الدین طبری شافعی (۴۰) [4]امام ربانی سید ناعلاء الدین سمنانی (۴۱) [5]امام ابوالمحاسن حسن بن علی ظہیر الدین کبیر مرغینانی حنفی استاذامام قاضی خاں وصاحب خلاصہ (۴۲) [6]بعض اساتذہ امام شیخ الاسلام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی حنفی صحاب التجنیس والمزید (۴۳) [7]اما فقیہ النفس قاضی حسن بن منصور فرغانی اوزجندی حنفی (۴۴) [8]امام ابوذکریا یحیٰی بن شرف نووی شافعی صحیح مسلم (۴۵) [9]امام فخر الدین محمد رازی شافعی (۴۶) [10]امام سعد الدین تفتازانی مصنف وشارح مقاصد (۴۷) [11]امام ابوسلیمٰن احمد بن ابراہیم خطابی (۴۸) [12]امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی صاحب الروض (۴۹) [13]امام عمر بن محمد بن عمر جلال الدین خبازی حنفی صاحب فتاوٰی خبازیہ (۵۰) [14]صاح عیاب حنفی تلمیذ امام اجل قاضی خاں (۵۱) [15]علامہ محمود بن محمد لولوی بخاری حنفی صاحب حقائق شرح منظومہ نسفیہ تلمیذ التلمیذ امام شمس الائمہ کردی (۵۲) [16]سیدی یوسف بن عمر صوفی حنفی صاحب مضمرات (۵۳) [17]امام عارف باللہ صدرالدین قونوی (۵۴) [18]امام شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی (۵۵) [19]امام ملک العلماء عزالدین بن عبدالسلام شافعی (۵۶) [20]امام محدث زین الدین مراغی (۵۷) [21]امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر اندلسی (۵۸) [22]قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی صاحب تفسیر (۵۹) [23]امام ابوعبداللہ بن النعمان صاحب سفینۃ النجاہ لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء (۶۰) [24]امام عارف باللہ عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحب روض الریاحین (۶۱) [25]امام علامہ سید الحفاظ ابو علی ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی صاحب فتح الباری شرح صحیح بخاری (۶۲) [26]امام شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی حنفی صاحب کواکب الدراری شرح صحیح بخاری (۶۳) [27]امام علامہ تقی الدین علی الکافی سبکی شافعی صاحب شفاء السقام (۶۴) [28]امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی صاحب ارتیاح الاکباد بفقد الاولیاء (۶۵) [29]امام خاتم الحفاظ مجدد المائۃ التاسعہ ابوالفضل جلال الدین بن عبدالرحمٰن سیوطی صاحب شرح الصدور وبدور سافرہ وانیس الغریب وزہر الربی شرح سنن نسائی وغیرہ (۶۶) [30]امام علامہ محمد بن احمد خطیب قسطلانی شافعی صاحب مواہب لدنیہ وارشاد الساری شرح صحیح بخاری (۶۷) [31]امام شہاب الدین رملی انصاری شافعی (۶۸) [32]سیدی ولی اللہ احمد زروق (۶۹) [33]سید عارف باللہ ابوالعباس حضرمی (۷۰) [34]امام احمد بن محمد بن حجر مکی شافعی شارح مشکوٰۃ (۷۱) [35]محقق علامہ محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حنفی صاحب حلیہ شرح منیہ (۷۲) [36]امام محمد عبدری مکی مالکی (۷۳) [37]امام صدر کبیر حسام الدین شہید عمر بن عبدالعزیز صاحب فتاوٰی کبرٰی حنفی (۷۴) [38]امام محمد بن محمد بن شہاب الدین بزازی حنفی صاحب بزازیہ (۷۵) [39]علامہ نوالدین سمہودی شافعی صاحب خلاصۃ الوفاء فی اخبار دار المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۷۶) [40]علامہ رحمۃ اللہ سندی حنفی صاحب مناسک ثلٰثہ (۷۷) [41]علامہ نورالدین علی

بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی صاحب سیرۃ انسان العیون (۷۸) امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی شافعی صاحب میزان الشریعۃ الکبرٰی (۷۹) علامہ محمد بن یوسف شامی صاحب سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۸۰) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی صاحب شرح مواہب (۸۱) علامہ عبدالرؤف محمد مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر (۸۲) امام ابوبکر بن محمد بن علی حدادی حنفی صاحب جوہرہ نیرہ شرح قدوری (۸۳) علامہ ابراہیم بن محمد ابراہیم حلبی حنفی صاحب غنیہ شرح منیہ (۸۴) فاضل علی بن سلطان محمد قاری مکی حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۸۵) علامہ محمد بن احمد بن جموی حنفی استاد محقق شرنبلالی (۸۶) علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی حنفی صاحب نورالایضاح و امداد الفتاح و مراقی الفلاح (۸۷) علامہ خیر الدین رملی حنفی صاحب فتاوٰی خیریہ، استاذ صاحب در مختار (۸۸) فاضل مدقق محمد بن علی دمشقی حصکفی شارح تنویر (۸۹) سیدی عارف باللہ عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی حنفی صاحب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ (۹۰) سید علامہ ابوالسعود محمد حنفی (۹۱) مولانا عارف باللہ نورالدین جامی حنفی صاحب نفحات (۹۲) شیخ محقق برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الہند مولانا عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی حنفی صاحب لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات وجذب القلوب ومدارج النبوۃ (۹۳) فاضل محدث مولٰنا محمد طاہر فتنی احمد آبادی حنفی صاحب مجمع بحارالانوار (۹۴) فاضل شیخ الاسلام دہلوی حنفی صاحب کشف الغطا (۹۵) مولٰنا شیخ جلیل نظام الدین وغیرہ جامعان فتاوٰی عالمگیری حنفیان (۹۶) بحرالعلوم ملک العلماء مولانا ابوالعیاش محمد بن عبدالعلی لکھنوی حنفی (۹۷) خاتمۃ المحققین علامہ غنیمی حنفی (۹۸) فاضل سید احمد مصری طحطاوی حنفی (۹۹) سیدی امین الدین محمد شامی حنفی محشیان شرح علائی (۱۰۰) سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی حنفی وغیرہم بردااللہ تعالٰی مضاجعہم۔

تنبیہ: فقیر غفراللہ تعالٰی لہ، نے ان ائمۃ سلف وعلمائے خلف سے صرف سے انھی اکابر کے اسمائے طیبہ گنے جن کے کلام میں خاص سماع وادراک وعلم وشعور اہل قبور کے نصوص خاص قاہرہ یادلائل باہرہ ہیں، پھر ان میں بھی حصر استیعاب کا قصد نہ کیا کہ اس کی راہ میں بلاد شاسعہ وبراری واسعہ وجبال شاہقہ وبحار زاخرہ ہیں، بلکہ حاشا وہ بھی بالتمام[عہ] ذکر نہ کیے جن کے اقوال ہدایت اشتمال اس وقت میرے سامنے جلوہ فرماو

عـــہ: قولہ وہ بھی بالتمام ذکر نہ کیے، اقول اس دعوی کی صحت پر خود یہی رسالہ دلیل کافی ہے۔ ناظر اول تا آخر اس کے مقامات کو مطالعہ کرے گا تو ائمہ مذکورین کے سوا بہت علماء ومشائخ کے اسماء دیکھے گا۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

متیسر حالت حاضرہ ہیں، **فتلك مائة كاملة فيهم وفاء القلوب وفاء عاقلة** (یہ مکمل سَو ہیں جو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں اتمام کلام کو ان کے نام بھی شمار کرتا اور عدد کو **پونے دوسو**[۱۷۵] نام تک پہنچاتا ہوں، متن میں سو ائمہ سلف وخلف اور دس معتمدین مخالف کے اسماء گنائے کہ سب ایک سو دس[۱۱۰] ہوئے۔ آگے چلئے **من الصحابة والتابعين واتباعهم**: **(۱۱۱)** حضرت عبداللہ بن سلام **(۱۱۲)** حضرت ام المومنین صدیقہ **(۱۱۳)** حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضٰی **(۱۱۴)** حضرت امام حسن مثنٰی ابن حسن مجتبٰی ابن مولٰی مشکل کشا صلی اللہ علٰی سید ہم وبارک وسلم دائمًا ابدًا **(۱۱۵)** افضل التابعین امام سعید بن المسیب **(۱۱۶)** حبان بن ابی حیلہ **(۱۱۷)** ابن مینا **(۱۱۸)** ابوقلابہ بصری **(۱۱۹)** سلیم بن عمیر **(۱۲۰)** عبداللہ بن ابن نجیح مکی من العلماء والاولیاء من کلا النوعین المذکورین فی المتن **(۱۲۱)** امام محدث مفسر مجتہد ابن جریر طبری **(۱۲۲)** امام محدث اجل ابو محمد عبدالحق صاحب احکام کبرٰی واحکام صغرٰی **(۱۲۳)** امام ابو عمرو بن الصلاح محدث **(۱۲۴)** امام قاضی مجدد الشریعۃ کرمانی **(۱۲۵)** امام اجل ابوالبرکات عبداللہ نسفی صاحب تصانیف مشہورہ **(۱۲۶)** امام علامہ بدالدین محمود عینی احمد عینی حنفی صاحب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری **(۱۲۷)** علامہ ابن ملک شارح مشارق الانوار **(۱۲۸)** علامہ فضل اللہ بن الغوری حنفی **(۱۲۹)** امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی صاحب تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق **(۱۳۰)** محمد بن محمد حافظ بخاری صاحب فصل الخطاب **(۱۳۱)** امام شہاب الدین شارح منہاج استاذ ابن حجر مکی **(۱۳۲)** حضرت سیدی علی قرشی قدس سرہ العرشی **(۱۳۳)** امام جلیل نورالدین ابوالحسن علی مصنف بہجۃ الاسرار **(۱۳۴)** امام مجدالدین عبداللہ بن محمود موصلی حنفی صاحب مختار واختیار **(۱۳۵)** صاحب مطالب المومنین **(۱۳۶)** صاحب خزانۃ الروایات **(۱۳۷)** صاحب کنز العباد، ہر سہ از مستندان متکلمین طائفہ **(۱۳۸)** علامہ جمہوری صاحب تصانیف کثیرہ **(۱۳۹)** علامہ زیادی **(۱۴۰)** علامہ داؤدی شارح منہج **(۱۴۱)** علامہ حلبی محشٰی صاحب درمختار **(۱۴۲)** شیخ احمد نخلی **(۱۴۳)** شیخ احمد شناوی **(۱۴۴)** شیخ احمد قشاشی **(۱۴۵)** مولانا ابراہیم کردی استاذ الاستاذ شاہ ولی اللہ صاحب **(۱۴۶)** مولٰنا ابوطاہر مدنی خاص استاذ شاہ ولی اللہ **(۱۴۷)** مولانا محمد بن حسین کبتی حنفی مکی **(۱۴۸)** مولانا حسین ابراہیم مالکی مکی **(۱۴۹)** حضرت مولٰنا شیخ الحرم احمد زین دحلان شافعی مکی مصنف سیرت نبویہ ورَدِّ وہابیہ وغیرہما تصانیف علیہ **(۱۵۰)** مولانا محمد بن غرب شافعی مدنی **(۱۵۱)** مولٰنا عبدلجبار حنبلی بصری مدنی **(۱۵۲)** مولٰنا ابراہیم بن خیار شافعی مدنی **(۱۵۳)** عبد صالح ہاشم بن محمد **(۱۵۴)** ان کے والد ماجد محمد عمری مدنی

(باقی برصفحہ آئندہ)

اصحاب مہم کے لیے کافی ہیں۔ت)۔

اولٰئك ساداتی فجئنی بمثلھم اذا جمعتنا یا جریر المجامع [1]

(یہ ہیں میرے سردار، پس تو ان کی مثل پیش کر، اے جریر جب محفلیں ہم سب کو اکٹھا کریں)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(۱۵۵) حضرت سیدی ابویزید بسطامی **(۱۵۶)** حضرت سیدی ابوالحسن خرقانی **(۱۵۷)** حضرت سیدی ابوعلی فارمدی **(۱۵۸)** حضرت سیدی ابوسعید خراز **(۱۵۹)** حضرت ستاد امام ابوالقاسم قشیری۔ **(۱۶۰)** حضرت عارف باللہ سیدی ابی علی **(۱۶۱)** حضرت سیدی ابراہیم بن شیبان (۱۶۲) حضرت سیدی ابویعقوب (۱۶۳) حضرت سیدی علی خواص شیخ امام شعرانی (۱۶۴) حضرت میر ابوالعلی اکبرآبادی سردار سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ (۱۶۵) شاہ محمد غوث گوالیاری صاحب جواہر خمسہ (۱۶۶) مولانا وجیہ الدین علوی شیخ حضرت مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی (۱۶۷) حضرت سید صبغتہ اللہ بروجی (۱۶۸) شیخ بایزید ثانی (۱۶۹) مولٰنا عبدالملک (۱۷۰) شیخ اشرف لاہوری (۱۷۱) شیخ محمد سعید لاہوری کہ ساتوں صاحب مشائخ شاہ ولی اللہ سے ہیں۔ (۱۷۲) جناب شیخ مجدد الف ثانی (۱۷۳) شیخ عبدالاحد پیر سلسلہ مجددیہ (۱۷۴) شیخ ابوالرضا محمد جد شاہ ولی اللہ (۱۷۵) سید احمد بریلوی پیر میاں اسمٰعیل دہلوی کہ صراط مستقیم جن کی ملفوظات قرار دی گئی۔ یہ مجموعہ پونے دو سو ۱۷۵ ہوا من بعضھم صریح البیان ومن بعضھم افادۃ البرھان ومن بعضھم التقریر والاذعان ولبعضھم لیس الخبر کالعیان والحمد للہ فی کل حین وآن (بعض کا صریح بیان ہے۔ بعض کی جانب سے افادہ برہان ہے۔ بعض سے تقریر اور اذعان ہے۔ اور بعض کا حال یہ ہے کہ خبر مشاہدے کی طرح نہیں، اور اللہ ہی کی حمد ہے ہر وقت اور ہر آن۔ت) اور ہنوز اس کتاب میں اور باقی ہیں اور جو حصر واستیعاب کی طرف راہ کیا ہے بلکہ استقصائے تام قدرت خامہ و وسعت کاغذ کے وراآخر نوع اول مقصد سوم میں ارشادان علماء سے مذکور ہوگا کہ علم و سمع وبصر موتٰی پر تمام اہلسنت وجماعت کا اجماع ہے۔ تو آج تک جس قدر عمائد اہلسنت گزرے سب کے نام اسی فہرست میں اندراج کے قابل، پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کتنے لاکھ ہے، والحمد للہ رب العٰلمین۔ اور لُطف یہ کہ ان مذکورین میں گنتی کے بعض ایسے ہیں جن کے دو ایک ظواہر کلمات سے وہابیہ اس مسئلہ میں استناد کرتے اور انھیں کے باقی اقوال کو پس پشت ڈال کر مقامِ تحقیق ومرام توفیق ونظام تطبیق اور موافق ومبائن جمہور کی تفریق سے محض غافل یا اغوائے عوام کو متغافل گزرتے ہیں واللہ من یشاء الٰی صراط مستقیم (اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ت) ۱۲ منہ دامت فیوضہ (م)

---

[1] مختصر المعانی تعریف المسند الیہ بالاشارۃ المکتبہ الفاروقیہ ملتان ص ۱۱۱

والحمد للہ اولًا واٰخرًا وباطنًا وظاھرا اتمام لکلام بمسلك الالزام (اول، آخر، ظاہر، باطن میں اللہ تعالٰی کی حمد ہے۔ الزام کے رنگ میں کلام تام کیا جارہا ہے۔ ت)

اب انھیں لیجئیے جن پر اعتماد مخالف کو ضرور: (۱) شاہ ولی اللہ صاحب (۲) ان کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب (۳) ان کے فرزند ارجمند مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب (۴) ان کے برادر مولٰنا شاہ عبدالقادر صاحب (۵) ان کے ممدوح جناب میرزا مظہر جانجاناں (۶) ان کے مرید رشید قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی (۷) مولوی اسحاق صاحب دہلوی (۸) ان کے شاگرد نواب قطب الدین خاں دہلوی (۹) مولوی خرم علی صاحب بلہوری تجاوز اللہ عنا وعن کل من صح ایمانہ فی النشاتین ورحم کل من یشھد صدقا بالشھادتین (اللہ در گزرے فرمائے ہم سے اور ہر اس شخص سے جس کا ایمان دونوں نشاتوں میں صحیح ہے اور ان سب پر رحم فرمائے جو سچائی سے دونوں شہادتوں کی گواہی دینے والے ہیں۔ ت) (۱۰) ان سب سے قوی مجتہد نو میاں اسمٰعیل دہلوی واللہ الھادی منھج السوی وھو المستعان علٰی کل غوی ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ الغالب العلی (اور خدا ہی راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے اور اسی سے ہر گمراہ کے خلاف استعانت ہے۔ اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر خدائے غالب وبرتر سے۔ ت)

واضح ہو کہ ارشادات علیہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین مقصدِ احادیث میں مذکور ہوئے کہ حدیث اصطلاح[عہ۱] محدثین میں انھیں شامل، معہذا امور قبور واحوالِ ارواح مفارقہ میں رائے کو دخل نہیں تو یہاں[عہ۲] موقوف

عـــہ: علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالٰی مقدمہ مصطلحات الحدیث میں فرماتے ہیں:

الحدیث اعم ان یکون قول الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والصحابی والتابعی وفعلھم وتقریرھم۔	حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابی وتابعی سب کے قول، فعل اور تقریر کو شامل ہے۔ (ت)

امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنی ارجوزہ مسمّٰی بالتثبیت عند التبییت میں فرماتے ہیں:

یکرر السوال للانام * فی ماروا فی سبعۃ ایام * کذا رواہ احمد بن حنبل * فی الزھد عن طاؤس البحر العلی * وحکمہ الرفع کما	(۱) روایت محدثین کے مطابق مخلوق سے سوال سات دنوں کے اندر مکرر ہوگا (۲) امام احمد بن حنبل نے زہد میں تبحر بلند رتبہ تابعی امام طاؤس سے ایسا ہی

بھی مرفوع میں داخل۔ ہاں بعض اقوال تابعین مثل بلال بن سعد اس مقصد سوم میں ذکر ہوئے اور اس کی وجہ اقوال باب سے مناسبت ، جس طرح مثلاً امام سفیان کا قول، ایسے ہی مناسب کے سبب اقوال تابعین کے ساتھ منقول ہوا۔ اب بقیہ حضرات کے کلمات طیبات واقوال وتصریحات اگر بوجہ استیعاب لکھیے پھر دفتر ہوتا ہے۔ لہٰذا صرف **تین سو ۳۰۰ قول** پر اقتصار کرتا ہوں ۔ علماء صنف اول کے دوسو ۲۰۰ اور اہل صنف دوم کے سو کہ دیدہ انصاف صاف ہو تو اتنے کیا کم ہیں ع

در خانہ اگر کس است یکحرف بس است

(اگر خانہ عقل میں شعور ہو تو اشارہ ہی کافی ہے)

تنبیہ: عدت قول، جدت مقول یا تعدد مقول سے ہے، ابتداً خواہ تقریراً اور درصورت اخیر ہر عالم کی عبارت جُدا جُدا لکھنا باعث طول۔ لہٰذا انھیں ایک ہی سرخی میں گن کر اسامی علماء پر ہندسہ لگادیا جائے گا۔ یہ مقصد بھی مثل اپنے دو برادر پیشیں کے دونوں پر منقسم **واللہ سبحٰنہ ھو الموفق للحق والصواب فی کل مھم** (اور خدائے پاک ہی ہر مہم میں ثواب کی توفیق دینے والا ہے۔ ت)

نوعِ اول: اقوال علماء سلف وخلف میں، ایک تمہید اور پندرہ ۱۵ فصل پر مشتمل۔

(۱) ابن عساکر تاریخ دمشق میں امام محمد بن وضاح سے راوی، امام اجل سحنون بن سعید قدس سرہ، سے کہا گیا ایک شخص کہتا ہے بدن کے مرنے سے روح بھی مرجاتی ہے۔

فرمایا: **معاذاللہ ھذا من قول اھل البدع**[1]

خدا کی پناہ یہ بدعتیوں کا قول ہے۔

(۲) امام ابن امیر الحاج خاتمہ حلیہ میں دربارۂ فوائد غسلِ میّت فرماتے ہیں:

اذا اعتنی المولی بتطھیر جسد یلقی فی التراب	یعنی جب بندہ دیکھے گا کہ مولٰی تبارک وتعالٰی نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قد قالوا* اذالیس للرأی فیہ مجال* ولیس للقیاس فی ذاالباب* من مدخل عند ذوی الالباب* وانما التسلیم فیہ اللائق* والنقیاد حیث أبنا الصادق منہ (م)

روایت کیا ہے (۳) وہ حسبِ ارشاد عُلمائے مرفوع کے حکم میں ہے۔ اس لیے کہ اس بارے میں رائے کا گزر نہیں (۴) اور قیاس کا اس باب میں ارباب عقول کے نزدیک کوئی دخل نہیں (۵) جب صادق نے خبر دی ہے تو اس میں تسلیم وقبول اور تابعداری ہی مناسب ہے۔ (ت)

[1] شرح الصدور بحوالہ ابن عساکر خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۳۵

تنبه العبد الی تطهیر ماهوا باق وهو النفس فانه لایفنی عند اهل السنة والجماعة [1]۔	ہم پر اس بدن کی تطہیر فرض کی جو خاک میں ڈالا جائیگا تو متنبہ ہوگا کہ اس کی تطہیر اور بھی ضرور ہے جو باقی رہنے والا ہے یعنی روح کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک فنا نہیں ہوتی۔

(۳) امام عزالدین بن عبدالسلام عـــہ۱ فرماتے ہیں کہ:

لا تموت ارواح الحیاۃ بل ترفع الی السماء حیة [2]۔	روحیں مرتی نہیں بلکہ زندہ آسمان کی طرف اُٹھالی جاتی ہیں۔

(۴) امام جلال الحق والدین سیوطی شرح الصدور میں ناقل، **باقیة بعد خلقها بالاجماع** [3] روحیں پیدائش کے بعد بالاجماع جاوداں رہتی ہیں۔ **(۵)** خود امام ممدوح اس امر کی تائید کہ شہداء کی زندگی صرف روحانی بلکہ روح وبدن دونوں سے ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

لوکان المرادحیات الروح فقط لم یحصل له تمیز عن غیرہ لمشارکة سائرا لاموات له فی ذلك ولعلم المومنین باسرهم حیاۃ کل الارواح فلم یکن لقوله تعالٰی ولکن لاتشعرون [4]۔	یعنی اگر آیت کریمہ میں حیات شہید سے صرف زندگی روح مراد ہوتی ہے تو اس میں اس کی کیا خصوصیت تھی، یہ بات تو ہر مُردے کو حاصل ہے اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ سب کی روحیں بعد موت زندہ رہتی ہیں۔ حالانکہ حیات شہداء کی نسبت آیت میں فرمایا کہ تمھیں خبر نہیں

یہاں سے اجماع صحابہ ثابت ہوا۔

فصل اوّل: موت صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلا جاتا ہے نہ کہ معاذاللہ جماد ہو جانا۔

قول (۱): ابو نعیم حلیہ میں بلال عـــہ۲ بن سعد رحمۃ اللہ تعالٰی سے راوی کہ اپنے وعظ میں فرماتے:

عـــہ۱: نقله فی شرح الصدور وعن امالیه ۱۲ منه (م) | اسے شرح الصدور میں ان کے امالی سے نقل کیا۔ ت

عـــہ۲: تابعی جلیل، عابد، فاضل، ثقہ، رجال نسائی وغیرہ سے ۱۲ منہ (م)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] شرح الصدور بحوالہ عزالدین بن عبدالسلام خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۳۴

[3] شرح الصدور بحوالہ کتاب ابن قیم خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۳۵

[4] شرح الصدور باب زیارۃ القبور خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۵

يا اهل الخلوت يا اهل البقاء انكم لم تخلفوا للفناء وانما خلقتم للخلوت و الابداولكنكم تتقلون من دارٍ الیٰ دار [1]۔	اے ہمیشگی والو! اے بقا والو! تم فنا کو نہ بنے بلکہ دوام وہمیشگی کے لیے بنے ہو، ہاں ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہو۔

قول (۲): شرح الصدور میں ہے:

قال العلماء الموت ليس بعدم محض ولافناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقة وحيلولة بينهما وتبدل حال وانتقال من دار الی دار [2]۔	علماء نے فرمایا موت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی نیست ونابُود ہوجائے بلکہ وہ تویہی روح وبدن کے تعلق چھوٹنے اور ان میں حجاب وجُدائی ہوجانے اور ایک طرح کی حالت بدلنے اور ایک گھر سے دوسرے گھر چلے جانے کا نام ہے۔

تنبیہ: تعلق چھوٹنے کے یہ معنی کہ وہ علاقہ معہودہ جو عالم حیات تھا، جاتا رہا۔ اور اس طرح حجاب وجدائی ہوجانے سے یہ مراد کہ ویسا اتصال تام باقی نہیں، ورنہ مذہب اہلسنت میں روح کو بعد موت بھی بدن سے ایک تعلق واتصال رہتا ہے جیسا کہ فصولِ آئندہ کے اقوال کثیرہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی۔ **قول (۳)**: جامع البرکات میں فرمایا:

موت عدم محض میّت چنانکہ دہریاں وطبعیان گویند بلکہ انتقال ست از حالے بحالے واز دارے بدارے [3]۔	موت نیست ونابود ہوجانے کا نام نہیں جیسا کہ دہریہ اور طبعیین کہتے ہیں بلکہ ایک حال سے دوسرے حال اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوجانے کا نام ہے۔ (ت)

قول (۴): اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ:

اولیائے خدا نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بہ دار بقا وزندہ اند نزد پروردگار ومرزوق اند خوشحال اند ومردم را ازاں شعور نیست [4]۔	اولیاء اس دار فانی سے دار بقاء میں منتقل کردئے جاتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے یہاں زندہ ہیں، انھیں رزق ملتا ہے اور خوشحال رہتے ہیں اور لوگوں کو اس کی خبر نہیں۔ (ت)

[1] شرح الصدور بحوالہ حلیہ باب فضل الموت خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۵
[2] شرح الصدور بحوالہ حلیہ باب فضل الموت خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۵
[3] جامع البرکات
[4] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۴۰۲/۳

قول(۵): مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

لافرق لهم فی الحالین ولذا قیل اولیاء الله لایموتون ولکن تنتقلون من دار الٰی دار[1]۔	اولیاء کی دونوں حالت وممات میں اصلاً فرق نہیں، اسی لیے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔

روایت مناسبہ عــہ: امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ، اپنے رسالہ میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز قدس سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظّمہ میں تھا بابِ بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا۔ جب میں نے اس کی طرف نظر کی، مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا:

یا ابا سعید اماعلمت ان الاحباء احیاء و ان ماتوا وانما ینقلون من دار الٰی دار[2]۔	اے ابو سعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگر چہ مر جائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

روایت دوم: وہی عالی جناب حضرت سیدی ابو علی قدس سرہ، سے راوی، میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا اور ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ ان کی غربت پر رحم کرے، فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا:

یا اباعلی أتذلنی بین یدی و من دللنی[3]۔	اے ابو علی! مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔

میں نے عرض کی: اے سردار میرے! کیا موت کے بعد زندگی؟ فرمایا:

بلٰی انا حی وکل محب الله حی لا یضرنك بجاهی غدا یاروذباری[4]۔	میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے بیشک وہ جاہت وعزت جو روز قیامت میں ملے گی اس سے تجھے کوئی ضرر نہ پہنچے گا بلکہ میں تیری مدد کروں گا اے روز باری۔

روایت سوم: وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہ، سے راوی، میرا ایک مرید جوان مر گیا، مجھے سخت صدمہ ہوا، نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداء کی، جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی داہنی کروٹ میری طرف کی، میں نے کہا: جان پدر! تو سچّا ہے مجھ سے غلطی ہوئی۔

عــہ: هذه والاربعة بعدها کل ذلك فی شرح الصدور ۱۲ منه (م)	یہ روایت اور اسکے بعد کی دو چاروں روایتیں سب شرح الصدور میں ہیں۔ (ت)

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۴۱/۳

[2] الرسالۃ القشیریۃ باب احوالھم عند الخروج من الدنیا مصطفی البابی مصر ص ۱۴۰

[3] الرسالۃ القشیریۃ باب احوالھم عند الخروج من الدنیا مصطفی البابی مصر ص ۱۴۰

[4] الرسالۃ القشیریۃ باب احوالھم عند الخروج من الدنیا مصطفی البابی مصر ص ۱۴۰

روایت چہارم: وہی امام حضرت ابویعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہ، سے راوی، میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختے پر لٹایا اس نے میرا انگوٹا پکڑلیا میں نے کہا: جان پدر! میں جانتا ہوں کہ تو مُردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے۔ لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔[1]

روایت پنجم: جناب ممدوح انہی عارف موصوف سے راوی، مکہ معظّمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا پیر ومرشد! میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا، حضرت! یہ اشرفیاں لیں اور آدھی میں میرا دفن آدھی میں میرا کفن کریں، جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا۔ پھر کعبہ سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی، میں نے قبر میں اتارا، آنکھیں کھول دیں، میں نے کہا: موت کے بعد زندگی کہاں؟ انا حی وکل محب الله حی[2] میں زندہ ہوں اور الله کا ہر دوست زندہ ہے۔ اس قسم کی صدہا روایات کلماتِ ائمہ کرام میں مذکور وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾[3] (اور خدا جسے نور نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔ت)

فصل دوم: موت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آتا اور اس کے علوم وافعال (عہ) بدستور رہتے ہیں بلکہ زیادہ ہوجاتے ہیں، پھر جمادیت کیسی اور اثبات تخصیص ادراک۔ ذمہ مخصص۔

قول (۶): امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

النفس باقیة بعد موت البدن عالمة باتفاق المسلمین بل غیر المسلمین من الفلاسة وغیرھم ممن یقول ببقاء النفوس یقولون بالعلم بعد الموت ولم	یعنی مسلمان کا اجماع ہے کہ روح بعد مرگ باقی اور علم وادراک رکھتی ہے۔ بلکہ فلاسفہ وغیرہم کفار بھی علم مانتے ہیں اور بقائے روح میں کسی نے خلاف

عــــہ: امام سیوطی شرح الصدور میں مذہب اہلسنت کتاب الروح سے یوں نقل فرماتے ہیں:

ان الروح ذات قائمه بنفسها تصعد وتنزل وتتصل وتنفصل وتذھب وتجیئ وتتحرك وتسکن وعلی ھذا اکثر من مائة دلیل مقررة[4]۔	یعنی روح ایک مستقل ذات ہے کہ چڑھتی اترتی ملتی جدا ہوتی آتی جاتی حرکت کرتی ساکن ہوتی ہے اور اس پر سو سے زیادہ دلائل ثابت ہوتے ہیں۔ (م)

[1] الرسالۃ القشیریۃ فصل فان قیل فما الغالب علی الولی فی حال الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۷۰
[2] الرسالۃ القشیریۃ فصل فان قیل فما الغالب علی الولی فی حال الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۷۱
[3] القرآن ۲۴/ ۴۰
[4] شرح الصدور خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۳۶

یخالف فی بقاء النفوس الا من لایعتد بہ[1] اھ ملتقطاً۔	نہ کیا مگر ایسوں نے جو کسی گنتی شمار میں نہیں اھ ملتقطاً۔

قول (۷): تفسیر بیضاوی میں ہے:

فیھا دلالۃ علی ان الارواح جواھر قائمۃ بانفسھا مغائرۃ لما یحس بہ من البدن تبقٰی بعد الموت دراکۃ وعلیہ جمہور الصحابۃ والتابعین وبہ نطقت الاٰیات والسنن[2]۔	یہ آیہ کریمہ دلیل ہے کہ روحیں جوہر قائم بالذات میں یہ بدن جو نظر آتی ہے اس کے سوا اور چیز ہیں، موت کے بعد اپنے اسی جوش ادراک پر رہتی ہیں، جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مذہب ہے اور اس پر آیات واحادیث ناطق۔

قول (۸): امام غزالی احیاء ف میں فرماتے ہیں:

لاتظن ان العلم یفارقك بالموت فالموت لایھدم محل العلم اصلا ولیس الموت عدما محضًا حتی تظن انك اذا عدمت عدمت صفتک[3]۔	یہ گمان نہ کرنا کہ موت سے تیرا علم تجھ سے جدا ہو جائیگا کہ موت محلِ علم یعنی روح کا تو کچھ نہیں بگاڑتی، نہ وہ نیست ونابود ہو جانے کا نام ہے کہ تو سمجھے جب تو نہ رہا تیرا وصف یعنی علم وادراک بھی نہ رہا۔

قول (۹، ۱۰): امام نسفی عمدۃ الاعتقاد، پھر علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں: الروح لا یتغیر بالموت[4]۔ مرنے سے روح میں کچھ نہیں آتا۔

قول (۱۱): علّامہ تورپشتی فرماتے ہیں:

الروح الانسانیۃ متمیزۃ مخصوصۃ بالادراکات بعد مفارقۃ البدن[5]۔ نقلہ المناوی	فراق بدنِ کے بعد بھی روح انسانی متمیز ومخصوص بہ ادراکات ہے۔ (اسے علامہ مناوی نے نقل کیا۔ت)

---

[1] شفاء السقام الفصل الثانی فی الشہداء مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۱۰

[2] تفسیر بیضاوی تحت آیۃ بل احیاء ولکن لایشعرون مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۷

[3] التیسیر بحوالہ الغزالی تحت حدیث من طلب العلم الخ مکتبہ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲/ ۴۲۹

[4] الحدیقۃ الندیۃ الباب الثانی فی الامور المہمۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۹۰

[5] التیسیر شرح جامع صغیر بحوالہ التورپشتی تحت ان ارواح الشہداء الخ مکتبہ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۳۱۰

ف: سعی بسیار کے باوجود حوالہ احیاء العلوم سے دستیاب نہیں ہو سکا، تیسیر میں بحوالہ الغزالی بعینہٖ یہ عبارت موجود ہے اس لیے تیسیر سے یہ حوالہ نقل کیا ہے۔ **نذیر احمد**

قول (۱۲): علامہ مناوی کی شرح جامع الصغیر میں ہے:

الموت لیس بعدم محض والشعور باق حتی بعد الدفن [1]۔	موت بالکل عدم نہیں اور شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی۔

قول (۱۳): اسی میں ہے:

ان الروح اذا انخلعت من هذا الهيكل و انفكت من القبور بالموت تجول الى حيث شاءت [2]۔	بیشک روح جب اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولان کرتی ہے۔

قول (۱۴): شرح الصدور میں منقول کہ دلائل قرآن وحدیث لکھ کر کہا:

فصح ان الارواح اجسام حاملة لاعراضها من التعارف والتناكر وانها عارفة متميزة [3]۔	ان سے ثابت ہوا کہ روحیں اجسام ہیں اپنے اوصاف شناخت وناشناخت وغیرہ کی حامل جو بذاتِ خود ادراک و تمیز رکھتی ہے۔

یہاں وہ تقریر یاد کرنی چاہئے جو زیر حدیث دوم گزری۔

قول (۱۵): مقاصد وشرح مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے:

عند المعتزلة وغيرهم البدنية المخصوصة شرط فى الادراك فعندهم لايبقى ادراك الجزئيات عند فقد الألات وعندنا يبقٰى و هوالظاهر من قواعد الاسلام [4]۔	معتزلہ وغیرہم کے مذہب میں یہ بدن شرط ادراک ہے توان کے نزدیک جب اس کے آلات نہ رہے ادراک جزئیات بھی نہ رہا اور ہم اہل سنت وجماعت کے مذہب میں باقی رہتا ہے اور یہی ظاہر ہے قواعد دین اسلام سے۔

قول (۱۶): لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

سببيه الحواس للاحساس وللادراك عادية	حواس کا سبب احساس وادراک ہونا اک امر عادی ہے

---

[1] التیسیر شرح جامع صغیر تحت ان المیّت یعرف من یحملہ الخ مکتبہ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/۳۰۳

[2] التیسیر شرح جامع صغیر تحت حدیث ان روحی المومنین مکتبہ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/۳۲۰

[3] شرح الصدور باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۹۹

[4] شرح المقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۴۳

كما تقرر فى المذهب اما العلم فبالروح و هو باق[1] اهـ ملتقطا۔	جیسا کہ مذہب اہل سنت میں ثابت ہوچکا اور علم تو روح سے ہے وہ باقی ہے اھ مختصراً۔

قول (۱۷) : امام سیوطی فرماتے ہیں :

ذهب اهل الملل من المسلمين وغيرهم الى ان الروح تبقى بعد موت البدن و خالف فيه الفلاسفة دليلنا ماتقدم من الأيات والاحاديث فى بقائها وتصرفها[2] الخ (ملخصًا)	تمام اہل ملت مسلمین اور ان کے سواسب کا یہی مذہب ہے کہ روحیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں فلاسفہ یعنی بعض مدعیان حکمت نے اس میں خلاف کیا، ہماری دلیل۔ وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے۔ الخ

قول (۱۸) : ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے :

قد انكرعذاب القبر بعض المعتزلة والروافض محتجين بان الميّت جماد لا حياة له ولا ادراك[3] الخ۔	بعض معتزلہ اور روافض عذاب قبر سے منکر ہوئے یہ حجت لا کر کہ مُردہ جماد ہے نہ اس کے لیے حیات ہے نہ ادراک الخ۔

قول (۱۹) : کشف الغطاء مستند مولوی اسحٰق دہلوی میں ہے :

مذہب اعتزال است کہ گویند میّت جماد محض است[4]۔	میّت کو جماد محض بتانا معتزلہ کا مذہب ہے۔ (ت)

قول (۲۰) : اسی میں ہے :

فرقے نیست در ارواح کاملان درحین حیات و بعد از ممات مگر بترقیہ کمال[5]۔	اہل کمال کی روحوں میں حالتِ حیات و موت میں کوئی فرق نہیں ہوتا سوا اس کے کہ بعد موت کمالات میں ترقی ہو جاتی ہے۔ (ت)

فصل سوم : ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم وادراک دینا واہل دینا کو بھی شامل۔

---

[1] لمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الجہاد

[2] شرح الصدور خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۳۵

[3] ارشاد الساری شرح البخاری باب قتل ابی جہل دار الکتب العربی بیروت ۶/ ۲۵۵

[4] کشف الغطاء فصل در احکام دفن میت مطبع احمدی دہلی ص ۵۷

[5] کشف الغطاء فصل در احکام دفن میت مطبع احمدی دہلی ص ۵۷

قول (۲۱): امام جلال الدین سیوطی رسالہ منظومہ انیس الغریب میں فرماتے ہیں:

یعرف من یغسله ویحمل ویبلس الاکفان ومن ینزل[1]

(مُردہ اپنے نہلانے والے، اٹھانے والے، کفن پہنانے والے، قبر میں اتارنے والے سب کو پہچانتا ہے)

قول (۲۲تا۲۴): امام ابن الحاج مدخل اور ۲۳ امام قسطلانی مواہب اور ۲۴ علامہ زرقانی شرح میں تقریراً فرماتے ہیں:

واللفظ لاحمد من انتقل الٰی عالم البرزخ من المؤمنین یعلم احوال الاحیاء غالبًا وقد وقع کثیر من ذلك کما ھو مسطور فی مظنة ذلك من الکتب[2]۔	احمد کے الفاظ ہیں جو مسلمان برزخ میں ہیں اکثر احوال احیاء پر رکھتے ہیں اور یہ امر بکثرت واقع ہے جیسا کہ کتابوں میں اپنے محل پر مذکور ہے۔

قول (۲۵): اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم وادراک مَوتٰی کی تحقیق وتفصیل لکھ کر فرماتے ہیں:

بالجملہ کتاب وسنت مملو ومشحون اند باخبار وآثار کہ دلالت مے کنند بر وجود علم موتٰی بدنیا واہل آں پس منکر نہ شود آں را مگر جاہل باخبار ومنکر دین[3]۔	الحاصل کتاب وسنت ایسے اخبار وآثار سے لبریز ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ مردوں کو دینا واہل دنیا کا علم ہوتا ہے تو اس کا انکار وہی کرے گا جو اخبار واحادیث سے بے خبر اور دین منکر ہو۔ (ت)

فصل چہارم: اموات سے حیا کرنے میں۔

قول (۲۶): ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی، وہ ایک مقبرہ پر گزرے، پیشاب کی حاجت سخت تھی، کسی نے کہا یہاں اتر کر قضائے حاجت کر لیجئے، فرمایا:

سبحان اللّٰہ واللّٰہ انی لایستحیی من الاموات کما استحیی من الاحیاء[4]۔	سُبحان اللّٰہ! خدا کی قسم میں مردوں سے ایسی ہی شرم رکھتا ہوں جیسی زندوں سے۔

[1] انیس الغریب

[2] المواہب اللدنیہ من آداب الزیارت المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۸۱، زرقانی علی مواہب اللدنیہ المقصد العاشر المطبعۃ العامرہ مصر ۸/ ۳۴۹، المدخل فصل فی الکلام علٰی زیارت سید الاولین دارالکتب العربیہ بیروت ۱/ ۲۵۳

[3] اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد فصل اول نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۱

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ ابن ابی الدنیا زیارت القبور مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۱۱۷

قول (۲۷): جب سیدنا امام شافعی مزارِ فائض الانوار حضرت امام اعظم پر تشریف لے گئے رضی اللہ تعالٰی عنہما وعن اتباعہما، نماز صبح میں قنوت نہ پڑھی، لوگوں نے سبب پوچھا، فرمایا:

کیف اقنت بحضرۃ الامام وھو لایقول بہ [1]۔ ذکرہ سیدی علی الخواص والامام الشعرانی فی المیزان و نحوہ العلامۃ ابن حجر مکی فی خیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان فی اولھا واعادہ فی اٰخرھا عن بعض شراح منھاج الامام النووی وعن غیرہ ونحوہ فی عقود الجمان فی مناقب النعمان عن شیخ شیوخہ الامام الزاھد الولی شھاب الدین شارح المنھاج	میں امام کے سامنے کیونکر قنوت پڑھوں حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں (اسے سیدی علی خواص نے اور امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ذکر کیا اور اسی کے ہم معنی علامہ ابن حجر نے "الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان" کے شروع میں ذکر کیا اور اس کے آخر میں دوبارہ منہاج امام نووی کے بعض شارحین وغیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا۔ اسی طرح عقود الجمان فی مناقب النعمان میں اپنے شیخ الشیوخ امام، زاہد، ولی اللہ شہاب الدین شارح منہاج سے نقل کیا۔ (ت)

بعض روایات میں آیا بسم اللہ شریف بھی جہر سے نہ پڑھی

نقلہ الفاضل الشامی فی ردالمحتار عن بعض العلماء وکذا الامام ابن حجر فی الخیرات الحسان۔	اسے فاضل شامی نے ردالمحتار میں بعض علماء سے نقل کیا، ایسے ہی امام ابن حجر نے الخیراب الحسان میں ذکر کیا۔ (ت)

بعض میں ہے تکبیرات انتقال میں رفع یدین نہ فرمایا، سبب دریافت ہوا، جواب دیا:

ادبنا مع ھذا الامام اکثر من ان نظھر خلافہ بحضرتہ [2]۔ ذکرہ علی القاری فی المرقاۃ۔	اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ ان کے حضور ان کا خلاف ظاہر کریں، (اسے ملّا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔ ت)

شرح لباب میں خاص بلفظ استحیا نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا:

استحیی ان اخالف مذھب الامام	مجھے شرم آتی ہے کہ امام کے سامنے ان کے

[1] المیزان الکبرٰی فصل فیما نقل عن الامام الشافعی مصطفٰی البابی مصر ۱/۶۱

[2] مرقاہ شرح مشکوٰۃ مذکرہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۰

فی حضورہ[1]۔ ذکرہ فی باب الزیارۃ النبویۃ نبوی، فصل المقام بالمدینۃ المنورۃ۔	مذہب کے خلاف کروں، (اسے علامہ قاری نے شرح لباب، باب زیارت فصل اقامتِ مدینہ منورہ میں ذکر کیا۔ت)

سبحان اللہ اگر اموات دیکھتے سنتے نہیں تو جہر و اخفاء یا رفع و ترک و مکث قنوت و تعجیل سجود میں کیا فرق تھا، للہ انصاف، اگر بنائے قبر حجاب مانع ہو تو امام ہمام کا سامنا کہاں تھا اور اس ادب و لحاظ کا کیا باعث تھا۔

قول (۲۸تا۳۱): علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے ہے تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے۔ اسی طرح اس بقعہ پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے اس پر سلام کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزت و عظمت رکھتا ہے اس کے سامنے سے بے سلام چلے جانا مروّت و ادب سے بعید ہے۔ مولانا علی قاری نے شرح لباب میں اسے نقل فرما کر مسلم رکھا، ۳۰ شیخ محقق نے جذب القلوب میں، بعض دیگر علماء سے اس کی تحسین نقل کی ہے کہ یہ ایک عمدہ مقصد ہے جس کے ساتھ افضل واشرف کی رعایت نہ کرنی کچھ مضائقہ نہیں، مسلک مقتسط میں ہے۔

ذکر العلامۃ فضل اللہ بن الغوری من اصحابنا ان البدائۃ بقبۃ العباس والختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما اولٰی لان مشھد العباس اول مایلقی الخارج من البلد عن یمینہ فمجاوزتہ من غیر سلام علیہ جفوۃ فاذا سلم علیہ وسلم علی من یمر بہ اولا فیختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فی رجوعہ کما صرح بہ ایضا کثیر من مشائخنا[2] الخ۔	علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعتِ علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابتداء کرے اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مزار پر ختم کرے یہ بہتر ہے کیونکہ باہر والا جب دائیں طرف سے شروع کرے تو پہلے وہی ملتا ہے تو ان کو سلام کئے بغیر گزر جانا بے ادبی ہے، جب ان پر گزرے اور جو مزار پہلے آتا جائے سلام کرتا جائے، تو واپسی مزار حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر ختم کرے جیساکہ بہت سے ہمارے مشائخ نے تصریح فرمائی الخ (ت)

[1] منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ بالمدینۃ الخ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۲

[2] مسلک متقسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ بالمدینۃ الخ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۵

جذب القلوب میں ہے:

متاخرین علماء اختلاف کردہ اند کہ ابتداء بزیارت کہ کند طائفہ برآنند کہ ابتداء بہ زیارت حضرت عباس کند وہر کہ باوے دریک قبہ آسود انداز ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین زیرا کہ اسہل واقرب است واز پیش ایشاں در گزشتن وبزیارت دیگراں متوجہ شدن نوعے از جفاوسوئے ادب باشد الخ[1]۔	علمائے متاخرین نے اختلاف کیا ہے کہ زیارت میں ابتداء کسی سے کرے۔ ایک جماعت کے ہاں حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے ساتھ قبہ میں جو اہلبیت ائمہ کرام رضوان علیہم آرام فرماہیں سے شروع کرے کیونکہ یہ آسان اوراقرب ہے اور ان کے آگے سے بغیر سلام گزرجانا اور دوسروں کی زیارت میں متوجہ ہوجانا ایک قسم کی لاپروائی اور بے ادبی ہے۔الخ (ت)

اسی میں ہے:

محصل کلام بعضے از علماء آں است کہ ابتداء قبہ عباس کند رضی اللہ تعالٰی عنہ وعمن معہ وبعد ازاں بہر کہ پیش آیا زیرا کہ ہر ابادنی جلالت شان بود بے سلام از پیش وے گزشتن وجائے دیگر رفتن از عالم مروت وحفظ طریقہ ادب بغایت دوراست قال بعضھم وھو مقصد صالح لا یضر معہ عدم رعایۃ الافضل والاشرف[2] الخ	بعض علماء کے کلام کا ماحاصل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور قبہ میں ان کے ساتھ والوں سے ابتداء کرے اور اس کے بعد ہر پہلے آنے والے کو سلام کرتا جائے کیونکہ کسی ادنٰی شان والے سے بے سلام گزرنا اور دوسری جگہ چلے جانا بھی مروت اور حفظِ ادب سے بعید ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ مقصد صالح ہے جس کی وجہ سے افضل واشرف کی عدم رعایت مضر نہیں الخ (ت)

فصل پنجم افعال احیاء سے تاذی اموات میں:

قول (۳۲تا۳۴): مراقی الفلاح میں فرمایا:

اخبرنی شیخ العلامۃ محمد بن احمد الحموی رحمھم اللہ تعالٰی بانھم یتاذون بخفق النعال[3]۔	مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی رضی اللہ تعالٰی نے خبر دی کہ جوتی کی پھچل سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے۔

---

[1] جذب القلوب باب در فضائل مقبر بقیع منشی نولکشور لکھنؤ ص ۱۸۷

[2] جذب القلوب باب در فضائل مقبر بقیع منشی نولکشور لکھنؤ ص ۱۸۷

[3] مراقی الفلاح علی ھامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰

۳۴ علامہ طحطاوی نے اس پر تقریر فرمائی۔

قول (۳۵): حدیث میں جو تکیہ قبر پر لگانے سے ممانعت فرمائی اور اسے ایذائے میّت ارشاد ہوا جیسا کہ حدیث ۲ میں گزرا، شیخ محقق رحمہ اللہ اس پر شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش می دارد و راضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبرے از جہت تضمن وے اہانت واستخفاف رابوی[1] واللہ اعلم،	ہوسکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ اس کی روح کو ناگوار ہوتا ہے اور وہ اپنی قبر پر تکیہ لگانے سے راضی نہیں ہوتی اس لیے کہ اس میں اس کی اہانت اور بے وقعتی پائی جاتی ہے، اور خدا خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

قول (۳۶تا۳۷): عارف باللہ حکیم ترمذی پھر علامہ نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں:

معناہ ان الارواح تعلم بترك اقامه الحرمة والاستھانة فتاذی بذلك[2]۔	اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا لہذا ایذا پاتی ہیں۔

قول (۳۸تا۳۹): حاشیۂ طحطاوی و ردالمحتار وغیرہ میں ہے: مقابر میں پیشاب کرنے کو نہ بیٹھے **لان المیّت یتاذی بما یتاذی به الحی**[3] اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مُردے کو بھی ایذا پاتے ہیں۔

اقول: بلکہ دیلمی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کلیہ کی صراحتًا روایت کی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

المیّت یؤذیه فی قبرہ مایؤذیه به فی بیته[4]۔	میّت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی تھی قبر میں بھی اس سے اذیت پاتا ہے۔

قول (۴۰تا۴۱): حدیث ۲۶ کے نیچے اشعہ میں امام ابوعمر عبدالبر سے نقل کیا:

ازینجا مستفاد می گردد کہ میّت متالم می گردد بجمیع انچہ متالم می گردد بدان حی ولازم این ست کہ متلذذ گردد	یہاں سے معلوم ہوا کہ میّت کو ان تمام چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جس سے زندوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس کو

[1] اشعۃ اللمعات باب دفن المیّت فصل ۳ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹۹

[2] نوادر الاصول الاصل التاسع والمائتان دار صادر بیروت ص ۲۴۴

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر باب صلوٰۃ الجنازۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۸۱

[4] شرح الصدور بحوالہ دیلمی باب تاذی المیّت الخ خلافت اکیڈمی، سوات ص ۱۲۴

بتمام انچہ متلذذمے شود بداں زندہ[1]۔	لازم یہ ہے کہ اسے ان تمام چیزوں سے لذت بھی حاصل ہو جن سے زندوں کو لذت ملتی ہے۔(ت)

تذئیل: مسئلہ ہے کہ دارالحرب کے جن جانوروں کو اپنے ساتھ لانا دشوار ہوا نھیں زندہ چھوڑیں کہ اس میں حربیوں کا نفع ہے، نہ کونچیں کاٹیں کہ اس میں جانوروں کی ایذا ہے بلکہ ذبح کرکے جلادیں تاکہ وہ ان کے گوشت سے بھی انتفاع نہ کرسکیں، درمختار میں ہے:

حرم عقردابة شق نقلها الی دارنا فتذبح وتحرق بعده اذلا یعذب بالنار الا ربها[2]۔	جس جانور کو دارالاسلام تک لانا دشوار ہو اس کی کونچیں کاٹنا حرام ہے، پہلے ذبح کریں اس کے بعد جلادیں اس لیے کہ زندہ آگ میں ڈالنے کا عذاب دینا ربّ نار ہی کا کام ہے۔(ت)

اس پر علامہ حلبی محشیٰ درمختار نے شبہ کیا کہ یہاں سے لازم کہ مُردے کے جسم کو صدمہ پہنچائیں اس سے اسے تکلیف نہ ہو حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف وارد ہے۔علامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے جواب دیا کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ خاص ہے کہ وہ اپنی قبور میں ثواب وعذاب پاتے ہیں تو ان کی ارواح کی ابدان سے ایسا تعلق رہتا ہے جس کے سبب ادراک واحساس ہوتا ہے۔ جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ ان کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا۔ردالمحتار میں ہے:

او رد المحشی علی جواز احراقها بعد الذبح انه یقتضی ان المیّت لا یتألم مع انه ورد انه یتألم بکسر عظمه قلت قد یجاب بان هذا خاص ببنی آدم لانهم یتنعمون ویعذبون فی قبورهم بخلاف غیرهم من الحیوانات والالزم ان لاینتفع بعظمها ونحوه ثم رأیت ط ذکر نحوه[3] انتهی۔	محشیٰ نے جانوروں کو ذبح کرکے جلانے پر یہ شبہ پیش کیا اس سے لازم آتا ہے کہ مُردے کو اذیت نہیں ہوتی حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف ہے کہ میّت کی ہڈی توڑنے سے اس کو اذیت ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ ہے کیونکہ وہ اپنی قبروں میں خوشی اور تکلیف پاتے ہیں، جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ ان کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا، پھر میں نے طحطاوی کو دیکھا تو انھوں نے ایسا ہی فرمایا، انتہی(ت)

[1] اشعۃ اللمعات باب دفن المیّت تیج کمار لکھنؤ ۱/۶۹۶
[2] درمختار باب المغنم وقسمتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۲
[3] ردالمحتار باب المغنم وقسمتہ مصطفی البابی مصر ۳/۲۵۲

اقول: تخصیص بنی آدم باضافت حیوانات مراد ہے ورنہ جن بھی بعد موت ادراک رکھتے ہیں کما یاتی قول ۱۹۰ (جیسا کہ قول ۱۹۰ میں آئیگا۔ت) اور خود عذاب وثواب سے علامہ کی تعطیل اس پر دلیل، واللہ تعالٰی اعلم

فصل ششم: ملاقات احیاء وذکر خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے۔

قول (۴۲): امام سیوطی نے انیس الغریب میں فرمایا:

ویأنسُونَ ان اتی المقابر[1]

(جب زائرین مقابر پر آتے ہیں مُردے ان سے انس حاصل کرتے ہیں۔ت)

قول (۴۳): امام اجل نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اقسامِ زیارت میں فرمایا ایک قسم زیارت اس غرض سے ہے کہ مقابر پر جانے سے اموات کا دل بہلائیں کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔ وسیاتی نقلہ فی النوع الثانی ان شاء اللّٰہ تعالٰی (یہ بات ان شاء اللہ تعالٰی نوعِ ثانی میں نقل ہوگا۔ت) **قول (۴۴):** جذب القلوب میں فرمایا:

زیارت گاہی از جہت ادائے حق اہل قبور باشد در حدیث آمدہ مانوس ترین حالتیکہ میّت رابود در وقت کریکے از آشنایانِ او زیارتِ قبر او کند واحادیث دریں باب بسیار است[2]۔	زیارت کبھی قبر والوں کے حق کی ادائیگی کے لیے ہوتی ہے حدیث میں آیا ہے کہ میّت کے لیے سب سے زیادہ اُنس کی حالت وہ ہوتی ہے جب اس کا کوئی پیارا آشنا اس کی زیارت کے لیے آتا ہے۔ اس باب میں احادیث بہت ہیں۔(ت)

قول (۴۵ تا ۴۶): فتاوٰی قاضی خاں پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

ان قرأ القران عند القبور نوی ذلك ان یونسه صوت القراٰن فانه یقرأ[3]۔	مقابر کے پاس قرآن پڑھنے سے اگر یہ نیت ہو کہ قرآن کی آواز سے مُردے کا جی بہلائے تو بیشک پڑھے۔

قول (۴۷ تا ۴۹): ردالمحتار میں غنیہ شرح منیہ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں تلقینِ میّت کے مفید ہونے میں فرمایا:

ان المیّت یستانس بالذکر علی ماورد	بیشک اللہ تعالٰی ذکر سے مُردے کا جی بہلتا ہے

---

[1] انیس الغریب

[2] جذب القلوب باب پانزدہم منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۱۳

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۰

فی الاثار [1]۔	جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔

قول (۵۰تا۵۸): امام قاضی خاں فتاوٰی خانیہ ۵۱ شرنبلالی نور الایضاح ومراقی الفلاح وامداد الفتاح پھر ۵۲ علامہ ابوالسعود و ۵۳ فاضل طحطاوی حاشیہ مراقی میں استناداً وتقریراً، اور ۵۴ شامی حاشیہ در میں استناداً، اور ۵۵ خزانۃ الروایات میں ۵۶ فتاوٰی کبرٰی سے، اور ۵۷ امام بزازی فتاوٰی بزازیہ اور ۵۸ شیخ الاسلام کشف الغطاء میں، اور ان کے سوا اور علماء فرماتے ہیں:

واللفظ للخانیة یکرہ قطع الحطب والحشیش من المقبرۃ فان کان یابسًا لا باس لانه مادام رطبًا یسبح فیونس المیّت [2]۔	چوب وگیاہ سبز کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے اور خشک ہو تو مضائقہ نہیں کہ وہ جب تک تر رہتی ہے تسبیح خدا کرتی ہے اور اس سے میّت کا جی بہلتا ہے۔

علامہ شامی نے اسی حدیث سے مدلل کرکے فرمایا: اس بناء پر مطلقاً کراہت ہے اگرچہ خودرَو ہو کہ قطع میں حق میّت کا ضائع کرنا ہے۔

تنبیہ: فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی لہ، علماء کی ان عبارات اور نیز چار قل آئندہ ودیگر تصریحات رخشندہ سے دو جلیل فائدے حاصل:

اولاً نباتات وجمادات وتمام اجزائے عالم میں ہر ایک کے موافق ایک حیات ہے کہ اس کی بقاتک ہر شجر وحجر زبان قال سے اس رب اکبر جل جلالہ، کی پاکی بولتا ہے اور سبحان اللہ یا اس کے مثل اور کلمات تسبیح الٰہی کہتا ہے نہ کوئی ان میں صرف زبانِ حال ہے جیسا کہ ظاہر بینی کا مقال ہے کہ اس تقدیر پر تر وخشک میں تفرقہ پر برہان قاطع کہ اس میں فرمایا:

وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ [3] تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے، ظاہر کہ تسبیح حالی تو ہر شخص عاقل سمجھتا ہے یہاں تک کہ شعراء بھی کہہ گئے۔

ہر گیاہے کہ از زمین روید
وحدہ، لاشریک لہ، گوید

(جو گھاس بھی زمین سے اُگتی ہے کہتی ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۶
[2] فتاوٰی قاضی خاں باب احکام الجنائز نولکشور لکھنؤ ۱/۱۹۵
[3] القرآن ۱۷/ ۴۴

اور خود عـــہ۱ مذہب اہلسنت مقرر ہوچکا کہ تمام ذراتِ عالم کے لیے ایک نوع علم وادراک و سمع وبصر حاصل ہے۔ مولوی معنوی قدس سرہ، نے مثنوی شریف میں اس مضمون کو خوب مشرح ادافرمایا، اور اس پر قرآن واحادیث کے صدہا نصوص عـــہ۲ ناطق۔ جنھیں جمع کروں توانشاء اللہ پانسو سے کم نہ ہوں گے۔ ان سب کو بلا وجہ ظاہر سے پھیر کر تاویل کرنا تو قانون عقل و نقل سے خروج بلکہ صراحۃً سفاہات مبتدعین میں ولوج ہے خصوصًا وہ نصوص عـــہ۳ جو صریح مفسر

عـــہ۱: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے باب فضل الاذان میں ہے:

الصحیح ان للجمادات و النباتات والحیوانات علما وادراك وتسبیحا، قال البغوی وھذا مذھب اھل سنت وتدل علیه الاحادیث و الآثار یشھد له مکاشفة اھل المشاھدة والاسرار التی ھی کالانوار، والمعتمد فی المعتقدان شھادة الاعضاء بلسان القال، وما ورد عن الشارع یحمل علٰی ظاھرہ مالم یصرف عنه صارف، ولاصارف ھنا کما لایخفی [1] ملتقطا۱۲۔ (م)

صحیح یہ ہے کہ جمادات، نباتات اور حیوانات کو بھی ایک قسم کا علم وادراک اور عمل تسبیح حاصل ہے۔ امام بغوی نے فرمایا یہی اہلسنت کا مذہب ہے جس پر احادیث وآثار سے دلیلیں موجود ہیں۔ اہل مشاہدہ اور انوار جیسے اسرار والوں کا مکاشفہ بھی اس پر شاہد ہے اور عقیدہ میں معتمد یہ ہے کہ اعضاء کی گواہی زبان قال سے ہوگی، شارع سے جو بھی وارد ہے وہ اپنے ظاہر پر محمول ہوگا جب تک ظاہر سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو اور یہاں ایسا کچھ نہیں جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

عـــہ۲: فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ایک جملہ صالحہ ذکر کیا اور صدہا کا پتا دیا وباللہ التوفیق۔ (م)

عـــہ۳: مثلًا وُہ حدیثیں جن میں صاف ارشاد ہوا کہ نہ کوئی جانور شکار کیا جائے، نہ کوئی پیڑ کاٹا جائے جب تک تسبیح الٰہی میں غفلت نہ کرے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما صید صید ولا قطعت شجرہ الا بتضییع التسبیح [2]۔ رواہ ابونعیم فی الحلیة بسند حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔

نہ کوئی جانور شکار کیا جاتا ہے اور نہ کوئی درخت کاٹا جاتا ہے جب تک تسبیح الٰہی نہ ترک کرے۔ اسے ابونعیم نے حلیہ میں بسند حسن ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت) (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح باب فضل الاذان فصل نمبر ا المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۹-۳۴۸

[2] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن ابی ھریرہ حدیث ۱۹۱۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۴۴۵

ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں رکھتے۔ مقام اجنبی نہ ہوتا تو میں اس مسئلے کا قدرے ایضاح کرتا۔

ثانیًا اقوال مذکورہ سے یہ بھی منصہ نبوت پر جلوہ گر ہوا کہ اہل قبور کی قوت سامعہ اس درجہ تیز وصاف وقوی تر ہے کہ بناتات کی تسبیح جسے اکثر احیاء نہیں سنتے وہ بلا تکلف سنتے اور اس سے اُنس حاصل کرتے ہیں۔ پھر انسان کا کلام تو واضح اور اظہر ہے **واللہ تعالٰی الھادی۔**

قول (۵۹تا۶۲): مجمع البرکات میں مطالب المومنین سے، اور کنز العباد و فتاوٰی غرائب وغیرہا میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن لانہ مادام رطبا یسبح ویکون للمیّت انس بتسبیحہ[1]۔	گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا خوب ہے کہ جب تک تازہ رہیں گے تسبیح الٰہی کریں گے۔ تسبیح سے میّت کو انس حاصل ہوگا۔

فائدہ: مطالب المؤمنین وجامع البرکات دونوں کتب مستندہ مخالفین سے ہیں اس سے مولوی اسحٰق نے مائتہ مسائل میں اس سے متکلم قنوجی وغیرہ نے استناد کیا۔

فصل ہفتم: وہ اپنے زائرین کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں:

قول (۶۳و۶۴): مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مسلک متقسط شرح منسک متوسط، پھر فاضل ابن عابدین حاشیہ شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ابو الشیخ نے روایت کی:

ما اخذ طائر ولاحوت الا بتضییع التسبیح[2]۔	کوئی پرندہ اور مچھلی نہیں پکڑی جاتی مگر تسبیح الٰہی چھوڑ دینے سے۔ (ت)

ابن اسحٰق بن راہویہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، ان کے پاس ایک زاغ لایا گیا جس کے شہپر سالم وکامل تھے۔ دیکھ کر فرمایا میں نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا:

ماصید صید ولاعضدت عضباء ولاقطعت شجرۃ الابقلۃ التسبیح[3]۔ ۱۲منہ (م)	نہ کوئی جانور شکار ہوا نہ کوئی ببول کٹی، نہ کسی پیڑ کی جڑیں چھانٹی گئیں مگر تسبیح کی کمی کرنے سے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

[2] درمنثور بحوالہ ابی شیخ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ وان من شیئ الّا یسبح بحمدہ کے تحت مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۴/ ۱۸۴

[3] کنز العمال بحوالہ ابن راہویہ عن ابی بکر حدیث ۱۹۲۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۴۴۵

من اٰداب الزیارۃ ماقالوا من انہ لایاتی الزائر من قبل راسہ لانہ اتعب بصر المیّت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ[1]۔	زیارت قبور کے ادب سے ایک بات یہ ہے جو علماء نے فرمائی ہے کہ زیارت کو قبر کی پائنتی سے جائے نہ کہ سرہانے سے کہ اس میں میّت کی نگاہ کو مشقت ہوگی یعنی سر اٹھا کر دیکھنا پڑھے گا، پائنتی سے جائے گا تو اس کی نظر کے خاص سامنے ہوگا۔

قول (۶۵): مدخل میں فرمایا:

کفی فی ھذا بیانا قولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام المومن ینظر بنور اللہ انتھی ونوراللہ لایحجبہ شیئ، ھذا فی حق الاحیاء من المومنین، فکیف من کان منھم فی الدار الاٰخرۃ[2]۔	اس امر کے ثبوت میں کہ اہل قبور کو احوال احیاء پر علم وشعور ہے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمانا بس ہے کہ مسلمان خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور خدا کے نور کو کوئی چیز پردہ نہیں ہوتی، جب زندگی کا یہ حال ہے تو ان کا کیا پوچھنا جو آنخضرت کے گھر یعنی برزخ میں ہیں:

قول (۶۶): شیخ محقق جذب القلوب میں امام علامہ صدرالدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں:

درمیان قبور سائر مؤمنین وارواح ایشاں نسبت خاصی است مستمر کہ بدان زائرین رامی شناسند و رد سلام برایشاں می کنند بدلیل استحباب زیارت در جمیع اوقات[3]۔	تمام مؤمنین کی قبروں اور روحوں کے درمیان ایک خاص نسبت ہوتی ہے جو ہمیشہ موجود رہتی ہے، اسی سے زیارت کے لیے آنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات میں مستحب ہے۔

قول (۶۷): انیس الغریب میں فرمایا: ع

ویعرفون من اتاھم زائرًا[4]

(جو زیارت کو آتا ہے مُردے اسے پہچانتے ہیں۔ت)

---

[1] ردالمحتار حاشیہ درمختار مطلب فی زیارۃ القبور مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۶۵
[2] المدخل فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین الخ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۳
[3] جذب القلوب باب چہارم دہم منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۶
[4] انیس الغریب

قول (٦٨): تیسیر میں ہے:

الشعور باق حتی بعدالدفن حتی انه یعرف زائره[1]۔	شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی یہاں تک کہ اپنے زائر کو پہچانتا ہے۔

قول (٦٩): لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات میں ہے:

واللفظ للوسطی در روایات آمدہ است کہ دادہ می شود برائے میّت روز جمعہ علم وادراک پیشتر از انچہ داداہ می شوددر روز ہائے دیگر تاآنکہ می شناسد زائر رابیشتر از روز دیگر[2]۔	الفاظ اشعۃ اللمعات کے ہیں: روایات میں آیا ہے کہ میّت کو جمعہ کے دن دوسرے دنوں سے زیادہ علم وادراک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ روز جمعہ زیارت کرنے والے کو دوسرے دن سے زیادہ پہچانتا ہے

شرح سفر السعادۃ میں مفصل و منقح تر فرمایا کہ:

خاصیّت سی ام آنکہ روز جمعہ ارواح مومناں بقبور خویش نزدیک می شوند نزدیک شدن معنوی و تعلق واتصال روحانی نظیر ومشابہ اتصال کہ بدن دارد وزائران راکہ نزدیک قبر می آیند می شناسد وخود ہمیشہ می شناسند ولیکن دریں روز شناختن زیادت بر شناخت سائر ایام ست از جہت نزدیک شدن بقبور لابد شناخت از نزدیک پیشتر وقوی تر باشد از شناخت ودور در بعض روایات آمد کہ ایں شناخت دراول روز پیشتر است از آخر آں ولہذا زیارت قبور درین وقت مستحب تر است وعادت درحرمین شریفین ہمیں است[3]۔	تیسویں ۳۰ خاصیت یہ ہے کہ جمعہ کے دن مومنین کی روحیں اپنی قبروں سے نزدیک ہوجاتی ہیں، یہ نزدیکی معنوی ہوتی ہے اور روحانی تعلق واتصال ہوتا ہے جیسے بدن سے قرب واتصال ہوتا ہے۔ اس دن جو زائرین قبر کے پاس آتے ہیں انھیں پہچانتی ہیں، اور یہ پہچاننا ہمیشہ ہوتا ہے مگر اس دن کی شناخت دیگر ایام کی شناخت سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے، ضروری بات ہے کہ نزدیک سے جو شناخت سے زائد ہوتی ہے وہ دور والی شناخت سے زائد قوی ہوتی ہے ___ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ شناخت جمعہ کی شام کو بہ نسبت اور زیادہ ہوتی ہے اسی لیے وقت زیارتِ قبور کا استحباب زیادہ ہے، اور حرمین شریفین کا دستور بھی یہی ہے۔ (ت)

[1] التیسیر شرح جامع صغیر تحت ان المیّت یعرف من یحملہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۳۰۳
[2] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور فصل انوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۱۶
[3] شرح سفر السعادۃ فصل دربیان تعظیم جُمعہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۹۹

اقول: ولاعطر بعد العروس (میں کہتا ہوں، دلہن کے بعد عطر نہیں ہے۔ت)

قول(۷۰و۷۱): شیخ وشیخ الاسلام نے فرمایا: واللفظ للشیخ فی جامع البرکات (جامع البرکات میں شیخ کے الفاظ ہیں۔ت):

تحقیق ثابت شدہ است بآیات واحادیث کہ روح باقی است واو راعلم وشعور بزائران واحوال ایشاں ثابت است وایں امریست مقرر دردین[1]۔	آیات واحادیث سے بہ تحقیق ثابت ہوچکا ہے کہ روح باقی رہتی ہے اور اسے زائرین اور ان کے احوال کا علم وادراک ہوتا ہے۔یہ دین میں ایک طے شدہ امر ہے۔(ت)

قول(۷۲): تیسیر میں زیر حدیث من زار قبر ابویه (جس نے اپنے باپ کی قبر کی زیارت کی۔ت) نقل فرمایا:

ھذا نص فی ان المیّت یشعر من یزورہ والا لما صح تستمیّته زائرا واذا لم یعلم المزور بزیارۃ من زارہ لم یصح ان یقال زارہ، ھذا ھوالمعقول عند جمیع الامم[2]۔	یہ حدیث نص ہے اس بات میں کہ مُردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ اسے زائر کہنا صحیح نہ ہوتا کہ جس کی ملاقات کو جائیے جب اسے خبر ہی نہ ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہل اس سے ملاقات کی، تمام عالم اس لفظ سے یہی معنٰی سمجھتا ہے۔(ت)

قول(۷۳و۷۴): اشعۃ اللمعات آخر باب الجنائز شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے زیر حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ آغاز نوع دوم مقصد دوم میں گزری نقل فرمایا:

دریں حدیث دلیلے واضح ست برحیات میّت وعلم وے آنکہ واجب است احترامِ میّت نزد زیارت وے خصوصًا صالحان ومراعات ادب بر قدر مراتب ایشاں چنانکہ درحالت حیات ایشاں[3]۔	اس حدیث میں اس پر کھلی ہوئی دلیل موجود ہے کہ وفات یافتہ کو حیات وعلم حاصل ہوتا ہے اور وقت زیارت اس کا احترام واجب ہے خصوصًا صالحین کا احترام اور ان کے مراتب کے لحاظ سے رعایت ادب حیات دنیوی کی طرح ضروری ہے۔(ت)

[1] جامع البرکات

[2] تیسیر شرح جامع صغیر تحت من زار قبر ابویه مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲/ ۴۲۰

[3] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور فصل ۳ تیج کمار لکھنؤ ۱/ ۷۲۰

پھر کتاب الجہاد لمعات میں اسے ذکر کرکے لکھا ہے: **و هل هذا الا الاثبات العلم والادراك**[1] (یہ اگر میّت کے لیے علم وادراک ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ت)

فصل ہشتم: وہ اپنے زائروں سے کلام[عــہ] کرتے اور ان کے سلام وکلام کا جواب دیتے ہیں۔

قول (۷۵ تا ۷۸): امام یافعی پھر امام سیوطی امام محب طبری شارح تنبیہ سے ناقل ہیں امام اسمٰعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبیدہ میں تھے **فقال یامحب الدین اتؤمن بکلام الموتی قلت نعم فقال ان صاحب هذا القبر یقول لی انامن حشوالجنة**[2] انھوں نے فرمایا: اے محب الدین! آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مُردے کلام کرتے ہیں؟ میں نے کہا، ہاں، کہاں اس قبر والا مجھ سے کہہ رہاہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں۔

تنبیہ: اس روایت کے لانے سے یہ غرض نہیں کہ اس میّت نے امام اسمٰعیل سے کلام کیا کہ ایسی روایات توصدہا ہیں اور ہم پہلے کہہ آئے کہ وقائع جزئیہ شمار نہ کریں گے بلکہ محل استدلال یہ ہے کہ وہ دونوں امام احیاء سے اموات کے کلام کرنے پر اعتقاد رکھتے تھے، اور ان دونوں اماموں نے اسے استناداً نقل فرمایا۔

تذییل: امام یافعی امام سیوطی انہی اسمٰعیل قدس سرہ الجلیل سے حاکی ہوئے بعض مقابر یمن پر ان کا گزر ہوا بہ شدت روئے اور سخت مغموم ہوئے، پھر کھلکھلا کر ہنسے اور نہایت شاد ہوئے، کسی نے سبب پوچھا، فرمایا: میں نے اس قبر والوں کو عذاب قبر میں دیکھا، رویا اور جناب الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کی، حکم ہوا: فقد شفعناک فیھم ہم نے تیری شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی، اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی: **وانا معهم یافقیه اسمٰعیل انا فلانة المغنیة مولانا اسمٰعیل!** میں بھی انھیں میں سے ہوں میں فلانی گائن ہوں، میں نے کہا: **وانت معهم** تو بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس پر مجھے ہنسی آئی[3] **اللّٰهم اجعلنا ممن رحمته باولیائك اٰمین** (اے اللہ ہمیں بھی ان میں شامل فرما جن کو اپنے اولیاء کے طفیل رحمت سے نوازا، الٰہی قبول فرما، ت)

قول (۷۹): زہرالربٰی شرح سنن نسائی میں نقل فرمایا:

ان للروح شانا اخرفتکون فی الرفیق الاعلی وهی متصلة بالبدن بحیث اذا سلم المسلم	محض روح کی شان جُدا ہے باآنکہ ملاء اعلٰی میں ہوتی ہے پھر بھی بدن سے ایسی متصل ہے کہ جب سلام

عــہ: **تنبیہ:** جواب سلام کا ایک قول فصل ہفتم میں علامہ قونوی سے گزرا ۱۲ منہ (م)

---

[1] لمعات کتاب الجہاد

[2] شرح الصدور باب فی زیارۃ القبور الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۶

[3] شرح الصدور باب فی زیارۃ القبور الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۶

علی صاحبه ردعلیه السلام وهی فی مکانها هناك الیٰ ان قال انما یاتی الغلط ههنا من قیاس الغائب علی الشاهد فیعتقدون ان الروح من جنس مایعهد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن ان تکون فی غیره وهذا غلط محض[1]۔	کرنے والا سلام کرے جواب دیتی ہے۔ لوگوں کو دھوکا میں یوں ہوتا ہے کہ بے دیکھے چیز کو محسوسات پر قیاس کرکے روح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ جب ایک مکان میں ہو اسی وقت دوسرے میں نہیں ہوسکتی حالانکہ یہ محض غلط ہے۔

قول (۸۰): علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل فرماتے ہیں:

ردالسلام علی المسلم من الانبیاء حقیقی بالروح والجسد بجملته، ومن غیر الانبیاء والشهداء باتصال الروح بالجسد اتصالا یحصل بواسطته التمکن من الرد مع کون ارواحهم لیست فی اجساد هم وسواء الجمعة وغیرها علی الاصح، لکن لامانع ان الاتصال فی الجمعة والیومین المکتنفین به اقوی من الاتصال فی غیرها من الایام[2] اه ملخصا۔	انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جواب سلام سے مشرف فرمانا تو حقیقی ہے کہ روح وبدن دونوں سے ہے اور انبیاء وشہداء کے سوا اور مومنین میں یوں ہے۔ کہ ان کی روحیں اگرچہ بدن میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال رکھتی ہیں جس کے باعث جواب سلام پر انھیں قدرت ہے اور مذہب اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں، ہاں اس کا انکار نہیں کہ پنجشنبہ وجمعہ وشنبہ میں اور دونوں کی نسبت اتصال اقوی ہے۔ اھ ملخصًا

قول (۸۱و۸۲): شرح الصدور وطحطاوی حاشیہ مراقی میں نقل فرمایا:

الاحادیث والاثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم به المزور وسمع سلام وانس به ورد علیه وهذا عام فی حق الشهداء وغیرهم وانه لا توقیت	احادیث وآثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے مُردے کو اس پر علم ہوتا ہے کہ اس کا سلام سُنتا ہے اور اس سے انس کرتا ہے اور اس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہداء وغیر شہداء سب میں عام ہے نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت عہ

عہ: انھیں امام جلیل نے انیس الغریب میں فرمایا: وسلموا ردا علی المسلم* فی ای یوم قاله ابن القیم، مُردے سلام کے جواب میں سلام کرتے ہیں کوئی دن ہو جیسا کہ ابن قیم نے تصریح کی ۱۲ (م)

[1] زہر الربٰی حاشیہ علی النسائی کتاب الجنائز ارواح المومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۹۲
[2] الزرقانی شرح المواہب المقصد العاشر فی اتمام نعمۃ الطبعۃ العامرہ مصر ۸/ ۳۵۲

فی ذلك [1]۔	کہ بعض وقت ہو اور بعض وقت نہیں۔

قول (۸۳): بنایہ حاشیہ ہدایہ میں در بارہ حدیث تلقین موتٰی فرمایا:

عند اھل السنة ھذا علی الحقیقة لان اللہ تعالٰی یجیب علی ماجاءت بہ الاٰثار [2]۔	اہل سنت کے نزدیک یہ اپنی حقیقت پر ہے اس لیے کہ مُردہ تلقین کا جواب دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا۔

فصل نہم: اولیاء کی کرامتیں اولیاء کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں۔

قول (۸۴): امام نووی نے اقسام زیارت میں فرمایا: ایک زیارت بغرض حصول برکت ہوتی ہے، یہ مزارات عـــہ اولیاء کے لیے سنت ہے اور ان کے لیے برزخ میں تصرفات وبرکات بے شمار ہیں وستقف علٰی ذلك اِن شاء اللہ تعالٰی (ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب اس سے اگاہی ہوگی۔ ت)

قول (۸۵و۸۶): اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

تفسیر کردہ است بیضاوی آیہ کریمہ والنازعات غرقًا الاٰیۃ رابصفات نفوس فاضلہ درحال مفارقت ازبدن کہ کشیدہ می شوند از ابدان و نشاط میکنند بسوئے عالم ملکوت وسیاحت میکنند دران پس سبقت میکنند بحظائر قدس پس می گردند بشرف و قوت ازمدبرات [3]۔	قاضی بیضاوی نے آیۃ کریمہ والنازعات غرقًا الخ کی تفسیر میں بتایا ہے کہ یہاں بدن سے جدائی کے وقت ارواح طیبہ کی جو صفات ہوتی ہے ان کا بیان ہے کہ وہ بدنوں سے نکالی جاتی ہیں اور عالم ملکوت کی طرف تیزی سے جاتی اور وہاں سیر کرتی ہیں پھر مقامات مقدس کی طرف سبقت کرتی ہیں اور قوت وشرف کے باعث مدبرات امر یعنی نظام عالم کی تدبیر کرنیوالوں سے ہوجاتی ہیں۔ (ت)

قول (۸۷): علامہ نابلسی قدس سرہ، نے حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

کرامات الاولیاء باقیة بعد موتھم ایضاً ومن زعم خلاف ذلك فھو جاھل متعصب	اولیاء کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں جو اس کے خلاف زعم کرے وہ جاہل ہٹ دھرم ہے،

عـــہ: زیارت گاہی از جہت انتفاع بہ اہل قبور بود چنانکہ در زیارت قبور صالحین آثار آمدہ ۱۲ جذب القلوب	کبھی زیارت اہل قبور سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ قبور صالحین کی زیارت کے بارے میں ہیں احادیث آتی ہیں۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۶۲۰

[2] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الجنائز مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ۱/ ۱۰۷۳

[3] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۱

ولنا رسالة فی خصوص اثبات الکرامة بعد موت الولی[1] اھ ملخصًا۔	ہم نے ایک رسالہ خاص اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے اھ ملخصًا (ت)

قول (۸۸ و ۸۹): شیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالبلد الامین مولٰنا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

قال العلامة الغنیمی وھو خاتمة محقق الحنفیة اذاکان مرجع الکرامات الی قدرة اللہ تعالٰی کما تقرر فلا فرق بین حیاتھم ومماتھم (الی ان قال) قد اتفقت کلمات علماء الاسلام قاطبةً علٰی ان معجزات نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تحصر لان منھا ما اجرہ اللہ تعالٰی ویجریہ لاولیائہ من الکرامات احیاءً وامواتًا الی یوم القیٰمة[2]۔	علّامہ غنیمی رحمہ اللہ تعالٰی نے کہ محققین حنفیّہ کے خاتم ہیں فرمایا جب ثابت ہوچکا کہ مرجع کرامات قدرت الٰہی کی طرف سے، تو اولیاء کی حیات و وفات میں کچھ فرق نہیں، تمام علماء اسلام ایک زبان فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزے محدود نہیں کہ حضور ہی کے معجزات سے ہیں وہ سب کرامتیں جو اولیائے زندہ و مُردہ سے جاری کیں اور قیامت تک ان سے جاری فرمائے گا۔

قول (۹۰): اس میں امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے منقول ہوا:

معجزات الانبیاء وکرامات الاولیاء لاتنقطع بموتھم[3]۔	ابنیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

قول (۹۱ و ۹۲): امام ابن الحاج مدخل میں، امام ابوعبداللہ بن نعمان کی کتاب مستطاب سفینۃ النجاء لاھل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء سے ناقل:

تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زیارة قبور الصالحین محبوبة لاجل التبرك مع الاعتبار فان برکة الصالحین جاریة بعد مماتھم کما کانت فی حیاتھم[4]۔	اہل بصیرت واعتبار کے نزدیک محقق ہوچکا ہے کہ قبور صالحین بغرض تحصیل برکت وعبرت محبوب ہے کہ ان کی برکتیں جیسے زندگی میں جاری تھیں بعد وصال بھی جاری ہیں۔

[1] الحدیقۃ الندیہ او لھم آدم ابوالبشر نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۹۰
[2] فتاوٰی جمال بن عمر مکی
[3] فتاوٰی جمال بن عمر مکی
[4] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۹

قول (۹۳): جامع البرکات میں ارشاد فرمایا:

اولیاء را کرامات وتصرفات در اکوان حاصل است وآن نیست مگر ارواح ایشاں راچون ارواح باقی است بعد از ممات نیز باشد[1]۔	اولیاء کو کائنات میں کرامات وتصرفات کی قوت حاصل ہے اور یہ قوت ان کی روحوں کو ہی ملتی ہے تو روحیں جب بعد وفات بھی باقی رہتی ہیں تو یہ قوت بھی باقی رہتی ہے۔ (ت)

قول (۹۴): کشف الغطاء میں ہے:

ارواح کمل کہ درحین حیات ایشاں بہ سبب قرب مکانت ومنزلت از رب العزت کرامات وتصرفات وامداد داشتند بعد از ممات چوں بہماں قرب باقیند نیز تصرفات دارند چنانچہ درحین تعلق بجسد داشتند یا بیشتر ازاں[2]۔	کاملین کی روحیں ان کی زندگی میں رب العزت سے قرب مرتبت کے باعث کرامات وتصرفات اور حاجتمندوں کی امداد فرمایا کرتی تھیں بعد وفات جب وہ ارواح شریفہ اسی قرب واعزاز کے ساتھ باقی ہیں تو اب بھی ان کے تصرفات ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے جسم سے دنیاوی تعلق کے تھے یا اس سے بھی زیادہ۔ (ت)

قول (۹۵و۹۶): شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

یکے از مشائخ عظام عـــہ۱ گفتہ است دیدم چہار کس راز مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے شاں درحیات خود یا بیشتر شیخ معروف وعبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہما ودو کس عـــہ۲ دیگر راز اولیاء	ایک عظیم بزرگ فرماتے ہیں میں نے مشائخ میں سے چار حضرات کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں رہ کر بھی ویسے ہی تصرف فرماتے ہیں جیسے حیات دنیا کے وقت فرماتے تھے یا اس سے بھی زیادہ (۱) شیخ معروف کرخی

عـــہ۱: یعنی سیدی علی قرشی قدس سرہ العزیز کما روی عنه الامام نورالدین ابوالحسن علی فی بھجة الاسراء بسندہ ۱۲منه (م)	یعنی سیدی علی قرشی قدس سرہ العزیز، جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں ان سے نورالدین ابوالحسن علی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے ۱۲منہ (م)
عـــہ۲: یعنی شیخ عقیل بسھی وحضرت شیخ حیاۃ ابن قیس الحرانی قدس اللہ تعالٰی اسرارہما کما فی البھجة ۱۲منه (م)	یعنی شیخ عقیل منبجی بسی اور شیخ حیات ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالٰی، جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں ہے ۱۲منہ (م)

---

[1] جامع البرکات

[2] کشف الغطاء فصل دہم زیارت القبور مطبع احمدی دہلی ص ۸۰

شمردہ ومقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است[1]۔	(۲) سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہما، اور دو اولیاء اور کو شمار کیا (شیخ عقیل منبجی بسی اور شیخ حیاۃ ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالٰی ان کا مقصد حصر نہیں بلکہ خود جو دیکھا اور مشاہدہ فرمایا وہ بیان کیا۔ت)

فصل دہم: الحمد للہ برزخ میں بھی ان کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد و یاری ہے۔

قول (۹۷): امام اجل عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ارشاد فرماتے ہیں:

جمیع الائمۃ المجتھدین یشفعون فی اتباعھم ویلاحظونھم فی شدائھم فی الدنیا والبرزخ ویوم القیامۃ حتّٰی یجاوز الصراط[2]۔	تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا و برزخ و قیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔

اسی امام اجل نے اسی کتاب اجمل میں فرمایا:

قد ذکرنا فی کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقھاء و الصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدیھم و یلاحظون احدھم عند طلوع روحہ وعند سوال منکر و نکیر لہ وعند النشر والحشر والحساب والمیزان و الصراط، والا یغفلون عنھم فی موقف من المواقف و لما مات شیخنا شیخ الاسلام الشیخ ناصرالدین اللقانی رآہ بعض الصالحین فی المنام فقال لہ مافعل اللہ بك فقال لما اجلسنی الملکان فی القبر لیسئلانی اتاھم الامام مالك فقال مثل ھذا یحتاج الی سوال فی ایمانہ باللہ ورسولہ تنحیاعنہ فتحیا عنی اھ واذا کان مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعھم و مریدیھم	ہم نے کتاب الاجوبہ عن الفقہاء والصوفیہ میں ذکر کیا ہے کہ تمام ائمہ فقہاء وصوفیہ اپنے اپنے مقلدوں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کے مقلد کی روح نکلتی ہے، جب منکر نکیر اس سے سوال کو آتے ہیں، جب اس کا حشر ہوتا ہے، جب نامہ اعمال کھلتے ہیں، جب حساب لیا جاتا ہے، جب عمل تُلتے ہیں، جب صراط پر چلتا ہے، غرض ہر حال میں اس کی نگہبانی فرماتے ہیں اور کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے، ہمارے استاد شیخ الاسلام امام ناصرالدین لقانی مالکی رحمہ اللہ تعالٰی کا جب انتقال ہوا بعض صالحوں نے انھیں خواب میں دیکھا، پوچھا اللہ تعالٰی نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ کہا جب منکر نکیر نے مجھے سوال کے لئے بٹھایا امام مالک تشریف لائے اور ان سے فرمایا ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے خدا و رسول

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور تیج کمار لکھنؤ ۱/ ۷۱۵
[2] المیزان الکبرٰی مقدمۃ الکتاب مصطفی البابی مصر ۱/ ۹

فی جمیع الاھوال والشدائد فی الدنیا و الأخرۃ فکیف بائمۃ المذھب الذین ھم أوتادالارض وارکان الدین وأمناء الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی امتہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین[1]۔	پر ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے الگ ہو اس کے پاس سے، یہ فرماتے ہیں نکیرین مجھ سے الگ ہوگئے اور جب مشائخ کرام صوفیہ قدست اسرارہم ہول و سختی کے وقت دنیا وآخرت میں اپنے پیرووں اور مریدوں کا لحاظ رکھتے ہیں توان پیشوایانِ عذاب کا کہنا ہی کیا جو زمین کی میخیں ہیں اور دین کے ستون، اور شارع علیہ السلام کی اُمت پر اس کے امین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

للہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

حسبی من الخیرات ما اعددتہ ۔۔۔ یوم القیامۃ فی رضی الرحمٰن

دین النبی محمد خیر الورٰی ۔۔۔ ثم اعتقادی مذھب النعمٰن

وارادتی وعقیدتی ومحبتی ۔۔۔ للشیخ عبدالقادر الجیلانی

(میرے لیے نیکیوں سے وہ کافی ہے جو روز قیامت خوشنودی الٰہی کی راہ میں، میں نے تیار کر رکھا ہے۔ نبی اکرم، مخلوق میں سب سے افضل حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دین پاک، پھر مذہب نعمان امام اعظم ابو حنیفہ پر اعتقاد، اور سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی سے ارادت اور عقیدت ومحبت۔ت)

وی بخاک رضا شدم گفتم ۔۔۔ کہ تو چونی کہ ماچناں شدہ ایم

ہمہ روز از غمت بفکر فضول ۔۔۔ ہمہ شب در خیال بہیدہ ایم

خبری گو بماز تلخی مرگ ۔۔۔ سنیّت را گدائے میکدہ ایم

شیر بودیم و شہد افروزند ۔۔۔ ماسراپا حلاوت آمدہ ایم

(ایک دن میں نے رضا خاکی خاک پر جاکر کہا تمھارا کیا حال ہے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ دن رات تمھارے غم میں بیکار سوچتے اور فکر کرتے رہتے ہیں، بتاؤ کہ موت کی تلخی کا حال کیسا رہا؟ عرض کیا: یہ تلخ جام ہم نے تو کم ہی چکھا، قادریت ہمارا مشرب رہا اور سنیت ہمارا میکدہ۔ ہم دُودھ تھے ہی اس پر شہد کا اضافہ ہوا، ہم تو سراپا حلاوت نکلے۔ت)

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ المحسوسۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۳

تنبیہ نبیہ: ہاں مقلد ان ائمہ کو خوشی وشادمانی اور ان کے مخالفوں کو حسرت وپشیمانی، مگر حاش صرف فروع میں تقلید سے متبع نہیں ہوتا، پہلے مہم امر عقائد ہے جو اس میں ائمہ سلف کے خلاف ہو، توبہ، کہاں وہ اور کہاں اتباع، یوں تو بہتیر حنفیت جتاتے ہیں، بعض زیدیہ روافض شافعی کہلاتے ہیں، بہت مجسمہ موجہ حنبلی کہے جاتے، پھر کیا ارواح طیبہ حضرات عالیہ امام اعظم وامام شافعی وامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم ان سے خوش ہوں گے، **کلا واللہ!** ان گمراہوں کا انتساب ایسا ہے جیسے روافض اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے بیزار روح پاک ائمہ اطہار ہے رضوان اللہ تعالٰی علیہ اجمعین، یونہی نجد کے حنبلی، ہند کے حنفی جو مخترعانِ مذہب جدید ومتبعانِ قرنِ طرید ہوئے ہرگز حنبلی وحنفی نہیں بلکہ حَبَلی عـــہ۱ وجنفی عـــہ۲ ہیں،

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ، نے اپنے قصیدہ اکسیر اعظم (۱۳۰۲ھ) کی شرح مجیر معظم (۱۳۰۳ھ) میں غلامان سرکار قادری کے فضائل اور ان کے لیے جو عظیم امیدیں لکھ کر گزارش کی:

مگر وہ ہوس کار جن کے نزدیک ہوائے نفس کی پیروی کمال تصوف اور احکام شرع کو رَد کرنا تمغہ امتیاز، ممنوعات اور لہو کی چیزیں خدارسی کا ذریعہ، تباہی اور مصیبت کی چیزیں اس راہ کی ریاضت، روزے رکھیں مگر ذمہ میں رہیں، نمازیں پڑھیں مگر نہ پـڑھنے کی طرح، اس پر بھی یہ نہیں کہ کچھ خوف یا فکر ہو بلکہ چین سے جیتے ہیں اور کوئی حساب نہیں رکھتے، ان کی کیا بات اور اس بد مذہبی کی کیا شکایت جبکہ ان کے بے باکوں کا حال یہ ہے کہ ضروریاتِ دین کا خلاف کریں اور اسلام کا دعوی کرکے عقائد السلام پر خندہ زن ہو، واللہ یہ نہ قادری ہیں نہ چشتی بلکہ غادری ہیں اور زِشتی، ان کا سایہ ہم سے دور ہو دورالخ ملخصًا (ت)	اماہوس کارا ینکہ رنزد ایشاں اتباع ہوائے نفس کمالِ تصوف ورد احکام شرع تمغائے تعرف، مناہی وملاہی موصل الی اللہ وتباہی ودواہی ریاضت این راہ، روزہا دارند اما بر گرد و نماز ہا گزارند بر معنی ترک کردن ونہ آنکہ ازینہا باکے دارند یا سرے خارند بلکہ فارغ زیند وحسابے ندارند وخود ازینہا چہ حکایت و ازبدعت چہ شکایت کہ متہوران ایشاں ضروریاتِ دین راخلاف کنند وبدعوی اسلام برعقائد اسلام خندہ زنند من وخدائے من کہ ایناں نہ قادری باشند ونہ چشتی بلکہ غادری باشند وزشتی۔ سایہ مادور باد از مادور الخ اھ ملخصا

معہذا بالفرض اگر ایک فریق منکرین باعتبار فروع مقلدین سہی تاہم جب ان کے نزدیک ارواح گزشتگان

عـــہ۱: حَبَل بفتحتین بمعنی غضب ۱۲منہ (م)

عـــہ۲: جَنَف بفتحتین میل وجور ۱۲منہ (م)

مثل جماد اور محال امداد اور شرک استمداد، تو وہ اس قابل کہاں کہ ارواح ائمہ ان پر نظر فرمائیں، سنت الٰہیہ ہے کہ منکرین کو محروم رکھتے ہیں، اللہ تعالٰی حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی بی [1]۔ رواہ البخاری۔	میں بندہ سے وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

جب ان کے گمان میں امداد محال تو ان کے حق میں ایسا ہی ہوگا۔

گر بہ تو حرام است حرامت بادا

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث متواتر میں فرماتے ہیں:

شفاعتی یوم القیٰمۃ حق فمن لم یؤمن بھا لم یکن من اھلھا [2]۔ رواہ ابن منیع عن زید بن ارقم وبضعۃ عشر من الصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی اجمعین۔	میری شفاعت قیامت کے روز حق ہے جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے اہل نہ ہوگا۔ (اسے ابن منیع نے حضرت زید بن ارقم اور تیرہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے روایت کیا۔ ت)

اللہ تعالٰی دنیا و آخرت میں ان کی شفاعتوں سے بہرہ مند فرمائے آمین اللّٰھم اٰمین۔

قول (۹۸ تا ۱۰۰): امام غزالی قدس سرہ العالی پھر شیخ محقق پھر شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

واللفظ لشرح المشکوٰۃ حجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ مے شود بوی در حیات استمداد مے شود بوی بعد از وفات [3]۔	الفاظ شرح مشکوٰۃ کے ہیں: حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں جس سے زندگی میں مدد مانگی جائے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جائے۔ (ت)

قول (۱۰۱ و ۱۰۲): امام ابن حجر مکی پھر شیخ نے شروح مشکوٰۃ میں فرمایا:

صالحاں رامدد بلیغ است بہ زیارت کنند گانِ خود را بر اندازہ ادب ایشاں [4]۔	صالحین اپنے زائرین کے ادب کے مطابق ان کی بے پناہ مدد فرماتے ہیں۔ (ت)

[1] الصحیح للبخاری باب قول اللہ ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱۰۱/۲
[2] جامع صغیری مع فیض القدیر حدیث ۴۸۹۶ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱۶۳/۴
[3] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۷۱۵/۱
[4] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۷۱۵/۱

قول (۱۰۳): امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہلسنت کے نزدیک علم وادراک موتٰی کی تحقیق کرکے فرمایا:

ولهذا ینتفح بزیارۃ قبور الابرار والاستعانۃ من نفوس الاخیار [1]۔	اسی لیے قبور اولیاء کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

قول (۱۰۴و۱۰۵): ردالمحتار میں امام غزالی سے ہے:

انهم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالٰی ونفع الزائرین بحسب معارفهم واسرارهم [2]۔	ارواح طیبہ اولیائے کرام کا حال یکساں نہیں بلکہ وہ متفاوت ہیں اللہ سے نزدیکی اور زائروں کو نفع دینے میں موافق اپنے معارف واسرار کے۔

قول (۱۰۶): امام ابن حجر مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

ان کانت المیّت المزار ممن ترجی برکته فیتوسل الی اللہ تعالٰی به۔ یبدأ بالتوسل الی اللہ تعالٰی بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذهو العمدۃ فی التوسل والاصل فی هذا کله والمشروع له۔ ثم یتوسل باهل تلك المقابر اعنی بالصالحین منهم فی قضاء حوائجه ومغفرۃ ذنوبه ویکثر التوسل بهم الی اللہ تعالٰی لانه سبحانه تعالٰی اجتباهم وشرّفهم وکرمهم فکما نفع بهم فی الدنیا ففی الاٰخرہ اکثر فمن ارادحاجۃ فلیذهب	یعنی اگر صاحب مزار ان لوگوں میں ہے جن سے امید برکت کی جاتی ہے تو اسے اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ کرے، پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے توسل کرے کہ حضور ہی توسل میں عمدہ اور ان سب باتوں میں اصل اور توسل کے مشروع فرمانے والے ہیں، صالحین اہل قبور سے اپنی حاجت روائی وبخشش گناہ میں توسل اور اس کی تکرار و کرامت بخشی توجس طرح دنیا میں ان کی ذات سے نفع پہنچایا یونہی بعد انتقال اس سے زیادہ پہنچائے گا، تو جسے کوئی حاجت منظور ہوانکے مزارات عـــہ پر حاضر

عـــہ: قصد زیارت مقربیان آں درگاہ ومنتسبان آں — اُس بارگاہ کے قُرب یافتہ اوراس جناب سے تعلق (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] شرح المقاصد المبحث االرابع مدرک الجزئیات عند نا الخ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۴۳

[2] ردالمحتار مطلب فی زیارۃ القبور ادارۃ الطباعۃ العربیہ مصر ۱/ ۲۰۴

الیهم ویتوسل بهم فانهم الواسطة بین الله تعالٰی وخلقه وقد تقرر فی الشرع وعلم مالله تعالٰی بهم من الاعتناء وذلك كثیره مشهور، ومازال الناس من العلماء والاكابر كابرًا عن كابرمشرقا ومغربا یتبركون بزیارة قبورهم ویجدون بركة ذلك حسًا ومعنیً اھ[1] ملخصا	ہو اور ان سے توسل کرے کہ یہی واسطہ ہیں اللہ تعالٰی اور اس کی مخلوق میں، اور بیشک شرع میں مقرر و معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالٰی کو ان پر کیسی عنایت ہے اور یہ خود بکثرت و شہرت ہے اور ہمیشہ علمائے اکابر خلف و سلف مشرق و مغرب میں ان کی زیارت قبور سے تبرک کرتے اور ظاہر و باطن میں اس کی برکتیں پاتے رہے ہیں اھ ملخصًا۔

قول (۱۰۷تا۱۰۹): اشعۃ میں فرمایا:

سیدی احمد بن زروق کہ از عاظم فقہاء وعلماء ومشائخ دیار مغرب است گفت روزے شیخ ابوالعباس حضرم از من پرسید امدادِ حی قوی ست یا امداد میّت قوی ست من گفتم قوی می گویند کہ امداد حی قوی تراست و من می گویم کہ امداد میّت قوی تراست پس شیخ گفت نعم زیراکہ وی در بساط است و در حضرت اوست (قال) ونقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازان ست کہ حصر واحصار کردہ شود یافتہ نمی شود در کتاب و سنت اقوالِ سلف صالح چیزے کہ منافی و مخالف	سیدی احمد بن زروق جو دیارِ مغرب کے عظیم ترین فقہاء اور علماء و مشائخ سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا زندہ کی امداد قوی ہے یا وفات یافتہ کی؟ میں نے کہا کچھ لوگ زندہ کی امداد زیادہ قوی بتاتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ وفات یافتہ کی امداد زیادہ قوی ہے۔ اسی پر شیخ نے فرمایا: ہاں! اس لیے کہ وہ حق کے دربار اور اس کی بارگارہ میں حاضر ہے (فرمایا) اس مضمون کا کلام ان بزرگوں سے اتنا زیادہ منقول ہے کہ حد و شمار سے باہر ہے اور کتاب و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جناب واستفاضہ خیرات وبرکات ازایشاں نماید[2] موجب مزید خیر وزیارت ثواب خواہد بود والسلام ۱۲منہ جذب القلوب (م)

رکھنے والوں کی زیارت کا قصد کرے اور ان سے درخواست کرے کہ اپنی برکات و خیرات کا فیض عطا کریں یہ مزید خیر و خوبی اور ثواب میں زیادتی کا باعث ہوگا، والسلام ۱۲منہ جذب القلوب (ت)

---

[1] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۹۔۲۴۸

[2] جذب القلوب باب دہ از دہم مکتبہ نعیمہ چوک دالگراں۔لاہور ص ۱۳۸

ایں باشد ورد کند ایں را[1] الخ۔	سنت اور سلف صالحین کے اقول میں ایسی کوئی بات موجود نہیں جو اس کے منافی و مخالف اور اسے رد کرنے والی ہو۔ الخ۔ (ت)

قول (۱۱۰): اسی میں ہے:

بسیارے رافیوض وفتوح ازارواح رسیدہ وایں طائفہ را در اصطلاح ایشاں اویسی خوانند[2]۔	بہت سے لوگوں کو فیض و کشف ارواح سے حاصل ہوا ہے اور اس جماعت کو ان کی اصطلاح میں اُوَیسی کہتے ہیں۔ (ت)

قول (۱۱۱و۱۱۲): شیخ الاسلام امام فخر الدین رازی سے ناقل:

چوں می آید زائر نزد قبر حاصل می شودا ورا تعلقے خاص بقبر چنانچہ نفس صاحب قبر راوبسبب ایں در تعلق حاصل مے شود میان ہر دو نفس ملاقات معنوی وعلاقہ مخصوص پس اگر نفس مزوری قوی تر باشد نفس زائر مستفیض مے شود واگر بر عکس بود بر عکس شود[3]۔	جب زائر قبر کے پاس آتا ہے تو اسے قبر سے اور ایسے ہی صاحب قبر کو اس سے ایک خاص تعلق حاصل ہوتا ہے اور ان دونوں تعلقات کی وجہ سے دونوں کے درمیان معنوی ملاقات اور ایک خاص ربط حاصل ہو جاتا ہے۔ اب اگر صاحب قبر زیادہ قوت والا ہے تو زائر مستفیض ہوتا ہے اور برعکس ہے تو برعکس ہوتا ہے۔ (ت)

قول (۱۱۳و۱۱۴): مولٰنا جامی قدس سرہ، السامی حضرت سیدی امام اجل علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ تعالٰی سے ناقل:

درویشے از شیخ سوال کرد کہ چوں بدن را در خاک ادراک نیست و در عالم ارواح حجاب نیست چہ احتیاج است بسر خاک رفتن۔ چہ دہر مقامیکہ توجہ کند بروح بزرگے ہماں باشد کہ بسر خاک شیخ فرمود فائدہ بسیار دارد یکے آنکہ چون بزیارت کسے مے رود چندانکہ می رود توجہ اوزیادہ می شود	ایک درویش نے شیخ سے سوال کیا کہ جب قبر کے اندر ادراک بدن کو نہیں بلکہ روح کو ہے اور عالم ارواح میں کوئی حجاب نہیں ہے تو قبر کے پاس جانے کی کیا ضرورت، جہاں سے بھی توجہ کرے بزرگ کی روح سے وہی فائدہ ہوگا جو قبر کے پاس ہوگا۔ شیخ نے فرمایا: اس میں بہت فوائد ہیں ایک یہ کہ جب آدمی کسی کی زیارت

---

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱۶

[2] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱۶

[3] کشف الغطاء فصل دہم زیارت قبور مطبع احمدی دہلی ص ۷۰

چوں بہ سرخاک رسد بحس مشاہدہ کند خاک اوراحس او نیز مشغول اومی شود بکلی متوجہ گر دوفائدہ بیشتر باشد ودیگر آنکہ ہر چند ارواح راحجاب نیست وہمہ جہاں اورا یکے است اما بآں است اما بآں موضع تعلق بیشتر بود [1] اھ ملخصا	کو جاتا ہے تو جس قدر آگے بڑھتا ہے اس کی توجہ بڑھتی جاتی ہے، جب قبر کے پاس پہنچتا ہے تو حواس سے اس قبر کا ادراک اور مشاہدہ کرتا ہے اب اس کے حواس بھی اس کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں اور وہ پورے ظاہر وباطن کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جس کا فائدہ فزوں تر ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ ارواح کے لیے حجاب نہیں ہے اور سارا جہان ان کے لیے ایک ہے مگر اس مقام سے تعلق زیادہ ہوتا ہے۔ اھ بہ تلخیص (ت)

قول (۱۱۵تا۱۱۶): سید جمال مکّی کے فتاوٰی میں امام شہاب الدین رملی سے منقول:

للانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثه بعد موتهم [2]۔	انبیاء ورسل واولیاء وصالحین بعد رحلت بھی فریادرسی کرتے ہیں۔

فصل یازدہم: تصریحات علماء میں کہ سلام قبور دلیل قطع سماع وفہم وعلم وشعور ہے۔

قول (۱۱۷): امام عزالدین بن عبدالسلام اپنی امالی میں فرماتے ہیں:

لانا امرنا بالسلام علی القبور ولولاان الارواح تدرك کان فیه فائدة [3]۔	ہمیں حکم ہوا کہ قبور پر سلام کریں اگر روحیں سمجھتی نہ ہوتیں تو بیشک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قول (۱۱۸): امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا:

احادیث زیارة القبور والسلام علیها وخطابهم مخاطبة الحاضر العاقل دالة علی ذلک [4] اھ ملخصا۔	زیارت قبور اور ان پر سلام اور ان سے حاضر عاقل کی طرح خطاب کی حدیثیں اس پر دلیل ہیں اھ ملخصا

قول (۱۱۹): شرح الصدور میں مثل قولین سابقین منقول:

قد شرح صلی الله تعالٰی علیه وسلم لامته ان یسلموا علی اهل القبور سلام من یخاطبونه	بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے اہل قبور پر ایسا مشروع فرمایا ہے جیسے سننے

---

[1] نفحات الانس ترجمہ ابوالمکارم رکن الدین علاء الدین السمنانی مہدی توحیدی پور طہران ص ۴۴۰

[2] فتاوٰی جمال بن عمر مکی

[3] شرح الصدور بحوالہ عزالدین ابن عبدالسلام باب مقرالارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۰۳

[4] شرح الصدور حوالہ ابن عبدالبر باب مقرالارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۰

من یسمع و یعقل[1]۔	سمجھنے والوں سے خطاب کرتے ہیں۔

قول (۱۲۰): امام علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول در بارۂ وسماع موتٰی نقل کرکے فرماتے ہیں:

ھو الظاھر المختار الذی یقتضیه احادیث السلام علی القبور[2]۔	یہی ظاہر ومختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضاء کرتی ہے۔

قول (۱۲۱): علامہ مناوی نے اسی امر پر دلیل یوں نقل فرمائی ہے: **فان السلام علی من لایشعر محال**[3] کہ جو نہ سمجھے اس پر سلام اصلاً معقول نہیں۔

قول (۱۲۲): شیخ محقق مدارج النبوۃ میں سلام اموات کو حدیث سے نقل کرکے فرماتے ہیں:

خطاب باکسیکہ نہ شنود ونہ فہمد معقول نیست، ونزدیک ست کہ شمار کردہ شود از قبیلہ عبث چنانچہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ گفت[4]۔	جو نہ سنے نہ سمجھے اس سے خطاب معقول نہیں اور قریب ہے کہ عبث کے دائرے میں شمار ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا۔ (ت)

قول (۱۲۳) مولانا علی قاری شرح اللباب میں در بارہ سلام زیارت میں فرماتے ہیں:

من غیر رفع صوت ولا اخفاء بالمرۃ لفوت الاسماع الذی ھو السنة[5]۔	نہ بلند آواز سے ہو نہ بالکل آہستہ جس میں سنانا کہ سنت ہے فوت ہو جائے۔

فصل دوازدہم: اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب وکلام میں،

قول (۱۲۴ تا ۱۲۷): منسک متوسط و مسلک متقسط واختیار شرح مختار و فتاوٰی عالمگیری میں ہے: **واللفظ للاخیرین فانه ابسط** (الفاظ اخیرین کے ہیں اس لیے کہ یہ زیادہ مبسوط ہیں۔ ت) کہ بعد زیارت سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہاتھ بھر ہٹ کر سرِ اقدس صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے:

جزاك الله عنا افضل ماجزی اماما عن امة	آپ کو اللہ تعالٰی ہم سے جزا وعوض نیک دے بہتر

[1] شرح الصدور باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۴
[2] منہاج للنووی شرح صحیح مسلم مع مسلم باب عرض مقعد المیّت من الجنتہ والنار الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۸۷
[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت من زار قبر ابویہ الخ مکتبۃ الامام شافعی الریاض السعودیہ ۲/ ۴۲۰
[4] مدارج النبوۃ فصل در سماعت میّت نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۹۵
[5] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۸

نبیه ولقد خلقته باحسن خلف وسلك طریقة ومنهاجه خیرمسلك وقالت اهل الردة والبدع ومهدت الاسلام و وصلت الارحام ولم تزل قائلا للحق ناصرا لاهله حتی اتاك الیقین [1]۔	اس عوض کا جو کسی کو اس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا ہو بیشک آپ نے بہترین خلافت سے نبیؐ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیاحت کی اور بہترین روش سے حضور کی راہ وطریقہ پر چلے، آپ نے اہل ارتداد وبدعت سے قتال کیا، آپ نے اسلام کو اراستگی دی، آپ نے صلہ رحم فرمایا، آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے محاذی ہو اور بعد سلام عرض کرے۔

جزاك الله عنا افضل الجزاء ورضی عمن استخلفك فقد نصرت للاسلام والمسلمین حیًا ومیّتًا فکفلت الایتام و وصلت الارحام وقوی بك الاسلام و کنت للمسلمین اماما مرضیا وهادیا مهدیا جمعت شملهم واغنیت فقیرهم وجبرت کسیرهم [2]۔	اللہ تعالٰی نے آپ کو بہتر بدلہ دے اور ان سے راضی ہو جنھوں نے آپ کو خلیفہ کیا یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ آپ نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام و مسلمین کی مدد فرمائی، آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا۔ اسلام نے آپ سے قوت پائی، آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا اور رہنما راہ یاب ہوئے آپ نے ان کا جتھا باندھا اور ان کے محتاجوں کو غنی کردیا اور ان کی شکستہ دلی دُور فرمائی۔

اسی طرح کتب مناسک میں بہت تصریحیں اس کی ملیں گی۔

قول (۱۲۸تا۱۳۰): امام خطابی نے دربارہ تلقین فرمایا:

لاباس به اذلیس فیه الاذکر الله تعالٰی و عرض الاعتقاد علی المیّت (الی قوله) وکل ذٰلك حسن، نقله القاری فی المرقاة [3]۔	اس میں کچھ حرج نہیں کہ وہ ہے کیا مگر اللہ تعالٰی کی یاد اور میّت پر عرض اعتقاد۔ یہ سب خوب ہیں (اسے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں نقل کیا۔ت)

بعینہٖ اسی طرح ذیل مجمع البحار [4] میں مذکور۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۶

[2] فتاوٰی ہندیہ مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۶

[3] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ الخطابی باب اثبات عذاب القبر حدیث ۱۳۳ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/۳۵۶

[4] تکملہ مجمع البحار تحت لفظ ثبت منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۵

وحسبنا اللّٰہ العزیز الغفور وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ الٰی یوم النشور۔	ہمیں عزت و مغفرت والا خدا کافی ہے اور اللّٰہ تعالٰی ہمارے آقا و مولا حضرت محمد اور ان کی آل و اصحاب پر تا حشر درود و رحمت بھیجے۔ (ت)

فصل سیز دہم: بعد دفن میّت کو تلقین اور اسے عقائد اسلام یاد دلانے میں، یہ فصل فصل دواز دہم کی ایک صنف ہے کہ اس میں بھی میّت سے سوائے سلام اور قسم کا خطاب و کلام ہے **کما لا یخفی** (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) میں یہاں صرف علمائے حنفیہّ کے اقوال شمار کروں گا کہ شافعیہ تو قاطبۃً قائل تلقین ہیں **الا من شاء اللّٰہ۔**

قول (۱۳۱تا۱۳۳): امام زاہد صفار نے کتاب مستطاب تلخیص الادلہ میں تصریح فرمائی کہ تلقین موتٰی مسلک اہلسنت ہے اور منع تلقین مذہب معتزلہ پر مبنی کہ وہ میّت کو جماد مانتے ہیں، امام حاکم شہید نے کافی اور امام خبازی نے خبازیہ میں ان سے نقل فرمایا:

ان ھذا (ای منع التلقین) علٰی مذھب المعتزلۃ لان الاحیاء بعد الموت عندھم مستحیل، اما عنداھل السنہ فالحدیث ای لقنوا واتاکم لا الٰہ الا اللّٰہ محمد علٰی حقیقۃ۔ لان اللّٰہ تعالٰی یحییہ علٰی ماجائت بہ الاٰثارت وقدروی عنہ علیہ الصلوۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعدا لدفن [1] الخ ذکرہ فی ردالمحتار عن معراج الدرایۃ۔	تلقین سے ممانعت معتزلہ کامذہب ہے اس لیے کہ موت کے بعد زندہ کرنا ان کے نزدیک محال ہے لیکن اہلسنت کے نزدیک حدیث تلقین (اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللّٰہ سکھاؤ) اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اس لیے کہ اللّٰہ تعالٰی مُردے کو زندہ فرمادیتا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے اور حضور صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ سرکار نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا الخ۔ اسے ردالمحتار میں معراج الدرایہ کے حوالے سے ذکر کیا۔ (ت)

قول (۱۳۴تا۱۳۵): درمختار میں جوہرہ نیرہ سے ہے: **انہ مشروع عند اھل السنۃ** [2] بیشک تلقین اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے۔

قول (۱۳۶): نہایہ شرح ہدایہ میں ہے:

---
[1] ردالمحتار بحوالہ الخبازیۃ مطلب فی تلقین بعد الموت ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۱
[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۹

کیف لایفعل وقدروی عنه علیه الصلٰوۃ و السلام انه امر بالتلقین بعد دفن [1]۔	تلقین کیونکر نہ کی جائے گی حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہوا، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔

اور ان کا قول فصل ہشتم میں گزرا کہ اہلسنت کے نزدیک تلقین اپنی حقیقت پر ہے۔

قول (۱۳۷ و ۱۳۸): امام اجل شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا:

لایومربه ولاینهی عنه [2]۔ نقله فی النهایة وغیرہا۔	تلقین کا حکم نہ دیں نہ اس سے منع کریں، اسے نہایہ وغیرہ میں نقل کیا۔ت)

حلیہ میں اسے نقل کرکے فرمایا: ظاهرہ انه یباح [3] اس قول سے ظاہر اباحت ہے۔

قول (۱۳۹): امام فقیہ النفس قاضی خاں نے فرمایا:

ان کان التلقین لاینفع لایضر ایضا فیجوز [4]۔ اثرہ المذکوران۔	تلقین میں اگر کوئی نفع نہ ہو تو ضرر بھی نہیں پس جائز ہوگی، (اسے دونوں مذکور حضرات نے ذکر کیا ہے)

اور ظاہر ہے کہ نفی نفع بر سبیل تنزل ہے۔

قول (۱۴۰ تا ۱۴۳): صاحب غیاث فرماتے ہیں:

انی سمعت استاذی قاضی خان انه یحکی عن الامام ظهیر الدین انه لقن بعض الائمة و اوصانی بتلقینه فلقنته فیجوز [5]۔ نقله فی شرح النقایة۔	میں نے اپنے استاذ قاضی خاں کو سنا کہ اما اجل ظہیر الدین مرغینانی سے حکایت فرماتے تھے بعض ائمہ نے تلقین فرمائی اور مجھے اپنی تلقین کرنے کی وصیت کی تو میں نے انھیں تلقین کی، پس جواز ثابت ہوا۔(اسے شرح نقایہ میں نقل کیا۔ت)

[1] البدایہ فی شرح الہدایہ باب الجنائز المکتبہ الامدادیہ فیصل آباد جلد اول جز ثانی ص ۱۰۷۳
[2] البدایہ فی شرح الہدایہ بحوالہ الحلوانی المکتبہ الامدادیہ فیصل آباد جلد اول جز ثانی ص ۱۰۷۳
[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[4] البدایۃ فی شرح الہدایۃ بحوالہ قاضی خاں المکتبۃ الامدادیہ فیصل آباد جلد اول جزء ثانی ص ۱۰۷۳
[5] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۷۸

اسی طرح صاحب حقائق نے بتصریح عـــہ اس کے کہ یہ تلقین بعد دفن تھی، صاحب غیاث سے نقل کیا کما فی الحلیۃ (جیسا کہ حلیہ میں ہے۔ ت) امام ابن امیر الحاج عبارت حقائق لکھ کر فرماتے ہیں: **یفیدون فعلہ راجح علی ترکہ**[1]۔ یہ کلام استحباب تلقین کا مفید ہے۔ پھر اس پر حدیث سے دلیل ذکر کرکے ائمہ محدثین امام ابو عمرو بن الصلاح وغیرہ سے اس کا بوجہ شواہد و عمل قدیم علمائے شام قوت پانا نقل کرتے ہیں کما فی المقصد الثانی (جیسا کہ ہم نے اسے مقصد دوم میں پیش کیا۔ ت) **قول (۱۴۴و۱۴۵)**: مضمرات میں ہے:

نحن نعمل بہما عندالموت وعند الدفن[2]۔ نقلہ فی الھندیۃ۔	ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں وقت نزع بھی اور وقت دفن بھی، اسے ہندیہ میں نقل کیا گیا۔ ت)

قول (۱۴۶): ذیل مجمع البحار میں ہے: **اتفق کثیر علی التلقین**[3] بہت علماء کا تلقین پر اتفاق ہے۔

قول (۱۴۷): نور الایضاح میں ہے: **تلقینہ فی القبر مشروع**[4] مُردے کو تلقین کرنا مشروع ہے۔

قول (۱۴۸و۱۴۹): علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں کتاب التجنیس والمزید سے ناقل: **التلقین بعد الموت فعلہ مشائخنا**[5] ہمارے بعض مشائخ نے موت کے بعد تلقین فرمائی ہے۔

قول (۱۵۰و۱۵۲): جامع الرموز میں جواہر سے منقول:

سئل القاضی مجدا لدین الکرمانی عنہ قال ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن و روی فی ذلك الحدیثن[6]۔	قاضی مجد الدین کرمانی سے در بارۂ تلقین سوال ہوا، فرمایا جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے۔ اور اس بارے میں دو حدیثیں روایت کیں۔

عـــہ: یہ معنی خود لفظ اوصانی سے مستفاد مگر اس میں صریح تر ہے کہ **لقن بعض الائمۃ بعد دفنہ واوصانی بتلقینہ فلقنتہ بعد مادفن**[7] ۱۲منہ (بعض ائمہ نے بعد دفن میّت کو تلقین فرمائی اور مجھے میّت کو تلقین کرنے کی وصیت کی تو میں نے بعد از دفن میّت کو تلقین کی ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ المضمرات الباب الحادی والعشرون فی الجنائز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۵۷
[3] تکملہ مجمع بحار الانوار تحت لفظ ثبت نولکشور لکھنؤ ص ۲۵
[4] نور الایضاح باب احکام الجنائز مطبع علیمی لاہور ص ۵۴
[5] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب صلوٰۃ الجنائز دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۳۲۴
[6] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۷۹
[7] حاشیۃ الشلبی علی التبیین بحوالہ الحقائق باب الجنائز مطبعہ کبرٰی بولاق مصر ۱/ ۲۳۴

قول (۱۵۳): طحطاوی حاشیہ مراقی میں علامہ حلبی سے منقول:

کیف لایفعل مع انه لاضرر فیه بل فیه نفع للمیّت [1]۔	تلقین کیونکرنہ کی جائے گی حالانکہ اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ میّت کا فائدہ ہے۔

قول (۱۵۴): کشف الغطاء میں ہے: بالجملہ بمقتضائے مذہب اہل سنت وجماعت تلقین مناسب پھر امام صفار کا ارشاد کہ:

سزاوار آن ست کہ تلقین کردہ شود میّت. برمذہب امام اعظم وہر کہ تلقین نمی کند ونمی گوید بآن پس اوبر مذہب اعتزال ست کہ گویند میّت جماد محض است و روح در قبر معاد نمی شود۔	مذہب امام اعظم میں میّت کو تلقین مناسب ہے اور جو تلقین کا تارک اور منکر ہے وہ معتزلہ کا مذہب رکھتا ہے جو میّت کو جماد محض کہتے ہیں، اور قبر میں پھر روح کا اعادہ نہیں مانتے۔ (ت)

نقل کرکے فرمایا:

وانچہ درکافی گفت کہ اگر مسلمان مُردہ است، محتاج نیست بہ سوئے تلقین وے بعد از موت وگرنہ فائدہ نمی کند ناتمام است چہ باوجود اسلام احتیاج بسوئے تلقین برائے ثابت داشتن دل باقی ست چنانچہ درحدیث آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد از دفن فرمودی استغفار کنید برا درخود را و سوال کنید برائے وے تثبت رابدرستیکہ الآن سوال کردہ مے شود ازوے [2] الٰی اخرہ۔	وہ جو کافی میں کہا کہ "اگر بحالت اسلام مرا ہے تو وہ موت کے بعد تلقین کا محتاج نہیں، اور اگر ایسا نہیں تو تلقین بے سود ہے" ناتمام ہے اس لیے کہ اسلام کے باوجود، دل کو ثابت رکھنے کے لیے تلقین کی حاجت ثابت ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دفن کے بعد فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو کہ اس وقت اس سے سوال ہورہا ہے۔ الخ (ت)

قول (۱۵۵ و ۱۵۶): علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق میں دربارہ تلقین پہلے استحباب پھر جواز پھر منع تینوں قول نقل کرکے استحباب پر دلیل قائم کی اور بے شک تعلیل، دلیل اختیار و تعویل ہے، علامہ حامد آفندی نے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں فرمایا: **هو المرجح اذا هو المحلی بالتعلیل** [3] (اس کی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۶

[2] کشف الغطاء

[3] مغنی المستفتی عن سوال المفتی

علت بیان کی گئی ہے لہٰذا اسی کو ترجیح ہے۔ت) ولہٰذا علامہ شامی آفندی تبیین کا یہ کلام نقل کرکے فرماتے ہیں: **ظاھر استدلا لہ للاول اختیارہ**[1] یعنی قول استحباب پر دلیل قائم کرنے سے ظاہر یہی ہے کہ امام زیلعی اسی کو مذہب مختار جانتے ہیں اور خود علامہ شامی کا کلام اختیار جواز واستحباب پر دلیل ہے کہ معراج الدرایہ سے عدم تلقین کا ظاہر الروایۃ ہونا نقل کرکے پھر اسی معراج سے بحوالہ کافی وخبازیہ امام صفار کا وہ ارشاد نقل کیا پھر فتح کا حوالہ دیا کہ انھوں نے حدیث تلقین کو اپنی حقیقت پر محمول کرنے کی بہت تائید فرمائی، پھر غنیہ سے تائید لائے کہ حدیث میں تجوز ہے مگر تلقین سے منع نہ کریں گے کہ میّت کو مفید ہے، پھر زیلعی کے کلام سے یوں استظہار کیا اور شارح نے جو مشروعیتِ تلقین کو قول اہلسنت کہا اسے مقرر ومسلم رکھا، **واللہ تعالٰی اعلم**

نکتہ جلیلہ تتمیم کلام وازالہ اوہام میں

اقول: وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق، طائفہ جدیدہ ان اقول کے مقابل براہ تلبیس ومغالطہ منع تلقین کے اقوال پیش کردیتے ہیں، حالانکہ یہ محض جہالت بے مزہ ہے، ہم یہاں نفس مسئلہ تلقین کی بحث میں نہیں ہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ان علمائے مجوزین نے ادراک وسمع موتی مانا، اور یہ امر اقوال مذکورہ سے یقیناً ثابت، ذرا آنکھیں مل کر دیکھیں کہ ائمہ نے کیا چیز جائز مانی، تلقین میّت۔ پھر یہ سیکھیں کہ تلقین کے معنی کیا ہیں، تفہیم وتذکیر یعنی سمجھانا اور یاد دلانا **کما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی** (جیسا کہ حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح میں ہے۔ت) پھر کسی ذی عقل سے پوچھیں کہ تفہیم وتذکیر جماد ودیوار کو ہوتی ہے یا سامع فہیم وہوشیار کو؟ حاشا وکلّا ہر سمجھ والا بچہ جانتا ہے کہ سمجھانا اور یاد دلانا ہر گز متصور نہیں جب تک مخاطب سنتا سمجھتا نہ ہو اور جس کے اعتقاد میں ہو کہ مخاطب نہ عقل وفہم رکھتا ہے نہ میرا کہا سنے، پھر اس کے آگے بقصد تفہیم وتذکیر بات کرے وہ قطعًا مجنون ودیوانہ ہوگا لہٰذا یقیناً واجب کہ جو ائمہ وعلماء استحباب، خواہ جواز تلقین کے قائل ہوئے انھوں نے بلاشبہ اموات کو بعد دفن بھی کلام احیاء سننے والا مانا اور اسی قدر مقصود تھا بخلاف اقوال منع کہ وہ نہار نہ مخالف کو مفید نہ ہمیں مضر کہ ترک تلقین کی علت کچھ انکار فہم وسماع ہی میں منحصر نہیں جس سے خواہی نخواہی سمجھا جائے کہ جو تلقین نہیں مانتا وہ میّت کو سمیع وفہیم بھی نہیں جانتا، کیا ممکن نہیں کہ اس کی وجہ بعض کے نزدیک عدم ثبوت ہو، جیسا کہ حلیہ میں ہے:

---

[1] ردالمحتار مطلب فی التلقین بعد الموت ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۱

نص الشیخ عزالدین بن عبدالسلام علٰی انه بدعة [1]۔	شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اس کے بدعت ہونے پر نص کی ہے۔(ت)

دیکھو امام عزالدین شافعی اس وجہ سے قائل تلقین نہ ہوئے کہ ان کے نزدیک بدعت تھی، حالانکہ یہ وہی امام عزالدین ہیں جن کا ارشاد قول ۱۷ میں گزرا کہ مُردے ہمارا کلام نہ سمجھتے ہوتے تو سلام قبور محض لغو تھا۔ یوں ہی کیا ممکن نہیں کہ وجہ ان کی رائے میں عدم فائدہ ہوں بایں معنی کہ مُردہ باایمان گیا، تو خود رحمت الٰہی اسے بس ہے۔ وہ بتوفیق ربانی آپ ہی صحیح جواب دے گا۔

قال اللہ تعالٰی یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ [2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (ت)

اور جو عیاذ باللہ نوع دیگر ہے اسے لاکھ تلقین کیجئے کیا فائدہ! دیکھو امام حافظ الدین نسفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کافی شرح وافی میں انکار تلقین اسی پر مبنٰی کیا۔

حیث قال ولقن الشهادة لقوله علیه الصلٰوة والسلام لقنوا موتاکم شهادة ان لا اله الا الله وارید به من قرب من الموت وقیل هو مجریً علٰی حقیقته وهو قول الشافعی لانه تعالٰی یحییه وقد روی انه علیه السلام امر بتلقین المیّت بعد دفنه و زعموا انه مذهب اهل السنة والاول مذهب المعتزله الا ان نقول لافائدة بالتلقین بعد الموت لانه مات مومنا فلاحاجة الیه وان مات کافرا فلا یفید التلقین [3] اھ ببعض تلخیص۔	ان کی عبارت یہ ہے: وقت نزع شہادت یاد دلائے اس لیے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا فرمان ہے اپنے مردوں کو کلمہ شہادت کی تلقین کرو۔ اس سے مراد وہ ہیں جو قریب الموت ہوں، اور کہا گیا کہ یہ اپنے حقیقی معنٰی میں ہے۔ یہی امام شافعی کا قول ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالٰی اسے زندہ کردے گا، اور مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا، لوگ کہتے ہیں کہ یہ مذہب اہلسنت ہے اور اول معتزلہ کا مذہب ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ موت کے بعد تلقین کا کوئی فائدہ نہیں، اس لیے کہ اگر بحالتِ ایمان مرا ہے تو تلقین کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کافر مرا ہے تو تلقین کارگر نہ ہوگی، اھ (ختم قدرے تلخیص کے ساتھ)۔ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن ۱۴/ ۲۷

[3] کافی شرح وافی

اگرچہ علماء نے اس شبہہ کا جواب کافی دے دیا کہ ہم شق اول یعنی موت علی ایمان اختیار کرتے ہیں، اور یہ کہنا کہ اب حاجت نہیں غیر مسلم کہ وہ وقت ہول ودہشت کا ہے ہماری تذکیر اور خدا کے ذکر سے دل میّت کا قوی ہوگا، ڈھارس بندھے گی، وحشت گھٹے گی،

قال اللہ تعالٰی اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ [1] ۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: سن لو خدا کی یاد سے ٹھہر جاتے ہیں دل۔

اسی لیے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد دفن حکم دیتے میّت کے لیے خدا سے تثبت مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا[2]۔ کما مر فی المقصد الاول (جیسا کہ مقصد اول میں گزرا۔ ت) شیخ الاسلام کا کلام قول ۱۵۴ میں سن چکے اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

(نفی صاحب الکافی فائدۃ مطلقا ممنوع) بان فیہ فائدۃ التثبیت للجنان) نعم الفائدۃ الاصلیۃ (و ھی تحصیل الایمان فی ھذا الوقت) منتفیۃ ویحتاج الیہ لتثبیت الجنان للسوال فی القبر [3] اھ موضحًا بحاشیۃ الطحطاوی۔	صاحب کافی کا مطلقًا فائدے سے انکار ہمیں تسلیم نہیں (کیونکہ اس میں دل کو ٹھہرانے اور ثبات دینے کا فائدہ ہے) ہاں فائدہ اصلیہ (اس وقت اُسے ایمان بخشنا) نہیں اور تلقین کی ضرورت قبر میں سوال کے وقت دل کی تقویت اور ثبات کے لیے ہے اھ (عبارت مراقی ختم حاشیہ الطحطاوی سے توضیح کے ساتھ) (ت)

علامہ ابراہیم حلبی کا جواب اسی مقصد میں گزرا کہ تلقین میں میّت کا فائدہ ہے کہ ذکر خدا سے اس کا جی بہلے گا، فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی اگر عدم فائدہ میں ایسی ہی تقریر کریں تو دعاء و دوا تمام کارخانہ اسباب سب مہمل و معطل رہ جائے کہ تقدیر الٰہی میں حصول مراد ہے تو آپ ہی ملے گی ورنہ کیا حاصل، غرض جب واضح و بین کہ تلقین بے فہم وسماع میّت کے محال اور اس کا انکار کچھ نفی سماع میں منحصر نہیں تو یقینا ثابت کہ اقوال جواز ہمارے مذہب پر دلائل ساطع اور اقوال ترک ومنع اصلاً مضر نہیں پھر ان کے مقابل ان کا پیش کرنا کیا کہا جائے کہ کس درجہ کی سفاہت ہے اور یہ قدیم چالاکی ان حضرات کی ہے جہاں کسی امر کے اثبات کو بعض علماء کے وہ اقوال جن کا مبنٰی اس امر کا ماننا ہو پیش کیجئے اور وہ مسئلہ مختلف فیہا ہو تو فورًا دوسری طرف کے قول نقل کر لائیں گے، یہ نہیں دیکھتے کہ

---

[1] القرآن ۲۸/۱۳

[2] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ابی داؤد باب اثبات عذاب القبر مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد اصح کارخانہ کتب کراچی ص ۳۰۷

محل نزاع کیا تھا اور موضع استدلال کون سا مقدمہ ہے، کہا تو یہ تھا کہ امر ثابت ہے ولہذا فلاں فلاں ائمہ نے اس بات پر فلاں بات مبنی کی، اس کا یہ کیا جواب ہوگا کہ فلاں فلاں نے وہ بنانہ مانی کیا انکار بنا انکار مبنی کو مستلزم ہوتا ہے، واقعی سلامت عقل عجب دولت ہے جسے خدا دے وباللہ التوفیق، یہ نکتہ واجب الحفظ ہے کہ اس سے مخالفین کی بہت چالاکیوں کا حال کُھلتا ہے۔ واللہ الھادی۔

فائدہ جمیلہ تنقیح مسئلہ تلقین میں

اقول: وباللہ استعین۔ نفس مبحث تلقین کی نسبت استطرادًا اتنی بات سمجھ لیجئے کہ ظاہر الروایۃ میں اگر لایلقن یا غیر مشروع آیا بھی ہو تو وہ ممانعت وعدم جواز کے لیے متعین نہیں۔ آخر نہ سنا کہ امام مجتہدین برہان الدین محمود نے ذخیرہ میں بروایت امام محرر المذہب حضرت محمد بن الحسن امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل کیا کہ سجدہ شکر مشروع نہیں۔ اور علماء نے اس کے معنٰی عدم وجوب لیے، اشباہ میں ہے:

سجدۃ الشکر جائزۃ عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لاواجبۃ وھو معنی ماروی عنہ انھا لیست مشروعۃ ای وجوبًا [1] اھ واقرہ علیہ العلامۃ السید الحموی فی غمز العیون والسیدان الفاضلان احمد الطحطاوی و محمد الشامی فی حواشی الدر۔	امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک سجدہ شکر جائز ہے واجب نہیں، یہی اس کا معنٰی ہے جو امام صاحب سے مروی ہے کہ سجدہ شکر مشروع نہیں یعنی وجوبًا مشروع نہیں اھ۔ اسے علامہ سیدی حموی نے غمز العیون میں اور علامہ سید احمد طحطاوی وعلامہ سید محمد شامی نے حواشی در مختار میں برقرار رکھا۔ (ت)

فتاوٰی حجہ میں فرمایا:

عندی انی قول الامام محمول علی الایجاب، وقول محمد علی الجواز والاستحباب، فیعمل بھما لا یجب بکل نعمۃ سجدۃ شکرًا کما قال ابوحنیفہ ولکن یجوزان یسجد سجدۃ الشکر فی وقت سربنعمۃ او ذکر نعمۃ فشکرھا بالسجدۃ وانہ غیر خارج عن حد	میرے نزدیک یہ ہے کہ امام اعظم کا قول ایجاب پر اور امام محمد کا قول جواز پر واستحباب پر محمول ہے تو دونوں قولوں پر عمل کیا جائیگا ہر نعمت پر سجدہ شکر واجب نہیں جیسا کہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے لیکن جب کسی نعمت سے مسرت ہو تو سجدہ شکر کرنا جائز ہے، اسی طرح جب کسی نعمت کی یاد ہو تو اس کے شکریہ میں سجدہ کرلینا یہ دائرہ استحباب سے

[1] الاشباہ والنظائر ماافترق فیہ سجود التلاوۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۷۴

الاستحباب [1] اھ نقلہ فی حاشیۃ المراقی و قبلہ الحلبی فی الغنیۃ۔	باہر نہیں اھ اسے حاشیۃ مراقی میں اور اس سے پہلے حلبی نے غنیہ میں نقل کیا۔(ت)

اسی [۲] ذخیرہ میں فرمایا:

لایتعوذ التلمیذ اذا قرأ علٰی استاذہ [2]۔	شاگرد استاد کے پاس درس کے وقت تعوذ نہ پڑھے۔(ت)

درمختار میں اسے نقل کرکے کہا: ای لا یسن [3] (یعنی یہ مسنون نہیں۔ت) نہر میں کہا:

لیس مافی الذخیرۃ فی المشروعیۃ وعدمہا بل فی الاستنان وعدمہ [4]۔	ذخیرہ کی عبارت مشروعیت اور عدم مشروعیت سے متعلق نہیں بلکہ سنیت اور عدم سنیت سے متعلق ہے۔(ت)

[۳] یوں ہی ہمارے ائمہ سے دربارہ عقیقہ لایعق عن الغلام (لڑکے کی طرف سے عقیقہ نہ کرے۔ت)
منقول، علمائے کرام فرماتے ہیں اس کے معنی نفی وجوب واستنان ہیں اور اباحت ثابت ہے۔ فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

لا یعق عن الغلام وعن الجاریۃ یرید انہ لیس بواجب ولاسنہ لکنہ مباح [5]۔	لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کرے، اس سے مراد یہ ہے کہ یہ واجب وسنت نہیں۔ لیکن مباح ہے۔(ت)

[۴] اسی طرح عامہ کتب میں مثلاً [۱] ہدایہ و [۲] وقایہ و [۳] نقایہ و [۴] بدائع و [۵] منیہ و [۶] ملتقی و [۷] تنویر و [۸] جوہرہ وغیرہ فاتحہ وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں امام اعظم وامام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی علیہما کا قول بلفظ لایاتی و لایسمی [6] (تسمیہ نہ لائے۔ بسم اللہ نہ پڑھے۔ت) ذکر کیا۔ پھر محققین نے تصریح فرمائی کہ اس سے مراد نفی سنیت ہے، بخلاف امام محمد کہ قائل استنان ہیں، رہی کراہت وممانعت، وہ کسی کا مذہب نہیں، کہ پڑھنا بالاجماع بہتر ہے جیسا کہ [۱] ذخیرہ و [۲] مجتبٰی و [۳] بحر و [۴] نہر و حاشیہ [۵] درر للعلامۃ الشرنبلالی و [۶] شرح علائی و [۷] حواشی شامی و [۸] طحطاوی وغیرہا سے واضح۔ علامہ غزی تمرتاشی نے فرمایا: لابین الفاتحۃ والسورۃ (فاتحہ وسورت کے درمیان

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب سجدۃ الشکر مکروھۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۷۲
[2] الدرالمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۵
[3] الدرالمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۵
[4] ردالمحتار بحوالہ نہرالفائق باب صفۃ الصلوٰۃ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۳۲۹
[5] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراھیۃ الفصل التاسع فی المتفرقات مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۷۷
[6] الدرالمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۵

نہیں۔ ت) محقق علائی نے لا کے بعد لفظ **تسن** بڑھادیا (یعنی مسنون نہیں۔ ت) پھر فرمایا **ولاتکرہ اتفاقا**[1] (مکروہ تو بالاتفاق نہیں۔ ت) طحطاوی نے فرمایا: **بل لاخلاف فی انہ لوسمی لکان حسنا، نہر**[2] (بلکہ اس میں بھی کوئی خلاف نہیں کہ اگر بسم اللہ پڑھا تو اچھا ہے۔ نہر۔ ت) بحرالرائق میں ہے:

الخلاف فی الاستنان اما عدم الکراہۃ فمتفق علیہ، ولھذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبٰی بانہ ای سمی بین الفاتحہ والسورۃ کان حسنا عند ابی حنیفۃ[3]۔ الخ	اختلاف مسنون ہونے میں ہے اور مکروہ نہ ہونے پر تو اتفاق ہے۔ اسی لیے ذخیرہ اور مجتبٰی میں تصریح ہے کہ اگر فاتحہ اور سورہ کے درمیان بسم اللہ پڑھا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اچھا ہے۔ الخ (ت)

پھر امام صفار کا ارشاد سن چکے کہ مذہب امام میں تلقین مناسب ہے، یہ امام علام صرف دو واسطہ سے شاگرد صاحبین ہیں، امام نصیر بن یحیٰی سے اخذ علم کیا **وھو عن ابن سماعہ عن ابی یوسف ح وعن ابی سلیمان الجوز جانی عن محمد** (انھوں نے ابن سماعہ سے انھوں نے امام ابویوسف سے اور امام نصیر نے ابوسلیمان جوزجانی سے اخذ کیا انھوں نے امام محمد سے۔ ت) یہ بالیقین اعرف بمذہب امام و معنی ظاہر الروایۃ پھر اس سے ہزار درجہ زائد اس جناب کا وہ ارشاد ہے کہ تلقین مذہب اہلسنت اور اس کا معنی مشرب معتزلہ ہے۔ اور وہ واقعی مشائخ مذہب میں اس فرقہ ضالہ کا اختلاط اور نقول مذہب میں اس کے اقوال و تخاریج کا اندراج بعض جگہ سخت لغزشوں کا باعث ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ کبھی حقیقت کار ماہروں پر ملتبس ہوجاتی ہے۔ **وباللہ العصمۃ** جیسے بشر مَریسی معتزلی کا قول **والرحمن لاافعل کذا**[4] (رحمٰن کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا۔ ت) اگر سورۃ رحمٰن مراد لی یمین نہ ہوگی، صاحب ولوالجیہ وخلاصہ وغیرہما نے یوں نقل کردیا کہ گویا یہی مذہب ہے، حالانکہ وہ اس معتزلی کا قول ہے۔ اور مذہب مہذب ائمہ کرام کے بالکل خلاف **کما حققہ فی البحر الرائق** (جیسا کہ البحرالرائق میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) ردالمحتار میں کہا: **ھذا التفصیل فی الرحمن قول بشر المریسی**[5] (الرحمٰن میں یہ تفریق، بشر مریسی کا قول ہے۔ ت) ایسا

---

[1] الدرالمختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۵

[2] حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار باب صفۃ الصلٰوۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۱۹

[3] البحرالرائق فصل واذا اراد الدخول ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱۲

[4] ردالمحتار کتاب الایمان مصطفی البابی مصر ۳/۵۵

[5] ردالمحتار کتاب الایمان مصطفی البابی مصر ۳/۵۵

ہی اشتباہ علامہ زین بن نجیم مصری کو مسئلہ ذبیحہ میں واقع ہوا جس پر علامہ سید احمد حموی نے فرمایا:

مبناھا علی الاعتزال الصریح والعجب ان المصنف لم یتفطن له مع ظھورہ من القنیة [1]۔	اس کا مبنٰی اعتزال پر ہے اور عجب نہ ہوا کہ مصنف کو اس پر تنبیہ نہ ہوا باآنکہ صاحب قنیہ کا معتزلی ہونا کھلا ہوا ہے۔

بالجملہ روایت کا تو یہ حال ہے۔ رہی روایت، مقصد دوم میں دیکھ چکے کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس حدیث میں وارد جسے امام ابن الصلاح وامام ضیاء وامام امیر الحاج وصاحب مجمع وغیرہم، نے بوجہ شواہد وعواضد حسن وقوی کہا، پھر سیدنا ابوامامہ باہلی صحابی اور راشد وضمرہ وحکیم وغیرہم تابعین کے اقوال اس میں مروی، پھر اور صحابہ سے اس کا خلاف ہرگز ثابت نہیں، باایں ہمہ قول صحابی قبول نہ کرنا اصول حنفیّہ پر کیونکر مستقیم ہوا، تقلید عـــہ صحابی ہمارے امام کا مذہب معلوم ہے۔
میزان الشریعۃ الکبرٰی میں امام ابو مطیع بلخی سے منقول:

قلت للامام ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه ارأیت لو رأیت رأیا و رأی ابوبکر رأیا اکنت تدع رأیك لرأیه؟ فقال نعم فقلت له ارأیت لو رأیت رأیا و رأی عمر رأیا اکنت تدع رأیك لرأیه؟ فقال نعم وکذلك کنت ادع رأئی لرأی عثمان و	میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی: بھلا ارشاد فرمائیے اگر آپ کی ایک رائے ہو اور صدیق اکبر کی رائے اس کے خلاف ہو کیا آپ اپنی رائے ان کی رائے کے آگے چھوڑ دیں گے؟ فرمایا: ہاں، میں نے عمر فاروق کی نسبت پوچھا، فرمایا: ہاں، اور یونہی میں اپنی رائے عثمان غنی و

عـــہ: مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الخطبہ میں فرماتے ہیں:

قول الصحابی حجة فیجب تقلیدہ عندنا اذا لم ینفه شیئ اٰخر من السنة [2] انتھی اقول وھذا لایختص بقول الصحابی فان کل دلیل یترك لدلیل اقوی من ۱۲ منه (م)	صحابی کا قول حجت ہے تو اسکی تقلید ہمارے یہاں واجب ہے جبکہ کوئی حدیث اس کی نفی نہ کرتی ہو انتہٰی اقول یہ قول صحابی سے ہی خاص نہیں اس لیے کہ ہر دلیل اپنے سے قوی تر دلیل کے باعث متروک ہوگی، ۱۲منہ (ت)

---

[1] غمز عیون الابصار شرح الاشباہ والنظائر کتاب الصید والذبائح ادارۃ القرآن کراچی ۱۰۶/۲

[2] مرقاۃ المفاتیح باب الخطبہ تحت حدیث ۱۴۱۱ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵۰۵/۳

علی وسائر الصحابة ما عدا ابا ھریرة و انس بن مالك و سمرة بن جندب[1]۔	علی المرتضی باقی تمام صحابہ کی رائے کے آگے ترک کردوں گا سوا ابوہریرہ وانس بن مالک و سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اھ۔

بلکہ علامہ ابن امیر الحاج تو حلیہ میں فرماتے ہیں: جب کسی مسئلہ میں ایک صحابی کا قول مروی ہو اور دیگر صحابہ سے اس کا خلاف نہ آئے وہ مسئلہ اجماعی ٹھہرے گا۔

حیث قال الصحیح قولنا لما روی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال فی مسافر جنب یتأخر الی اخرالوقت ولم یر و عن غیرہ من الصحابة خلافہ فیکون اجماعًا[2]۔	ان کی عبارت یہ ہے: صحیح ہمارا قول ہے اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جنابت والے مسافر کے بارے میں مروی ہے کہ وہ آخر وقت تک پانی کا انتظار کرے، اس کے خلاف کسی اور صحابی سے مروی نہیں تو یہ ان کا اجماع مسئلہ قرار پائے گا (ت)

بہر حال انکار اگر عدم ثبوت پر مبنی، تو ثبوت حاضر، اور نفی نفع پر مبنی، تو نفع ظاہر، ہاں یہ رہ گیا کہ فہم و سماع موتٰی کا انکار کیجئے یہ بیشک اصولِ معتزلہ ہی پر درست ہوگا، ولہذا بحر العلوم نے فرمایا اس بنا پر کہ مُردہ نہیں سنتا تلقین نہ ماننا مذہب باطل ہے کما سیأتی نقلہ ان شاء اللہ تعالٰی (آگے ان کی عبارت ان شاء اللہ تعالٰی نقل ہوگی۔ ت) لاجرم عمائد حنفیّہ سے یہ علمائے دین وائمہ ناقدین جن میں امام صفار وحاکم شہید و شمس الائمہ و ظہیر کبیر و فقیہ النفس وغیرہم ائمہ مجتہدین ہیں رحمۃاللہ تعالٰی علیہم اجمعین جواز واستحباب تلقین کے قائل ہوئے اور بالیقین وہ ہم سے زیادہ روایات ودرایاتِ مذہب پر آگاہ تھے، اور قطعًا اس کے خلاف پر اصلًا کوئی دلیل نہیں اور بیشک اس میں احیاء واموات مسلمین کا نفع ہے۔ ذکر خدا ہے، رغم اعدا ہے۔ پھر وجہ انکار کیاہے۔ تنزلی درجہ اتنا سہی کہ لایؤمر بہ و لاینھٰی عنہ (جائز ومباح ہو، نہ حکم ہو نہ ممانعت۔ ت) باقی عدمِ جواز یاممانعت حاش اللہ محض بے حجت،

ومن ادعٰی فعلیہ البیان ھذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالٰی اعلم و	جو اس کا مدعی ہو بیان اس کا ذمہ۔ یہ وہ ہے جو میرے علم میں ہے اور حق کا علم میرے رب کے

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام ابا حنیفہ الخ مصطفی البابی مصر ۱/۶۵
[2] حلیۃ المحلی شرح منیہ المصلی

علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	یہاں ہے۔اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم زیادہ کامل و محکم ہے۔اسد کا مجد جلیل ہے۔(ت)

فصل چہاردہم: اصل مسئلہ مسئولہ سائل میں، یعنی ارواح کرام کو ندا اور ان سے توسل وطلب دُعا۔ یہ فصل بھی فصلِ دوازدہم کا ایک حصہ ہے کہ یہاں بھی کلام سلام کے سوا ہے مگر مثل فصل تلقین بوجہ مہتم بالشان ہونے کے فصل جداگانہ قرار پائی واللہ التوفیق۔

قول (۱۵۷تا۱۵۹): سیدی خواجہ حافظی فصل الخطاب پھر [۱۵۸] شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل:

قیل لموسٰی الرضا (۱۵۹) رضی اللہ تعالٰی عنہ علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر وکبراللہ اربعین مرّۃ ثم قل السلام علیکم یا اھل بیت الرسالۃ انی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبی وارادتی ومسألتی وحاجتی واشھد اللہ انی مومن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرأ الی اللہ من عدو محمد واٰل محمد من الجن ولانس [1] (ملخصاً)	یعنی امام ابن الامام الٰی ستۃ آباء کرام علی موسٰی رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم جمیعا سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کروں؟ فرمایا: قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیت رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں ان سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالٰی علی محمد وآلِ محمد وبارک وسلم آمین!

قول (۱۶۰تا۱۶۱): سیدی جمال مکی قدس سرہ کے فتاوٰی میں ہے:

سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یارسول اللہ اویا علی اویاشیخ عبدالقادر مثلًا ھل ھو جائز شرعًا ام لا فاجیت نعم الاستغاثۃ بالاولیاء ونداؤھم والتوسل بھم امرمشروع ومرغوب لاینکرہ الامکابر	مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے یارسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر مثلًا آیا یہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ میں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع وشیئ

[1] جذب القلوب باب دوازدہم درذکر مقبرہ شریفہ بقیع مکتبہ نعیمیہ چوک دالگراں لاہور ص ۱۳۸

اومعاند وقد حرم برکة الاولیاء الکرام، و سئل شیخ الاسلام الشھاب الرملی الانصاری الشافعی عما یقع من العامة من قولھم عند الشدائد یا شیخ فلاں ونحو ذلك من الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والصالحین فاجاب بما نصه الاستغاثه بالانبیاء والمرسلین والاولیاء الصالحین جائزة بعد موتھم [1] الخ اھ ملخصا	مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم دشمن انصاف، اور بیشک وہ برکت اولیائے کرام سے محروم ہے۔ شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتاء ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیاء واولیاء سے فریاد کرتے ہیں اس کا شرح میں کیا حکم ہے؟ امام ممدوح نے فتوٰی دیا کہ انبیاء ومرسلین واولیاء علماء صالحین سے ان کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت واستمداد جائز ہے۔

قول (۱۶۲): علامہ خیر الدین رملی حنفی استاذ صاحب درمختار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما فتاوٰی خیریہ میں فرماتے ہیں:

قولھم یا شیخ عبدالقادر نداء فی الموجب لحرمته [2] اھ ملخصا۔	لوگوں کا کہنا یا شیخ عبدالقادر یہ ایک نداء ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے۔

قول (۱۶۳): سید احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اکابر علماء واولیائے دیار مغرب سے ہیں اپنے قصیدہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

انا لمریدی جامع لشتاته اذا ماسطا جور الزمان بنکبته وان کنت فی ضیق وکرب ووحشة فناد بیا زروق اٰت بسرعته [3]۔	میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرے اور اگر تو تنگی وتکلیف ووحشت میں ہو تو یوں نداء کر: یازروق، میں فوراً آموجود ہوں گا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب اس شیر الٰہی کا حال اپنی کتاب بستان المحدثین میں یوں لکھتے ہیں:

شیخ او سیدی زیتون رحمہ اللہ تعالٰی علیہ در حق اُو	ان کے شیخ سیدی زیتون رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نے ان کے

---

[1] فتاوٰی جمال بن عمر مکی

[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الکراھیۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۸۲

[3] بستان المحدثین بحوالہ زروق حاشیہ بخاری زروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۲

بشارت دادہ کہ اُواز ابدال سبعہ است و باوصف علو حال باطن تصانیف اودر علوم ظاہرہ نیز نافع شدہ ومفید وکثیرہ افتادہ[1]۔	حق میں بشارت دی کہ وہ ساتوں ابدال میں سے ایک ہیں، علم باطن میں بلند رتبہ کے ساتھ ظاہری علوم میں بھی ان کی کثیر تصانیف موجود ہیں جو نافع ومفید ہیں۔(ت)

پھر شمار تصانیف کے بعد لکھا:

بالجملہ مُردے جلیل القدر یست کہ مرتبہ کمال اوفوق الذکر است واواز آخر محققان صوفیہ است کہ بین الحقیقۃ والشریعت جامع بودہ اند وبشاگردی اواجلہ علماء مفتخر ومباہی بودہ اند مثل شہاب الدین قسطلانی کہ سابق حال اومذکور شدہ وشمس الدین لقانی[2] الخ۔	مختصر یہ کہ وہ ایک جلیل القدر شخصیت ہیں جن کا رتبہ کمال بیان سے بالاتر ہے، وہ ان آخر صوفیہ محققین سے ہیں جو حقیقت وشریعت کے جامع ہوئے، ان کی شاگردی پر اجلہ علماء فخر ومباہات کرتے ہیں جیسے علامہ شہاب الدین قسطلانی جن کا حال پہلے ذکر ہوا اور شمس الدین لقانی الخ۔(ت)

پھر کہا:

واو را قصیدہ ایست بر طور قصیدہ جیلانیہ کہ بعضے ابیات او این ست[3]	قصیدہ غوثیہ کے طرز پر ان کا ایک قصیدہ بھی ہے جس کے بعض اشعار یہ ہیں۔(ت)

اور وہی دوبیت مذکور نقل کیے۔

قول (۱۶۴تا۱۶۵): امام ابن الحاج امام ابن النعمان کی سفینۃ النجاء سے ناقل:

الدعاء عند القبور الصالحین والتشفع بھم معمول بہ عند علمائنا المحققین من ائمۃ الدین[4]۔	قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمہ دین کا معمول ہے۔

قول (۱۶۶تا۱۷۰): لباب[۱۶۶] وشرح لباب[۱۶۷] واختیار[۱۶۸] وفتاوٰی ہندیہ[۱۶۹] میں ہے: **واللفظ للاولین فانہ اتم** (الفاظ پہلی دونوں کتابوں کے ہیں کیونکہ وہ زیادہ کامل ہیں۔ت) بعد زیارت فاروقی بقدر ایک بالشت کے

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ حاشیہ بخاری سید زروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۰
[2] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ حاشیہ بخاری سید زروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۱
[3] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ حاشیہ بخاری سید زروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۱
[4] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دارالکتاب العربی بیروت ۱/۲۴۹

سرہانے کی طرف پلٹے اور وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے درمیان کھڑا ہو کر بعد سلام اعادہ سلام و ذکر مآثار السلام عرض کرے:

جزاکم اللہ عن ذٰلك مرافقته فی جنته وایانا معکما برحمة انه ارحم الراحمین وجزاکم اللہ عن الاسلام واھله خیر الجزاء، جئنا یا صاحبی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم زائرین لنبینا وصدیقنا وفاروقنا ونحن نتوسل بکما الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لیشفع لنا الی ربنا[1]۔	اللہ تعالٰی آپ دونوں صاحبوں کو ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں بھی، بیشک وہ ہر مہر والے سے زیادہ مہر والا ہے۔ اللہ آپ دونوں کو اسلام واہل اسلام کی طرف سے بہتر بدلہ کرامت فرمائے، اے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دونوں یارو! ہم اپنے نبی اور اپنے صدیق اور اپنے فاروق کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تاکہ حضور ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں۔

اسی طرح مدخل میں ہے:

یتوسل بھما الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ویقدمھما بین یدیه شفیعین فی حوائجه[2]۔	یعنی حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف توسل کرے اور انھیں اپنی حاجتوں میں شفیع بنا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے کرے۔

قول (۱۷۱): اشعۃ اللمعات میں فرمایا:

لیت شعری چہ می خواہند ایشاں باستمداد وامداد کہ این فرقہ منکر ند آں راآنچہ مامی فہمیم ازاں این ست کہ داعی دعا کنند خدا وتوسل کند بروحانیت این بندہ مقرب راکہ اے بندہ خدا وولی وے شفاعت کن مراد بخواہ از خدا کہ بدہد مسئول ومطلوب مرا	نہ معلوم وہ استمداد وامداد سے کیا چاہتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا خدا سے دعا کرتا ہے اور اس بندہ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ بناتا ہے یا اس بندہ مقرب سے عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور

[1] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۰
[2] المدخل فصل فی احکام علٰی زیارت سید الاولین الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۵۸

اگرایں معنی موجب شرک باشد چنانکہ منکر زعم کند باید کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از دوستانِ خدا در حالت حیات نیز وایں مستحب است باتفاق وشائع است در دین وآنچہ مروی و محکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ ازاں، خارج از حصر است ومذکور ست در کتب ورسائل ایشاں ومشہور ست میاں ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سود نہ کند اور اکلماتِ ایشاں عافانا اللہ من ذٰلک کلام دریں مقام بحد اطناب کشید بر غم منکراں کہ در قرب ایں زماں فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکر استمداد واستعانت راازاولیائے خدا ومتوجہاں بجناب ایشاں رامشرک بخدا عبدۃ اصنام می دانند ومی گویند آنچہ می گویند[1] اھ ملتقطا۔	اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ میرا مطلوب مجھے عطافرمادے ــــ اگر یہ معنی شرک کا باعث ہو جیسا کہ منکر کا خیال باطل ہے تو چاہئے کہ اولیاء اللہ کو ان کی حیات دنیا میں بھی وسیلہ بنانا اور ان سے دعا کرانا ممنوع ہو حالانکہ یہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین معروف و مشہور ہے۔ ارواح کاملین سے استمداد اور استغفار کے بارے میں مشائخ اہل کشف سے جو روایات و واقعات وارد ہیں وہ حصر و شمار سے باہر ہیں اور ان حضرات کے رسائل و کتب میں مذکور اور ان کے درمیان مشہور ہیں، ہمیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور شائد ہٹ دھرم منکر کے لیے ان کے کلمات سود مند بھی نہ ہو ــــ خدا ہمیں عافیت میں رکھے ــــ اس مقام میں کلام طویل ہوا اور منکرین کی تردید وتذلیل کے پیش نظر جو ایک فرقہ کے روپ میں آج کل نکل آئے ہیں اور اولیاء اللہ سے استمداد واستعانت کا انکار کرتے ہیں اور ان حضرات کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک و بت پرست سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں اھ (ت)

اور شرح عربی میں اس مضمون اخیر کو یوں ادا فرمایا:

انما اطلنا الکلام فی ھذا المقام رغما الانف لمنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرذمۃ ینکرون الاستمداد من الاولیاء ویقولون مایقولون ومالھم علٰی ذٰلک من علم ان ھم الایخرصون[2]۔	ہم نے اسد مقام میں کلام طویل کیا منکروں کی ناک خاک پر رگڑنے کو کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ حضرات اولیاء سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں اور انھیں اس پر کچھ علم نہیں یونہی اپنے سے اٹکلیں لڑاتے ہیں۔

[1] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل ا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۱

[2] لمعات التنقیح باب حکم الاسراء فصل ا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۱

اسی طرح جذب القلوب شریف میں معنی توسل واستمداد بروجہ مذکور بیان کرکے فرمایا:

و ورود نص قطعی دروے حاجت نیست بلکہ عدم نص بر منع آں کافی ست [1]۔	اس بارے میں نص قطعی کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی ممانت پر نص نہ ہونا ہی کافی ہے۔ (ت)

قول (۱۷۲): شیخ الاسلام جنھیں مائتہ مسائل میں علمائے محدثین سے شمار کیا اور ان کی کتاب کشف الغطاء پر جابجا اعتماد واعتبار کیا اسی کشف الغطاء میں فرماتے ہیں:

انکار استمداد درا وجہے صحیح نمی نماید مگر انکہ از اول امر منکر شوند تعلق روح وبدن را بالکلیہ وآں خلاف منصوص است وبرین تقدیر زیارت درفتن بقبور ہمہ لغو وبے معنی گردد وایں امرے دیگر است کہ تمام اخبار وآثار دال برخلاف آنست ونیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندہ مقرب یا ندا کند آں بندہ راکہ اے بندہ خدا و ولی وے شفاعت کن مراد بخواہ از خدائے تعالٰی مطلوب مرا و دروے ہیچ شائبہ شرک نیست چنانچہ منکر وہم کردہ [2] اھ بالالتقاط۔	استمداد سے انکار کی کوئی صحیح وجہ نظر نہیں آتی، مگر یہ کہ سرے سے روح وبدن کے تعلق کا ہی بالکل انکار کردیں اور ــــ یہ نص کے خلاف ہے ــــ اس تقدیر پر تو قبروں کے پاس جانا اور زیارت کرنا سب لغو اور بے معنٰی ہوا جاتا ہے، اور یہ ایک دوسری بات ہے جس کے خلاف تمام آثار واحادیث دلیل ہیں، اور استمداد کی صورت کیا ہے؟ یہی کہ حاجت مند اپنی حاجت خدائے عزوجل سے بندہ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ کرکے طلب کرتا ہے۔ یا اس بندے کو ندا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور میرے مطلوب کے لیے خدا سے دعا کیجئے، اس میں تو شرک کا کوئی شائبہ بھی نہیں جیسا کہ منکر کا وہم وخیال ہے اھ ملتقطا (ت)

قول (۱۷۳): سیدی محمد عبدری مدخل میں دربارہ زیارت قبور انبیاء سابقین علیہم الصلٰوۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

یأتی الیهم الزوائر ویتعین علیه قصد هم من الاماکن البعیدة، فاذا جاء الیهم	زائر ان کے آگے حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دور دراز مقاموں سے ان کی زیارت کا قصد کرے

---

[1] جذب القلوب باب پانزدھم دربیان حکم زیارت قبر مکرم الخ منشی نولکشور لکھنو ص ۲۲۴

[2] کشف الغطاء فصل دہم زیارت قبور مکتبۃ احمد دہلی ص ۸۱۔۸۰

فلیتصف بالذکر والانکسار والمسکنة والفقر والفاقة والحاجة والاضطر و الخضوع، و یستغیث بھم ویطلب حوائجه منھم ویجزم الحاجة ببرکتھم ، فانھم باب الله المفتوح و جرت سنة سبحانه وتعالٰی فی قضاء الحوائج علٰی ایدیھم وبسببھم [1] (ملخصًا)	پھر جب حاضری سے مشرف یاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت و انکسار ومحتاجی وفقر وفاقہ وحاجت وبے چارگی وفروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالٰی کے در کشادہ ہیں اور سنت الٰہی جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر ان کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

فصل پانزدہم: بقیہ تصریحات سماع اموات میں۔

قول (۱۷۴تا۱۷۸): امام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاۃ الانبیاء میں ایک فصل "ماور فی حیاۃ الانبیاء "دوسری فصل حیات شہداء میں وضع کرکے فصل ثالث تمام اموات کے سماع وکلام وادراک وحیات میں وضع کی اور اس میں احادیث صحیحہ بخاری ومسلم وغیرہما سے علم وسماع موتٰی ثابت کرکے فرمایا:

وعلی الجملة ھذہ الامور ممکنة فی قدرۃ الله تعالٰی وقد وردت بھا الأخبار والصحیحة فیجیب التصدیق بھا [2]۔	بالجملہ یہ سب امور قدرت الٰہی میں ممکن ہیں اور بے شک ان کے ثبوت میں یہ حدیثیں وارد ہوئیں تو ان کی تصدیق واجب ہے۔

فصل اول میں انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کی حیات تحقیق کرکے آخر میں فرمایا:

اما الادراکات کالعلم والسماع فلا شك ان ذلك ثابت لسائر الموتٰی فکیف بالانبیاء [3]۔	رہے ادراکات جیسے علم وسماع، یہ تو یقینا تمام اموات کے لیے ثابت ہیں پھر انبیاء تو انبیاء ہیں علیہم الصلٰوۃ والسلام۔

امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اس جناب کا یہ قول نقل کرکے تقیر فرمائی، امام زین الدین مراغی جنھیں شرح مواہب میں المحدث العالم النحریر کہا جناب کی یہ تحقیق انیق نقل

---

[1] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دارالکتاب العربیۃ بیروت ۱/۲۵۲

[2] شفاء السقام الفصل الثالث فی سائر الموتٰی نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۰۳

[3] شفاء السقام الفصل الاول نوریہ رضویہ فیصل آباد الباب التاسع ص ۱۹۲۔۱۹۱

کرکے فرماتے ہیں:

انه مما یعز وجوده فی مثله فلیننا فس المتنا فسون [1]۔	یہ نایاب تحقیق ہے اور چاہئے کہ ایسی ہی چیزیں نہایت رغبت کریں رغبت کرنے والے۔

امام احمد قسطلانی نے مواہب شریف میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی جلیل تحسین استناداً نقل کی، پھر علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تقریر وتائید میں حدیثیں نقل کیں عـــہ۔

قول (۱۷۹): امام ممدوح نے باب مذکور کی فصل خامس میں فرمایا:

کان المقصود بهذا کله تحقیق السماع و نحوه من الاعراض بعد الموت، فانه قد یقال ان هذه الاعراض مشروطة بالحیاة، فکیف تحصل بعد الموت وهذا خیال ضعیف لان لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع وانما ندعی ان السماع بعد الموت حاصل لحی، وهو اما الروح وحدها حالة کون الجسد میّتا او متصلة بالبدن حالة عود الحیاة الیه [2]۔	اس سبب سے مقصود موت کے بعد سماع وغیرہ صفات کی تحقیق تھی کہ بعض لوگ کہنے لگتے ہیں ان اوصاف کے لیے زندگی شرط ہے تو بعد موت کیونکر حاصل ہوں گے، حالانکہ یہ پوچ خیال ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ جو چیز مُردہ ہے وہ سنتی ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بعد مرگ سماع اس کے لیے ثابت ہے جو زندہ ہے یعنی روح، یا تو تنہا وہی جب بدن مُردہ ہو یا جسم سے متصل ہو کر جب حیات بدن کی طرف عود کرے۔

قول (۱۸۰): علامہ قونوی سے جذب القلوب میں ہے کہ انھوں نے بہت احادیث ذکر کرکے فرمایا:

جمیع ایں احادیث دلالت دارد برآنکہ اموات را ادراک وسماع حاصل ست وشک نیست کہ سمع از اعراضی است کہ مشروط است بحیات پس ہمہ حی اند، ولیکن حیاتِ ایشاں در مرتبہ کمتر از حیات	ان تمام احادیث میں اس بات پر دلیل موجود ہیں کہ مردوں کو ادراک وسماع حاصل ہے اور بلاشبہ سماعت ایسا وصف ہے جس کے لیے زندگی شرط ہے تو سب زندہ ہیں، لیکن ان کی زندگی حیاتِ

عـــہ: یونہی شیخ محقق نے مدارج میں یہ قول علماء سے نقل فرمایا ۱۲ منہ (م)

---

[1] المواہب اللدینہ بحوالہ زین الدین المراغی المکتب الاسلامی بیروت ۶۹۶/۲

[2] شفاء السقام الباب التاسع الفصل الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۰۹

شہداست وحیاتِ انبیاء صلوات اللہ تعالٰی علیہم کامل تراز حیات شہداست[1]۔	شہداء سے کم درجہ کی ہے اور حیات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام حیاتِ شہداء سے زیادہ کامل ہے۔ (ت)

قول (۱۸۱ و ۱۸۲): امام قرطبیّ پھر امام سیوطی قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں:

وقد قیل ان ثواب القرائۃ للقاری وللمیّت ثواب الاستماع ولذلک تلحقہ الرحمۃ. قال اللہ تعالٰی واذاقریئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ولایبعد من کرم اللہ تعالٰی ان یلحقہ ثواب القرأۃ والاستماع[2] معًا۔	بہ تحقیق کہا گیا کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے اور میّت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سنا اور اس لیے اس پر رحمت ہوتی ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور چُپ رہو شاید تم پر مہر ہو اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دور نہیں کہ مُردے کو قرآن واستماع دونوں کا ثواب پہنچائے۔

اقول: ثواب قرأت پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں اور سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا مگر جمہور اہلسنت قائل اطلاق و عموم ہیں، اور یہی مذہب ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے یہاں تک کہ خود محققین شافعیہ نے اس کی ترجیح و تصحیح کی منھم السیوطی فی انیس الغریب (ان میں سے ایک امام سیوطی نے انیس الغریب میں اسکی وضاحت کی ہے) تو ہمارے نزدیک شک نہیں کہ میّت کو تلاوت کا بھی ثواب پہنچتا ہے۔

قول (۱۸۳): مرقاۃ میں انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے علم وسماع کا ذکر کرکے فرماتے ہیں:

سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام[3]	سب مُردے سلام وکلام سنتے ہیں، پھر فرمایا: یہ سب مسائل احادیث صحیحہ وآثار صریحہ سے ثابت ہیں۔

قول (۱۸۴): علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں امام ابوالفضل خاتم الحقائق سے ناقل:

سماع موتٰی کلام الخلق حق قد جائت بہ عندنا الاٰثار فی الکتب[4]۔	اموات کا کلام مخلوق کو سننا حق ہے بیشک اس باب میں ہمارے پاس کتابوں میں حدیثیں آئیں۔

قول (۱۸۵): ملک العلماء بحر العلوم مولٰنا عبدالعلی لکھنوی مرحوم ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] جذب القلوب باب چہار دہم منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۷۔۲۰۶

[2] شرح الصدور باب فی قرأۃ القرآن للمیّت الخ خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۳۰

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الجمعہ فصل ۲ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۲۳۸

[4] انسان العیون باب بدءِ الاذان مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۴۵

وما قیل ان التلقین لغو لان المیّت لایسمع فھذا باطل [1]۔	اس بناء پر کہ بعض نے کہا مُردہ نہیں سنتا تلقین سے انکار مذہب باطل ہے۔

قول (۱۸۶): زہر الربی شرح سنن نسائی میں بعد تحقیق وتفصیل نقل فرمایا:

فثبت بھذا انه لامنافات بین کون الروح فی علیین او الجنة اوالسماء وان لھا بالبدن اتصالًا بحیث تدرك وتسمع وتصلی وتقرء وانما یستغرب ھذا لکون الشاھد الدنیوی لیس فیه مایشاھد به ھذا و امور البرزخ والاٰخرۃ علی نمط غیرالمالوف فی الدنیا [2]۔	تو ثابت ہوا کہ کچھ منافات نہیں اس میں کہ روح علیین یا جنت یاآسمانوں میں ہوتی ہو اور اس کے ساتھ بدن سے ایسا اتصال رکھے کہ سمجھے، سنے، نماز پڑھے، قرآن مجید کی تلاوت کرے، اس سے تعجب یوں ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی بات اس کے مشابہ نہیں پاتے، حالانکہ برزخ وآخرت کے کام اس روش پر نہیں جو دنیا میں دیکھی بھالی ہے۔

قول (۱۸۷تا۱۸۹): علامہ عبدالروف تیسیر میں قائل اور مولانہ علی قاری مرقاۃ میں قاضی سے ناقل:

واللفظ للمناوی ، النفوس القدسیة اذا تجردت عن العلائق البدنیة اتصلت بالملاء الاعلی ولم یبق لھا حجاب فتری وتسمع الکل کالمشاھد [3]۔	(اور الفاظ مناوی کے ہیں۔ ت) پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں ملاء اعلٰی سے مل جاتی ہیں اور ان کے لیے کوئی پردہ نہیں رہتا سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔

قول (۱۹۰): مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث: لایسمع مدی صوت المؤذن جن ولاانس ولاشیئ الاشھدا له یوم القیٰمة، محدث علامہ ابن ملک سے منقول تنکیر ھما فی سیاق النفی لتعمیم الاحیاء والاموات [4] یعنی حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ زندہ جن اور زندہ آدمی اور مُردہ جن اور مُردہ آدمی جتنے لوگوں کو مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اور وہ اس کی اذان سنتے ہیں سب روز قیامت اس کے لیے گواہی دیں گے۔ یہاں تصریح ہوئی کہ بعد موت علم وسماع کا باقی رہنا کچھ بنی آدم سے خاص نہیں جن کے لیے بھی حاصل ہے

[1] رسائل الارکان فصل حکم الجنازۃ مکتب اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۵۰

[2] زہرالربٰی حاشیہ علی سنن النسائی کتاب الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۹۳

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث حیث ما کنتم فصلوا علی مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۵۰۲

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب فصل الاذان فصل المکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۶۰

اور واقعی ایسا ہی ہونا چاہئے لانعدام المخصص (کیونکہ کوئی دلیل تخصیص نہیں۔ت)

قول (۱۹۱تا ۱۹۸): امام اسمٰعیل پھر امام بیہقی پھر امام سہیلی پھر امام قسطلانی پھر امام علامہ شامی پھر علامہ زرقانی نے سماع موتٰی کا اثبات کیا اور دلیل انکار سے جواب دئے **کما یظھر بالمراجعۃ الی الارشاد والمواھب وشرحھا وغیر ذلك من اسفار لعلماء** (جیسا کہ ارشاد الساری شرح بخاری و مواہب لدینہ شرح مواہب لدینہ اور ان کے علاوہ کتب علماء کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ت) مواہب میں امام ابن جابر سے بھی اثبات سماع نقل کیا، امام کرمانی، امام عسقلانی، امام عینی، امام قسطلانی نے شروح صحیح بخاری اور امام سخاوی، امام سیوطی، علامہ حلبی، علی قاری، شیخ محقق وغیر ہم نے اس کی تخصیص فرمائی، ازانجا کہ یہ اقوال ان مباحث سے متعلق جنھیں اس رسالہ میں دور آئندہ پر محمول رکھا ہے لہٰذا ان کی نقل عبارات ملتوی رہی **واللہ الموفق**۔**قول (۱۹۹)**: جذب القلوب شریف میں ہے:

تمام اہل سنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسماع مرسائر اموات را۔[1]	تمام اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ علم اور سماعت جیسے ادراکات تمام مردوں کے لے ثابت ہیں (ت)

قول (۲۰۰): جامع البرکات میں ہے:

سمہودی می گوید کہ تمام اہل سنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم وسمع وبصر مرسائر اموات راز آحاد بشر انتھی [2]۔ **والحمد اللہ رب العٰلمین**۔	امام سمہودی فرماتے ہیں کہ تمام اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ عام افراد بشر میں سے تمام مُردوں کے لیے ادراک جیسے علم اور سننا دیکھنا ثابت ہے۔انتہی۔والحمد للہ رب العالمین (ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی نے جن سو ۱۰۰ **ائمہ وعلماء** کے اسماء طیبہ گنائے تھے بحمد اللہ ان کے اور ان کے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ **دو سو** ۲۰۰ شمار کردئے اور ایفائے وعدہ سے سبک دوش ہوا۔

تنبیہ: ناظرین گمان نہ کرے کہ ہمارے تمام دلائل بس اسی قدر بلکہ جو نقل نہ کیا، وہ بیشتر واکثر، پھر فقیر غفراللہ المولٰے القدیر نے اس رسالہ میں یہ التزام بھی رکھا کہ جو آثار واحادیث اقوال علمائے قدیم وحدیث خاص حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حی باقی روح مجسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حیاتِ عالی و علم عظیم و سمع جلیل وبصر کریم میں وارد انھیں ذکر نہ کرے تین وجہ سے:

[1] جذب القلوب باب چہاردہم در فضائل زیارت سید المرسلین منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۱-۲۰۲

[2] جامع البرکات

اولاً مسلمانوں پر نیک گمان کر خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کوئی کلمہ گو مثل سائر اموات نہ جانے گا، ارباب طائفہ کہ ارواح موتٰی کو جماد سمجھتے ہیں شاید یہاں اس کلمہ مغضوبہ مبغوضہ سے انھیں بھی احتراز ہو، اور معاذاللہ جسے نہ ہو تو استغفراللہ ایسا شقی لئیم قابل کلام وخطاب نہیں بلکہ اس کا جواب اللہ کا عذاب، **والعیاذ باللہ رب العالمین**۔

ثانیاً واللہ فقیر کو حیاآتی ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ایسی بحث "لا" "**ونعم**" میں بطور خود شامل کرے، ہاں دوسرے کی طرف سے ابتداء ہو تواظہار حق میں مجبوری ہے۔

ثالثاً وہاں دلائل کی وہ کثرت کہ نطاق نطق بیان سے عاجز پھر انھیں اقوال پر قناعت بس کہ جس سرکار کے غلام ایسے "**العظمۃ للہ**" اس کا پوچھنا ہی کیا، آخر انھیں یہ مدارج ومعارج کس نے عطا کئے، اسی سرکار ابد قرار نے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہ وصحبہ وابنہ الاکرم سیدی ومولائی الغوث الاعظم، **والحمد للہ رب العٰلمین**۔

نوع دوم: اقوال اکابر وعمائد خاندان عزیزی میں، یہاں اقوال مختلط مذکور ہوں گے ناظر ان کے مطالب کو فصول نوع اول پر تقسیم کرلے، سردست سو (۱۰۰) مقال ان کے بھی حاضر کرتا ہوں **وباللہ التوفیق**۔

وصل اول____مقال (۱): شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

اذا انتقلوا الی البرزخ کانت تلك الاوضاع والعادات والعلوم معھم لاتفارقھم[1]۔	جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب ان کے ساتھ ہوتے ہیں جدا نہیں ہوتے۔

مقال (۲): اسی میں ہے:

اذا مات ھذا البارع لایفقد ھوولا براعتہ بل کل ذلك بحالہ[2]۔	جب یہ بندہ کامل انتقال فرماتا ہے نہ وہ گمتا ہے نہ اس کا کمال، بلکہ بدستور اسی حال پر رہتے ہیں۔

مقال (۳): اسی میں ہے:

کل من مات من الکمل یخیل الی العامۃ انہ فقد من العالم ولا واللہ مافقد بل	جس کامل کا انتقال ہوتا ہے عوام کے خیال میں گزرتا ہے کہ وہ عالم سے گم گیا، حالانکہ خدا کی قسم وُہ

---

[1] فیوض الحرمین معہ ترجمہ اردو مشہد عظیم الخ محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی ص ۴۲

[2] فیوض الحرمین معہ ترجمہ اردو تحقیق شریف محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی ص ۱۱۳

تجوهر وقوی [1]۔	گُما نہیں بلکہ اور جوہر دار قوی ہوگیا۔

مقال (۴): شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

چوں آدمی میرد روح راصلا تغیر نمی شود چنانچہ حاطل قوی بود حالا ہم ست شعور و ادراک کے کہ داشت حالاہم دارد بلکہ صاف تر وروشن تر [2] اھ ملخصًا۔	جب آدمی مرتا ہے روح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا جس طرح پہلے حامل قوی تھی اب بھی ہے اور جو شعور وادراک اسے پہلے تھا اب بھی ہے بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے۔ اھ ملخصًا (ت)

مقال (۵): تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

چون روح از بدن جدا شد قوائے بناتی از وجدا می شوند نہ قوائے نفسانی وحیوانی واگر وجود قوائے نفسانی وحیوانی فیضانًا یا بقًا مشروط باشد بوجود قوائے نباتی ومزاج الزم آید کہ ملائکہ را شعور و ادراک وحسے وحرکتے و غضب ودفع منافر نباشد پس حال ارواح درعالم قبر مثل حال ملائکہ است کہ بتوسط شکلے وبدنے کاری کنند و مصدر رافعال حیوانی و نفسانی می گردند بے آنکہ نفس نباتی ہمراہ داشتہ باشند [3]۔	جب روح بدن سے جدا ہوتی ہے قوائے نباتی اس سے جدا ہوجاتے ہیں مگر قوائے نفسانی وحیوانی باقی رہتے ہیں اور اگر قوائے نفسانی وحیوانی کے فیضان یا بقا کے لیے قوائے نباتی اور مزاج کا وجود شرط ہو تو لازم ہے آئے گا کہ ملائکہ میں شعور وادراک، حس و حرکت غضب ودفع نا موافق کچھ بھی نہ ہو، تو عالمِ برزخ میں روحوں کا حال ایسا ہی ہے جیسے ملائکہ کا حال ہے کہ کسی شکل اور بدن کی وساطت سے کام کرتے ہیں اور شکل اور نفس نباتی کے بغیر ان سے حیوانی ونفسانی افعال وصادر ہوتے ہیں۔ (ت)

مقال (۶): قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل واربعین میں استناد کیا اور جناب مرزا صاحب ان کے پیر ومرشد وممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب ۷ میں انھیں فضیلت ولایت مآب، مروج شریف ومنور طریقت و نور مجسم وعزیز ترین و مجودات ومصدر انوار فیوض وبرکات لکھا اور منقول کہ شاہ عبدالعزیز صاحب انھیں بہیقی وقت کہتے، رسالۃ تذکیرۃ الموتٰی میں لکھتے ہیں:

اولیاء گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں	اولیاء فرماتے ہیں، ہماری روح ہمارا جسم ہے۔

---

[1] فیوض الحرمین تحقیق شریف الخ محمد سعید تاجران کتب کراچی ص ۱۱۱

[2] تفسیر عزیزی آیت ولا تقولوا لمن یقتل الخ افغانی دار الکتب لال کنواں دہلی ۱/ ۵۵۹

[3] تحفہ اثنا عشریہ باب ہشتم درمعاد الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۰۔ ۳۳۹

کا اجساد می کند وگاہی اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می بر آید، می گوید کہ رسول خدارا سایہ نبود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ہر جاکہ خواہدن می روندو بہ سبب ہمیں حیات اجساد آنہارااور قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم میماند، ابن ابی الدنیا از ملک روایت نمود، ارواح مومنین ہر جاکہ خواہند سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالٰی اجساد ایشاں راقوت ارواح مے دہد در قبور نماز مے خوانند وذکر می کنند وقرآن مے خوانند [1] اھ ملخصًا۔	یعنی ان کی روحیں جسموں کاکام کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے روحوں کے رنگ میں جلوہ نما ہوتے ہیں ___ اولیاء بتاتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاسایہ نہ تھا ___ ان کی روحیں زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں ___ اور اسی وجہ سے قبر میں ان کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی، بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے، ابن ابی الدنیاامام مالک سے راوی ہے کہ "مومنوں کی روحیں جہاں چاہتی ہے سیر کرتی ہیں۔" مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالٰی انکے اجسام کوروحوں کی قوت عطافرماتا ہے، وہ قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں۔ (ختم بتلخیص)۔ (ت)

مقال (۷): تفسیر عزیزی میں ارواح انبیاء واولیاء عام وصلحا علی سید ہم وعلیہم الصلٰوۃ والسلام کاذکر کرکے کہ بعض علیّین اور بعض آسمان اور بعض درمیان آسمان وزمین اور بعض چاہ زمزم میں، لکھتے ہیں:

تعلقے بقبر نیز ایں ارواح رامے باشد کہ بحضور زیارت کنندگان واقارب ودیگر دوستاں بر قبر مطلع ومستانس مے گردند وزیراں کہ روح راقرب وبعد مکانی مانع ایں دریافت نمی شود ومثال آں در وجود انسان روح بصری ست کہ ستارہائے ہفت آسمان رادر دنِ چاہ مے تواند دید۔ [2]	ان روحوں کو قبر سے بھی ایک تعلق رہتا ہے جس کے سبب زائرین اور عزیزوں، دوستوں کی آمد کاانھیں علم ہوتا ہے اور ان سے انہیں اُنس حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ مکان کی دوری ونزدیکی روح کے لیے اس ادراک سے مانع نہیں ہوتی، انسان کے وجود میں اس کی مثال روح بصر ہے جو ہفت آسمان کے ستارے کُنوئیں کے اندر سے دیکھ سکتی ہے۔ (ت)

یہ پچھلا جملہ زیادہ قابل لحاظ ہے۔

[1] تذکرۃ الموتٰی والقبور اردو ترجمہ مصباح النور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں نوری کتب خانہ لاہور ص ۷۵۔ ۷۶

[2] تفسیر عزیزی پارہ عم تحت ان کتاب الابرار لفی علیین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۹۳

مقال (۸): مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے: "پانچویں قسم مہربانی اور اُنس کے لیے ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی گزرے اوپر قبر مومن بھائی اپنے کے اور سلام کرے تو پہچانتا ہے وہ اس کو اور جواب سلام کا دیتا ہے [1]۔" **وعزاہ للامام النووی** (اس پر امام نووی کا حوالہ دیا ہے۔ت) **مقال (۹)**: مولوی اسحاق صاحب نے اربعین میں عورتوں کے لیے زیارت قبر مطلقًا ممنوع ٹھہرانے کو نصاب الاحتساب سے نقل کیا کہ "جب وہ نکلنے کا ارادہ کرتی ہے ملعونہ ہوتی ہے جب نکلتی ہے چار طرف سے شیاطین اسے گھیر لیتے ہیں **واذا اتت القبر یلعنھا روح المیّت** [2] اور جب قبر پر آتی ہے میّت کی روح اسے لعنت کرتی ہے۔" اپنا ادعائے اطلاق ثابت کرنے کو نقل تو گئے مگر نہ دیکھا کہ اس نے حمایت موتی کا خاتمہ کردیا۔ کلام مذکور صاف دلیل واضح ہے کہ میّت حضور زائر پر مطلع ہوتا ہے اور یہ بھی پہچانتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت، اور اس کے لیے بے جا فعل سے پریشان بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ زن زائرہ پر لعنت کرتا ہے۔ **مقال (۱۰)**: مرزا مظہر جانجاناں اپنے ملفوظات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہتے ہیں:

یک بار قصیدہ درمدح ایشاں گفتہ بودم، عنایت بسیار بحال فقیر نمودہ، ازروئے تواضع فرمودند مالائق اینہمہ ستائش نیستم [3]۔	ایک بار ان کی مدح میں ایک قصیدہ عرض کیا تھا۔ اس فقیر کے حال پر بہت عنایت فرمائی اور تواضعًا فرمایا کہ ہم اس ساری ستائش کے لائق نہیں۔ (ت)

مقال (۱۱): اسی میں حضرت مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت کہا:

یک بار قصدہ بجناب ایشاں عرض نمودم [4] الخ۔	ایک بار ان کی بارگاہ میں ایک قصیدہ عرض کیا۔ الخ (ت)

مقال (۱۲): شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

اذا مات الانسان کان للنسمۃ نشأۃ اخری فینشئ فیض الروح الالٰھی فیھا قوۃ فیما بقی من الحس المشترک تکفی کفایۃ السمع والبصر والکلام [5]۔	جب آدمی مرتا ہے روح حیوانی کے لیے ایک اور اٹھان ہوتی ہے تو روح الٰہی کا فیض اس کے بقیہ حس مشترک میں ایک وقت ایجاد کرتا ہے جو سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے۔

---

[1] مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح باب زیارۃ القبور فصل املک دین محمد اینڈ سنز لاہور ۱/ ۱۷۔ ۷۱۶

[2] مسائل اربعین معہ اردو ترجمہ مسئلہ ۳۹ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶

[3] ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں از کلمات طیبات مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[4] ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں از کلمات طیبات مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[5] حجۃ اللہ البالغہ باب حقیقۃ الروح المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۹

مقال (۱۳): مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ موضح القرآن میں زیر کریمہ وماانت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں "حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں۔ اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سن سکتا ہے [1]۔"

وصل دوم: بقائے تصرفات وکرامات اولیاء بعد الوصال میں۔ **مقال (۱۴)**: شاہ ولی اللہ ہمعات میں لکھتے ہیں:

در اولیائے امت واصحاب طریق اقوی کسیکہ بعدہ تمام راہِ جذب باکد وجوہ باصل ایں نسبت میل کردہ ودر آنجا بوجہ اتم قدم است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند ولہذا گفتہ اند کہ ایشاں در قبور خود مثل احیاء تصرف مے کنند۔ [2]	اولیائے امت واصحاب طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت ـــــ جس کے بعد تمام راہ عشق مؤکد ترین طور پر اسی نسبت کی اصل کی طرف مائل اور کامل ترین طور پر اسی مقام پر قائم ہوچکی ہے، حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں، اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ اپنی قبروں میں رہ کر زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔ (ت)

مقال (۱۵): حجۃ اللہ البالغہ میں اہل برزخ کو چار قسم کرکے لکھا:

اذا مات انقطعت العلاقات فلحق بالملئکۃ وصار منھم، والھم کالھامھم وسعی فیما یسعون فیہ و ربما اشتغل ھٰؤلاء باعلام کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ و ربما کان لھم لمۃ خیر بابن آدم [3]۔ ملخصًا۔	جب مرتے ہیں علائق بدنی منقطع ہو کہ ملائکہ سے ملتے اور انھیں میں سے ہوجاتے ہیں جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد وقتل کفار وامداد مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں اور کبھی بنی آدم سے نزدیک وقریب ہوتی ہیں کہ ان پر افاضہ خیر فرمائیں۔

مقال (۱۶): تفسیر عزیزی میں ہے:

بعض خواص اولیاء راکہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گرد انند دریں حالت (یعنی بحالت عالم برزخ)	بعض خواص اولیاء جنھیں اپنے دوسرے بنی نوع کی تکمیل وارشاد کا ذریعہ بنایا ہے ان کو اس حالت میں

---

[1] موضح القرآن وامانت بمسمع من فی القبور کے تحت ممتاز کمپنی کشمیری بازار لاہور ص ۴۸۰

[2] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمی شاہ ولی اللہ حیدرآباد ص ۶۱

[3] حجۃ اللہ البالغۃ باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۵

دادہ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہامانع توجہ بایں سمت نمی گردد[1]۔	تصرف در دنیا (یعنی عالم برزخ کی حالت میں) دنیاکے اندر تصرف بخشاہےاور مشاہدہ الٰہی میں ان کااستغراق اس جانب توجہ سے مانع نہیں ہوتا اس لیے کہ ان کے مدارک بہت زیادہ وسعت رکھتے ہیں۔ (ت)

یہی وہ عبارت ہے جس کے سبب مولوی منکر صاحب نے بھی بعض اموات کے لیے زیارت وادراک گوارا کی تھی۔

مقال (۱۷): مرزا مظہر صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعض ارواح کاملاں رابعد ترك تعلق اجساد آنہا دریں نشاۃ تصرفے باقی است[2] الخ	جسموں سے ترک تعلق کے بعد بھی بعض ارواح کاملین کا تصرف اس دنیامیں باقی ہے الخ (ت)

مقال (۱۸): میاں اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم میں حضرت جناب مولٰی مشکل کشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی نسبت خدا جانے کس دل سے یوں ایمان لاتے ہیں:

در سلطنت سلاطین وامارات امراء ہمتِ ایشاں را دخلے ہست کہ بر سیاحان، عالم ملکوت مخفی نیست[3]۔	سلاطین کی سلطنت اور حکام کی حکومت میں حضرت علی (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) کی ہمت کوایسادخل ہے جو عالمِ ملکوت کی سیاحت کرنیوالوں پر مخفی نہیں۔ (ت)

مقال (۱۹): اسی میں شوکت وعظمت جناب مرتضوی لکھ کر کہا:

شان جناب شیخین بس بلند بہ نسبت ابہت وجلال مذکورست تمثیلیش بظاہر مرتبہ امیر کبیر ست کہ فارغ از امور سیاست گردیدہ ملازم بادشاہ گشتہ بہ نسبت کیسکہ قائم برخدمات ومشغول بکارپردازی است اگرچہ شوکت ظاہر یہ وکثرت اتباع درحق ایں مصاحب بہ نسبت آں میراعظم قائم بخدمات، اقل قیل است لیکن در عزت ووجاہت فوق است چہ فی الحقیقۃ	مذکور شوکت وجلال کی نسبت حضرات شیخین کی شان بلند ہے، عالمِ ظاہر میں اس کی مثال اس امیر کبیر کامرتبہ ہے جو امیر سیاست سے فارغ ہوکہ بادشاہ کی خدمت میں رہتاہے، بہ نسبت دوسرے امیر کے جو امور مملکت سے وابستہ اور کارپردازی میں مشغول ہے اگرچہ ظاہری شوکت اور تابعداروں کی کثرت، امور مملکت سے وابستہ اس امیر اعظم کی

[1] تفسیر عزیزی تحت والقمر اذا اتسق سلیم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

[2] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات مکتوب ۱۴ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۷

[3] صراط مستقیم ہدایہ ثانیہ در ذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السّلفیہ لاہور ص ۵۸

آں امیر باہمگی شوکت وحشمت واتباع خوہ گویا از اتباع آں مصاحب ست زیراکہ مشورت وتدبیر ش درہمہ اتباع بادشاہی جاری وساری است [1] اھ ملخصا	بہ نسبت اس مصاحب کے حق میں کم سے کم تر ہے لیکن عزت ووجاہت میں یہ اس سے بالاتر ہے۔ اس لیے کہ وہ امیر اپنی تمام تر شوکت وحشمت اور تابعداروں کے باوجود گویا اس مصاحب کا ایک تابعدار ہے اس لیے کہ اس کا مشورہ اور اس کی تدبیر بادشاہ کے تمام تابعداروں میں جاری وساری ہے۔ (ختم بتلخیص)۔ (ت)

مقال (۲۰): مظاہر الحق میں ہے: تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے، وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ ان کے لیے برزخ میں تصرفات وبرکات بے شمار ہیں [2] **وعزاہ للامام النووی** (اسے امام نووی کے حوالے سے لکھا ہے۔ ت) وصل سوم: بعد وصال اولیاء کے فیض وامداد میں۔

مقال (۲۱تا۳۱): شاہ ولی اللہ و مولوی خرم علی نے کہا: منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو [3]۔ عزیزی میں فرمایا:

ارباب حاجات حل مشکلات خود از انہامی یابند [4]۔	اہل حاجات اپنی مشکلوں کا حل ان سے پاتے ہیں (ت)

دونوں شاہ صاحبوں پھر مولوی خرم علی نے کہا: اویسیت کی نسبت وقوی وصحیح ہے روحی فیض ہے اور وہ روحانیت سے تربیت ہے [5] ملخصًا۔ عزیزی میں لکھا ہے: از اولیائے مدفونین انتفاع جاری است [6]۔ (دفن شدہ اولیاء سے نفع یابی جاری ہے۔ ت) [۲۹] مرزا مظہر صاحب مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت مظہر: قصیدہ عرض نمودم نواز شہا فرمودند [7] (میں نے

---

[1] صراط مستقیم ہدایت ثانیہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۹۔۵۸

[2] مظاہر حق باب زیارت القبور دین محمد اینڈ سنز لاہور ۱/ ۷۱۶

[3] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل کشف قبور واستفاضہ بداں ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۲

[4] تفسیر عزیزی پارہ عم تحت والقمر اذا اتسق مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

[5] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سلسلہ طریقت مصنف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۸

[6] تفسیر عزیزی پارہ عم استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

[7] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات حضرات ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

ایک قصیدہ عرض کیا بڑی نوازشیں فرمائیں۔ ت) شاہ ولی اللہ و مولوی خرم علی نے کہا: شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا کی روح سے[1]، کہ یہ سب اقوال مقصد اول کو نوع اول میں گزرے۔

مقال (۳۲): مرزا صاحب موصوف نے اپنے ملفوظات میں فرمایا:

از فرط محبت کہ فقیر را بجناب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ثابت است و سرمنشا نسبت علیہ نقشبندیہ ایشان اند بمقتضائے بشریت غشاوہ بر نسبت باطنی عارض مے شود خود بخود رجوع بآنجناب پیدا گشتہ بالتفات ایشاں رفع کدورت مے شود[2]۔	اس فرط محبت کے سبب جو فقر کے لیے امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بارگاہ میں ثابت رکھا۔ اور بلند نسبت نقشبندیہ کا سرمنشا وہی ہیں، یہ تقاضائے بشری نسبت باطنی پر ایک پردہ سا عارض ہوجاتا ہے خود بخود اس بارگاہ کی طرف رجوع پیدا ہوتا ہے اور ان کی وجہ سے کدورت دور ہوجاتی ہے۔ (ت)

مقال (۳۳تا۳۶): [۳۳]اسی میں ہے:

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ عُلیہ ایشاں بسیار معلوم شدہ باہیچ کس ازایں طریقہ ملاقات نشد کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست[3]۔	اپنے عالیہ کے متوسلین پر حضرت غوث الثقلین کا التفات زیادہ معلوم ہوا اس طریقہ والوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جس کے حال پر حضرت کی توجہ مبارک مبذول نہ ہو۔ (ت)

[۳۴]پھر کہا:

عنایت حضرت خواجہ نقشبندیہ بحال معتقدان خود مصروف است مغلان درصحرا یاوقت خوب اسباب واسپان خود بحمایت حضرت خواجہ مے سپارند وتائیدات از غیب ہمراہ ایشاں می شود دریں باب حکایات بسیار است تحریر آں باطالت می رساند[4]۔	اپنے معتقدین کے حال پر حضرت خواجہ نقشبندیہ کی عنایت کار فرما ہے۔ مغل لوگ صحراؤں میں سونے کے وقت اپنے سامان اور گھوڑوں کو حضرت کی حفاظت کے سپرد کرتے ہیں اور غیبی تائیدات ان کے ہمراہ ہوتی ہیں اس باب میں واقعات بہت ہیں جنھیں لکھنے میں طول ہوگا۔ (ت)

[1] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سلسلہ طریقت حضرت مصنف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۹

[2] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[3] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

[4] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

۳۵ پھر کہا:

سلطان المشائخ نظا الدین اولیاء اللہ علیہ بحال زائران مزار خود عنایت بسیار می فرمایند۔[1]	سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے مزار کی زیاترت کرنے والوں کے حال پر بڑی عنایت فرماتے ہیں۔ (ت)

۳۶ پھر کہا:

ہمچنیں شیخ جلال پانی پتی التفات ہامے نمایند[2]۔	اس طرح شیخ جلال پانی پتی بھی بہت التفات فرماتے ہیں۔ (ت)

مقال (۳۷): قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن کی مدح مقال ۶ میں گزری تذکرۃ الموتٰی میں لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ دوستان ومعتقدان را در دنیا وآخرت مددگاری می فرمایند ودشمناں راہلاک می نمایند واز ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی می رسد[3]۔	اولیاء اللہ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کی دنیا وآخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دوشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں ___ اور روحوں سے اویسیت کے طریقے پر باطنی فیض پہنچاتے ہے۔ (ت)

مقال (۳۸تا۴۵): یہی قاضی صاحب سیف المسلول میں مرتبہ قطبیت ارشاد کو یوں بیان کرکے کہ:

فیوض وبرکات کارخانہ ولایت کہ از جناب الٰہی بر اولیاء اللہ نازل مے شود اول بریک شخص نازل مے شود وازاں شخص قسمت شہد بہریک از اوالیائے عصر موافق مرتبہ وبحسب استعداد می رسد وبہ ہیچ کس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضی نمی رسد وکسے از مردانِ خدا بے وسیلہ اور درجہ ولایت نمی یابد اقطاب جزئی واوتاد وابدال ونجباء ونقباء وجمیع اقسام ازاولیائے خدا بوے محتاج می باشند صاحب این منصب عالی راامام و	کارخانہ ولایت کے فیوض وبرکات جو خدا کی بارگاہ سے اولیاء اللہ پر نازل ہوتے ہیں پہلے ایک شخص پر اترتے ہیں اور اس شخص سے تقسیم ہوکر اولیائے وقت میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ واستعداد کے مطابق پہنچتے ہیں اور کسی ولی کو بھی اس کی وساطت کے بغیر کوئی فیض نہیں پہنچتا۔ اور اہل اللہ میں سے کوئی بھی اس کے وسیلہ کے بغیر درجہ ولایت نہیں پاتا۔ جزئی اقطاب اوتادہ ابدال، نجبا، نقبااور تمام اقسام کے اولیاء اللہ اس کے

[1] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳
[2] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳
[3] تذکرۃ الموتٰی والقبور اردو ترجمہ مصباح القبور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کیے بیان میں نوری کتب خانہ لاہور ص ۷۶

قطب الارشاد بالاصالۃ نیز خوانند وایں منصب عالی از وقت ظہور آدم علیہ السلام بروح پاک علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ مقرر بود[1]۔	محتاج ہوتے ہیں، اس منصب بلند والے کو امام اور قطب الارشاد بالاصالۃ بھی کہتے ہیں__ اور یہ منصب عالی ظہور آدم علیہ السلام کے زمانے سے حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی روح پاک کے لیے مقرر تھا۔ (ت)

پھر ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم کو بترتیب اس منصب عظیم کا عطا ہونا لکھ کر کہتے ہیں:

بعد وفات ۳۸ عسکری علیہ السلام تاوقت ظہور سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر الجیلی ایں منصب بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بود[2]۔	حضرت عسکری کی وفات کے بعد سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی کے زمانہ ظہور تک یہ منصب حضرت حسن عسکری کی روح سے متعلق رہے گا۔ (ت)

۳۹ پھر کہا:

چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد ایں منصب مبارک بوے متعلق شدوتا ظہور محمد مہدی این منصب بروح مبارک غوث الثقلین متعلق باشد[3]۔	جب حضرت غوث الثقلین پیدا ہوئے یہ منصب مبارک ان سے متعلق ہوا اور امام محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی روح سے متعلق رہے گا۔ (ت)

۴۰ پھر کہا:

چوں امام محمد مہدی ظاہر شود ایں منصب عالی تاانقراض زمان بوے مفوض باشد[4]۔	جب امام مہدی ظاہر ہوں گے یہ منصب بلند اختتام زمانہ تک ان کے سپرد رہے گا۔ (ت)

اخیر میں کہا:

استنباط ایں مدعا از کتاب اللہ واز حدیث می توانیم کرد[5] اھ ملخصا۔	ہم اس مدعا کا استنباط کتاب اللہ اور حدیث پاک سے کرسکتے ہیں اھ ملخصا (ت)

اصل ان سب اقوال ثلٰثہ کی جناب ۴۱ شیخ مجدد الف ثانی سے ہے، جیسا کہ جلد سوم ۴۲ مکتوب نمبر ۴۳ صفحہ ۱۲۳ میں مفصلاً مذکور، ۴۴ ان کے کلام میں اس قدر امر اور زائد ہے کہ:

بعد از ایشان (یعنی حضرت مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی) بہر یکے از ائمہ اثنا عشر علے الترتیب	حضرت مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے بعد بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے لیے ترتیب و تفصیل کے ساتھ

[1] سیف المسلول مترجم اردو خاتمہ کتاب فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۷ تا ۵۲۹

[2] سیف المسلول مترجم اردو خاتمہ کتاب فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۷ تا ۵۲۹

[3] سیف المسلول مترجم اردو خاتمہ کتاب فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۷ تا ۵۲۹

[4] سیف المسلول مترجم اردو خاتمہ کتاب فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۷ تا ۵۲۹

[5] سیف المسلول مترجم اردو خاتمہ کتاب فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۷ تا ۵۲۹

والتفصیل قرار گوفت ودراعصا رایں بزرگواران و ہمچنیں بعداز ارتحال ایشاں ہر کس را فیض وہدایت می رسد بتوسط ایں بزرگواران بودہ ملاذ ملجائے ہمہ ایشاں بودہ اند تا آنکہ نوبت بحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رسید قدس سرہ، ط [1] الخ اھ ملخصًا	قرار پذیر ہوا۔ ان بزرگوں کے زمانے میں اسی طرح ان کی رحلت کے بعد جسے بھی فیض وہدایت پہنچتی انہی بزرگوں کے توسط سے تھی اور سب کا ملجا یہی حضرات تھے یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، تک نوبت پہنچی الخ (ت)

اور انھوں نے جلد ثانی میں خود اپنے لیے بھی اس منصب کا حصول مانا اور اس اعتراض سے کہ پھر اس دورے میں منصب مذکور کا حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اختصاص کب رہا۔ جلد ثالث میں یوں جواب دیا کہ:

مجدد الف ثانی دریں مقام نائب مناب حضرت شیخ است وبنیابت حضرت شیخ ایں معاملہ باو مربوط است چنانکہ گفتہ اند نور القمر مستفاد من نور الشّمس فلا محذور [2]۔	مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کا قائم مقام ہے اور حضرت شیخ کی نیابت سے یہ معاملہ اس سے وابستہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ ماہتاب کا نور آفتاب کے نور سے مستفاد ہے۔ تو اگر کوئی اعتراض نہ رہا۔ (ت)

مقال (۴۶ تا ۵۸): شاہ ولی اللہ انتباہ میں اور ان کے بارہ اساتذہ و مشائخ کہ عرب و ہند وغیرہما بلاد کے علماء واولیاء میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو وقت مصیبت مددگار مانتے ہیں اور ع

تجدہ عونا لك فی النوائب

(انھیں مصائب میں اپنا مددگارہ پاؤگے۔ت)

کو حق جانتے، وسیاتی نقلہ فی الوصل الاتی ان شاء اللہ تعالٰی (وصل آئیندہ میں یہ کلام نقل ہوگا اگر خدا نے چاہا۔ت)

مقال (۵۹): شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں لکھا:

از جملہ نسبت ہائے معتبرہ نزدیک قوم نسبت اویسیہ است خواہ ایں مناسبت بہ نسبت ارواح انبیاء باشد یا اولیائے امت یا ملائکہ وبساست کہ	اہل طریقت کے نزدیک معتبر نسبتوں میں سے ایک نسبت اویسی بھی ہے خواہ یہ مناسب ارواح انبیاء کی نسبت سے ہو یا اولیائے امت یاملائکہ کی نسبت

---

[1] سیف المسلول مترجم اردو فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۶۹

[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب دوصد وبست وسوم مطبع نولکشور لکھنؤ ۳/۲۴۸۔۲۴۷

مناسبت بروحی حاصل شود بجہت آنکہ فضائل وے استماع کردہ محبتی خاص بہم رسانید وآں محبت سبب کشادہ شدن راہے گرد دمیان روح وایں کس یا بجہت آنکہ روح مرشد روے یا جد وے باشد دروے ہمت ارشاد متنسبیان خو متمکن شدہ [1] الخ انتہی ملتقطا۔	سے ہو اور ایسا بھی بہت ہوتا ہے کہ کسی روح سے مناسب پیدا ہو گئی اس لیے کہ اس کے فضائل سن کر ایک خاص محبت بہم پہنچائی ___ وہ محبت اس روح اور اس شخص کے درمیان ایک راہ کھلنے کا سبب ہو جاتی ہے ___ یا اس وجہ سے کہ وہ اس کے مرشد یا مرشد کے مرشد کی روح ہے اس کے اندر اپنے متنسبین کی رہنمائی کی ہمت خود قرار پذیر ہے۔ الخ (ختم التقاط کے ساتھ)۔ (ت)

مقال (۶۰): اسی میں ہے:

از ثمرات ایں نسبت (یعنی اویسیہ) رویت آں جماعت است درمنام وفائدہ از ایشاں یافتن ودر مہالک ومضائق صورت آں جماعت پذیر آمدن وحل المشکلات وے بآں صورت منسوب شدن [2]۔	اس نسبت اویسی کے ثمرات سے ہے خواب میں اس جماعت کا دیدار ہونا، ان سے نفع پانا، ہلاکت ومصیبت کی جگہوں میں اس جماعت کی صورت کا نمودار ہونا اور مشکلات کا حل اس صورت سے منسوب ہونا (ت)

مقال (۶۱): اسی میں ہے:

امروز اگر کسے رامناسبت بروح خاص پیدا شود واز نجا فیض برادر وغالبًا بیرون نیست از آنکہ ایں معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باشد یابہ نسبت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ، یا بہ نسبت حضرت غوث اعظم جیلانی رحمہ اللہ تعالٰی عنہ وآنکہ مناسبت بہ سائر ارواح دارند باعث خصوص آں اسباب طاریہ شدہ اند مثل آنکہ وے حجت آں بزرگ بسیار دارد، وبر قبر وے بسیار می رود، وایں معنی سلسلہ جنبان از جہت۔	آج اگر کسی کو کسی خاص روح سے مناسبت پیدا ہو اور وہاں سے فیض یاب ہو غالبًا اس سے باہر نہ ہوگا یہ معنی حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت سے ہو یا حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی نسبت سے یا حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت سے ہو اور جو لوگ تمام ارواح سے مناسبت رکھتے ہیں ان کی خصوصیت کا باعث عارضی اسباب ہوتے ہیں مثلًا یہ کہ وہ اس بزرگ سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور اس

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد باکستان ص ۵۷۔۵۶

[2] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد باکستان ص ۵۹

قابل گشتہ است، وآں بزرگ راہمتِ قویہ بودہ است در تربیت متتسبا خود واں ہمت ہنوز در روح وے باقی است وایں معنی سلسلہ جنبان از جہت فاعل است۔[1]	کی قبر پر زیادہ جاتا ہے۔ یہ معنی قابل کی جانب سے محرک بنا ___ اور اپنے متتسبین کی تربیت میں اس بزرگ کی ہمت قوی تھی اور وہ ہمت روح میں اب بھی باقی ہے ___ یہ معنی فاعل کی جانب سے محرک ہو (ت)

مقال (۶۲): حجۃ اللہ البالغہ میں ہے:

قد استفاض من الشرع ان اللہ تعالٰی عباداھم افاضل الملئکۃ وانھم یکونون سفراء بین اللہ وبین عبادۃ انھم یلھمون فی قلوب بنی اٰدم خیرا، وان لھم اجتماعات کیف شاء اللہ وحیث شاء اللہ یعبر عنھم باعتبار ذلك بالملاء الاعلٰی وان ارواح افاضل الاٰدمین دخول فیھم ولحوقا بھم کما قال اللہ تعالٰی یایتھا النفس المطئنۃ ارجعی الٰی ربك راضیہ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی فی جنتی، والملاء الاعلی ثلثۃ اقسام، قسم ھم نفوس انسانیہ مازالت تعمل اعمالا منجیہ تفید اللحوق بھم حتی طرحت عنھا جلابیب ابدانھا فانسلکت فی سلکھم وعدت منھم[2] اھ ملخصًا۔	یعنی بے شک شرع سے بدرجہ شہرت ثبوت کو پہنچا کہ مقرب فرشتے خدا اور اس کے بندوں میں واسطہ ہوتے اور آدمیوں کے دلوں میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں اور ان کے لیے اجتماع ہیں جس طرح خدا چاہے اور جہاں چاہے، اسی لحاظ سے انھیں ملاء اعلٰی کہتے ہیں اور یہ بھی اسی طرح شرع سے بشہرت ثابت کہ بزرگان دین کی روحیں بھی ان میں داخل ہوتی اور ان سے ملتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اے اطمینان والی جان! چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش، پس داخل ہو میرے بندوں میں اور آ میری جنت میں۔" اور ملاء اعلٰی کی ایک اور قسم وہ ارواح انسانی ہیں کہ ہمیشہ رستگاری کے کام کرتے رہے جن کے باعث ان ملائکہ سے ملے یہاں تک کہ جب بدن کی نقابیں پھینکیں ملاء اعلٰی میں داخل ہوئے اور انھیں سے شمار کئے گئے۔

مقال (۶۳): عزیزی میں فرمایا:

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمۃ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد پاکستان ص ۶۳۔ ۶۲

[2] حجۃ اللہ البالغہ باب ذکر الملاء الاعلٰی المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/ ۱۶۔ ۱۵

دردفن کردن چوں اجزائے بدن بتمامہ یکجامی باشند علاقہ روح یا بابدن زراہِ نظرِ عنایت بحال می ماند و توجہ روح بزائرین ومستانسین ومستفیدین بہ سہولت مے شود۔[1]	دفن کرنے میں بدن کے تمام اجزاء ایک جگہ جمع ہوجاتے ہیں اور نظر عنایت سے روح کا تعلق بدن سے ہوجاتا ہے اور زائرین اور انس اور استفادہ کرنے والوں کی طرف توجہ آسان ہوجاتی ہے۔(ت)

مقال (۶۴): میاں اسمٰعیل صراط مستقیم میں لکھ گئے:

حضرت مرتضوی راک نور تفضیل برحضرات شیخین ہم ثابت وآں تفضیل بجہت کثرت اتباع ایشاں و وساطت مقامات ولایت بل سائر خدمات است مثل قطبیت وغوثیت وابدالیت وغیرہا از عہد کرامت مہد حضرت مرتضٰی تا انقراض دینا ہمہ بواسطہ ایشاں است۔[2]	حضرت مرتضٰی کو یک گونہ فضیلت حضرات شیخین پر بھی ثابت ہے اور وہ فضیلت متبعین کی کثرت اور مقامات ولایت بلکہ تمام خدمات__جیسے قطبیت، غوثیت، ابدالیت وغیرہا__میں وساطت کے لحاظ سے ہے۔سب حضرت مرتضٰی کے عہد کریم سے اختتام دینا تک ان ہی کے واسطے سے ہے۔(ت)

مقال (۶۵): اسی میں ہے:

حق جل وعلا بذاتِ پاک خود یا بواسطہ ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ بسبب برکت توسل قرآن محافظت طالب خواہد نمود۔[3]	حق جل وعلا بذاتِ خود یا ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ کے واسطہ سے، قرآن سے توسل کی برکت کے سبب طالب کی حفاظت فرمائے گا۔(ت)

مقال (۶۶): مولوی اسحاق کی مائۃ مسائل میں ہے:

سوال: شخصیکہ منکر باشد فیض روح مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رادر عالم برزخ وشخصے کہ منکر باشد از فیض ارواح مقدسہ انبیاء دیگر علیہم الصلٰوۃ ولسلام وشخصے کہ منکران باشد از فیض ارواح اولیاء اللہ درعالم برزخ حکمِ اوچیست؟	جو شخص عالم برزخ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح مبارک کے فیض کا اور جو دیگر انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کی ارواح مقدسہ کے فیض کا اور عالم برزخ میں جو اولیاء اللہ کی ارواح کے فیض کا منکر ہو اس کا حکم کیا ہے؟

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳
[2] صراط مستقیم ہدایت ثانیہ درذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۸
[3] صراط مستقیم باب چہارم دربیان طریق سلوک راہ نبوت الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۴۸

جواب: ہر فیض شرع کو ثبوت باخبار متواترہ باشد منکر آں کافر است و ہر فیضیکہ ثبوت باخبار مشہور ہی باشد منکراں ضال است ہر فیضے کہ۔ ثبوت اں بخیر واحد باشد منکراں بہ سبب ترک قبول گنہ گار خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آں صحیح یا بطریق حسن خواہد شد [1] اھ ملخصًا	جس فیض شرع کا ثبوت احادیث میں متواترہ سے ہو اس کا منکر کافر ہے اور جس فیض کا ثبوت احادیث مشہورہ سے ہو اس کا منکر گمراہ ہے اور جس فیض کا ثبوت خبر واحد سے ہو اس کا منکر ترک قبول کی وجہ سے گنہ گار ہوگا بشرطیکہ اس کا ثبوت بطریق صحیح یا بطریق حسن ہو۔ (ت)

ہر چند یہ جواب سراپا عیاری پر مبنی ہے مگر سب نے دیکھا کہ سوال فیض برزخ سے تھا، واجب کہ جواب اسے بھی شام ہو اوس قدر امر نفی جنون کے لے ضروری یاان کی دیانت وللّٰہیت سے انکار اور اخفائے حق تلبیس بالباطل کا اقرار کیا جائے۔

مقال (٦٧): جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (یعنی خواجہ باقی اللہ علیہ رحمۃ اللہ) بتقریب زیارت مزار شریف بہ بلدہ محروسہ دہلی اتفاق عبود افتاد روز عید بزیارت مزار شریف ایشاں رفتہ بود دراثنائے توجہ بہ مزار متبرک التفاتے تمام از روحانیت مقدسہ ایشاں ظاہر گشت واز کمال غریب نوازی نسبت خاصہ خود راکہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرموند [2]۔	حضرت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (خواجہ باقی اللہ علیہ رحمۃ اللہ) کی رحلت کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے شہر دہلی میں گزرنے کا اتفاق ہوا، عید کے دن حضرت کے مزار پاک کی زیارت کے لے گیا، مزار پاک کی جانب توجہ کے دوران حضرت کی مقدسی روحانیت سے کام التفات رونما ہوا، اور کمال غریب نوازی سے اپنی خاص نسبت جو حضرت خواجہ احرار کی جانب تھی مجھے مرحمت فرمائی۔ (ت)

تنبیہ: لفظ "بتقریب زیارت مزار شریف الخ" ملحوظ رہے اریونہی "غریب نواز" بھی کہ حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہے جس سے متعصبان طائفہ چڑتے ہیں۔

مقال (٦٨): شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے استاذ محدث ابراہیم کردی علیہ الرحمۃ کا حال لکھتے ہیں:

دوسال کم و بیش در بغداد ساکن بوہ بر قہر سید عبدالقادر	کم و بیش دو سال تک آپ بغداد میں مقیم رہے اس دوران آپ

---

[1] مائۃ مسائل سوال ششم تا ہشتم مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ١٧۔١٦

[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب ٦٩٧ منشی نولکشور لکھنؤ ١/ ٤١٣

قدس سرہ، متوجہ مے شد و ذوق ایں راازآنجا پیدا کرد۔[1]	اکثر سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مزار مبارک کو مرکز توجہ بنایا کرتے تھے اور یہیں سے آپ کو راہ معرفت کا ذوق پیدا ہوا(ت)

مقال (۶۹): اسی میں حضرت میر ابوالعلی قدس سرہ، کے ذکر مبارک میں لکھا:

بمزار فیض الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ، متوجہ بودند وازآنجناب دل ربائہا یافتند و فیضاں گرفتند۔[2]	حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مزار فائض الانوار کی طرف متوجہ ہوئے اس بارگاہ سے خاص لطف و کرم پایا اور فیوض حاصل کئے۔(ت)

مقال (۷۰ و ۷۱): اسی میں اپنے نانا[۱] ابوالرضا محمد سے نقل کیا:

می فرمودند یک بار حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ را دریقظہ ویدوم اسرار عظیم دراں محل تعلیم فرمودند[3]۔	فرماتے تھے ایک بار حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بیداری میں دیکھا اس مقام میں عظیم اسرار تعلیم فرمائے۔ (ت)

مقال (۷۲): اسی میں شیخ مذکور کے حالات میں لکھا:

عجوزہ راز مخلصان بعد وفات ایشاں تپ لرزہ گرفت بغایت نزارگشت شبے بنو شیدن آب وپوشیدن لحاف محتاج شد وطاقت آں نداشت وکسے حاضر نبود ایشاں متمثل شدند وآب دادند ولحاف پوشانیدند آں گاہ غائب شدند۔[4]	مخلصین میں سے ایک بڑھیا حضرت کی وفات کے بعد تپ لرزہ میں گرفتار ہوئی، انتہائی لاغر ہوگئی، ایک رات اسے پانی پینے اور لحاف اوڑھنے کی ضرورت تھی، اس کے اندر طاقت نہ تھی، اور دوسرا کوئی موجود نہیں تھا، حضرت متمثل ہوئے پانی دیا، لحاف اڑھایا، پھر اچانک غائب ہوگئے۔(ت)

مقال (۷۳ تا ۷۵): القول الجمیل میں ہے:

تادب شیخنا[۳] عبدالرحیم من روح الائمۃ الشیخ[۴] عبدالقادر الجیلانی والخواجہ بھاء الدین محمد	یعنی ہمارے مرشد شیخ عبدالرحیم نے ائمہ کرام حضور غوث اعظم وخواجہ نقشبند وخواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالٰی

[1] انفاس العارفین مترجم اردو شیخ ابراہیم کردی اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۳۸۶
[2] انفاس العارفین میر ابوالعلی شیخ ابراہیم کردی اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۶۹
[3] انفاس العارفین حصہ دوم شیخ ابوالرضا محمد اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۱۹۴
[4] انفاس العارفین امداد اولیاء اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۳۶۹

نقشبند والخواجه معین الدین بن الحسن الچشتی وانه رأهم واخذ منهم الاجازة وعرف لسبة کل واحد منهم علی حدتها مما فاض منهم علی قلبه وکان یحکی لنا حکایتها رضی الله تعالٰی عنه وعنهم اجمعین[1]۔	عنہم کی ارواح طیبہ سے آداب طریقت سیکھے اور ان سے اجازتیں لیں اور ہر ایک کی نسبت جو ان سرکاروں سے ان کے دل پر فائز ہوئی جدا جدا پہچانی اور ہم سے اس کی حکایت بیان کرتے تھے اللہ تعالٰی ان سب حضرات اور ان سے راضی ہوا۔

مولوی خرم[۷۵] علی صاحب نے اگرچہ رأهم کے ترجمہ میں لفظ "خواب میں دیکھا"[2] اپنی طرف سے بڑھادیا جس پر کلام شاہ ولی اللہ میں اصلاً دال نہیں، مگر ارواح عالیہ کا فیض بخشنا، اجازتیں دینا نسبتیں عطا فرمانا مجبورانہ مسلم رکھا۔

مقال (۷۶ و ۷۷): مرزا جانجاناں صاحب فرماتے ہیں:

از حضرت شیخ[۷۶] عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ دو کس طریقہ گرفتہ یکے طریقہ قادری اخذ کرد ودیگرے طریقہ نقشبندیہ اختیار نمود ایشاں فرمودند کہ روح مبارک حضرت غوث اعظم تشریف آوردوہ صورت مثالی مرید خاندانِ خود را ہمراہ روند حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرماشدہ صورت مثالی متعقد خود را باخود بروند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم[3]۔	حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے دو آدمیوں نے طریقت حاصل کی، ایک نے طریقہ قادری لیا دوسرے نے طریقہ نقشبندیہ اختیار کیا، حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم کی روح مبارک تشریف لائی اور اپنے خاندان کے مرید کی صورت مثالی کو ساتھ لے گئی اور حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما ہو کر اپنے عقیدت مند کی صورت مثالی کو اپنے ساتھ لے گئے، رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔ (ت)

مقال (۷۸): اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھا:

روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ تا قریب یک ماہ فی الجملہ تنازع درمابین روحیں مقدسین درحق حضرت ایشاں ماندہ	حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روحیں حضرت کے حال پر متوجہ ہوئیں اور قریب ایک ماہ تک دونوں مقدس روحوں کے درمیان حضرت کے حق میں تنازع رہا اس لیے دونوں

---

[1] القول الجمیل معہ شرح شفاء العلیل فصل ۱۱ سند سلسلہ قادریہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۲

[2] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سند سلسلہ قادریہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۲

[3] ملفوظات مرزا مظہر از کلمات طیبات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

زیرا کہ ہر د و احد ازیں دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں بتامہ بسوئے خود مے فرمود تا ازینکہ بعد انقراض زمانہ تنازع و وقوع مصالحت برشرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند تاقریب یک پاس ہر دو امام بر نفس نفیس حضرت ایشاں توجہ قوی وتاثیر زور آور مے فرمودند تا انیکہ درہمان یک پاس حصولِ نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشاں گردید[1]۔	ماموں میں سے ہر ایک حضرت کو پورے طور سے اپنی طرف کھینچنے کا تقاضا کر رہے تھے یہاں تک کہ زمانہ تنازع کے ختم ہونے اور شرکت پر مصالحت واقع ہو جانے کے بعد ایک دن دونوں مقدس روحیں حضرت پر جلوہ گر ہوئیں ایک پہر کے قریب دونوں امام حضرت کے نفس نفیس پر قوی توجہ اور پر زور تاثیر ڈالتے رہے یاں تک کہ اسی ایک پہر کے اندر دونوں طریقتوں کی نسبت حضرت کو نصیب ہو گئی۔ (ت)

مقال (۷۹): اسی میں ہے:

روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند برمرقد مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں اثناء بروح پر فتور ایشاں توجہی جس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصول نسبت چشتیہ متحقق شد[2]۔	ایک دن حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کے مرقد انور کی طرف حضرت تشریف لے گئے ان کے مرقد مبارک پر مراقبہ میں بیٹھے اس دوران حضرت کی روح پر فتوح پر علامات تحقیق ہوئیں، اور آں حضور نے حضرت پر بہت قوی توجہ فرمائی جس کے سبب نسبت چشتیہ کے حصول کی ابتداء متحقق ہوئی۔ (ت)

وصل چہارم___اصل مسئلہ مسئولہ مسائل یعنی اولیائے کرام سے استمداد والتجا اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے وقت ان کی ندا میں۔

مقال (۸۰ تا ۸۸): شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا:

بزیارت قبر ایشان رود واز آں جا انجذاب دریوزہ کند[3]۔	ان کی قبروں کی زیارت کو جائے اور وہاں بھیک مانگے۔ (ت)

[1] صراط مستقیم باب چہارم دربیان سلوک راہِ ثبوت الخ المکتبۃ السّلفیہ لاہور ص ۱۶۶
[2] صراط مستقیم باب چہارم دربیان سلوک راہِ ثبوت الخ المکتبۃ السّلفیہ لاہور ص ۱۶۶
[3] ہمعات ہمعہ ۸ اکادیمیہ شاہ ولی اللہ حیدر آباد ص ۳۴

^٨١^رباعی میں کہا: ع

فیض قدس از ہمت ایشاں میجو [1]

(ان کے ہمت سے فیض قدس کے خواستگار رہو۔ت)

^٨٢^وہ پھر مولوی ^٨٣^خرم علی کہتے ہیں: میّت سے قریب ہو پھر کہے یاروح [2]۔ ^٨٤^عزیزی میں فرمایا:

اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از آنہامی نمایند [3]۔	اویسی لوگ باطنی کمالات کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں۔(ت)

اور فرمایا:

ارباب حاجات حل مشکلات خود از آنہامے طلبند [4]۔	اہل حیات اپنی مشکلوں کا حل ان سے طلب کرتے ہیں(ت)

^٨٦^اسی میں ہے: از اولیائے مدفونین استفادہ جاری است [5] مدفون اولیاء سے استفادہ جاری ہے۔ت) ^٨٧^مرزا صاحب نے مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت کہا: درعارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود [6] (عارضہ جسمانی میں آں حضرت کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ت) کہ یہ سب اقوال مقصد اول میں گزرے۔ ^٨٨^شاہ عبدالعزیز نے سید احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہا: مردے جلیل القدر یست کہ مرتبہ کمال اوفوق الذکر است [7] (ایک جلیل القدر شخصیت ہیں جن کا رتبہ کمال ذکر سے بالاتر ہے۔ت) پھر ان سے نقل کیا: "مصیبت میں یازروق کہہ کر پکار میں فورًا مدد کو آؤں گا"۔ [8] یہ اُسی مقصد میں گزرا۔

مقال (٨٩): مرزا صاحب کے وصایا میں ہے: بزیارت مزارات ولیاء دریوزہ فیض جمعیت کن [9] الخ (مزارات اولیاء کے فیض سے دل جمعی کے فیض کی بھیک مانگو۔(ت)

---

[1] ہمعات مکتوبات شاہ ولی اللہ مع کلمات طیبات مکتوب بست ودوم درشرح رباعیات مطبع مجتبائی دہلی ص ١٩٤

[2] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل کشف قبور واستفاضہ بدان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ٧٢

[3] تفسیر عزیزی زیر آیہ والقمر اذا اتسق مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ١٤٣

[4] تفسیر عزیزی استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ٥/ ١٤٣

[5] تفسیر عزیزی استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ٥/ ١٤٣

[6] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات مطبع مجتبائی دہلی ص ٧٨

[7] بستان المحدثین حاشیۃ البخاری للزروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ٣٢١

[8] بستان المحدثین حاشیۃ البخاری للزروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ٣٢١

[9] کلمات طیبات نصائح ووصایا مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ٨٩

مقال (۹۰ تا ۱۰۲): شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں:

ایں فقیر خرقہ از شیخ ابو طاہر کردی پوشیدہ وایشاں بعمل آنچہ درجواہر خمسہ است اجازت دادند[1]۔	اس فقیر نے شیخ ابو طاہر کردی جسے خرقہ پہنا اور انھوں نے جواہر خمسہ میں جو کچھ ہے اس کے عمل کی اجازت دی۔ (ت)

پھر کہا:

وایضًا فقیر در سفر حج چوں بہ لاہور رسید و دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشاں اجازت ودعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ[2]۔	فقیر سفر حج میں جب لاہور پہنچا شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی پائی انھوں نے دعائے سیفی کی اجازت دی بلکہ جواہر خمسہ کے تمام عملیات کی اجازت دی۔ (ت)

یہ شیخ ابو طاہر کردی مدنی شاہ ولی اللہ کے شیخ حدیث وپیر سلسلہ ہیں، مدینہ طیبہ میں مدتوں ان کی خدمت میں رہ کر سلاسل حدیث حاصل کئے کہ وہی ان سے شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان سے مولوی اسحٰق کو پہنچے اور شیخ محمد سعید کی نسبت انتباہ میں لکھا:

یکے از اعیان مشائخ طریقہ بودند شیخ معمر ثقہ[3]۔	ممتاز شیخ مشائخ طریقت میں سے ایک عمر رسیدہ شیخ تھے (ت)

اسی میں دونوں مشائخ سے سلاسل اجازت بیان کیے جن سے ثابت کہ شیخ ابراہیم کردی والد شیخ ابوطاہر مدنی اور ان کے استاد شیخ احمد قشاشی اور ان کے استاد شیخ احمد شناوی اور شاہ ولی اللہ کے استاذ الاستاذ احمد نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ ولی اللہ کے اکثر سلاسل حدیث میں داخل ہیں کما یظھر من المسلسلات وغیرھا (جیسا کہ مسلسل احادیث وغیرہا کی سند سے ظاہر ہے۔ ت) اور ان شیخ معمر ثقہ کے پیر شیخ محمد اشرف لاہوری اور ان کے شیخ مولانا عبدالملک اور ان کے شیخ بایزید ثانی اور شیخ شناوی پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر مولٰنا وجیہ الدین علوی ان سب علماء ومشائخ نے سیفی وغیرہ اعمال جواہر خمسہ کی اجازتیں اپنے اساتذہ سے لیں اور تلامذہ کو عطا کیں، اور جناب شاہ محمد غوث گوالیاری تو ان سلاسل کے منتہٰی اور جواہر خمسہ کے مولف ہیں رحمہ اللہ تعالٰی علیہ اجمعین۔ اب ملاحظہ ہو کہ اسی جواہر خمسہ میں اسی دعائے سیفی کی ترکیب میں کیا لکھا ہے:

ناد علی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخوانده وآں ایں است۔	سات بار، یا تین بار، یا ایک بار ناد علی پڑھے، اور وہ یہ ہے:

[1] الانتباہ فی سلاسل اولیاء طریقہ شطاریہ برقی پریس دہلی ص ۱۳۷

[2] الانتباہ فی سلاسل اولیاء طریقہ شطاریہ برقی پریس دہلی ص ۱۳۸

[3] الانتباہ فی سلاسل اولیاء طریقہ شطاریہ برقی پریس دہلی ص ۱۳۷

ناد علیا مظهر العجائب تجده عونا لك فی النوائب كل هم وغم سینجلی بولایتك یا علی یا علی یا علی[1]	حیرت زاد چیزوں کے مظہر حضرت علی کو ندا کرانھیں ناگہانی آفتوں مصیبتوں میں اپنا مدد گار پائے گا ہر رنج و غم دور ہوجائے گا آپ کی ولایت سے اے علی، اے علی، اے علی! (ت)

اگر مولا علی کو مشکل کشا ماننا، مصیبت کے وقت مددگار جاننا، ہنگامِ غم وتکلیف اس جناب کو ندا کرنا، یا علی یا علی کا دم بھرنا شرک ہو تو معاذاللہ تمھارے نزدیک حضرات مذکورین سب کفار ومشرکین ٹھہریں، اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹر کافر عیاذًا باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے، اپنا شیخ ومرشد ومرجع سلسلہ مانتے، احادیث نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سندیں ان سے لیتے، مدتوں ان کی خدمتگاری وکفش برداری کی داد دیتے، انھیں شیخ ثقہ وعادل بتلاتے، ان کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں، محدثین کا تمغا، حدیث کی سندیں یوں برباد ہوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل، پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبت خدمت وارادت وتلمیذ وبیعت ومدح عقیدت حاصل، اور ان کی سب سندوں میں تمھارے طور پر یہ مشرک اعظم وکافر اکبر شامل، کہاں کی شاہی، کیسی محدثی، اصل ایمان کی سلامتی مشکل، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ پھر مولوی اسحاق ومیاں اسمٰعیل بیچارے کس گنتی میں کہ انکی تو ساری کرامات اسی شرکستان کی بھٹی میں مشرکوں کی نسل، مشرکوں کی اولاد، مشرک ہی پیر، مشرک ہی استاد۔ آنکھ کھلتے ہی مشرک نظر پڑے، ہوش سنبھلتے ہی مشرکوں میں بگڑے، مشرکوں کی گود، مشرکوں کی بغل، مشرکوں کا دودھ، مشرکوں کا عمل، مشرکوں میں پلے، مشرکوں میں بڑھے، مشرکوں سے سیکھے، مشرکوں سے پڑھے مشرک دادا۔ مشرک نانا، عمر بھر مشرکوں کو جانا مانا، العیاذ باللہ رب العٰلمین ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ الحق المبین، مسلمان دیکھیں کہ یا علی یا علی کو شرک ٹھہرانے کی کیا سزا ملی، نہ ناحق مسلمانوں کو مشرک کہتے نہ اگلوں پچھلوں کے مشرک بننے کی مصیبت سہتے، اس سے یہی بہتر کہ راہ راست پر آئیں، سچے مسلمانوں کو مشرک نہ بنائیں ورنہ اپنوں کے ایمان کی فکر فرمائیں کہ کردکہ نیافت کو بھول نہ جائیں۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نہ داد کہ شب راسحر کند نسأل اللہ العافیة وحسن العاقبة اٰمین۔	دیکھا کہ پروانہ کے خون ناحق نے شمع کو اتنی بھی اماں نہ دی کہ شب کو سحر کرے (ت) ہم خدا سے عافیت اور انجام کی خیریت کے خواستگار ہیں، الٰہی قبول فرما! (ت)

[1] جواہر خمسہ مترجم اردو فصل ۱۳ مناجات اور ادعیہ دارالاشاعت مسافر خانہ کراچی ص ۲۸۲ و ۴۵۳

مقال (۱۰۳): اسی انتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات وقضائے حاجات کیلیے ایک ختم یوں نقل کیا:

اول دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی الخ[1]۔	پہلے دو رکعت نفل پڑھے، اس کے بعد ایک سو گیارہ بار درود پھر ایک سو گیارہ بار کلمہ تمجید اور ایک سو گیارہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی الخ (خدا کے لیے کچھ عطا ہو سے شیخ عبدالقادر جیلانی) (ت)

مقال (۱۰۴): شاہ عبدالعزیز تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

کاش اگر قتلہ عثمان دہ دوازدہ سال دیگر ہم تن بصیرمے دادند وسکوت کردہ مے نشستند سند وہند وترک وچین نیز مثل ایران وخراسان یا علی یا علی می گفتند[2] الخ	کاش اگر قاتلاں عثمان دس بارہ سال اور صبر کرتے اور خاموش بیٹھتے تو سندھ، ہند، ترکستان اور چین بھی ایران وخراسان کی طرح یا علی یا علی کہتے الخ (ت)

مقال (۱۰۵): رسالہ فیض عام مزارات اولیاء سے استعانت میں شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہے:

طریق استمداد از ایشاں آنست کہ بزبان گوید اے حضرت من برائے کار فلاں درجناب الٰہی التجامی کنم شمانیز بدعا وشفاعت امداد من نماید لکن استمداد از مشہورین باید کرد[3] (ملخصًا)	ان حضرات سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے کہے: اے میرے حضور! فلاں کام کے لیے میں بارگاہ الٰہی میں التجا کر رہا ہوں آپ بھی دعا وشفاعت سے میری امداد کیجئے۔ لیکن استمداد مشہور حضرات سے کرنا چاہئے (ت)

یہ خاص صورت کا مسئولہ کا جواب ہے واللہ الھادی الٰی سبیل الصواب (اور اللہ ہی راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت) الحمد للہ کہ یہ نوع بھی اپنے منتہٰی کو پہنچی، سو ۱۰۰ مقال کا وعدہ تھا ایک سو پانچ ۱۰۵ گنے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد اول میں پینتیس ۳۵ سوال تھے، مقصد دوم میں ساٹھ ۶۰ حدیثیں، ادھر نوع اول میں دو سو ۲۰۰ قول، اب یہ ایک سو پانچ ۱۰۵ مقال مل کر چار سو ۴۰۰ کا عدد کامل اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہو گیا کہ مولوی صاحب سددہ اللہ

---

[1] الانتباہ فی سلاسل الاولیاء
[2] تحفہ اثنا عشریہ مطاعن عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۱۴
[3] فتاوٰی عزیزی رسالہ فیض عام مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۷۷

خاتمہ رسالہ میں دربارہ سماع موتیٰ علمائے عرب کا فتویٰ

اس رسالہ کے زمانہ تالید میں فقیر کو معتبر طور پر خبر پہنچی کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اگروہ ہمارے مسئلہ کا رد لکھے گا ہم دونوں تحریریں مولویان بھوپال کو بھیج دیں گے کہ وہ حکم ہوجائیں۔

اقول: تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں۔ مولوی صاحب ماشاء اللہ فاضل ہیں، یہیں کیوں نہ تصفیہ ہوجائے، طالبان تحقیق کو اظہار حق سے کیوں باک آئے، رسالہ فقیر کو ملاحظہ فرمائیں، اگر حق واضح ہوجائے تسلیم واجب، ورنہ جواب مناسب، ہاں تحریر جواب میں استعداد واستعانت کا اختیار ہے بھوپالیوں سے ہو یا بنگالیوں سے، اور اگراوروں ہی پر رکھنا صلاح وقت ہے تو اہل ہند میں جسے دیکھئے گا بلامرجح خود احدالفریقین ہے۔ بھوپالیوں کو مثلاً مصطفٰی آبادیوں پر کیا وجہ ترجیح ہے۔ لٰہذا اسب سے قطع نظر کرکے علمائے عرب کو حکم کیجئے کہ دین وہیں سے نکلااور وہیں کو پلٹ جائے گااور وہاں کے جمہور علماء پر ان شاء اللہ تعالٰی شیطان ہرگز قابو نہ پائے گا۔ جناب مولٰنا اگراس رائے کو پسند فرمائیں توان اکابر کرام کا مہری دستخطی فتوی بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود، جس میں اکثر مسائل وہابیت کارد واضح فرمایااور طائفہ جدیدہ کو ضال مضل، مبتدع، مبطل ٹھہرایا، فقیر غفراللہ تعالٰی لہ اس میں سے چند سطریں متعلق مسئلہ سماع مع شرح ودستخط علماء بتلخیص والتقاط حاضر کرتا ہے، واللہ الہادی اس سوال کے جواب میں کہ وہابیہ عدمِ علم وعدمِ سماع موتٰی کا ادعاواعتقاد رکھتے ہیں، فرمایا:

هذا الادعاء افتراء قبيح وهذا الاعتقاد اعتداء صريح فان العلماء المحققين من الحنفية و الشافعية وغيرهم قد اثبتوا اطلاع الانسان فى البرزخ وسماعه لسلام الزائر وكلامه ومعرفته و الانس به بالاحاديث الصحيحة والأثار الصريحة و تلك المسئلة مع دلائلها مصرحة فى المرقاة شرح مشكٰوة لعلى القارى الحنفى وشرح الصدور للحافظ السيوطى وشفاء السقام	یعنی وہابیہ کا یہ ادعاء افترائے قبیح اور یہ اعتقاد ظلم صریح ہے۔ حنفیّہ وشافعیہ وغیرہم کے علمائے محققین نے صحیح حدیثوں اور صریح خبروں سے ثابت کیا ہے کہ آدمی برزخ میں علم رکھتا اور زائر کا سلام وکلام سنتا ہے اور اسے پہچانتا ہے اور اس سے انس حاصل کرتا ہے۔ مرقاۃ شرح مشکٰوۃ علی قاری حنفی وشرح الصدور حافظ سیوطی شافعی وشفار امام سبکی وغیرہا جمہور محققین کی کتب مشہورہ میں اس مسئلہ اور اس کے دلائل کی تصریح ہے یہاں تک

للامام سبکی وغیرها من الکتب المشهورة لجمهور محققین حتی اشاروا الیه فی کتب العقائد المشهورة فقد صرح فی المقاصد وشرحه انه عندالمعتزلة وغیرهم البدنیة المخصوصة شرط فی الادراك فعند هم لایبقی ادراك الجزئیات عند فقد الاٰلات عند نا یبقی وهو ظاهر من قواعد الاسلام، ولهذا ینتفع بزیارالقبور الابرار والاستعانة من نفوس الاخیار[1] الخ وبالجملة فالنفس الانسانیة تبقی لها الادراکات ولالهاتعلقات کثیرة بموضع دفن جسدها و الاحادیث والاٰثار شاهدة لذلك لاینکرها بعد العلم بها الامکابر معاند الخ۔	کہ علماء نے عقائد کی مشہور کتابوں میں اس کی طرف اشارہ کیا، مقاصد وشرح مقاصد میں تصریح فرمائی کہ معتزلہ وغیرہم کے نزدیک یہ بدن شرط ادراک ہے توان کے مذہب میں جب آلات بدنی نہ رہے ادراک جزئیات بھی نہ رہااور ہم اہل سنت کے نزدیک ادراک باقی رہنا ہے، قواعد اسلام اسی کی تائید کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قبور ابرار کی زیارت اور ارواح اولیاء سے استعانت نفع دیتی ہے۔ غرض روح انسانی کے ادراک باقی اور اسے موضع دفن سے بہت تعلقات ہیں، احادیث وآثار اس پر گواہ ہیں جنھیں جان بوجھ کرانکار نہ کریگا مگر باطل کوش دشمن حق۔(ت)

اس کے بعد شبہات منکرین کانصوصِ علماء سے رد کیااور عمائد علماء حرمین طیبین نے اس پر مہر ودستخط ثبت فرمائے۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن حسین کتبی حنفی مفتی مکہ

فان لی ذمة منه بتسمیتی
محمدا اوهوا و فی الخلق بالذمم

لاکلا فیه ولا شك یعتریه اس میں نہ کلام کی گنجائش نہ شک کی خلش۔

امر برقمہ محمد بن حسین الکتبی الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ عفی عنہ بمنہ امین۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا وشیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالمسجد الحرام
مولٰنا جمال ابن عبداللہ بن عمر مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

عبدہ، جمال، شیخ
عمر

لایلتفت المفید الا الیه ولایعول المستفید الا علیه مفید التفات نہ کرے مگر اسی طرف، اور مستفید اعتماد نہ کرے مگر اسی پر، امر برقمہ رئیس المدرسین الکرام

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات عند ناالنفس دار المعارف النعمانیہ کریم پارک لاہور ۲/ ۴۳

بالمسجد المکی الحرام الراجی لطف ربہ الخفی جمال بن عبداللہ شیخ عمر الحنفی لطف اللہ تعالٰی بھما۔

شرح دستخط مولٰنا حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکہ مبارکہ

لاریب فیہ ولاشك یعتریہ المالکیۃ بمکۃ المحمیۃ کتبہ الفقیر حسین بن ابراہیم مفتی المشرقیۃ

عبدہٗ، حسین

شرح دستخط حضرت مولٰنا و شیخنا و برکتنا زین الحرم عین الکرم مولٰنا احمد زین دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ قدس سرہ العزیز

رأیت ھذا المؤلف الشریف الھاوی کل برھان لطیف فرأیتہ قد نص علی عقائد اھل الحق المؤیدین وابطل عقاید اھل الضلال المبطلین میں نے یہ شریف تالیف جامع ہر دلیل لطیف دیکھی تو میں نے اسے پایا کہ اہل حق وارباب تائید کے عقیدے صاف واضح لکھے ہیں اور باطل پرست گمراہوں کے مذہب باطل کیے ہیں رقمہ بقلمہ المرتجی من ربہ الغفران احمد بن زین دحلان۔

احمد دحلان

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبہ

تأملت فی ھذا المؤلف فرأیت مؤلف قد اجاد ولکل نص سنی صریح افاد میں نے یہ رسلہ بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے مصنف نے جید کلام لکھا اور ہر نص روشن کا افادہ کیا۔

کتبہ الفقیر الی اللہ تعالٰی محمد بن محمد الغریب الشافعی خادم العلم بالمسجد النبوی۔

مہر صاف نخواند شد

شرح دستخط مولٰنا عبدالکریم حنفی از علمائے مدینہ منورہ

لما تأملت فی ھذا الرسالۃ وجدتھا کالسیف الصارم للمعاند الضلال لایطعن فیھا الامن اختل عقلہ وقبحت سیرتہ فی جمیع الاٰجال جب میں نے یہ رسالہ غور سے دیکھا اسے معاند گمراہ کے حق میں مثل تیغ براں پایا۔ نہ طعنہ کرے گا مگر وہ جس کی مت کٹی اور عادت بد ہوئی ہر زمانہ میں۔ من خدام طلبۃ العلم "المتوکل علی اللہ العظیم عبدالکریم بنعبدالحکیم" بالمسجد نبوی۔

المتوکل علی اللہ العظیم عبدالکریم بن عبدالحکیم

شرح دستخط مولٰنا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ سکینہ

وقفت علی ھذا المجموع فالفیتہ مھندا سل علی من شق عصا الجماعۃ معزا لا عن السنۃ میں اس تالیف پر واقف ہوا تو اسے ایک تیغ ہندی پایا، کھینچی گئی اس پر جس نے جماعت کا خلاف کیا اور سنت سے کنارہ کش ہوا۔ اشار برقمہ الی الشیخ الاجل الورع الفقیہ الزاھد مولٰنا عبدالجبار الحنبلی البصری نزیل المدینۃ المنورۃ متع اللہ المسلمین ببقائہ اٰمین۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا السید ابراھیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ امینہ

کم طالعت بعد ما اطلعت ردو العلماء الاجلۃ علی الفرقۃ الضالۃ المضلۃ فما رأیت مثل ھذا الرسالۃ، میں نے جب سے اطلاع پائی اس فرقہ گمراہ پر علمائے جلیل کے بہت رَد دیکھے مگر اس رسالہ کا مثل نظر سے نہ گزرا۔ قال بفمہ ورقم بقلمہ خادم العلم بالحرم النبوی الشافعی ابراھیم ابن المرحوم محمد خیار الحسنی الحرمی۔

ابراھیم بن محمد خیار

الحمدُ اللہ علٰی حصول المسئول وبلوغ نھایۃ الماٰمول فقیر عبدالمصطفٰی احمد رضا سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی نے اس رسالہ کا مسوّدہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا پھر بوجہ عروض بعض اعراض واہتمام دیگر اغراض مثل تحریر مسائل وتصنیف بعض دیگر رسائل جن کی ضرورت اہم نظر آئی اس کی تبییض نے تاخیر پائی، اب بحمد اللہ بعنایت الٰہی واعانت حضرت رسالت پناہی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام وعلٰی آلہ وصحبہ الکرام سلخ شعبان سنہ مذکورہ کو وقت عصر یہ مسودہ مبیضہ ہوا اور اثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا افاضہ ہوا۔

والحمد اولا واٰخرا وباطنا وظاھرا وصلی اللہ تعالٰی سیدنا مولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وعلینا بھم وبارك وسلم تسلیما کثیرا نسأل اللہ تعالٰی ان یتقبل سعینا ویغفرلنا ذنوبنا ویرحم فاقتتنا ویحیینا مسلمین ویمیتنا مومنین ویحشونا فی زمرۃ	اور اول و آخر، باطن وظاہر میں خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد، ان کی آل واصحاب، ان کے فرزند، ان کی جماعت پر، اور ان کے طفیل ہم پر بھی خدا کا درود، برکت اور بکثرت سلام ہو، اللہ تعالٰی سے ہماری دعا ہے کہ ہماری کوشش قبول فرمائے، ہمارے گناہ بخشے۔ ہماری محتاجی پر رحم فرمائے۔ ہمیں اسلام کے ساتھ زندگی اور ایمان کے ساتھ موت نصیب

الصالحین وان ینفع بھذا التالیف وسائر تصانیفی جمیع اخوانی فی الدین۔ انه سمیع قریب قدیر مجیب والحمد للہ رب العٰلمین۔	کرے، صالحین کی جماعت میں ہمارا حشر فرمائے اور اس تالیف سے اور میں دوسری تصانیف سے میرے تمام دینی بھائیوں کو فائدہ پہنچائے۔ بیشک وہ سننے والا قریب، قدرت والا مجیب ہے، اور سب خوبیاں خدا کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

تمت وبالخیر عمّت

(رسالہ تمام ہوا اور خیر کے ساتھ عام ہوا۔ ت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکمیل جمیل وتسجیل جلیل چند فوائد عالیہ کی یاددہانی میں

حامدا ومصلیا ومسلما

ہر چند یہ فوائد وہی ہیں جن کا ثبوت مباحث رسالہ میں گزرا مگر کتاب میں ان کے لیے کوئی فصل معین نہ تھی متفرق مواقع پر واقع ہوئے لہذا ان کے مہتم بالشان ہونے نے چاہا کہ یہاں ان کے مواضع پر مطلع کر دیا جائے۔

فائدہ اولٰی: اس مسئلہ میں خلاف کرنے والے بدعتی گمراہ ہیں، دیکھو (قول ۱/۱۵) کہ ادراکاتِ موتٰی کا انکار مذہب معتزلہ ہے، (قول ۱۸/ ۲) کہ بعض معتزلہ رافضی جمادیت موتٰی سے سند لائے، (قول ۳/۱۹) کہ میّت کا جماد ہونا مذہب اعتزال ہے (قول ۴/۲۵) کہ علم موتٰی کا منکر نہ ہوگا مگر حدیثوں سے جاہل ہے اور دین سے منکر، (قول ۵/۱۹۹ و ۶/۲۰۰) کہ علم و سمع وبصر موتٰی پر تمام اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے۔ پرظاہر کہ ان کے اجماع کا مخاطب نہ ہوگا بدمذہب گمراہ۔

فائدہ ثانیہ: اہل قبور کے زائروں کو دیکھتے پہچانتے، ان کا کلام سنتے، سلام لیتے، جواب دیتے ہیں، یہ بات ہمیشہ ہے اس میں کسی دن کی تخصیص نہیں، جمعہ وغیر جمعہ سب یکساں، نہ کسی وقت کی خصوصیت، ہاں جمعہ کے دن خصوصًا صبح کو معرفت ترقی پر ہوتی ہے۔ دیکھو (قول ۱/۶۶ و ۲/۶۹ و ۳/۸۰ و ۴/۸۱ و ۵/۸۲ وحاشیہ قول ۶/۸۱) اور خود وہ تمام احادیث اور صدہا اقوال کہ فصول مقاصد دوم سوم میں اس مطلب پر منقول ہوئے کہ اپنے اطلاق وارسال سے اس عموم واطلاق کی دلیل کافی ہیں کما مرت الاشارۃ الیہ فی الکتاب (جیسا کہ کتاب میں اس کی طرف اشارہ گزرا۔ ت)

فائدہ ثالثہ: ارواح مومنین کو اختیار ہوتا ہے کہ زمین وآسمان میں جہاں چاہیں جائیں، سیر کرتی، جولان فرمائیں، دیکھو (حدیث ۱/۱ و ۹/ ۲ و قول ۱۳/۳ و مقال ۴/۶) یہاں تک کہ بیداری میں اپنے مخلصین سے ملتے فیض بخشتے ہیں (مقال ۵/۷۰ و ۶/۱۷) ناتواں بیماروں کو پانی پلاتے، کپڑا اُڑھاتے ہیں (مقال ۷/۷۲) جہادوں میں شرکت فرماتے ہیں (مقال ۵/۱۵) دوستوں کی مدد، دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں (مقال ۹/۳/۷) یہاں تک کہ شرح سنن نسائی شریف میں تصریح فرمائی کہ روح کا جسم کا سا نہیں وہ ایک وقت میں چند جگہ ہو سکتی ہے (قول ۷۹) میں کہتا ہوں اولیائے احیاء کی حکایات منقول کہ ایک وقت میں ستر جگہ تشریف فرما ہوتے تھے پھر بعد وصال کہ روح اپنی آزادی وترقی کامل پر ہوتی ہے اس وقت کے افعال کا کہنا ہی کیا ہے۔ زہر الربی میں ہمیں یہ بھی نقل فرمایا کہ ایمان والوں کے دل اسے بے تکلف قبول کر سکتے ہیں کہ جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والسلام جب خدمت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوتے سدرۃ المنتہٰی سے جدا نہ ہوتے ہوں بلکہ اسی آن میں یہاں بھی ہوں اور وہاں بھی العبارۃ^عــہ^ علی الحاشیۃ (عبارت حاشیہ میں ہے۔ت)

عــہ: ھذا جبریل علیہ السلام راٰہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولہ ست مائۃ جناح، منھا جناحان سدا الافق وکان یدنو من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حتی یضع رکبتیہ علٰی رکبتیہ ویدیہ علی فخذیہ وقلوب المخلصین تتسع للایمان بانہ من الممکن انہ کان ھذا الدنو و ھو فی مستقرہ من السمٰوٰت وفی الحدیث فی رؤیۃ جبریل فرفعت راسی فاذا جبریل صاف قدمیہ بین السماء والارض یقول یا محمد انت رسول اللہ وانا جبریل فجعلت لا اصرف بصری الٰی ناحیۃ الا رأیتہ کذالک[1] ۱۲ (م)

یہ جبریل علیہ السلام ہیں جنھیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو۶۰۰ پر ہیں جن میں سے دو۲ پروں نے سارا افق بھر دیا ہے، اور وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قریب آتے یہاں تک کہ اپنے زانوں حضور کے زانوؤں سے ملا کر اور اپنے ہاتھ حضور کی رانوں پر رکھتے۔ اور مخلصین کے دل اس بات پر ایمان کی وسعت رکھتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ یہ قرب اسی حال میں ہو جب وہ آسمان کے اندر اپنے مستقر میں موجود ہوں، اور حدیث میں حضرت جبریل کو دیکھنے کے بارے میں ہے: میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ جبریل آسمان وزمین کے درمیان اپنے قدموں پر صف بستہ کہہ رہے ہیں اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں، پھر جس طرف بھی نگاہ پھیرتا انھیں اسی کیفیت میں دیکھتا۔ (ت)

[1] زہر الربی علٰی سنن النسائی کتاب الجنائز ارواح المؤمنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۹۲/۱

پھر سفہائے غافلین کا خود حضور پر نور روح روح القسط روح القدس روح الارواح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت یہ جاہلانہ وسوسہ کہ اگر وہ کسی مجلس میں تشریف لائیں تو پیش از قیامت مرقد اطہر سے خروج لازم ہو، اور چاہئے کہ اس وقت روضہ انور خالی رہ جائے، محض حماقت ہے۔

اولًا: وہ روح کا جسم پر قیاس اور زندان وہم میں سلطان عقل کا احتباس۔

ثانیًا: ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ روحیں تو عوام مومنین کی بھی قبور میں محبوس نہیں رہتیں بلکہ اپنے اپنے مراتب کے لائق علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہ میں ہوتی ہیں، جسے علمائے کرام یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی [عہ] میں مفصلًا ذکر کیا:

ثالثًا یہ اعتراض بعینہٖ ان احادیث کثیرہ پر بھی وارد جن میں صریح تصریح کہ ارواح مومنین بعد انتقال جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں، لازم کہ جب وہ سیر کو جائیں قبریں خالی رہ جائیں اور قیامت سے پہلے حشر ہوجائے مگر جہل و تعصب جو نہ کرائیں وہ غنیمت ہے، چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک سوال آیا زید کہتا ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روضہ انور سے جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں، عمرو منکر ہے انا للہ وانا الیہ راجعون، فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اس کے جواب میں مفصل فتوٰی لکھا اور وہاں اس سیر و اختیار کو شہداء وغیر شہداء عام مومنین کی ارواح کے لیے بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور کلمات علمائے دین سے اس کے وقائع کئے۔ یہ

عــہ: مقام علیین بلائے ہفت آسمان است و پائیں آن متصل بہ سدرۃ المنتہٰی وبالائے آن متصل بپایہ راست عرش مجید است و ارواح نیکاں بعد از قبض درآن جامی رسند ومقربان یعنی انبیاء واولیاء درآن مستقرمی مانند و عوام صلحا را بعد از نویسانیدن نام و رسانید نامہائے اعمال برحسب مراتب در آسمان دنیا یا درمیان آسمان و زمین یا در چاہ زمزم قرار می دہند و تعلقے بقبر نیز اُن ارواح رامی باشند [1]۔ آخر عبارتک کہ مقال ۷ میں گزری ۱۲ از تفسیر عزیزی (م)

علیین ساتوں آسمان کے اوپر ہے اس کا زیریں حصہ سدرۃ المنتہٰی سے متصل ہے اور بالائی حصہ عرش مجید کے دائیں پائے سے متصل ہے، نیکوں کی روحیں قبض ہونے کے بعد وہاں پہنچتی ہیں اور مقربین یعنی انبیاء واولیاء اس مستقر میں رہتے ہیں، اور عام صالحین کو درج کرانے اور اعمال نامے پہنچ جانے کے بعد حسبِ مراتب آسمان دنیا، یا درمیان آسمان و زمین یا چاہ زمزم میں جگہ دیتے ہیں اور ان کو قبر سے بھی ایک تعلق رہتا ہے۔ (ت)

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم زیر آیۃ ان کتاب الابرار لفی علیین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۹۳

فتوی فقیر کی مجلد ششم فتاوی مسمّٰی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویۃ میں منسلک۔ **والحمد للہ رب العلمین**

فائدہ رابعہ بغایت نافعہ: ارواح طیبہ کے نزدیک دیکھنے سننے میں دور و نزدیک سب یکساں ہے یہ ایک مطلب نفیس و جلیل و عظیم الفائدہ ہے جس کی طرف توجہ خاص لازم۔ دیکھو (قول ۱/۶۵) کہ اولیاء احیاء نور خدا سے دیکھتے ہیں، اور نور خدا کو کوئی چیز حاجب نہیں، پھر اموات کا کیا کہنا (قول ۲/۶۹) کہ قبر سے نزدیکی توجہ کو ہوتی ہے اور ادراک و شناخت دائمی (قول ۳/۷۸ و ۴/۸۶) کہ روح جنت یا آسمان یا علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے اور وہیں سے زائر کی آواز سنتی ہے جواب دیتی، ادراک کرتی، اپنے بدن سے کام لیتی ہے۔ پھر کون بتا سکتا ہے کہ زمین سے جنت تک کَے لاکھ کَے کروڑ منزل کا فاصلہ ہے نہ کہ بریلی سے بغداد یا ہند سے مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ مالکہا وآلہٖ وبارک وسلم، (قول ۵/۱۱۳ و ۶/۱۱۴) ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور انھیں سارا جہاں یکساں ہے (قول ۷/۱۸۷ و ۸/۱۸۸ و ۹/۱۸۹) کہ ارواح قدسیہ سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے (مقال ۱۰/۷) شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول کہ روح کو قرب وبُعد مکانی اس دریافت کا حاجب نہیں اس کا حال نگاہ کے سامنے کہ کنویں کے اندر سے ساتوں آسمان کے ستارے دیکھ سکتی ہے۔ یہی معنی ہیں ارشاد عالی دو امام اہلبیت طہارت، دو فرزند ریحانین، رسالت حضرت امام اجل زین العابدین علی بن حسین شہید کرب وبلا و حضرت امام حسن مثنّٰی ابن امام اکبر سید نا حسن مجتبٰی صلوات اللہ وسلامہ علٰی ابیہم الکریم وعلیہم کے کہ زائرین مزار اقدس سے فرمایا:

انتم ومن فی الاندلس سواء۔ حکاہ فی جذب القلوب وغیرہ۔	تم اور جو اندلس میں بیٹھے ہیں برابر ہیں (اسے جذب القلوب وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے۔ت)

سوال ۶ میں حدیث گزری کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو روضہ اقدس پر کھڑا تمام جہانوں کی آوازیں سنتا ہے معلوم ہوا کہ یہ خاصہ ملزومہ الوہیت نہیں بلکہ بندے کو اس کا حصول ممکن اور زیر قدرت الٰہی داخل پھر کسی کے لیے اس کا اثبات شرک ہونا عجب تماشا ہے۔ فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ نے اس کی تحقیق تام اپنے رسالہ **سلطنۃ المصطفی فی ملکوت کل الورٰی** میں ذکر کی **وباللہ التوفیق**۔

فائدہ خامسہ: ولہٰذا ان کی امداد ہر جگہ جاری، کچھ نزدیکوں پر منحصر نہیں، اور اسی لیے ان سے استمداد اور ان کی ندا میں بھی حضور مزار غیر مشروط بلکہ جہاں سے چاہو صحیح و درست ہے اگرچہ حضور مزارات میں نفع اتم و زائد ہے دیکھو (قول ۱/۱۳ و ۲/۱۱۴) غور کرو ائمہ مجتہدین کے پیرو تمام ملک خدا میں کہاں سے کہاں تک پھیلے ہیں پھر وہ کیونکر ہر شخص کی ہر مشکل وآفت میں مدد فرماتے اور دائماً خبر گیراں رہتے ہیں، اس طرح حضرات اولیائے کرام

اپنے مریدان سلاسل کے ساتھ ، دیکھو (قول ۳/۹۷) خود سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: جب کوئی مصیبت آئے یا زروق [عہ] کہہ کر پکار میں فورًا امداد کو آؤں گا دیکھو (قول ۴/۱۶۳) اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول،

دیکھو (مقال ۵/۸۸) شاہ ولی اللہ کہتے ہیں گھر بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرو، دیکھو (سوال ۶/۱۲) مرزا مظہر صاحب عارضہ جسمانی میں حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی طرف اور مشکل باطنی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جانب توجہیں کرتے ادھر سے امداد فرمائی جاتی دیکھو (سوال ۷/۱۷ و مقال ۳۲ /۸) گھر بیٹھے قصائد سناتے ارواح عالیہ سے نوازشیں پاتے دیکھو (سوال ۹/۱۸ و مقال ۱۰/۱۰) حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہا حضور کے جس متوسل سے ملاقات ہوئی توجہ والا اس کے حال پر مبذول پائی دیکھو (مقال ۱۱/۳۳) مغلوں کا بیان کہ جنگل میں سوتے وقت اپنا مال حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی حمایت میں سونپتے ہیں اس پر غیب سے مدد پاتے ہیں دیکھو (مقال ۱۲/۳۴) ہر شہر میں بندگانِ خدا ولایت قطبیت کے مراتب پاتے ہیں پھر کیونکر ان سب کو وہ فیض حضرت ائمہ اطہار و حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہم عطا فرماتے ہیں۔ دیکھو

[عہ]: **فائدہ جلیلہ:** علامہ زیادی پھر علامہ اجہوری پھر علامہ داؤدی پھر علامہ شامی فرماتے ہیں: جس کی کوئی چیز گم جائے مکان بلند پر رو بقبلہ کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نذر کرے پھر اس کا ثواب سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ہدیہ کرے اسکے بعد یوں عرض سا ہو کہ: یا سیدی احمد یا ابن علوان! میری گمی ہوئی چیز مجھے مل جائے الخ۔ ردالمحتار حاشیہ درمختار کے منہیہ میں ہے:

قرر الزیادی ان الانسان اذا ضاع له شیئ و ارادان یرد اللہ سبحانه علیه فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلة ویقرء الفاتحة ویهدی ثوابها للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ثم یهدی ثواب ذلك لسیدی احمد بن علوان ویقول یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی و الا نزعتك من دیوان الاولیاء فان اللہ تعالٰی یرد علی من قال ذلك ضاله ببرکته اجهوری مع زیادة کذا فی حاشیة شرح المنهج للداؤدی رحمه اللہ تعالٰی انتهی ۱۲ (م)

زیادی نے بیان کیا ہے کہ جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ رو کھڑا ہو جائے، فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہدیہ کرے پھر اس کا ثواب سیدی احمد بن علوان کو ہدیہ کرے اور عرض گزار ہو کہ سیدی احمد، یا ابن علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ کرائی تو دفتر اولیاء سے آپ کا نام نکلوا دوں گا، اللہ تعالٰی یہ کہنے والے کو اس کی گم شدہ چیز ان کی برکت سے واپس دلادے گا ___ اجہوری باضافہ اس طرح داؤدی رحمۃ اللہ تعالٰی کی شرح منہج میں ہے ۱۲ (ت)

(مقال ۳۸/۱۳ و ۳۹/۱۴ و ۴۰/۱۵ و ۴۱/۱۶ و ۴۲/۱۷ و ۴۳/۱۸ و ۴۴/۱۹ و ۴۵/۲۰ و ۶۴/۱۱) سلطنتیں اور امانتیں کسی ملک میں و شہر میں نہیں ہوتیں پھر ان سب میں حضرت مولٰی مشکل کشا کا توسط کیونکر ہوتا ہے دیکھو (مقال ۱۸/۲۲) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی نے شیخ ابوالرضا کو اسرار تعلیم فرمائے دیکھو (مقال ۷۰/۲۳ و ۷۱/۲۴) یہ ایک عجوزہ کو پانی پلا کر لحاف اڑھا کر غائب ہوگئے، دیکھو (مقال ۷۲/۲۵) حضور غوث اعظم و حضرت نقشبند رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اپنے مریدان سلسلہ کی تربیت فرمائی، دیکھو (مقال ۷۶/۲۲ و ۷۷/۲۷) اسمٰعیل دہلوی مدعی کہ دونوں ارواح طیبہ نے ان کے پیر پر جلوہ فرمایا اور پہرِ بھر تک توجہ بخشی، دیکھو (مقال ۷۸/۲۸) وللہذا یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنا بے تخصیص مکان وقید زمان جائز ہوا اور شاہ ولی اللہ اور ان کے اکابر نے یا علی یا علی کا وظیفہ کیا، دیکھو ۱۶۰/۲۹ و ۱۶۱/۳۰ و ۱۶۲/۳۱ و مقال ۹۰/۳۲ و ۹۱/۳۳ و ۹۲/۳۴ و ۹۳/۳۵ و ۹۴/۳۶ و ۹۵/۳۷ و ۹۶/۳۸ و ۹۷/۳۹ و ۹۸/۴۰ و ۹۹/۴۱ و ۱۰۰/۴۲ و ۱۰۱/۴۳ و ۱۰۲/۴۴ و ۱۰۳/۴۵ و ۱۰۴/۴۶۔ مسلمان ان فوائد سے غفلت نہ کرے کہ بہت نافع ہیں اور ضلالت سے مانع، **واللہ الھادی الٰی صراط مستقیم** (خداہی سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے۔ت)

تنبیہ: یہ مواضع بعیدہ سے استمداد کا مسئلہ بجائے خود ایک مستقل تالیف کے قابل ہے جس کی تائید میں خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بہت احادیث اور خاص تصریح میں حضرت عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمرو عثمان بن حنیف وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کے آثار اور علاوہ ان چھیالیس [۴۶] مصرحوں، تیرہ [۱۳] مویدوں کے جن کی طرف فائدہ خامسہ و رابعہ میں ایما ہوا بہت ائمہ دین وعلمائے معتمدین وکبرائے خاندان عزیزی کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر جلوہ گر رہے ہیں عجب نہیں کہ حضرت جل وعلا کا ارادہ ہو تو فقیر اپنے رسائل کثیرہ کی تتمیم و تبییض سے فارغ ہو کر خاص اسباب میں ایک جامع رسالہ ترتیب دے اور ان سب احادیث و اقوال ماضیہ وآیۃ کو فراہم کرکے تحقیقات سلطنۃ المصطفٰی وغیرہا میں اقامت تازہ کا اضافہ کرے **واللہ الموفق وبہ نستعین والحمد للہ رب العٰلمین** (اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔ اور اسی سے ہم مدد مانگتے ہیں اور تمام تعریف اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ت)

تذییل

نواب صدیق حسن خان بہادر شوہر ریاست بھوپال رسالہ تقصار جیود الاحرار میں تصریح کرتے ہیں کہ غوث الثقلین وغوث اعظم وقطب الاقطاب کہنا شرک سے خالی نہیں، میں کہتا ہوں نواب بہادر نے یہاں خدا جانے کس خیال سے ایسا گرا ہوا لفظ لکھا ورنہ بیشک تمام وہابیہ پر فرض قطعی کہ صرف لفظ غوث کہنے پر خالص شرک جلی کا حکم لگائیں، غوث اعظم وغوث الثقلین تو بہت اجل و اعظم ہے، آخر غوث کے کیا

معنی فریاد کو پہنچنے والا، جب ان کے نزدیک استمداد فریاد شرک، تو فریاد رس، کہنا کیونکر شرک صریح نہ ہوگا، اب دیکھئے کہ ان حضرات کے طور پر کون کون مشرک ہوگیا، قاضی ثناء اللہ پانی پتی و میاں اسمٰعیل دہلوی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غوث الثقلین لکھا، دیکھو (مقال ۳۸ و ۷۸) شاہ ولی اللہ امام معتمد اور شیخ ابوالرضاء ان کے جدّ امجد اور مرزا جانجاناں انکے ممدوح اوحد، اوران کے پیر سلسلہ شیخ عبدالاحد نے غیاث الدارین حضور غوث الثقلین کو غوث اعظم کہا، دیکھو (مقال ۶۱، ۷۰، ۷۱، ۷۷، ۷۶) شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:

برخے از اولیاء مسجود خلائق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ و سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالٰی سرہما۔[1]	کچھ اولیاء خلائق کے مسجود اور دلوں کے محبوب ہوگئے ہیں جیسے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالٰی سرّہما (ت)

تنبیہ: ذرا یہ "مسجود خلائق" کا لفظ بھی پیش نظر رہے جس نے شرک کا پانی سر سے گزار دیا، میاں اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں کہا:

طالبان نافہم میدانند کہ ما نیز ہم پایۂ حضرت غوث الاعظم شدیم[2]۔	نافہم طالب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی غوث الاعظم کے ہم پایہ ہوگئے۔ (ت)

انھیں بزرگوار نے حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کو قطب الاقطاب لکھا، دیکھو (مقال ۷۹) اور ہاں مولوی اسحٰق صاحب تو رہے ہی جاتے ہیں جنھوں نے مائۃ مسائل کے جواب سوال دہم کہا: "ولایت و کرامت حضرت غوث الاعظم قدس سرہ[3]" غرض مذہب کو طائفہ عجب مذہب ہے جس کی بناء پر تمام ائمہ و عمائد طائفہ بھی سو سو طرح مشرک کافر بنتے ہیں، لاحول ولا قوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔

تنبیہ مہم واجب الملاحظہ ہر مسلم

الحمد للہ کلام نے ذروہ منتہٰی لیا اور بیان نے مسئلے کو اس کا حق دیا ذلك من فضل اللہ علینا

---

[1] تفسیری عزیزی پارہ عم سورۃ الم نشرح مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۲۲

[2] صراط مستقیم تکملہ در بیان سلوک ثانی راہ ولایت مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۳۲

[3] مائۃ مسائل جواب سوال دہم مسئلہ ۹ مکتبہ توحید و سنت پشاور ص ۲۰ و ۲۱

وعلی النّاس ولکن اکثر النّاس لایشکرون (یہ ہم پر اور لوگوں پر خدا کا ایک فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ت)
اب حضرات وہابیہ سے اتنا پوچھ لینا چاہیئے کہ اس مختصر رسالہ کے مقصد سوم نے علماء کے تین سو پانچ [۳۰۵] قول آپ کے گوش گزار کیئے جن میں ایک سو انچاس [۱۴۹] علم و سمع وبصر موتٰی کے متعلق خاص، اور پانچ [۵] میں یہ کہ اولیاء کی کرامتیں بعد وصال بھی باقی ہیں ان ایک سو چون [۱۵۴] پر توآپ کی سرکار سے شاید صرف حکم بدعت وضلالت ہو، اگرچہ وہ بھی بتصریح امام الطائفہ مثل محل اصل ایمان ہے۔ باقی کنتے رہے ایک سو اکاون [۱۵۱] اور تین قول ابھی ابھی اسی تکملہ کے فائدے میں تازہ مذکور ہوئے۔ یہ پھر ایک سو چون [۱۵۴] ہوگئے جن کے مفاد مقاصد کی تفصیل اس جدول سے ظاہر۔

اس باب میں کہ	اقوال ائمہ و علمائے سلف	مقالات خاندان عزیزی	کل	مجموعہ
اولیاء بعد وصال بھی تصرف فرماتے ہیں	۸	۷	۱۵	
وہ بعد رحلت بھی بدستور نزدیک و دور مدد کرتے ہیں	۲۵	۵۹	۸۴	۱
وقتِ حاجت اُن سے استعانت اور ان کی ندا نزدیک و دور ہر جگہ سے روا۔	۱۶	۲۶	۴۲	۵
ارواح طیبہ کو بعد انتقال دیکھنے سننے میں دور و نزدیک یکساں	۱۲	۱	۱۳	۴

اب ان کی نسبت ارشاد ہو وہ ایک سو چون [۱۵۴] بدعت تھے، یہ ایک سو چون آپ کے مذہب میں خالص شرک، اور ان کے قائل ائمہ وافاضل عیاذًا باللہ پکے مشرک ٹھہریں گے یا نہیں، اگر کہیئے نہ (خدا کرے ایسا ہی ہو) تو الحمد للہ کہ ہدایت پائی اور کفر و شرک کی تیز وتند کہ مدتوں سے بیرنگ چڑھی تھی اتار پر آئی، رب قدیر کو ہدایت فرماتے کیا دیر لگتی ہے۔ آخر کلمہ پڑھتے ہو، شاید پاس اسلام کچھ جھلک دکھا جائے، اور محبوبان خدا و ائمہ ہدی کو معاذاللہ کافر ومشرک کہتے جگر تھرائے، ان ذلك علی اللہ یسیر ان اللہ علی کل شیئ قدیر (بیشک وہ خدا پر آسان ہے یقینا اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ت) اور اگر شاید اصرار مذہب وتعصب مشرب آڑے آئے، اور بے دھڑک آپ کے منہ سے ہاں نکل جائے، توآپ صاحبوں سے تو اتنا عرض کروں گا کہ حضرات! جنھیں آپ نے مشرک کہہ دیا ذرا نگاہ رُو برُو ان میں شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحبان اور ان کے اسلاف واخلاف یہاں تک کہ خود بانی مذہب امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی بھی ہیں، اب ان کی نسبت تصریحا استفسار، اگر یہاں جھجکے تو کہوں گا کیوں صاحب! اسی بات پر ائمہ ہُدی تو پناہم بخدا چنین وچناں ٹھہریں اور یہ حضرات مطلق العنان

کیاان کے لیے کوئی وحی آگئی ہے کہ احکام الٰہی سے مستثنٰی رہیں، یاانھوں نے رحمان سے عہد لے لیا ہے کہ ان کی امامت میں بال نہ آئے اگرچہ شرک کے بول کہیں۔

ءٰٓاللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ۝ [1] مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ۝ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ۝ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ۝ [2]	کیاخدانے تم کواس کااذن دیاہے یااللہ پر جھوٹ باندھتے ہو، تمھیں کیا ہوا تم کیسا حکم لگاتے ہو؟ یاتمھارے لیے کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ اس میں تمھارے لیے وہ ہے جو تم پسند کرتے ہو۔ (ت)

اور اگر شاید بات کی پیچ ایسی ہی آپڑی کہ یہاں بھی کُھل کر شرک کی جڑی۔

شادم کہ از قیباں دامن کشاں گزشتی گومشت خام ماہم بر باد رفتہ باشد

(میں خوش ہوں کہ تم رقیبوں سے دامن کھینچ کر نکل گئے، گواس میں ہماری خاک بھی بر باد ہوگئی۔ت)

غرض اس تقدیر پر اپ سے زیادہ عرض کا کیا محل ہوگا جزاین کہ سلام علیکم لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ۝ [3] (سوائے اس کے کہ تم پر سلام ہم نادانوں کو نہیں چاہتے۔ت)

ہاں عوام اہلسنت کو بیدار کروں گا کہ بھائیو! اب بھی وضوح حق میں کچھ باقی ہے جس نامہذب ناپاک مشرب کی روح سے صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین وعلمائے دینوی واولیائے کاملین قرون ثلٰثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذاللہ مشرک کافر بدعتی خاسر ٹھہریں ع

مذہب معلوم واہل مذہب معلوم ظاہر ہے کہ وہ طائفہ تالفہ کیسا ہوگا اور اسے سنت وجماعت سے کتنا علاقہ، سبحان اللہ سنت جماعت کو شرک بتائیں، جماعت سنت کو مشرک ٹھہرائیں، پھر سنی ہونے کا دعوی بجا۔

کلا ورب العرش الاعلی قل جاء الحق وزھق الباطن ان الباطن کان زھوقا والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین، سبحانك الھم وبحمدك اشھد ان لا الہ الا انت استغفرك واتوب الیك والحمد للہ رب العالمین	عرش اعلٰی کے رب کی قسم، ہر گز نہیں! فرمادو حق آیا اور باطل مٹا، بیشک باطل مٹنا ہی تھا، ساری تعریف خداکے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور درود سلام رسولوں کے سردار حضرت محمد اور ان کے آل واصحاب پر، اےاللہ ! تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتاہوں، ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے مغفرت کاطالب اور تیری بارگاہ میں تائب ہوں، اور سب خوبیاں سارے جہانون کے مالک اللہ کے لیے ہیں (ت)

---

[1] القرآن ۱۰/۵۹

[2] القرآن ۶۸/۳۶تا۳۸

[3] القرآن ۲۸/۵۵

تذییل اہم اجل واعظم

رسالہ

الوفاق المتین بین سماع الدّفین وجواب الیمین ۱۳۱۶ھ

(مدفون کے سننے اور مسئلہ قسم کے درمیان محکم مطابقت)

بسم الله الرحمن الرحیم

اللهم لك الحمد وبك استعین صل وسلم وبارك علی الامان الامین المبارك الیمین حبیبك وٰاله وصحبه اجمعین مابر بار او حنث حانث فی یمین۔	اے اللہ تیرے ہی لیے حمد ہے اور میں تجھ سے مدد کا طالب ہوں امانت دار امان، یمین وبرکت والے اپنے حبیب اور ان کی تمام آل واصحاب پر درود و سلام نازل فرما جب تک کوئی قسم پوری کرنے والا قسم پوری کرے یا قسم توڑنے والا قسم توڑے۔ (ت)

عائدہ جزیلہ تحقیق مسئلہ یمین میں: حضرات منکرین کی غایت سعی وتمام مایہ ناز اس باب میں جو کچھ ہے وہ یہی مسئلہ یمین ہے جسے دکھا کر عوام بلکہ کم علموں کو متزلزل کردیتے ہیں یا کیا چاہتے ہیں، مائتہ مسائل میں کافی شرح وافی، وفتح القدیر وکفایہ حواشی ہدایہ ومستخلص وعینی شروح کنز سے طولانی عبارتیں کچھ قطع وبرید کچھ بیگانہ مزید پر مشتمل نقل کیں کہ عوام بڑی بڑی عبارات عربیہ دیکھ کر ڈر جائیں۔ اور اگر سماع موتٰی سے منکر نہ ہوں تو لااقل تردد تو کرجائیں، مگر بحمدللہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ سب نری ملمع کاری ہے ورنہ وہ عبارات اور ان جیسی سو یاہزار جتنی اور ہوں نہ ہمیں مضر نہ منکرین کو مفید، نہ اہل سنت وجماعت کا اجماعی مسئلہ جو نصوص صریحہ احادیث صحیحہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کسی مشکک کی تشکیکات بے معنی سے متزلزل ہوسکے، فقیر غفراللہ المولی القدیر اس کی تحقیق وتنقیح میں بھی کچھ کلمات چند نافع وسود مند گزارش کرے کہ باذنہٖ تعالٰی موافق کو ثبات واستقامت، مخالف منصف کو رشاد وندامت، مکابر متعسف کو وبال وغرامت دیں،

وباللہ التوفیق بہ الوصول الی ذری التحقیق (اور خدا ہی سے توفیق اور اسی کی مدد سے بلندی تحقیق تک رسائی۔ ت) مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے زید سے بول نہ بولوں گا، تو یہ قسم زید کی حالت حیات پر متصور رہتی ہے۔ اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہوگا، اصل مسئلہ ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے صرف اس قدر ہے۔ اور اس کی وجہ یہ کہ ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے۔ لفظ سے جو معنٰی عرفا مراد و مفہوم ہوتے ہیں ان پر قسم وارد ہوتی ہے نہ معنی لغوی یا شرعی پر، تمام کتب مذہب اور خود ان کتب مذکورہ میں (جن کی عبارات کو منکرین راہ جہل یا تجاہل اپنی سند سمجھے) اس امر کی تصریحات جلیہ ہیں، مثلاً قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا یا چھت کے نیچے نہ آئے گا تو زمین پر یا دھوپ میں یا زیر آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اگرچہ قرآن عظیم میں زمین کو فرش اور آفتاب کو سراج اور آسمان کو سقف فرمایا،

قال اللہ تعالٰی جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا [1] وقال اللہ تعالٰی وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا [2] وقال اللہ تعالٰی وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا [3]۔	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا، اور فرماتا ہے: اس میں ایک چراغ اور ایک روشن چاند بنایا۔ اور فرماتا ہے: ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا (ت)

یوہیں قسم کھائی کسی گھر میں نہ جائے گا، تو مسجد وغیرہ معابدہ میں جانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ لغۃً ان پر بھی گھر کا لفظ صادق، وجہ وہی ہے کہ اگرچہ شرعاً یا لغۃً یہ اشیاء ان الفاظ میں داخل مگر ایمان میں عرفاً شمول درکار ہے وہ یہاں غیر حاصل، بعینہٖ اسی وجہ سے مسئلہ مذکورہ میں بعد موت بولنے سے حنث زائل کہ کسی سے نہ بولنا عرفاً اس کی موت کے بعد سلام وکلام کو غیر شامل، اس سے یہ تراش لینا کہ ہمارے اصل ائمہ مذہب کے نزدیک میّت سے کلام حقیقۃً یا شرعاً کلام نہیں محض باطل، اور ایسا گمان کرنے والا اصل مبنائے مسئلہ سے جاہل یا ذائل، ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے جس طرح یہ تصریح فرمائی یوں ہی یہ بھی کہ صورت مذکورہ میں اگر قسم کھانے والا اور زید دونوں نماز میں تھے اور زید نے سلام پھیرنے میں ہمراہیوں پر سلام کی نیت کی حانث نہ ہوگا، اور بیرون نماز اگر زید کسی مجمع میں ہو اور قسم کھانے والا السلام علیکم کہے حانث ہو جائے گا یونہی اگر زید امام تھا اور یہ مقتدی زید نماز میں کچھ بھولا اس نے بتایا قسم نہ ٹوٹے گی، اور نماز سے باہر بتایا ٹوٹ جائے گی، بحر الرائق ورد المحتار وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے:

لو سلم علی قوم فیھم حنث الا ان	اگر کسی جماعت کو سلام کیا جس میں وہ بھی موجود ہے

---

[1] القرآن ۲/۲۲

[2] القرآن ۲۵/۶۱

[3] القرآن ۲۱/۳۲

لایقصدہ فیدین ولوسلم من الصلوۃ الایحث وان کان المحلوف علیہ من یسارہ ھوا لصحیح لان اسلامین فی الصلٰوۃ من وجہ ولو سبح لہ السھو ا و فتح علیہ القرأۃ وھو مقتد لم یحنث وخارج الصلٰوۃ حنث [1]۔	(جس سے کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تھی) تو حانث ہوجائے گا۔ لیکن اگر سلام میں اس کا قصد نہ کیا تو دیانۃً اس کا بیان مانا جائے گا، اور اگر نماز کا سلام پھیرا اور وہ جس سے متعلق قسم کھائی تھی اس کے بائیں موجود ہے تو بھی قسم نہ ٹوٹی یہی صحیح ہے۔ اس لیے کہ دونوں سلام بھی ایک طرح داخل نماز ہیں۔ اور اگر وہ امام تھا یا مقتدی، سہو پر اس کے لیے سبحان اللہ کہا یا قرات میں غلطی پر لقمہ دیا تو حانث نہ ہوگا اور بیرون نماز ایسا ہوا تو حانث ہوجائے گا۔ (ت)

اب اس سے یہ قرار دے لینا کہ نمازی پتھر ہیں نمازی کچھ سنتے نہیں، نمازیوں سے کلام حقیقۃً کلام ہی نہیں۔ اس جہالت کی کچھ بھی حد ہے، خواہ انھیں کی کتب مستندہ کی عبارتیں سنئے۔ کافی میں ہے:

الاصل ان الالفاظ المستعملۃ فی الایمان مبنیۃ علی العرف عندنا (الی ان قال) قلنا ان غرض الحالف ما ھو المتعارف فیتقید بماھو غرض الابری ان من خلف ان لایستضی بالسراج اولا یجلس علی البساط فاستضاء بالشمس او جلس علی الارض لایحنث، وان سمی فی القرآن الشمس سراجا والارض بساطا رجل حلف ان لایدخل بیتا لا یحنث بدخل الکعبۃ والمسجد والبیعۃ والکنیسۃ [2] الخ۔	اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قسم میں استعمال ہونے والے الفاظ کی بناء عرف پر ہے (آگے فرمایا) ہم یہ کہتے ہیں قسم کھانے والے کا مقصد وہی ہوتا ہے جو عرف میں جاری ہے تو اس کی قسم اس کے مقصود سے مقید رہے گی۔ دیکھئے اگر کسی نے قسم کھائی کہ چراغ سے روشنی نہ لے گا یا بچھونے پر نہ بیٹھے گا اور سورج سے روشنی لی یا زمین پر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ قرآن میں سورج کو چراغ اور زمین کو بچھونا فرمایا ہے۔ کسی نے قسم کھائی گھر میں نہ جائے گا توکعبہ ومسجد یا کلیسا اور گرجا میں جانے سے حانث نہ ہوگا الخ۔ (ت)

اسی فتح القدیر میں ہے:

الاصل ان الایمان مبینۃ علی العرف عندنا لاعلی الحقیقۃ اللغویۃ کما نقل عن الشافعی	اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قسم کی بنا پر عرف پر ہے حقیقت لغویہ پر نہیں۔ جیسا کہ امام شافعی سے منقول

---

[1] ردالمحتار کتاب الایمان مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۱۲

[2] کافی شرح وافی

ولا علی الاستعمال القراٰنی کما عند مالك ولا علی النبیة مطلقا کما عند احمد[1]۔	ہے ___ نہ ہی قرآن کے استعمال پر ___ جیسا کہ امام مالک کے یہاں ہے ___ نہ ہی مطلّقانیت پر ___ جیسا کہ امام احمد کے یہاں ہے۔ (ت)

اسی کفایہ میں ہے:

الاصل ان لالفاظ المستعملة فی الایمان مبنیة علی العرف عندنا وعند الشافعی علی الحقیقة لان الحقیقة بان یراد، وعند مالك علی معانی کلام القراٰن لانه علی اصح اللغات وافصحها ولنا ان غرض الحاف ماهو والمتعارف فینعقد بغرضه[2]۔	اصل یہ ہے کہ قسم میں جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں ہمارے نزدیک ان کی بنا عرف پر ہے۔ اور امام شافعی کے یہاں حقیقت پر ہے اس لیے کہ حقیقت اس قابل ہے کہ مراد ہو، اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے یہاں الفاظ قرآن کے معانی پر ہے اس لیے کہ قرآن سب سے زیادہ صحیح اور فصیح زبان پر وارد ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم کھانے والے کی غرض وہ ہی ہوتی ہے جو عرف میں ہے تو اس کی غرض سے منعقد ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

رجحنا العرف علی الحقیقة لان مبنٰی الایمان علی العرف[3]۔	ہم نے عرف کو حقیقت پر ترجیح دی اس لیے کہ قسم کی بنا عرف ہی ہوتی ہے۔ (ت)

اسی مستخلص شرح کنز میں کفایہ کا پہلا کام بعینہٖ نقل کرکے لکھا:

کذا فی الکفایة وقد ذکر فخر الاسلام فی اصول ان من جملة ماترك به الحقیقة خمسة انواع وعدمن جملتها استعمال العرف الغالب[4]۔	اسی طرح کفایہ میں ہے۔ اور فخر الاسلام نے اصول میں بیان فرمایا ہے کہ جن امور سے حقیقت متروک ہوجاتی ہے وہ پانچ قسم کے ہیں، ان میں اکثر عرف کے استعمال کو بھی شمار کیا۔ (ت)

اسی عینی شرح کنز میں ہے:

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الدخول والسکنی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۷

[2] الکفایۃ مع فتح القدیر باب الیمین فی الدخول والسکنی نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۷

[3] الکفایۃ مع فتح القدیر مسائل متفرقہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۳

[4] مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول والسکنی دلی پرنٹنگ پریس دہلی ۲/ ۳۳۷

الایمان عندنا مبنیة علی العرف وعند الشافعی واحمد علی الحقیقة وعند مالك علی معانی کلم القرآن[1]۔	ہمارے نزدیک قسم عرف پر مبنی ہوتی ہے اور امام شافعی وامام احمد کے نزدیک حقیقت پر اور امام مالک کے نزدیک کلمات قرآن کے معانی پر۔ (ت)

بلکہ اسی فتح القدیر میں خاص ہمارے مسئلہ دائرہ کے مبنی علی العرف ہونے کی تصریح کی، فرماتے ہیں:

یمینه لاتنعقد الا علی الحی لان المتعارف هوا لکلام معه[2]۔	یعنی یہ قسم خاص حالت زندگی ہی پر منعقد ہوگی کہ عرف میں کسی سے بولنا اس کی زندگی ہی میں بات کرنے کو کہتے ہیں۔

علامہ علی قاری مکی حنفی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں اسی مسئلہ کو ذکر کرکے فرماتے ہیں:

هذا منهم مبنی علی ان مبنی الایمان علی العرف فلا یلزم نفی حقیقة السماع کما قالوا فیمن حلف لا یاکل اللحم فاکل السمکة مع انه تعالٰی سماه لحماطریا[3]۔	یعنی ہمارے علماء کا یہ ارشاد کہ بعد موت کے کلام سے قسم نہ ٹوٹے گی اس پر مبنی ہے کہ قسم کی بناء عرف پر ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردے حقیقۃً نہیں سنتے، جس طرح ہمارے علماء نے فرمایا کہ جو گوشت کھانے کی قسم کھائے مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا حالانکہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اسے تروتازہ گوشت فرمایا۔

اسی طرح شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث حنفی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں بعد ذکر مسئلہ کہ:

اگر کسے سوگند خورد کہ کلام نہ کنم پس کلام کرد اور رابعد مردن اوحانث نمی گردد[4]۔	اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے بات نہ کروں گا، پھر اس کے مرنے کے بعد اس سے کلام کیا حانث نہ ہوگا۔ (ت)

اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں:

مبنائے ایمان بر عرف وعادت است نہ بر حقیقت[5]۔	قسم کی بنیاد عرف وعادت پر ہے حقیقت پر نہیں (ت)

[1] رمزالحقائق شرح کنزالدقائق کتاب الایمان باب الیمین فی الدخول السکنی نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰۷
[2] فتح القدیر باب الیمین فی الکلام نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۱۷
[3] مرقاۃ المفاتیح باب حکم لاسراء فصل اول مسئلہ سماع الموتٰی مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/۱۱
[4] اشعۃ اللمعات باب حکم لاسراء فصل اول مسئلہ سماع الموتٰی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۲۹۹
[5] اشعۃ اللمعات اب حکم لاسراء فصل اول مسئلہ سماع الموتٰی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۲۹۹

اصل بات تو اتنی ہے جسے انکار سماع موتٰی سے نام کو مس بھی نہیں مگر بعض شروح مثل کتب خمسہ مذکورہ وغیرہا میں اس مسئلہ کی توجیہ وتاویل و وجہ ودلیل کچھ ایسے طور پر واقع ہوئی جس سے بنظر ظاہر فکر غائر کچھ وہم خلاف پیدا ہو، حضرات منکرین اور یہ ایک منکرین کیا اہلسنت کے تمام مخالفین ہمیشہ الغریق یتشبت بکل حشیش کے مصداق ہوتے ہیں ڈوبتا ہوا سوار (تنکا) پکڑتا ہے، اپنے صریح مضر سے بھی تو استدلال کرلاتے ہیں پھر جس میں بظاہر کچھ نفع کا وہم نکلتا ہو اس کا کہنا ہی کیا ہے۔ اب احادیث صحیحہ صریحہ جلیلہ جزیلہ کے تمام قاہر، باہر، ظاہر تصریحات سب اٹھا کر طاق نسیاں پر رکھ دیں، صحابہ وتابعین وائمہ دین، سلف صالحین وخلف کاملین سب کے ارشادات جلیلہ عُلیہ سے آنکھیں بند کرلیں، احادیث اور وہ ارشادات ائمہ کیوں دیکھے جاتے وہاں تو انکار کی قلعی کھلتی ہے۔ بنی مطلع علی الغیب کے ارشاد سے اس برزخی پنہاں کی خیر اپنی خواہش کے خلاف ملتی ہے۔ اقوال علماء میں اجماع اہلسنت کے بادل گرج رہے ہیں جنھیں سن کر اختراع انکار کی چھاتی دہلتی ہے۔ چار ناچار انھیں چند عبارات موہمہ کے معانی موہومہ پر ایمان لانا فرض ٹھہرا، خدارا انصاف اگر معاذ اللہ صورت برعکس ہوتی۔ کہ حضرات کی طرف وہ دلائل قاہرہ احادیث متواترہ و نقول اجماع اہل سنت ہوتیں اور دوسرا ان کے خلاف ایسی چند عبارات سے استناد کرتا کیا کچھ نہ بکھرتے پھرتے، طعن و تشنیع کے رنگ نکھرتے، مگر اپنے لیے سب کچھ حلال ہے کیا کریں اس میں گنجائش یہیں تک مجال ہے ذلک مبلغھم من العلم (یہی ان کا مبلغ علم ہے۔ ت) طرہ یہ کہ ان میں مدعیان حنفیت، درکنار حضرات غیر مقلدین بھی انکار سماع موتٰی پر مرتے جان دیتے ہیں اور نصوص صریحہ، احادیث صحیحہ چھوڑ کر ایسے ہی بعض عبارات موہمہ کی آڑ لیتے ہیں، اب نہ عمل بالحدیث کی آن، نہ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ [1] (اپنے عالموں اور راہبوں کو خدا چھوڑ کر رب بنالیا ہے۔ ت) پر ایمان۔ بات یہ ہے کہ منکر صاحبوں کے یہاں دین شریعت اپنی ہوا و ہوس کا نام ہے جہاں جیسا موقع دیکھا اسی سے کام ہے، ان حضرات کے عمل بالحدیث کی وہی حالت ہے جو قرآن عظیم میں اصل اصول مذہب ذوالخویصرہ تمیمی کے دربارہ صدقات ارشاد فرمائے کہ:

وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ یُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ یَسْخَطُوْنَ۝۵۸ [2]۔	ان میں کوئی وہ ہے جو صدقات کے بارے میں تم پر عیب لگاتا ہے۔ اگر انھیں ان میں سے کچھ دے دیا جائے تو راضی ہوجائیں اور نہ دیا جائے تو ناراض ہوجائیں۔ (ت)

ارشادات حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے زعم میں ان کے ہوسات کو جگہ دی تو خوش ہیں

---

[1] القرآن ۳۱/۱۰

[2] القرآن ۵۸/۱۰

بڑے متبع حدیث ہیں، ورنہ خفا۔ حدیث کی طرف سے رو درقفا۔ اب لاکھ پکارا کیجئے **تعالوا الی الرسول** (رسول کی طرف آؤ۔ ت) کون سنتا ہے۔ کسے قبول خوبی یہ کہ سب کو چھوڑ کر جن کا دامن پکڑا ان کے کلمات میں بھی **دع ما کدر** (گدلے کو چھوڑ دو۔ ت) پر عمل رہا۔ طُرفہ تر یہ کہ خود ان کی عبارتوں میں عقل ودانش وانصاف کو غور ونظر کی رخصت نہ دی، نہ احتمال واستدلال میں تمیز کی، ہاں طالب تحقیق وصاحب توفیق براہ انصاف وترک اختساب ادھر آئے کہ بعونہٖ تعالٰی رفع حجاب ودفع اضطراب وتنقیح جواب وتوضیح صواب کے دریا لہراتے پائے۔

فاقول: وبحول اللہ تعالٰی اصول تقریر جوابات سے پہلے مقدمات مفید دلائل تمہید والتوفیق من اللہ العزیز الحمید:

مقدمہ اولٰی: فصول سابقہ میں ثابت ہوا کہ اہلسنت کے نزدیک روح کے لیے فنا نہیں، موت سے روحوں کا مرجانا بد مذہبوں کا قول ہے۔ کتب عقائد مثل مقاصد ومواقف وطوالع، اور ان کی شروح غیرہا اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں، یہ مسئلہ بلکہ خود روح جسم کے علاوہ ایک شی ہونا ہی اگرچہ بنظر بعض الناس منجملہ نظریات تھا جس کے سبب امام اجل فخر الدین رازی کو تفسیر کبیر میں زیر کریمہ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ [1] اس پر سترہ ۱۷ حجج قاہرہ عـــہ کا قائم کرنا پڑا مگر قرآن وحدیث پر اتنے نصوص واضحہ قاطعہ عطا نہیں فرماتے جن کا حصر وشمار ہوسکے اور اب تو بحمداللہ تعالٰی یہ باتیں اہل اسلام میں بدیہات سے ہیں جان کا جاننا ہر ایک جان نہیں مگر انجان جان کا جانا جسم سے نکلنا ضرور جانتا ہے اور ساتھ ہی فاتحہ وخیرات وایصال ثواب حسنات وصدقات سے بتادیتا ہے کہ وہ روح کو باقی وبرقرار مانتا ہے تو موت حقیقتًا صفت بدن ہے نہ کہ وصفِ روح ولہٰذا علامہ الوجود مفتی ابوالسعود محمد نے تفسیرات ارشاد العقل السلیم میں زیر قول تعالٰی بل احیاء عند ربھم (بلکہ وہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں۔ ت) فرمایا:

فیه دلالة علی ان روح الانسان جسم لطیف لایفنی بخراب البدن ولایتوقف علیه ادراکه وتألمه والتذاذه [2]۔	اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کی روح ایک جسم لطیف ہے جو بدن کے ہلاک ہونے سے فنا نہیں ہوتی اور اس کا ادراک اور لذت والم پانا بدن پر موقوف نہیں۔ (ت)

عـــہ: ان میں بعض دلائل کا خلاصہ قریب آتا ہے جن سے موت بدن حیات روح بھی ثابت ۱۲منہ (م)

[1] القرآن ۱۵/۸۵

[2] ارشاد العقل السلیم تحت آیۂ مذکورہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۱۲

پھر بھی مجازاً روح مفارق عن البدن پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔ حدیث میں ہے:

اللھم رب الارواح الفانیة والاجساد البالیة [1] الحدیث و لفظه عند ابن السنی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا دخل الجبانة، یقول السلام علیکم ایتها الارواح الفانیة، والابدان البالیة والعظام النخرة التی خرجت من الدنیا وھی باللہ المؤمنة اللھم ادخل علیھم روحامنك وسلامامنا [2]۔	اے اللہ فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام کے رب، الحدیث۔ ابن السنی کے یہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روای ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: تم پر سلام ہو اے فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام اور گلی ہوئی ہڈیو! جو دنیا سے خدا پر ایمان کے ساتھ نکلے۔ اے اللہ! ان پر اپنی جانب سے اسائش اور ہماری طرف سے سلام پہنچا۔ (ت)

علامہ عزیزی اس حدیث کے نیچے سراج المنیر میں فرماتے ہیں: (الارواح الفانیة) ای الفسانی اجسادھا [3]۔ (ارواح فانی کا مطلب یہ ہے کہ جن کے جسم فانی ہیں۔ ت) علامہ زین العابدین مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں: یعنی الارواح التی اجسادھا فانیة ولا فالارواح لاتفنی [4] (یعنی وہ ارواح جن کے جسم فانی ہیں ورنہ ارواح تو فنا نہیں ہوتیں۔ ت) علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

قوله الفانیة ای الفانیة اجسادھا اذا الارواح لا تقضی ولذا اُتی بالجملة بعدھا مفسرة لذالك اعنی والابدان البالیة ای فی غیر نحو الشھداء [5]۔	اس قول "الفانیة" یعنی جن روحوں کے جسم فانی ہیں کیونکہ روحیں فنا نہیں ہوتی اس لیے اس کی تفسیر کرنیوالا جملہ بعد میں لائے۔ میری مراد، الابدان البالیہ (بوسیدہ اجسام) یعنی شہداء کے ماسوا اجسام بوسیدہ ہیں (ت)

---

[1] تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ کتاب الذکر والدعاء فصل ثالث دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳۲۸/۲

[2] کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول اذا خرج الی المقابر حدیث ۵۹۳ نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۱۹۸

[3] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث مذکورہ مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۱۲۵/۳

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث مذکورہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیۃ ۲۴۸/۲

[5] حواشی الحفنی علی ھامش السراج المنیر شرح الجامع الصغیر مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۱۲۵/۳

ان سب عبارات کا محصل یہ کہ روح پر اطلاق فانی باعتبار جسم واقع ہوا یعنی اے وہ روحو! جن کے بدن فنا ہو گئے تم پر سلام ہو۔ ورنہ خود روح کے لیے ہر گز فنا نہیں۔ ولہٰذا دوسرے فقرے میں اس کی تفسیر فرمادی کہ گلے ہوئے بدن یعنی عام لوگوں کے لیے کہ شہداء اور ان کے مثل خواص کے جسم پر بھی سلامت رہتے ہیں، اس کے بعد تیسیر وسراج المنیر دونوں میں ہے:

فیه ان الاموات یسمعون اذ لا یخاطب الامن یسمع [1]۔	یعنی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو کہ مردے سنتے ہیں خطاب اس سے کیا جاتا ہے جو سنتا ہو۔

احادیث نوع اول مقصد اول پر نظر تازہ کیجئے تو وہ ایک ساتھ ان کو مطالب کو ادا کر رہی ہیں کہ بدن وروح دونوں پر میّت کا اطلاق ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتی ہیں کہ حقیقت موت بدن کے لیے ہے روح اس سے پاک و مبرا ہے مثلاً حدیث پنجم میں ارشاد ہوا کہ جو شخص مردے کو نہلاتا کفناتا اٹھاتا دفناتا ہے مردہ اسے پہچانتا ہے پُر ظاہر کہ یہ افعال بدن پر وارد ہیں نہ کہ روح پر، اور پہچاننا کہ روح پر، اور پہچاننا کام روح کا ہے۔ اور جب وہ اپنے ادراک پر باقی ہے تو اسے موت کہا! موت کی چھوٹی بہن نیند میں تو پہچان رہتی نہیں، موت میں کیونکر رہتی یونہی حدیث ۶ و ۷ و احادیث ۱۰ تا ۱۵ وغیرہ سب اسی طرح ان جملہ مطالب کی معًا مودی ہیں کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) لاجرم شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:

موت بمعنی عدم حس وحرکت و عدم ادراک وشعور جسد را رومی دہد روح را اصلاً تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالاہم ہست وشعورے وادراکے کہ داشت حالاہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر پس ارواح را مطلقا خواہ روح شہید باشد یا روح عامہ مومنین یا روح کافر وفاسق بایں معنی مردہ نتواں گفت، مردگی صفتِ بدن است کہ شعور وادراک وحرکات وتصرفات کہ سبب تعلق روح باوی ازوی ظاہر می شدند حالا نمی شوند آری روح را بدو معنی موت لاحق می شود اول آنکہ از مفارقت بدن	موت کا یہ معنی کہ حس وحرکت ختم ہوجائے اور ادراک و شعور مفقود ہو جائے۔ صرف جسم کے لیے ہوتا ہے۔ اور روح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا، وہ جیسے پہلے حامل قوی تھی اب بھی ہے۔ پہلے جو شعور وادراک اسکے پاس تھا وہ اب بھی ہے بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے۔ تو اس معنی کرکے روح کو مردہ نہیں کہہ سکتے، مطلقاً خواہ شہید کی روح ہو یا عام مومن کی روح یا کافر فاسق کی روح موت بدن کی صفت ہے کہ روح کے تعقل کی وجہ سے جو شعور وادراک اور حرکات تصرفات بدن سے

[1] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر تحت آیہ مذکورہ مطبعۃ ازہریۃ مصریۃ مصر ۳/۱۲۵

از ترقی بازمی مانند۔ دوم بعضے تمتعات مثل اکل و شرب از دست اُمی روند لہذا اور نیز در شرع حکم بموت می فرمائید اما دریں امور فقط اما شہیدان راہ خدارا در حقیقت ایں دو معنی ہم نیست بلکہ ایشاں زندگان در حقیقت ایں دو معنٰی ہم نیست بلکہ ایشاں زندگانند دائما در ترقی و تمتعات جسدانیہ نیز از ایشاں موقوف نہ شدہ[1] اھ مختصرا۔	ظاہر ہوتے تھے اب نہیں ہوتے__ہاں روح کو دو معنی میں موت لاحق ہوتی ہے__ایک یہ کہ بدن سے جدا ہو جانے کے بعد اس کی ترقی رک جاتی ہے دوسرے یہ کہ کھانے پینے جیسی لذتیں اس کے قبضے سے نکل جاتی ہے۔ اس لیے کبھی شریعت میں اس کے لیے بھی موت کا حکم دیتے ہیں لیکن وہ بھی صرف ان باتوں میں__مگر خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لیے حقیقت میں یہ دونوں معنی بھی نہیں بلکہ یہ حضرات زندہ ہیں اور ان کی ترقی ہمیشہ جاری ہے۔ اور جسمانی لذتیں بھی ان سے موقوف نہیں الخ (ت)

اسی میں ہے:

جان آدمی ہر چند در شدائد و مصائب گرفتار شود بحفظ الٰہی محفوظ است شکستہ شدن وفنا پذیر فتن آں از محالات است ولہذا در حدیث شریف وارد است انما خلقتم لابد یعنی جان آدمی کہ در حقیقت ادمی عبارت از آنست ابدی است ہر گز فنا پذیر نیست، وآنچہ در عرف مشہور است کہ موت ہلاک جاں می کنہ محض مجاز است نہایت کا موت آن ست کہ جان از بدن جدا شود بدن بسبب نایافت مربی و محافظ از ہم باشد والا جان را فنا متصور نیست واثبات علم برزخ ومکان حشر ونشر مبنی برہمیں مسئلہ است[2] الخ۔	آدمی جس قدر بھی سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہو مگر اس کی روح خدا کی حفاظت کے باعث محفوظ ہے اس کا ٹوٹنا پھوٹنا اور فنا ہونا محال ہے۔ اس لیے حدیث میں آیا ہے: تم ہمیشہ کے لیے پیدا کئے گئے ہو__یعنی تمھاری جان اور روح__کہ حقیقت میں انسان اسی سے عبارت ہے__ابدی اور جاودانی ہے۔ وہ کبھی فنا نہیں ہونے والی۔ اور وہ جو عرف میں ہمیشہ میں مشہور ہے کہ موت جان کا ہلاک کر دیتی ہے محض مجاز ہے۔ موت کا زیادہ سے زیادہ اثر یہ ہے کہ جان بدن سے جدا ہوتی ہے اور بدن اپنے مربی ہے ومحافظ کو کھودینے کی وجہ سے بکھر کررہ جاتا ہے۔ ورنہ جان کے لئے فنا متصور نہیں، عالم برزخ اور امکان حشر ونشر کے اثبات کی بنیاد اسی مسئلہ پر ہے۔ الخ (ت)

بالجملہ موت بہ معنی حقیقی کہ بدن ہی کو عارض ہوتی ہے وہی ایسی چیز ہے کہ جسے لاحق ہو مہمل ومعطل و

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ سیقول آیت ولا تقولوا لمن یقتل الخ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۵۵۹

[2] تفسیر عزیزی پارہ عم سورہ الطارق آیت ولا تقولوا لمن یقتل الخ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۲۶

معرض فساد وملحق بالجماد کردے۔ موت مجازی کہ روح کے لیے ان سب آفات سے پاک ومبرا ہے۔ وللّٰه الحمد والحجة السامیه۔ **مقدمہ ثانیہ:** عاقل جانتا ہے کہ علم وادراک صفت جان پاک ہے نہ کہ وہ وصف مشتِ خاک، قال اللّٰه عزوجل:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ [1] على القول المختار ان المراد بالرؤية بحاسة البصر [2]۔	دل نے غلط نہ کہا اسے جو آنکھ نے دیکھا۔ یہ معنی قول مختار کی بنیاد پر ہے کہ یہاں رؤیت سے مراد حاسہ نگاہ سے دیکھنا ہے۔(ت)

تفسیر کبیر میں ہے:

ان الانسان شیئ واحد وذٰلك الشی هوالمبتلی بالتكاليف الالٰهية والامورالربانية وهو الموصوف بالسمع والبصر ومجموع البدن ليس كذٰلك وليس عضو من اعضاء البدن كذٰلك فالنفس شی مغائر لجملة البدن ومغائر الاجزاء البدن وهو موصوف بكل هذه الصفات [3]۔	انسان ایک شی واحد ہے۔ اسی شی کا تکلیفات شرعیہ اور احکام ربانیہ سے ابتلا ہے۔ وہی سننے دیکھنے سے متصف ہے۔ اور پورا بدن یہ صفت نہیں رکھتا، نہ ہی اعضائے بدن میں سے کوئی عضو اس وصف کا ہے۔ تو روح پورے بدن کے مغایر اور ہر جزو بدن کے مغایر ایک شے ہے۔ وہی ان تمام صفات سے متصف ہے۔(ت)

اس میں بعد اقامت حجج کے لکھتے ہیں:

فثبت بما ذکرنا ان النفس الانسانية شيئ واحد وثبت ان ذٰلك الشی هو المبصر والسامع والشام و الذائق واللامس والمتخيل والمتفكر والمتذكر و المشتهی والغاضب وهوالموصوف بجميع الادراك لكل المدركات وهو موصوف بجميع	یہاں مذکور سے ثابت ہوا کہ روح انسانی ایک شی واحد ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہی شی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے، چھونے، خیال کرنے، سوچنے، یاد کرنے، خواہش کرنے، غصہ کرنے والی ہے۔ وہی تمام ادراکات سے متصف ہے۔

---

[1] القرآن ۵۳/۱۱

[2] المصابیح المنیر کتاب الباء منشورات دارالہجرۃ قم ایران ۱/۷۴۲

[3] التفسیر الکبیر تحت ویسئلونک عن الروح المطبعۃ البہیۃ العربیۃ الازہر مصر ۲۱/۵۲

الافعال الاختیاریۃ والحرکات الارادیۃ[1]۔	اور وہ تمام افعال اختیاریہ اور حرکاتِ ارادیہ سے متصف ہے۔ (ت)

پھر فرمایا:

لما کانت النفس شیئاواحدا امتنع کون النفس عبارۃ عن البدن وکذا القوۃ السامعۃ وسائر القوی فانا نعلم بالضرورۃ انہ لیس فی البدن جز واحد ھو بعینہ موصوف بالابصار والسماع والفکر فثبت ان النفس الانسانیۃ شیئ واحد موصوف بجملۃ ھذہ الادراکات وثبت بالبداھۃ ان البدان و شیئامن اجزاء البدن لیس کذلک، ولنقرر ھذا البرھان بعبارۃ اخری فنقول نعلم بالضرورۃ انا اذا بصرنا شیئاعرفناہ واذا عرفناہ اشتھیناہ واذا اشتھیناہ حرکنا ابداننا الی القرب منہ فوجب القطع بان الذی البصر ھو الذی عرف ھو الذی اشتھی ھوالذی حرك[2] الی اٰخرما اطال اوطاب ھذا مختصر ملتقط۔	جب روح شی واحد ہے تو محال ہے کہ روح بدن سے یا قوت سامعہ یادیگر قوی سے عبارت ہو، اس لیے کہ ہمیں بدیہی طور پر معلوم ہے کہ بدن میں کوئی ایک خاص جز ایسا نہیں کہ وہی دیکھنے سننے اور فکر کرنے سے متصف ہو تو ثابت ہو کہ روح انسانی وہ شی واحد ہے جو ان تمام ادراکات سے متصف ہے ___ اور بدیہی طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ بدن اور اجزائے بدن میں کوئی جز ایسا نہیں۔ اس دلیل کی تقریر ہم دوسرے الفاظ میں یوں کرتے ہیں کہ دیہی طور پر ہم جانتے ہیں کہ جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کو پہچان لیتے ہیں اور جب اسے پہچان لیتے ہیں تو ہم اس کی خواہش کرتے ہیں اور جب اس کی خواہش کرتے ہیں تو اپنے بدن کو اس سے قریب ہونے کے لیے حرکت دیتے ہیں تو اس بات کا قطعی طور پر حکم کرنا ضروری ہے کہ جس نے دیکھا اس نے پہچانا، اسی نے خواہش کی اسی نے حرکت دی، امام رازی نے اس کی مزید تفصیل اور عمدہ تقریر فرمائی ہے یہاں اختیار کے ساتھ جگہ جگہ کی عبارتوں کا انتخاب نقل ہوا۔ (ت)

تفسیر عزیزی میں ہے:

جزواعظم جان است وشعور وادراک و تلذذ وتألم	جزوِ اعظم جان ہے، اور شعور وادراک اور احساس

[1] التفسیر الکبیر تحت یسئلونک عن الروح المطبعۃ البہیۃ العربیۃ بمیدان الازہر مصر ۲۱/۴۷

[2] التفسیر الکبیر تحت یسئلونک عن الروح المطبعۃ البہیۃ العربیۃ بمیدان الازہر مصر ۲۱/۴۸ و ۴۷

خاصہ اوست [1] اھ ملخصا۔	لذت والم اس کا خاصہ ہے اھ بتلخیص (ت)

اقول اس معنٰی پر شرع سے بھی دلائل قاطعہ قائم، قرآن عظیم واجماع عقلاء دو شاہد عدل ہیں کہ انسان سمیع وبصیر ہے۔

قال اللہ تعالٰی اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۲﴾ [2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک ہم نے آدمی کو ملے ہوئے نطفے سے پیدا کیا تاکہ اسے جانچیں، پھر ہم نے اسے سنتے دیکھنے والا بنادیا۔ (ت)

اور عقلاً ونقلاً بدیہات سے ہے کہ انسان کی انکھ، کان انسان نہیں تو یقینا ثابت کہ یہ جسے سمیع وبصیر فرمایا چشم وگوش نہیں اور باقی اعضاء کا سمع وبصر سے بے علاقہ ہونا واضح تر، تو وہ نہیں مگر روح۔ ولہٰذا قرآن مجید فرماتا ہے:

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَاۤ ۟ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ ۟ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ ۟ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ [3]۔	کیا ان کے پاس پاؤں جن سے وہ چلتے ہیں، یا ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، یا آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، یا کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں، (ت)

افعال وسمع وبصر کی اضافت صاحب جوارح کی طرف فرمائی اور جوارح پر بائے استعانت آئی، ثابت ہوا کہ فاعل وسامع وبصیر روح ہے۔ اور بدن صرف آلہ، اسی طرح تمام نصوص احوال برزخ کہ بعد فنائے بدن بقائے ادراکات پر شاہد ہیں جن سے جملہ کثیر فصول سابقہ میں گزرا سب سے ثابت کہ مدرک غیر بدن ہے۔ ہاں کبھی مجازاً بدن کی طرح بھی بوجہ آلیت نسبت ادراکات ہوتی ہے، **قال اللہ تعالٰی** وَّتَعِيَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾ [4] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اور کوئی سمجھ والا کان سے سمجھے۔ ت) معالم میں ہے: **قال قتادۃ اذن سمعت وعقلت ماسمعت** [5] (حضرت قتادہ نے فرمایا: کوئی کان جو سنے اور سنی ہوئی بات کو سمجھے۔ ت) مدارک میں ہے:

قال قتادہ اذن عقلت من اللہ تعالٰی و انتفعت بماسمعت [6]۔	حضرت قتادہ نے فرمایا: کوئی کان جس نے خدا تعالٰی سے کلام کو سمجھا اور سنی ہوئی بات سے فائدہ اٹھایا۔ (ت)

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ الطارق مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۲۶
[2] القرآن ۷۶ /۲
[3] القرآن ۷/ ۱۹۵
[4] القرآن ۶۹/ ۱۲
[5] معالم التنزیل علی ھامش تفسیر الخازن تحت آیہ مذکورہ مصطفی البابی مصر ۷/ ۱۴۳
[6] تفسیر النسفی المعروف بہ مدارک التنزیل تحت آیہ مذکورہ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۲۸۶

یہ بر تقدیر مجاز عقلی ہے اور محتمل کہ مجازی الطرف ہو یعنی روح پر اطلاق اذن کما فی قول تعالٰی قُلۡ اُذُنُ خَیۡرٍ لَّکُمۡ[1] (جیسا کہ اس ارشاد باری میں: فرماؤ تمھارے لیے وہ بھلائی کے کان ہیں۔ت) نعمائے جنت کی حدیث میں ہے: ما لا عین رأت ولااذن سمعت[2] (جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ت) صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم جب تاکید توثیق روایت چاہتے فرماتے: ابصرت عینای وسمع اذنای ووعاہ قلبی[3] (میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سُنا اور میرے دل نے اسے سمجھا۔ت) تفسیر کبیر میں ہے:

التحقیق ان الانسان جوھر واحد وھو الفعال وھو الدراك وھو المؤمن وھو الکافر وھو المطیع وھو العاصی، وھذہ الاعضاء اٰلات لہ وادوات لہ فی الفعل فاُضیف الفعل فی الظاھر الی الاٰیۃ وھو فی الحقیقۃ مضاف الی جوھر ذات الانسان[4]۔	تحقیق یہ ہے کہ انسان ایک جوہر ہے وہی کام کرنے والا ہے وہی سمجھنے والا ہے، وہی ایمان لانے والا ہے، وہی اطاعت کرنے والا ہے، وہی نافرمانی کرنے والا ہے۔ اور یہ اعضاء کام میں اس کے آلات واسباب ہیں تو ظاہر میں کام کی نسبت آلہ کی طرف کی گئی اور حقیقت میں وہ اسی جوہر ذات انسان کی طرف منسوب ہے۔(ت)

مقدمہ ثالثہ: جب باجماع اہل حق روح کے لیے موت نہیں، اور تمام کُتب عقائد میں تصریح اور شرح مقاصد کی عبارت فصل دوم نوع اول مقصد سوم میں گزری کہ اہل سنت کے نزدیک جسم شرط حیات نہیں، معتزلہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ادراکات تابع حیات ہیں کما نص علی فی شرح طوالع الانوار للعلامۃ التفتازانی وللاصفھانی وشرح المواقف للسید الجرجانی (جیسا کہ علامہ تفتازانی واصفہانی کی شروح طوالع الانوار اور سید شریف جُرجانی کی شرح مواقف میں اس کی تصریح ہے۔ت) ولہٰذا ہمارے نزدیک روح موت سے متغیر نہیں ہوتی اس کے کلام وادراک بدستور رہتے ہیں جس کا بیان شافی درجہ کافی فصل مذکور میں مسطور، تو روح بعد دفن فتنہ وسوال یا نعیم ونکال، کسی امر میں ہر گز اعادہ حیات کی محتاج نہیں کہ حیات وادراکات اس سے جدا ہی کب ہوئے تھے، ہاں بدن ضرور محتاج ہے۔ وجہ یہ کہ اہل سنت کے نزدیک قبر کی تنعیم یا معاذاللہ

---

[1] القرآن ۹/۶۱

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ دار الفکر بیروت ۲/ ۳۱۳

[3] صحیح مسلم باب الضیافۃ ونحوھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۱۔۸۰

[4] التفسیر الکبیر سورہ انفال تحت ایۃ ذلک بما قدمت ایدیکم مطبعہ بہیہ مصریہ مصر ۱۵/ ۱۷۹

عذاب جو کچھ ہے روح وجسم دونوں پر ہے۔امام جلیل جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں:

عذاب القبر محله الروح والبدن جمیعا باتفاق اهل السنة وکذا القول فی التنعیم [1]۔	باتفاق اہل سنت عذاب قبر اور اسائش قبر کا محل روح اور بدن دونوں میں ہیں،(ت)

اور اس پر شرع مطہرہ سے نصوص کثیرہ وشہیرہ متواتر دال ہیں جن کے استقصا کی طرف راہ نہیں،اسی کتاب کی احادیث مذکورہ میں بکثرت اس کے دلائل ہیں کما تری،اسی طرح سوال نکیرین بھی روح وبدن دونوں سے ہے۔شرح فقہ کبر میں ہے:

لیس السوال فی البرزخ للروح وحدها کما قال ابن حزم وغیره منه قول من قال انه للبدن بلاروح والاحادیث الصحیحة ترد الاقولین [2]۔	برزخ میں تنہا روح سے سوال نہیں جیسے ابن حزم وغیرہ کا قول ہے اور اس سے زیادہ فاسد اس کا قول ہے جو کہتا ہے کہ سوال صرف بدن بے روح سے ہے۔ صحیح احادیث دونوں قولوں کی تردید فرماتی ہیں۔(ت)

اور جماد میں حیث ہو جماد سے سوال یا اسے لذت،خواہ الم کا ایصال،بداہۃً محال،لاجرم وقت سوال بدن کو ایک نوع حیات کی عود سے چارہ نہیں،اگرچہ ہم اس کی کیفیت جزمًا نہ جانیں،امام اجل ابوالبرکات نسفی عمدۃ الکلام میں فرماتے ہیں:

عذاب القبر للکفار ولبعض العصاة من المؤمنین والانعام لاهل الطاعة، باعادة الحیاة فی الجسد وان توقفنا فی اعادة الروح حق [3]۔	کفار اور بعض گنہگار مومنین کے لیے عذاب قبر اور اہل طاعت کے لیے اسائش وانعام حق ہے اس طرح کہ جسم میں زندگی لوٹادی جائے اگرچہ روح کے لوٹانے میں ہمیں توقف ہو۔(ت)

امام الائمہ مالک الازمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

سوال منکر ونکیر فی القبر حق واعادة الروح الی العبد فی قبر حق [4]۔	قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے،اور قبر میں بندے کی طرف روح کا اعادہ حق ہے۔(ت)

---

[1] شرح الصدور باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷۶

[2] شرح فقہ الاکبر تعلق الروح بالبدن علی خمسۃ انواع مطبع قیومی کانپور بھارت ص ۱۵۴

[3] عمدۃ الکلام للنسفی

[4] فقہ اکبر ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور ص ۱۸

اسی کی شرح منح الروض میں ہے:

(اعادۃ الروح) ای ردھا وتعلقھا (الی العبد) ای جسدہ بجمیع اجزائہ او ببعضھا مجتمعۃ او متفرقۃ (فی قبرہ حق) والواو لمجرد الجمعیۃ فلا ینافی ان السوال بعد اعادۃ الروح وکمال الحال[1]۔	(روح کا اعادہ) یعنی اسے لوٹانا اور اس کا تعلق ہونا (بندے کی طرف) یعنی اس کے بدن کی طرف، جو اپنے تمام اجزاء کے ساتھ ہو یا بعض کے ساتھ ہو یہ مجتمع ہوں یا منتشر ہوں (اس کی قبر کے اندر حق ہے) اور "واو" محض جمیعت کے لئے ہوتا ہے تو اس کے منافی نہیں کہ سوال روح لوٹانے اور حالت کامل ہوجانے کے بعد ہوگا۔ (ت)

اسی میں ہے:

اعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالٰی یخلق فی المیّت نوع حیاۃ فی القبر قدر مایتألم ویتلذذ ولکن اختلفوا فی انہ ھل یعاد الروح الیہ والمنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ التوقف الا ان کلامہ ھنا یدل علی اعادۃ الروح اذ جواب الملکین فعل اختیاری فلا یتصور بدون الروح وقیل قد یتصور[2] الخ	جان لو کہ اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالٰی میّت کے اندر قبر میں ایک طرح کی زندگی پیدا کردیتا ہے۔ اتنی کہ وہ لذت والم کا احساس کرے، مگر اس میں ان کا اختلاف ہے، کہ اس کی جانب روح لوٹائی جاتی ہے یا نہیں، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول یہ ہے کہ توقف کیا جائے۔ مگر یہاں پر ان کا کلام اعادہ روح پر دال ہےاس لیے کہ نکیرین کا جواب ایک فعل اختیاری ہے تو وہ بغیر روح کے متصور نہیں اور کہا گیا کہ متصور ہے۔ (ت)

امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الحق ان المیّت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یحس الالم والبدنیۃ لیست بشرط عند اھل السنۃ حتی لوکان متفرق الاجزاء بحیث لاتتمیز الاجزاء بل ھی مختلطۃ بالتراب فعذب جعلت الحیاۃ	حق یہ ہے کہ قبر میں عذاب دئے جانے والے مردے کے اندر اتنی زندگی رکھی جاتی ہے کہ وہ الم کا احساس کرے اور یہ بدن اس کے لئے شرط نہیں یہاں تک کہ اگر اس کے اجزاء اس طرح بکھر چکے ہوں کہ امتیاز نہ ہوسکے بلکہ مٹی سے خلط ملط ہو گئے ہوں پھر عذاب دیا جائے

[1] شرح فقہ اکبر تحت عبارت مذکورہ مطبع قیومی کانپور بھارت ص ۱۲۱

[2] شرح فقہ اکبر تحت عبارت مابعد مطبع قیومی کانپور بھارت ص ۱۲۲

عربی متن	ترجمہ
فی تلك الاجزاء الّتی لایاخذھا البصروان الله علی ذٰلك لقدیر والخلاف فیه ان کان بناۤء علی انکار عذاب القبر امکن والا یتصور من عاقل القول بلاعذاب مع عدم الاحساس[1]۔	تو حیات ان ہی اجزاء میں کردی جائے گی جو نظر نہیں آتے اور بلا شبہہ اللہ اس پر قادر ہے۔ اس سے اختلاف اگر عذاب قبر سے انکار کی بناپر ہو تو ہو سکتا ہے ورنہ کسی عاقل سے متصور نہیں کہ وہ اس کا قائل ہو کہ بغیر احساس کے عذاب ہوگا۔ (ت)

پھر روح کی نسبت تو اوپر واضح ہوچکا کہ اس کی حیات مستمرہ غیر منقطعہ ہے۔ مگر بدن کے لیے بعد عود بھی استمرار ضروری نہیں کہ وہ ایک تعلق خاص بمقصد خاص ہوتا ہے جس کے انصرام پر اس کا انقطاع بجا ہے۔

امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح البخاری میں بجواب معتزلہ دلائل اثبات عذاب قبر میں فرماتے ہیں:

عربی متن	ترجمہ
لنا اٰیات احدٰھا قوله تعالٰی النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا، فھو صریح فی التعذیب الموت الثانیة قوله تعالٰی ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فان الله تعالٰی ذکر الموتة مرتین وھما لا تتحققان الا ان یکون فی القبر حیاۃ وموت حتی تکون احدی الموتتین ما یتحصل عقیب الحیاۃ فی الدنیا والاخری مایتحصل عقیب الحیاۃ التی فی القبر[2]۔	ہماری دلیل میں متعدد آیتیں ہیں ایک باری تعالٰی کا یہ ارشاد "وہ (فرعون اور اس کے ساتھی) صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں" یہ بعد موت عذاب دئے جانے کے بارے میں صریح ہے دوسری آیت، ارشاد باری: "اے ہمارے رب! تو نے دوبار ہمیں موت دی اور دوبار حیات دی" اللہ تعالٰی نے دوبار موت کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ اسی وقت ہوگا جب قبر میں موت وحیات ہو کہ ایک موت تو وہ ہے جو دنیا کی زندگی کے بعد ہوتی ہے اور دوسری وہ جو قبر والی زندگی کے بعد ہوتی ہے۔ (ت)

شرح الصدور میں بدائع سے ہے:

عربی متن	ترجمہ
نقلت من خط القاضی ابی یعلی فی تعالیقه لابد من انقطاع عذاب القبر لانه من عذاب الدنیا والدنیا وما فیھا منقطع فلابد ان	قاضی ابویعلی کی قلمی تحریر جو ان کی تعلیقات میں ہے، اس سے میں نے نقل کیا ہے کہ عذاب قبر کا منقطع ہونا ضروری ہے اس لیے کہ وہ عذاب دنیا کی جنس سے ہے

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب والقتل نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۶۰

[2] عمدۃ القاری شرح بخاری باب المیّت یسمع خفق النعال ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر ۸/۱۴۶۔۱۴۵

یلحقهم الفناء والبلاء لایعرف مقدار مدۃ ذٰلك [1]۔	اور دنیا اور دنیا کے اندر جو کچھ ہے سب منقطع ہے تو انھیں فنا اور بوسیدگی لاحق ہونا ضروری ہے اور اس مدت کی مقدار معلوم نہیں (ت)

پھر فرمایا:

قلت ویؤید هذا ما اخرجه هناد بن السری فی الزهد عن مجاهد قال للکفار هجعة یجدون فیها طعام النوم حتی یوم القیامة فاذا صیح باهل القبور یقول الکافر یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا فیقول المؤمن الی جنبیه هذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون [2]۔	میں نے کہا: اس کی مؤید وہ ہے جو ہناد بن سری نے زہد میں امام مجاہد سے روایت کیا، فرمایا کفار کیلئے ایک خوابیدگی ہوگی جس میں نیند کا مزہ پائیں گے قیامت تک جب قبر والوں کو پکارا جائے گا کافر بولے گا: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اٹھایا تو اس کے پہلو سے مومن بولے گا: یہی وہ جس کا رحمٰن نے وعدہ دیا اور رسولوں نے سچ فرمایا۔ (ت)

مقدمہ رابعہ: سمع وبصر لغۃً وعرفاً ادراک الوان واضواء واصوات بحاسہ چشم وگوش کا نام ہے۔ قاموس میں ہے: **السمع حس الاذن** [3] (سماعت کان کی حس کا نام ہے۔ت) اسی میں ہے: "**البصر محرکة حس العین**" [4] (بصر___ صاد کی حرکت کے ساتھ___ آنکھ کے احساس کا نام ہے۔ت) اسی طرح تاج العروس میں محکم سے ہے۔ صحاح جوہری ومختار رازی میں ہے: **البصر حاسة الرئویة** [5] (بصر حاسہ رؤیت ہے۔ت) المصباح المنیر میں ہے: **البصر النور الذی تدرك به الجارحة** [6] (بصر وہ نور ہے جس سے عضو کو ادراک ہوتا ہے۔ت) اسی میں ہے: **ورأیت الشیئ رؤیت بحاسة البصر** [7] (میں نے شیئ کو دیکھا یعنی میں نے اسے حاسہ بصر سے دیکھا) اسی معنی پر مواقف وشرح مواقف میں فرمایا **انما یحصل الادراك السمعی بوصل الهواء الی الصماخ** [8] (سمعی ادراک

---

[1] شرح الصدور آخر باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷٦
[2] شرح الصدور آخر باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷٦
[3] لقاموس المحیط باب العین فصل السین مصطفی البابی مصر ۳/۴۱
[4] القاموس المحیط باب الراء فصل الباء مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۷
[5] الصحاح للجوہری تحت لفظ "بصر" دار العلم للملایین بیروت ۲/۵۹۱
[6] المصباح المنیر کتاب الباء منشورات دار الہجرۃ قم ایران ۱/۵۰
[7] المصباح المنیر کتاب الراء منشورات دار الہجرۃ قم ایران ۱/ ۲۴۷
[8] شرح المواقف المرصد الخامس فی النظر منشورات الشریف الرضی ایران ۱/۲۰۱

کان کے سوراخ تک ہوا پہنچنے سے ہوتا ہے۔ت) اور شارح نے مباحث نظر میں ذکر کیا:

الادراك بالبصر يتوقف على امور ثلثة مواجهة البصر [عہ۱] وتقليب الحدقة نحوه طلبا لرؤيته [عہ۲] و	نگاہ سے ادراک تین امور پر موقوف ہے: نظر کا رو برو ہونا، آنکھ کی پتلی کو اس کی جانب اسے دیکھنے کی طلب

عہ۱: ای للمبصر نفسه اوشجه المنطبع فی نحو مرأة على القول بالانطباع امر على القول بخروج الشعاع فمقابلة المبصر حاصلة فی الوجهين لاجل الانعكاس اقول وميل ائمتنا الفقهاء الى القول بالانطباع هو ان يقولو اكون الابصاربه، وبذالك بانهم صرحوا ان الرجل اذا رأى فرج امرأة وهی فی الماء تثبت حرمة المصاهرة، ولو رأى فرجها فی الماء لامنه وهی خارجة لم تثبت لانه على الاول رأى فرجها وعلى الثانی انما رأى شجه لانفسه كما فی الخانية وغيرها، فلو قالوا بالانعكاس لكان راى نفس الفرج فی الصورتين، "فليحفظ" فانی لم ار من نبه على ثم رأيت المحقق نبه على فی فتح القدير ولله الحمد ۱۲منه (م)

یعنی نگاہ کا خود مرئی کے سامنے ہونا یا اس کی مثال کہ جو آئینہ وغیرہ میں منطبع ہو یہ اس قول پر کہ آئینہ میں شیئ کی صورت مطبع ہوتی ہے او شعاع بصری نکلنے والے قول پر تو مرئی کا سامنا انعکاس کی وجہ سے دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔ اقول ہمارے ائمہ فقہا کا میلان قول انطباع کی طرف ہے کہ رؤیت انطباع سے واقع ہوتی ہے۔ وہ میلان یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ جب عورت پانی کے اندر ہو اور کوئی مرد اس کی شرمگاہ دیکھے تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، اور جب عورت پانی سے باہر ہے اور مرد نے پانی سے نہیں بلکہ پانی میں اس کی شرمگاہ دیکھی تو حرمت نہ ثابت ہوگی، اس لیے کہ پہلی صورت میں اس نے خود شرمگاہ دیکھی اور دوسری صورت میں خود شرمگاہ نہیں بلکہ اس کی مثال دیکھی، جیسا کہ خانیہ وغیرہ میں ہے ___ تو یہ فقہاء اگر انعکاس کے قائل ہوتے تو خود شرمگاہ کی رؤیت دونوں صورت میں قرار پاتی، اسے یاد رکھنا چاہئے اس لیے کہ اس پر تنبیہ میں نے کہیں نہ دیکھی ___ پھر حضرت محقق کو دیکھا کہ انھوں نے فتح القدیر میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اور حمد اللہ ہی کے لئے ہے ۱۲منہ (ت)

عہ۲: **اقول**: قيد الطلب خرج وفاق فليس من شرط الرؤية طلبها والمراد بالازالة العدم اصليا او طارى بافعل الرائى اوغيره ۱۲منه (م)

اقول: طلب کی قید اتفاقی ہے اس لئے کہ دیکھنے کی طلب شرط نہیں، اور ازالہ سے مراد یہ ہے کہ پردہ نہ ہو خواہ سرے سے نہ رہا ہو یا بعد میں دیکھنے والے یا کسی اور کے عمل سے زائل ہوگیا ہو ۱۲منہ (ت)

ازالۃ الغشاوۃ المانعہ من الابصار [1]۔	میں گردش دینا، دیکھنے سے مانع پردہ کا ازالہ (ت)

اور اس کا اطلاق بے واسطہ جوارح وآلات ادراک تام جزئیات مذکورہ خواہ غیر مذکورہ بروجہ جزئی مخصوص پر بھی کیا جاتا ہے، یہاں نہ مدرک بالفتح میں صورت ولون وضو کی تخصیص ہے نہ مدرک بالکسر میں آلات جسمانیہ کی قید، روز قیامت مومنین اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے اور اس کا کلام سُنیں گے اور وہ اور اس کی صفات اعراض سے پاک ہیں، اور مولٰی عزوجل سمیع وبصیر علی الاطلاق ہے اور آلات وجوارح سے منزہ، مصباح میں ہے: **سمع اللّٰہ قولك علمہ** [2] (خدانے تیری بات سنی یعنی اسے جانا۔ت) مجمع البحار میں ہے:

البصیر تعالٰی یشاھد الاشیاء ظاھرھا وخافیھا من غیر جارحۃ، والبصر فی حقہ تعالٰی عبارۃ عن صفۃ ینکشف بھا کمال نعوت المبصرات [3]۔	خدائے بصیر بغیر کسی عضو کے اشیاء کا مشاہدہ فرماتا ہے ان کے ظاہر کا بھی اور باطن کا بھی، اور باری تعالٰی کے حق میں بصر ایک ایسی صفت سے عبارت ہے جس سے مرئیات کی صفات کا کامل طور پر منکشف ہوجاتی ہیں۔(ت)

منح الروض میں ہے:

السمع صفۃ تتعلق بالمسموعات، والبصر صفۃ تتعلق بالمبصرات فیدرك ادراکا تاما لاعلٰی سبیل التخیل والتوھم ولاعلی طریق تاثیر حاسۃ ووصول ھواء [4]۔	سمع ایک صفت ہے جس کا تعلق مسموعات سے ہے اور بصر ایک صفت ہے جس کا تعلق مبصرات سے ہے تو اسے ادراک تام ہوتا ہے مگر خیال ووہم کے طور پر نہیں، نہ ہی حاسہ کی تاثیر اور ہوا پہنچنے کے طور پر۔(ت)

اسی اطلاق پر مواقف وشرح میں فرمایا:

الثانیۃ شبھۃ المقابلۃ وھی ان شرط الرؤیۃ، کما علم بالضرورۃ من التجربۃ، المقابلۃ او مافی حکمھا نحوالمرئی فی المرأۃ وانھا، مستحیلۃ فی حق اللّٰہ تعالٰی لتنزھہ عن المکان	دوسرا شبہہ مقابلہ کا ہے۔ وہ یہ کہ رؤیت کی شرط یہ ہے کہ مرئی مقابل ہو جیسا کہ بداہت تجربہ سے معلوم ہے، یا مقابلہ کے حکم میں ہو، جیسے وہ جو آئینے میں نظر آتا ہے۔ اور مقابل ہونا اللہ تعالٰی کے حق میں محال ہے۔

---

[1] شرح المواقف المرصد الخامس فی النظر منشورات الشریف الرضی ایران ۱/۲۰۱
[2] مصباح المنیر تحت لفظ سمع منشورات دارالہجرۃ قم ایران ۱/ ۲۸۹
[3] مجمع البحار باب الباء مع الصاد مطبع عالی منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۹۶
[4] شرح فقہ الاکبر شرح الصفات الذاتیہ مصطفی البابی مصر ص ۱۹۔ ۱۸

والجھة والجواب منع الاشتراط[1]۔	اس لیے کہ وہ جہت اور مکان سے پاک ہے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مقابلہ کا شرط رؤیت ہونا ہم نہیں مانتے۔ (ت)

امام نسفی مصنف کافی مذکور نے عمدۃ الکلام میں فرمایا:

ماقالوا من اشتراط المقابلة وغیرہ یبطل برؤیة اللہ تعالٰی ایانا[2]۔	یہ جو کہا گیا کہ رویت کے لئے مقابلہ وغیرہ شرط ہے۔ اس دلیل سے باطل ہے کہ خدائے تعالٰی ہمیں دیکھتا ہے اور مقابلہ وغیرہ بالکل نہیں۔ (ت)

روح ملاصق بالبدن کا سمع وبصر بروجہ اول ہے اور مفاق کا از قبیل دوم،

کل ذٰلك علی الاغلب و الافربما یحس الملاصق بنورہ کما فی کشوف الاولیاء والمفارق بالاٰلات الباقیة الدائمة کما فی الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام، ومعنی المفارقة فیھم طریان الفراق اٰنی تحقیقاللوعد الربانی۔	یہ سب حکم اکثری ہے ورنہ بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ بدن سے متعلق روح اپنے نور کے ذریعہ احساس کرتی ہے جیسا کہ اولیاء کرام کے کشف میں ہوتا ہے۔ اور بدن سے مفارق روح ان آلات کے ذریعہ احساس کرتی ہے جو باقی ودائم ہوتے ہیں جیسے حضرات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے احساسات میں ہوتا ہے، اور ان کے حق میں بدن سے روح کی مفارقت کا معنی، بس ایک آن کے لئے جدائی کا طاری ہونا تاکہ وعدہ الٰہیہ (ہر نفس کے لئے موت) کا تحقیق ہوجائے۔ (ت)

اور اس معنی سے انکار کی منکران سماع موتٰی کو بھی گنجائش نہیں کہ آخر رؤیت جنت و نار ونعیم وعذاب وسماع وکلام ملائکہ ماننے سے چارہ کہا، اور جب جسم معطل اور آلات مختل تو یہی ظاہر وعیاں، وسیأتی تفصیله عنقریب انشاء القریب (ان شاء اللہ اس کی تفصیل عنقریب آئیگی۔ ت) اور یہاں ایک تیسرے معنی مجازی اور ہیں یعنی رائی ومرئی وسامع ومسموع میں بروجہ آلیت واسطہ ہونا اور صور جزئیہ کا مدرک تک پہنچانا یہ اس وقت مراد ہوتے ہیں جب سمع وبصر بدن کی طرف مضاف ہو، کما بیناہ فی المقدمة الثانیة (جیسا کہ دوسرے مقدمہ میں ہم نے اسے بیان کیا۔ ت) خواہ بروجہ اثبات، اور یہ ظاہر ہے خواہ بہ ضمن سلب جہاں سلب مقتصر نا مستمر ہے لتضمنه الاثبات کما لایخفی (اس لئے کہ وہ اثبات کو متضمن ہے جیسا کہ واضح ہے۔ ت)

مقدمہ خامسہ: قرآن واحادیث نصوصِ شرعیہ ومحاورات عرفیہ سب میں انسان طرف صفات روح وجسم

---

[1] شرح المواقف المرصد الخامس المقصد الاول منشورات الشریف الرضی، قم ایران ۱۳۹/۸

[2] عمدۃ الکلام للنسفی

دونوں نسبت کی جاتی ہیں۔

قال اللہ تعالٰی وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۚ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۱۳﴾ "الٰی قولہ سبحانہ" فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ﴿۱۴﴾ [1] وقال عزوجل وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ [2] وقال تبارك اسمه. اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ [3] وقال جل جلاله. یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّى [4] الاٰیة۔	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا فرمایا، پھر اسے ایک عزت والی قرار گاہ میں ٹھہرایا، تاارشاد باری تعالٰی: توبڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا، اور فرماتا ہے: یاد کروجب تمھارے رب نے فرشتہ سے فرمایا: بیشک میں بدبودار گارے کی بجتی ہوئی مٹی سے انسان بنانے والا ہوں توجب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی معزز روح پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدہ میں گر جانا، اور فرماتا ہے: بیشک ہم نے ان کو چپکتی ہوئی مٹی سے بنایا۔ اور فرماتا ہے: اگر تمھیں بعث سے متعلق کچھ شک ہے تو بیشک ہم نے تم کو مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر خون بستہ سے پھر پارہ گوشت سے، مکمل اور نامکمل تاکہ تم پر ہم روشن کردیں، اور جسے چاہیں ایک مقررہ میعاد تک رحموں میں ٹھہرائیں۔ الآیۃ (ت)

پر ظاہر کہ کھنکھناتی چپکتی خمیر کی ہوئی مٹی، پھر پانی کے قطرے، پھر خون کی بوند، پھر گوشت کے لوتھڑے سے بننا رحم میں ایک مدتِ معین تک ٹھہرنا ٹھیک ہونے کے بعد اس میں روح کا پھونکا جانا یہ سب احوال واطوار[عـــه] بدن کے ہیں۔ اور انسان کی طرف نسبت فرمائی۔

وقال عزمجدہ وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ﴿۷۲﴾ [5] و	خدائے عزوجل فرماتا ہے: اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا

عـــه: خصوصًا اخیر کہ غیر بدن کے لیے کسی طرح محتمل نہیں ۱۲منہ (م)

[1] القرآن ۲۳/ ۱۲و۱۳و۱۴
[2] القرآن ۱۵/ ۲۸و۲۹
[3] القرآن ۳۷/ ۱۱
[4] القرآن ۲۲/ ۵
[5] القرآن ۳۳/ ۷۲

قال تعالٰی و شانہ اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَهٗ ؕ﴿۳﴾ بَلٰى قٰدِرِيۡنَ عَلٰٓى اَنۡ نُّسَوِّىَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ بَلۡ يُرِيۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِيَفۡجُرَ اَمَامَهٗ ۚ﴿۵﴾ يَسۡـَٔلُ اَيَّانَ يَوۡمُ الۡقِيٰمَةِ ؕ﴿۶﴾ "الی قولہ جل ذکرہ "يَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَئِذٍ اَيۡنَ الۡمَفَرُّ ﴿۱۰﴾"[1] الی قول جلت عظمتہ "يُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴿۱۳﴾ بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰى نَفۡسِهٖ بَصِيۡرَةٌ ۙ﴿۱۴﴾ وَّلَوۡ اَلۡقٰى مَعَاذِيۡرَهٗ ﴿۱۵﴾"[2]۔	بڑا نادان ہے، اور فرماتا ہے: کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے، کیوں نہیں، ہم قادر ہیں کہ اس کے پور برابر کردیں، بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اس کے آگے بے حکمی کرے، پوچھتا ہے کب ہے قیامت کا دن (تا ارشاد:) انسان کہتا ہے اس دن مفر کہاں (تا ارشاد ربانی:) اس دن انسان کو بتادیا جائے گا جو اس نے آگے کیا اور پیچھے کیا، بلکہ انسان اپنے نفس کو خوب دیکھنے والا ہے اگرچہ اپنے عذر سامنے لائے۔ (ت)

واضح ہے کہ تکالیف شرعیہ سے مخاطب ہونا اور ظلم و جہل وحسبان وارادہ سوال وکلام واعلام ومعرفت ومعذرت یہ سب صفات وافعال روح سے ہیں یونہی فجور بھی۔

قال عزمجدہ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰٮهَا ۙ﴿۷﴾ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰٮهَا ﴿۸﴾[3]۔	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا، پھر اس کے دل میں اس کی نافرمانی اور پرہیزگاری ڈالی۔

انھیں بھی انسان کی جانب اضافت فرمایا بلکہ ایک ہی آیت میں دونوں قسم کے امور اس کے لیے مذکور۔

قال عزشانہ اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اَمۡشَاجٍ ۖ نَّبۡتَلِيۡهِ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِيۡعًۢا بَصِيۡرًا ﴿۲﴾[4]۔	باری تعالٰی فرماتا ہے: بے شک ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے بنایا کہ اسے آزمائیں، پھر ہم نے اسے سننے والا دیکھنے والا بنایا۔

مردوزن کے ملے ہوئے نطفے سے بدن بنا اور تکلیف وآزمائش روح کی ہے اور وہی شنوا وبینا۔

قال تعالٰی ذکرہ، اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِىَ خَلۡقَهٗ ؕ[5] الاٰیۃ۔	ارشاد باری تعالٰی ہے: اور کیا انسان نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ کُھلا جھگڑنے والا ہے اور اس نے ہمارے لئے مثل بنائی اور اپنی تخلیق کو بھول گیا۔ (ت)

[1] القرآن ۷۵/ ۳تا ۱۰

[2] القرآن ۷۵/ ۱۳تا ۱۵

[3] القرآن ۹۱/ ۷، ۸

[4] القرآن ۷۶/ ۲

[5] القرآن ۳۶/ ۷۷، ۷۸

رویت وعلم، شانِ روح ہے اور نطفے سے پیدائش بدن کی، پھر خصومت ومثل زنی ونسیان احوال روح اور ضمیر اخیر نے پھر تخلیق نطفہ سے جانب بدن مراجعت کی۔ یہی سب محاورات عرف عام میں شائع، اب چار حال سے خالی نہیں، یا تو انسان محض بدن ہے یا مجروح روح یا ہر ایک یا مجموع، احتمال ثالث تو بداہۃً مدفوع، ہر عاقل جانتا ہے کہ اس کے بنی نوع کا ہر فرد اور وہ خود ایک انسان ہے۔ نہ یہ کہ ہر شخص میں دو انسان ہوں یا ایک روح ایک بدن۔ ولہذا اس کی طرف کسی کا ذہاب معلوم نہیں ثلثہ باقیہ مذاہب معروفہ ہیں، اول اکثر متکلمین کا خیال ہے اور ثانی امام رازی وغیرہ کا مفاد مقال اور ثالث خود انھیں امام جلیل ودیگر اجلہ اکابر کا ارشاد جمیل۔ تفسیر کبیر میں ہے:

اما القائلون بان الانسان عبارۃ عن ھذہ البنیۃ المخصوصۃ وعن ھذا الجسم المحسوس فھم جمہور المتکلمین، وھذا القول عندنا باطل (وذکر علی حججان الی ان قال) الحجۃ الخامسۃ ان الانسان قد یکون حیا حال مایکون البدن میّتا والدلیل قولہ تعالٰی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء فھذا النص صریح فی ان اولٰئك المقتولین احیاء والحس یدل علی ان ھذا الجسد میّت، الحجۃ السادسۃ قول تعالٰی النار یعرضون علیھا وقولہ اغرقوا فادخلوا نارا، وقول علیہ الصلٰوۃ والسلام من حفرالنار، کل ھذہ النصوص تدل علی ان الانسان یبقی بعد موت الجسد، الحجۃ السابعہ قول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اذاحمل المیّت علی بعشہ رفرف روحہ فوق النعش ویقول یا اھلی یا ولدی (الحدیث) ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرح	اس مخصوص ساخت اور اس محسوس جسم کو انسان بتانے والے جمہور متکلمین ہیں اور یہ قول ہمارے نزدیک باطل ہے (اس پر دلائل ذکر کئے، یہاں تک کہ فرمایا:) **پانچویں دلیل** یہ ہے کہ انسان کبھی زندہ ہوتا ہے جبکہ بدن مردہ ہوتا ہے اور اس کی دلیل یہ ارشاد باری ہے کہ انھیں جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہر گز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں، یہ صریح نص ہے کہ وہ شہید زندہ ہیں، اور احساس یہ بتاتا ہے کہ بدن مردہ ہے ___ **چھٹی دلیل**: باری تعالٰی کا ارشاد: فرعون اور اس کے ساتھی آگ پر پیش کیے جاتے ہیں، اور یہ ارشاد: وہ غرق کیے گئے پھر آگ میں ڈالے گئے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گھڑا ہے۔ یہ تمام نصوص اس پر دلیل ہیں کہ انسان بدن کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے ___ **ساتویں دلیل**: رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد: جب میّت کو اس کی چارپائی پر اٹھایا جاتا ہے اس کی روح جنازے کے اوپر پھڑ پھڑاتی ہے اور کہتی ہے اے میرے لوگو! اے میری اولاد! (الحدیث) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صراحت فرمادی

بان حال مایکون الجسد علی النعش بقی هناك شیئی ینادی ویقول جمعت المال من حله وغیر حله، ومعلوم ان الذی کان الاهل اهلاله وکان جامعا للمال وبقی فی رقبته الوبال لیس الا ذٰلك الانسان، فهذا تصریح بان فی الوقت الذی کان الجسد میّتا کان الانسان حیاباقیا فاهما، الحجة الثامنة قول تعالٰی یایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة والخطاب انماهو حال الموت فدل ان الذی یرجع الی الله بعد موت الجسد یکون حیا راضیا ولیس الا الانسن فهٰذا یدل ان الانسان بقی حیا بعد موت الجسد، الحجة العاشرة جمیع فرق الدنیا من الهند والروم والعرب والعجم وجمیع ارباب الملل والنحل من الیهود والنصارٰی والمجوس والمسلمین یتصدقون عن موتاهم ویدعون لهم بالخیر ویذهبون الی زیارتهم، ولولا انهم بعد موت الجسد بقوا احیاء لکان التصدق والدعاء والزیارة عبثا، فیدل ان فطرتهم الاصلیة شاهدة بان الانسان لایموت بل یموت الجسد، والحجة السابعة عشرة ان الانسان یجب ان یکون عالما، والعلم لایحصل الاّ فی القلب فیلزم ان یکون الانسان عبارة عن الشیئ الموجود فی القلب اوشیئ له

کہ جس وقت بدن چارپائی پر ہوتا ہے اس وقت ایک شی باقی رہتی ہے جو ندادیتی ہے اور کہتی ہے: میں نے مال جائز وناجائز طریقوں سے جمع کیا، اور معلوم ہوا کہ اہل جس کے اہل تھے، اور جو مال جمع کرنے والا تھا اور جس کی گردن پر وبال رہ گیا وہ نہیں مگر وہ انسان ___ تو یہ اس بات کی تصریح ہے کہ جس وقت بدن مردہ ہے اسی وقت انسان زندہ، باقی اور سمجھنے والا ہے ___ **آٹھویں دلیل:** اللہ تعالٰی کا ارشاد: اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حالت میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ___ یہ خطاب بعد موت ہی ہے، تو معلوم ہوا کہ بدن موت کے بعد جو اللہ کی طرف لوٹنے والا ہے وہ زندہ، راضی ہوتا ہے، اور وہ انسان ہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان جسم کی موت کے بعد بھی زندہ رہا ___ **دسویں دلیل:** ہندوستان، روم، عرب، عجم کے رہنے والے تمام اہل عالم اور یہود، نصارٰی، مجوس، مسلمان تمام ادیان ومذاہب والے اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں۔ ان کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور ان کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، اگر وہ جسم کی موت کے بعد زندہ نہ رہتے تو صدقہ، دعا اور زیارت ایک عبث اور بے فائدہ کام ہوتا ___ اس میں دلیل ہے کہ ان کی اصل فطرت اس پر شاہد ہے کہ انسان نہیں مرتا بلکہ جسم مرتا ہے ___ **سترھویں دلیل:** ضروری ہے کہ انسان علم رکھنے والا ہو، اور علم کا حصول قلب ہی میں ہوتا ہے، تو لازم ہے کہ انسان اس شے سے عبارت ہو جو قلب میں موجود ہے یا اس شیئ سے جو قلب سے

تعلق باقلب [1] اھ ملتقطاً ملخصاً۔	متعلق ہے (ختم، تلخیص اور متعدد جگھوں سے اقتباس کے ساتھ)۔(ت)

امام الطریقۃ بحر الحقیقۃ سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحات مکیہ شریف میں فرماتے ہیں:

لیس فی العلوم اصعب تصورا من ھذہ المسئلۃ فان الارواح طاھرۃ بحکم الاصل والاجسام وقواھا کذٰلك طاھرۃ بما فطرت علیه من تسبیح خالقها وتوحیدہ ثم باجتماع الجسم والروح حدث اسم الانسان وتعلق به التکالیف وظھر منه الطاعات والمخالفات [2] الخ۔	علوم میں اس مسئلہ سے زیادہ عسیر الفہم کوئی نہیں، اس لیے کہ ارواح بحکم اصل پاک ہیں، اسی طرح اجسام اور ان کے قوی اپنے خالق کی تسبیح وتوحید کی جس فطرت پر پیدا ہوئے ہیں، پاک ہیں، پھر جسم اور روح کے ملاپ سے نامِ انسان رونما ہوا، اس سے تکلیفات و احکام وابستہ ہوئے اور اس سے فرمانبرداری وخلاف ورزی ظہور پذیر ہوئی۔(ت)

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر میں امام ابوطاہر رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں:

الانسان عند اھل البصائر ھذا المجموع من الجسد والروح بما فیه من المعانی [3]۔	ارباب بصیرت کے نزدیک انسان جسم وروح کا یہ مجموعہ ہے ان تمام معانی کے ساتھ جو اس میں ہیں۔(ت)

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی فی سورۃ النحل خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝ [4] فرماتے ہیں:

اعلم ان الانسان مرکب من بدن ونفس فقوله تعالٰی (خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ) اشارۃ الی الاستدلال ببدنه علی وجود	معلوم ہو کہ انسان بدن اور روح سے مرکب ہے، تو ارشاد باری تعالٰی (انسان کو نطفے سے پیدا کیا) بدنِ انسان سے صانع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب

---

[1] التفسیر الکبیر تحت آیہ ویسئلونک الطبعۃ البہیۃ العربیۃ بمیدان جامع الازہر مصر ۲۱/۴۰ تا ۴۳

[2] الیواقیت والجواہر المبحث السادس والستون مصطفٰی البابی مصر ۲/۱۵۰

[3] الیواقیت والجواہر بحوالہ شیخ محی الدین مصطفٰی البابی مصر ۲/۱۵۴

[4] القرآن ۱۶/۴

الصانع الحکیم وقول تعالٰی (فَاِذَاهُوَخَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ) اشارۃ الی الاستدلال باحوال نفسہ علی وجود الصانع الحکیم [1] الخ	اشارہ ہے۔اور ارشاد باری (پھر جبھی وہ کھلا جھگڑنے والا ہے) روح انسان کے احوال سے صائع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب اشارہ ہے۔الخ (ت)

اقول: وباللّٰہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) آیات کریمہ قرآن اعظم ومحاورات عامہ شائعہ تمام عالم کے ملاحظہ سے بنگاہ اولین ذہین میں منقش ہوتا ہے کہ جسے انسان کہتے ہیں اور زید عمرو اعلام یا من وتو ضمائر یا این وآن اسمائے اشارہ سے تعبیر کرتے ہیں، اس میں روح وبدن دونوں ملحوظ ہیں، ایک یکسر معزول ہو ایسا ہر گز نہیں، اب خواہ یوں ہو کہ ہر ایک نسخ حقیقت انسانی میں داخل وجزوِ حقیقی ہو یا یوں کہ ایک سے تجوہر حقیقت اور دوسرے کو معیت وشرطیت مگر ساتھ ہی عقل ونقل کی طرف نظر کیجئے تو ان کا اجماع واطباق دیکھتے ہیں کہ انسان ایک شیئ مدرک عاقل فاہم مرید مکلّف من اللہ تعالٰی ہے، اور یہ صفات اس کے لیے حقیۃً ثابت ہیں کہ نہ موصوف بالذات کوئی شیئ غیر ہو اور اس کی طرف بالتبع بالعرض نسبت کئے جاتے ہوں، اس بیّن وواضح امر کی طرف التفات کرتے ہیں منجلی ہوگیا کہ جس طرح قولین اولین میں تجرد ومحض بہ معنی بشرط لاشیئ مراد لینا کسی عاقل سے معقول نہیں، اگر ہے تو لابشرط، اور یہ معنی منقول نہیں کہ روح بدن میں کوئی لحاظ سے بلکل معزول نہیں، اور قول اول تو اس کا قابل نہیں کہ انسان عاقل ہے اور ابدان ذوی العقول نہیں، انسان مالک ومتصرف ہے بدن کی طرح آلہ ومعمول نہیں، یوں ہی یہ بھی روشن ہوگیا کہ قول اخیر میں مجموع سے مراد بشرط شیئ ہے نہ ترکب نفس حقیقت، ورنہ انسان عاقل ومدرک نہ رہے کہ مجموع مدرک ونامدرک نامدرک ہے اور لازم آئے کہ آیات ومحاورات عامہ خواہ مدنیات ہوں جن میں موصوف بصفات جسم کو انسان کہا گیا یا روحیات جن میں صفات نفس سے انسان کو متصف کیا۔ خواہ جامعات جن میں دونوں کو اجتماع دیا سب یکسر حقیقت سے معزول اور مجاز پر محمول ہوں کہ اب انسان نہ روح نہ بدن بلکہ شی ثالث ہے، لاجرم مجموع کا محمل اول مراد نہیں ہوسکتا۔

ومن الدلیل علیہ قول الامام ابی طاھر "بما فیہ من المعانی" فما کان لعا قل ان یتوھم دخول الاعراض فی قوام جوھر وانما المراد الدخول فی اللحاظ وکذا تنصیص الامام الرازی علی الترکیب مع اعطائہ مرارا	اس کی ایک دلیل امام ابو طاہر کے یہ الفاظ ہیں (ان تمام معانی کے ساتھ جو اس میں ہیں) کہ اسے کوئی عاقل یہ وہم نہیں کرسکتا کہ اعراض ایک جوہر کی حقیقت میں داخل ہیں مراد صرف لحاظ میں داخل ہونا ہے، اسی طرح مرکب ہونے پر امام رازی کی تصریح، جب کہ ان کے کلام سے

[1] التفسیر الکبیر تحت آئیہ مذکورہ مطبعۃ بہیۃ مصریۃ بمیدان الازہر مصر ۱۹/ ۲۲۴

کثیرۃ ان الانسان ھو الروح۔	بہت سی جگہ مستفاد ہے کہ انسان __ وہی انسان روح ہے (ت)

رہا محمل دوم اس میں بھی دو احتمال ہیں قوام روح سے ہو اور بدن شرط یعنی انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہو یا بالعکس یعنی بدن متعلق بالروح کا ثانی بھی اس مقدمہ مذکورہ واضحہ سے مدفوع کہ انسان عاقل مخاطب بالاصالۃ ہے، نہ بالتبع، تو بفضل اللہ تعالٰی عرش تحقیق مستقر ہوگیا کہ مختار و منصور وہی قولِ اخیر بایں معنی و تفسیر ہے۔ اور قول ثانی بھی اس سے بعید نہیں کہ جب قوام جوہر میں صرف روح ہے انسان روح ہی کا نام ہوا بلحاظ تعلق ہونا اسے روح ہونے سے خارج نہیں کرتا، نہ ان عبارات میں لحاظ تعلق سے قطع نظر مذکور، تو اس کا اسی قول منصور کی طرف ارجاع میسور، ولہٰذا امام اجل فخر الدین رازی نے بآنکہ بار بار روح ہی کے انسان ہونے پر تسجیل و تنقیح فرمائی، خود ہی انسان کے روح وبدن سے مرکب ہونے کی تصریح فرمائی، اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں جہاں وہ عبارت لکھی کہ جان آدمی کہ در حقیقت آدمی عبارت ازان است (آدمی کی جان کہ حقیقت میں آدمی اس سے عبارت ہے۔ ت) وہیں اس کی شرح یوں ارشاد کی:

تفصیل این اجمال آنکہ آدمی مرکب از دو چیز است جان و بدن جزوِ اعظم جان است کہ تبدل وتغیر دراں راہ نمی یابد وبدون بمنزلہ لباس است کہ اختلاف بسیار دروے راہ می یابد [1] اھ مختصرًا	اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی دو چیزوں سے مرکب ہے، جان اور بدن __ جزوِ اعظم جان ہے جس میں تبدل و تغیر کو راہ نہیں __ اور بدن بمنزلہ لباس ہے کہ اس میں بہت تبدیلی ہوا کرتی ہے اھ مختصرًا (ت)

پھر روح کا بدن سے تعلق چار قسم ہے: ایک تعلق دنیوی بحالِ بیداری، دوسرا بحالِ خواب کہ من وجہ متعلق من وجہ مفارق، تیسرا برزخی، چوتھا اُخروی۔

وجعلھا فی شرح الصدور عن ابن القیم خمسۃ قال للروح بالبدن خمسۃ انواع من التعلق متغائرۃ، الاول فی بطن الام، الثانی بعد الولادۃ، الثالث فی حال النوم فلھا بہ تعلق من وجہ و مفارقۃ من وجہ۔ الرابع فی البرزخ فانھا و ان کانت قد فارقتہ بالموت فانھا لم تفارق فراقا کلیا بحیث لم یبق لھا الیہ التفات،	اور شرح الصدور میں ابن قیم کے حوالہ سے پانچ قسم قرار دی __ عبارت یہ ہے: بدن سے روح کے پانچ الگ الگ قسم کے تعلق ہیں __ پہلا شکم مادر ہیں __ دوسرا بعد ولادت __ تیسرا حالتِ خواب میں کہ ایک طرح سے روح بدن سے متعلق ہے اور دوسری طرح سے جدا ہے، چوتھا برزخ ہے __ کہ روح موت کے باعث اگرچہ بدن سے جدا ہو چکی ہے مگر بالکل جدا نہیں ہوئی ہے کہ

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ الطارق مسلم بک ڈپو، لال کنواں دہلی ص ۲۲۶

الخامس تعلقها به یوم البعث وھو اکمل انواع التعلقات ولانسبة لماقبله الیه اذ لایقبل البدن موہ موتا ولانوما ولا فسادا [1] اھ وتبعه القاری فی منح الروض،

بدن کی طرف اسے کوئی نہ رہ گیا ہو ــــ پانچواں روزِ بعث کا تعلق۔ وہ سب سے زیادہ کامل تعلق ہے جس سے ماقبل کے تعلقات کو کوئی نسبت نہیں، اس لئے کہ اس تعلق کے ساتھ بدن، موت، خواب اور فساد تغیر قبول نہیں کرتا اھ اور منح الروض میں علامہ قاری نے بھی اسی اتباع کیا ــــ

اقول: الکلام فی الانواع المتغائرۃ ولا یظھر للتعلق الرحمی تغایر مع الذی بعد الولادۃ فان کلیھما تعلق الاتصال المحض والتدبیر والتصرف الناقص بخلاف النومی فلایتمخض للاتصال، والبرزخی فلیس مع ذٰلك تعلق التدبیر و الاُخروی فلانقص فیه اصل فیتحصل التقسیم ھکذا التعلق اما متمحض للاتصال اولا الاول ان کمل بحیث لایقبل الفراق فاخروی ، والا فدنیوی ، یقظی، والثانی ان کان تعلق تدبیر فنومی اولا فبرزخی فان قیل لیس یستعمل الجنین الاته وجوارحه فی الاعمال و الادراك مثل المولود قلت لایستعملها المولود من ساعته کالفطیم ولا الفطیم کالیافع ولا الیافع کمن بلغ اشدہ ولا کمثله الشیخ الھرم ثم الفانی ، فلیجعل عامة ذلك تعلقات متغائرۃ فافھم۔ [2]

اقول: گفتگو الگ الگ اور جداگانہ تعلقات کے بارے میں ہے ــــ جب کہ شکمِ مادر والے تعلق کی، بعد ولادت والے تعلق سے کوئی مغایرت ظاہر نہیں ــــ اس لئے کہ دونوں صورتوں میں خالص اتصال اور تدبیر وتصرف کا ناقص تعلق ہے۔ اس کے برخلاف حالت خواب کے تعلق میں خالص اتصال نہیں۔ من وجہ فراق بھی ہے۔ اور برزخ والے تعلق میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ تدبیر کا تعلق نہیں ــــ اور آخرت والے تعلق میں بالکل کوئی نقص نہیں ــــ تو تقسیم اس طرح حاصل ہوگی، تعلق یا تو خالص اتصال رکھتا ہے یا نہیں ــــ **اوّل** اگر ایسا کامل ہے کہ جدائی قبول نہ کرے تو اُخروی ــــ ورنہ دنیوی جو بیداری میں ہو ــــ اور ثانی اگر تدبیر کا تعلق ہے تو خواب والا ہے اور تدبیر والا نہیں تو برزخی ہے ــــ اگر یہ اعتراض ہو کہ شکم کا بچہ افعال اور ادراک میں اپنے آلات وجوارح کو پیدا شدہ بچے کی طرح استعمال نہیں کرتا (اس فرق کی وجہ سے دونوں کو دو شمار کیا گیا) ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اس وقت مولود بچہ بھی اپنے اعضاء وجوارح کو اس بچے کی طرح استعمال نہیں کرتا جو دودھ چھوڑ چکا ہو، اور دودھ چھوڑنے والا نوجوان یا قریب البلوغ کی طرح اور

[1] شرح الصدور باب مقر الارواح خلاف اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۰۰

[2] الیواقیت والجواہر المبحث السادس والستون الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۵۴

	یہ بھرپور جوانی والے کی طرح استعمال نہیں کرتا، نہ ہی اس کی طرح بہت بوڑھا، پھر مزید بڑھاپے سے فنا کو پہنچ جانے والا شخص استعمال کرتا ہے__ تو چاہئے کہ ان سب کو جداگانہ ومتغائر تعلقات قرار دیا جائے__ تو اسے سمجھو۔ (ت)

ان میں جس طرح اعلٰی واکمل تعلق اخروی ہے جس کے بعد فراق کا احتمال ہی نہیں، یوں ہی ادون واقل تعلق برزخی ہے کہ باوصف فراق ایک اتصال معنوی ہے مگر قرآن عظیم وحدیث کریم کے نصوص قاطعہ شاہد عدل ہیں کہ اس قدر تعلق بھی بقائے انسانیت کے لئے بس ہے__ بدیۃً معلوم کہ قبر تنعیم یا معاذاللہ تعذیب جو کچھ اسی انسان ہی کے واسطے ہے جو اپنی حیات دینوی حیات دنیوی میں مومن ومطیع یا معاذاللہ کافر وعاصی تھا، نہ یہ کہ طاعت وایمان تو انسان نے کئے اور نعمت مل رہی ہے کسی غیر انسان کو یا کافر وعصیان انسان سے ہوئے اور عذاب ہوتا ہو کسی غیر انسان پر، اسی طرح وہ تمام حجج واضحہ جو ابھی تفسیر کبیر سے بعد موت وبقاوحیات انسان پر گزریں مع اپنے نظائر کثیرہ کی اس مدعا کی کفیل ہیں تو ثابت ہوا کہ حقیقت انسانیہ میں جو تعلق ملحوظ ہے مطلق ومرسل ہے کسی وقت کا ہو۔

اماما قال الامام ابوطاھر بعدما اسلفنا نقلہ من انہ اذا بطلت صورۃ جسدہ بالموت وزالت عنہ المعانی بقبض روحہ لایسمی انسانا فاذا جمعت ھذہ الاشیاء الیہ بالاعادۃ ثانیا کان ھو ذٰلك الانسان بعنیہ الا تری ان الجسد الفارغ من الروح والمعانی یسمی شبحا و جثۃ ولایسمی انسانا وکذلك الروح المجرد لایسمی انسانا[1] الخ **فاقول:** لیس یرید رحمہ اللہ تعالٰی ان الانسان یبطل بالموت وان الذی فی البرزخ من لدن الموت	رہا وہ جو امام طاہر نے سابقا نقل شدہ عبارت کے بعد فرمایا کہ: جب موت سے آدمی کے جسم کی صورت باطل ہو جاتی ہے اور روح قبض ہو جانے کی وجہ سے معانی اس سے زائل ہو جاتے ہیں تو اسے انسان نہیں کہا جاتا۔ پھر جب دوبارہ یہ چیزیں اس کے ساتھ جمع کردی جاتی ہیں تو بعینہٖ وہی انسان ہو جاتا ہے۔ دیکھو کہ روح اور معانی سے خالی جسم کو شبح اور جثہ، ڈھانچہ اور لاشہ کہا جاتا ہے، انسان نہیں کہا جاتا، اس طرح مجرد روح کو انسان نہیں کہا جاتا الخ **فاقول:** (میں کہتا ہوں۔ ت) امام موصوف رحمہ اللہ تعالٰی کی مراد یہ نہیں کہ انسان موت سے نیست ونابود ہو جاتا ہے اور عالم برزخ میں ازدمِ موت

[1] الیواقیت والجواہر المبحث السادس والستون مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۵۴

الٰی حین البعث لیس بانسان، ومعاذاللہ ان یریدہ وھو وقول اھل البدع ومصادم للقواطع وکیف یجوز ان لایکون الروح البرزخی المتصل بالبدن اتصالا فی فراق انسانا، ومعلوم قطعا ان الانسان ھوالذی کان امر وکفر واحسن وفجر وبدیھی ان غیر الانسان غیر الانسان افینعھم من لم یعلم ویعذب من لم یعص واللہ تعالٰی یقول عنھم یٰوَیۡلَنَا مَنۡۢ بَعَثَنَا مِنۡ مَّرۡقَدِنَا[1] فافادان المبعوثین فی الحشرھم الراقدون فی القبر ومعلوم ان المحشورین فی العقبٰی ھم الکاینون فی الدنیا فالانسان ھو ھو فی الدور الثلث لم یزل عن انسانیة ولم ینسلخ عن حقیقة، وقال تعالٰی اَلنَّارُ یُعۡرَضُوۡنَ عَلَیۡہَا[2] وانما اعاد الضمیر الی الناس المذکورین فھم المعروضون علی النار لا غیر ھم وقال تعالٰی قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَکۡفَرَہٗ ﴿۱۷﴾[3] الی قولہ عزوجل ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقۡبَرَہٗ ﴿۲۱﴾[4] فالاقبار بعد الاماتة وقد ارجع الکنایة فیہ الی

تا وقت بَعث جو ہوتا ہے وہ انسان نہیں ___ اللہ کی پناہ کہ یہ ان کی مراد ہو ___ جب کہ یہ بد مذہبوں کا قول ہے اور قطعی دلائل سے متصادم ہے ___ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ روح برزخی انسان نہ ہو جو بدن سے فراق کے ساتھ ایک اتصال بھی رکھتی ہے ___ اور یہ قطعاً معلوم ہے کہ انسان وہی ہے جس سے ایمان و کفر اور نیکی و بدی کا صدور ہوا ___ اور بدیہی ہے کہ غیر انسان، غیر انسان ہے تو کیا انعام اسے ہوتا ہے جس نے عمل نہ کیا، اور عذاب اسے ہوتا ہے جس نے معصیت نہ کی؟ ___ حالانکہ اللہ تعالٰی ان کے متعلق بیان فرماتا ہے کہ وہی کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہماری خواب گاہ سے ہمیں اٹھایا، اس سے افادہ ہوا کہ حشر میں جو اٹھائے جانے والے ہیں وہی قبر میں سونے والے ہیں ___ اور معلوم ہوا کہ آخرت میں جو اٹھائے جائیں گے وہ وہی ہیں جو دنیا میں تھے ___ تو انسان تینوں مقامات میں وہی انسان ہے۔ کسی وقت میں وہ انسانیت سے جدا اور اپنی حقیقت سے خارج نہ ہوا ___ اور باری تعالٰی فرماتا ہے: وہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں ___ ضمیر ان ہی لوگوں کی طرف لوٹائی جو مذکور ہوئے تو آگ پر پیش کیے جانے والے وہی ہیں، غیر نہیں۔ اور ارشاد باری ہے: انسان مارا جائے کتنا بڑا ناشکرا ہے (تا ارشاد باری:) پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھا ___ تو قبر میں رکھنا موت دینے کے بعد ہوا، اور ضمیر

---

[1] القرآن ۵۲/۳۶

[2] القرآن ۴۶/۴۰

[3] القرآن ۱۷/۸۰

[4] لقرآن ۲۱/۸۰

الانسان فثبت ان المیّت المقبور لیس الا انسانا، وبالجملة ففی الدلائل علی هذا کثرة لامطمع فی احاطها، وانما اراد التنبیه علی ان الانسان لیس بمعزول اللحاظ عن شیئ من الروح و البدن فالجسد اذا ابطلت صورته بالموت وزالت عنه المعانی لخروج الروح عنه لایسمی ذلك لجسد الفارغ انسانا وقد کان یسمی قبله عرفا لمکان الاتصال کما سیأتی وکذا الروح المجرد من حیث هو مجرد لایسمی انسانا و انما الانسان المجموع اعنی الروح الملحوظ بلحاظ الاتصال اعم ان یکون دنیویا او اخرویا اوبرزخیا هکذا ینبغی ان یفهم هذا المقام، والله سبحانه ولی الانعام۔	اس میں بھی انسان ہی کی طرف لوٹائی تو ثابت ہوا کہ میّت جو قبر میں ہوتا ہے وہ انسان ہی ہے۔ بالجملہ دلائل اس بارے میں بہت ہیں جن کا احاطہ کرنے کی طمع نہیں۔ امام موصوف نے بس اس بات پر تنبیہ فرمانا چاہا ہے کہ روح اور بدن دونوں میں کسی سے بھی انسان لحاظ میں جدا نہیں۔ تو جسم کی صورت جب موت کی وجہ سے باطل ہوجائے اور اس سے روح نکل جانے کے باعث معانی اس سے زائل ہوجائیں تو اس خالی جسم کو انسان نہیں کہا جاتا، جبکہ اس سے پہلے عرفاً کہا جاتا تھا کیونکہ اتصال تھا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اسی طرح روح بھی مجرد کو، اس حقیقت سے کہ وہ مجرد ہے انسان نہیں کہا جاتا۔ انسان تو مجموع روح وبدن ہے۔ یعنی وہ روح جس کے ساتھ بدن سے اتصال کا لحاظ ملحوظ ہے خواہ وہ اتصال دنیوی ہو یا اخروی یا برزخی۔ اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہئے، اور خداء پاک ہی مالک انعام ہے (ت)

یہ تحقیق حقیقت ومصداق انسان میں کلام تھا اب آیات ومحاورات مذکورہ کی طرف چلئے جب انسان و روح ہر ایک کا انسان جداگانہ ہونا بداہۃً باطل ہوچکا، تو اب اقوال ثلاثہ سے کوئی قول لیجئے آیات ومحاورات بدنیہ وروحیہ سے ایک میں تجوز اور جامعہ میں استخدام ماننے سے گریز نہ ہوگی کما لایخفی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نہ مفسرین ان میں کہیں استخدام [عہ] مانتے ہیں

عــه: بل قال بعض العلماء ان الاستخدام بهذا المعنی لم یقع فی القرآن العظیم اصلانقله الامام السیوطی فی الاتقان، قال وقد استخرجت بفکری اٰیات وذکر ثلثا الاولٰی "اتی امر الله فلاتستعجلوه"	[اصطلاح بلاغت میں استخدام یہ ہے کہ کسی لفظ کے متعدد معنی ہوں اور ایک جگہ لفظ یا اس کی ضمیر سے ایک معنی مراد لیا جائے اور وہی دوسری جگہ ضمیر سے دوسرا معنٰی مراد لیا جائے ۱۲منہ مترجم] بلکہ بعض علماء نے فرمایا: استخدام اس معنی میں قرآن عظیم میں بلکل کہیں وارد نہیں، (باقی اگلے صفحہ پر)

نہ اہل عرف ان میں کسی کلام کو حقیقت سے جدا جانتے ہیں تو بوجہ شدت اختلاط گویا روح وبدن شیئ واحد ہیں بلکہ روح خفی ونظری ہے اور بدن محسوس مرئی اور اشراق شمس روح نے بدن پر حیات کی شعاعیں ڈال کر اسے اپنے رنگ میں رنگ لیا، جس طرح دہکتے کوئلے کو کہ اس کے ہر ذرے میں آگ کی سرایت نے انا النار کہنے کا مستحق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

امر الله محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم، کما اخرج ابن مردویة من طریق الضحاك عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما والضمیر له مراد به قیام الساعة او العذاب، والثانیة "ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین" المراد به آدم، ثم اعاد الضمیر علیه مراد به ولده فقال: "ثم جعلنه نطفة" قال وهی اظهرها، والثالثة لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم"، ثم قال قد سألها قوم من قبلکم ای اشیاء اُخر هذا ملخص کلام السیوطی۔

اقول: وقد استخرجت مثالین اٰخرین الاول قوله عزوجل احصنت فرجها فنفخنا فیه "الفرج فرج المرأة والضمیر للفرج بمعنی فرج الجیب علی ماعلیه المحققون والاٰخر ذکرته فی رسالتی الزلال الاتقٰی من بحر سبقة الاتقی التی ذکرت فیها تفسیر قوله عزوجل وسیجنبها الاتقی ۱۲منه (م)

اسے امام سیوطی نے اتقان میں نقل فرمایا وہ فرماتے ہیں میں نے اپنی فکر سے چندآیات میں استخدام نکالا ہے، تین آیتیں ذکر فرمائیں، ایک (اللہ کا امر آیا تو اس کی جلدی نہ مچاؤ) اللہ کا امر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جیسا کہ ابن مردویہ نے بطریق ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اس کی ضمیر سے ("جو اس کی جلدی نہ مچاؤ" میں ہے) قیام قیامت یا عذاب مراد ہے ___ دوسری: ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ انسان سے مراد حضرت آدم ہیں۔ پھر ہم نے اسے نطفہ کیا، یہاں انسان کی طرف راجع ضمیر "اسے" سے مراد اولاد آدم ہے، فرمایا: یہ سب سے زیادہ ظاہر ہے ___ تیسری: ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمھیں بری لگیں۔ پھر ارشاد ہوا تم سے پہلے کچھ لوگوں نے انھیں پوچھا ___ یعنی کچھ دوسری چیزوں کو پوچھا ___ یہ امام سیوطی کے کلام کی تلخیص ہے۔

اقول: میں نے دو مثالیں اور نکالیں ہیں اول: ارشاد باری عزوجل مریم نے اپنی شرمگاہ محفوظ رکھی تو ہم نے اس میں پھونک ماری، شرمگاہ سے مراد شرمگاہ زن، اور اس کی ضمیر سے مراد چاک گریبان، اس قول کی بنیاد پر جو محققین کا مختار ہے ___ یہ دوسری مثال میں نے اپنے رسالہ "الزلال الانقٰی من بحر سبقة الاتقی" (۱۳۱۴ھ) میں ذکر کی ہے جس میں میں نے ارشاد باری عزوجل "وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی" کی تفسیر بیان کی ہے۔ (ت)

کر دیا اب اسے آگ ہی کہا جاتا ہے، یونہی جسم کو انا الانسان کا دعوی پہنچتا ہے۔ ہم سنتا، دیکھتا، بولتا، چلتا، پھرتا کام کرتا بدن ہی دیکھتے ہیں حالانکہ مدرک و فاعل روح ہے اور بدن آلہ، لہٰذا بدن پر اطلاق انسان حقیقت عرفیہ عــہ قرار پایا اور وہی تمام صفات وافعال کا منسوب الیہ ٹھہرا اور قرآن عظیم بھی مطابقت عرف پر اترا،

قال تعالٰی اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾[1]۔	باری تعالٰی فرماتا ہے: بے شک وہ حق ہے اس کے مثل جو تم بولتے ہو۔ (ت)

اب نہ تجوز ہے نہ استخدام، نظیر اس کی "رأیت زیدًا" ہے زید را دیدم، زید کو دیکھا، حالانکہ زید اگرچہ اس سے بدن ہی مراد لیجئے ہر گز ہمیں مرئی نہیں، مرئی صرف رنگ و سطح بالائی ہے اور وہ قطعاً نہ روح زید ہے نہ بدن، مگر شدت اتصال کی باعث اسے رؤیت زید کہتے ہیں اور ہر گز اس میں تجوز و مخالفت حقیقت کا توہم بھی نہیں کرتے یہاں تک کہ اگر کوئی زید کے رنگ و سطح کو یونہی دیکھے اور قسم کھائے میں زید کو نہ دیکھا قطعاً کاذب سمجھا جائے گا، لاجرم تفسیر کبیر میں روح کے غیر جسم ہونے پر کلام واسع ومشبع لکھ کر فرماتے ہیں:

اعلم ان اکثر العارفین المکاشفین من اصحاب الریاضات وارباب المکاشفات والمشاهدات مصرون علی هذ القول جاز مون بهذا المذهب. واحتج المنکرون بقوله تعالٰی من ای شیئ خلقه من نطفة خلقه هذا تصریح بان الانسان مخلوق من نطفة وانه یموت ویدخل القبر ولو لم یکن عبارة عن هذه الجثة لم تکن الاحوال المذکورة صحیحة والجواب انه لما کان الانسان فی العرف والظاهر عبارة عن هذه الجثة اطلق علیه اسم الانسان فی العرف[2] اھ مختصرًا	معلوم ہوا کہ اہل ریاضت اور ارباب کشف ومشاہدہ میں سے اکثر عرفاء مکاشفین اس قول پر اصرار اور اس مذہب پر جزم رکھتے ہیں__ اور منکرین نے باری تعالٰی کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے اسے کس چیز سے پیدا کیا، نطفہ سے، یہ اس بات کی تصریح ہے کہ انسان نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے اور وہی مرنے والا اور قبر میں جانے والا ہے، اگر انسان جسم وجُثہ سے عبارت نہ ہو تو مذکورہ احوال صحیح نہ ہوں گے، جواب یہ ہے کہ نہ عرف اور ظاہر میں انسان اس بدن سے عبارت تھا تو عرفاً اس پر لفظِ انسان اطلاق ہوا۔ (ختم باختصار)

عــہ: عرف تو عرف اس شدت اختلاط وعدم تمایز بحد اتحاد نے سفہائے فلاسفہ کو دھوکا دیا جو ہمیشہ تدقیق کے نام پر جان دیتے اور فضول تعمقات کو تحقیق جانتے ہیں۔ وہ بھی کہاں، خاص مقام تحدید میں انسان کی تعریف کر بیٹھے حیوان ناطق، حالانکہ حیوانیت بدن کے لئے ہے کہ وہی جسم نامی اور ناطق ومدرک روح، بلکہ خود حیوان ہی کی تعریف میں خلط ہے، جسم نامی متحرک بدن ہے اور حساس ومدید روح ۱۲منہ (م)

---

[1] القرآن ۲۳/۵۱

[2] تفسیر کبیر زیر آیہ ویسئلونک عن الروح مطبعۃ بہیہ مصریہ بمیدان الجامع الازہر مصر ۲۱/۵۳۔ ۵۲

اقول: وھذا الجواب احسن مما قدم قبلہ حیث قال، فان قالوا ھذہ الاٰیۃ حجۃ علیکم لانہ تعالٰی قال "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ" وکلمۃ من للتبعیض وھذا یدل علی ان الانسان بعض من ابعاض الطین، قلنا کلمۃ "من" اصلھا لابتداء الغایۃ کقولك خرجت من البصرۃ الی الکوفۃ فقولہ تعالٰی ولقد خلقنا الانسان من سلٰلۃ من طین، یقتضی ان یکون ابتداء تخلیق الانسان حاصلا من ھذہ السلالۃ ونحن نقول بموجبہ لانہ تعالٰی یسوی المزاج اولا ثم ینفخ فیہ الروح فیکون ابتداء تخلیقہ من السلالۃ [1] اھ قلت وقد یستأنس لہ بقولہ تعالٰی وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ [2]، فافھم۔	اقول یہ جواب اس سے بہتر ہے جو اس سے پہلے ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ کہیں کہ یہ آیت تمھارے خلاف حجت ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے جو مٹی سے ہے۔ کلمہ مِنْ (سے) تبعیض کے لئے ہے۔ اور یہ بتاتا ہے کہ انسان مٹی کا ایک جُز اور بعض ہے ــــ ہم جواب دیں گے کہ کلمہ مِنْ کی اصل ابتدائے غایت کے لئے ہے جیسے تم کہتے ہو میں بصرہ سے کوفہ گیا، تو ارشاد باری (ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے جو مٹی سے ہے) اس کا مقتضی ہے کہ تخلیق انسان کی ابتداء اس خلاصے سے ہوتی ہے (ختم) **قلت** اس جواب کے لئے اس ارشاد سے استیناس ہوتا ہے: اور انسان کی تخلیق مٹی سے شروع کی، تو اسے سمجھو۔ (ت)

بالجملہ خلاصہ مبحث یہ ہوا کہ اطلاق انسان کے لیے دو حقیقتیں ہیں: ایک حقیقت اصلیہ دقیقہ یعنی روح متعلق بالبدن اگرچہ بتعلق برزخی، دوم ۲ حقیقت مشہور عرفیہ یعنی بدن، اور اکثر متکلمین کے زعم میں یہی حقیقت اصلیہ ہے، اور اگر غرابت فنِ سے قطع نظر کرکے ان کا کلام انسان عرفی پر محمول کریں تو وہ بھی صحیح۔

مقدمہ سادسہ: اقول: صفات بدن دو ۲ قسم ہیں: اصلیہ کہ خود بدن کے لئے حاصل اور ۲ تبعیہ کہ حقیقۃً صفات روح ہیں، اور بوجہ اتحاد مذکور بدن کی طرف منسوب جیسے علم و سمع وبصر وارادہ و فاعلیت افعال اختیاریہ وغیرہا، عرف میں اگرچہ انسان نامِ بدن ٹھہرا مگر صفات تبعیہ کی اس کی طرف اضافت مشروط بشرط حیات ہے، بعد موت بے عود حیات بدن خالی کو عرفاً لغۃً کسی طرح سمیع وبصیر مرید فاعل عامل نہیں کہتے کہ یہ نسبتیں اس اتصال سریانی پر مبنی تھیں جس نے روح وبدن کو عرفاً امر وحدانی کر دیا تھا، جب وہ مسلوب ہوا کشف محجوب ہوا، صفات تبعیہ حق بہ حقدار رسید ہو کر اپنے مرکز کو گئیں اور اس تودہ خاک کو اپنی اصلی حالتیں ظاہر ہوئیں، نظیر اس کی وہی

[1] تفسیر کبیر زیر آیہ ویسئلونک عن الروح مطبعۃ بہیۃ مصریۃ بمیدان الجامع الازہر ۵۱/۲۱

[2] القرآن ۳۲/ ۷

صحبت آتش وانگشت ہے، کوئلہ کالا ٹھنڈا تاریک تھا اور نار دخانی گرم وروشن، جب تک آگ کی سرایت سے دہک رہا تھا اس کے نیچے اپنے عیوب چھپے ہوئے تھے آگ ہی کے اوصاف سے موصوف ہوتا جب آگ جدا اور برکران ہوئی اصل حقیقت عیاں ہوئی تو ایمان اگرچہ عرف پر مبنی ہیں اور عرفاً انسان خواہ بلفظ انسان وبشر وآدمی تعبیر کیا جائے یا اعلام وضمائر واسماء اشارہ سے اس کا معبر عنہ یہی بدن ہوتا ہے مگر بنظر تقسیم مذکور امور محلوف علیہا کی طرف نظر ضرور، اگر صفات اصلیہ پر مقصود ہو، جیسے اٹھانا، بٹھانا، نہلانا وغیرہ تو کچھ حالت کی تخصیص نہ ہوگی کہ نفس بدن کا ان کا صالح ہے، اور اگر صفاتِ تبعیہ پر موقوف ہو جیسے خطاب و اعلام وافہام وکلام، تو ضرورۃً متقید بحال حیات رہے گا کہ بغیر ان کے بدن ان کا صالح نہیں، بالجملہ انسان کا عرفاً بدن میں حقیقت ہونا اور معنی حقیقی عرفی میں استعمال کیا جانا زنہار اسے مقتضٰی نہیں کہ وہ کلام بدن کی ہر حالت کو مشتمل رہے یا بعض احوال پر اقتصار کے باعث حقیقت عرفیہ سے منسلخ ہو کر کسی اور معنی پر محمول بنے بلکہ وہی مراد ہو کہ بات جس حال کے قابل ہوگی اسی قدر کو شامل ہوگی مثلاً اگر کہئے زید نے کوئلے سے بدن جلالیا تو قطعاً اس سے وہی دہکتا ہوا کوئلہ مراد ہوگا کہ جلانے کی صلاحیت اسی میں ہے۔اس سے نہ یہ لازم کہ مطلق کوئلہ اس سے مفہوم ہو نہ یہ کہ کوئلہ اپنے معنی حقیقی سے محروم ہو وھذا کلہ ظاہر جدا (اور یہ سب بہت واضح ہے۔ت) **بحمد اللہ تعالٰی** یہ معنٰی ہیں اس ضابطے کے جو علماء نے یہاں ارشاد فرمایا، اور تنویر الابصار ودر مختار وشروح کنز وغیرہ میں مذکور ہوا کہ:

ماشارك الميّت فيه الحی يقع اليمين فيه علی الحالتين، وما اختص بحالة الحياة تقيد بها[1]۔	جس امر میں میّت زندہ کا شریک ہو اس میں قسم دونوں حالتوں پر واقع ہوگی اور جو حالتِ حیات سے خاص ہو اس میں قسم حالتِ زیست سے مقید رہے گی۔(ت)

مقدمہ سابعہ: اقول: مناظرات میں وقت واطاعت کہ راہ پاتی ہے بیشتر اصل مقصد ومورد نزاع سے غفلت کے باعث منہ دکھاتی ہے، فریقین اس کے پابند رہیں، یہ تو معلوم ہو کہ اہل باطل اکثر اصل مطلب سے فرار ہی میں مفر مگر اہل حق پر اس کا خیال لازم، ہر وقت پیش نظر رکھیں کہ بحث کیا تھی اور چلے کدھر، اس میں باذن اللہ تعالٰی تخفیف مؤنت اور مخالف کے عجز و سکوت جلد ظاہر ہونے پر معونت ہوتی ہے، اس مسئلہ دائرہ سماع موتی میں مقصود اہلسنت کچھ اس پر موقوف نہیں کہ تمام اموات کیے بدن ہی قبر میں ہمیشہ زندہ رہیں زائروں کے سلام وکلام وہ انہی کانوں کے ذریعہ سے سنیں ہوائے متموج متکیف بالصوت انہی کے پٹھوں کو کرے، اسی طریقے پر سماع ہو، یونہی رؤیت عامہ اموات میں، ہماری اس سے کوئی غرض متعلق نہیں کہ وہ انہی انکھوں سے

[1] در مختار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱۱

دیکھے، انہی سے خروج شعاع یا انھیں کے لوح میں صورت کا انطباع ہو، یہ نہ واقع ہے نہ ہمارا دعوی کو اس پر توقف، آخر اہلسنت کے نزدیک جس طرح ابھی کا مردہ سنتا دیکھتا ہے یونہی برسوں کا، جبکہ کان آنکھ جسم کا کوئی ذرہ سلامت نہ رہا سب خاک و غبار ہو کر مٹی میں مل گیا، جس طرح مسلمان قبر میں سنتا ہے یونہی ہندو کافر مرگھٹ میں، جس وقت اس کے کان آنکھ کو آگ دیتے ہیں وہ ان آگ دینے والوں کو دیکھتا ان کی باتیں سنتا اس آگ کی اذیت کا احساس کرتا ہے۔ آنکھ کان اعضاء کو جلتا دیکھتا ان پر آگ بھڑکنے کی آواز سنتا ہے اور جب جل بجھ کر راکھ ہو جاتے ہیں جب بھی دیکھتا سنتا ہے۔ جو سلام و کلام مدفون امروزہ کے لئے شرع مطہرہ میں ہے وہی مدفون ہزار سالہ کے واسطے، دونوں سے وہی کہا جائے گا کہ "سلام تم پر اے ایمان والو! اللہ تعالٰی تمھیں اور ہمیں بخشے، تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمھارے پچھلے، خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔" حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان صحابی اعرابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب یہ حکم دیا کہ "جہاں کسی کافر کی قبر پر گزرو اسے دوزخ جانے کا مژدہ دو،" تو ارشاد اقدس میں تخصیص تازہ مرے ہوئے کی نہ تھی بلکہ صاف تعمیم تھی اور تعمیم ہی پر ان صحابی نے کاربندی کی، غرض دلائل مطلق ہیں اور عقیدہ مطلق اور آلات جسمانیہ کی تخصیص ناحق، ہمیں اتنی بات سے کام ہے کہ مردے زندوں کی طرح صورت وصوت کا ادراک کرتے ہیں، اور اوپر روشن ہو چکا کہ ادراک کار روح ہے اور روح نہ موت سے مرتی ہے نہ متغیر ہوتی ہے، مگر اس پر بھی لفظِ میّت کا اطلاق آتا ہے ہم انھیں ارواح موتٰی کے سماع وابصار کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی کو اموات کا دیکھنا سننا کہتے ہیں اس سے کچھ غرض نہیں کہ وہاں بھی ذرائع وآلات یہی ہوں یا غیر، فصل پانزدہم میں امام شیخ الاسلام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی سبکی قدس سرہ الملکی کا ارشاد گزرا کہ ہم نہیں کہتے کہ مردہ بدن سنتا ہے بلکہ روح سنتی ہے خواہ تنہا جبکہ بدن مردہ رہے یا جسم سے مل کر جبکہ حیات جانب جسم عود کرے، آخر اس قدر سے حضرات منکرین بھی منکر نہیں کہ اموات جنت ونار وملائکہ ثواب وعذاب کو دیکھتے، ان کی بات سنتے سمجھتے، قیامت کے آنے نہ آنے کی دعائیں کرتے ہیں، تو اس کی تسلیم انھیں بھی ضرور کہ دیکھنا سننا بولنا انھیں الات جسمانیہ پر غیر مقصور۔

قال المولی تبارك وتعالٰی	مولٰی تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے: وہ صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور قیامت کے دن فرعون والوں کو زیادہ سخت عذاب میں ڈالیں گے۔ (ت)
اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ [1]۔	

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

[1] القرآن ۴۰/۴۶

ان ارواح اٰل فرعون فی اجوان طیر سود یعرضون علی النار کل یوم مرتین تغدو و تروح الی النار فیقال یا اٰل فرعون ھذہ مأوٰکم حتی تقوم الساعۃ[1]۔	فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ڈال کر انھیں روزانہ دوبار نار پر پیش کیا جاتا ہے، صبح وشام کو نار کی طرف جاتی ہیں تو کہا جاتا ہے اے فرعون والو! یہ تمھارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ (ت)

فرعون اور فرعونیوں کو ڈوبے ہوئے کتی ہزار برس ہوئے ہر روز صبح وشام دو وقت اگ پر پیش کیے جاتے ہیں جہنم جھنکا کر ان سے کہا جاتا ہے یہ تمھارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت آئے۔ اور ایک انھیں پر کیا موقوف ہر مومن وکافر کو یونہی صبح وشام جنت ونار دکھاتے اور یہی کلام سناتے ہیں صحیح بخاری صحیح مسلم وموطائے امام مالک وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذامات احدکم عرض علیہ مقعدہ، بالغداۃ والعشی، ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النار فمن اھل النار یقال لہ ھذا مقعدك حتی یبعثك اللہ الی یوم القیامۃ[2]۔	جب تم میں سے کوئی مرتا ہے اس پر اس کا ٹھکانا صبح وشام پیش کیا جاتا ہے، اگر اہل جنت سے تھا تو اہل جنت کا مقام اور اہل نار سے تھا تو اہل نار کا مقام دکھایا جاتا ہے اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ خدا تجھ کو روز قیامت اس کی طرف بھیجے۔ (ت)

یونہی اموات کی باہم ملاقات، آپس کی گفتگو، قبر کا ان سے باتیں کرنا، ان کی حد نگاہ تک کشادہ ہونا احیاء کے اعمال انھیں سنائے جانا، اپنے حسنات وسیئات اور گاؤماہی کا تماشا دیکھنا وغیرہ وغیرہ امور کثیر جن کی نظر صدر مقصد دوم میں اشارہ گزرا، جن کے بیان میں دس بیس نہیں صدہا حدیثیں وارد ہوئیں ان مطالب پر شاہد ہیں جس طریقے سے ہو ان چیزوں اور آوازوں کو دیکھتے سنتے ہیں اور قیامت تک جس کے گلنے خاک میں ملنے کے بعد بھی دیکھیں سنیں گے، یونہی زائروں قبروں کے سامنے گزرنے والوں اور ان کے کلام کو۔ طرفہ یہ کہ مولوی اسحاق صاحب نے بھی جواب وسوال ۱۹ میں تسلیم کیا مردے زندوں کا سلام سنتے ہیں۔ حضرت! جن کانوں سے سلام سنتے ہیں انہی سے کلام۔ یہ تو ہماری طرف سے کلام تھا، اب جانب منکرین نظر کیجئے ان کا انکار بھی قطعاً عام ہے، صرف آلاتِ جسمانیہ سے خاص نہیں، کاش وہ ایمان لے آئیں کہ اموات اصوات کا ادراک تام کرتے ہیں مگر نہ گوشِ بدن

[1] الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور تحت آیہ مذکورہ مکتبہ آیۃ اللہ ایران ۵/ ۵۲-۳۵۱

[2] مؤطا امام مالک جامع الجنائز میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۱

تو جھگڑا ہی کیا ہے، ابھی اتفاق ہو گیا، اہل سنت بھی تو اسی قدر فرماتے ہیں، گوش و گوشت کی تخصیص کب بتاتے ہیں مگر حاشا وہ کب اس راہ آتے ہیں، انھیں تو اولیائے مدفونین کی ندا حرام کرنی ہے۔ ان محبوبان خدا سے طلب دعا حرام کرنی ہے۔ وہ کس دل سے سننا مان لیں، اگرچہ بے ذریعہ گوش، دیکھنا تسلیم کرلیں گے گو بے واسطہ چشم، انھیں مولوی مجیب صاحب کی طرح یہ کہنا کہ جب درمیان زائر و مقبور کے حجب عدیدہ سمع و بصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال، یہ تحریر محل نزاع ہے جس کو سمجھ لینا مزیل اشکال،

الحمدلله المهيمن المتعال وصلى الله تعالٰى علٰى سيدنا محمد واٰله وصحبه خير صحب واٰل۔	تمام تعریف خدائے نگہبان برتر کے لئے ہے۔ اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کی آل واصحاب پر جو بہترین آل واصحاب ہیں درود نازل فرمائے۔ (ت)

بحمد الله تقریر مقدمات سے فراغ پایا۔ تحریر جوابات کا وقت آیا جو امر جس مقدمے میں ثالث کیا گیا جواب میں اس پر علامت (مقہ) لکھ کر شمار مقدمہ کا ہندسہ بغرض یاد دہانی ثبت ہو گا کہ ہر جگہ بحکم مقدمہ فلاں یا دیکھوں مقدمہ فلاں لکھنے کی حاجت نہ ہو۔

فاقول: وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق (اللہ تعالٰی کی توفیق ومدد سے ذرویہ تحقیق تک پہنچا جاسکتا ہے۔ت)

جواب اول: ائمہ اہل سنت رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماعی عقیدہ کہ مردے سنتے ہیں قطعًا حق ہے، اور کیوں نہ حق ہو کہ وہ اہل سنت ہیں حق انھیں میں منحصر ہے۔ اور اس کے معنٰی یہ کہ مردگان (کہ ان پر بھی اطلاق مردہ ومیّت کیا جاتا ہے اور خود وہ اور ان کے ادراکات باقی و مستمر وبحال و نامتغیر ہیں) بعد فراق بھی بدستور ادراک اصوات وکلام کرتے ہیں اور ان مشائخ وشراح اہلسنت وفلاح رحمہم اللہ تعالٰی کا بیان کہ "مردے نہیں سنتے" بے شک صحیح ہے، اور کیوں نہ صحیح ہو کہ وہ اہل فقاہت ہیں، ان کا فضل وکمال ظاہر و باہر ہے۔ اور اس کے معنٰی یہ کہ جو چیز مر گئی یعنی بدن کہ حقیقۃً وہ مردہ ہے مردہ ہے سمع سے معزول ہے آلیت وتوسط وتادیہ صور کے لائق نہیں، یہ دونوں کلام صراحۃً سچ ہیں اور آپس میں اصلاً متخالف، نہ کوئی حرف مفید مخالفن بحمداللہ تعالٰی اس معنی نفیس کا بروجہ احتمال ہی بیان کرنا ہمیں بس تھا، مخالفان عبارات علماء سے مستدل اور ان کے منکر سماع ہونے کو مدعی ہے اور احتمال قاطع استدلال پھر سند کے لئے نظر انصاف میں متعدد دلیلیں موجود[عہ]، مثلاً:۔

دلیل ۱: جب ائمہ دین وعلمائے معتمدین سے ہزار در ہزار قاہر تصریحیں سماعِ موتٰی کے باب میں موجود اور بتصریح

عــــہ: کہ بقالوں مناظرہ شواہد نقض تفصیلی ہیں ۱۲ منہ (م)

علماء حتی الامکان کلمات ائمہ میں توفیق و تطبیق محمود و مقصود، اور بے ضرورت داعیہ ابقائے خلاف ونزاع جس کے باعث خواہی نخواہی ای گروہ ائمہ کا کلام غلط باطل ٹھہرے مطرود ومردود، اور یہ توفیق کہ بتوفیق الٰہی ہم نے ذکر کی واضح وصریح اور تخالف مفقود، تولاجرم اسی کی طرف مصیر لازم، اور یہ راہ خلاف بند و مسدود۔

دلیل ۲: خلاف و تطبیق درکنار ثقات علماء اثبات سماع موتٰی پر اجماع اہلسنت نقل فرماچکے، کیا معاذاللہ انھیں جزاف وکذب کی طرف نسبت کرسکتے ہیں یا اکثر مشائخ حنفیّہ عیاذًا باللہ ایسے بے مقدار و ناقابل شمار کہ ان کے خلاف کو لاشیئ ٹھہرا کر علماء ادعائے اجماع رکھتے ہیں، لاجرم سبیل یہی ہے کہ باہم خلاف ہی نہیں اجماع نسبت ارواح اور قول مشائخ نسبت اشباح۔

دلیل ۳: جب احادیث کثیرہ وافرہ صریحہ متوافرہ سماع موتٰی پر بے تخصیص و تقیید قوت ایسی ناطق جن میں ذی انصاف ودین کو مجال تاویل و تبدیل نہیں توکیا مقتضائے حق شناسی حضرات مشائخ ہے کہ اپنی بات بنانے کے لیے خواہ مخواہ ان کا کلام مخالف احادیث سید الانام علیہ وعلٰی آلہ الصلٰوۃ والسلام ٹھہرائے اور وہ بھی کسی جرأت کے ساتھ کہ خاص اخبار متعلقہ بغیب وبرزخ کا مقام اور خود ارشادات صریحہ نبی لاریب امین الغیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلاف کلام وان **هذا الابلاء لا یحتمل وعناً لایرم** (یہ ایسی بلاء ہے جو اٹھنے والی نہیں اور ایسی تکلیف جو ٹلنے والی نہیں۔ ت) رہا وہابی قنوج رفو خواہ مائۃ مسائل صاحب تفہیم المسائل کاتعصب کہ:

آنچہ از ملا علی قاری و شیخ عبدالحق آوردہ ہمہ ہا از شرح صدور نقل می کنند و مایہ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی کتب احادیث طبقہ رابعہ است وایں احادیث قابل اعتماد نیستند[1]۔	جو کچھ ملا علی اور شیخ عبدالحق سے نقل کیا ہے سب شرح الصدور سے ناقل ہیں اور شیخ جلال الدین سیوطی کی کتابوں کا سرمایہ طبقہ رابعہ کی احادیث ہیں اور یہ حدیثیں قابل اعتماد نہیں۔ (ت)

اقول اوّلاً: شدت تعصب نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث جلیلہ کو شاید دیکھنے نہ دیا۔ ان پر بھی طبقہ رابعہ کا حکم ہوگیا۔ کیا علی قاری و شیخ محقق نے ان سے استناد نہ کیا یا آپ نے ان کے کلاموں کا جواب دے لیا، شرم شرم شرم! ہاں مجھی کو سہو ہوا جواب کیوں نہ دیا، وہ دیا کہ عقل وحیا دیانت سب کو جواب دیا۔ اخر کلام میں اسے بھی سن لیجئے۔

ثانیاً: یہاں ان کے علاوہ اور حدیثیں بھی تھیں کہ ائمہ فن نے جن کی تصحیحیں کیں، زیادہ علم نہ تھا تو

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۳

اپنے خصم ہی کا کلام دیکھا ہوتا، مولانا علی قاری کی عبارت نقل کی تھی:

هذه المسائل کلها ذکرها السیوطی فی کتابه شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحة والاٰثار الصریحة۔	یعنی یہ سب مسائل امام سیوطی نے شرح الصدور میں صحیح حدیثوں صریح روایتوں سے بیان کئے۔

شیخ محقق کی عبارت منقول تھی:

بالجملہ کتاب وسنت مملو ومشحون اند باخبار واحادیث کہ دلالت مے کند بروجود علم مرموتٰی رابدنیا واہل آں پس منکر نہ شود آں رامگر جاہل باخبار ومنکر دین[1]	بالجملہ کتاب وسنت ایسی اخبار واحادیث سے لبریز ہیں جن میں دلیل ہے کہ مردوں کو دنیا واہل دنیا سے متعلق علم ہوتا ہے، تواس کامنکر وہی ہوگا جواحادیث سے جاہل اور دین کامنکر ہو۔ (ت)

ثالثًا: کیا مولانا قاری وشیخ محقق نے احادیث سلام وحدیث ترمذی عن ام المومنین دربارہ خطاب بہ میّت وغیرہا سے استدلال نہ کیا تھا۔ یا یہ سب بھی طبقہ رابعہ میں داخل اور ان پر اعتماد مردود وباطل۔

رابعًا: کتب سیوطی میں جو کچھ ہے کیا سب طبقہ رابعہ سے ہوتا ہے یا یہاں خاص ایسا ہے؟ اور جب دونوں باتیں بداہۃً باطل، تو طبقہ رابعہ کاذکر مہمل ولاطائل۔

خامسًا: احادیث طبقہ رابعہ جس طرح تصانیف امام ممدوح میں مذکور ہوئیں یونہی عامہ ائمہ کی تالیف میں، اورخود یہ بلکہ ان سے نازل ترکی احادیث وروایات حجۃ اللہ البالغہ وقرۃ العینین وازالۃ الخفاء وتفسیر عزیزی وتحفہ اثنا عشریہ وغیرہا تصانیف ہر دو شاہ صاحب میں کہ یہی اس تقسیم طبقات کے موجد وقائل ہیں تووہ تودہ بھری ہیں۔

سادسًا: لطف یہ کہ خود انہی شاہ عبدالعزیز صاحب نے خود اسی مسئلہ سماع موتٰی میں خود انہی احادیث سے استناد کیا۔ اسی طرح شرح الصدور شریف کاحوالہ دیا کہ:

تفصیل آں دفتر طویل مے خواہد درکتاب شرح الصدور فی احوال الموتٰی والقبور کہ تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی است ودیگر کتب حدیث باید دید[2]۔	اس کی تفصیل ایک طویل دفتر کی طالب ہے شیخ جلال الدین سیوطی کی تصنیف شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور اور دوسری کتب حدیث دیکھنا چاہئے۔ (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴۰۱/۳

[2] فتاوٰی عزیزی مکتوب درحال ہمراہیان حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۸/۱

سابعًا: یہ سب تمھارے فہم کے لائق کلام تھا اگر طبقات کے بارے میں تحقیق حق ناصع درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مدارج طبقات الحدیث دیکھئے کہ بعونہ تعالٰی انکھیں کھلیں اور حق کے دریا لہراتے ملیں مکابرہ قنوجی اب وہ جواب سنئے جو ملا تفہیمی صاحب نے صحیح حدیثوں اور ائمہ علماء کی تمام تحقیقوں کا دو حرف میں دے دیا یہی شگوفہ طبقہ رابعہ چھوڑ کر فرماتے ہیں:

علاوہ ازیں تفسیر ابن عباس کہ شیخ جلال الدین سیوطی ذکر آں در دُر منثور کردہ صریح عدم سماع موتٰی مستفاد است [1]۔	علاوہ ازیں تفسیر ابن عباس سے ___ جس کا ذکر شیخ جلال الدین سیوطی نے در منثور میں کیا ہے: مردوں کا نہ سننا صاف طور پر مستفاد ہے۔ (ت)

پھر وہ تفسیر بحوالہ ابو جہل سدی بن سہل الجنید النیشاپوری عـــہ بطریق عبدالقادر عن ابی صالح عن ابن عباس یہ نقل کی کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قلیب بدر پر ان کافروں کی لاشوں سے کلام کیا اور فرمایا: تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے، **فانزل اللہ تعالٰی** اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۔ اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیتیں اتاریں، پھر خود اس روایت کی نسبت کہا نص است بر آنکہ موتٰی راسماع نیست [2] (یہ اس پر نص ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ت)

اقول اوّلًا: صحاح جلیلہ مشہورہ بخاری و مسلم کے مقابل ایسی شواذ غریبہ ونوادر مجہولہ اجزائے خاملہ ذکر کرتے شرم نہ آئی، اور ایک کتاب میں رطب و یابس، مقبول و مردود جو ملے محض جمع کر دینا مقصود ہو دوسری جگہ استدلال و تفریع و تحقیق و تنقیح موجود ہو ان میں فرق کی تمیز بنائی۔

ثانیًا: محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو مؤکد بقسم کرکے **والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم** [3] قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں محمد کی جان پاک ہے میں جو فرما رہا ہوں اسے تم سے کچھ زیادہ نہیں سنتے، اور تو ان آیتوں کی اس کے خلاف پر

عـــہ: در نسخہ مطبوعہ تفہیم المسائل ہمچنیں است و صحیح الجنید نیشاپوری است **فلیتنبہ** ۱۲منہ (م)	تفہیم المسائل کے مطبوعہ نسخوں میں اس طرح ہے اور صحیح "الجنید نیشاپور" ہے، اسے یاد رکھنا چاہیئے ۱۲منہ (م)

---

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۳

[2] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۷۳

[3] صحیح البخاری باب قتل ابی جہل قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۶۶/۲

اتر نا مانے، کیا معاذاللہ قرآن عظیم اپنے رسول کی قسم کی تکذیب کے لئے اترا؟ ایسا لکھتے اللہ ورسول سے کچھ حیا نہ آئی۔ ام المؤمنین نے جب حدیث کو مخالف آیت گمان کیا راوی کی طرف وہم وسہو نسبت فرمایا تو نے تو اس ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یوں فرمانا اور قرآن عظیم کا معاذاللہ اس خبر کی تغلیظ میں آنا مانا۔

ثالثًا : لطف یہ کہ یہ آیتیں تین سورتوں میں واقع ہوئیں، نمل، ملائکہ، روم، تینوں مکیہ ہیں کہ قبل ہجرت نازل ہوئیں اور واقعہ بدر ہجرت کے بعد ہے۔ کیا آیتیں پیشگی اتر آئی تھیں؟ علماء نے ان آیات کو نہ مستثنیات من الملکیات میں شمار فرمایا نہ مستثنیات فی النزول میں۔

رابعًا : دیکھئے سباق وسیاق آیات صراحۃً کلام کفار احیاء میں ہے کہ سخن حق میں نہیں سنتے، نہیں مانتے نہ کافروں کی لاشوں میں۔ سورۃ روم میں فرماتا ہے:

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ [1]	اگر ہم ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں، بیشک تم مردوں کو نہ سناؤ گے اور نہ بہروں کو پکار سناؤں گے جب وہ پیٹھ دے کر پھریں، اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والے ہو، تم ان ہی کو سناؤ گے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائیں پھر وہ فرمانبردار ہوں۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح انک لا تسمع الموتٰی سے آخر تک سورہ نمل میں ہے۔ سورہ فاطر میں ہے:

بِالْغَیْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۱۸﴾ وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُؕ اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ﴿۲۳﴾ [2]۔	بیشک تمھارا ڈر سنانا ان ہی کا کام دیتا ہے جو اپنے رب سے بے دیکھے ڈریں اور نماز قائم کریں اور جو ستھرا بنے وہ اپنے نفع ہی کے لئے ستھرا ہوگا اور اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے۔ اور برابر نہیں نابینا اور بینا، نہ ہی تاریکیاں اور روشنی، نہ ہی سایہ اور تیز دھوپ، اور برابر نہیں زندے اور مردے بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے، اور تم انھیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں، تم تو صرف ڈر سنانے والے ہو۔ (ت) ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں پر کیوں پکار رہے ہو وہ مرنے کے بعد کیا سنیں گے۔

---

[1] القرآن ۵۱/۳۰ تا ۵۳ و ۸۱/۲۷ و ۸۲

[2] القرآن ۱۸/۳۵ تا ۲۳

خامسًا: قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعہ میں اس افادے کے لیے یہ کلام پاک اترتا تو فاطر والی آیت یا نمل وروم میں کی ایک کافی تھی، **انك لا تسمع** جُدا اور **ماانت بمسمع** الگ اترنے کی کیا حاجت تھی؟ نمل وروم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں صرف زیادت فاکافرق ہی، اس کے کیا معنی تھے کہ جبریل اس واقعہ پر انکار کے لیے ایک بار انک لاتسمع آخر تک سناتے پھر اس وقت "**فانك لاتسمع**" آخر تک سناتے، لاجرم ان میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محل سورت سے جدا نہیں ہوسکتی، اور جب مکہ معظّمہ میں پیش ہجرت انکار اتر چکا تھا تو اب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس پر بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا!

سادسًا: ظاہر حس وعقل بالبداہۃً جسم میّت کے معطل وبے حس ہونے پر شاہد ہے اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعاً امور غیبیہ سے ہے، اب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پر حکم فرمانا پھر قرآن عظیم کا معاذاللہ اس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں، یا تو اولاً عیاذاللہ حضور پرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے رجما بالغیب کلام فرمادیا یا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگادیا یا یوں کہ اول اسی طرف سے خبر غیب معاذاللہ خلاف واقع آئی، پھر اس کا رَد اترا، تمھارا ایمان ان دونوں میں سے جسے قبول کرے مانو۔

سابعًا: اگر بفرض غلط یہ روایت غریبہ خاملہ صحیح بھی ہو تو قطعاً یقینا حتما جزماً آیات مذکورہ آیت کریمہ **فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی**[1] (تو انھیں تم نے قتل نہ کی بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا۔ اور تم نے کنکریاں نہ پھینکیں جب پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکیں۔ت) کے باب سے ہیں جن میں معاذاللہ ہرگز اپنے نبی کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کی قسم پر وہ انکار نہیں بلکہ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو اجسام مردہ تمھارا کلام سن رہے ہیں یہ تم نے انھیں نہ سنایا بلکہ خدا نے سنایا ان اللہ یسمع من شیاء وماانت بمسمع من فی القبور یہ اسی کی قدرت سے ہوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش وحواس بدن کے پھر درست ہوگئے، اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے اور تفہیمی ملا کے فہم خوار وذلیل والحمدللہ الھادی الٰی سواء السبیل (اور خدا ہی راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔ت) خیر بات دور پہنچی اور اب صاحب تفہیم داخل من فی القبور تو سماع قبول سے قطعاً مہجور، لہٰذا اصل سخن کی طرف عنان گردانی کیجئے، کلام مشائخ دوبارہ اجسام موتٰی ہونے پر شواہد واسانید میں یہ تین امور بالائی کافی و

---

[1] القرآن ۸/۱۷

وافی تھے مگر خود نفس مسئلہ میں انھیں علماء کرام کے کلام ودیگر ابحاث مقام اور ان کے رد واحکام ونقص وابرام یک زبان اس معنٰی پر شہود وعدول تو قبول واجب اور عدول مخذول۔ مثلاً:

دلیل ۴: بحث دیکھئے، کاہے کی ہے؟ ایمان کی۔ اور باجماع حنفیّہ وتصریحات علمائے مذکورین وغیرہم ان کا مبنی عرف اور عرف میں انسان وزید وآن وتوسب کا مورد بدن تو قسم اسی پر صادق، اور یہ داوری وچالشگری اس سے متعلق۔

دلیل ۵: پر ظاہر کہ اول تا اخر ان کا کلام موت میں ہے، اور میّت نہیں مگر بدن، خود اسی کافی شرح وافی میں اسی بحث ایمان میں فرمایا:

الروح لایموت لکنه زال عن قالب فلان واللہ تعالٰی قادر علی اعادته[1]۔	یعنی روح میّت نہیں وہ تو صرف بدن سے جدا ہوگئی ہے اور اللہ تعالٰی قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔

دلیل ۶: ساتھ ہی دلائل میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جس میّت میں ان کا کلام ہے وہ وہی ہے جسے ادراک نہیں، جسے فہم نہیں، جسے درد نہیں پہنچتا، جو بے حس ہے۔ کتب خمسہ مستند مائتہ مسائل میں ہے:

واللفظ للرمز، الکلام للافهام فلا یتحقق فی المیّت[2]۔	اور الفاظ رمزالحقائق شرح کنزالدقائق للعینی کے ہیں: کلام سمجھانے کے لئے ہوتا ہے تو میّت کے حق میں ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے: والموت ینافیه[3] (اور موت اس کے منافی ہے۔ ت) اسی مستخلص الحقائق میں بہ تبعت ہدایہ ہے:

من قال ان ضربتك فعبدی حر فهو علی الضرب فی الحیاۃ فلو مات ثم ضرب لایحنث لان الضرب اسم لفعل مؤلم یتصل بالبدن والایلام لایتحقق فی المیّت[4]۔	کسی نے کہا اگر میں نے تجھے مارا تو میرا غلام آزاد ہے۔ یہ قسم زندگی کے اندر مارنے پر محمول ہوگی، اگر اسی کے مرجانے کے بعد مارا تو حانث نہ ہوگا، اس لیے کہ مارنا بدن سے متعلق الم رساں کام کا نام ہے اور الم رسانی میّت کے حق میں متحقق نہیں۔ (ت)

---

[1] کافی شرح وافی

[2] رمزالحقائق شرح کنزالدقائق باب الیمین فی الضرب والقتل الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۲۰

[3] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۶۱

[4] مستخلص الحقائق باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک فضل احمد تاجر کتب پشاور ۲/۳۸۸

اسی فتح القدیر میں ہے:

لا یتحقق فی المیّت لانه لایحس [1]۔	میّت کے حق میں متحقق نہیں اس لیے کہ وہ احساس نہیں رکھتا۔ (ت)

اسی مائۃ مسائل میں عینی شرح کنز میں ہے:

الضرب ایقاع الالم وبعد الموت لایتصور [2]۔	ضرب کا معنی تکلیف پہنچانا اور بعد موت یہ متصور نہیں۔ (ت)

تو قطعاً ثابت وہ بدن ہی میں کلام کر رہے ہیں کہ وہی ایسا میّت ہے جسے نہ حس رہتا ہے نہ ادراک، بخلافِ روح کہ اس کے ادراک قطعًا باقی ہے، خود یہی امام نسفی عمدۃ الکلام میں فرماچکے: **الروح لا یتغیر بالموت** [3] (روح موت سے متغیر نہیں ہوتی۔ت)

دلیل ۷: پھر جب اس تقریر پر شبہہ وارد ہوا کہ جب حس نہیں، تالم نہیں، تو عذاب قبر کیسا! تو ان حضرات نے یہی جواب دیا کہ معاذاللہ جس پر عذاب قبر ہوتا ہے اسے قبر میں یک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے،

اسی مائۃ مسائل میں عینی سے بعد عبارت مذکورہ ہے:

ومن یعذب فی القبر یوضع فیه الحیاۃ علی الصحیح [4]۔	جسے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے صحیح قول یہ ہے کہ اس میں زندگی پیدا کردی جاتی ہے۔ (ت)

اسی میں کافی عــــہ سے ہے:

عند العامة یوضع فیه الحیاۃ بقدر مایتألم	جمہور کے نزدیک اس میں اس قدر زندگی رکھ دی جاتی ہے

عــــہ: **لطیفہ:** مائۃ مسائل میں یہ کافی کی عبارت اسی طرح نقل کی جس سے وہم ہو کہ جمہور علماء کے نزدیک قبر میں بدن کی طرف عود حیات صرف ایک خفیف طور پر ہوتا ہے، حیات کامل ملنا قولِ بعض ومرجوح ہے کہ اسے عامہ کی (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۶۰

[2] مائۃ مسائل مسئلہ ۲۶ مکتبہ توحید وسنّہ قصہ خوانی پشاور ص ۵۶

[3] عمدۃ الکلام لامام نسفی

[4] مائۃ مسائل مسئلہ ۲۶ مکتبہ توحید وسنّہ قصہ خوانی پشاور ص ۵۲

لاالحیاۃ المطلقۃ وقیل یوضع فیه الحیاۃ من کل وجه[1]۔	کہ اسے الم کا احساس ہو، حیات مطلقہ نہیں رکھی جاتی، اور کہا گیا کہ اس میں پورے طور پر زندگی رکھ دی جاتی ہے۔(ت)

مستخلص میں بعد عبارت مسطورہ ہے:

وعذاب القبر یوضع حیاۃ جدیدۃ فیه وھو قول عامۃ العلماء خلافاً لابی الحسن الصالحی عـــه فان عندہ ویعذب المیّت من غیر حیاته[2]۔	عذاب قبر بدن میں ایک نئی زندگی رکھنے سے ہوتا ہے، اسی پر عامہ علماء ہیں بخلاف ابوالحسن صالحہ کے، اس کے نزدیک بغیر زندگی کے میّت کو عذاب قبر ہوتا ہے۔(ت)

اور بالیقین یہ شان بدن ہی کی ہے کہ اسے موت عارض ہوتی اور اس کا حس وادراک باطل کرتی، پھر معاذاللہ تعذیب کے لیے الگ گونہ حیات دی جاتی ہے اور وہ بھی کاملہ نہیں ہوتی بخلاف روح کہ اس کی حیات مستمرہ ہے۔ امام ابن الہمام نے اس مضمون کو خوب صاف فرمادیا، بعد عبارت مزبورہ لکھتے ہیں:

لانه لایحس ولذا کان الحق ان المیّت المعذب فی قبرہ توضع فیه الحیاۃ بقدر مایحس بالالم، حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث لایتمیز الاجزاء بل ھی مختلطۃ بالتراب فعذب	اس لیے کہ اس میں احساس نہیں۔ اس لیے حق یہ ہے کہ جس مردے کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس کے اندر اتنی زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ وہ الم کا احساس کرے، یہاں تک کہ اگر اس کے اجزا اس طرح بکھر گئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) طرف نسبت کرکے اس بلفظ قیل نقل کیا حالانکہ فقیر کافی میں جمہور کے نزدیک اعادہ حیات اور اس کی دلیل لکھ کر انھیں سے وہ دونوں قول حیاتِ خفیفہ وحیات کاملہ کے یکساں طور پر نقل کیے کہ:

ثم اختلفوا فقیل توضع فیه الحیاۃ بقدر مایتألم لاالحیاۃ المطلقۃ، وقیل توضع فیه الحیاۃ من کل وجه[3] اھ	پھر علماء مختلف ہوئے بعض نے کہا اس میں اس قدر زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ اسے الم کا احساس ہو حیات مطلقہ نہیں رکھی جاتی، اور بعض نے کہا کہ اس میں پورے طور پر زندگی رکھ دی جاتی ہے اھ(ت)

اسی طرح علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا فلیتنبہ ۱۲منہ (م)

رجل من المعتزله الیه تنسب الفرقۃ الصالحیۃ ۱۲منه (م)	یہ معتزلہ میں سے ایک شخص ہے جس کی طرف فرقہ صالحیہ منسوب ہے۔(ت)

---

[1] مائۃ مسائل مسئلہ ۲۶ مکتبہ توحید وسنہ قصہ خوانی پشاور ص ۵۲

[2] کافی شرح وافی

[3] مستخلص الحقائق باب الیمین فی الضرب والقتل دلی پرنٹنگ ورکس دہلی انڈیا ۳۸۸/۲

جعلت الحیاۃ فی تلك الاجزاء التی لا یاخذھا البصر وان الله علی ذلك لقدیر [1] الخ وقد تقدم تاما فی المقدمۃ الثالثۃ۔	باہم امتیاز نہ رہا بلکہ مٹی سے خلط ملط ہوگئے پھر اسے عذاب دیا گیا تو ان ہی اجزاء میں زندگی رکھ دی جاتی ہے جو نظر نہیں آتے، اور بلا شبہ اللہ تعالٰی اس پر ضرور قادر ہے الخ یہ عبارت مقدمہ سوم میں مکمل گزری۔ (ت)

اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے وہ کسے میّت کہہ رہے تھے۔ کس کی طرف اعادہ حیات بقدر احساس الم مانا، کس کے اجزاء متفرق ہوگئے۔ کس کے اجزاء اتنے باریک ہوئے کہ نظر کام نہیں کرتی۔ ہاں وہ کیا ہے جس کے اجزاء مٹی میں مل گئے۔ کیا وہ روح پاک ہے۔ حاشا یہی بدن تو وہ خاک ہے۔ توآفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ اس مردہ حقیقی میں علماء کا کلام ہے۔ اسی کی نسبت انکار سماع وافہام ہے۔ وﷲ الحجۃ السامیۃ (اور اللہ ہی کے لئے بلند حجت ہے۔ ت)

دلیل ۸: انھیں کتب میں کریمہ **وما انت بمسمع من فی القبور** سے استدلال کیا اور پر ظاہر کہ **من فی القبر** نہیں مگر بدن، خود صاحب تفہیم المسائل نے اسی بحث میں براہ بدقسمتی خود انھیں امام عینی شارح کنز کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا:

فان قلت بعد فراغ الملکیئن من السوال مایکون المیّت قلت ان کان سعیدا کان روحہ فی الجنۃ وان کان شقیا ففی سجین علی صخرۃ فی الارض السابعۃ [2]۔	یعنی بعد سوال نکیرین سعید کی روح جنت میں رہتی ہے اور شقی کی سجّین میں ساتویں زمین کی ایک چٹان پر۔

تو قبر میں نہیں مگر بدن، اسی سے آیت نفی اسماع فرماتی ہے، اور اسی سے یہ علماء نفی سماع۔

دلیل ۹: نیز یہ سب علماء قول ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے دلیل لائے۔ اور ان شاء **اللہ القریب المجیب** عنقریب روشن ہوتا ہے کہ ام المومنین صرف سماع جسمانی کی منکر ہیں اور ادراک روحانی کی مثبت ومقر۔

دلیل ۱۰: انھیں کتب میں اسی میّت میں مسائل دو قسم کے ذکر فرمائے: ایک متقید بحیات، دوسرے شامل حیات وممات۔ فرماتے ہیں اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے ماروں یا تجھ سے بولوں، یا عورت سے کہا اگر تجھ سے

---

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الضرب والقتل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۶۰

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب المیّت یسمع خفق النعال ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/ ۱۴۷

صحبت کروں یا تیرا بوسہ لوں، تو یہ قسمیں اس مخاطب مرد وزن کو زندگی پر مقتصر رہیں گی۔ اور اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے نہلاؤں یا اٹھاؤں یا بٹھاؤں تو موت وحیات دونوں کو شامل ہوں گی۔ یہاں تک کہ اگر وہ شخص مر گیا اور اس نے اسے غسل میّت دیا اس کا جنازہ اٹھایا، اسے ہاتھ لگایا، کفن پہنایا تو حانث ہوگا، کافی میں عبارت منقولہ مائۃ مسائل کے چند سطور بعد ہے:

بخلاف ان غسلتك اوحملتك اومسستك او البستك فانها لا تتقيد بالحياة لان الغسل يرادبه التنظيف وتطهير وذايتحقق فی الميّت الاترى انه يجب غسل الميّت تطهيراله فكيف ينا فيه ولوصلى على الميّت قبل الغسل لم يجز ولوكان غسيلا جاز والحمل يتحقق بعد الموت قال صلی الله تعالٰی عليه وسلم من حمل ميّتا فليتوضا والمس للتعظيم وللشفقة فيتحقق بعد الموت والالباس للتعظيمة والميّت محل لها[1]۔	اس کے برخلاف اگر کہا: اگر میں نے تجھے نہلایا، یا اٹھایا، یا مس کیا، یا پہنایا، تو یہ قسمیں حالتِ حیات سے مقید نہ رہیں گی، اس لیے کہ نہلانے سے پاک صاف کرنا مقصود ہوتا ہے اور وہ میّت کے حق میں بھی ثابت ہے۔ دیکھو کہ میّت کو پاک کرنے کے لیے اسے غسل دینا واجب ہے تو وہ قسم اس کے منافی کیسے ہوگی؟__ اور اگر غسل سے پہلے میّت کا جنازہ پڑھ لیا تو جائز نہیں اور بعد غسل جائز ہے۔ اور جس نے ایسے مردے کو لیے ہوئے نماز پڑھی جسے غسل نہ دیا گیا تھا تو جائز نہیں اور اگر غسل دیا ہوا تھا تو جائز ہے۔ اور اٹھانا بعد موت بھی متحقق ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جس نے کسی میّت کو اٹھایا تو چاہئے کہ وضو کرے۔" مس کرنا تعظیم یا شفقت کے لئے ہوتا ہے تو وہ بعد موت بھی متحقق ہوگا۔ پہنانا تعظیم کے لئے ہوتا ہے اور میّت اسی کا محل ہے۔ (ت)

دیکھئے وہی کاف ہے وہی خطاب ہے۔ اور اگر اس سے بدن مراد نہ ہوتا تو ان حلفوں میں واجب تھا کہ کبھی حانث نہ ہو کہ مسائل قسم ثانی مطلقاً وہی ہوں گے جنھیں محض بدن سے تعلق ہے۔ جب بدن مقصود نہیں تو اسے نہلانا، اٹھانا، چھونا، پہنانا کیوں موجب حنث ہونے لگا، اور ایک اسی قسم پر کیا ہے قسم اول میں ضرب وجماع وبوسہ کیا غیر بدن سے متعلق ہیں۔ نسق واحد کے ذکر کیے ہوئے تمام مسائل میں بدن مراد لینا اور صرف ایک کو اس سے الگ کر دینا کس قدر دور از کار ہے کاف خطاب سے جو ان سب میں مراد ہے وہ ہی کُلمتک میں، تو لاجرم یقیناً قطعاً یہ سب خطاب محاورہ عرف حلف سب متعلق بدن ہی ہیں اور فاروق وہی جلیل وجمیل جو

[1] کافی شرح وافی

بتوفیق اللہ تعالٰی ہم نے ذکر کیا کہ ضرب میں درد، کلام میں فہم، بوسے میں لذت، جماع میں قضائے شہوت درکار ہے۔ اور یہ امور بدن کے ان صفات پر مقصود کہ بہ تبعیت روح اسے حاصل ہوتے ہیں لہٰذا بعد موت جسم خالی انھیں کافی نہیں بخلاف غسل وحمل ومس والباس کہ صرف صفاتِ اصلیہ بدن کے طالب ہیں تو ان میں حیات وموت یکساں۔

دلیل ۱۱: ان ائمہ کرام وعلمائے اعلام کا یہ کلام ارواح موتی پر حمل کرنا صراحۃً باطل وتوجیہ القول بما لایرضی بہ القائل ہے ان کے کلمات عالیات بہزار زبان اس سے تحاشی فرمارہے ہیں شواہد سنئے:

شاہد ۱: امام اجل ابو البرکات نسفی قدس سرہ کا ارشاد اسی کافی شرح وافی سے ابھی گزرا کہ روحیں نہیں مرتیں۔

شاہد ۲: خود عقائد کی کتاب میں ارشاد فرمایا کہ روح میں مرگ سے کچھ تغیر نہیں آتا کیا وہ اسی روح کو کہیں گے کہ مر گئی، فہم وادراک کے قائل نہ رہی، یہ کچھ ہوا اور تغیر نہ آیا، وائے جہالت!

شاہد ۳: یہی امام ابن الہمام اور ایک یہی کیا تمام علمائے اعلام زیارت قبور میں اموات پر سلام اور ان سے خطاب وکلام تسلیم فرماتے ہیں اور اسے سنت بتاتے ہیں، فتح القدیر میں ہے:

یکرہ النوم عندالقبر وقضاء الحاجۃ بل اولٰی وکل مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الازیارتھا والدعاء عندھا قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسئل اللہ لی ولکم العافیۃ [1]۔	قبر کے پاس سونا مکروہ ہے اور قضائے حاجت بھی بلکہ بدرجہ اولٰی مکروہ ہے۔ اور ہر وہ کام جو سنت سے معہود نہ ہو، اور سنت سے معہود یہی زیارت اور وہاں اکھڑے ہو کر دعا ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقیع تشریف ارزانی میں کیا کرتے تھے اور کہتے تم پر سلام ہو اے اہل ایمان لوگو! اور ہم بلاشبہ تم سے ملنے والے ہیں اگر اللہ نے چاہا۔ میں اپنے لیے اور تمھارے لئے عافیت مانگتا ہوں۔ (ت)

فصل یازدہم میں گزرا کہ یہ سلام وکلام ضرور دلیل سماع وافہام ہیں، مگر یہ اکابر اعلام معاذاللہ اتنی تمیز نہ رکھتے تھے کہ اینٹوں پتھروں سے سلام وکلام کیا معنی؟

شاہد ۴: یوں ہی جس نے زیارت حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما ذکر کی بالاتفاق ان سے علاوہ سلام وکلام بھی تعلیم کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ موجہہ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اتنا ہٹے کہ صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے مواجہے میں آجائے اس وقت ان سے یوں عرض کرے۔ پھر ان کے مواجہہ سے

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

اتنا ہٹے کہ فاروق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے مواجہے میں آجائے اس وقت ان سے یوں گزارش کرے۔ اگر معاذاللہ یہ سلام وکلام مخفی از قبیل "اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست" (اے باد صبا! یہ سب کچھ تونے اڑایا ہے۔ ت) تھا تو ہٹ ہٹ کر مواجہوں میں آنے کی کیا حاجت تھی! ہٹ دھرم بے انصاف کی تو کہتے نہیں مگر ذی عقل منصف تو قطعًا ان تعلیمات سے یہی سمجھتا ہے کہ یہ سلام وکلام ضرور حقیقی ہے اور مواجہے سے مقصود پیش نظر آنا، اسی فتح القدیر میں ہے:

ثم یتاخر عن یمینه قدر ذراع فیسلم علی ابی بکر رضی اللّٰه تعالٰی عنه فان راسه حیال منکب النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فیقول السلام علیك یاخلیفة رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم وثانیه فی الغار ابی بکر الصدیق جزاك اللّٰه عن امة محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم خیرا ثم یتاخر کذلك قدر ذراع فیسلم علی عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه لان راسه من الصدیق کرأس الصدیق من النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فیقول السلام علیك یا امیر المومنین عمر الفاروق والذی اعز اللّٰه به الاسلام جزاك اللّٰه من امة محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم خیرا [1]۔	پھر اپنے داہنے ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سلام عرض کرے اس لئے کہ ان کا سر مبارک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دوشِ انور کے مقابل ہے۔ تو عرض کرے آپ پر سلام اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلیفہ اور غار میں ان کے ثانی ابوبکر صدیق! خدا آپ کو امتِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جانب سے جزائے خیر دے۔ پھر اسی طرح ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سلام عرض کرے، اس لیے کہ ان کا سر مبارک حضرت صدیق سے اسی طرح ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق کا سر مبارک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے۔ تو عرض کرے آپ پر سلام ہو اے امیر المومنین عمر فاروق، وہ جس سے اللہ نے اسلام کو عزت وقوت دی، اللہ آپ کو امت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے نیک جزا عطا فرمائیے۔ (ت)

شاہد ۵: چلے کہا کو، انھیں امام ابن الہمام کا وہ ارشاد ہدایت بنیاد جگر شگاف تواہب والحاد سنئے کہ سارے انکاری مذہب پر مردنی چھا جائے، اموات کو پتھر سمجھنے پر حجارۃ من سجیل کا پتھراؤ آئے۔ اسی فتح القدیر کے آخر کتاب الحج میں فرماتے ہیں:

یاتی القبر الشریف ویستقبل جدارہ	یعنی مزار انور حضور سید اطہر صلی علیہ وسلم کی

[1] فتح القدیر کتاب الحج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۹۵

ویستك بر القبلة وما عن ابی اللیث انه یقف مسقبل القبلة مردود بماروی ابو حنیفة رضی الله تعالٰی عنه فی مسنده عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما قال من السنة ان تاتی قبر النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من قبل القبلة و تجعل ظهرك الی القبلة وتسقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام علیك ایها النبی و رحمة الله وبرکاته،[1] الا ان یحمل علی نوع مامن الا ستقبال وذٰلك انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی القبر الشریف المکرم علی شقه الایمن مستقبل القبلة،وقالوا فی زیارة القبورمطلقا الا ولی ان یأتی الزائر من قبل رجل المتوفی لامن قبل راسه فانه اتعب لبصرالمیّت بخلاف الاول لانه یکون مقابله بصره لان بصره ناظر الی جهة قدیمه اذا کان علٰی جنبه فعلی هذا تکون القبلة عن یسارا لواقف من جهة قدمیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم بخلاف ماذا کان من جهة وجهه الکریم فاذا اکثر الاستقبال الیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لاکل الاستقبال یکون استدباره القبلة اکثر من اُخذه الی جهتها فیصدق الاستدبار ونوع من الاستقبال[1] الخ۔	زیارت کو حاضر ہو روضہ اقدس کی طرف منہ اور قبلے کو پیٹھ کرے۔ اور وہ جو فقیہ ابواللیث سے نقل کیا گیا کہ قبلہ رو کھڑا ہو مردود ہے اس حدیث سے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ سنت یوں ہے کہ مزار اقدس کے حضور قبلہ کی طرف سے آئے قبلے کو پُشت اور قبر انور کی طرف منہ کرے، پھر عرض رساں ہو سلام حضور پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک گونہ قبلے کی طرف ہونا مراد لیں اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبر انور میں دہنی کروٹ پر قبلہ رو تشریف فرما ہیں، اور علمائے کرام نے عام قبروں کی زیارت میں حکم دیا ہے کہ زائر کو چاہئے میّت کی پائنتی کی طرف سے آئے نہ کہ سرہانے کی جانب سے کہ اس میں مردے کی نگاہ کو تکلیف ہوتی ہے۔بخلاف پہلی صورت کے کہ یوں آنے والا میّت کی نگاہ کے سامنے ہوگا اس لیے کہ میّت جب کروٹ سے ہو تو اس کی نظر اپنے پاؤں کی طرف ہے، تو اس تقدیر پر جب حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاؤں کی طرف سے حاضر ہوگا قبلہ اس کے بائیں ہاتھ کو ہوگا، زیادہ رخ جانب قبر ہوگا، اور ایک گوشہ جانب قبلہ ہوگا تو پشت بقبلہ بھی ہوا اور ایک گونہ قبلہ کی طرف جھکا ہونا بھی صادق آیا۔الخ

اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ایمان سے کہنا یہی وہ علماء ہیں جو میّت کو پتھر، بے حس، بے ادراک

[1] فتح القدیر کتاب الحج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۵

بتارہے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون، پھر امام ممدوح اپنا ارشاد نہیں فرماتے بلکہ ہمارے علمائے کرام سے نقل فرمارہے ہیں، خدا کی شان یہی وہ مشائخ حنفیّہ ہیں کہ سماع روح کا انکار جن کے سر باندھئے، اللہ تعالٰی توفیق انصاف بخشے، آمین!

شاہد ۶: یہی امام عینی شارح کنز عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب الاذان بعد ذھاب الوقت میں فرماتے ہیں:

الروح جوھر لطیف نورانی مدرك للجزئیات والکلیات غنی عن الاغتذاء بری عن التحلل والنماء ولھذا یبقی بعد فناء البدن اذ لیست له حاجة الی البدن ومثل ھذا الجوھر لایکون من عالم العنصر بل من عالم الملکوت فمن شانه ان لایضرہ خلل البدن وتلتذ بمایلائمه ویتألم بما ینافیه، والدلیل علی ذٰلك قوله تعالٰی ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربھم الاٰیة وقول صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذا وضع المیّت علی نعشه رفرف روحه فوق نعشه ویقول یا اھلی ویاولدی۔[1]	روح ایک جوہر لطیف نورانی ہے کہ علم سمع وبصر وغیرہا تمام ادراکات رکھتی ہے، کھانے پینے سے بے نیاز، گھلنے بڑھنے سے بری ہے۔ اسی لئے فنائے بدن کے بعد باقی رہتی ہے کہ اسے بدن کی طرف اصلاً احتیاج نہیں، ایسا جوہر عالمِ آب وگِل سے نہیں ہوتا بلکہ عالم ملکوت سے، تو اس کی شان یہ ہے کہ بدن کا خلل پذیر ہونا اسے کچھ نقصان نہ پہنچائے، جو بات موافق ہو اس سے لذت پائے، جو مخالف ہو اس سے درد پہنچے، اور اس پر دلیل اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ جو راہ خدا میں مارے گئے ہر گز انھیں مردہ نہ جانیوں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (الآیۃ) اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث کہ جب مردہ نعش پر رکھا جاتا ہے اس کی روح بالائے نعش پر افشاں رہتی ہے اور کہتی ہے کہ اے میرے گھر والو، اے میرے بچو!

للہ انصاف! اگر روح بعد موت معطل اور اس کا فہم وادراک مختل ہو تو یہ کیونکر صحیح ہوتا کہ اسے بدن کی حاجت نہیں، خللِ بدن سے کچھ مضرت نہیں، بھلا روح تو بیکار وجماد ہوئی یہ رب کے پاس زندہ کون ہے؟ یہ نعش پر جلوہ افگن ونوازن کون ہے؟

شاہد ۷: یہی امام محمود اسی عمدہ میں اس حدیث کے نیچے کہ میّت کو اپنے اہل کے رونے سے عذاب

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الاذان بعد ذہاب الوقت ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۵/۸۸

ہوتا ہے۔ امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل فرماتے ہیں:

حکی عن طائفة ان معناہ انه یعذب بسماع بکاء اهله علیه ویرق لهم وقال والی هذا ذهب محمد بن جریر الطبری وغیرہ قال القاضی عیاض وهو اولی الاقول واحتجوا بحدیث فیه ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم زجرا مرأة من البکاء علی ابنها وقال ان احدکم اذابکی استعبرله صویحبه فیاعبادالله لاتعذبوا اخوانکم[1]۔	یعنی امام ممدوح نے ایک جماعت علماء سے نقل فرمایا کہ معنٰی حدیث یہ ہیں کہ لوگ مردے پر جو روتے ہیں مردے کو ان کا رونا سن کر صدمہ ہوتا ہے اور ان کے لئے اس کا دل کڑھتاہے، امام محمد نے فرمایا محمد بن جریر طبری وغیرہا اسی طرف گئے، امام قاضی عیاض نے فرمایا یہ سب قولوں سے بہتر ہے، اوراس پر ایک حدیث سے دلیل لائے کہ ایک بی بی اپنے بیٹے پر رو رہی تھیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں منع کیااور فرمایا: "جب تم میں کوئی روتا ہے تواس کے رونے پر مردے کے بھی آنسو نکل آتے ہیں تو اے خداکے بندو! اپنے بھائیوں کو تکلیف نہ دو۔"

یہ توان ائمہ سے نقل تھی اوراس سے پہلے خود امام عینی فرماچکے ہیں:

اما تصور البکاء من المیّت فقد ورد فی حدیث ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال ان احد کم اذ ابکٰی استعبرله صویحبه والمراد والمراد بصویحبه المیّت[2]۔	یعنی میّت کا رونا متصور ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کوئی روتا ہے تواس کا ساتھی وہ مردہ بھی رونے لگتاہے، (صویحیب سے مراد میّت ہے)

للہ انصاف! یہی علماء میں جوارح موتٰی کے سماع وفہم سے انکار رکھتے ہیں۔

فائدہ: یہ بی بی حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ہیں، اور یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ وطبرانی نے ان سے روایت کی وہ خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھیں اپنے ایک بیٹے کو یاد کرکے روئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا طریقہ ہے کہ دنیامیں زندگی تک کو اپنے ساتھی سے اچھا سلوک اور مرے پیچھے ایذادو،

فوالذی نفس محمد بیدہ ان احدا کن	قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ تعالی

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری مایرخص من البکاء فی غیر نوح ادارۃ المنیریۃ بیروت ۷۹/۸
[2] عمدۃ القاری شرح البخاری مایرخص من البکاء فی غیر نوح ادارۃ المنیریۃ بیروت ۷۹/۸

لتبکی فتستعین له صویحبة فیا عباد الله لاتعذبوا موتاکم [1]۔	علیہ وسلم کی جان پاک ہے کہ تمھارے رونے پر تمھارا مردہ رونے لگتا ہے، تو اے خدا کے بندو! اپنی اموات کو عذاب نہ کرو،

شاہد ۸: علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں قولِ درر:

الایلام لایتحقق فی المیّت وکذا الکلام لان المقصود بھذا الافھام والموت ینافیه [2]۔	الم رسانی میّت کے اندر متحقق نہیں، اسی طرح گفتگو بھی، کیونکہ اس کا مقصودِ افہام اور سمجھانا ہوتا ہے، موت اس کے منافی ہے۔ (ت)

پر تقریر کی اور خود فرمایا:

الاصل فیه ان کل فعل یلذو یولم ویغم ویسر یقع علی الحیاۃ دون المماۃ [3]۔	اس بارے میں اصل یہ ہے کہ ہر وہ فعل جس سے لذت والم اور غم وسرور ہو وہ حیات ہی پر واقع ہوگا موت پر نہیں۔ (ت)

اور قول ۳۲ میں ان کا ارشاد بحوالہ حضرت استاذ سن چکے کہ مردوں کو جوتوں کی پچپل سے اذیت ہوتی ہے۔

شاہد ۹: قول ۵۱ دیکھو کہ گھاس اور پیڑ کی تسبیح سے مردہ کا جی بہلتا ہے۔

تنبیہ: فتاوٰی قاضی خاں وامداد الفتاح ومراقی الفلاح علامہ شرنبلالی وغیرہا میں مقبروں سے درخت وگیاہِ سبز کاٹنے کی کراہت پر دلیل مذکور قائم فرمائی اور جس غافل غیر ماؤف الدماغ کے سامنے ان الفاظ کو بیان کیجئے کہ فلاں کی تسبیح سے فلاں کا جی بہلا، اس کا ذہن قطعًا اس طرف جائے گا کہ اس نے اس کی تسبیح سنی اور اس سے انس ملا، بداہت عقل شاہد ہے کہ کسی شے سے انس پانے کو اس پر اطلاع ضرور، اور تسبیح جنس کلام سے ہے جس پر اطلاع بطور سماع تو یہ کلام علماء صراحۃً سماع موتٰی کی دلیل صاف ہے بلکہ اس درجہ قوت قویہ سمع کی جو عامہ احیاء کو حاصل نہیں کما نبھنا علیه سالفا (جیسا کہ پیچھے ہم نے اس پر تنبیہ کی۔ ت) تو صاحب تفہیم المسائل کا خبط کہ اس کلام کو ہرگز مطلب سے آشنائی نہیں، پھر کہا:

باید دید کہ ایں عبارت را از سماعتِ موتٰی چہ مناسبت [4]؟	دیکھنا چاہئے کہ اس عبارت کو مردوں کے سننے سے کیا مناسبت ہے؟ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر مروی از قیلہ بنت مخرمہ حدیث المکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۵ / ۱۰

[2] الدرر الاحکام لملاخسرو باب حلف الفعل مطبعہ کاملیہ مصر ۲ / ۵۳

[3] غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ علی الدرر الاحکام باب حلف الفعل مطبعہ کاملیہ مصر ۲ / ۵۳

[4] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۴

محض نافہمی وجہالت ہے، ہاں بحمداللہ تعالٰی اس تذییل جلیل نے شمس وامس کی طرح روشن کردیا کہ اس کے مقتداء صاحب مائۃ مسائل کاان عبارات خمس سے استدلال کرنااور اس کی تائید میں اس وہابی جدید کااسی طرح کی اور عبارات نقل کرکے اوراق بھر ناسب مطلب سے ناآشنااور موردنزاع سے محض بیگانہ تھا وللہ الحمد۔

شاہد ۱۰ تا ۱۲: یونہی سید عالم ابوالسعود ازہری صاحبِ فتح اللہ المعین وسید علامہ طحطاوی وسید علامہ شامی محشیانِ دُرنے دربارہ یمین وہی تقریرات ذکر کیں اور سب حضرات نے تسبیح گیاہ سے میّت کوانس ملناذکر فرمایا، کما تقدم (جیسا کہ گزرچکا۔ ت)

شاہد ۱۳ و ۱۴: سیدین اخیرین نے تصریح فرمائی کہ انسان جو قبر کے پاس ذکر الٰہی کرے اس سے میّت کا جی بہلتا ہے، دیکھو قول ۴۷و۴۹۔

شاہد ۱۵ و ۱۶: یونہی دونوں حضرات نے فرمایا کہ مقابر میں پیشاب کرنے سے زندوں کی طرح مردے کو بھی ایذا ہوتی ہے۔ دیکھو قول ۳۸و۳۹۔

شاہد ۱۷: علامہ طحطاوی نے تقریر فرمائی کہ اموات کو جوتوں کی پھچل سے اذیت ہوتی ہے، دیکھو قول ۳۴،

شاہد ۱۸تا۲۰: علامہ حلبی محشیٔ دُرر بھی اس تقریر یمین میں شریک ہیں اور احراق حیوانات بعد ذبح پر وہ شبہ فرمایا کہ میّت کوایذائے خارج سے درد پہنچنا ثابت ہے، سیدین اخیرین نے جواب دیا کہ یہ بنی آدم میں ہے، دیکھو تذییل زیر قول ۴۰۔

شاہد۲۱: قول ۷۲ میں علامہ شامی کاامام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے وہ نقل فرمانا دیکھو کہ قبر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے نہ پڑھی۔

شاہد۲۲: قول ۶۴ میّت کے سرہانے سے نہ آئے کہ اس کی نگاہ کو تکلیف ہوگی پائنتی سے آئے کہ میّت کے پیش نظر ہوگا۔

شاہد۲۳: تکمیل جمیل میں علامہ زیادی وداؤدی واجہوری سے علامہ شامی کاوہ نقل کرنا دیکھو کہ کسی چیز کے ملنے کے لیے بلندی پر جاکر حضرت سیدی احمد بن علوان کو ندا کرے۔

شاہد۲۴: علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں قبور پر سلام ذکر کرکے فرمایا: حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شناسا قبر پر گزرتا اور سلام کرتا ہے مردہ اسے پہچانتا ہے اور جواب دیتا ہے۔

حیث قال واخرج ابن عبدالبر فی الاستذکار والتمھید بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی	ان کی عبارت یہ ہے: ابن عبدالبر نے استذکار اور تمہید میں بسند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

علیه وسلم مامن احد یمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الاعرفه وردّ علیه السّلام [1]۔	فرمایا: جو شخص بھی اپنے کسی ایسے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جو اسے دنیا میں پہچانتا تھا اور اسے سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اسے پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

شاہد ۲۵: انھیں کا قول ۸۲ دیکھو کہ اموات زائروں کا سلام سنتے، جواب دیتے، ان سے انس پاتے ہیں، پھر فرمایا: اس میں نہ شہیدوں کی خصوصیت، نہ کسی وقت کی قید، خدارا انصاف! یہ علماء سماع روح کے منکر ہونگے، حاش ﷲ حاش ﷲ۔ ولکن الوھابیة قوم یعتدون (مگر وہابیہ ایسے لوگ ہیں جو حد سے تجاوز کرتے ہیں، ت) پچیس شاہد ہیں اور پچیس سو ممکن مگر علماء اپنا لکھا خود نہ سمجھتے تھے لاجرم قطعاً یقیناً وہ ارواح موتٰی کے لیے سمع وبصر و علم و فہم مانتے اور بدنِ مردہ کو جب تک مردہ رہے ان صفات سے معزول جانتے ہیں، یہی بعینہٖ ہمارا مذہب اور یہی عباراتِ علماء کا مطلب والحمدﷲ رب العٰلمین۔

دلیل ۱۲: اگر یہ کلام مشائخ کرام روح پر محمول ہو تو وہ اعتراضات قاہرہ وارد ہوں جن سے رہائی ناممکن الحصول ہو، مثلاً:

اولاً حدیث ۴۰ سے ۵۱ تک انھیں بارہ ۱۲ احادیث عظیمہ صحیحہ خفق نعال و قلیب بدر سے ایراد جلیل اور ادعائے تخصیص وقت سوال قبر یا خصوصیت کفار مقتولین بدر باطل وبے دلیل کما سمعت (جیسا کہ سن چکے۔ت) مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا

یردہ ان الاختصاص لایصح الابدلیل وھو مفقود ھھنا بل السوال والجواب ینا فیانه [2]۔	اس کی تردید اس سے ہوتی ہے کہ خصوصیت بغیر کسی دلیل کے صحیح نہیں اور دلیل یہاں مفقود ہے بلکہ سوال وجواب تو اس کے منافی ہیں۔ (ت)

ثانیاً یہاں خصوصیت سہی اور جو احادیث کثیرہ عموماً ومطلقاً اموات کے علم و سمع وبصر وادراک و معرفت میں وارد ہیں ان سے کیا جواب ہوگا، مرقاۃ میں ہے:

مع ان ماورد من السلام علی الموتی یرد علی التخصیص باول احوال الدفن [3]۔	باوجودیکہ مُردوں پر سلام کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں وہ اول وقت دفن سے تخصیص کی تردید کرتی ہیں۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۴۱

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب حکم الاسراء مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱/ ۸

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب حکم الاسراء مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱/ ۸

ثالثاً بہت اچھا، جب ابتدائے دفن میں تم خود سماع کے قائل، یہاں تک کہ کلام لایعقل متکلم لایعقل اعنی تفہیم المسائل بھی معترف وقائل، حیث قال در وقت سوال وجواب ہمہ قائل سماع اند[1] (اس کے الفاظ یہ ہیں: سوال وجواب کے وقت سبھی سماعت کے قائل ہیں، ت) اس وقت کلام کرنے سے کیوں حنث نہیں ہوتا کہ اب تو سمع وفہم سب کچھ حاصل، جس طرح انھیں امام ابن الہمام نے د ربارہ تلقین منکرین پر اعتراض کیا کہ:

الا انہ علی ہذا ینبغی التلقین بعد الموت لانہ یکون حین ارجاع الروح[2]۔	مگر اس بنیاد پر تو بعد موت تلقین ہونی چاہئے اس لیے کہ وہ اعادہ روح کے وقت ہوتی ہے۔ (ت)

یہ اعتراضات اس تقدیر باطل یعنی انکار سماع ارواح پر اصل سے اس کلام مشائخ کو باطل وازبیخ کندہ کرتے ہیں بخلاف اس تقدیر حق کے کہ صرف سماع جسم سے انکار مراد ہے، اب ان میں اصلاً کچھ وارد نہیں ہوتا۔

فاقول: وباللّٰہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) تقریر کلام مشائخ اعلام یہ ہے کہ مبنائے ایمان عرف پر ہے اور خطابات عرفیہ متعلق بدن مگر کلام بے سمع وفہم نامتصور، لاجرم یہ قسم حالتِ حیات پر مقصور اور جسم خالی معزول ومہجور کہ بعد فراق روح بدن مردہ ہے اور اس کے حواس ومشاعر باطل وافسردہ، عذاب قبر اگرچہ روح وبدن دونوں پر ہے مگر اس کے لیے بدن کو ایک نوع حیات تازہ بقدر الم دی جاتی ہے مگر موت تو اس قدر احساس وادراک کے منافی ہے پھر اس حیات کا استمرار بھی ضرور نہیں، احادیث کثیرہ کہ سمع وبصر وفہم وادراک ومعرفت اموات پر ناطق ہے ضرور صادق ہیں۔ ان میں مراد ارواح موتٰی ہیں کہ ادراک حقیقتاً روح ہی کا کام ہے اور اسے موت نہیں، نہ موت بدن سے میں تغیر آئے، البتہ احادیث خفق نعال ضرور سمع جسمانی بتاتی ہیں، قطع نظر اس سے کہ لفظ میّت بدن میں حقیقت، ان میں صراحۃً **اذا وضع فی قبرہ** (جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے۔ ت) ارشاد ہوا، اور قبر میں رکھا جانا بدن ہی کی شان ہے مگر یہ بھی بوجہ مذکور ہم پر وارد نہیں نسخہ میں تحریر نہیں کہ اس وقت بغرض سوال بدن کی طرف اعادہ حیات ہوتا ہے تو سماع حی کے لیے ثابت ہوا نہ کہ میّت کے لیے، اور احادیث قلیب اگرچہ حیات معادہ للسوال سے جدا ہیں کہ اول تو کافر مجاہر سے سوال ہونے میں کلام ہے۔ امام ابو عمر ابن عبدالبر نے فرمایا: سوال یا مومن سے ہوگا یا منافق سے کہ بظاہر مسلمان بنتا تھا بخلاف کافر ظاہر کہ اس سے سوال نہیں، امام جلیل جلال سیوطی نے فرمایا: **ھو الارجح ولا اقول سواہ**[3] **نقلہ فی ردالمحتار** (یہی ارجح ہے اور میں اس کے سوا کا قائل نہیں اھ اسے ردالمحتار میں نقل کیا۔ ت) شرح الصدور میں اس کی تائید کرکے

---

[1] تفہیم المسائل عدمِ سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۱

[2] فتح القدیر باب الجنائز مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶۹/۲

[3] ردالمحتار صلوٰۃ الجنائز مصطفی البابی مصر ۶۲۹/۱

فرماتے ہیں:

وفی حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند الطبرانی من قول حماد وابی عمر الضریر مایصرح بذلك[1]۔	طبرانی کے یہاں بالفاظ حماد وابو عمر ضریر جو حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے اس میں اس کی تصریح ہے۔(ت)

اور اگر سوال مانئے بھی تو اس کا وقت ابتدائے وضع ودفن ہے یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ناپاک لاشوں سے وہ گندہ کُنواں پٹ جانے کے تین دن بعد وہاں تشریف لے جاکر مخاطب ہوئے تھے، صحیح مسلم کی روایت حدیث ۴۸ میں گزری اور صحیح بخاری شریف میں ہے:

عن ابی طلحۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر یوم بدر باربعۃ وعشرین رجلا من صنادید قریش فقذ فوافی طوی من اطواء بدر خبیث مخبث وکان اذا ظھر علی قوم اقام بالعرصۃ ثلث لیال فلما کان ببدر الیوم الثالث امر براحلتہ فشد علیھا رحلھا ثم مشی وتبعہ اصحابہ وقالوا مانری ینطلق الا لبعض حاجتہ حتی قام علی شفۃ الرکی فجعل ینادیھم باسمائھم واسماء اٰبائھم یا فلاں بن فلاں ویا فلان بن فلان ایسرکم انکم اطعتم اللہ ورسولہ فانا قد وجدنا ماوعدنا ربنا حقا فھل وجدتم ماوعد ربکم حقا قال فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ یا رسول اللہ ماتکلم من اجسادا لاارواح لھا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی	حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے روز بدر قریش کے چوبیس سربرآوردہ اشخاص کو بدر کے کنوؤں میں ایک گندے پلید کنویں میں پھنکوادیا، حضور کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی قوم پر فتحیاب ہوتے تو میدان میں تین دن قیام فرماتے، جب بدر کا تیسرا دن تھا تو سواری مبارک پر کجاوہ کسوایا، پھر چلے، صحابہ نے ہمرکابی کی، اور کہا ہمارا یہی خیال ہے کہ اپنے کسی کام سے تشریف لے جارہے ہیں، یہاں تک کہ کنویں کے سرے پر ٹھہر کر ان کا اور ان کے آباء کا نام لے لے کر اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں کہہ کر پکارنے لگے، فرمایا "کیا اس سے تمھیں خوشی ہوتی کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم تم نے مانا ہوتا، ہم نے تو حق پایا وہ جس کا ہمارے رب نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا، کیا تم نے اس کو ثابت پایا جو تمھارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا" حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ ان جسموں سے

[1] شرح الصدور فصل فیہ فوائد خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۹

علیه وسلم والذی نفس محمد بیده ما انتم باسمع لما اقول منهم قال قتادۃ احیاھم الله حتی اسمعهم قوله توبیخًا وتصغیرا ونقمة وحسرتا وندما[1]۔	کلام فرمارہے ہیں جن میں جان نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے میری بات تم ان سے زیادہ نہیں سنتے، حضرت قتادہ فرماتے ہیں: اللہ تعالٰی نے ان کی توبیخ، تذلیل، کلفت، حسرت اور ندامت کے لیے انھیں حیات دے کر حضور کا کلام سنوایا۔ (ت)

اور حدیث مذکور نص صریح ہے کہ ان کافروں نے گوش بدن ہی سے سنا کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: حضور کیا کلام فرماتے ہیں ان بدنوں سے جن میں روح نہیں، اسی کے جواب میں ارشاد ہوا کہ خدا کی قسم تم ان سے زیادہ نہیں سنتے، توصاف ثابت ہوا کہ سماع جسمانی ہی واقع ہوا مگر جبکہ روح کا جسم سے فراق یقینا معلوم اور بے عود حیات سماع جسم خالی قطعاً معدوم، توان کافروں کے لیے تین دن بعد پھر عود زندگی ماننے سے چارہ نہیں، اور پر ظاہر کہ یہ امر عموماً نہیں ہوتا، ناچار بالخصوص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اعجاز سے ان ملاعنہ کو زیادت حسرت وندامت وعذاب واذیت ہونے کے لیے واقع ہوا کہ روح وبدن دونوں کا اشتراک تنہا روح کے ادراک سے اشد وسخت تر ہے، لہٰذا قتادہ نے کہا: اللہ تعالٰی نے ان کی حسرت وتوبیخ وتذلیل کے لیے اعادہ حیات فرماکر سنوایا، بالجملہ جو احادیث سماع جسمانی میں نص ہیں ان میں تخصیص وقت یا بعض اموات خود سبیل واضح ہے اور جو ایسی نہیں وہ رأساً غیر وارد کہ سماع روح توآپ ہی خود ثابت ولائح ہے۔ بحمدللہ یہاں سے روشن ہوا کہ صاحب تفہیم المسائل کا خبط بے ربط کہ:

ہر چند مبنی ایمان بر عرف است مگر مقصود فقہاء از نفی سماع دریں مقام نفی سماع عرفی و حقیقی ہر دوست زیراکہ فقہا نفی سماع مطلق کردہ اند نہ بتقیید عرف واگر نفی صرف سماع عرفی نہ حقیقی مقصود مے بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذاب قبر وتوجیہ کردن دیگر وقائع کہ بر سماع موتٰی دال ست نبود[2]۔	ہر چند کہ قسم کی بنیاد عرف پر ہے مگر یہاں سماع کی نفی سے فقہا کا مقصود عرفی و حقیقی دونوں سماع کی نفی ہے، اس لیے کہ فقہا نے سماع کی نفی مطلق کی ہے عرف کی قید لگا کر نہیں، اگر حقیقی نہیں صرف عرف سماع کی نفی مقصود ہوتی تومسئلہ عذاب قبر کا جواب دینے اور سماع موتٰی پر دلالت کرنے والے دوسرے حالات و واقعات کی توجیہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ (ت)

[1] صحیح بخاری باب قتل ابی جہل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۶۶
[2] تفہیم المسائل عدمِ سماع موتٰی از کتبِ حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۳

فھل ھذٰ الاتوجیہ بما لا یرضی بہ قائلہ (یہ کیا ہے؟ کلام قائل کی ایسی توجیہ جس سے قائل راضی نہیں۔ت) محض نافہمی وجہل واضح ہے۔

فاقول: (میں کہتا ہوں۔ت) **اولاً** یہاں عرفی و حقیقی متغائر نہیں ہے۔ اوپر واضح ہو چکا کہ یہی ادراک اصوات بآلات جسمانیہ ہی حقیقت لغویہ اور یہی متعارف ہے، اور وہ معنٰی جو وقت اضافت سمع بروح مجرد یا بحضرت عزت مراد ہوتے ہیں، محل یمین میں ان کا احتمال ہی کیا تھا کہ اطلاق، نفی انھیں میں شامل ہو۔

ثانیاً: مشائخ کرام نے جن وقائع کی توجیہ فرمائی وہ سماع جسمانی پر دال تھے، ان کی توجیہ کی ضرور حاجت تھی اس سے سماع روح کا انکار سمجھ لینا تمھاری خوش فہمی ہے۔

ثالثاً : توجیہ عذاب قبر کی بھی ایک ہی کہی، ذی ہوش کو نافع و مضر میں تمیز تک کی لیاقت نہیں مگر تصحیح المسائل کے مقابل آنا ضروری۔

ماذاخاضك یا مغرور فی الخطر
حتی ھلکت فلیت النمل لم نظر

(اے فریب خوردہ! کس چیز نے تجھے خطرے میں ڈالا کہ تو ہلاکت کو پہنچا، کاش! چیونٹی پرواز ہی نہ کرتی۔ت)

عقلمند یہ بھی دیکھا کہ وہ توجیہ کیا کی ہے اور اس سے روح میں کلام نکلتا ہے یا صاف بدن میں گفتگو ہونا منجلی ہے۔ دلیل ہفتم کو گزرے ابھی دیر نہ ہوئی اسے ملاحظہ کیجئے اور صاحب تفہیم کی فہم سقیم کی داد دیجئے۔

رابعاً: کاش اس بطور خویش جماد شوندہ نابینا وناشنوندہ یعنی اس تحریر سے پہلے مرجانے والے تفہیم نگارندہ کو زمانہ مہلت دیتا کہ ہمارے کلام میں دلیل یازدہم اور اس کے پچیس شواہد کو آنکھوں دیکھا کانوں سنتا اس وقت کھلتا کہ **توجیہ القول بما لایرضی بہ قائلہ** (کلامِ قائل کی ایسی توجیہ جس سے قائل راضی نہیں۔ت) کا ارتکاب کس نے کیا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، اب رہا یہ کہ جب ابتدائے دفن میں سماع مسلم تو اس وقت حنث کیوں نہیں، اقول ہاں یوں نہیں کہ یہ یمین مقتضی حیات مخاطب ہے اور نفس روح سے متعلق نہ تھی، اگر اس سے تعلق ہوتا تو اس کی حیات ادراکات تو مستمرہ ہیں ضرور حنث ہوتا۔

فلان العرض وان کان لایبقی زمانین لکنہ مادام مستمرا بتجدد الامثال یعد شیئًا واحدًا باطباق اللغۃ والعرف والشرع۔	کیونکہ عرض اگرچہ دو زمانوں تک باقی نہ رہے لیکن وہ تجدد امثال کی وجہ سے مستمر ہو تو باتفاق لغت وعرف وشرع شی واحد ہی شمار ہوتا ہے۔ (ت)

بخلاف بدن کہ اس کی حیات زائل حیات جدیدہ اس وقت ملی ہے اور وہ حیات اولٰی کی غیر ہے تو جس حیات

سے یمین متعلق تھی منقطع ہوچکی اور حنث کی گنجائش نہ رہی، یہی امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الحیاۃ المعادۃ غیر الحیاۃ المحلوف علی اذنہ فیہا وقدومہ وھی الحیاۃ القائمۃ حالۃ الحلف لان تلک عرض تلاشی لایمکن اعادتہا بعینہا وان اعیدت الروح فان الحیاۃ غیر الروح لانہ امر لازم للروح فیمالہ روح[1]۔	دوبارہ دی جانے والی زندگی اس زندگی کے علاوہ ہے جس کے اندر اجازت اور آمد کی قسم کھائی تھی اور وہ زندگی وہ ہے جو قسم کھانے کے وقت اس شخص کے ساتھ قائم تھی کیونکہ وہ تو ایک عرض ہے جو ختم ہوگیا، بعینہٖ اس کا اعادہ ممکن نہیں، اگرچہ روح کا اعادہ ہو، اس لیے کہ حیات روح کے علاوہ ایک شی ہے، وہ ایک ایسا امر ہے جو روح کے لیے لازم ہے اس شی میں جس کے لیے روح ہوتی ہے۔ (ت)

تنبیہ جلیل: الحمد للہ جس طرح اس تقریر سے یہ واضح ہوا کہ ہمارے مشائخ کرام باتباع احادیث صحیحہ ان عامیانہ اوہام حجاب وحائل خشت وگِل قبر کو مہمل و ناقابل التفات جانتے ہیں کہ میّت مدفون کے لیے وقت اعادہ روح ایسی خفی آواز ہائے بیرونی کا سماع ثابت مانتے ہیں، یونہی یہ بھی لائح ہوا کہ یہاں سماع جسمانی سے مانع یہی موت تھی، ولہذا جس وقت جسم کو ایک نوع حیاتِ ملی سماع اصوات کی راہ کھلی، توظاہر کہ روح کہ بالاجماع ہمیشہ زندہ و مستمر بحال و نا متغیر ہے اس کا سماع عادۃً دائم ہے کہ مصحح موجود اور مانع مفقود، اب کھلا کہ مشائخ کرام کی یہ بحث وکلام، فقط مذہب منکرین سے بیگانہ ہی نہ تھی بلکہ بحمد اللہ تعالٰی صراحۃً ان کا رد ہیں اس تحقیق انیق کے بعد صاحب تفہیم المسائل کا مزاج پوچھئے کہ آپ کی اس خوش فہمی و قوت وہمی نے کہ:

در فتح القدیر نوشتہ کہ بنائے منع تلقین نزد اکثر مشائخ نابر عدم سماع موتٰی است ودر آخر گفتہ کہ طائفہ مشائخ در حدیث تلقین قائل بحقیقت بدیں وجہ شدہ اند کہ وقت تلقین مقام ارجاع روح است برائے سوال وجواب وایں وقت موتٰی راجہت عود روح سماع حاصل است پس ایں طائفہ ہم منکر سماع موتٰی است ودر وقتِ سوال وجواب ہمہ قائل سماع از دریں صورت از عبارت فتح القدیر معلوم مے شود کہ مذہب ہمہ فقہا انکار	فتح القدیر میں مرقوم ہے کہ ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک منع تلقین کی بنیاد عدم سماع موتی پر ہے، اور آخر میں کہا کہ ایک جماعت مشائخ حدیث تلقین میں حقیقت کی قائل اس وجہ سے ہوئی کہ وقت تلقین سوال وجواب کے لیے روح لوٹائے جانے کا موقع ہے اور اس وقت روح کے عود کرنے کے باعث مردوں کو سماع حاصل ہے تو یہ جماعت بھی سماع موتٰی کی منکر ہے اور سوال وجواب کے وقت سبھی سماع کے قائل ہیں، اس طرح یہ فتح القدیر کی

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الکلام مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۲۴

سماع موتٰی است [1]۔	عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع موتٰی سے انکار تمام فقہاء کا مذہب ہے۔ (ت)

کیسا حکم تیر بازگشت پیدا کیا یہ تو اسی عقلمند کے کلام سے واضح ہوا کہ وہ میّت جس کے لیے فقہاء سماع نہیں مانتے بدن ہی ہے۔ ذرا ہوش میں آکر بتانا کہ عودِ روح کس میں ہوتا ہے؟ پھر یہ پوچھے کہ اے ذی ہوش! وہ روح جس کے ادنٰی عود سے یہ مشتِ خاک اتنے حجابوں حائلوں میں بالاتفاق سمیع ہوجاتا ہے، وہ خود کہ حجاب وحائل سے منزہ اور ہمیشہ زندہ ہے، کیوں نہ بالاتفاق دائماً شنوا وبینا ہوگی! اب یاد کیجئے کہ امام ابن الحاج کا ارشاد مذکور قول ۶۵ کہ اولیائے احیاء نور خدا سے دیکھتے ہیں، اور نور خدا کو کچھ حجب نہیں۔ پھر اموات کا کیا کہنا، اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا مقال ۷ کہ روح کے آگے مکان دور ونزدیک یکساں ہے جس طرح نظر کنویں میں آسمان بریں کے ستارے دیکھتی ہے وغیر ذٰلک اقوال کثیرہ مذکورہ۔ نسخہ میں الف تحریر نہیں دیکھ ظالم! حجت الٰہی یوں قائم ہوتی ہے، ہاں یہ باقی رہا کہ ادراک روح کے لیے جسم شرط مانئے، یہ اوپر واضح ہوچکا کہ اس کے کون قائل ہیں، معتزلہ وغیرہم لیام، آگے تم جانوں اور تمھارا اکام، یہی بحمد اللہ تقریر و تفسیر و تنویر اس کلام حضرات مشائخ کی، جسے مخالف اپنا کمال موافق جان کر اہل حق سے الجھتے اور موافق بگمان تخالف مشکل ومعضل سمجھتے، اہل بدعت اپنی سپر پناہ ٹھہرا کر آسمان ناز پر اپنی ٹوپیاں اُچھالتے، اور اصحاب سنت بظاہر مخالف عقیدہ صادقہ پاکر سلاح معارضہ ومنافقہ سنبھالتے، اب بعونِ عزیز مقتدر عزجلالہ روشن ہوگیا کہ امر بالکل بالعکس ہے۔ وہ کلام ہدایت نظام سراپا اہل سنت کے مطابق اور مذہب مخالف کارد ونکس ہے۔ بحمد اللہ تعالٰی اب مخالف دیکھے کہ اس کے شوشے قعرِ عدم کے گوشے میں گئے، موافق نہ صرف موافق، ہر ذی عقل منصف دیکھے کہ بفضلہٖ تعالٰی اس تقریر منیر سے کیا کیا فائدے حاصل ہوئے۔

فائدہ ۱: کلام مشائخ بحمد اللہ تعالٰی ہرگز عقیدہ اہلسنت کے مخالف نہیں۔

فائدہ ۲: نہ عیاذاً باللہ کسی حدیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلاف۔

فائدہ ۳: نہ تصریحات ائمہ میں اصلاً تعارض۔

فائدہ ۴: نہ خود ان علماء کے کلام میں کہیں بوئے تناقص۔

فائدہ ۵: نہ وہ اس مسئلہ ویمین میں اپنی ہی اصل مقرر یعنی بناعلی العرف سے جدا چلے بلکہ اسی جڑ سے یہ پودے کھلے۔

فائدہ ۶: نہ وہ ہرگز کسی تخصیص بے دلیل کے مرتکب ہوئے نہ ان کی اس دلیل پر زنہار کوئی نقض وارد، نہ تفریع وتاصیل پر کچھ الزام عائد، غرض یہ سب اور دیگر مقامات میں ان کے کلمات اور باقی ائمہ کے نصوص وتصریحات اور

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۰ و ۸۱

احادیث وآثار کے عالی ارشادات بحمداللہ تعالیٰ سب متفق و منظّم ہیں اور ایک دوسرے سے متناسب وملتئم۔ اور اس تقریر معقول۔ مستنیر ومصقول، واجب القبول نہ مانیے تو یہ تمام منقلب ہو کر ان کے مقابل اتنے ہی ضرر حاصل اور نتیجہ کچھ نہیں کہ انجام یہ ٹھہرے گا کہ کلام مشائخ طرح طرح سے منقوض باطل اور انواع انواع زلزلوں سے متزلزل اور آپ ہی اپنی تلوار سے گھائل، پھر کیا کسی استناد کے قابل وھذا مما لا یرضاہ عاقل (اور اسے کوئی عاقل پسند نہ کرے گا) اب بحمداللہ مہر نیمروز وماہ نیم ماہ سے زیادہ رخشاں ودرخشاں ہوا کہ بعض کبرائے متاخرین شراح محدثین نے اس باب میں جو تقریریں فرمائیں اصل مرام مشائخ کرام پر وارد نہیں۔ وہ گویا بر سبیل ارخائے عنان رائحہ مخالفت مان کر جواب مخالف کی تعلیمیں تھیں اور واقعی ہمارے ائمہ کرام ومشائخ اعلام کی انظار غامضہ ایسی ہی عالیہ واقع ہوئیں کہ بعض اوقات انظار ناظرین متاخرین ماہرین اس کے مرقات مدارج ومعالی معارج تک وصول میں متساہل رہیں جیسا کہ خادم ابواب وفصول فقہ واصول پر اشکار ومبین، یہ بحمداللہ تعالیٰ حق تحقیق وتحقیق حق ہے جس سے حق حقیق بقول وتصدیق یک سرمُو متجاوز نہیں ھٰکذا ینبغی التحقیق واللّٰہ سبحانہ ولی التوفیق (اسی طرح تحقیق چاہئے اور خدائے پاک ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) الحمد للہ! اگر اس تمام کتاب میں ان مقدمات سبعہ کی تمہید وتزیین اور اس جواب عین الصواب کی تحریر وتبیین کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو بفضل عظیم حضرت کریم عم نوالہ، اسی قدر شافی وکافی ومغنی ووافی تھا،

ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾ والحمدللّٰہ رب العٰلمین۔	وہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے، اے میرے رب! مجھے یہ عطا کر کہ میں شکر ادا کروں اس احسان کا جو تم نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا، اور یہ کہ میں نیک کام کروں جس سے تو راضی ہو، اور میری اولاد کو میرے فائدے کے لیے نیک بنادے، بیشک میں تیری طرف رجوع لایا اور یقینا میں اسلام والوں سے ہوں اور سب خوبیاں اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

الحمد للہ اس جواب جلیل وجمیل کے بعد اصلاً حاجت نہیں کہ اور جوابوں کی طرف توجہ کروں، دلائل نے بفضلہ تعالیٰ یقین قطعی دے دیا ہے کہ بلاشبہ مراد مشائخ کرام یہی ہے تو اب کیا ضرورت ہے کہ تنزلات کیجئے، ارخائے عنان سے مہلتیں دیجئے، مگر مخالف کو شکایت وحسرت نہ رہے، لہٰذا چالشکری کو کچھ اور بھی امتداد سہی، اسی جواب کے متعلق بعض تنبیہات مفیدہ لکھ کر دیگر اجوبہ کی طرف عطف عنان کروں وباللہ التوفیق۔

تنبیہ اول: اقول بعض مسائل میں اہل بدعت اور بعض یا کل اہلسنت متفق ہوتے ہیں اور ان کے

ماخذ حسب اختلاف مذہب مختلف مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک لے کر ندا کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے اور وہابیہ تو قاطبۃً شرک کہتے ہیں ان کا ماخذ ملوم وہی شرک موہوم اور ہمارے منع کی وجہ آیہ کریمہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا[1] رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ تو نام لے کر ندا ناجائز ہے بلکہ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا خلیفۃ اللہ وغیرہا اوصاف کریمہ کے ساتھ ندا چاہئے، یوں ہی مسئلہ تلقین بعد دفن کو جمہور معتزلہ تو منع کیا ہی چاہیں کہ ان سنگ ساروں کے نزدیک اموات کی روح وبدن سب اینٹ پتھر ہیں، وللہذا وہ سفہاء عذاب قبر وسوال نکیرین کے منکر ہیں اور حنفیّہ میں جمہور مانعین وہی ہیں قول ۱۳۱ میں امام زاہد صفار کا ارشاد سن چکے کہ منع تلقین مذہب معتزلہ پر ہے۔ قول ۱۳۴ و ۱۳۵ میں جوہرہ نیرہ و در مختار سے گزرا کہ تلقین اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے، قول ۱۵۴:

ہر کہ تلقین نمی کند ونمی گوید بآں او بر مذہب اعتزال است کہ گویند میّت جماد محض است[2]۔	جو تلقین کا عامل وہ قائل نہیں وہ مذہب معتزلہ پر ہے جو کہتے ہیں کہ میّت جماد محض ہے۔(ت)

وللہذا امام ابن ہمام نے اپنا عندیہ بیان فرمایا کہ میرے گمان میں منع تلقین انکار سماع پر مبنی ہے یہ ان جمہور مانعین کے لحاظ سے ضرور صحیح ہے مگر بعض علمائے اہل سنت کہ منع میں شریک ہوئے ان کا ماخذ یہ ہر گز نہیں بلکہ بعض کے نزدیک بدعت ہونا، **کما مر عن سلطان العلماء** (جیسا کہ سلطان العلماء سے گزرا۔ت) یا ان کے خیال میں بے فائدہ ٹھہرنا کہ ایمان پر گیا تو کیا حاجت ورنہ کیا منفعت، وللہذا امام نسفی نے مسئلہ یمین میں وہ تصریحات فرمائیں مگر انکار تلقین میں ہر گز اس کا نام نہ لیا بلکہ اسے عدم فائدہ سے استناد کیا، جیسا کہ قول ۱۵۴ او نکتہ جلیلہ میں گزرا، وللہذا ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی محمد نے جب انکار تلقین اختیار کیا اس پر اسی انعدام نفع سے استظہار اور ساتھ ہی بربنائے انکار سماع انکار ماننے پر تصریح انکار کیا ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں:

لان المیّت لافائدۃ من تلقینه اصلا لانه ان مات مسلما فهو ثابت علی الشهادۃ بالتوحید والرسالة فالتلقین لغو وان مات کافرا فلا یفید التلقین لانه لاینفعه الایمان بعد الموت وماقیل ان التلقین لغو لان المیّت	تلقین میّت میں اصلا کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ اگر وہ اسلام پر مرا ہے تو خود توحید ورسالت پر قائم ہے پھر تلقین بیکار ہے۔ اور اگر کفر پر مرا ہے تو تلقین سود مند نہ ہوگی اس لیے کہ موت کے بعد ایمان لانا اسے نفع بخش نہ ہوگا، اور یہ جو کہا گیا کہ تلقین اس لیے لغو ہے کہ میّت

[1] القرآن ۶۳/۲۴

[2] کشف الغطاء فصل احکام دفن مطبع احمدی دہلی ص ۵۷

لا یسمع فھذا باطل[1]۔	سنتا نہیں تو یہ باطل ہے۔(ت)

فائدہ: امام علامہ شیخ الاسلام نسفی نے جس طرح کافی میں منع تلقین پر صرف نفی نفع بروجہ مذکور سے استدلال کیا جس سے صاف مترشح کہ وہ اصل سماع کے منکر نہیں، ورنہ سرے سے یہی فرمانا تھا کہ تلقین کسے کی جائے، اینٹوں پتھروں کو، یوں ہی آیات کریمہ کی تفسیر میں نفی انتفاع و نفی قبول ذکر فرمائی، زیر کریمہ ملائکہ فرمایا شبہ الکفار بالموتی حیث لاینفعون بمسموعھم[2] (کفار کو مردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وہ سنتے ہیں اس سے نفع یاب نہیں ہوتے۔ت) زیر کریمہ نمل لما کانوا لایعون مایسمعون لابھم ینتفعون شبھوا بالموتی[3] (چونکہ کفار سنتے ہیں اس کو سمجھتے نہیں اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اس لیے انھیں مردوں سے تشبیہ دی گئی۔ت) زیر کریمہ روم وھو لاء فی حکم الموتی فلا تطمع ان یقبلوا منك[4] (اور یہ مردوں کے حکم میں ہیں تو اس کی طمع نہ رکھوں کو وہ تمھاری بات قبول کریں گے۔ت) مگر صاحب تفہیم المسائل تو اختراع و افتراء کے ماہر کامل صاف لکھ دیا:

صم بکم می نویسد المعنی انھم فی حال کفر ھم وتکذیبھم کمن لا یسمع ولا یتکلم فلھذا شبہ الکفار بالموتٰی لان المیّت لایسمع ولایتکلم کذا قال ابن الخازن العراقی الشافعی فی تفسیرہ لباب التاویل فی معنی التنزیل انتھی[5] اھ۔	تفسیر مدارک میں آیت کریمہ "جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا بہرے گونگے ہیں" کے تحت لکھتے ہیں: معنی یہ ہے کہ وہ اپنے کفر و تکذیب کی حالت میں ان کی طرح ہیں جو سنتے بولتے نہیں، اسی لیے کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی اس لیے کہ مردہ سنتا بولتا نہیں، ایسے ہی ابن خازن عراقی شافعی نے اپنی تفسیر لباب التاویل فی معنی التنزیل میں فرمایا۔ انتہی یعنی عبارت مدارک ختم۔اھ (ت)

مدارک شریف میں اس عبارت کا نشان نہیں، لطف یہ کہ اس میں تفسیر لباب تاویل کا حوالہ نقل کرکے انتہی کردی یعنی یہاں تک کہ عبارت مدارک تھی، حالانکہ صاحب مدارک کی وفات ۷۰۱ھ یا ۷۱۰ھ میں علی اختلاف القولین ہے اور لباب التاویل کی تالیف ۷۲۵ھ میں ختم ہوئی۔ نہ امام اجل نسفی ایسے حوالے کے عادی، اور وہ بھی اپنے کسی

---

[1] رسائل الارکان فصل فی حکم الجنازۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۵۰
[2] تفسیر النسفی (مدارک التنزیل) ومامانت بمسمع من فی القبور دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۳۳۹
[3] تفسیر النسفی سورہ نمل زیر آیت انک لاتسمع الموتی دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۲۲
[4] تفسیر النسفی روم زیر آیت فانک لاتسمع الموتی دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۷۶
[5] تفہیم المسائل عدم سماع موتی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۸

ایسے معاصرہ بلکہ مدارک العصر سے، مگر نابینائی جو چاہے کرائے۔

تنبیہ دوم: اقول: بحمداللہ تعالٰی واضح ہوچکا کہ ہمیں بقائے حیات بدن وسماع جسمانی سے کچھ کلام نہ وہ عام لوگ میں ہمارا دعوٰی، نہ ہمارا کوئی مسئلہ اس پر موقوف، تو اگر بالفرض بدن کے لیے موت مطلق دائم رہتی ہمارا کچھ حرج نہ تھا، ورود نصوص کے سبب ہم نے تنعیم وتعذیب قبر روح وبدن دونوں کے لیے مانی، اور شبہات عقل ونقل بدن کے واسطے بھی ایک نوع حیات اس تلذم وتنعّم وتالم کے لے لازم جانی، ہاں یہ ضرور ہمارا مدعا ہے اور بحمداللہ تعالٰی دلائل قاہرہ اس پر قائم ہوچکے کہ روح باقی مستقر بحال ونامتغیر وسمیع ومبصر، اور بدن کے ساتھ اس کا ایک تعلق ہمیشہ مستمر، تو جو کچھ بعد فراق بھی بدن کے ساتھ کیا جائے ضرور دیکھے گی، مطلع ہوگی، اگر وہ فعل تعظیم ہے پسند کرے گی یا اہانت ہے ناخوش ہوگی، اذیت پائے گی، فصول سابقہ اس بیان کی متکفل ہوچکیں تو خارج سے بھی جو ضرب یا صدمہ بدن میّت پر واقع ہو اگر بطور استہانت وتحقیر ہے قطعاً روح کا ایذا روحانی ہوگی، رہا یہ کہ اس سے اس اذیت ودرد جسمانی بھی لاحق ہوگا یا نہیں، یعنی جس طرح عالمِ حیات میں بدن پر جو صدمہ آتا ہے بدن اسے روح تک پہنچانے کا آلہ وواسطہ بنتا کہ اس کے تفرق اتصال سے روح کو درد پہنچتا، آیا بعد فراق بھی مثل عذابِ الٰہی والعیاذ باللہ تعالٰی تعذیب بشری سے بھی الم ہوتا ہے یا اس میں درد منتفی، اور صرف وہی توہین کے باعث ناخوشی باقی ظاہر کلام مشائخ کرام جانب ودوم ہے، ولہذا کافی میں فرمایا:

المیّت لا یتألم بضرب بنی آدم وانما ذلك مما یتفرد به الله تعالٰی [1]۔	میّت کو بنی آدم کے مارنے سے دکھ نہیں ہوتا، یہ ایسا امر ہے جو خدائے تعالٰی کے ساتھ خاص ہے۔ (ت)

اور [2] یہی مقتضائے اثر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے:

اخرج ابن سعد عن خلف معد ان قال لما انھزمت الروم یوم اجنادین انتھوا الی موضع لا یعبرہ الا انسان وجعلت الروم تقاتل علیه وقد تقدموہ وعبروہ فتقدم ھشام بن العاص رضی الله تعالٰی عنه فقاتل علیھم حتی قتل، ووقع علی تلك الثلمة فسدھا۔ فلما انتھی المسلمون الیھا ھابوا ان یوطؤھا الخیل	ابن سعد نے خلف بن معدان سے روایت کی وہ فرماتے ہیں جب روز اجنادین رومی شکست خوردہ ہونے لگے ایک ایسی تنگ جگہ پہنچ گئے جسے بس ایک ایک آدمی پار کرسکتا تھا، اسی جگہ رومی جنگ کرنے لگے، ہشام بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ آگے بڑھے، لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوکر اسی تنگ جگہ آرہے۔ ان کے جسم سے وہ حصہ بھر گیا، جب مسلمان وہاں پہنچے تو ان کے اوپر گھوڑے

[1] کافی شرح وافی

فقال عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایھا الناس ان اللہ قد استشھدہ ورفع روحہ وانما ھو جثّۃ فاوطؤہ الخیل ثم اوطأہ ھو وتبعہ الناس حیت قطعوہ۔[1]	چلانے سے خوف کیا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: اے لوگو! اللہ تعالٰی نے انھیں شہادت دی اور اس کی روح کو اٹھالیا اب یہ صرف جُثہ ہے، تو اس پر سے گھوڑے گزادو، پھر انھوں نے پہل کی اور لوگوں نے آپ کی اتباع کی، یہاں تک کہ وہ جسم پارہ پارہ ہوگیا۔ (ت)

امام جلیل جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

ھذہ الاٰثار لا تدل علی ان الارواح لا تتصل بالابدان بعد الموت انما تدل علی ان الاجسام لاتتضرر بما ینالھا من عذاب الناس لھا ومن اکل التراب لھا فان عذاب القبر لیس من جنس عذاب الدنیا وانما ھو نوع اخر یصل الی المیّت بمشیۃ اللہ تعالٰی وقدرتہ[2]۔	ان آثار میں اس پر دلیل نہیں کہ موت کے بعد بدن سے روح کا تعلق نہیں ہوتا، ان کی دلالت صرف اس پر ہے کہ جسم کو تکلیف سے ضرر نہیں ہوتا جو انسانوں کی جانب سے اسے پہنچائی جاتی ہے، اسی طرح مٹی کے کھالینے سے اسے تکلیف نہیں ہوتی، اس لیے کہ عذاب قبر عذاب دنیا کی جنس سے نہیں، وہ ایک دوسری قسم کی چیز ہے جو اللہ تعالٰی کی مشیت وقدرت سے میّت کو پہنچتی ہے۔ (ت)

اور ظواہر حدیث ودیگر آثار واخبار واقوال اخیار جانب اول ہیں، حدیث[۱] ۲۶ میں روایت دار قطنی سے زیادت لفظ فی الالم گزری یعنی مردہ وزندہ کی ہڈی توڑنی درد میں برابر ہے، [۲]علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

جم غفیر ذھبوا الی ان المراد ان کسر عظم المیّت ککسر عظمہ حیافی التألم والتاذی[3]۔	جماعت عظیم علماء اس طرف گئی کہ مراد حدیث یہ ہے کہ مردے کی ہڈی توڑنی درد وایذا میں ایسے ہی ہے جیسے زندہ کی۔

[۳]امام ابو عمر ابن عبدالبر [۴]شیخ محقق کا اس باب میں ارشاد قول ۴۰ و ۴۱ میں گزرا اور تینوں [۵]سید علامہ ابراہیم حلبی و [۶]احمد مصری و [۷]محمد شامی محشیان دُر کے اقوال اسی کے بعد مذکور ہوئے، [۸]حدیث ۲۴ میں بروایت صحیح مسلم شریف انہی عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزرا: اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا[4]۔ جب مجھے دفن کرو تو مٹی مجھ پر

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۴/ ۱۹۴
[2] شرح الصدور باب احوال الموتٰی فی قبورہم خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۳
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ طیبی فصل ثالث من باب دفن المیّت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۷۹
[4] صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۷۶

آہستہ آہستہ نرم نرم ڈالنا۔ یہی ۹ وصیت حدیث ۳۲ میں علاء بن لجلاج تابعی سے گزری اور ۱۰ وہیں اس پر شیخ محقق کا قول کہ:

ایں قول اشارت است باآنکہ میّت احساس می کند ودرد ناک می شود بآنچہ دردناک م شود بآں زندہ[1]۔	اس قول میں اس جانب اشارہ ہے کہ میّت کو احساس ہوتا ہے اور اسے بھی اس چیز سے درد پہنچتا ہے جس سے زندہ کو درد پہنچتا ہے (ت)

۱۱ حدیث ۱۶ میں امام سفیان کا ارشاد گزرا کہ:

انہ لینا شد باللہ غاسلہ الا خففت غسلی[2]۔	مردہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ مجھ پر آسانی کرنا۔

۱۲ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایک عورت کی میّت کو دیکھا کہ اس کے سر میں زور زور سے کنگھی کی جاتی ہے۔ فرمایا:

علام تنصون میّتکم[3]۔ الامام محمد فی الاثار اخبرنا ابو حنیفۃ ح وعبدالرزاق فی مصنفہ واللفظ لہ قال اخبرنا سفیٰن عن الثوری کلاھما عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم النخعی عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا رأت امرأۃ یکدون رأسھا بمشط فقالت علام تنصو میّتکم[4] ورواہ کمحمد ابو عبید القاسم بن سلام وابراھیم الحربی فی کتابیھما فی غریب الحدیث عن ابراہیم عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا سئلت عن المیّت یسرح رأسہ فقالت علام	کس جُرم میں اپنے مردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو۔ (اسے امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا، فرمایا ہمیں ابوحنیفہ نے خبر دی__ اور عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا__ الفاظ اسی کے ہیں: کہا ہمیں خبر دی سفیان نے وہ ثوری سے راوی ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری دونوں حماد بن ابی سلیمان سے وہ ابراہیم نخعی سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہیں انھوں نے دیکھا کہ ایک عورت کے بالوں میں کنگھا کررہے ہیں، فرمایا: "کیوں اپنی میّت کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو؟" اور اسے امام محمد کی طرح ابوعبید قاسم بن سلام اور ابراہیم حربی نے اپنی کتاب غریب الحدیث

[1] اشعۃ اللمعات باب دفن المیّت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۷

[2] شرح الصدور عن سفیان باب معرفۃ المیّت من یغسلہ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۴۰

[3] کتاب الآثار امام محمد باب الجنائز وغسل المیّت ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۶

[4] مصنف عبدالرزاق باب شعر المیّت واظفارہ حدیث ۶۲۳۱ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۳/ ۴۳۷

تنصون میّتکم [1]۔	میں ابراہیم نخعی سے، انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راویت کیا، ان سے میّت کے سر میں کنگھا کرنے سے متعلق سوال ہوا، فرمایا: کیوں اپنی میّت کا موئے پیشانی کھینچتے ہو۔(ت)

بالجملہ رجحان اسی جانب ہے اور بہر حال اگر الم مانیے تو مسئلہ یمین فی الضرب پر کچھ نقض نہیں کہ الم پہنچے گا حیات معادہ سے، اور حلف تھا حیات موجودہ عند الحلف پر، کما قدمنا تحقیقه عن الفتح (جیسا فتح القدیر سے اس کی تحقیق ہم پیش کرچکے۔ت) اور نہ مانیے تو سماع میں کچھ نقض نہیں کہ ہمارا کلام روح سے ہے آلیتِ بدن ہونا نہ ہونا یکساں۔ ولہذا امام اجل سیوطی نے باآں کہ اثبات سماع موتٰی میں ہو تحقیقاتِ باہرہ و قاہرہ رکھتے ہیں اس تقریر پر تقریر فرمائی:

ھکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام واللہ سبحانه ولی الانعام وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علی سیدنا محمد اکرم الکرام واٰله وصحبه الی یوم القیام۔	اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہئے اور خدائے پاک ہی انعام کا مالک ہے، اور بہتر درود، کامل تر سلام ہمارے آقا حضرت محمد پر جو کریموں میں سب سے زیادہ کریم ہیں، اوران کی آل واصحاب پر، روز قیامت تک۔(ت)

جواب دوم: مانا کہ روح ہی میں کلام ہے مگر کہاں سے کہ سمع منفی بمعنی ادراک بتوسط آلاتِ جسمانیہ نہیں یوں بھی مطلب حاصل، اور تنافی زائل کہ منفی یہ ہے اور مثبت بمعنی انکشاف تام اصوات بروجہ جزئی، اس جواب کے قریب قریب کلام تنزل سے حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی عنہ نے مرور فرمایا: شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

دریں جاسخن دیگر است فرضًا اگر از ثبوت سماع تنزل کنیم باعتبار آنکہ سماع بحاسہ سمع می باشد و سمع بخرابی بدن خراب شد بگویم از نفی سماع نفی علم لازم نمی آید وعلم بہ روح بود کہ باقی است پس علم بہ مبصرات ومسموعات حاصل باشد نہ بروجہ ابصار وسمع چنانچہ بعض متکلمان وسمع بصر الٰہی تعالٰی رابعلم مسموعات او مبصرات تاویل کردہ اند [2] الخ	یہاں ایک اور گفتگو ہے کہ بالفرض اگر ہم ثبوت سماع سے تنزل کریں، اس لحاظ سے کہ سننا کان سے ہوتا ہے اور کان فساد بدن کی وجہ سے فاسد ہوچکا تو ہم کہیں گے نفی سماع سے نفی علم لازم نہیں آتی، اور علم روح سے ہوتا ہے جو باقی ہے تو دیکھتی سنی جانیوالی چیزوں کا علم حاصل ہوگا اگرچہ دیکھنے اور سننے کے طور پر نہ ہوگا، جیسا کہ بعض متکلمین نے خدائے تعالٰی کے سمع وبصر کی تاویل مسموعات اور مرئیات کے علم سے کی ہے الخ (ت)

---

[1] غریب الحدیث قاسم بن سلام وابراہیم الحربی

[2] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر　　۴۰۰/۳ و ۴۰۱

اقول: وباللہ التوفیق محصل ارشاد مبارک شیخ شیوخ علماء الہند قدس سرہ یہ ہے کہ سمع حقیقۃً بمعنٰی مطلق ادراک مخصوص اصوات ہے عام ازیں کہ آلات جسمانیہ کا توسط ہو یا نہیں، ولہذا اللہ عزوجل کو سمیع مانتے ہیں کہ عقیدہ ایمانیہ ہے محققین کے نزدیک کوئی تاویل و تجوز نہیں اس لیے ہم قائل سماع حقیقی ارواح مفارقہ ہیں اگرچہ موت تعلیل آلات کردے اور اگر سمع کیلئے یہ معنٰی بھی مانیے بلکہ توسط آلات ہی سے مخصوص جانئے تو ہم علٰی سبیل التنزیل کہیں گے کہ سمع نہ سہی ادراک تام بروجہ جزئی تو ہے اس قدر سے ہمارا مدعا حاصل، اگرچہ بنام سمع تعبیر نہ کریں جیسے بعض متکلمین نے سمع وبصر الٰہی جل وعلا کو یونہی تاویل کیا، اور مقدمہ رابعہ میں تقریر فقیر غفرلہ المولی القدیر یاد کیجئے تو اس کا مسلک یہ ہے کہ بحمد اللہ تعالٰی نہ ہمیں دعوی سمع سے تنزیل کی حاجت نہ روح مفارق، یا معاذاللہ حضرت عزت میں ارتکاب تاویل کی ضرورت سمع کے دونوں معنی مقرر و مسلم ہیں اور ایک دوسرے کا نافی نہیں، معنی آلیت نہ کبھی مراد تھی کہ اب تنزل کریں نہ کریں نہ اس معنی میں اطلاق سمع محصور ہوسکے کہ ناچار تاویل و تحمل کریں، خیر یہ طرز بحث کا تنوع تھا اصل سخن کی طرف چلئے،

فاقول: جبکہ سمع کے جسمانی وروحانی دونوں معنی اور جسمانی کی نفی میں نہ ہمیں ضرر نہ مخالف کو نفع تو احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب جسمانی ہی کا ارادہ راجح و واضح ہو پر ظاہر کہ ادراک اصوات کا یہی طریقہ معلومہ معہودہ ہے، تو باہمی محاورات عرفیہ میں ذہن اسی طرف تباہ کرے گا، آخر نہ دیکھا جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعد ذکر فضائل جمعہ ارشاد فرمایا:

اکثروا علی من الصلوۃ فیہ فان صلٰوتکم معروضۃ علی۔	اس دن مجھ پر درود بہت بھیجو کہ تمہارا درود مجھ پر عرض کیا جائے گا۔ (ت)

صحابہ نے گزارش کی:

یا رسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیك وقد ارمت۔	یارسول اللہ! یہ کیونکر ہوگا حالانکہ بعد وصال جسم باقی نہیں رہتے۔ (ت)

فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔[1] رواہ الامام احمد والدارمی وابوداؤد والنسائی ابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان والداقطنی و الحاکم والبیہقی فی الدعوات الکبیر وابو نعیم وصححہ	بے شک اللہ تعالٰی نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ (ت) اسے امام احمد، دارمی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی، حاکم، دعوات کبیر میں بیہقی اور ابونعیم نے روایت کیا۔ اور ابن خزیمہ،

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از اوس بن ابی اوس دارالفکر بیروت ۸/۴، سنن ابن ماجہ باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹، سنن ابوداؤد باب تفریع ابواب الجمعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۰

الاربعة السابقون علی الاخیرین وابن دحیة وغیرھم وحسنه وعبدالغنی والمنذری۔	ابن حبان، دارقطنی، حاکم اور ابن دحیہ وغیرہم نے اسے صحیح کہا اور عبدالغنی اور منذری نے حسن کہا۔ (ت)

اسی طرح دوسری حدیث میں ہے: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اکثروا الصلٰوة علی یوم الجمعة فانه مشھود تشھدہ الملئکة وان احدا لم یصلی علی الاعرضت علی صلوته حتی یفرغ منھا۔	جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ بھیجا کرو کہ وہ دن حضور ملائک کا ہے رحمت کے فرشتے اس دن حاضر ہوتے ہیں اور جو مجھ تک درود بھیجتا رہے اس کی درود مجھ پر پیش کی جاتی ہے۔

ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: **قلت وبعد الموت** میں نے عرض کی اور بعد انتقال اقدس! فرمایا: **ان اللہ تعالٰی حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء** بے شک اللہ تعالٰی نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ تتمہ حدیث ہے۔ **فنبی اللہ حی یرزق**[1]۔ اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عــہ

رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجة عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنه۔	اسے امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

پر ظاہر کہ پیش ہونے کے معنی نہ تھے مگر اطلاع دی جاتی، اس سے صحابہ کرام کے ذہن ادراک واطلاع بذریعہ آلات جسمانی ہی کی طرف گئے لہٰذا وہ سوال عرض کئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حیات بدن ہی سے جواب دیے صاحب تفہیم المسائل کی جہالت کہ یہ حدیثیں ذکر کرکے لکھا:

عــہ: ھکذا لان ھذہ القطعة محتملة الادراج فاثبتھا علی وجه یحتمل الوجھین وھذا من دقائق حسن التعبیر فلیتنبه وللہ الحمد ۱۲۔	میں نے اسے اس طرح ذکر کیا اس لیے کہ اس حصہ حدیث میں یہ احتمال ہے کہ راوی نے اپنے طور پر کہا ہو اور یہ بھی کہ حضور کا کلام نقل کیا ہو تو میں نے اس طور پر اسے لکھا کہ دونوں صورتیں بن سکیں یہ حسن تعبیر کی باریکی ہے جس پر متنبہ چاہئے، اور حمد خدا ہی کے لیے ہے۔ (ت)

[1] سنن ابن ماجہ باب ذکر وفاتہ ودفنہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

دریں ہر دو حدیث دلیل ست بارآنکہ موتی راسماع نیست و برآنکہ ایں امر مستقربود نزد صحابہ زیراکہ ایشاں بر عرض و سماع در وبعد موت استعجاب کردہ استفسار نمودند آنحضرت [عــہ] جواب دادند کہ چوں انبیاء راحیات دنیاوی حاصل وجسد ایشاں نیز باقی ست للہذا محل استبعاد سماع وعرض نیست۔[1]	ان دونوں حدیثوں میں اس پر دلیل ہے کہ مردوں کو سماع حاصل نہیں اور اس پر کہ یہ امر صحابہ کے نزدیک قرار یافتہ تھا اس لیے کہ ان حضرات نے بعد موت درود پیش ہونے اور سننے پر تعجب کرکے سوال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب دیا کہ جب انبیاء کو حیات دنیاوی حاصل ہے اور ان کا جسم بھی باقی ہے تو سننے اور پیش ہونے کو بعید سمجھنے کا موقع نہیں۔ (ت)

اقول: اولاً اگر یہ مراد کہ ان سے عام لوگوں کے لیے بعد موت ادراک جسمانی نہ رہنا مستفاد، تو ہمیں مسلم اور تمھیں کیا مفاد اور ادراک روح کا انکار ماننا اور اسی کو اذہان صحابہ میں مستقر جاننا معاذاللہ انھیں بدمذہب ٹھہرانا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس پر سکوت تقریر وتسلیم بتانا ہے۔ ذی ہوش نے اتنا نہ دیکھا کہ صحابہ کرام نے فنائے جسد وبقائے ادراک میں تنافی ظاہر کی اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نفی تنافی سے جواب نہ دیا بلکہ نفی منافی سے کہ انبیاء کے اجسام بھی زندہ ہیں اب یہاں ادراک روح میں کلام ہو تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو صحابہ موت جسد سے روح کو بھی مردہ مانتے یا ادراک روح کے لیے بقائے بدن شرط جانتے، فصول سابقہ نیز مباحثِ قریبہ میں بار بار تکرار واضح ہوچکا کہ یہ دونوں قول اہل بدعت وضالین معتزلہ وغیرہم مخذولین کے ہیں۔ قول ۱۵ میں مقاصد وشرح مقاصد سے گزرا کہ بدن کو شرط ادراک جاننا اہلسنت کے خلاف معتزلہ کا اعتساف ہے۔ اسی طرح عامہ کتب عقائد وتفسیر کبیر وغیرہا میں تصریح منیر افسوس کہ اپنی بدمذہبی بنانے کے لیے معاذاللہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو عقائد فاسدہ کا معتقد ومظہر اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان پر ساکت ومقر بتاؤ اور دل میں خوفِ خدا نہ لاؤ۔

ثانیا کیا خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت صرف سکوت بتانا کہہ رہا ہوں وہ صراحۃً کلام اقدس کے معنی بتا چکا کہ ازآنجا کہ انبیاء کے اجسام باقی ہیں، لہٰذا سننے میں استعباد نہیں کیا ظلم ہے کہ صاف صاف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ادراک روح کے لیے بقائے جسم کا شرط ماننے والا بتاؤ، خدا بدمذہبی کی بلا سے بچائے۔

ثالثاً طرفہ یہ کہ یہاں پیشی درود بذریعہ ملائکہ مقصود حدیث دوم میں شہود ملائک کی تصریح موجود اور خود اس کے

عــہ: اقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۴ و ۸۵

ترجمے میں لکھا:

گفت ابودرداء گفتیم بطریق استفہام واستبعاد کہ پس از موت نیز عرض می کنند[1]۔	ابودرداء فرماتے ہیں: میں نے بطریق استفہام واستبعاد عرض کی کہ کیا بعد انتقال اقدس بھی وہ درود پیش کریں گے۔(ت)

ذرا اس "می کنند" کا مرجع تو بولئے مگر اذہان صحابہ میں فناوخرابی بدن کے بعد روح کی بے ادراکی تمھاری مقررہ بے ادراکی سے بھی فزوں تر تھی کہ ملائکہ کی بات سننے سمجھنے پر بھی تعجب واستبعاد فرماتے مگر امثال آیہ کریمہ النار یعروضون علیھا سے کہ مکیہ ہے اور اظہار فضل جمعہ و تنزیل فرض درود سے بہت پہلے نازل ہوئی ان کے کان بے خبر تھے، ہاں بدن کی یہ حالت ضرور ہے کہ اس کو وہ موت عارض ہوتی ہے جو مطلقاً منافی شعور ہے تن مردہ جب تک مردہ ہے نہ ملک کی بات سن سکتا ہے نہ بشر کی، اور وقت سوال وغیرہ عود سماع بعود حیات ہے۔ اس کا یہ بھی استمرار ضرور نہیں، تو بر قیاس عامہ ناس کہ اس وقت تک خاصہ اجسام طیبہ حضرات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کا علم نہ تھا بحال فنائے بدن بقائے ادراک جسمانی میں اشکال ہوا جس پر وہ سوال اور اس کا وہ جواب کا شف حقیقۃ الحال ہوا الحمد للہ تعالٰی اتنی حقیقت تھی آپ کے اس نئے ناز کی جس پر بڑی دھوم سے دکان فخر بازی کی کہ:

چوں از جواب مغالطات معترض فراغت دست داد، لہذا تحقیق این مسئلہ بطور دیگر ضرور افتاد[2]۔	چونکہ معترض کے مغالطات سے فراغت دستیاب ہوئی اس لیے اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے طور پر ضروری ہوئی (ت)

ماشاء اللہ اس شرط وجزاکے ربط کو دیکھیے، یہی بتارہا ہے کہ سخت گھبرائے ہوئے اور اعتراضات علامہ معترض قدس سرہ کا لا حل سمجھ رہے ہو، اگر واقعی اعتراض اٹھ جاتے تو اگلی ہی تحقیق کی جان بچ جاتی، آپ کے اس فراغت دست کے بعد پچھلی ضرورت پر ضرور افتاد کی افتاد کیوں آتی ع

نطق کا حوصلہ معلوم ہے بس جانے دو

فائدہ جلیلہ: جب محاورات باہمی میں مطلق سمع سے یہ تبادر تو حدیث قلیب کا ذکر ہی کیا ہے کہ اس کا تو سماع جسمانی میں نص صریح ہونا اوپر مبین ہوچکا اور ام المومنین محبوبہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وعلیہا اجمعین حاضر واقعہ نہ تھیں نیز اوپر ظاہر کیا کہ آیات کریمہ متعلق باجسام ہیں خصوصا ومااَنت بمسمع من فی القبور اگرچہ نفی سماع نہیں فرماتے مگر نفی سماع ظاہر ہے اور اس واقعہ سے صراحۃً اسماع اجسام مفہوم، لہٰذا ام المومنین نے اسے منافی آیات خیال فرما کر وہم وسہو کا حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یعلمون فرمایا یعنی ان کی روحیں جانتی ہیں، راوی کو یسمعون یاد رہا کہ ان کے جسم سنتے ہیں پر ظاہر کہ علم صفت خاصہ روح ہے جس میں وہ بدن کی محتاج

[1] تفہیم المسائل سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہوری ص ۸۴

[2] تفہیم المسائل سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہوری ص ۸۴

نہیں بخلاف سمع متعارف بذریعہ آلات بدنیہ کہ بے حیات بدن ناممکن اور یہ وقت ان کافروں کی حیات جسمانی کا نہ تھا تو اس وقت اثبات سماع اجسام منافی آیات ہے، ہاں علم حاصل ہے کہ وہ روح سے ہے اور روح باقی ہے یہ حاصل ارشاد ام المومنین صلی اللہ تعالٰی علٰی بعلہا الکریم و علیہا وسلم ہے۔ اوراسی بناء پر مشائخ کرام نے کہ قطعًا در بارہ ابدان کلام فرمارہے تھے اس سے استناد کیا **کما قدمنا** (جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ت) اور یہ اصلاان منکرین ومخالفین کو مفید نہیں کہ سمع جسمانی نہ ہمارے دعوے میں مقصود ومنظور نہ انکار منکرین اس پر مقصور، رہاادراک روح کاانکار حاشانہ وہ کلام ام المومنین سے مستفاد نہ ہرگز کسی دلیل سے ظاہر کہ یہ ان کی مراد تو منکرین کااس سے استناد محض رجمًا بالغیب وخرط القتاد، بلکہ اس کے ضلالت وطلان اور ان کے بطالت وخذلان پر خود ارشادات صحیحہ صریحہ ام المومنین احسن الاشہاد الاول تو اسی حدیث میں جب علم مان رہی ہیں تو ادراک روح کی خود قائل ہوئیں۔ پھر انکار سمع روح کے کیا معنی، اور حدیث **علام تنصون میّتکم** ابھی گزری کہ میّت کے سر میں زور سے کنگھی کرتے دیکھا تو فرمایا: کاہے پر اس کے بال کھینچتے ہو، اس سے قطع نظر کیجئے تو حدیث جلیل صحیح بستم کہ ابتدائے نوع دوم مقصد دوم میں مذکور ہوئی، جس میں ام المومنین قسم کھا کر فرماتی ہیں: "واللہ! جب سے امیر المومنین عمر دفن ہوئے میں ان کی شرم سے بے تمام کپڑے پہنے مزرات طیبہ پر حاضر نہ ہوئی۔[1]" قطعًا لاجواب ہے۔ جب ام المومنین بعد دفن ابصار مانتی ہیں تو روح کو قطعاً مدرک اور اس کے ادراکات کو شامل، امور دنیویہ بھی جانتی ہیں۔ پھر انکار سماع ظاہر الامتناع، بلکہ محل قریب میں حال سماع حال ابصار سے بداہتہً اخف ہے کہ اس کے شرائط سے ازید ہیں، شاہد ہیں، معہود و مشہور تو یہ ہے کہ باوصف حائل وحجاب ابصار زائل اور سماع حاصل، جب ام المومنین ایسے کثیف وکثیر پردوں سے دیکھنامانتی ہیں تو سننا کیونکر نہ مانیں گی! معہذا کوئی قائل بالفصل نہیں، جوابصار مانتا ہے سماع بھی مانے گا، اور جو سماع نہیں جانتاابصار بھی نہ جانے گا، تیسری حدیث جلیل ام المومنین منقول بہ نقل ائمہ اجلہ ثقات وعدول رجال بخاری ومسلم مروی جامع ترمذی شریف یہ ہے:

حدثنا الحسین بن حریث (ثقۃ من رجال الشیخین) ناعیسٰی بن یونس (ثقۃ مأمون رجال الستۃ کسائر السند) عن ابن جریج	ہم سے حدیث بیان کی حسین بن حریث نے (یہ ثقہ رجال بخاری ومسلم سے ہیں) انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عیسٰی بن یونس نے (ثقہ مامون، اور باقی رجال سند کی طرح صحاح ستہ کے رجال سے ہیں)

[1] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد باب زیارۃ القبور مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۵۴

عبداللہ بن ابی ملیکۃ قال توفی عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنھما بالحُبشی قال فحمل الی مکۃ فدفن فیھا فلما قدمت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنھا اتت قبر عبدالرحمٰن بن ابی بکر فقالت۔ وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ من الدھر حتی قیل لن یتصدعا فلما تفرقنا کانی ومالکا لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا ثم قالت واللہ لوحفرتك مادفنت الا حیث مت ولو شھدتك مازرتك [1]۔	وہ راوی ہیں ابن جریج سے، وہ عبداللہ بن ابی ملیکہ سے، انھوں نے فرمایا۔ت) یعنی حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ برادر حقیقی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے مکہ معظمہ کے قریب موضع حبشی میں انتقال فرمایا، ان کی نعش مبارک مکہ معظّمہ لائے، جنت المعلّی میں دفن ہوئے، جب ام المومنین مکہ معظّمہ آئیں تو ان کے مزار مبارک پر گئیں، دو شعر (کہ تمیم بن نویرہ نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے) پڑھے کہ ایک مدت دراز تک جذیمہ (بادشاہِ عرب وعراق وجزیرہ مقتول ملک جزیرہ زبا) کے دونوں مصاحبوں کی طرح (کہ چالیس سال تک صحبت بادشاہ میں یکجا رہے تھے) ساتھ رہے، یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ ہرگز جُدا نہ ہوں گے اب کہ جدا ہوئے، گویا اس قدر طول یکجائی پر کسی شب ایک جگہ نہ رہے تھے ___ پھر اپنے برادر مکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مخاطب ہو کر یہ باتیں کیں خدا کی قسم! اور اگر میں آپ کے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو آپ وہیں دفن ہوتے جہاں آپ کا انتقال ہوا تھا، اور اگر میں اس وقت آپ کے پاس ہوتی تو اب آپ کی زیارت کو نہ آتی۔

وہیں دفن ہونا اسی لیے کہ یہی سنت ہے، نعش کو دور لے جانا نہ چاہئے، اور زیارت کو نہ آنا یوں کہ زیارت قبور میں عورات کا حصہ کم ہے۔ ام المومنین اگر معاذاللہ ادراک سماع ارواح کی منکر ہوتیں تو اس کلام وخطاب کے کیا معنی تھے، کیا کوئی عاقل اینٹوں پتھروں سے باتیں کرتا ہے؟ اور کیونکر منکر ہوتیں حالانکہ دیکھتی سنتی جانتی تھی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اموات سے سلام وکلام وخطاب فرمایا کرتے تھے، خود روایت فرماتی ہیں کہ میری ہر شب نوبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آخر شب مقبرہ بقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے:

السلام علیکم دار قوم مومنین واتاکم ماتوعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء اللہ بکم	سلام تم پر اے ان گھروں والے مسلمانو! اب تم کو ملا چاہتا ہے جس کا تم سے وعدہ ہے تمھاری معیاد کل کے دن ہے۔ اور خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی الزیارت للقبور للنساء امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۲۵

لاحقون [1]۔ رواہ مسلم ولفظ النسائی مکان قولہ اتاکم الی موجلون وانا ایاکم متواعدون غدا ومواکلون ولابن ماجۃ من وجہ آجر واشار الیہ النسائی ایضا بعد السلام انتم لنافرط وانا بکم لاحقون [2]۔	اسے مسلم، نے روایت کیا۔ اور نسائی میں اتاکم سے مؤجلون تک کی جگہ یہ الفاظ ہیں ہم اور تم آپس میں کل کے وعدے پر ہیں اور اسی پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں، اور ابن ماجہ کے الفاظ دوسرے ہیں، نسائی نے بھی لفظ "سلام" کے بعد اسی طرف اشارہ کیا ہے تم ہم سے پہلے پہنچ گئے اور خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ (ت)

کیونکر منکر ہوتیں، حالانکہ خود دریافت کرچکی تھیں کہ یارسول اللہ ! کہ جب میں مدفونانِ بقیع کی زیارتوں کو جاؤں توان سے کیا کہوں، حکم ہوا تھا سلام کرکے یوں کہوں کہ ان شاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

مسلم ونسائی وغیرھما عنھا فی حدیث طویل قالت قلت کیف اقول لھم یا رسول اللہ قال قولی السلام علیکم اھل الدیار من المومنین المسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون [3]۔	مسلم ونسائی وغیرہما نے حضرت صدیقہ سے ایک حدیث طویل میں روایت کیا، انھوں نے عرض کیا: میں ان سے کیا کہوں یا رسول اللہ؟ فرمایا: یوں کہو تم پر سلام اے قبرستان والو مومنین مسلمین سے ! خدا ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے، بیشک ہم تم سے ملنے والے ہیں اگر اللہ نے چاہا۔ (ت)

بالجملہ ام المومنین صرف سماع جسمانی کا انکار فرماتی ہیں مگر ازانجا کہ احادیث ثقات عدول شاہد ہیں ان واقعہ کے رَد کی طرف سبیل نہیں، جمہور علماء نے اس مسئلہ میں ان کا انکار قبول نہ کیا اور یہی مانا کہ اگرچہ تین دن گزر گئے ان خبیثوں کے ناپاک جسم پھُول پھَٹ گئے تھے اور شک نہیں کہ جسم مردہ ہرگز سننے کے قابل نہیں مگر پھر بھی انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسی گوش سر سے سنا کہ اللہ عزوجل نے ان کی زیادت حسرت کے لیے ان خالی جسموں کو اس وقت پھر زندہ فرمایا تھا اور اس میں آیات کی کچھ مخالفت نہ ہوئی کہ سنا اللہ عزوجل کی طرف سے ہوا، نہ وہ جِلاتا نہ یہ ان کانوں سے سنتے، وصف موتٰی آیت میں ملحوظ ہے یعنی میّت جب تک میّت ہے اسے سنا نہیں سکتے اور بعدہ، اعادہ روح، اب وہ میّت ہی نہیں تو آیات کا اصلاً محل ورود نہ رہا۔

اقول: یہ تقریر کلام جانبین بحمد للہ تعالٰی سب تکلفات سے مجانب ومنزہ ہے۔ اور اب ام المومنین پر

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز اصح المطابع کراچی ۳۱۴/۱

[2] سنن نسائی الامر بالاستغفار للمومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۸۷/۱

[3] سنن نسائی الامر بالاستغفار للمومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۸۷/۱

وہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جب علم مانتی ہیں سماع کیوں نہیں مانتیں، علم روح کے لیے ہے سمع جسمانی بحالت موت جسم کیونکر ہوا، اور اب خود ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث کہ امام احمد نے بسند حسن ان سے اسی قصہ بدر میں یہی لفظ روایت کیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **ما انتم باسمع لما اقول منھم** تم میرا فرمانا کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے (جسے علماء نے بشرط محفوظی رجوع ام المومنین پر محمول کیا تھا کہ جب متعدد صحابہ کرام حاضران واقعہ سے روایت سنی انکار سے رجوع فرمائی) ممکن کہ اثبات سماع روح پر محمول ہو کر نفی واثبات میں تنافی نہ رہے کہ شاذ و محفوظ کا قصہ چلے یعنی ام المومنین ان لفظوں پر انکار نہیں کرتیں انھیں تو خود حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں بلکہ انکار[عـــہ] اس معنی پر ہے جو اوروں نے سمجھا یعنی جسمانی نہ مانو کہ خلاف آیت ہے بلکہ مراد حضور سمع روح ہے، میں بحمد اللہ تعالٰی بعد اتضاح مراد اس کی حاجت نہیں رکھتا کہ قول ام المومنین کے جواب میں امام اسمٰعیلی وامام بیہقی وامام سہیلی وامام سبکی وامام عسقلانی وامام سیوطی وامام قسطلانی ومولانا علی قاری وشیخ محقق وعلامہ زرقانی وغیرہم اکابر کے کلام نقل کروں اگرچہ یہ سب اس وقت میرے پیش نظر ہیں، مگر ہاں امام عینی کی بعض عبارات نقل کروں گا کہ یہ وہی عینی شارح کنز ہیں جن سے اس مسئلہ میں مخالف نے جہلا استناد کیا، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر میں فرماتے ہیں:

فان قلت ماوجه ذکر حدیث ابن عمر وحدیث عائشه رضی الله تعالٰی عنھم وھما	یعنی بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان

عـــہ: امام عینی کا بھی ایک کلام اس مسلک کی طرف ناظر: فان ام المومنین لما وھمت عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنھم فی حدیث تعذیب المیّت ببکاء اھله وشبھت وھمه فیه یوھمه فی حدیث القلیب قال العینی وجه المشابھة بینھما حمل ا بن عمر علی الظاھر المراد منھما ای من الحدیث غیر الظاھر[1] الخ بیدان الاظھر من کلامھا رضی الله تعالٰی عنھا ھو المسلك الاول والله تعالٰی اعلم ۱۲ منه (م)

تو ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی میّت کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میّت کو عذاب دینے۔" والی حدیث کے بارے رائے کو وہم قرار دیا اور ان کی اس رائے کو قلیب والی حدیث میں ان کے وہم کی طرح قرار دیا، اس پر علامہ عینی نے فرمایا دونوں حدیثوں میں وجہ مشابہت یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دونوں حدیثوں کاظاہری مفہوم مراد لیا جبکہ ان دونوں کاظاہری مفہوم مراد نہیں ہے الخ مگر حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہاکے کلام سے پہلا مسلک ہی زیادہ واضح ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری مخاطبۃ النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم اہل القلوب بعد موتہم ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۷/ ۹۳

متعارضان فی ترجمة عذاب القبر قلت لما ثبت من سماع اهل القلیب کلامه وتوبیخه لهم دل ادراکهم کلام بحاسة السمع علی جواز ادراکهم الم العذاب ببقیة الحواس، فحسن ذکر هما فی هذه الترجمة ثم التوفیق بین الخبرین ان حدیث ابن عمر محمول علی ان مخاطبة اهل القلب کانت وقت المسئلة وقتها وقت اعادة الروح الی الجسد ، وان حدیث عائشة محمول علی غیر وقت المسئلة فبهذا یتفق الخبران [1]۔	لاشوں سے خطاب کیا اور فرمایا سنتے ہیں، اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جانتے ہیں، دونوں اس عذاب قبر میں اس لیے ذکر کیں کہ جب انھوں نے حس گوش سے کلام سن لیا تو باقی حواس سے عذاب کا الم بھی ادراک کرلیں گے، اور ان حدیثوں میں موافقت یوں ہے کہ ابن عمر کی حدیث خطاب وقت سوال نکیرین پر محمول ہے اس وقت بدن میں روح آجاتی ہے اور ام المومنین کی حدیث اور وقت پر محمول ہے جب بدن خالی رہ جاتا ہے یوں دونوں حدیثیں متفق ہو جائیں گی۔ (ت)

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ سارا کلام ونقض وابرام سماع جسمانی کے بارہ میں ہے۔ اسی میں ہے:

قلت هذا من عائشه یدل علی انها ردت روایة ابن عمر المذکورة ولکن الجمهور خالفوها فی ذلك وقبلوا حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنه الموافقة من رواه وغیره [2]۔	یعنی میں کہتا ہوں یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ ام المومنین نے روایت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا رَد فرمایا مگر جمہور علماء نے اس بات میں ام المومنین کا خلاف کیا اور حدیث ابن عمر مقبول رکھی کہ اور صحابہ نے بھی اس کے موافق روایت کی۔

اسی میں ہے:

سامعین ایا ماکان باٰذان رؤسهم کما هو قول الجمهور [3]۔	یعنی ان لاشوں نے وہ ارشاد اقدس جسے جسمانی کان سے سنا، جمہور کا قول یہی ہے۔ (ت)

جواب سوم: جامع الجوابین۔

اقول: قول مشائخ کہ میّت یا زید بعد موت نہیں سنتا، چار معنی کو محتمل کہ میّت حقیقی بدن مق' ہے اور روح پر بھی اطلاق کرتے اور زید عرفی بدن ہے مق ۵ اور روح متعلق بالبدن بھی اس کے معنی، بہر حال موضوع میں بدن و روح دو احتمال ہوئے، یونہی سماع عرفی سمع آلات بدن ہے اور اس کے دوسرے معنی ادراک تام اصوات

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری باب ماجاء فی عذاب القبر ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/ ۲۰۲
[2] عمدۃ القاری شرح بخاری باب ماجاء فی عذاب القبر ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/ ۲۰۲
[3] عمدۃ القاری شرح بخاری باب ماجاء فی عذاب القبر ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/ ۲۰۲

بروجہ جزئی اگرچہ بے ذریعہ آلات تو محمول میں بھی دو احتمال ہوئے اور حاصل ضرب چار:

(۱) بدن مردہ کو سمع آلات نہیں۔

(۲) بدن مردہ کو ادراک اصوات نہیں۔

(۳) روح مردہ کو سمع آلات نہیں۔

(۴) روح مردہ کو ادراک اصوات نہیں۔

پہلے تینوں معنی حق ہیں اور ہمارے کچھ مخالف نہیں، نہ مخالف کو اصلاً مفید۔ کلام کے اگر دو ہی معنی ہوتے ایک موافق ایک مخالف، تو مخالف کو اس سے سند لانے کا کوئی محل نہ تھا، نہ احتمالی بات پر مشائخ کرام کو منکر سماع متنازع فیہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے، نہ کہ تین احتمالات صحیحہ کو چھوڑ کر از پیش خویش چو تھا احتمال جمالینا اور کلام کو بزور زبان خواہی نخواہی اپنی سند بتادینا کیسی جہالت واضحہ ہے!

جواب چہارم: مذہب حنفیّہ میں معتزلہ بکثرت پیرے ہوئے ہیں یہ مشائخ کہ برخلاف عقیدہ اہلسنت منکر سماع ہیں وہی معتزلہ ہیں یہ جواب سیف اللہ المسلول مولٰنا المحقق معین الحق فضل الرسول قدس سرہ نے تصحیح المسائل میں افادہ فرمایا۔

اقول: کلام مشائخ سے استناد مخالف دو مقدموں پر مبنی تھا، صغرٰی یہ کہ امتناع سماع متنازع فیہ قول اکثر مشائخ حنفیّہ ہے جس کے ثبوت میں وہ عبارات خمسہ پیش کیں، اور کبرٰی مطویہ مستورہ یہ کہ جو قول اکثر مشائخ حنفیّہ ہے فی نفسہٖ حق ہے یا ہم پر اس کی تسلیم واجب ہے، تقدیر اول پر دلیل تحقیقی ہو گی اور دوسرے پر الزامی، بہر حال اس کا ثبوت کچھ نہیں، اگلے تین جواب ان کے صُغرٰی کی ناز برداری میں تھے یعنی کلام مشائخ میں سماع متنازع فیہ کا انکار ہر گز نہیں، اب یہ جواب اور باقی اجوبہ کبرٰی مستورہ کی خدمت گزاری کو ہیں کہ اگر مکابرہ و اصرار و عناد و استکبار سے کسی طرح باز نہ آؤ اور خواہی نخواہی معانی صادقہ صحیحہ موافقہ احادیث صحیحہ عقیدہ اہلسنت و کلمات ائمہ کرام و خود اقوال مشائخ اعلام کو چھوڑ کر بے دلیل بلکہ خلاف دلائل واضحہ معنی کلام مشائخ یہی گھڑو کہ ارواح موتی کو کسی طرح ادراک کلام نہیں ہوتا، تو اب ہم ہر گز نہیں مانتے کہ اس قول کے قائل مشائخ اہلسنت ہوں جن کے ارشاد ہم پر حجت ہوں کیا مشائخ مذہب میں معتزلہ نہیں، درمختار کتاب النکاح فصل محرمات میں ایک مسئلہ کشاف زمخشری معتزلی سے نقل کیا اس پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا:

نقل ذلك عنه لان الزمخشری من مشائخ المذہب وھو حجۃ فی النقل[1] ۔	یہ مسئلہ اس سے اس لیے نقل کیا کہ زمخشری مشائخ مذہب سے ہے اور اس کی نقل پر اعتماد ہے۔ (ت)

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۰۲

پھر یہ منع بے شاہد نہیں بلکہ اس کی صاف سند واضح موجود خود یہی امام ابن الہمام جن کے کلام سے اکثر مشائخ کی طرف انکار سماع کی نسبت نقل کرتے ہو اسی کلام میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اکثر مشائخ کا تلقین موتٰی سے انکار کرنا اس پر مبنی ہے کہ وہ سماع موتٰی سے منکر ہیں اور خود اسی کلام میں تلقین مذکور کو فرمایا:

نسب الی اھل السنة والجماعه وخلافه الی المعتزلة[1]۔	اس تلقین کا مطلوب ہونا اہلسنت وجماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا انکار معتزلہ کی طرف۔

اور کلام امام صفار سے صاف صریح تصریح گزری کہ منع تلقین مذہب معتزلہ ہے۔ کشف الغطاء کا قول گزرا کہ جو تلقین نہیں مانتا معتزلی ہے، جوہرہ و درمختار کی عبارت گزری کہ اہلسنت کے نزدیک تلقین امر شرعی ہے تو صاف ظاہر ہوا کہ یہ مشائخ منکران سماع وہی منکران تلقین معتزلی ہیں، یہ سند واضح بہ تفصیل تام تصحیح المسائل میں مذکور تھی باایںہمہ صاحب تفہیم المسائل نے منہ زوری سے کہا:

از اکثر مشائخنا کہ ابن ہمام مشائخ را نسبت بخود کردہ معتزلہ مراد گرفتن از بس مستبعد ست و در کلام کدامی اہلسنت چنیں واقع نہ شدہ وابن ہمام رامعتزلی قرار دادن کار معترض است وآں مسئلہ کہ خلاف عقیدہ حنفیّہ اہلسنت باشد دراں ہرگز علی الاطلاق نخواہند گفت کہ ایں قول علمائے حنفیّہ است کما لایخفی علی من لہ ادنی رجوع الی الکتب پس مادامیکہ وقوع لفظ اکثر مشائخنا در کلام اہلسنت ومراد بودن از اں معتزلہ ثابت نہ کنند چگونہ ایں توضیح بمعرض تسلیم درآید[2]۔	آکثر مشائخنا سے کہ ابن ہمام نے مشائخ کو اپنی طرف نسبت کیا، معتزلہ مراد لینا بہت مستبعد ہے اور کسی سُنی کے کلام میں ایسا واقع نہ ہوا، ابن ہمام کو معتزلی ٹھہرانا معترض کا کام ہے، جو مسئلہ حنفیّہ اہلسنت کے عقیدے کے خلاف ہو اس میں علی الاطلاق ہرگز نہ کہیں گے کہ یہ علمائے حنفیّہ کا قول ہے۔ جیسا کہ کتابوں کی طرف ادنٰی رجوع رکھنے والے پر مخفی نہیں، تو جب تک کلام اہلسنت میں اکثر مشائخنا آنا اور اس سے معتزلہ کا مراد ہونا ثابت نہ کریں، یہ توضیح کیسے تسلیم کی جاسکتی ہے (ت)

اقول: اس ساری تطویل لاطائل کا صرف اس قدر حاصل بے حاصل کہ کلام اہلسنت میں اکثر مشائخنا سے معتزلہ کا ارادہ مستعبدہ خلاف ظاہر ہے یہ کہنا اس وقت اچھا معلوم ہوتا کہ یا تو علامہ معترض نے یوں ہی بے سند فرمادیا ہو تاکہ یہاں معتزلہ مراد ہیں یا آپ جواب سند سے عہدہ برآ ہولیتے اور جب کچھ نہیں تو منع مؤید بسند واضح صرف

[1] فتح القدیر باب الجنائز مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۶۸

[2] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی مطبع محمدی لاہور ص ۸۱

استبعاد مخالفت ظاہر سے مندفع نہیں ہوسکتا۔ ہر ادنٰی خادم علم جانتا ہے کہ ظاہر صالح دفن ہے نہ حجت اسحقاق تو اس سے مقدمہ ممنوعہ پر اقامت دلیل چاہنا جہالت کہ وہ محل استحقاق ہے اور مقام دفع میں آکر منع سند مقصود ہو تو اور سخت تر جہالت **کما لایخفی علی اھل العلم** (جیسا کہ اہل علم حضرات پر مخفی نہیں۔ ت) ہاں جواب سند کی طرف بھی ایک عجیب نزاکت سے توجہ کی فرماتے ہیں:

وانکار تلقین رانسبت بہ معتزلہ بعض علمائے شافعہ زعم کردہ اند نہ حنفیّہ چنانچہ در برجندی نوشتہ **ولایلقن بعد الدفن عندنا وعندالشافعی یلقن و زعم بعض اصحابہ انہ مذہب اھل السنۃ والاول مذہب المعتزلۃ** وایشا انکار تلقین را مطلّقا نسبت بمعتزلہ کردہ اند نہ انکار بخصوصیت این وجہ کہ سماع موتٰی رانیست **کما زعم المعترض**[1]۔	بعض علمائے شافعیہ نے انکار تلقین کو معتزلہ کی طرف منسوب کیا ہے نہ کہ حنفیّہ نے، جیسا کہ برجندی میں لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک بعد دفن تقلین نہ ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک تلقین ہوگی، ان کے بعض اصحاب نے فرمایا کہ یہ اہلسنت کا مذہب ہے اور اول معتزلہ کا مذہب ہے،۔ اور انھوں نے مطلّقا انکار تلقین کو معتزلہ کی طرف منسوب کیا ہے، نہ خاص اس وجہ سے انکار کہ مردہ کو سماع نہیں جیسا کہ معترض نے گمان کیا۔ (ت)

اقول اولاً اس نابینائی کی کچھ حد ہے، بھلا یہ جوہرہ ودرمختار وکشف الغطا وغیرہا تصانیف حنفیّہ کو ملاجی کہہ سکتے ہیں کہ میرے پیش نظر نہ تھیں تلخیص الادلہ کی عبارت تو خود ہی اپنے خصم کے کلام سے نقل کہ امام زاہد صفار کہ در طبقہ ثانیہ از مجتہدین فی المذہب ست درکتاب تلخیص الادلہ نوشتہ **وینبغی ان یلقن المیّت علی مذہب الامام اعظم والمقتدی المکرم ومن لم یلقن فھو علی مذہب الاعتزال**[2] یعنی امام اعظم وپیشوائے مکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر میّت کو تلقین کرنا چاہئے، جو تلقین نہ مانے معتزلی ہے۔ اور انکھیں بند کرکے کہہ دیا کہ "بعض شافعیہ زعم کردہ اند نہ حنفیّہ" مگر امام اجل مجتہد فی المذہب زاہد صفار کہ صرف دو ۲ واسطے سے امام ابویوسف وامام محمد کے تلمیذ رشید ہیں سرکار کے نزدیک علمائے حنفیّہ سے نہیں۔
ثانیاً شافعیہ کا نسبت کرنا حنفیّہ کے نسبت کرنے کا کیا نافی ومنافی ہے کہ عبارت برجندی سے نہ "حنفیّہ" بھی نکال لیا خود سرکار اسی تفہیم کے صفحہ ۱۱۷ پر فرماتے ہیں:

از تخصیص شیئ بذکر نفی عماد عداہ لازم نیاید ورتوضیح	کسی خاص چیز کو ذکر کرنے سے اس کے ماسوا کی نفی

[1] تفہیم المسائل عدم موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۱
[2] تفہیم المسائل عدم موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۰

نوشتہ تخصیص الشیئ باسمه لایدل علی نفی الحکم عماعداه[1]۔	لازم نہیں آتی، توضیح میں ہے کسی خاص چیز کا نام لینا یہ نہیں بتاتا کہ اس کے ماسوا سے حکم نفی ہے۔(ت)

انھوں نے کلام شافعیہ میں دیکھ کر ان کی طرف نسبت کیا اس سے کیا لازم کہ حنفیّہ نے نسبت نہ کیا اور بالفرض ان کا لازم سخن یہ ہو بھی تو جب صراحۃً انکھوں کے سامنے اجلہ حنفیّہ کی تصریحات موجود تو کیا بعض علماء کے کلام سے نفی مفہوم ہونا محسوسات کو مٹادے گا، قاعدہ اجماعیہ عقل و نقل میں تو مثبت کو نافی پر مقدم رکھتے ہیں، دو علمائے معتمدین سے ایک فرماتا کہ حنفیّہ نے ایسا نہ لکھا، دوسرا فرماتا لکھا، تو لکھتا ہی ثابت ہوتا کہ اس نے نہ دیکھا لہذا انکار کیا اور نہ دیکھنا کوئی حجت نہیں **ومن علم حجة علی من لم یعلم** (علم والا حجت ہے اس پر جسے علم نہیں۔ت) نہ کہ ثبوت عیانی کو نفی بیانی سے دیدہ نادیدہ کردیں یعنی اگرچہ ہم انکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اکابر علمائے حنفیّہ نے لکھا مگر فاضل برجندی جو لکھ چکے ہیں کہ شافعیہ نے کہا لہذا مجبوری ہے اب حس و مشاہدہ کی تکذیب ضروری ہے۔ سچ ہے آدمی وہابی ہو کر جماد **لایسمع ولایفهم** ہوجاتا ہے۔

ثالثًا طرفہ جہالت یہ کہ مطلق انکار کی جانب معتزلہ منسوب ہے نہ اس خصوصیت سے تصحیح المسائل میں کب فرمایا تھا کہ انکار باین خصوص منسوب بہ معتزلہ ہے۔ اسے ذی ہوش! حاصل کلام تو یہی تھا کہ انکار تلقین مذہب معتزلہ ہے اور امام ابن ہمام اس کا مبنٰی، بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منکر سماع تھے لہذا تلقین سے منکر ہوئے تو ظاہر ہوا کہ منکرین سماع معتزلہ ہیں اگر سرے سے بخصوص انکار سماع جانب معتزلہ نسبت ہوتی تو اس توسیط کی کیا حاجت تھی ویسے ہی کہہ دیا جاتا کہ دیکھو انکار سماع قول معتزلہ بتایا گیا، ہاں اس پر ایک شبہہ ہوتا تھا کہ بعض اہلسنت عـــہ بھی تو منع تلقین کی طرف گئے اور جب اس کا مبنٰی وہ ہے تو یہ بھی اس کے قائل ٹھہریں گے، تصحیح میں اس وہم کے دفع کو توجیہ فرمادی کہ ان کا انکار انکار سماع پر مبنی نہیں بلکہ ان کے نزدیک تلقین کا بیکار یا ثابت ہونا ذی ہوش نے اسے نسبت باین خصوص کا دعوی سمجھ لیا یہ فہم

عـــہ: **اقول:** سابقا مذکور ہوا کہ ظاہر الروایۃ سے منع ثابت نہیں اور امام صفار خود امام اعظم پر تلقین مانتے اور منکر کو معتزلی جانتے ہیں اور شک نہیں کہ معتزلہ قدیم سے شامل اہل مذہب ہیں اور انھیں بر بنائے جمادیت موتٰی انکار تلقین لازم، ابتداءً وہی لوگ اپنے مذہب فاسد کی بنا پر منکر تھے، لہذا امام صفار اس حصہ پر حاکم بعد مرور زمان بعض متاخرین اہلسنت نے کلمات مشائخ مذکورین میں انکار اور ظاہر الروایۃ میں عدم ثبوت دیکھ کر انکار کیا اور عدم فائدہ یا عدم ثبوت سے رنگ توجیہ دیا لہذا اب انکار دو طرفہ منقسم ہوگیا بوجہ جمادیت خاص بمعتزلہ اور بعض اہلسنت کا بوجوہ دیگر جیسا کہ کلام امام نسفی سے گزرا **فاعمله فعسی ان لا یتجاوز الواقع عنه** ۱۲منہ (اسے اچھی طرح جان لے ہوسکتا ہے واقعہ اس سے متجاوز نہ ہو ۱۲منہ۔ت)

---

[1] تفہیم المسائل معانقہ روز عید مطبع محمدی لاہور ص ۱۱۳

سقیم اور اداعائے تفہیم ولا حوال ولا قوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔

ھذا وانا اقول: وباللہ التوفیق سب این وآن سے در گزرے تو اب دلائل ساطعہ قاطعہ حاکم ہیں کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ ہے مثلاً حجت اولٰی کلام کا ہے میں مفروض ہوا روح میں سماع سے کیا مراد لیا، ادراک مطلق اگرچہ بے ذریعہ آلات اور یہ مشائخ دلیل کیا لا رہے ہیں کہ وہ مردہ ہے، بے حس ہے فہم وادراک کے قابل نہیں، یہ کہ ہزار بارسن چکے ہو کہ روح کی نسبت ان اعتقادات سے اہل سنت پاک ومنزہ ہیں یہ معتزلہ وغیرہم ضالین ہی کے خیالات بدمزہ ہیں خود آپ ہی اسی تفہیم میں فرماتے ہیں:

مذہب بعض معتزلہ آنِ است کہ اگر میّت جماد ست دران حیات وادراک نیست [1]۔	بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ میّت جماد ہے اس میں حیات ادراک نہیں۔ (ت)

اور اس میں فرمایا:

بعض معتزلہ کہ آیہ کریمہ وماانت بمسمع من فی القبور درانکار تعذیب استدلال می کردند عینی درہمیں شرح بہ جواب ایشاں نوشتہ کہ عدم اسماع مستلزم عدم ادراک نیست [2]۔	آیت کریمہ "تم انھیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں" سے بعض معتزلہ کا انکار تعذیب پر استدلال تھا، عینی نے اسی شرح میں ان کا جواب لکھا کہ نہ سنانا عدم ادراک کو مستلزم نہیں۔ (ت)

افسوس صاحب تفہیم المسائل کی بیہوشی ص ۶۳ پر یہ انکی بھی بلوا گئی:

ہر چند بعضے گویند کہ شہدارا ہم حیات مثل انبیا بجسد است مگر ایں قول مختار اہل تحقیق نیست انچہ تحقیق است این ست کہ حیات انبیاء بسلامت جسد وروح ہر دوست وحیات شہداء صرف بقائے روح است بلکہ تخصیص شہدا نیز بایں معنی لغوست زیرا کہ ارواح رامطلقاً خواہ روح شہید باشد یاروح عامہ مومنین یاروح کافروفاسق بایں معنی مردہ نتواں مردگی صفتِ بدن است کہ شعور ادراک وحرکات وتصرفات بہ سبب تعلق روح	بعض کہتے ہیں کہ انبیاء کی طرح شہید کے لیے بھی جسم کے ساتھ زندگی ہے۔ مگر یہ قول اہل تحقیق کا مختار نہیں تحقیق یہ ہے کہ انبیاء کی زندگی جسم وروح دونوں کی سلامتی کے ساتھ ہے اور شہدا کی زندگی صرف بقائے روح کے ساتھ ہے بلکہ اس معنی میں شہداء کی تخصیص لغو ہے اس لیے کہ ارواح کو مطلقاً خواہ شہید کی روح ہو یا عام مومنین کی روح یا کافروفاسق کی روح کسی کو اس معنٰی میں مردہ نہیں کہہ سکتے، موت بدن کی صفت ہے

---

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی مطبع محمدی لاہور ص ۸۱

[2] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی مطبع محمدی لاہور ص ۸۳

باوے از وے ظاہر مے شدند وحالا نمی شوند کذا فی تفسیر العزیزی وبعضے گویند کہ تحقیق ہمیں است کہ شہداء راہم حیات مثل انبیاء بجسد است چنانچہ در تفسیر روض الجنان تحت آیہ کریمہ **ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء** می نویسد علماء در تفسیر آیت واحوال شہداء خلاف کردند، عبداللہ ابن عباس وحسن بصری گفتند ایشاں زندہ اند بارواحہم واجساد ہم بامداد و شبانگاہ روزی بایشاں می رسد وایشاں خرم اند بانچہ خدا بایشاں می دہد چنانچہ در دیگر آیت فرمود من **قولہ تعالٰی یرزقون فرحین بما اٰتاھم اللہ من فضلہ** وبعضے دیگر گفتند ارواح ایشاں زندہ باشند وروزی برایشاں عرض مے کنند بامداد وشبانگاہ چنانکہ برارواح آل فرعون اتش عرضہ می کنند فی **قولہ تعالٰی النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا** وعلمائے محققان بیشتر برقول اول اند[1] انتہی

کہ شعور وادراک اور حرکات وتصرفات روح کے تعلق کی وجہ سے اس سے ظاہر ہوتے تھے اور اب نہیں ہوتے ایسا ہی تفسیر عزیزی میں ہے: اور بعض کہتے ہیں کہ تحقیق یہی ہے کہ شہداء کے لیے بھی انبیاء کی طرح جسم کے ساتھ زندگی ہے جیساکہ آیہ کریمہ "اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں" کے تحت تفسیر روض الجنان میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر اور شہداء کے احوال میں علماء کا اختلاف ہے۔ عبداللہ بن عباس اور حسن بصری فرماتے ہیں شہداء جسم وروح کے ساتھ زندہ ہیں صبح وشام انھیں رزق ملتا ہے اور یہ اس پر خوش ہیں جو خدا انھیں دیتا ہے جیساکہ دوسری آیت میں باری تعالٰی کا ارشاد ہے انھیں رزق دیا جاتا ہے وہ اس پر خوش ہیں جو اللہ نے اپنا فضل انھیں عطا کیا، بعض دیگر کہتے ہیں ان کی روحیں زندہ ہوتی ہیں اور ان ہی پر صبح وشام رزق پیش کرتے ہیں۔ جیسے فرعونیوں کی روحوں پر آگ پیش کرتے ہیں ارشاد باری تعالٰی ہے: وہ صبح وشام آگ پر پیش ہوتے ہیں، اور اکثر علمائے محققین پہلے قول پر ہیں۔ ختم (ت)

کیوں ملاجی! اب نسبت کی خبریں کہیے جب اہل سنت کے نزدیک ہر فاسق وکافر کی روح زندہ ہے موت صرف بدن کے لیے ہے اسی کے ادراکات زائل ہوتے ہیں تو اب سماع موتٰی میں کیا مجال مقال رہی جوابات سابقہ کی تقریر کیسی روشن طور پر ثابت ہوگئی، تفہیم المسائل کی ساری عرق ریزی کیسی خاک میں ملی، اب یہ کلام مشائخ جس میں موت وبے فہمی وبے حسی کی تصریحیں ہیں روح پر محمول ہو مشائخ اہلسنت کا کلام نہ ہونا کیسا واضح و منجلی **والحمد للہ العظیم العلی**، اور **عجیب لطیفہ** یہ کہ ساتھ ہی خوش وقتی میں آکر تفسیر روض الجنان کی عبارت بھی نقل فرماگئے، جس نے رہی سہی ڈھول سے کھال بھی کھوئی، اس میں صرف تصریح ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس

---

[1] تفہیم المسائل استمداد از صاحب قبر مطبع محمدی لاہور ص ۵۸ و ۵۹

وحضرت امام حسن بصری واکثر علمائے محققین شہداء کے اجسام بھی زندہ مانتے ہیں، اور اسی کو ظاہر آیہ کریمہ سے مؤکد کیا اور بعض کی طرف سے اس کا جو جواب نقل کیا پر ظاہر کہ نری تاویل ہی تاویل ہے، کہاں ارشاد الٰہی میں یرزقون روزی دئے جاتے ہیں اور کہاں یہ معنی کہ روزی انھیں دیتے نہیں دکھادیتے ہیں۔

شربت بنماید وچشیدن نگزارند

(یہ یوں ہی ہے کہ شربت پی لیا ہے اور چکھا نہیں)

اب خدارا اپنے اانکاری دھرم کی ایک ٹانگ توڑئے، شہداء ہی کے لیے سماعت مانیے انھیں سے استمداد جائز جانئے کہ یہاں تو جسم روح سب کچھ زندہ ہیں، کسی جھوٹے حیلے کی بھی گنجائش نہیں جس طرح کہ تم خود اس تفہیم کے صفحہ ۸۸ پر لکھ چکے ہو:

درسماع انبیاء علیہم السلام کلامے نیست کہ ایشاں راحیات حاصل است[1]۔	انبیاء علیہم السلام کے سننے میں کوئی کلام نہیں ان حضرات کو حیات حاصل ہے۔(ت)

نیز ص ۸۹ پر:

(آنخضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) جواب دادند کہ چوں انبیاء راحیات دنیاوی حاصل وجسد ایشاں نیز باقی است لہٰذا محل استبعاد سماع وعرض نیست[2]۔	آنخضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب دیا کہ جب انبیاء کو حیات دنیاوی حاصل ہے اور ان کا جسم بھی باقی ہے تو سماعت اور پیشی کو بعید سمجھنے کا موقع نہیں۔(ت)

طرفہ بکف چراغ دیکھیے عبارت نقل کی اور دعوی وہ نقل کیا کہ بعض گویند تحقیق ہمیں است (بعض کہتے ہیں تحقیق یہی ہے۔ ت) خیر وہ بعض ہی سہی اب اس اجماع کی خیر نہ رہی جو بکمال وقاحت ص ۹۳ پر فرمایا:

باجملہ از کتاب وسنت واجماع امت ثابت کہ موتٰی راسماع حاصل نیست[3]۔	بالجملہ کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ مردوں کو سماعت حاصل نہیں ہے۔(ت)

مگر تم کیا شرماؤ ہر رنگ کی کہہ دینے کے قدیم دھنی ہو ص ۸۷ پر یہی جو لکھ گئے:

وآنکہ از عبارت مرقات سماع سائر کہ اموات سلام	مردوں پر بعض ایام میں اہل قرابت کے اعمال پیش

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از صاحب قبر مطبع محمدی لاہور ص ۸۳
[2] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از صاحب قبر مطبع محمدی لاہور ص ۸۵
[3] تفہیم المسائل عدم سماع مطبع محمدی لاہور ص ۸۸

وکلام را در عرض اعمال اقارب برآنہا در بعض ایام آرند جوابش آنکہ مراد از سلام وکلام سلام کلام زائران است نہ دیگراں[1]۔	ہونے کے تحت مرقات کی عبارت سے تمام مردوں کے لیے سلام ونقل سننا نقل کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ سلام وکلام سے مراد زیارت کرنے والوں کا سلام وکلام ہے دوسروں کا نہیں۔ (ت)

سچ ہے بوکھلائے ہوؤں کا کیا کہنا ؎

وہ شرمائی ہوئی نظریں وہ گھبرائی ہوئی باتیں
نکل کر گھر سے وہ گھرنا ترااُمیدواروں میں

حجت ثانیہ: پھر مشائخ نے جب وقت سوال سماع مانا تو اس کی وجہ یہ بتائی کہ اب روح جسم میں دوبارہ آئی جب کلام روح کی طرف آئے تو اس جواب کا صاف یہ حاصل کہ روح جب تک بدن سے جدا تھی بے حس وبے ادراک تھی جسم میں آنے کے باعث اس وقت پھر مدرک ہوگئی۔ یہ صراحۃً بدن کو شرط ادراک ماننا ہے کہ سو بار سن چکے کہ یہ مذہب نامہذب معتزلہ ہے اب یہ یا تو اکثر مشائخنا کی طرف نسبت غلط مانیے تو اپنی ہی سند بگاڑئے۔ اپنے ہی پاؤں پر تیشہ ماریے، ورنہ یقینا قطعًا ان سے وہی معتزلہ مراد ہیں بعد قیام حجج قاطعہ کے حیلوں حوالوں ٹالے بالوں کی کیا گنجائش ہے نہ اب اس سوال کا موقع کہ پھر یہ شراح اسے کیوں بے اظہار خلاف عقل کرلائے،

اقول: ویسے ہی نقل کرلائے جس طرح امام عبدالرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی وامام طاہر بن احمد وغیرہما اجلہ کرام نے بشیر مریسی معتزلی کا قول یوں ہی نقل کیا گویا یہی اصل مذہب ہے جس طرح علامہ محقق زین العابدین بن ابراہیم وفہامہ مدقق علاء الدین محمد دمشقی نے ابو علی جبائی معتزلی کا قول یوں نقل کیا گویا یہی مذہب مشائخ ہے جس کا بیان فائدہ جمیلہ فصل سیز دہم میں گزرا، خود انھیں امام ابن ہمام نے فتح القدیر باب نکاح الرقیق میں ایک مسئلہ محیط سے نقل کیا، پھر فرمایا: **ھکذا توارد ھا الشارحون**[2] شارحین یکے بعد دیگرے یونہی لکھتے چلے آئے، پھر فرمایا: یہاں مقتضائے نظر اس کے خلاف ہے۔ پھر اسے بیان کرکے فرمایا: **فھذا وھو الوجه وکثیرا مایقلد الساھون الساھین**[3] سخن موجہ یہی ہے اور اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کرلیتے ہیں، علامہ بحر نے بحر الرائق آخر کتاب البیوع باب المتفرقات میں ایک مسئلہ پر اعتراض کیا کہ اس میں مصنفین

---

[1] تفہیم المسائل استمداد از صاحب قبر مطبع محمدی لاہور ص ۲۷
[2] فتح القدیر باب نکاح الرقیق مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۲۷۰
[3] فتح القدیر باب نکاح الرقیق مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۲۷۰

نے خطا کی اور یہاں خطاز یادہ قبیح واقع ہوئی، پھر فرمایا:

وانا متعجب لکونهم تدا ولوا هذه العبارات متونا والشروحا وفتاوی ولم ینتهوالما اشتملت علیه من الخطاء بتغیر الاحکام واللہ الموفق للصواب وقد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأفی کتاب فیأتی من بعده من المشائخ فینقلون تلک العبارۃ من غیر تغییر ولاتنبیه فیکثر الناقلون لهاد اصلها الواحد مخطی کما وقع فی هذا الموضع ولاعیب بهذا علی المذهب لان مولنا محمد بن الحسن ضابط المذهب لو یذکر علی هذا الوجه قد بنهنا علی امثل ذٰلك فی الفوائد الفقهیه فی قول قاضی خاں وغیرہم ثم نبهت علی ان اصل هذه العبارۃ للناطفی اخطأ فیه ثم تداولوها[1] (ملخصا)	یعنی مجھے تعجب ہے کیونکہ ان عبارتوں کو متون وشروح و فتاوی سب میں ایک دوسرے سے لیتے نقل کرتے چلے آئے اور اس میں خطا پر متنبہ نہ ہوئے کہ احکام بدلے جاتے ہیں اور اللہ ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے اور کبھی بکثرت واقع ہوتا ہے کہ ایک مصنف براہ خطا ایک بات اپنی کتاب میں ذکر فرماتا ہے پھر بعد کے آنے والے مشائخ اسے ویسے ہی بلاتنبیہ نقل کرتے چلے جاتے ہیں تو اس کے ناقل بکثرت ہوجاتے ہیں، حالانکہ اصل میں ایک شخص کی غلطی تھی، جیسا یہاں واقع ہوا، اور اس سے مذہب پر کوئی طعن نہیں آتا کہ ہمارے سردار امام محمد محرر مذہب نے اس طور پر ذکر نہ کیا اور اسی طرح ایک واقعے پر ہم نے فوائد فقہیہ میں تنبیہ کی کہ امام قاضی خاں وغیرہ یعنی صاحب خلاصہ وصاحب ولوالجیہ وغیرہم نے ایک حصر فرمایا اور وہ غلط تھا پھر میں نے آگاہ کردیا کہ یہ اصل خطا ناطفی سے واقع ہوئی ان کے بعد مشائخ اسے یونہی نقل کرتے رہے۔

فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی کہ اس قسم کا ایک واقعہ عظیمہ امام اجل ابوجعفر طحاوی کی طرف ایک ترجیح وافتا کی نسبت واقع ہوا جس میں تداول وتوارد نقول آج تک چلاآیا اور ہمارے زمانے تک کسی نے اس پر متنبہ نہ فرمایا یہاں تک کہ سب میں متاخر محقق مبصر علامہ شامی کو بھی وہی راستہ بھایا مگر فقیر غفراللہ المولی القدیر نے بدلائل ساطعہ قاطعہ امام طحاوی کا فتوی نہ اس پر بلکہ قطعاً اس کے برعکس ہونا خود کلام امام ممدوح کے اٹھارہ نصوص ودلائل سے ثابت کردکھایا اور اس بارے میں محض بغرض اظہار حق وحفظ مذہب ودفع تشنیع مخالفین ایک خاص رسالہ الزهر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علی بنی هاشم (۱۳۰۷ھ) معرض تصنیف میں لایا وللہ الحمد حمدا کثیرا علی ماوهب من جزیل العطایا مانحن فیه (اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے کثیر حمد اس پر جو اس نے جزیل

[1] البحر الرائق باب المتفرقات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۵/۶

عطاؤں سے نوازا۔ ت) میں اگر کلام مشائخ کے یہ معنی لوں جس سے موت و بے ادراک روح ثابت ہو تو یہاں امر آسان تر ہے کہ اصل مسئلہ میں کوئی دقت نہیں صرف بیان دلیل میں محض بے حاجت یہ تخلیط واقع ہوئی، اس تقدیر پر یہاں بھی قطعاً جزماً یہی ہوا کہ مشائخ مذہب سے معتزلہ نے یہ دلیل ذکر کی، پھر بعض مشائخ اہلسنت نے سہواً نقل کردی، پھر نقول در نقول ہوتی چلی گئیں، تنقیح وتنبیہ کی طرف توجہ رہ گئی۔ اب متاخرین اکثر **مشائخنا** کہا ہی چاہیں یہی وجہ ہے کہ خود ان علمائے اعلام اہلسنت کے کلام جابجا اس کے خلاف واقع ہوئے جس کے پچیس شواہد دلیل ۱۱ میں سن چکے یہاں سہواً معتزلہ کا قول لکھ گئے اور خود یہیں اور دیگر مواقع میں جابجا اپنا عقیدہ حقہ متعدد وجوہ سے ظاہر ہوا **وللہ الحمد**۔

کیوں ملّا تفہیمی صاحب! اب اپنے اعذار باردہ واستعبادات کاسدہ دیکھیے کدھر گئے **وباللہ التوفیق** اور حقیقۃً یہ سب تمھاری خوبیاں ہیں، نہ تم معانی حقہ صحیحہ صادقہ چھوڑ کر بزور زبانِ وزور وبہتان یہ معنی باطل گھڑو، نہ اس جواب کی حاجت ہو، انصافاً اپنے استعبادوں کو آپ ہی بیٹھ کر رؤو۔ ہمارے نزدیک نہ مشائخ کرام نے خطا کی نہ ان کا کلام حاشا کسی عقیدہ اہلسنت نہ اپنے کسی کلام دیگر کے معارض، نہ یہاں باہم متعارض ومتناقض جس کی تحقیق قاہر اوپر سن چکے، **وللہ الحمد**۔

جلیلہ عظیمہ: رہی ملاجی کی پچھلی نزاکت کہ:

انکار سماع موتٰی بطوریکہ مامی کنیم مذہب معتزلہ فہیمدن محض غلط است زیرا کہ مذہب بعض معتزلہ آن ست کہ میّت جمادا ست در حیات وادراک نیست پس تعذیب آن محال واہلسنت گویند کہ ہر چند کہ درمیّت حیات نیست مگر جائز است کہ خدا تعالٰی دران نوعے از حیات بقدر ادراک الم عذاب ولذت وتنعّم عندالایلام والتعذیب پیدا کند وآں مستلزم سماع نیست [1]۔	جس طرح ہم سماع موتٰی کا انکار کرتے ہیں اسے معتزلہ کا مذہب سمجھنا محض غلط ہے۔ اس لیے کہ معتزلہ کا مذہب یہ کہ میّت جماد ہے اس میں حیات وادراک نہیں تو اس کی تعذیب محال ہے۔ اور اہل سنت کہتے ہیں کہ ہر چند کہ میّت میں حیات نہیں مگر ہو سکتا ہے کہ خدا تعالٰی اس میں ایک نوع حیات پیدا کردے اس قدر کہ الم پہنچانے اور عذاب دینے کے وقت عذاب کی تکلیف اور آسائش کی لذت کا ادراک کرے اور یہ سماع کو مستلزم نہیں۔ (ت)

ہمارے کلمات سابقہ کے ناظر پر اس عذر بدتر از گناہ کی حقیقت خوب منکشف ہے پھر بھی ملاجی کی خاطر کیجئے کلام کو چند

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۱

عوائد جلیلہ سے ترصیف تازہ دیجئے اور باذنہٖ تعالٰی ازالہ ہر گونہ اوہام کا ذمہ لیجئے۔

فاقول: وبحول اللہ اصول:

عائدہ اولٰی: نجدی صاحبو! ناحق اہلسنت کا دامن پکڑتے اور اپنے مذہب کی جان زار کے پیچھے پڑتے ہو، اہلسنت کے یہاں تمھاری گزر نہیں، وہ کہ وقت تنعیم وتعذیب اعادہ حیات کامالہ خواہ ناقصہ بدن کے لیے مانتے ہیں نہ کہ روح کے لیے کہ وہ توان کے نزدیک مرتی ہی نہیں، اگر تم لوگ صرف سماع جسم باسماع جسمانی بذریعہ آلات جسم کے منکراور سماع روح بے توسط بدن کے معترف ومقرر ہوتے توضرور اہلسنت سے موافق اور ان کے اس مسئلہ سے انتفاع کے مستحق ہوتے، مگریوں ہی خلاف کب باقی رہتاہے توخاص ہمارامذہب وعین مراد چشم ماروشن دل ماشا تھامگر حاشاتم ہر گزاس کے قائل نہیں اس میں تمھارا مطلب کہ اولیائے مدفونین سے طلب دعا پتھر کوندا ہے کب برآتا کیوں ملاجی! ذرانگاہ روبرو، کیاآپ ہی وہی نہیں ہیں جو اسی تفہیم کی اسی بحث میں بکمال وقاحت وشوخ چشمی اپنامذہب نامہذب بزورزبان بنانے کے لیے ایک گھڑی ہوئی فرضی کتاب خیال تصنیف غرائب فی تحقیق المذاہب سے سند لائے اور اس کی وساطت سے سیدنا امام اعظم وہمام اقدام رضی اللہ تعالٰی عنہ پر جیتے افترا اٹھائے۔آپ اگرچہ خیال عـــہ۱ علماء گھڑلینے فرضی کتابوں عـــہ۲ کی ساختہ عبارتیں پیش کردینے کی پختہ ماہر کار ہیں جن کے حال صواعق وتفہیم وغایۃ الکلام کے مطالعہ سے آشکار ہیں، بعض احباب فقیر نے خاص آپ حضرات کی ایسی ہی دیانتوں کے بیان میں رسالہ سیف المصطفٰی علی ادیان الافتراالکھااور اس میں ایک سوساٹھ دیانات کبرائے طائفہ کو جلوہ دیامگراس گھڑت کی ابتداشاید سرکار سے نہ ہو، تفہیم سے پہلے ایک سہسوانی وہابی صاحب رسالہ سراج الایمان میں اس کے بادی ہوئے ہیں، بہرحال یہ گندی بوکا عطر فتنہ سہسوان کی گھانی سے ہو یاقنوج کی، ذراایمان سے بتائے کہ آپ حضرات کی اس خانگی ساخت پر دنیامیں کوئی اور بھی مطلع ہے کہیں اس کتاب کا نام ونشان بھی ہے، کسی اور نے بھی اس سے استناد کیا یا کہیں اس کا نام لیا ہے؟ اللہ اللہ صدہا سال سے مسئلہ سماع ومسئلہ استمداد زیر بحث ہے صدہاکتابوں میں ان کے بیان آئے آج تک کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ خود امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان میں نص صریح موجود ہے، اب

عـــہ۱: مثل ناصر کہانی جس کے مطالبہ پر بکمال حیاداری صاف کہہ دیا گو ناصر فاکہانی بناشد کلام در کلام است ۱۲منہ (گو ناصر فاکہانی نہیں ہے کلام در کلام ہے ۱۲منہ۔ت)

عـــہ۲: مثل القول المعتمد فی الکلام مع عمل المولد جس میں تک بھی ٹھیک ملائی نہ آئی، معتمد بفتح میم اور مولد بکسر لام اور پھر عمل مولد پر یااس میں کلام کی جگہ عمل مولد کے ساتھ گفتگو وکلام ع

بے حیاباش ہرچہ خواہی کن ۱۲منہ (م)

گیارہ سو ۱۱۰۰ برس بعد ان حضرات کو امام کا ارشاد معلوم ہوا، اور وہ بھی کس کتاب میں، جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے اس کا نام سنا، خیر اب تو یہ باحیا متدین حضرات کب کے مر کر جماد لایفہم ولایتکلم ہوگئے، اہلسنت نے ان کی حیات ہی میں مطالبہ کیا تھا کہ حضرت! یہ ساختہ عبارت فتاوٰی غرائب میں تو ہے نہیں جواب دیا کہ یہ اور رسالہ غرائب فی اختلاف المذاہب ہے۔ اور کبھی کہا، فی تحقیق المذاہب ہے ـــــ عرض کی گئی: آپ کے پاس ہے یا کہیں اور دیکھا؟ کہا: مفتی سعد اللہ صاحب کے یہاں ہے۔ مفتی صاحب مرحوم سے پوچھا گیا، انھوں نے فرمایا: میں اصلا اس کتاب سے واقف نہیں، اللہ اللہ حیا کا پایا یہاں تک پہنچا اور پھر ع

عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے

مقدس متدینوں کو عبارت بھی گھڑنی نہ آئی، سہل سہل محاورہ و قواعد کی مطابقت نہ پائی، اس کے الفاظ وبندش کی رکاکت خود ہی کافی شہادت ہے کہ بے علم ہندیوں کی اوندھی گھڑت ہے، عبارت حاشیہ عـــہ پر ہے ہر صاحب ذوق سلیم

عـــہ: در غرائب فی تحقیق المذاہب راوی الامام ابو حنیفۃ من یأتی القبور باھل الصلاح فیسلم ویخاطب ویتکلم ویقول یا اھل القبور ھل لکم من خبر وھل عندکم من اثر الی ان اتیتکم و نادیتکم من شھور ولیس سوالی منکم الا الدعاء فھل دریتم ام غفلتم فسمع ابو حنیفۃ یقول مخاطبۃ لھم فقال ھل اجابوالك فقال لافقال له ستحقالك وتربت یداك کیف تکلم اجساد الا یستطیعون جوابا ولایملکون شیأ ولایسمعون صوتا وقرأ وما انت بمسمع من فی القبور [1] انتھی ۱۲

غرائب فی تحقیق المذاہب میں ہے: امام ابو حنیفہ نے ایک شخص کو دیکھا جو اہل صلاح کی قبروں کے پاس آتا ہے تاکہ سلام کرے اور خطاب کرے اور کہے اے اہل قبور! کیا تمھیں کچھ خبر ہے اور کیا تمھارے پاس کچھ اثر ہے یہاں تک کہ میں تمھارے پاس آیا اور مہینوں سے تم کو پکارا اور میرا سوال تم سے صرف دعا کا ہے، تو کیا تمھیں پتا چلا یا تم غافل رہے، تو ابو حنیفہ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہنے والے کو سنا تو فرمایا کیا انھوں نے تجھے جواب دیا؟ اس نے کہا نہیں، تو اس سے فرمایا: تیری بربادی ہو اور تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو کیسے کلام کرتا ہے ایسے جسموں سے جو جواب نہیں دے سکتے اور کچھ اختیار نہیں رکھتے اور کوئی آواز نہیں سنتے، اور یہ پڑھا: تم انھیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں۔ ختم (ت)

تفہیم المسائل ص ۹۱ جو لفظ سُرخی سے لکھے ہیں تفہیم میں یونہی ہیں انھیں کوئی غلطی ناسخ نہ سمجھے (باقی برصفحہ آیندہ)

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۷

دیکھے اور دادِ انصاف دے۔ بعض اصحاب فقیر سلمہم اللہ تعالٰی نے ایک کجیم شخیم وہابی ہیڈ مولوی کے رد میں مبسوط رسالہ نشاط المسکین علٰی حلق البقر السمین لکھا اس میں اس عبارت غرائب کی دھجیاں بروجہ احسن اڑا کر اخیر میں علامہ قنوجی کے اسے نقل کرکے انتہی لکھ دینے پر عجیب لطیفہ لکھا ہے جس کا ذکر خالی از لطف نہ ہوگا، قال سلمہ اللہ تعالٰی ابھی سے انتہا لکھ دی اس کے بعد تو فرضی صاحبِ غرائب نے اس قول کی محدثانہ سند گھڑی ہے:

حیث قال بعد نقلتم حدثنا بذلك المعدوم بن مسلوب العدمی ثنا ابوالفقدان الخیالی ثنا موهوم بن مفروض اللیسی ح ثنا الکذاب بن المفتری نا الوضاع الذوری انا من عــہ لا یثق به الانجدی کلاهما عن ابی التلبیس الضلالی	تمھاری منقولہ عبارت کے بعد ہے: ہم سے بیان کیا معدوم بن مسلوب عدمی نے ___ کہا ہم سے بیان کی ابوالفقدان خیالی نے ___ کہا ہم سے بیان کیا موہوم بن مفروض لیسی نے ___ دوسری سند: ہم سے بیان کیا کذاب بن مفتری نے _ کہا ہم سے بیان کیا وضاع زُوری نے ___ کہا ہمیں خبر دی اس نے جس پر کوئی نجدی ہی اعتماد کرے، دونوں (موہوم اور یہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نہ وہ ناسخ تفہیم کی خطاء ہیں بلکہ خود مصنف تفہیم وضاع اول کی، اس لیے کہ غلط نامہ تفہیم میں بھی ان کی تصحیح نہ کی، اور تفہیم صفحہ ۶۸ میں ہے:

احتمال غلطی کاتب ہم مرتفعہ در صحیح نامہ غلطنامہ کتاب مطبوعہ ہم بغلطی این لفظ تعرض نہ کردہ اھ	کاتب کی غلطی کا احتمال بھی مرتفع ہے کہ مطبوعہ کتاب کے غلط نامہ اور صحیح نامہ میں اس لفظ کے غلط ہونے پر توجہ نہیں کی گئی اھ (ت)

بھلے مانس کو ینطق و یتفوہ و یذکر و یحدث و یشافہ و یحاور وغیرہا یاد نہ تھے ورنہ انھیں بھی یخاطب و یتکلم و یقول کا ساتھی نتھی کردیتا ۱۲ منہ (م)

عــہ: هذا وان کان مبهما لکن لا یضر لانه فی المتابعات فقد رواه من الضلال موهوم بن مفروض کما سمعت منفی بن المفقود اٰخرون خرائب فی شرح الغرائب ۱۲ منه (م)	یہ راوی اگرچہ مبہم ہے مگر کوئی ضرر نہیں اس لیے کہ وہ متابعات میں ہے کیونکہ ضلالی سے اس کو موہوم بن مفروض نے روایت کیا ہے جیسا کہ آپ نے سُنا، نیز منفی بن مفقود اور کچھ دوسرے لوگوں نے بھی روایت کیا ہے ۱۲ خرائب شرح غرائب۔ (ت)

مجہول) راوی ہیں ابوالتلبیس ضلالی سے۔ جو بنی مختلق کے ایک قبیلہ بنی ضلال سے ہے ___ اس نے کہا ___ میں نے ہوا سے ایک ہاتف کو یہ پکارتے سنا تو مجھے پتا نہیں کہ مجھے یاد ہے یا میں بھول گیا لیکن اس پر گواہ رہو کہ تم سے جو شخص یہ بیان کررہا ہے کُھلا ہوا کذاب ہے۔ (ت)	من بن ضلال قبیلۃ من بنی المختلق قال سمعت ھاتفا من الھواء یھتف بذلك ،فلا ادری احفظت ام نسیت لکن اشھدوا ان الذی یحدثکم بھذ کذاب مبین۔

ہم کہتے ہیں الکذوب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے۔ ت) بیشک یہ پچھلا اس نے سچ کہا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اھ کلام سلمہ ربہ اچھا یہ سب جانے دو، اگر سچے ہو تو لکھ دو ہاں مردے احیاء کا کلام ضرور سنتے ہیں مگر نہ وگوش بدن بلکہ قوت روح سے، کیا اسے تم کہہ سکتے ہو؟ ہر گز نہ کہو گے، اب پردہ کُھل گیا اور صاف ادراک روح کا انکار ظاہر ہوا اور اپنے اسی دعوی پر کلام مشائخ ڈھالا اور وہ موت وبے ادراکی وبے حسی کا سارا نزلہ روح پر ڈالا، تو اب کیا محل انکار ہے کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ فجار ہے۔ رہا یہ کہ وہ منکر عذاب ہیں تم قائل عذاب، اس تفرقے سے تمہارا ان کا وہ اتفاق زائل نہیں ہوتا مثلاً [عہ] کوئی پورا وہابی اپنی نیچریت کے زور میں دعوی کر بیٹھے کہ سیدنا عیسٰی نبی اللہ صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ، علیہ ضرور سولی دئے گئے، یہود عنود نے انھیں قتل کیا، تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ تیرا یہ قول مذہب نصارٰی ہے۔ کیا وہ اس کے جواب میں کہہ سکتا ہے کہ سولی دیا جانا جس طرح وہ مانتا ہے مذہب نصارٰی سمجھنا محض غلط ہے اس لیے کہ مذہب نصارٰی یہ ہے کہ وہ کفارہ ہونے کے لیے سولی دئے گئے، معاذاللہ تین دن جہنم میں رہ کر خدا کے ہاتھ پر جا بیٹھے، اور وہ شخص کہتا ہے کہ ہرچند سولی دئے گئے مگر کفارہ وغیرہ خرافات ہیں کیا اس فرقہ کے سبب اس کا وہ قول مذہب نصارٰی ہونے سے خارج ہوجائے گا!

عائدہ ثانیہ: وکانھا الاولی بعبارۃ اخصر (گویا یہ زیادہ مختصر عبارت میں پہلا ہی ہے۔ ت) میّت میں حیات نہیں، اس سے مراد روح ہے یا بدن، اگر بدن تو بحث محض بیگانہ، اور اگر روح تو تم یہی مان کر اہلسنت سے خارج وبری اور ان کی طرف ان کی طرف نسبت کرکے کذاب ومفتری ہوئے، اہلسنت ہر گز روح کے بے حیات نہیں مانتے اگر کہیے موت مجازی تو مانتے ہیں۔

عــــہ: وہابیت کا کمال وہی نیچریت ہے ۱۲منہ (م)

اقول: ہاں مگر اس کا اثر ادراکات روح پر اصلا نہیں **کما مرّ مرارًا** (جیسا کہ کئی بار گزرا۔ت) خود ملاجی کی عبارت بیہوشی مظہر حوالہ تفسیر عزیزی ابھی گزری اور تم صراحۃً وہ موت مان رہے ہو جو نافی ومنافی ادراک ہے اسی کو کلام مشائخ سے نقل کرتے اور اسی پر انکار سماع کی بناء رکھتے ہو تو قطعا موت حقیقی مراد لیتے ہو اور اسے روح کے لیے ماننا، یہی اعتزال ہے۔ اگر کہئے معتزلہ تو روح کے لیے موت منافی مطلق ادراک مانتے ہیں، ولہذا عذاب قبر محال جانتے ہیں اور یہاں مراد وہ موت ہے جسے صرف ادراک صور واصوات دنیاوی سے تنافی ہو نہ برزخیہ سے۔

اقول: اولاً یہ تخصیص محض بے دلیل وباطل ہے، موت بھی مانو منافی ادراک بھی جانو، جیسا کہ کلام مشائخ میں مصرح ہے پھر اسے ادراک بعض دون بعض سے خاص کرو، یہ جہل اقبح ہے موت کہ منافی ادراک ہے ہر ادراک کے منافی ہے اور نہیں تو کسی کے نہیں، خود اسی تفہیم المسائل میں براہ جہالت اپنی سند سمجھ کر نقل کیا۔

درمدارک نوشتہ توفیھا اماتتھا وھوان یسلب ماھی بہ عـــہ۱ حیۃ حساسۃ دراکۃ[1]۔	مدارک میں لکھا ہے: توفّی کا معنی انھیں موت دینا وہ یہ کہ جس امر کی وجہ سے یہ زندہ، حساس، باادراک ہیں اسے سلب کرلیا جائے۔ (ت)

پھر لکھا:

امام راغب درمفردات گفتہ کہ الموت زوال القوۃ الحساسۃ[2]۔	امام راغب نے مفردات میں فرمایا: موت قوت احساس کے زوال کا نام ہے۔ (ت)

کیوں حضرات! جب راسًا حس وادراک کی قوت زائل ہوگئی مدرکہ ہی چل دی تو اب ادراک بعض کاہے سے ہوگا یارب! یہ موت کون سی کہ آدھی کو شنوا آدھی سے بہری، آدھی سے اندھی، ایک فرد ادراک بھی باقی ہے تو حیات ثابت ہے اور موت منتفی کہ حیات باجماع عـــہ۲ عقلاً شرط ادراک ہے اور موت منافی مشروط نہ بے شرط متحقق ہوگا نہ منافی

عـــہ۱: صحیح ہم چناں است ودر تفہیم المسائل ایں را ماھی جثۃ ساختہ ودر غلط نامہ ہم بہ تصحیحش نہ پرداختہ پر غلط است ۱۲منہ (م)	صحیح بھی اسی طرح ہے (ماھی بہ حیۃ) تفہیم المسائل میں اسے ماھی جثۃ بنادیا اور غلط نامہ میں بھی اس کی تصحیح نہ کی جبکہ یہ بلکل غلط ہے۔ (ت)
عـــہ۲: ای ومن خالف فقد خرج من المعقول فکان لم یبق من اھل العقول وھم الشرذمۃ الذلیلۃ الصالحیۃ ۱۲منہ (م)	یعنی جو بات ہو اوہ معقول سے خارج ہوا تو اہل عقول سے نہ رہا، اور یہ فرقہ ذلیلہ صالحیہ والے چند افراد ہیں۔ (ت)

---

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۲

[2] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۲

منافی سے ملتصق۔

ثانیًا یوں بھی اعتزال سے مفر کہاں، جب باوصف موت ادراکات امور برزخ علم و سمع وبصر باقی مانے تو اور معتزلہ کا مذہب نہ سہی، طوائف معتزلہ سے فرقہ صالحیہ کا مشرب سہی، جس کا ذکر آپ نے اسی تفہیم المسائل میں بہ شدت سفاہت مقابل اہلسنت کیا تھا کہ:

در شرح مواقف نوشتہ کہ تجویز قیام علم وقدرت وارادہ وسمع وبصر میّت مذہب فرقہ صالحیہ از معتزلہ است [1]۔	شرح مواقف میں لکھا ہے کہ میّت کے ساتھ علم، قدرت، ارادہ اور سمع وبصرہ قائم ماننا معتزلہ کے فرقہ صالحیہ کا مذہب ہے۔(ت)

ذی ہوش کو اتنی نہ سوجھی کہ اہل سنت نے کس دن موصوف بالموت کو بحال موصوفی بالموت موصوف بالادراک مانا تھا، وہ تو جس کے لیے ادراکات مانتے ہیں اسے ہرگز میّت نہیں کہتے ہمیشہ زندہ جانتے ہیں، مگر ہاں اب آپ نے روح کو میّت بھی مانا اور عذاب قبر ٹھیک کرنے کے لیے ادراکاتِ برزخیہ بھی ثابت کیے، یہ عین مذہب صالحیہ ہے وہ بھی اسی طور پر قائل عذاب ہوئے ہیں، اسی مستخلص الحقائق مستند مائۃ مسائل کی عبارت جواب اول کی دلیل ہفتم میں گزری کہ صالحہ کے نزدیک میّت باوصف موت معذب ہوتا ہے، نیز اسی کفایہ کی اسی بحث میں ہے:

عن ابی الحسن الصالحی یعذب المیّت من غیر حیاۃ اذالحیاۃ عندہ لیست بشرط لثبوت الالم [2]۔	ابوالحسن صالحہ سے منقول ہے کہ میّت کو بغیر حیات کے عذاب ہوتا ہے اس لیے کہ اسی کے نزدیک ثبوت الم کے لیے حیات شرط نہیں۔(ت)

نیز وہی امام عینی عمدۃ القاری میں بعد ذکر مذہب صالحہ فرماتے ہیں:

وھذا خروج عن العقول لان الجماد لاحس له فکیف یتصور تعذیبه [3]۔	اور یہ معقول سے خروج ہے اس لیے کہ جماد کے پاس حِس نہیں ہوتی تو اس کی تعذیب کیونکر متصور ہوگی۔(ت)

اگر کہیے ہم یہ ادراکات بعودِ حیات مانتے ہیں بخلاف صالحہ اقول ذرا ہوش میں آکر بھلا اس عود حیات پہلے بھی روح کو ادراک امور برزخیہ تھا یا نہیں، اگر نہیں تو حجاب منکشف اور عذر منکسف، ثابت ہوا کہ تم نے روح کو وہی موت مانی جو منافی مطلق ادراک ہے۔ اب عام معتزلہ میں جاملے، اور اگر ہاں تو عود حیات کا حیلہ اٹھ گیا۔

---

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۸

[2] کفایۃ مع فتح القدیر باب الیمین فی الضرب الخ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۶۱

[3] عمدۃ القاری شرح بخاری باب المیّت یسمع خفق النعال بیروت ۸/ ۱۴۷

روح میّت بحال ممات بے عود حیات صاحب ادراکات تھی۔ اب معتزلہ صالحیہ میں جاملے۔ مفر کدھر، کیا یاد کروگے کہ کسی سے پالا پڑا تھا، ہاں مفر اس میں تھا کہ ان سب اقوال وابحاث کو دربارہ بدن مانئے اور روح کو ان تمام بر دومات سے پاک وصاف جانیے، بدن ہی کو مشائخ مردہ وبے فہم کہتے اور اسی کے سماع بحال موت سے انکار رکھتے ہیں، اب ٹھکانے سے آ گئے مگر ہیہات کہا تم اور کہا حق کا قول واللہ المستعان علی کل متکبر جھول (ہر متکبر جاہل کے برخلاف اللہ تعالٰی حامل ومدد گار ہے۔ت)

ثالثا صریح جھوٹے ہو، کلام مشائخ میں نشان تخصیص مفقود، بلکہ ان کے بطلان پر تنصیص موجود، کیا انھوں نے موت کو منافی ادراک بتا کر شبہ عذاب قبر وارد نہ کیا؟ کیا عود حیات سے اس کا جواب نہ دیا؟ کیا خود ملا تفہیمی نے اپنی پاؤں میں تیشہ زنی کو نہ کہا کہ:

مقصود فقہاء از نفی سماع دریں مقام نفی سماع عرفی و حقیقی ہر دو ست زیرا کہ فقہا نفی سماع مطلق کردہ اند نہ بتقیید عرف واگر نفی صرف سماع عرفی نہ حقیقی مقصود می بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذاب قبر نبود وتوجیہ کردن دیگر وقائع کہ بر سماع موتٰی دال است فھل ھذا الا توجیہ بما لایرضی بہ قائلہ [1]۔	اس مقام پر نفی سماع سے فقہاء کا مقصود سماع عرفی و حقیقی دونوں کی نفی ہے اس لیے کہ فقہا نے سماع کی نفی مطلق کی ہے نہ کہ عرف کی جگہ قید لگا کر۔ اگر حقیقی نہیں۔ صرف عرفی سماع کی نفی مقصود ہوتی تو مسئلہ عذاب قبر کا جواب دینے کی ضرورت نہ تھی اور وسرے وقائع جو سماع موتی پر دلالت کرتے ہیں نہ ان کی توجیہ کی ضرورت تھی یہ ایسی توجیہ ہے جس پر اس کا قائل راضی نہ ہو (ت)

توقطعًا ثابت کہ وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک مانتے اور اس کے ہوتے امور برزخ کا ادراک بھی منتفی جانتے ہیں تو جب کلام روح پر محمول ہوا قطعًا آفت اعتزال سے نامعزول ہوا۔

عائدہ ثالثہ: بحمد للہ تعالٰی یہاں سے واضح ہوا کہ عدم ادراک امور دینویہ میں عذر باطل حجاب وحائل خشت وگل، اور ملا تفہیمی صاحب کا عذر طمطراق اشتغال واستغراق کہ صفحہ ۶۲ و ۶۳ میں لکھا:

ارواح طیبہ مجردہ از ابدان بہ جہت اشتغال عبادت رب حقیقی واستغراق بہ کیفیت آں التفات باکوان و حوادث این عالم ندارند [2]۔	اجسام سے مجرد ارواح طیبہ رب حقیقی کی عبادت میں اشتغال اور اس کی کیفیت میں استغراق کے باعث اس دنیا کے موجودات وحوادث کی جانب التفات نہیں رکھتیں۔ (ت)

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۳

[2] تفہیم المسائل استمداد از صاحب قبر مطبع محمدی لاہور ص ۵۸

محض مہمل و ناروا و پادر ہوا تھے۔

اقول: جب تم لوگ کلام مشائخ سے مستدل اور اس کے اس معنی محال پر حامل ہو تو تمھیں ان اعذارِ باردہ کی کیا گنجائش!

اولاً مشائخ تو نفس موت کو منافی ادراک اور اس کی وجہ انتفائے اصل قوت حساس وادراک مان رہے ہیں اور ان اعذار کا یہ حاصل کہ قوت مدرکہ تو موجود وکامل مگر حجاب حائل یا التفات زائل۔

ثانیاً وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک بے تخصیص امور دنیویہ جان رہے ہیں اور تمھارے اعذار انہی امور خارجہ سے خاص ___ ثالثاً حائل وحجاب بدن پر ہے اور کلام روح میں،

رابعاً پردہ وحیلولت صرف مدفون کے لیے ہے صرف بعد دفن تا عدم انکشاف اور کلام عام بلاخلاف۔

خامساً تمھارے حاجب وحائل کا پردہ تو اسی دن چاک ہوچکا جس دن مشائخ نے وقت سوال سماع آواز نعال تسلیم کیا اور ملا تفہیمی نے در وقت سوال وجواب ہمہ قائل سماع اند[1] سوال وجواب کے وقت سب سماع کے قائل ہیں۔ت) کامژدہ سنایا۔

سادساً عبادت سے اشتغال اور اسی کیفیت میں استغراق تو سب اموات کو عام نہ مانئے گا یوں کہئے کہ منعم ہے تو لذت نعمت، یا معاذاللہ معذب ہے تو عذاب کی شدت میں مستغرق ہونا مانع سماع ہے۔ میں کہتا ہوں عـــہ اس لذت یا الم کی حالت میں سوال محال ہے یا ممکن بر تقدیر اول دلیل استحالہ ارشاد ہو اور زیادہ تفصیل چاہئے تو مقصد اول نوع اول سوال اول کی تقریر یاد ہو بر تقدیر ثانی ممکن کی جانبین وجود وعدم یکساں اور برزخ غیب اور

عـــہ: **تنبیہ: اقول:** بقائے روح وادراکات روح بعد فراق میں اگر استصحاب ناکافی سمجھ کر ہمیں مدعی بھی ہونا مانیے تو یہ دعوی ایسے نصوص قواطع واجماع ساطع سے ثابت جس میں موافق مخالف کسی کو مجال تامل نہیں، اخر مخالفین بھی تنعیم و تعذیب وادراکات امور برزخیہ مانتے ہیں، اس کے بعد مسئلہ نزاعیہ میں بداہۃً ظاہر ہمارے ساتھ ہے کہ جب مدرک باقی ادراک باقی پھر جو نفی بعض مانے مدعی تخصیص وہ ہے دلیل پیش کرے اور اگر بالفرض بنظر ظاہر الفاظ عکس ہی مانے تو ہمارا دعوی سماع ہے، اور دلیل سمع جس کا وجوب تسلیم واجب التسلیم اور ورود مقصد دوم وسوم میں روشن ہوگیا تو کسی مقدمہ پر منع کی گنجائش نہیں اور دعوی پر تو منع کے منع ہی نہیں خصوصاً بعد اقامت دلیل لاجرم یہ اعذار بعضب منصب استدلال ہیں اور اب یہ قانون مناظرہ وظائف منعکس **فاحفظ تحفظ** ۱۲منہ (م)

---

[1] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیہ مطبع محمدی لاہور ص ۸۱

غیب پر رجما با لغیب حکم لگانا ضلالت وعیب امام الحرمین ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں:

لا یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوته فیما غاب عنا الا بسمع[1]۔	جو چیزیں ہم سے غائب ہیں ان میں کسی ممکن الثبوت امر کے ثابت ہو جانے کا حکم دلیل سمعی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ (ت)

شرح عقائد نسفی میں ہے:

القضایا منها ماهی ممکنات فلا طریق الی الجزم باحد جانبیها فکان من فضل الله ورحمته ارسال الرسل لبیان ذلك[2]۔	قضایا میں سے ممکنات بھی ہیں ان کی دو جانبوں میں سے کسی ایک کے جزم کی کوئی سبیل نہیں تو اللہ تعالٰی اس کے بیان کے لیے اپنے فضل و رحمت سے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ (ت)

تفسیر کبیر میں ہے:

کل ماجاز وجوده وعدمه عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات او الی النفی الا بدلیل[3]۔	عقلاً جس کا وجود اور عدم دونوں ممکن ہو اس میں دلیل سمعی کے بغیر اثبات یا نفی کی طرف جانے کا جواز نہیں (ت)

لاجرم اشتغال کے سبب عدم سماع کا شگوفہ مہمل وبیکار ہو کر رہ گیا اور شرع مطہر سے جداگانا دلیل کی حاجت رہی کہ یہ تلذذ وتالم مانع سماع ہیں اگر دلیل نہیں اور بیشک نہیں تو آپ کا خذلان وخسران ظاہر وعیان، ورنہ وہ دلیل ہی نہ دکھائے، عبث ونا تمام باتوں میں کیوں وقت گنوایئے۔ **سابعًا** اگر یہ اشتغال مانع سماع ہوتا خواہ تمھاری ہوسات عاطلہ خواہ جہاں فلاسفہ کے مقدمہ باطلہ سے جس کی دھجیاں امام فخر الدین رازی وغیر علماء اڑا چکے کہ نفس آن واحد میں دو چیزوں کی طرف توجہ نہیں کر سکتا تو واجب کہ اہل برزخ کو کلام ملائک کا بھی سماع نہ ہوتا کہ استغراق مانع کے آگے سماع سماع سب ایک سے حالانکہ تالی قطعًا باطل ہے تو یوں ہی مقدم، غرض استغراق کو امور برزخیہ ودنیویہ میں فارق بنانا چاہا تھا وہ خود محتاج فارق ہے۔ **ثامنًا** العظمة لله والضراعة الی الله (عظمت وبزرگی اللہ کے لیے ہے اور ضعف وذلالت اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ ت) وہ موت کا تازہ صدمہ اٹھائے ہوئے روح جس کا ادنٰی عــہ جھٹکا سو ضرب شمشیر کے برابر،

عــہ: ابن ابی الدنیا عن الضحاك بن حمزة مرسلا عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ۱۲	اسے ابن ابی الدنیا نے ضحاک بن حمزہ سے مرسلًا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

[1] الارشاد فی علم الکلام

[2] شرح عقائد نسفی بحث فی ارسال الرسل دار الاشاعۃ العربیۃ شوکت لاسلام قندھار ص ۹۸

[3] تفسیر کبیر

جس کا صدمہ عـــہ۱ ہزار ضرب تیغ سے سخت تر، بلکہ ملک الموت عـــہ۲ کا دیکھنا ہی ہزار تلوار کے صدمہ سے بڑھ کر، وہ نئی جگہ وہ نرمی تنہائی، وہ ہر طرف بھیانک بیکسی چھائی، اس پر وہ نکیرین کا اچانک آنا وہ سخت ہیبت ناک صورتیں دکھانا کہ آدمی دن کو ہزاروں کے مجمع میں دیکھے تو حواس بجانہ رہیں، کالا رنگ عـــہ۳ نیلی آنکھیں عـــہ۴ دیگوں عـــہ۵ کے برابر بڑی، ابرق کی طرح شعلہ زن سانس عـــہ۶

عـــہ۱: الخطیب فی التاریخ عن انس ابن مالك عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم والحارث ابن ابی اسامه بسند جید عن عطاء بن یسار مرسلا ۱۲۔

اسے خطیب نے تاریخ میں حضرت انس بن مالک سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا، اور حارث بن ابی اسامہ نے بسند جید عطاء بن یسار سے مرسلا روایت کیا۔ (ت)

عـــہ۲: ابو نعیم فی الحلیة عن واثلة بن الاسقع عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ۱۲

اسے ابو نعیم نے حلیہ میں واثلہ بن اسقع سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

عـــہ۳: حدیث عن الترمذی وحسنه وابن ابی الدنیا والاٰجری فی الشریعة وابن ابی عاصم فی السنة والبیهقی عن ابی هریرہ عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔

(۱) اسے ترمذی نے بافادہ تحسین روایت کیا اور ابن ابی الدنیا نے، اور شریعہ میں آجری نے اور سنہ میں ابن ابی عاصم نے اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (۲) البیھقی فی عذاب القبر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور بیہقی نے عذاب قبر میں حضرت ابن عباس سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

عـــہ۴: حدیث اول وابن المبارك فی الزهد وابن ابی شیبة والاٰجری والبیهقی عن ابی الدرداء من قوله ۱۲

حدیث اول و ۱۳ ابن المبارک نے زہد میں اور ابن ابی شیبہ آجری اور بیہقی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان کے کلام میں (موقوفًا) روایت کیا (ت)

عـــہ۵: حدیث الطبرانی فی الاوسط وابن مردویة عن ابی هریرة عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ۱۲

حدیث ۴ طبرانی نے معجم اوسط میں، اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ (ت)

عـــہ۶: حدیث و ابویعلی وابن ابی الدنیا عن النعیم، حدیث ابوداؤد فی البعث والحاکم

حدیث ۲ و ۵ کو ابویعلی وابن ابی الدنیا نے نعیم سے روایت کیا، حدیث ۶ ابوداؤد نے بعث میں، حاکم (باقی اگلے صفحہ پر)

جیسے آگ کی لپیٹ، بیل عـــہ[1] کے سینگوں کی طرح لمبے نوک دار کیلے، زمین عـــہ[2] پر گھسٹتے سر کے پیچیدہ بال عـــہ[3]، قد و قامت جسم وجسامت بلاقیامت کہ ایک شانے سے دوسرے تک عـــہ[4] منزلوں کا فاصلہ، ہاتھوں عـــہ[5] میں لوہے کا وہ گرز کہ اگر ایک بستی کے لوگ بلکہ جن وانس عـــہ[6] جمع ہو کر اٹھانا چاہیں نہ اٹھا سکیں، وہ گرج عـــہ[7] کڑک کی ہولناک آوازیں، وہ دانتوں عـــہ[8] سے زمین چیرتے ظاہر ہونا، پھر ان آفات پر آفت یہ کہ سیدھی طرح بات نہ کرنا، آتے ہی جھنجھوڑ عـــہ[9] ڈالنا، مہلت نہ دینا کڑکتی عـــہ[10] جھڑکتی آوازوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی التاریخ والبیھقی فی عذاب القبر عن امیر المومنین عمر، حدیث ۷ وابن ابی الدنیا عن ابی ہریرۃ، حدیث ۸ وھو وابوالنعیم و الأجری والبیھقی عن عطاء ابن الیسار مرسلا کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲

نے تاریخ میں اور بیہقی نے عذاب قبر میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، حدیث ۷ ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی، حدیث ۸ ابن ابی الدنیا، ابو نعیم، آجری اور بیہقی سب نے عطاء بن یسار سے مرسلاً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ (ت)

عـــہ۱: حدیث پنجم ۱۲ | عـــہ۲: حدیث چہارم و پنجم ۱۲ | عـــہ۳: دوم و ششم و ہفتم ۱۲

عـــہ۴: حدیث سوم ۱۲ | عـــہ۵: حدیث پنجم ۱۲ | عـــہ۶: حدیث ششم و ہفتم ۱۲

عـــہ۷: حدیث پنجم ۱۲ | عـــہ۸: حدیث دوم، چہارم، پنجم، ششم، ہفتم، ہشتم ۱۲

عـــہ۹: حدیث دوم، ششم، ہفتم ۱۲

عـــہ۱۰: حدیث دوم و ہشتم وحدیث ۹ احمد والطبرانی فی الاوسط والبیھقی وابن ابی الدنیا عن جابر۔ حدیث ۱۰ وابن ابی عاصم و ابن مردویۃ و البیھقی بوجہ اٰخرعنہ، حدیث ۱۱ والأجری فی الشریعۃ عن ابن مسعود کلاھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین ۱۲۔

حدیث ۲ و ۸ و ۹ امام احمد نے اور معجم اوسط میں طبرانی نے اور بیہقی وابن ابی الدنیا نے حضرت جابر سے روایت کی۔ حدیث ۱۰ ابن ابی عاصم، ابن مردویہ اور بیہقی نے ان ہی سے ایک دوسرے طریق سے روایت کی۔ حدیث ۱۱ آجری نے شریعہ میں حضرت ابن مسعود سے، دونوں حضرات نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ (ت) ۱۲

میں امتحان لینا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ارحم ضعفنا یا کریم یا جمیل صل وسلم علی نبی الرحمۃ واٰلہ الکرام وسائر الامۃ اٰمین اٰمین یاارحم الراحمین۔ ایسے عظیم وقت میں شاید آپ کا استغراقی خیال تو یہی حکم لگائے کہ کھلے میدان میں توپ کی آواز بھی سننے میں نہ آئے مگر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں ارشاد فرمارہی ہیں کہ ایسی حالت میں اتنے پردوں میں مردہ ایسی خفی آواز جوتوں کی پچپل سنتا ہے جس کا تمھیں خود اعتراف ہے اور وہی امام عینی مستند مائۃ مسائل شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

فیہ ذھول عماورد فی بعض الاحادیث ان صاحب القبر کان یسأل فلما سمع صریر السبتتین اصغٰی الیہ فکاد یھلك لعدم جواب الملکین فقال لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم القھما لئلا توذی صاحب القبر ذکرہ ابوعبداللہ الترمذی[1]۔	یعنی اس قائل کو یاد نہ رہا وہ جو ایک حدیث میں ایا ہے کہ قبر والے سے سوال ہورہا تھا اتنے میں جوتوں کی پچپل اس نے سنی ادھر کان لگائے جواب میں دیر ہوئی، قریب تھا کہ ہلاک ہوجائے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس جوتا پہن کر چلنے والے سے فرمایا انھیں اتارڈال کر مردے کو ایذا نہ پہنچے۔ یہ حدیث ابوعبداللہ محمد ترمذی نے ذکر فرمائی۔ (ت)

جس کا ادراک بہ نسبت ادراک روح بہت قاصر و مقصود، تو بداہۃً ثابت کہ احوال برزخ آپ کے اوہام عادیہ سے منزلوں دور، اور عادات معہودہ دار دنیا پر ان کا قیاس باطل و مہجور۔

عائدہ رابعہ: ادراک روح مشروط بجسم ہیں یا نہیں، توضیح مقام یہ کہ وہ جو ملا تفہیمی نے اہل سنت سے نقل کیا کہ ادراک الم ولذت کے لیے وقت تنعیم وتعذیب (جسے وقت ایلام وتعذیب کہا اور ان کے نصیبوں لذت کے حصے کا بھی الم ہی رہا) ایک نوع حیاتِ میّت آجاتی ہے اور اس سے سماع لازم نہیں (قطع نظر اس سے کہ فقرہ آن مستلزم سماع نیست عبارات مستندہ میں نہیں) یہ قول اہلسنت بھی قطعًا بدن ہی کے حق میں ہے کہ قبر میں عود حیات اسی کے لیے ہوتا ہے، اور اگر حدوث زیادت تعلق بالبدن وقت انعام وایلام وسوال کو روح کے لیے عود حیات سے تعبیر بھی کیجئے تو اس سے اگر فرق پڑے گا تو ادراکات جسمانیہ میں جس کا حاصل تفاوت آلیت بدن کی طرف آئل مگر اہلسنت کے نزدیک ادراکات روح بدن پر موقوف نہیں تو وہ ان تعلقات حادثہ سے پہلے بھی ویسے ہی مدرکہ عالمہ مبصرہ سامعہ تھی جیسی ان کے بعد یہ تفاوت کہ ایک نوع حیات ملتی ہے جس سے ادراک لذت والم تو ہو اور سماع نہ وہ وہاں ماشی نہیں آخر یہاں گھٹا بڑھا کیا یہی بدن سے تعلق، پھر اس سے ادراکاتِ روح کو کیا علاقہ تھا کہ اس کے تفاوت سے وہ متفاوت ہوں بخلاف بدن کہ اس کے ادراکات بنفسہٖ نہیں بلکہ تعلق روح ہی کے باعث ہیں اور تعلقات متفات

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب المیّت یسمع خفق النعال ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۴۷/۸

اور پھر وہ سننا بھی کا ہے سے، گوشِ سر تو وقت مفارقت سلب کلی ادراک ہوگا اور جتنا تعلق بڑھتا جائے گا ادراک بڑھے گا۔ لہٰذا ممکن کہ تعذیب وتنعیم کے لیے تعلق کے مدارج متوسط سے وہ درجہ دیا جائے کہ بدن صرف ادراک لذت والم کا آلہ کار پائے اس کے ذریعہ سے سماع وابصار ہاتھ نہ آئے اور سوال وکلام کے لیے اس سے اعلیٰ درجہ ملے جس کے باعث سمع بدن کا بھی رستہ کھلے اور وجہ وہی کہ یہ سب امور روح وجسم دونوں سے متعلق ہیں تنعیم وتعذیب میں مشارکتِ بدن کو صرف اسی قدر درکار، اور سوال میں شرکت کو سمع بھی مطلوب، غرض کلام اہلسنت بدن پر محمول کیجئے۔ اور یقینا یہی ہے تو آپ کا مطلب فوت، محنت رائگاں، اور خواہ مخواہ روح کے گلے باندھیے تو ضلال اعتزال نقد وقت ہے مفر کہاں! بالجملہ بحمد للہ توفیق الٰہی رفیق اہلسنت اور خذلان وحرمان نصیب اہل بدعت ہے جو تیر ان کی کمان سے وصل پاتے ہیں فصل سے پہلے انھیں کے منہ پر پلٹا کھاتے ہیں، علمائے اعلام کے جتنے کلام بہزار جانکاہی اپنی دلیل بنا کر لاتے ہیں وہ انہی کے دشمن قاتل اور اہلسنت کے سچے دلائل بن جاتے ہیں، الحمد للہ ملاجی کا ہاتھ یکسر خالی ہوگیا اس ساری بحث میں ان کی تمام چہ می گوئیوں کا حرف بحرف قلع قمع ہولیا، مُلاجی! اب تو ہمیں اجازت دیجئے کہ آپ ہی کے صفحہ عکس عــہ حلق کے شکم زاد بول آپ ہی کے منہ پر پلٹ دیں کہ:

بے چارہ (قنوجی) عیارہ پختہ جنون خام کارہ کہ ازروی کیش خویش کور وکر بل خشت وحجر بلکہ از انہم بتر شدہ است بتصور اینکہ من ہر چہ خواہم نگاشت عامہ مومنین بران اعتماد خواہند ساخت ہر چہ در شکم داشت از دہان برآورد افسوس کہ مردمان رعایت این بیچارہ کہ شبہا دریں باب محنت کشیدہ نہ کردہ تغلیط وے ظاہر کردیم پس ایں معاملہ طشت از بام شد۔ والحمد للہ رب العٰلمین وقیل بعدا للقوم الظالمین۔	بے چارہ (قنوجی) عیار، پختہ جنون، خام کار، جو اپنے مذہب کی رو سے اندھا، بہرا بلکہ اینٹ پتھر، بلکہ ان سے بھی بدتر ہوچکا ہے، اس خیال سے کہ میں جو کچھ لکھ دوں گا عام مسلمان اس پر اعتماد کرلیں گے، جو کچھ شکم میں رکھتا تھا زبان پر لایا، افسوس کہ یہ بے چارہ جس نے اس باب میں کئی رات مشقت جھیلی ہم لوگوں نے اس کی رعایت نہ کرکے اس کی تغلیظ ظاہر کردی تو یہ معاملہ طشت از بام ہوگیا، (ت) اور ساری تعریف اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور کہا گیا ہلاکت ہو ظالموں کے لیے۔ (ت)

عــہ: ارقام نجومیہ میں ۱۳۰۸ کو قلع لکھتے ہیں جس کا عکس حلق ۱۲ منہ (م)

جواب پنجم: فرض کیا کہ وہ معتزلہ نہیں مشائخ اہلسنت ہی ہیں، مگر یہ مسئلہ کچھ فقہیہ نہیں صاحب مائۃ مسائل کو اقرار ہے کہ فقہ سے جدا متعلق باخبار ہے سائل نے سوال کیا تھا:

سماعت موتٰی کلام احیاء در شرح جائز است یا گناہ کدام گناہ؟	مردوں کا زندوں کا کلام سننا شریعت میں جائز ہے یا گناہ، کون سا گناہ؟ (ت)

آپ اس کے جواب میں اظہار علم فرماتے ہیں کہ:

عادت وتکیہ کلام سائل آنست کہ درہر جامی پرسد جائز است یا گناہ کدام گناہ درین مقام پرسیدن باین عبارت نمی سز دزیرا کہ جواز وگناہ درافعال واعمال مے شود واین متعلق باخبار است کہ این امر ثابت است یانہ[1]، ملخصًا۔	سائل کی عادت اور تکیہ کلام یہ ہے کہ ہر جگہ پوچھتا ہے جائز ہے یا گناہ؟ کون سا گناہ؟ یہاں ان الفاظ سے سوال مناسب نہیں اس لیے جواز اور گناہ افعال واعمال میں ہوتا ہے۔ اور یہ اخبار سے متعلق ہے کہ یہ امر ثابت ہے یا نہیں؟ ملخصًا (ت)

اور جب مسئلہ علم فقہ سے ہی نہیں تو حنفیت وشافعیت کی تخصیص یا تقلید بعض یا اکثر مشائخ سے اسے تعلق یعنی چہ۔ متعلق باخبار ہے اخبار واحادیث کے خلاف غیر ماخذ سے اخذ کیا معنی، عرض تمہید یہ اٹھا کر بخلاف نصوص صریحہ، احادیث صحیحہ جواب یوں دینا:

پس جواب این ست کہ نزد اکثر حنفیّہ سماعتِ موتٰی ثابت نیست[2]۔	پس جواب یہ ہے کہ اکثر حنفیّہ کے نزدیک سماعِ موتٰی ثابت نہیں۔ (ت)

اور پھر اس میں بھی تصریحات جلیلہ اصل ماخذ کے مقابل یہ توسع کہ "چنانکہ از کافی وفتح القدیر حاشیہ ہدایہ صراحۃً واشارۃً کہ قریب بتصریح است معلوم می شود[3]" (ملخصًا) (جیسا کہ کافی، فتح القدیر حاشیہ ہدایہ سے صراحۃً اور اشارۃً جو تصریح کے قریب ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ ملخصا۔ ت) محض بیجا وبے محل واقع ہوا، اس جواب کی طرف بھی تصحیح المسائل میں ارشارہ فرمایا:

حیث قال ودرحقیقت این مسئلہ از علم فقہ ہم نیست چنانچہ مجیب نیز دریں جا اقرار نمودہ[4]۔	فرمایا: درحقیقت یہ مسئلہ علم فقہ سے بھی نہیں جیسا کہ مجیب نے اسی مقام پر اقرار کیا۔ (ت)

[1] مائۃ مسائل مسئلہ ۲۶ مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۵۱
[2] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۷۳
[3] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۷۳
[4] تفہیم المسائل عدم سماع موتٰی از کتب حنفیّہ مطبع محمدی لاہور ص ۷۷

اقول: صدر کلام میں واضح ہوچکا کہ یہ کلام ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول نہیں، استدلال مسئلہ منصوصہ میں طبع آزمائی مشائخ ہے۔ فقہیات میں ائمہ کرام کے بعد مشائخ اعلام کی تقلید بھی علی الراس والعین کہ:

علینا اتباع مارجحوہ وصححوہ کما لوافتونا فی حیاتھم[1]۔	ہمارے ذمہ اسی کا اتباع ہے جسے ان حضرات نے راجح و صحیح قرار دیا، جیسے وہ اپنی زندگی میں ہمیں فتوٰی دیتے تو ہماری ذمہ داری یہی ہوتی۔ (ت)

مگر

ہر سخن نکتہ وہر نکتہ مکانے دارد

(ہر بات میں کوئی نکتہ اور ہر نکتہ کا کوئی موقع ہوتا ہے۔ ت)

موافق مخالف سب اہل عقول کا قدیمی معمولی کہ ہر فن کی بات اس کی حد تک محدود مقبول، تحقیق حلال وحرام میں فقہ کی طرف رجوع ہوگی، اور صحت وضعف حدیث میں تحقیقات فن حدیث کی طرف طبّی مسئلہ نحو سے نہ لیں گے، نہ نحوی طب سے علماء فرماتے ہیں شروح حدیث میں جو مسائل فقہیہ کتب فقہ کے خلاف ہوں مستند نہیں بلکہ تصریح فرمائی کہ خود اصولِ فقہ کی کتابوں میں جو مسئلہ خلاف کتب فروع ہو معتمد نہیں، بلکہ فرمایا جو مسئلہ کتب فقہ ہی میں غیر باب میں مذکور ہو مسئلہ مذکور فی الباب کا مقادم نہ ہوگا کہ غیر باب میں کبھی تساہل راہ پاتا ہے۔

وقد بیننا کل ذلك فی رسالتنا المبارکۃ ان شاء اللہ تعالٰی فصل القضاء فی رسم الافتاء۔	یہ سب ہم نے اپنے رسالہ فصل القضاء فی رسم الافتاء میں میں کیا ہے جو بابرکت ہے اگر اللہ تعالٰی نے چاہا (ت)

جو فرق مراتب گما کر خلط مبحث کرے جاہل ہے یا غافل ذاہل۔ برزخ ومعاد امور غیبیہ ہیں جن میں قیاس واجتہاد کو دخل نہیں، ان کا پتا تو نبی امین الغیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے چل سکتا ہے نہ مشائخ کی رائے سے۔ بلکہ علمائے کرام کو اس میں اختلاف ہے کہ عقائد میں تقلید مقبول ہے یا نہیں۔ اللہ تعالٰی کو ایک، رسول کو سچا، جنت ونار کو موجود، سوال وعذاب ونعیم قبر کو حق جاننے میں اس کا کوئی محل نہیں کہ فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے محض ان کے اعتبار پر مان لیا ہے۔ ہاں عقائد میں کتاب وسنت واجماعِ اُمت وسواد اعظم اہل سنت کا اتباع ہے۔ اس لیے کہ خدا رسول نے ہمیں بتادیا کہ اجماعِ ضلالت پر ناممکن اور سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔ اب کتاب مجید دیکھئے تو بلاشبہ ثابت فرمارہی ہے کہ روح میّت نہیں، روح بے ادراک نہیں، روح کے ادراک بدن پر موقوف نہیں، روح فنائے بدن کے بعد باقی ومدرک رہتی ہے۔ برخلاف

---

[1] الدر المختار مقدمۃ الکتاب (رسم المفتی) مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

ان عبارات مشائخ کے جنھیں تم نے روح پر عمل کرکے صریح کتاب اللہ کے خلاف کردیا۔ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سنئے تو کیسی صریح و صحیح و جلیل وجزیل حدیثیں سماع موتٰی ثابت فرمارہی ہیں جنھیں سن کر پتھر موم ہوجائے۔ اجماع مانگیے تو اس نقول اوپر منقول، سواد اعظم درکار تو اس کا نمونہ مقصد سوم سے آشکار۔ یارب! پھر خلاف کی طرف راہ کدھر، بھلا یہ تو برزخ ومعاد کا مسئلہ ہے جن کے لیے کوئی فصل وباب کُتب فقہ میں نہ پائے گا کہ وہ بحث فقہ سے یکسر جدا ہیں، کسی قول یا فعل کا موجب کفر ہونا تو خود افعالِ مکلفین ہی سے بحث ہے۔ اس کے بیان کو کتب فقہ میں "باب الردۃ" مذکور اور صدہا اقوال وافعال پر انہی مشائخ کے بیشمار فتوائے کفر مسطور، مگر محققین محتاط تارکین تفریط وافراط باآنکہ سچے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام سے خادم ومعتقد ہیں۔ زینہار ان پر فتوٰی نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیفہ اگرچہ دوسرے ہی مذہب کی در بارہ اسلام مل جائے گی اسی پر عمل کریں گے، اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہولے کافر نہ کہیں گے، وہی درمختار جس میں اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ[1] الخ اسی میں ہے:

الفاظه تعرف فی الفتاوٰی بل افردت بالتالیف مع انه لا یفتی بالکفر بشیئ منها الا فیما اتفق المشائخ علیه کما سیجیئ قال فی البحر وقد الزمت نفیس ان لا افتی بشیئ منها[2]۔	یعنی الفاظ کفر کتب فتاوٰی میں معروف ہیں بلکہ ان کے بیان میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں، اس کے ساتھ ہی یہ کہ ان میں سے کسی کی بناء پر فتوٰی کفر نہ دیا جائیگا مگر جہاں مشائخ کا اتفاق ثابت ہو جیسا کہ عنقریب کلام مصنف میں آتا ہے۔ بحرالرائق میں فرمایا: میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان میں سے کسی پر فتوٰی نہ دوں۔

تنویر الابصار میں ہے:

لایفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن اوکان فی کفره خلاف ولوروایة ضعیفة[3]۔	کسی مسلمان کے کفر پر فتوٰی نہ دیا جائے جبکہ اس کا کلام اچھے پہلو پر اتار سکیں یا کفر میں خلاف ہو اگرچہ ضعیف ہی روایت سے۔

---

[1] درمختار مقدمۃ الکتاب (رسم المفتی) مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۵

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

ردالمحتار میں ہے:

قال الخیر الرملی اقول ولو کانت الروایۃ لغیر اھل مذھبنا ویدل علٰی ذلك اشتراط کون مایوجب الکفر مجمعًا علیه[1]۔	یعنی علامہ خیر الدین رملی استاد صاحبِ دُرمختار نے فرمایا اگرچہ وہ روایت دوسرے مذہب مثلاً شافعیہ یامالکیہ کی ہو اس لیے کہ تکفیر کے لیے اُس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے۔

یہ علامہ بحر صاحب البحر وعلامہ خیر رملی ومدقق علائی دربارہ تقلید جیسا تصلب شدید حق وسدید رکھنے والے ہیں ان کی تصانیف جلیلہ بحر واشباہ ورسائل زینیہ ودر وفتاوٰی خیریہ وغیرہا کے مطالعہ سے واضح مگر یہاں اُن کے کلمات دیکھئے کہ جب تک اجماع نہ ہو فتوٰی مشائخ پر عمل نہ کریں گے، ہم نے التزام کیا ہے کہ اس پر فتوٰی نہ دیں گے تو وجہ کیا وہی کہ یہ بحث اگرچہ افعال مکلفین سے متعلق ہے مگر فقہ کا دائرہ تو حیثیت حلال وحرام تک منتہی ہوگیا، آگے کفر واسلام، اگرچہ یہ اعظم فرض وہ اخبث حرام، مگر اصالۃً اس مسئلہ کا فن علم عقائد وکلام، وہاں تحقیق ہوچکا ہے کہ جب تک ضروریات دین سے کسی شیئ کا انکار نہ ہو کفر نہیں توان کے غیر میں اجماع ہر گز نہ ہوگا، اور معاذاللہ ان میں سے کسی کا انکار ہو تو اجماع رُک نہیں سکتا، لہٰذا تمام فتاوٰی ونقول سے قطع نظر کرکے مسائل اجماعیہ میں حصر فرمادیا۔ جب یہاں یہ حال ہے تو ہمارا مسئلہ جس میں نہ فعل مکلّف نہ حلت وحرمت بلکہ ایک امر برزخ کے ثبوت وعدم ثبوت کی بحث ہے کیوں کتاب وسنت واجماع امت وسوادِ اعظم ساداتِ ملت سے منقطع ہو کر مرہون نقول بعض کتب فقہیہ ہونے لگا **وھذا ھو حق التحقیق والحق احق بالتصدیق** (یہی حق تحقیق ہے اور حق اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے۔ت)

جواب ششم: اقول: سب جانے دو، یہ بھی مانا کہ یہ قول مشائخ یہاں حجت اور فی نفسہٖ قابلِ قبول ومتابعت ہے، اب اس سے زیادہ تنزل کا کوئی درجہ نہیں تاہم ہم پر اس سے احتجاج اصلاً موجہ نہیں، کسی دلیل کا فی نفسہٖ کافی وصالح تعویل ہونا اور بات، اور اس سے ثبوت اور اتمام حجت ہونا اور، مثلاً قیاس دلیل شرعی ہے مگر نص کے آگے نامقبول، حدیث صحیح احاد حجت شرعیہ ہے مگر اجماع کے سامنے غیر معمول، وعلٰی ہذا القیاس، ولہٰذا حدیث کی صحتِ حدیثی وصحت فقہی میں زمین وآسمان کا فرق ہے، جس کی تحقیق انیق فقیر کے رسالہ **الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھومذھبی** عـــہ میں ہے، ان مشائخ کے اگر یہ قول ہیں تو صدہا اکابر اعلام کے ارشادات جلیلہ

عـــہ: اس کا سوال شہر ارکاٹ سے آیا تھا لہٰذا تاریخی لقب "اعز النکات بہ جواب سوال ارکات" ہے، یہ رسالہ غیر مقلدوں کے اس مشہور مغالطہ کے رَد بلیغ میں ہے کہ امام اعظم نے خود فرمادیا ہے جب حدیث صحیح ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے، ایک غیر مقلد نے یہ اعتراض بہت طمطراق سے چھاپا اور حنفیّہ سے طلب جواب ہوا یہاں بھی وہ پرچہ بھیجا جس کے جواب میں بفضلہٖ تعالٰی یہ مختصر ونافع رسالہ تحریر ہوا ۱۲ منہ (م)

---

[1] ردالمحتار باب المرتد مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۱۶

ہماری طرف ہیں، جن کا ایک نمونہ مقصد سوم نے ظاہر کیا اور ان میں اجلہ ائمہ ومشائخ علمائے حنفیہّ بھی ہیں، تم نے پانچ متاخرین کے قول ذکر کیے ہم نے پچاس سے زائد وعلمائے حنفیہّ مجتہدین فی المذہب وفقہاء النفس وعمائد محققین سلف وخلف کے ارشادات دکھائے ہیں جن میں خود اُن پانچ سے بھی امام نسفی وامام عینی وامام ابن الہمام شامل، ادھر اگر ایک کتاب میں اکثر مشائخنا کالفظ لکھا ہے تو ادھر متعدد کتب میں اجماع اہلسنت مذکور ہوا ہے، اب دو راہیں ہیں، تطبیق وترجیح۔ ان میں تطبیق ہی اولٰی واول وبتصریح علماء حتی الوسع اسی پر معوّل، اسے اختیار کیجئے تو بحمد اللہ سبیل واضح ہے کہ اثبات سماع روح کے لیے ہے اور انکار سماع بدن پر محمول، اس کی تقریر اور اس کے منافع وفوائد کی تذکیر جواب اول میں مفصلاً تحریر، اور اگر توفیق نہ ملے تو بہت خوب باب ترجیح کھلے، یوں بھی باذنہ تعالٰی میدان ہمارے ہی ہاتھ رہے گا۔

اوّلاً ہماری طرف احادیث کثیرہ ہیں تمہاری طرف ایک بھی نہیں، کتنی حدیثوں میں سن چکے کہ ان المیّت لیسمع بیشک مردہ سنتا ہے۔ یہ بھی کسی حدیث میں آیا کہ المیّت لایسمع مردہ نہیں سنتا۔ اور یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ:

لایعدل عن درایۃ ما وافقتھا روایۃ [1]، کما فی الغنیۃ وردالمحتار۔	درایت سے عدول نہ ہوگا جب کوئی روایت بھی اس کے موافق ہو، جیسا کہ غنیہ وردالمحتار میں ہے (ت)

ثانیاً روح کی موت وبے ادراکی اور اس کے ادراکات کا جسم پر توقف کہ تمہارے طور پر مفاد کلام مشائخ ہے کتاب اللہ کے خلاف ومعارض ہے۔

ثالثاً اجماع اہلسنت کے مناقض ہے۔

رابعاً خود ان کا کلام مضطرب ومتناقض ہے۔

خامساً بوجوہ قاہرہ مجروح ومرجوح ہے۔

سادساً حمل علی البدن نہ مانو محتمل تو ہے اور محتمل صالح معارضہ نہیں۔

سابعاً اگر کوئی حدیث اثبات سماع میں نہ ہوتی تو سلام خود منصوص ومجمع علیہ ہے اور کلام کا ظاہر سے صرف وعدول باجماع علماء مردود ومخذول۔

ثامناً تم خود مان چکے کہ مردے زائروں کا سلام سنتے ہیں (مایۃ مسائل جواب سوال ۱۹) پھر ثبوت سماعِ موتٰی میں کیا محل کلام رہا جب قوت سماع حاصل اور خود خارج کی آواز سننا سمجھنا ثابت تو آواز سب ایک سی اور

[1] ردالمحتار واجبات الصلوٰۃ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۳

فرق تحکم باطل وعلی التنزل یہ ایجاب جزئی اس سلب کلی مشائخ کاضرور نقیض ومبطل، توجس کلام کو خود باطل مان چکے اس سے استناد ہوس عاطل۔

تاسعًا بحث ایک امر کے وجودوعدم ونفس الامری میں ہے وہ مشائخ نافی اور یہ ائمہ مثبت ہیں، مثبت مقدم،

عاشرًا اگر بالفرض دونوں پلے ہر طرح برابر ہوں توامر مستوی رہا، اور سماع ماننے میں نفع بے ضرر ہے کہ جب مردوں کو مدرک جانیں گے قبور کے پاس کلام بیجا سے باز رہیں گے، افعال منکرہ سے حیا کریں گے۔ اور پتھر جانا توبیباک ہوں گے، یوں بھی انکار سماع میں ضرر واندیشہ ضیر ہے اور اثبات سماع محض نفع وخیر ہے۔

ختم الله تعالٰی لنا علٰی محض نفع وخیر وحفظنا من کل ضر وضیر والحمد لله ربّ العالمین وصلی الله تعالٰی علی سیدنا محمّد واٰله وصحبه اجمعین اٰمین۔	الله تعالٰی ہمارا خاتمہ محض نفع وخیر پر کرے اور ہر ضرر ونقصان سے ہمیں بچائے۔ اور سب خوبیاں الله کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور الله تعالٰی ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کے تمام آل واصحاب پر درود نازل فرمائے، الٰہی قبول فرما! (ت)

وہ تین جواب ان کے صغرٰی پر عائد تھے، یہ تین ان کے کبرٰی پر وارد۔ اور اوپر گزارش ہوچکا کہ یہ ارخائے عنان ہے حق تحقیق وحقیقت حق جواب اول سے عیاں ہے **والحمد لله رب العٰلمین**۔ فقیر نے اس مسئلہ یمین وکلام اُمّ المومنین کے متعلق کو زیر حدیث ۴۵ وحدیث ۵۱ بشرط جواب مولوی مجیب صاحب دورآئندہ پر محول رکھا تھا مگرالله عزوجل دارین میں جزائے خیر وافی و وافر عطافرمائے۔ مولٰینا المکرم ذی الفضل والکرم، ناصر سنن، کاسر فتن، محب دین متین، صدیقنا مولوی محمد عمرالدین سنی حنفی قادری مجیدی نزیل بمبئی سلمہ الله تعالٰی کو کہ اس بحث نفیس وجلیل ومہم کی تحریر وتحبیر پر مصر ہوئے جس کے باعث ہنگام طبع کتاب دونوں مقام مذکور میں ان مباحث کی طرف عود کے وعدے بڑھائے گئے، خیال تھا کہ ایک آدھ جز لکھ دیا جائے جو مقصد سوم کی کسی فصل میں بطور فائدہ اندراج پائے گا۔ طبیعت علیل، ذہن کلیل، مدت معالجات طویل، جس کے سبب قوت ضعف معاذالله تاحد تعطیل۔ بااینہمہ نام فرصت معدوم و قلیل، روزانہ امصارواقطار سے ورود فتاوائے کثیر وجزیل، مگرجب لکھنا آغاز ہوا بارگاہ واہب الفیض عزجلالہ سے درفیوض باز ہوا، بحمدالله تعالٰی وہ جواہر عالیہ وزواہر غالیہ عطافرمائے کہ فقیر حقیر کی حیثیت ولیاقت سے بد رجہا وراتھے لہٰذا اس تذییل جلیل کو رسالہ مستقلہ کیا اور بلحاظ تاریخ **الوفاق المتین بین سماع الدفین وجوب الیمین** (۱۳۱۶) لقب دیا جو بانصاف بے اعتساف اسے دیکھے گا **ان شاءالله تعالٰی** بدل صاف شہادت دے گا کہ مسئلہ یمین آج حل ہوا جسے مخالف موافق، موافق مخالف سمجھا کرتے تھے، اس کا عقدہ اب منحل ہوا، جن کلمات کو مخالفین اپنی دلیل بنایا کرتے اب وہ کلمے خود اُنہی کو ذلیل بنائیں گے، جن اقوال کو موافقین محتاج جواب سمجھے اب انہی کو اپنی

دلیل بنائیں گے اور اس کے ساتھ بفضلہ تعالٰی تفہیم المسائل کی ساری بالاخوانیاں بھی نیچی پڑیں، صبح سنت شرق حق سے چمکی، باطل کی ظلمتیں دھواں بن کر اُڑیں۔ یہ سب بحمداللہ تعالٰی ادنٰی تصدق کفش برداری اعلٰحضرت سیدالعلماء المحققین، سندالفضلاء المدققین، حامی السنن، ماحی الفتن، حجۃ الخلف، بقیۃ السلف، اعلم علماء العالم، سیدنا الوالد الماجد المکرم حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب حنفی قادری برکاتی وکمترین برکات خاک بوسی آستان فیض نشان اقدس حضرت امام العرفاء الکاملین، سنام الاولیاء الواسلین، بدرالطریقۃ، بحرالحقیقۃ، حبرالشریعۃ، اقوی الذریعہ، سیدی ومولای ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وغدی حضور سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالٰی عنہما واتم نورہما ونور قبورہما واعاد علینا فی الدارین برکاتھما ورزقنا بمنّہ برحمہا الٰہ الحق الٰہ (اللہ تعالٰی دونوں حضرت سے راضی ہو اور ان کا نور کامل فرمائے، ان کی قبروں کو منور کرے، دارین میں ہمارے اوپر ان کی برکتیں عائد فرمائے اور اپنے کرم سے ہمیں ان کی فرمانبرداری نصیب کرے، قبول فرما اے الٰہ برحق قبول فرما۔ت) ہے۔ والحمدللہ رب العالمین جو اہلسنت ان حروف سے نفع پائیں مامول کہ دونوں حضرات عالیہ کو ایصال ثواب فاتحہ سے شاد فرمائیں اور اس فقیر حقیر اور مولانا مولوی محمد عمرالدین صاحب موصوف کو کہ اس نفیسہ جلیلہ کے محرک تالیف اور الدال علی الخیر کفاعلہ (خیر کی راہ بتانے والا اسی کی طرح ہے جو خیر کو عمل میں لانے والا ہے۔ت) کے مصداق منیف ہوئے اور عالی ہمتان زمن محبان دین وسنن حاجی اسحٰق آدم صاحب صباغ پلبندری وحاجی ابو حاجی حبیب صاحب پلبندری میمن ایمن حفظہما اللہ تعالٰی عن الفتن والمحن کو جن کی ہمت بلند سے اصل کتاب اور جامع فضائل، قامع رذائل مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب قادری نقشبندی شاذلی سلمہ العلی الولی کو جن کی سعی جمیل سے یہ اجزائے تذییل جلیل منطبع اوا ہلسنت ان جواہر دینیہ سے متنفع ہوئے، دعائے عفو وعافیت وخیر وبرکات دنیا وآخرت سے یاد فرمائیں۔ صحیح حدیث میں ہے: پس پشت اپنے بھائی مسلمان کے لیے دعا پر ملائکہ کہتے ہیں آمین ولک بمثلہ تیری یہ دعا قبول اور اس کے مثل تجھے بھی حصول والحمدللہ ربّ العالمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔

الحمدللہ! آج اس رسالہ سے تصانیف فقیر کا عدد ایک سواسی ۱۸۰ ہوا۔ اکرم الاکرمین جل جلالہ، قبول فرمائے اور فقیر حقیر و اہلسنت کے لیے دارین میں حجت نجات بنائے آمین! حسن اتفاق یہ کہ یہ رسالہ سمع ارواح کے باب میں ہے اور شمار تصانیف میں ایک سواسی ۱۸۰ اور اسمائے الٰہیہ میں صفتِ سمع پر دال اسم پاک سمیع ہے اس کے عدد بھی یہی۔

نسئل السمیع ان یسمع دعواتنا ویسترعوراتنا ویومن روعاتنا ویقضی حاجاتنا ویغفر سیاٰتنا	ربّ سمیع سے سوال ہے کہ ہماری دعائیں سن لے، ہمارے عیوب چھپائے، ہمارے خوف کی چیزوں کو امن دے، ہماری حاجتیں پوری فرمائے، ہمارے گناہ مٹائے۔

اور ہمارے کریم آقا بزرگ نبی حضرت محمد اور ان کی سب آل واصحاب پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے، یہ امیدوں کے عطافرمانے والے، آرزوؤں کے مولا، حضرت سید المرسلین کی ہجرت کے ہزارہ دوم کی چوتھی صدی کے دوسرے عشرے میں سے نصف آخر کے اوّل (۱۳۱۶) میں سے نصف اول کے ماہ آخر (جمادی الآخرہ) کے نصف آخر کے روز اول (۱۶) کو ہوا۔ اللہ تعالٰی ان پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے اور ان کی آل، اصحاب، اولاد، جماعت اور عیال پر بھی، ان کے حسن وجمال اور جود ونوال کے بقدر قبول فرما۔ اور تمام تعریف اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے اللہ! تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں، اور شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ پاکی ہے تیرے رب کے لیے جو عزت کا مالک ہے، ان باتوں سے جو وہ بناتے ہیں، اور سلام ہو رسولوں پر، اور تمام حمد اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)	ویصلی ویسلّم ویبارك علٰی سیّدنا الکریم النبی المکین محمد واٰله وصحبه اجعین، کان ذلك لیوم هواول نصف الاٰخرمن اٰخرالنصف الاول من اول النصف الاٰخر من العشر الثاٰنیة من المائة الرابعة من الالف الثاٰنی من هجرة سیدالمرسلین مولی الاٰمال ومولی الامانی صلی الله تعالٰی علیه وسلّم وبارك علیه وعلٰی اٰلهٖ وصحبهٖ وذریّتهٖ وحزبهٖ وعیالهٖ قدرحسنهٖ وجمالهٖ وجُودهٖ و نوالهٖ اٰمین اٰمین والحمدلله ربّ العالمین سبحانك اللھم وبحمدك اشھد ان لااله الاانت استغفرواتوب الیك سبحان ربك ربّ العزّة عمّا یصفون وسلامٌ علی المرسلین والحمدلله ربّ العالمین۔